

مؤسس

وارث علوم اعلیٰ حضرت نبیرہ حجۃ الاسلام جانشین مفتی اعظم ہند جگر گوشہ مفسر اعظم شیخ الاسلام والمسلمین قاضی القضاۃ تاج الشریعہ

حضرت علامہ مفتی الشاہ محمد اختر رضا خان قادری ازہری

مسلک اعلیٰ حضرت کا نقیب و پاسبان

ماہنامہ سنی دنیا بریلی شریف

MAHNAMA SUNNI DUNIYA, BAREILLY SHAREEF

فائل 1991ء
جنوری تا ستمبر

www.muftiakhtarrazakhan.com

پیشکش تاج الشریعہ فاؤنڈیشن

0092 303 2886671 /makhtarraza1011

وارث علوم اعلیٰ حضرت نبیرۂ حجۃ الاسلام جانشین مفتی اعظم ہند جگر گوشہ مفسر اعظم شیخ الاسلام والمسلمین قاضی القضاۃ تاج الشریعہ

حضرت علامہ مفتی الشاہ **محمد اختر رضا خان قادری ازہری** علیہ الرحمہ

اور خانوادۂ اعلیٰ حضرت کے دیگر علمائے کرام کی تصنیفات اور
حیات و خدمات کے مطالعہ کے لئے وزٹ کریں

Waris e Uloom e Alahazrat, Nabirah e Hujjat ul Islam, Janasheen e Mufti e Azam Hind, Jigar Gosha e Mufassir e Azam Hind, Shaikh ul Islam Wal Muslimeen, Qazi ul Quzzat, Taj ush Shariah Mufti

Muhammad Akhtar Raza Khan

Qadiri Azhari Rahmatullahi Alihi

Or Khaanwada e Alahazrat k Deegar Ulama e Kiram Ki Tasneefat Or Hayaat o Khidmaat k Mutaluah k Liyae Visit Karen.

To discover about writings, services and relical life of the sacred heir of Imam Ahmed Raza, the grandson of Hujut-ul-Islam, the successor of Grand Mufti of India, his Holiness, Tajush-Shariah, Mufti

Muhammd Akhter Raza Khan

Qadri Azhari Rahmatullahi Alihi

the Chief Islamic Justice of India, and other Scholars and Imams of golden Razavi ancestry, visit

www.muftiakhtarrazakhan.com

Taaj-al-Shari'ah Foundation, Karachi, Pakistan.

تاج الشریعہ فاؤنڈیشن

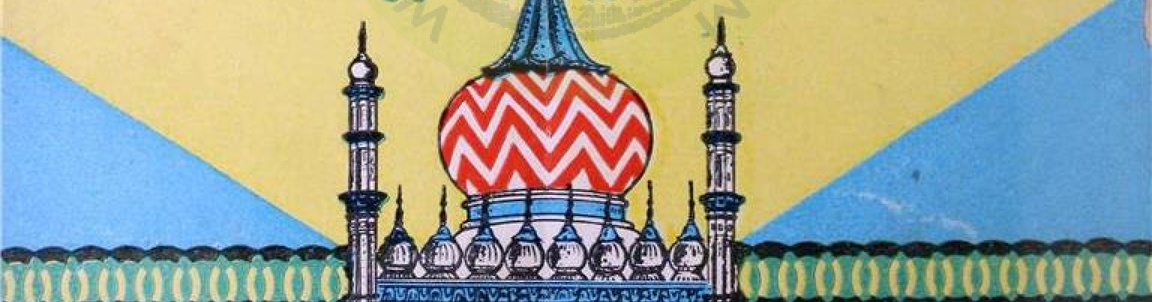
0092 303 2886671 /makhtarraza1011

بیادگار تاجدار اہلسنت مفتی اعظم ہند حضرت علامہ محمد مصطفےٰ رضا خان صاحب علیہ الرحمہ



ماہنامہ سنی دنیا بریلی شریف

ناشرو نگران



ر علامہ مفتی محمد اختر رضا خان صاحب ازہری قائم مقام مفتیِ اعظم ہند بریلی ش

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بیادگار : حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ
بظل عاطفت : حضور مفسر اعظم ہند علیہ الرحمۃ

ماہنامہ سُنّی دُنیا بریلی شریف

شمارہ ۹۸
جلد ۱۰
جنوری ۱۹۹۱ء مطابق جمادی الآخر و رجب

ایڈیٹر
محمد ذوالفقار علی خاں نوری

شرحِ خریداری

☆☆☆☆☆☆☆☆

قیمت فی شمارہ ——— ۵
سالانہ ——— ۵۰
غیر ممالک سے ——— ۲۵۰

رجسٹرڈ پوسٹ نمبر : بی، آر، ۱۵۷

رجسٹریشن نمبر
REGDNOX 117 (82)
VOL-3

فون ——— ۲۱۶۶

مقام اشاعت ——— ۸۲، سوداگران رضا نگر
——— بریلی شریف
مطبوعہ ——— صابر آفسیٹ پریس
——— خواجہ قطب بریلی شریف

خط و کتابت اور ترسیلِ زر کا پتہ

منیجر سُنّی دنیا
۸۲، سوداگران رضا نگر پوسٹ بکس ۲۳۵
بریلی شریف (یوپی)

اگر اس دائرے میں سرخ نشان
نظر آئے تو سمجھیں کہ آپ کا زرِ تعاون ختم
ہو چکا ہے۔ براہ کرم آئندہ کے لئے زرِ
تعاون ارسال فرمائیں۔
منیجر

اوراقِ سفر

شاہ فہد کی اسلام دشمن پالیسی

خلیجی بحران

ادارتیہ

ا و ر

تاریخ کے ہر دور میں مفاد پرست ابنائے وقت کی لمبی فہرستیں نظر آئیں گی۔ کچھ تو اپنی سیاسی بازیگری کا چمتکار دکھا کر قوم کو بیوقوف بناتے ہیں اور کچھ لوگ اسی سیاسی رنگ کو مذہب کا لباس پہنا دیتے ہیں۔ اور جب کوئی بھی چیز مذہب کے لباس میں مسلم عوام کے سامنے پیش کی جاتی تو مذہبی جوش و جذبہ کے پیش نظر ایک مسلمان اس کا بہر حال خیر مقدم کرتا ہے۔ سلطنت عثمانیہ کے زوال کے بعد حرمین طیبین میں اسی سیر پھیر کی سیاست کو مذہب کا لباس پہنایا گیا تھا اور وادی نجد سے حکمرانی کا جذبہ لے کر بڑھنے والی قوم مذہب کا نعرہ لاپ رہی تھی۔ مگر کسے معلوم تھا کہ یہ مذہب کے نام پر فسوں کاری کا ایک سازشی عمل ہے جو وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ تند و تیز سیلاب کا روپ اختیار کر لیگا۔ نیز اس مذہبی جذبہ کا نمائشی خاکہ برطانیہ کی بند کوٹھری میں تیار کیا گیا ہے۔ جس کی جڑیں بظاہر اسلام دوستی اور در پردہ اسلام دشمنی کی گہرائیوں تک اتر چکی ہیں۔ چنانچہ برطانیہ کے اسلام دشمن نظریات کا بیج ترکی اور اس کی وسیع و عریض سلطنت میں بو کر اس کا شیرازہ وحدت پارہ پارہ کر دیا گیا۔ جس کا لازمی نتیجہ المملکۃ السعودیۃ العربیۃ کے روپ میں ظاہر ہوا۔ اور دنیا کی تاریخ میں حرمین طیبین کی مقدس وادی حجاز کو ایک ابن الوقت کے نام سے موسوم کر کے اس مقدس خطۂ ارضی کا مذاق اڑایا گیا

وہابی تحریک ایک خوفناک خونی آشام مرغولے کی شکل میں یہودیت کی آلہ کار بن کر ابھری جس کا مقصد ایک طرف حکمرانی کی ہوس پرستی تھا اور دوسری طرف اسلامی آثار کی بربادی۔ چونکہ یہ بات بھی جانتے ہیں کہ مسلمان سب کچھ برداشت کر سکتا ہے مگر اپنے مذہب اس کی جو دلبستگی ہے اس پر حرف آئے یہ کبھی نہیں برداشت کر سکتا۔ مکہ مکرمہ، اور مدینہ شریفہ کے آثار و تبرکات کو یکلخت مٹانے کا منحوس عمل شروع ہوا۔ جس سے پوری دنیا کراہ اٹھی۔ مگر اپنے برطانوی آقاؤں سے کئے ہوئے وعدوں کو وفا کرنے کا یہ عمل تیز سے تیز ہوتا چلا گیا۔ ادھر عالم اسلام میں بے چینی، کرب و اضطراب کی لہریں شعلۂ جوالہ بن کر ابھرنے لگیں۔ لیکن نشۂ حکمرانی اتنا گہرا تھا کہ اتر نہ سکا۔ محمد بن عبدالوہاب نجدی کی

(وہابی) کی وہابی تحریک کے تند و تیز سیلاب کے رو میں پورے عرب کے خس و خاشاک کی طرح بہاتی رہی۔ روایتوں کا خون ہوتا رہا۔ اور قدیم اسلامی افکار جو امت میں میراث حسن کے طور پر عہد صحابہ سے لیکر اس دور تک چلتی رہی ان پر قدغن عائد کی جاتی رہیں۔ حتیٰ کہ پورے جزیرۂ عرب میں مسلم نما عیسائی و یہودی ایجنٹوں کی حکمرانی ہو گئی۔ تمام مستحبات و مسنونات کو یہ کہکر کہ "ھٰذا شرک" یہ شرک ہے منہ گھڑت نفسانی شریعت کا بدنما لیبل چسپاں کیا جانے لگا۔ قرآن مقدس کو روندا گیا، تمام مقدس صحابہ کے قبوں کو منہدم کر دیا گیا۔ مولدِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو توہین کی گئی۔ روضۂ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو "ھٰذا صنم اکبر" یہ بہت بڑا بت ہے کہکر ڈھانے کی ناپاک سازش کی گئی۔ بحالت نماز کئی سو مسلمانوں کو قتل کر دیا گیا، حرم نبوی کی بے حرمتی کی گئی غرضیکہ ایک بے مہار اونٹ کی طرح جو منہ میں آیا کر گذرا گیا۔ اسلامی اصول کے پرخچے اڑائے گئے اور ظلمت و بربریت کی انارکی کو اسلام کا نام دیا گیا۔ یہ "المملکۃ السعودیہ العربیہ" کے دو بنیادی کارنامے ہیں جو شاہ سعود اور ابن عبدالوہاب نجدی کی ملی بھگت سے وجود میں آئے۔

انسان اپنے ذہن کا اعتماد کھو دے اور ماضی کی یادیں اس کے ذہن کے اعتبار سے قصہ پارینہ ہو جائیں۔ مگر تاریخ کے اوراق جن میں تغیرات زمانہ کے شر سرخیاں قائم رہتی ہیں انہیں جھٹلایا نہیں جا سکتا۔ حضرت علامہ سید زینی دحلان کی کتاب "الفتنۃ الوھابیہ" حضرت ابن عابدین شامی کی تصنیف لطیف "شامی شریف" سلیمان بن عبدالوہاب نجدی کی تصنیف "الصواعق الالٰھیۃ" خود دیوبندی وہابی مکتب فکر کے بڑے مبلغ مولوی حسین احمد کی کتاب "الشہاب الثاقب" کے اوراق ان سعودی اور نجدی حکمرانوں کی چیرہ دستیوں سے بھرے پڑے ہیں۔ انکا جھٹلانا ممکن نہیں

عراق کویت تنازعہ پر سعودی عربیہ کے بودے عقل حکمراں نے امریکی فوج طلب کر لی اور حجاز اقدس کے پاکیزہ و مطہر خطہ ارضی کو اب تک خود اپنے نجس قدموں سے روندتے رہنے کے بعد امریکی افواج کے ناپاک قدموں سے مزید ناپاک کیا جا رہا ہے۔ یہ بات قارئین کرام کو اچھی طرح معلوم ہونی چاہئے کہ امریکی افواج میں ۲۵ فیصد بلکہ اس سے زیادہ یہودی ہیں۔ ایک وہ زمانہ تھا کہ مختار کائنات نے ان یہودیوں کو جزیرۂ عرب سے نکال باہر فرمایا تھا کیونکہ ان کے فتنے، ان کی ریشہ دوانیاں اور مسلمانوں کی یکجہتی کو منتشر کرنا ہی ان یہودیوں کا وتیرہ تھا۔ رسول ہاشمی نے ان کو مقدس سرزمین سے نکال کر باہر فرما دیا تھا کہ ان کے ناپاک وجود نہ رہیں اور یہ پاکیزہ زمین ان کے ناپاک وجود سے ہمیشہ کیلئے خالی ہو جائے۔ تاریخ کا وہ دن یاد کیجئے اور تاریخ کا یہ دن یاد کیجئے ایک رسول رحمت انکو پاک فرمانا چاہیں اور ایک کم عقل حکمراں انکو ناپاک کرنے کا مکمل ارادہ کر چکا ہے۔

آج ہندوستان کی وہابی لابی میں ایک بھونچال آگیا ہے اور تمام جماعتیں تبلیغی جماعت، جماعت اسلامی، وہابی، دیوبندی، ندوی، سلفی یہ یک زبان چیخ رہے ہیں کہ عراق کی جارحیت اور اس کے ظلم سے بچنے کے لئے امریکی فوج بلائی گئی ہے۔ پھر اس کے ساتھ ہی ساتھ عراقی صدر صدام حسین کو، کافر، ملحد، بے دھرم، مرتد اور اسطرح کے نہ جانے کتنے ناشائستہ کلموں سے یاد کیا جا رہا ہے۔ بمبئی میں وہابیوں کے جلوس میں ایسی بدتمیزی کا ثبوت دیا گیا جس سے انسانیت شرما گئی۔ مگر

حقیقت باتو گویم نے فسانہ ❊ اگر شنوی بگوش ہوش بشنو

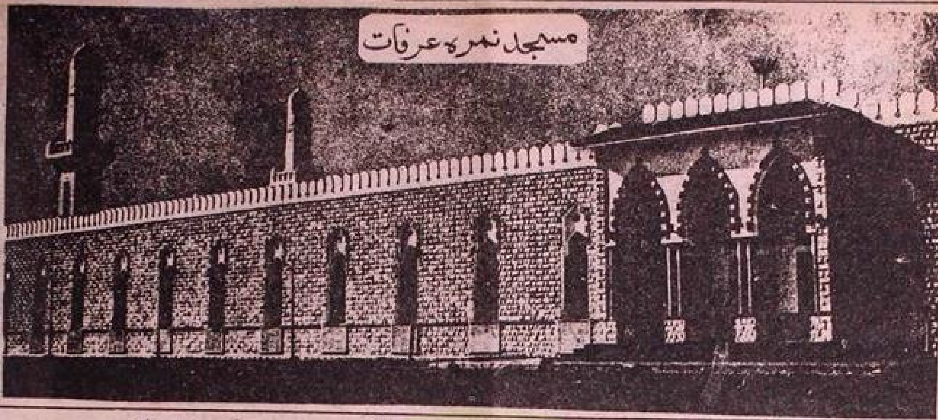
مگر حقیقت کے رخ سے پردہ ہٹا کر دیکھا جائے تو واضح ہو جائے گا کہ مذکورہ بالا غیر مناسب کلمات کا مستحق کون ہے۔ عراقی صدر یا سعودی شاہ؟

حرم شریف کی محافظت کا سوانگ بھرنے والے ذلت کی اس انتہا کو اتر پڑے گے کہ جس جزیرے سے یہودیوں کے ناپاک قدم کو اللہ کے رسول نے نکال دیا تھا اس سے پھر ایسی پاکیزہ دھرتی کو ناپاک کرائیں گے۔ اس وقت ہندوستان کے تمام وہابی دیوبندی مکتب فکر کے لوگ چیخ رہے ہیں کہ امریکی فوج حرم اقدس سے ہزار میل کی دوری پر ہے مگر غیبی مشاہدین کا بیان ہے کہ امریکی فوج اپنی عیاشیوں اور رنگ رلیوں میں اس طرح مدہوش ہے کہ جدہ کی سڑکیں ان کی عیاشی کی آماجگاہ بنی ہوئی ہیں۔ شراب و کباب کا دور چل رہا ہے۔ اور شاہی خاندان کی مطیع و فرمانبردار غلام کی طرح ان کی ناز برداری کرتا دکھا جا رہا ہے۔ امریکی فوج طلب کئے جانے پر بھارت کے وہابی مبلغین ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں کہ یہ عمل صحیح ہی نہیں بلکہ سنت کے عین مطابق ہے۔ کتنی بھونڈی سی بات ہے اور ایک قبیح عمل کو صحت کا درجہ دینے کے لئے اس کا ڈھانڈا کہاں لیجا کر ملایا جا رہا ہے۔ مگر اس ناشائستہ عمل کی گہرائیوں میں قباحتوں اور برائیوں کی جو طغیانی ہے اس کی طرف انکی نظر نہیں جا رہی ہے۔ جس کا نتیجہ ابھی نہیں بلکہ گذرتے وقت کے ساتھ ساتھ مستقبل کی وہ گھڑیاں بتائینگی۔ جب امریکہ کا حلقہ فریب سعودی شاہ اور خلیجی شیوخ کے گلوں کے گرد سخت سے سخت تر ہوتا چلا جائے گا۔ کیونکہ امریکہ کی پرانی تاریخ ہے کہ وہ مخلص دوست کے روپ میں تنگ نظر اور کینہ توز دشمن کا رول ادا کرتا ہے۔ کیا یہ ممکن ہے کہ امریکہ اتنی جلد خلیج سے رخصت ہو گا؟

جبکہ ویت نام، جنوبی امریکہ اور پناما جیسے شہروں میں امریکہ اور برطانیہ عرصۂ دراز سے اپنا صیہونی کھیل کھیل رہے ہیں

کل تک دنیا کے سارے مسلمان بیت المقدس کی آزادی اور رہائی کے بارے میں مظاہرے اور اپنی تشویش کا اظہار کرتے رہے ہیں اور اب تو بات حرمین طیبین تک پہونچ چکی ہے سعودی شاہ فہد بن عبدالعزیز کو اگر یہ خطرہ تھا کہ عراق سعودی سلطنت کو ہضم کر جائے گا۔ تو ان کو سلامتی کونسل یا عرب لیگ سے رجوع کرنا چاہئے تھا نہ کہ امریکہ کی کاسہ لیسی۔ مگر کتنی تعجب کی بات ہے کہ عراق ایک کروڑ نوے لاکھ کی آبادی پر مشتمل ایک ملک ہے جس میں دس لاکھ ٹرینڈ فوجی ہیں جو ہر طرح کی جدید اسلحہ جاتی مہم میں یکتا و ماہر ہیں اور سعودی عربیہ میں اگرچہ جدید ہتھیار ہیں مگر وہاں کی عیش پسندانہ طبع کی عسکری قوت اس کو استعمال کرنے کا شعور نہیں رکھتی۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ امریکہ کے اشاروں پر ناچنے والے خلیجی شیوخ بظاہر اگرچہ اپنی اپنی ریاستوں میں حکمرانی کرتے نظر آرہے ہیں مگر حقیقت میں وہاں حکومت برطانیہ اور امریکہ کی ہی ہے۔ ورنہ کیا وجہ ہے کہ ادھر خطرہ کا احساس ہو اور ادھر چشم زدن میں امریکی فوجیں خلیج پر اپنا مورچہ سنبھالے دیکھی جائیں۔

عراق اس وقت ان تمام صیہونی طاقتوں کا تنہا مقابل ہے جو اس بات کی خواہش رکھتے ہیں کہ عرب پھر کہیں اخوت و اتحاد کی لڑی میں منسلک نہ ہو جائیں — برطانیہ نے



مسجد نمرہ عرفات

جب سلطنت عثمانیہ کے ٹکڑے کئے تھے تو اس کا مقصد یہ تھا کہ اس سلطنت کو اتنے ٹکڑوں میں بانٹ دیا جائے کہ پھر ان میں اتحاد کی فضا قائم نہ ہو سکے کیونکہ جب کبھی علاقائی سطح پر سوچنے لگیں گے تو ہر شخص ایک دوسرے کے ساتھ گتھم گتھا رہے گا۔ مگر عراقی صدر صدام حسین ان نظریات کے منافی عمل کی راہ پر گامزن ہیں جس سے برطانیہ اور امریکہ کے کاز کو شدید جھٹکا لگ رہا ہے نیز یہ کہ عرب کا اختلاف اسرائیل کی توسیع میں وسعت دے گا۔ اور اتفاق سے اسرائیل کا قافیہ تنگ ہوگا لہٰذا یورپ عیسائیت اور یہودیت عراق کے اس عمل سے بلبلا اٹھی ہے۔ ان شیوخ کی اسلام دشمنی کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ کویت کے سابق حکمراں جابر الصباح نے برطانیہ کے رسوائے زمانہ ادارہ پینگوئن میں اشتراک تعاون دے رکھا ہے ——————

یاد رہے کہ یہی وہ ادارہ ہے جس نے دنیا کے سب سے بد دماغ شیطان سلمان رشدی کی کتاب " شیطانی آیات " کو چھاپ کر پوری دنیا کے مسلمانوں کو اذیت پہونچائی ہے۔

کویت کا عراق سے انضمام امیر کویت کی عہد اتحاد کی بین دلیل ہے ——————— نیز یہ کہ کویت عراق کا اٹوٹ حصہ تھا جس کو سیاست کے پیش نظر برطانوی سامراج کی وجہ سے خود مختار کر دیا گیا تھا۔ اگر عراق نے اس کو پھر اپنے قبضہ میں کر لیا تو یہ کونسی ہنگامہ کی بات ہے۔ جبکہ اسرائیل برسوں سے فلسطینیوں کی زمین پر غاصبانہ قبضہ جمائے ہوئے ہے۔ مگر آج تک امریکہ اور برطانیہ کے کانوں پر جوں نہیں رینگی۔ ——————————————

جو لوگ عراق کے خلاف محاذ آرائی کر رہے ہیں انہیں ہوش کے ناخن لینے چاہئیں۔ اور عرب لیگ کو اس بات کی طرف توجہ دینی چاہئے کہ امریکہ اور برطانیہ کے ساتھ ان کا اعتماد کا ہاتھ کہیں ایسا تو نہیں کہ خود نہیں کہ ٹوپی اچھالے جانے کا کوئی قریبی عمل ہو ضرورت اس بات کی ہے کہ حرمین طیبین سے نجدی تسلط ختم ہو اور تمام خلیجی ممالک میں امارت و شہنشاہیت کے تابوت میں آخری کیل ٹھونک دی جائے اور حجاز اقدس بشمول تمام گلف ریاستیں جمہوری اقدار کی پابند ہوں۔ اور اسرائیل کے خلاف منظم جد و جہد کی جائے۔ اگر اس بحرانی ماحول میں عراق کی ہمت مردانہ کو زک پہونچا تو شیوخ حرم کی آسائشوں کا تاج محل منہدم ہو جائیگا۔ عراق اس وقت ایک ایسا پہاڑ ہے جس کے دامن شجاعت میں تمام مغربی ممالک اور امریکہ کا قد بونا نظر آتا ہے

کلامِ رضا

از امام احمد رضا خاں فاضلِ بریلوی قدس سرہٗ

محمد مظہرِ کامل ہے حق کی شانِ عزت کا
نظر آتا ہے اس کثرت میں کچھ اندازِ وحدت کا

یہی ہے اصلِ عالم مادہ ایجادِ خلقت کا
یہاں وحدت میں برپا ہے عجب ہنگامہ کثرت کا

گدا بھی منتظر ہے خلد میں نیکوں کی دعوت کا
خدا دن خیر سے لائے سخی کے گھر ضیافت کا

نہ رکھی گل کے جوشِ حسن نے گلشن میں جا باقی
چٹکتا پھر کہاں غنچہ کوئی باغِ رسالت کا

صفِ ماتم اٹھے خالی ہو زنداں ٹوٹیں زنجیریں
گنہگارو چلو مولیٰ نے در کھولا ہے جنت کا

ادھر امت کی حسرت پر ادھر خالق کی رحمت پر
نرالا طور ہوگا گردشِ چشمِ شفاعت کا

بڑھیں اس درجہ موجیں کثرتِ افضالِ والا کی
کنارہ مل گیا اس نہر سے دریائے وحدت کا

مدد اے جوششِ گریہ بہا دے کوہ اور صحرا
نظر آجائے جلوہ بے حجاب اس پاک تربت کا

یقیں ہے وقتِ جلوہ لغزشیں پائے نگہ پائے
ملے جوشِ صفائے جسم سے پابوس حضرت کا

الٰہی منتظر ہوں وہ خرامِ ناز فرمائیں
بچھا رکھا ہے فرش آنکھوں نے کمخواب بصارت کا

وہ چمکیں بجلیاں یارب تجلیہائے جاناں سے
کہ چشمِ طور کا سرمہ ہو دل مشتاق رویت کا

رضائے خستہ جوشِ بحرِ عصیاں سے نہ گھبرانا
کبھی تو ہاتھ آجائے گا دامن ان کی رحمت کا

ضیائے قرآن

(ادارہ)

یاایھا الذین اٰمنوا انما الخمر و المیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطٰن فاجتنبوہ لعلکم یفلحون ہ

اے ایمان والو شراب اور جوا اور بت اور پانسے ناپاک ہی ہیں۔ شیطانی کام تو ان سے بچتے رہنا کہ تم فلاح پاؤ۔

قرآن کی روشنی میں ہم کو معلوم ہوا کہ شراب کا پینا حرام ہے اور شراب کے پینے میں دینی اور دنیوی دونوں نقصان ہیں۔

دنیوی نقصان تو یہ ہے کہ اس کے پینے میں کثیر سے کثیر دولت ختم ہو جاتی ہے اور انسان اپنے گھر کا سامان فروخت کرکے شراب کی نذر کر دیتا ہے اور انسان اس کو پینے کے بعد شل پاگل کے ہو جاتا ہے اور اچھے برے اور اپنے اور پرائے میں امتیاز نہیں کر پاتا اور شر کی طرف مائل ہوتا ہے۔ جیسا کہ احمد بن فضل نے کہا ہے۔ شراب یمنل طریق الھدی ویفتح للشرابوابہ اور کوئی ذی ہوش انسان اس بات کو کبھی پسند نہیں کرتا کہ اس کی عقل جاتی رہے اور وہ پاگل بن جائے۔

دوسری جگہ قرآن میں ارشاد ہوتا ہے۔

یسئلونک عن الخمر والمیسر قل فیھما اثم کبیر ہ

تم سے شراب اور جوئے کا حکم پوچھتے ہیں۔ تم فرمادو ان دونوں میں بڑا گناہ ہے۔

لیکن جب مسلمان مکہ مکرمہ سے ہجرت کرکے مدینہ منورہ آئے تو انہوں نے دیکھا کہ یہاں شراب اور جوئے کا بہت رواج ہے۔ تب حضرت عمر اور معاذ ابن جبل رضی اللہ عنہما بارگاہِ نبوت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگے یا حبیب اللہ شراب اور جوئے کا فیصلہ فرمائیے۔

کیونکہ شراب عقل کو برباد کر دیتی ہے اور جوا مال کو۔ تب ۳ھ غزوہ احزاب سے قبل شراب کی حرمت نازل ہوئی

اگر کوئی مسلمان شراب پیتا ہے تو شریعت اسلامیہ کے حکم کے خلاف کرتا ہے اور یہ بہت بڑا گناہ ہے۔

بہار حدیث

(ادارہ)

(۱) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قسم خدا کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے۔ تم جنت میں داخل نہ ہوگے یہاں تک کہ تم مومن بن جاؤ اور تم مومن نہیں بن سکتے یہاں تک کہ محبت نہ رکھو۔ کیا کریں تمہیں کوئی ایسی شئے نہ بتاؤں جب تم سلام کا چرچا کرو آپس میں محبت ہوگی۔

(۲) حضرت ابوامامہ سے مروی ہے۔ انہوں نے فرمایا ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے، ہمیں حکم فرمایا کہ ہم سلام کا چرچا کریں۔

(۳) عبداللہ بن عمرو سے مروی ہے انہوں نے کہا۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے، رحمٰن کی عبادت کرو اور سلام کا چرچا کرو۔

(۴) حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے بے شک ایک مرد داخل ہوئے مسجد میں اور حال یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسجد کے ایک کنارے میں بیٹھے ہوئے تھے۔ تو اس مرد نے نماز پڑھی۔ پھر حضور کی خدمت میں حاضر ہوا۔ سلام کیا۔ حضور نے وعلیکم السلام فرمایا

ابوسلمہ سے مروی ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ ان سے حدیث بیان کرتی ہیں، بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا۔ جبریل علیہ السلام آپ پر سلام پیش کرتے ہیں وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ یعنی اس پر سلام اور اللہ کی رحمت۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ کچھ لوگ حضور کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور السلام علیکم یا ابا القاسم تو حضور نے فرمایا وعلیکم۔

حضرت انس بن مالک سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب تم پر اہل کتاب میں سے سلام کرے تو کہو وعلیکم۔

حضرت ابوعبدالرحمٰن سے مروی ہے۔ انہوں نے فرمایا ہمارے یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جلوہ فرما ہوئے۔ ہم لوگ بچے تھے تو حضور نے ہمیں سلام کیا۔

اسماء بنت یزید فرماتی ہیں ہم عورتوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر ہوا تو حضور نے ہمیں سلام کیا۔

ابن عمر سے مروی ہے انہوں نے فرمایا ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک کو بوسہ دیا۔

کلامِ حسن کلامِ نوری

کلامِ حسن

استاذِ زمن علامہ حسن رضا خاں حسنؔ بریلوی قدس سرہٗ

مجرمِ ہیبت زدہ جب فردِ عصیاں لے چلا
لطفِ شہ تسکین دیتا پیشِ یزداں لے چلا

دل کے آئینہ میں جو تصویرِ جاناں لے چلا
محفلِ جنت کی آرائش کا ساماں لے چلا

رہروِ جنت کو طیبہ کا بیاباں لے چلا
دامنِ دل کھینچتا خارِ مغیلاں لے چلا

گل نہ ہو جائے چراغِ زینتِ گلشن کہیں
اپنے سر میں مَیں ہوائے دشتِ جاناں لیچلا

روئے عالمتاب نے بانٹا جو باڑا نور کا
ماہِ نو کشتی میں پیالا مہرِ تاباں لے چلا

گو نہیں رکھتے زمانے کی وہ دولت اپنے پاس
پر زمانہ نعمتوں سے بھر کے داماں لے چلا

تیری ہیبت سے ملا تاجِ سلاطیں خاک میں
تیری رحمت سے گدا تختِ سلیماں لے چلا

ایسی شوکت پر کہ اڑتا ہے پھریرا عرش پر
جس گدا نے آرزو کی ان کو مہماں لے چلا

دبدبہ کس سے بیاں ہو ان کے نامِ پاک کا
شیر کے منھ سے سلامت جانِ سلماں لیچلا

صدقے اس رحمت کے ان کو روزِ محشر ہر طرف
ناشکیبا شورِ فریادِ اسیراں لے چلا

ساز و سامانِ گدائے کوئے سرور کیا کہوں
اس کا منگتا سروری کے ساز و ساماں لیچلا

دو قدم بھی چل نہ سکتے ہم سرِ شمشیرِ تیز
ہاتھ پکڑے ربِّ سلّم کا نگہباں لے چلا

شافعِ روزِ قیامت کا ہوں ادنیٰ امتی
پھر حسنؔ کیا غم اگر میں بارِ عصیاں لیچلا

کلامِ نوری

مفتیٔ اعظم ہند محمد مصطفےٰ رضا خاں نوریؔ رحمۃ اللہ علیہ

میرا گھر غیرتِ خورشیدِ درخشاں ہوگا
غیر سے جانِ قمر جب تمہی مہماں ہوگا

جو تبسم سے عیاں اک درِ دنداں ہوگا
ذرہ ذرہ مرے گھر کا مہِ تاباں ہوگا

کیوں مجھے خوف ہو محشر کا کہ ہاتھوں میں مرے
دامنِ حامیٔ خود، ماحیٔ عصیاں ہوگا

پلۂ عصیاں کا گراں بھی ہو تو کیا خوف مجھے
میرے پلّے پہ تو وہ رحمتِ رحماں ہوگا

مجھ سے عاصی کو جو بے داغ چھڑا لائیں گے
اہلِ محشر سے جو دیکھے گا وہ حیراں ہوگا

کوئی منہ میرا تکیگا کہ یہ وہ عاصی ہے
جس کو ہم جانتے تھے داخلِ میزاں ہوگا

کوئی اس رحمتِ عالم پہ تصدق ہوگا
کوئی یہ شانِ کرم دیکھ کے قرباں ہوگا

ماجرا دیکھ کے یہ ہوگا کسی کو سکتہ
اک تعجب سے وہ انگشت بدنداں ہوگا

ان کی حیرت پہ کہوں گا کہ تعجب کیا ہے
خود خدا ہوگا جدھر سرورِ ذیشاں ہوگا

دم نکل جاتے تمہیں دیکھ کے آسانی سے
کچھ بھی دشوار نہ ہوگا جو یہ آساں ہوگا

زخم پر زخم بھی کھاتے پہ قتل بھی ہو
خونِ مسلم ابھی کیا اس سے بھی ارزاں ہوگا

بھیڑیوں کا ہے یہ جنگل نہیں کوئی راعی
بھولی بھیڑوں کا شہا کون نگہباں ہوگا

ظلم پر ظلم سہے اور سزائیں بھگتے
اور اُف کی تو یہ خنجرِ براں ہوگا

ظلمتِ قبر کا کیا خوف مجھے اے نوریؔ
جب مرے قلب میں ایماں کا لمعاں ہوگا

بابُ الاستفتاء

نقیبِ اسلام قائم مقام مفتی اعظم علامہ اختر رضا خاں صاحب ازہری

قبلۂ محترم عظیم البرکت سجادہ نشین حضرت علامہ محمد اختر رضا خاں صاحب دام فیوضکم ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

(۱) حضور کچھ لوگ یہاں ایسے ہیں جو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں گستاخی کرتے ہیں ۔ اور ان کا یہ کہنا ہے کہ انھوں نے حضرت علی کے خلاف جنگ لڑی ہے اور یزید پلید کی بیعت دلوائی ہے اور کچھ سنی حضرات کھڑے ہو کر ان کی بات بھی سنتے ہیں ۔

(۲) حضور نے ایک کتاب میں لکھا ہے کہ واضح ہو کہ عقد ہونے کے بعد جو رسم ہے کہ دولہا کھڑا ہو کر حاضرین مجلس کو سلام کرتا ہے اور مصافحہ بھی کرتا ہے یہ بدعت اور برا ہے ۔

(۳) حضور ہمارے یہاں خطبہ کی اذان باہر سے ہوتی ہے تو اس کا جواب کچھ لوگ ثبوت کے ساتھ مانگتے ہیں ۔

(۴) حضور یہ پتہ چلا ہے کہ ممبر پر خطبہ کے وقت عصا لے کر نماز پڑھنا سنت ہے اس کا بھی جواب ثبوت کے ساتھ بہت ضروری ہے ۔

(۵) حضور یہ بھی کہتے ہیں کہ جب حضور کی طبیعت زیادہ ناساز تھی تو انھوں نے قلم دوات مانگا مگر یہ لوگ نہیں دیئے اندر زیادہ تر شیعہ حضرات اعتراض کرتے ہیں

(۶) حضور ایک کتاب سیدہ بی بی کی کہانی ہے لوگ اس کہانی کی کتاب سے منت مانگتے ہیں اور یہ کتاب سنی عالم کی ہے شیعہ لوگوں کی ہے اور کہانی کی کتاب سے منت مانگتے ہیں ۔

(۷) حضور بہت سے سنی لوگ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں کہتے ہیں کہ ہم ان کو اچھا نہیں کہتے تو برا بھی نہیں کہتے کیا حضرت امیر معاویہ کی شان میں یہ لفظ استعمال کرنا جائز ہے یا ناجائز ۔

(۸) حضور میں حافظ کر رہا ہوں اور پچھلا سبق بہت کم یاد رہتا ہے مجھے کوئی ذہن کے بڑھنے کے لئے وظیفہ لکھ دیجئے گا ۔ المستفتی ۔ محمد شفیق

موضع ولپوسٹ ابرایاں محلہ بنگلہ تر ضلع فتح پور۔ ہسوا

۸۶/۹۲ الجواب (۱) حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ان پر زبان طعن دراز کرنا اپنا ایمان کھونا ہے اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حکم سے سرتابی ہے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا لاتسبوا اہل الشام اہل شام کو گالی نہ دو اور جب خود حضرت علی یہ فرمارہے ہیں تو ہمیں حق نہیں پہنچتا کہ ہم حضرت علی اور امیر معاویہ کے معاملہ میں دخل دیں اس بارے میں ہمارا مفصل فتویٰ ملاخطہ کریں واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) ان لوگوں کا قول غلط ہے سلام سے اور مصافحہ سے اس موقعہ پر ممانعت نہیں اور مدعی ہے وہ دلیل دے ورنہ اس کا بدعت بتانا ہی بدعت ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) سنن ابوداؤد شریف میں حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہ کان یؤذن بین یدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا جلس علی المنبر یوم الجمعۃ علی باب المسجد وابی بکر و عمر ــــ یعنی جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر جلوس فرماتے جمعہ کے دن اذان دروازۂ مسجد پر ہوتی اور ایسا ہی حضرت ابوبکر و عمر کے زمانہ میں ہوتی واللہ تعالیٰ عالم۔ دیکھو فتاوی رضویہ ج ۳

(۴) اس میں علماء کا اختلاف ہے لہٰذا بچنا بہتر ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔ دیکھو فتاوی رضویہ ج ۲

(۵) صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا یہ فعل حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت اور ان کی راحت کے لیئے تھا ان جانثاروں نے نہ چاہا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس شدت الم ومرض میں زحمت ہو لہٰذا قلم دوات جہیا نہ کیا۔ اور حضور علیہ السلام نے بھی ان پر ملامت نہ فرمائی۔ شیعہ کا اعتراض محض بے ہودہ ہے اور ایسا اندھا اعتراض ہے جس میں حضرت علی اور اہل بیت بھی نہیں پہنچے پھر شیعہ کو کیونکر معلوم ہو کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت علی کے لیئے خلاف لکھنے والے تھے۔ کہ یہ لوگ تمام صحابہ پر زبان طعن دراز کرتے ہیں۔ حاشا وکلا کوئی ذریعہ علم نہیں محض بدگمانی کرتے ہیں ان لوگوں سے شدید احتراز لازم ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۶) معتمد نہیں ہے اس کے مطالعہ سے شدید احتراز چاہیئے واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۷) حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بحکم قرآن وحدیث اچھا سمجھنا ایمان ہے اور اچھا نہ سمجھنا کفر ہے کہ تکذیب قرآن ہے۔ قرآن کا ارشاد ہے وکلاً وعد اللہ الحسنیٰ یعنی اللہ نے ہر صحابی رسول سے اچھا وعدہ کیا تو انھوں نے جو اچھا نہ جانے وہ سنی نہیں واللہ تعالیٰ اعلم

(۸) دس مرتبہ بعد ہر نماز یا حافظ بحق ان ربی علی کل شیئٍ حفیظ اول و آخر درود شریف کے ساتھ پڑھیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح واللہ تعالیٰ اعلم
قاضی محمد عبدالرحیم بستوی غفرلہ

حرمین طیبین کو خطرہ عراق سے نہیں بلکہ امریکہ سے ہے

از: مولانا ارشد القادری نائب صدر ورلڈ اسلامک مشن۔

دوسری و آخری قسط!

آج اخلاص نفاق کا دور رہا ہے پر سب سے زیادہ داغدار چہرہ سعودی عرب کا ہے۔ جس مقدس سرزمین سے اسرائیل کے پرندے بھی نہیں گزر سکتے تھے آج پورا ملک ان کے قدموں کے نیچے بچھ گیا ہے۔ سعودی عرب کے اس منحوس اقدام سے عالم اسلام کے وقار کو زبردست صدمہ پہنچا ہے، ہر غیور مسلمان اندر سے بےچین اور مضطرب ہے۔ اور اس کا زندہ ثبوت وہ عالمگیر برہمی ہے جسے خود سعودی عرب نے بھی محسوس کیا ہے، جس کے ازالہ کے لئے اُسے مکہ معظمہ میں رابطۂ عالم اسلامی کا اجلاس بلانا پڑا۔ رابطہ کے اجلاس میں شریک ہونے والے مندوبین زیادہ تر وہی لوگ تھے۔ جو آل سعود کے دیرینہ وفادار سمجھے جاتے ہیں، سعودی حکومت کی قصیدہ خوانی اور عراق کی مذمت میں خوب خوب دھواں دار تقریریں ہوئیں۔ لیکن اس

کا معقول اور تشفی بخش جواب کسی کے پاس نہیں تھا کہ رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے جزیرۃ العرب سے جن قوموں کے اخراج کا حکم صادر فرمایا تھا انہیں کتاب و سنت کی کس دلیل سے ارض ممنوعہ میں مسلح طور پر داخلے کی اجازت دی گئی۔ چار دن کی لگاتار کارروائیوں کے باوجود یہ مسئلہ بھی واضح نہیں کیا جا سکا کہ سعودی عرب کے خلاف عراق نے کون سا ایسا مسلح اقدام کیا تھا جس کے دفاع کے لئے اسلامی ملکوں کے پاس فوجیں نہیں تھیں، صرف امریکہ ہی اس کا دفاع کر سکتا تھا۔

اس سلسلے میں جو بات بار بار دہرائی گئی وہ یہ تھی کہ چونکہ عراق نے اپنی سرحد پر کافی تعداد میں فوجیں جمع کر دی تھیں، جس سے سعودی عرب کی سلامتی کو خطرہ لاحق ہو گیا تھا لیکن اپنی سرحد پر کسی بھی ملک کی افواج کا اجتماع اپنے

تحفظ کے لئے بھی ہو سکتا ہے کوئی ضروری نہیں کہ حملے ہی کی تیاری ہو پھر اس یقین دہانی کے باوجود کہ ہم سعودی عرب پر حملہ نہیں کریں گے اسے زبردستی جارحانہ اقدام کی تیاریوں پر محمول کر کے فرمان رسالت کی خلاف ورزی کرنا کسی طرح بھی صحیح نہیں تھا۔

رابطہ کے اجلاس میں یہ بھی کہا گیا کہ عراق پیٹرول کے چشموں پر قبضہ کرنے کے لئے سعودی عرب پر حملہ کرنا چاہتا تھا، لیکن یہ تاویل اس لئے صحیح نہیں ہے کہ اگر عراق کو پیٹرول ہی کے چشموں کی لالچ ہوتی تو کویت پر قبضہ کر کے وہ واپس نہیں لوٹ آتا بلکہ کویت ہی سے لگی ہوئی خلیج کی کئی ریاستیں تھیں جو پیٹرول کے ذخائر سے مالا مال ہیں جیسے ابوظہبی، قطر، اور دوبئی وغیرہ ان پر بھی وہ چاہتا تو قبضہ کر لیتا لیکن اس نے ایسا نہیں کیا کیوں کہ ان ریاستوں کے ساتھ نہ عراق کا کوئی جھگڑا تھا۔ اور نہ ان کے خلاف کوئی دعویٰ! جب کہ کویت کے خلاف اس کا دعویٰ یہ تھا کہ اس نے عراق کا تیل خفیہ طور پر نکال کر فروخت کر دیا۔ عراق اپنے تیل کی واجبی قیمت وصول کرنا چاہتا تھا جب اس نے دینے سے انکار کر دیا تو عراق نے اس کے خلاف اقدام کیا۔ جھگڑے کی یہ تفصیل سب کو معلوم ہے،

لیکن سعودی عرب کے ساتھ نہ کوئی اس کا جھگڑا تھا اور نہ اس کے خلاف کوئی دعویٰ! اس لئے سعودی عرب پر حملہ کرنے کا کوئی سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا۔ اتنی تفصیل کے بعد اب حالات کا صحیح تجزیہ یہ ہے کہ سعودی عرب نے اپنے دفاع کے لئے نہیں بلکہ عراق پر حملہ کرنے کے لئے امریکہ سے ایک لاکھ مسلح فوج بلوایا ہے، تاکہ عراق کو اس طرح تہس نہس کر دیا جائے کہ وہ امریکہ سے آنکھ نہ ملا سکے۔

رابطہ کے اجلاس میں اہل حدیث، جماعت اسلامی، اور دیوبندی مکتب فکر سے تعلق رکھنے والے سارے ہندوستانیوں نے نجد کے خاندانی نظام حکومت پر بھرپور اپنے اعتماد کا اظہار کیا اور دنیا کو یہ تاثر دیا کہ مسلمانوں کی اکثریت وہاں جمہوری نظام حکومت کے مقابلے میں آل سعود کی آمریت کو پسند کرتی ہے، مجھے سخت افسوس ہے کہ مسلم اکثریت کے خلاف یہ سب سے بڑا جھوٹ حرم میں بیٹھ کر بولا گیا۔ مسلمانوں کی اکثریت پر تاریخ کا بدترین الزام عائد کرتے ہوئے آل سعود کے حامیوں کو اتنی نیچی سطح پر نہیں اترنا چاہئے تھا۔ سچائی کا اندازہ تو اس وقت لگے گا جب ایک فرد سے پوچھا جائے کہ حجاز مقدس میں جمہوری نظام حکومت چاہتے یا آل سعود کی آمریت۔

رابطہ کے اجلاس میں ہر مقرر نے دبی زبان میں عراق کی اقتصادی و معاشی ناکہ بندی اور امریکہ کے اقدامات کی حمایت کرتے ہوئے عراق پر جارح ہونے کا الزام عائد کیا اور اس سے مطالبہ کیا کہ وہ اپنی فوجیں کویت سے واپس

بلائے تاکہ وہاں جمہوریت کے بجائے خاندانی نظام حکومت بحال ہو سکے۔

لیکن کسی کو یہ کہنے کی توفیق نہیں ہوئی کہ کویت پر حملہ کرکے عراق جس جرم کا مرتکب ہوا ہے، انگریزوں کی مدد سے اسی جرم کا ارتکاب تو آج سے نصف صدی پیشتر خود نجد کا سعودی خاندان بھی کر چکا ہے۔ آج حجاز مقدس پر اس خاندان کی حکومت جارحانہ حملے کے نتیجے میں نہیں ہے تو انصاف کی زبان میں بتایا جائے کہ نجد کے سعودی خاندان کو حجاز پر حکومت کرنے کا کونسا آئینی اور وطنی حق حاصل ہے۔ ظلم نیا ہو یا پرانا وہ بہر حال ظلم ہی کہلائے گا۔ یہ میری ذاتی رائے نہیں ہے بلکہ حجاز پر سعودیوں کے ناجائز قبضہ کے خلاف اس وقت بھی عالم اسلام کی طرف سے احتجاج کیا گیا تھا۔ چنانچہ ہندوستان سے بھی خلافت کمیٹی کے کئی وفود اس مقصد سے وہاں بھیجے گئے تھے۔ لیکن برطانوی سامراج کی زبردست حمایت کی وجہ سے اگر وہاں سعودی حکومت کو استحکام حاصل ہو گیا تو اس سے ناجائز قبضہ جائز نہیں ہو جائے گا۔ کسی ملک پر بزور شمشیر جارحانہ تسلط کا طویل عرصے تک برقرار رہنا اس کے جائز ہونے کی دلیل ہرگز نہیں بن سکتا۔ اگر سعودی حکومت کے حق میں یہ دلیل مان لی جائے تو ارض فلسطین پر اسرائیل کا جارحانہ تسلط بھی تقریباً نصف صدی سے ہے، کیا اس بنیاد پر رابطہ کے مندوبین اس کی حکومت کو بھی سند جواز عطا کریں گے؟ اس لئے کہنے دیا جائے کہ جو لوگ نجد کے سلاطین کو "محافظ حرمین" کے لقب سے یاد کرتے ہیں، انہیں عراق کی طرح سعودی عرب پر بھی ظلم و تشدد، ناجائز قبضہ اور جارحیت کا الزام عائد کرنا ہوگا۔ ایک ہی طرح کے مقدمے کا فیصلہ صرف اس لئے نہیں بدل جائے گا کہ سعودی عرب اپنا ہے اور عراق بیگانہ ہے۔

آخر میں ہندوستان کے غیور مسلمانوں سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ اخلاص کے ساتھ قبلۂ اول کی بازیابی کے لئے صدام حسین کے اقدامات کے حق میں دعا کریں اور عراق کی معاشی واقتصادی ناکہ بندی کے خلاف امریکہ اور اس کے حلیفوں کی کھل کر مذمت کریں اور نیویارک کے پتہ پر یو۔ این۔ او۔ کے سکریٹری جنرل سے مطالبہ کریں کہ وحشیانہ فیصلہ فوراً واپس لیا جائے۔

اپنے انفرادی اور اجتماعی احتجاج کی اطلاع عراق کے سفیر کو ۱۰ اجور باغ نئی دہلی ع۳ کے پتہ پر ضرور دیں

اسلام تیری نبض نہ ڈوبے گی حشر تک
تیری رگوں میں خون ہے رواں چار یار کا

قسط اول

امام احمد رضا اور ہم

علامہ قمر الحسن قمر بستوی

متنبی نے بڑے پتے کی بات کہی ہے،

ومن صحب الدنیا طویلا تقلبت
علی عینہ حتی یریٰ صدقہا کذبا

(جو دنیا میں عرصہ دراز تک زندہ رہا تو دنیا اس کی نگاہ میں اس طرح بدل جاتی ہے کہ کل کے سچ کو آج جھوٹ سمجھنے لگتا ہے) بے شمار مشاہدے اس امر کی توثیق کردیں گے اور ایسا ہوتا بھی ہے۔ اردو شاعر نے بھی لکھا ہے؛

"نہ گور سکندر نہ ہے قبر دارا۔
مٹے نامیوں کے نشاں کیسے کیسے"

مگر مشاہدہ عالم میں عجیب عجیب مناظر نگاہوں میں کتنے لائق بیاں۔ کچھ لائق بیان نہیں احساس پر بے حسی کا لبادہ ڈال کر دیکھتے جایئے۔ آنکھ بند کرکے گذر جایئے کچھ نہ بولئے... آپ اچھے۔ نہیں زبان کھلی تو شکایت سننے کو آمادہ رہیئے۔

آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے لب پہ آسکتا نہیں
محو حیرت ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہوجائیگی

امام احمد رضا کے عرس کی تقریب ہر سال منعقد ہوتی ہے۔ ہوتی رہے گی۔ زندہ باد کے نعرے ہر سال لگتے ہیں لگتے رہیں گے۔ خطباء ہر سال مناقب بیان کرتے ہیں کرتے رہیں گے۔ اور پورے برصغیر سے عقیدت کیش آتے ہیں.... آتے رہیں گے۔ امام احمد رضا کا روحانی فیض جاری ہے جاری رہے گا۔ مگر کیا صرف زندہ باد کے نعرے لگا لینے سے ہم امام احمد رضا کے حقیقی عقیدت کیش ہوسکتے ہیں؟ یہ ایک اہم سوال ہے جو ہمارے اور آپ کے سامنے سوالیہ نشان "؟" بن کر کھڑا ہوا ہے۔ پورے ہندوستان میں انجمنیں بنی ہیں اور اسٹیج سجا کر وہی ایک نعرہ بلند کیا جاتا ہے جس کو نصف صدی سے فضاؤں میں تحلیل ہوتا ہوا سنا اور محسوس کیا جارہا ہے.... مگر.... کسی نے اس پر غور کیا کہ ہم امام احمد رضا کے آفاقی نظریات کو فضاؤں میں تحلیل ہونے والے نعروں سے زندہ نہیں رکھ سکتے۔ کیونکہ امام احمد رضا نے بنیادی اصولوں کی قدردانی کی ہے اور استحکام پسندی کو گلے لگایا ہے۔ وہ سخت کوش تھے اور سخت کوشی کی ترغیب دیتے تھے وہ بنیادوں کو مستحکم اصول پر رکھنے کے عمل کو تیز سے تیز تر فرماتے تھے۔ ان کی پوری زندگی فکر و نظر کے انھیں پائیدار محاور پر گردش کررہی ہے ان کی زندگی کا بنظر غائر جائزہ لیا جائے گا تو سال کے ۳۵۸ دن استحکام سازی کے عمل پہ ہیں گذرتے اور دو دن خلق خدا کی سیرابی میں صرف ہوتے مگر وہ بھی سوز دروں کی ایسی چاشنی ہوتی کہ محفل میں حاضر باش افراد صفائی قلب کا مرقع بن کر اٹھتے۔ اس سے یہ بات صاف ظاہر ہے کہ امام احمد رضا کی نظر میں صرف انھیں کاموں کی اہمیت تھی جو بنیادی اور ٹھوس ہوتے اگر امام احمد رضا نے زبانی جمع خرچ کیا ہوتا تو اب تک نسلیں ان کو بھول چکی ہوتیں۔ اور ان کی آواز صدا بہ صحرا ثابت ہوگئی ہوتی مگر انھوں نے خون جگر جلایا۔ لہو کی بوند بوند نسل انسانی کے مستقبل کی تابناکی کے لئے قربان کردیں رات، رات لکھتے۔ دن، دن لکھتے لمحہ لمحہ ہمیشہ لکھتے رہے

حتی کہ تصنیفات کا ایک عظیم ذخیرہ ہمیں ہبہ کیا۔ وہ دیکھ رہے تھے کہ قلم کی طاقت اور تحریر کی قوت ذرائع ابلاغ کی جان ہیں۔ قوموں کو زندہ رکھنے کے لئے قلم و کاغذ۔ دوات و روشنائی کا ہتھیار سب سے قیمتی ہوتا ہے۔ لہٰذا تمام امت مسلم کو اس ہتھیار سے لیس کر دیا جائے۔ انھوں نے کیا اور کر کے دکھا دیا۔ مختلف فنون پر لکھا، ہزاروں کی تعداد میں لکھا۔ انمٹ نقوش چھوڑ گئے، رہتی دنیا تک کے لئے شعور کا اجالا بخش گئے۔ پوری قوم کا کام کیا یکہ و تنہا کیا۔ یہاں تک کہ آخری لمحات تک کیا۔

انھوں نے افق پر اٹھنے والے غبار سے تند و تیز آندھی و طوفان کا جائزہ برسوں پہلے لے لیا تھا وہ نہیں چاہتے تھے کہ جب قومیں فضاؤں میں پرواز کے جذبات لیکر اٹھیں تو قوم مسلم کف افسوس ملتی تماشائی بنی رہے، بلکہ اسکو عصری افکار کے ایسے جواہر پارے بخش دئے جائیں جو ہمہ وقت اس کی ترقی میں ممد و معاون ثابت ہوں اور وقت کی دوڑ میں سب سے آگے نکل سکے علوم جدیدہ و قدیمہ کے بیش بہا خزانے وراثت میں چھوڑ گئے۔ امت مرحومہ کو تہی دامن نہ چھوڑا، ہندی نژاد مسلمانوں کو ترقی کی راہ میں دوڑنے اور آگے نکل جانے کے تمام تر ذرائع کو اکٹھا کر دیا۔ سواد اعظم در غیر پر کاسۂ گدائی لے کر نہ جائے۔ خود کفیل ہو، دوسروں کی اس راہ میں رہنمائی کرے۔ افکار احساس انھیں کروٹے بے چین کئے رہتا اور وہ لمحہ لمحہ اہل سنت و جماعت کو ترقی کی راہ پر گامزن کرتے رہے۔۔۔ مگر۔۔۔ آج ہم۔۔۔ کیا کر رہے ہیں؟ کہاں ہیں؟۔۔۔ کیسے ہیں۔۔۔؟ کس کو سوچنے کی فرصت نہیں۔ کسی کو جاننے کا موقع نہیں۔ ہم مبہم خیالات کو سچائی کا روپ دینا چاہتے ہیں۔ واقعیت سے چشم پوشی کر کے حقیقت کا راگ الاپ رہے ہیں وقت سے پہلوتہی کر کے ایک ایسے ماحول کی آبیاری کر رہے ہیں جس کا لازمی نتیجہ صفر اور صرف صفر ہے۔

آج کے دور میں جو قوم ذرائع ابلاغ کی خود کفیل ہوتی ہے وہی کامیاب و کامران کہی جاتی ہے اور جو اس سے خالی ہو کوئی اس کی طرف نظر اٹھا کر نہیں دیکھتا بلکہ وہ گداگروں کی صف میں شمار ہونے لگی ہے۔ صرف لکھنا کافی نہیں ہوتا بلکہ اکاڈمیکل کام کی پذیرائی ہوتی ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ تصنیف و تالیف کے مراکز قائم کئے جائیں دار التصنیف والتالیف، دار المصنفین، دار الترجمہ اکاڈمی جیسے ادارے وجود میں آئیں۔ ان میں ارباب فکر و نظر اور اصحاب قلم کی خدمات حاصل کی جائیں اور وقت کی تیز گامی میں قدم آگے بڑھایا جائے شاید میری یہ بات تلخ ہو مگر سنانے سے مفر نہیں۔ مسلک اہل سنت و جماعت پوری دنیا کا آفاقی مذہب ہے۔ امام احمد رضا نے اپنے خون جگر سے اسی نظریہ کی آبیاری کی۔ ہم انھیں کے اتباع کہے جاتے ہیں۔ بر صغیر ہند و پاک میں جماعت اہل سنت انھیں کے علامتی نام سے جانی پہچانی جاتی ہے۔ مگر بہت سارے ایسے ممالک ہیں جہاں امام اہل سنت کی شخصیت سے لوگ غیر متعارف ہیں۔ ایک دلدوز واقعہ سنئے اور نظریہ قائم کیجیے کہ ہماری لفظی خلائی پرواز کتنی دور رس ہے۔ ممکن ہے میرے اس قول اور واقعہ سے آپ کو اتفاق نہ ہو مگر مشاہدہ کا انکار سلامت طبعی کی دلیل نہیں۔

الجماهيرية العربية الليبية میں قیام کے دوران ایک روز كلية الدعوة الاسلامیہ کی لائبریری سے کچھ کتابیں نکالنے ہمارا پورا وفد پہونچا۔ کتابوں کی تلاش میں ہر شخص منہمک تھا۔ راقم الحرف بھی ادھر ادھر کتابوں کے انبار میں نگاہیں مرتکز کئے ہوئے تھا۔ عربی کتابوں کا ایک عظیم ذخیرہ جس میں صرف عربی نسخے ہی دجود۔ مگر دفعۃً میری نگاہ کلیات اردو پر پڑی۔ نکال کر دیکھا اور دکھلایا۔ پھر تفاسیر کے درمیان ایک جگہ تفہیم القرآن از سید ابو الاعلیٰ مودودی پر نگاہ پڑی تو وہیں جم کر رہ گئی۔ اس کو نکال کر دیکھا پھر دکھلایا۔ مگر ذہن میں تیز آندھی چل رہی تھی کہ کہیں امام اہل سنت تصنیفات

کا کوئی نسخہ ہاتھ لگے۔ پوری لائبریری چھان ماری مگر کوئی نسخہ نہ مل سکا میرا ذہن خلاؤں میں مرتعش تھا دماغ میں کرب کا احساس موجزن۔ کتاب لے کر اپنے ہوسٹل واپس ہو گئے پھر کلاس میں اپنے مخصوص استاذ علی الطابونی سے میں نے امام اہل سنت کے بارے میں معلوم کرنا چاہا۔ اأنت تعرف من هو الشيخ احمد رضا؟ (کیا آپ امام احمد رضا کو جانتے ہیں) جواب تھا: (نہیں) پھر میں نے پوچھا هل انت تعلم عن ابی الحسن علی الندوی؟ (کیا آپ ابو الحسن ندوی کو جانتے ہیں؟) لہ مگر تیسرے سوال کے جواب نے مجھے چونکا دیا۔ "وما ذا رائیہ ابی الاعلیٰ المودودی" (ابو الاعلیٰ مودودی کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟) انھوں نے کہا نعم انا اعلم کان عالماً (ہاں میں جانتا ہوں وہ ایک عالم تھے) پھر میں نے پوچھا و دون ذالک (اس کے علاوہ) انھوں نے کہا لا اعلمہ الا عالما فقط (میں انہیں صرف ایک عالم جانتا ہوں) پھر ہم نے اور ہمارے شریک سفر مولانا سیف خالد اشرفی نے امام احمد رضا کا لمبا چوڑا التعارف کرایا اور حضرت کی مشہور زمانہ حمد:

الحمد للمتوحد — وجلالہ المتفرد
وصلوٰتہ دوما علیٰ — خیر الانام محمد

سنایا جس پر وہ محظوظ ہوئے۔ (تفصل کا مقام نہیں پورا مکالمہ کسی اور موقع پر ذکر کیا جائے گا) .... آپ سے صرف ایک واقعہ سمجھ کر نظر انداز نہ کیجئے۔ بلکہ اس کے مبادیات پر نظر ڈالئے تو آپ کی روح کانپ اُٹھے گی آپ ایک سرسری تقابل جائزہ لیجئے۔ مودودی کے بارے میں اتنا معلوم ہونا کہ وہ ایک عالم تھے اور امام احمد رضا کے بارے میں عدم علم کہ میں نہیں جانتا دونوں کے درمیان بہت بڑا فرق ہے۔ عدم علم سے علم بہر حال بہتر ہوتا ہے۔ جب علم ہے تو مزید کسی دن اس کی معلومات کا شوق پیدا ہوگا پھر شخصیت کے مخفی گوشوں کی تلاش بھی ہوگی۔ مگر جس کے بارے میں کچھ علم نہیں اس کی طرف ذہن کا التفات کیونکہ؟ آخر تفہیم القرآن وہاں کیوں پہونچی؟ ذرائع ابلاغ توانائی ہی کا کرشمہ تھا کہ تفہیم القرآن وہاں پہونچی، جبکہ وہ اردو میں ہے۔ آپ تسلیم کریں یا نہ کریں تفہیم القرآن وہاں پہونچی ورنہ کون جانتا کہ ابو الاعلیٰ مودودی کون ہیں۔

امام احمد رضا کی آفاقیت کو بٹہ لگانے میں غیروں سے زیادہ ہمارا اپنا ہاتھ ہے۔ ایک محاسبہ کیجئے۔ پورے ہندوستان کا نہیں صرف بنگال، بہار، یوپی اور اڑیسہ کا۔ ان چار صوبوں کا اوسط لگائیے سال میں کتنی کانفرنسیں اور کتنے جلسے ہوتے ہیں۔ اور سب کا ایک تخمینہ قائم کیجئے تو آپ کی نگاہ حیرت سے پھٹی رہ جائیں گی کہ اخراجات کی شرح لاکھ تک نہیں بلکہ کئی لاکھ تک پہونچی ہے..... میں جلسوں کا مخالف نہیں۔ جلسے ضرور کئے جائیں کیونکہ ان پڑھ افراد کے درمیان اسلام پہونچانے کا جلسے ایک بہت بڑا ذریعہ ہیں۔ لیکن اپنی ساری انرجی صرف جلسوں ہی میں نہ جھونکی جائے۔ اس کو ثانویت کا درجہ دیا جائے اور اکاڈمیکل کام کو اولیت کا وہ لاکھوں لاکھ کا سرمایہ جو صرف لفظوں کی آبادکاری میں صرف ہوتا ہے۔ اس کو مستحکم اور ٹھوس کاموں میں صرف کیا جائے۔ ایک عظیم الشان اکاڈمی دہلی یا بمبئی میں قائم کی جائے جس میں مختلف زبانوں میں اسلام کا کام ہو امام احمد اہل سنت کی بلندی و بالا عبقری شخصیت کو پوری دنیا میں متعارف کرایا جائے۔ جدید طریقہ کار سے کالجز اور یونیورسٹیز تک امام احمد رضا کے بے داغ حق پر مبنی مسلم الثبوت کو نظریات پہونچایا جائے۔ ان کی اور اردو تصنیفات کا اردو میں ترجمہ کیا جائے،

امام احمد رضا یقیناً اردو کے ایک عظیم نثار ہیں اور ان کی اردو اردوے معلیٰ کا مرقعہ ہے مگر عصر حاضر کی زبان اس کی متحمل نہیں۔ کیونکہ اب اردو میں سہل پسندیاں پیدا ہو گئی ہیں۔ تعلیمی معیار یا تو انحطاط پذیر ہوا ہے یا پھر اس کے در لسبت میں تبدیلی واقع ہوئی ہے۔

باقی آئندہ

دوسری قسط

حضرت مفتیٔ اعظم

اور رضوی دار الافتاء

از: علامہ سید شاہد علی رضوی رامپوری

مفتی اعظم کی فتوی نویسی کا آغاز

۱۳۲۸ھ / ۱۹۱۰ء میں جب حضرت مفتی اعظم کی عمر مبارک ۱۸ سال تھی، آپ کسی کام سے رضوی دار الافتاء میں پہنچے تو وہاں ملک العلماء مولانا ظفر الدین رضوی بہاری اور مولانا سید عبد الرشید عظیم آبادی فتوی لکھنے کے لئے رضاعت کے کسی مسئلہ پر تبادلۂ خیال کر رہے تھے۔ بات کچھ الجھی تو ملک العلماء مولانا ظفر الدین بہاری قدس سرہ اٹھے تاکہ الماری سے فتاوی رضویہ نکال کر اس سے روشنی حاصل کریں۔ حضرت مفتی اعظم نے فرمایا!

نو عمری کا زمانہ تھا۔ میں نے کہا!

کیا فتاوی رضویہ دیکھ کر جواب لکھتے ہو؟

مولانا نے فرمایا! "اچھا تم بغیر دیکھے لکھ دو تو جانوں"۔ میں نے فوراً لکھ دیا۔ وہ رضاعت کا مسئلہ تھا۔

جب فتوی اصلاح کی غرض سے امام احمد رضا قدس سرہ کی بارگاہ میں پیش کیا گیا۔ تو امام احمد رضا نے خط پہچان لیا۔ دریافت فرمایا اس نے دیا ہے؟ پہچاننے والے نے بتایا کہ "چھوٹے میاں" نے (گھر میں لوگ پیار میں حضرت مفتی اعظم کو چھوٹے میاں کہتے تھے) امام احمد رضا نے طلب فرمایا۔ مفتی اعظم خدمت میں حاضر ہوئے۔ دیکھا کہ اعلیٰ حضرت باغ باغ ہیں، پیشانی اقدس پر بشاشت سے کرنیں پھوٹ رہی ہیں، فرمایا اس پر دستخط کرو دستخط کروانے کے بعد امام احمد رضا قدس سرہ نے صح الجواب بعون اللہ العزیز الوھاب لکھ کر اپنے دستخط فرمائے۔ اس طرح اگر ایک طرف حضرت مفتی اعظم رضوی دار الافتاء کے مفتیان کرام پر سبقت لے گئے۔ تو دوسری طرف امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کی طرف سے فتوی نویسی کی باقاعدہ اجازت مل گئی۔

فتوی نویسی کے اس حسن آغاز پر امام احمد رضا قدس سرہ نے اپنے شہزادہ صغیر مفتی اعظم کو پانچ روپے بطور انعام عطا فرما کر ارشاد فرمایا۔

تمہاری مہر بنوا دیتا ہوں۔ اب فتوی لکھا کرو۔ اپنا ایک رجسٹر بنا لو

اس میں نقل بھی کیا کرو ؎

امام احمد رضا قدس سرہ نے اپنے دستِ مبارک سے مہر کا خاکہ تیار فرمایا، مندرجہ ذیل عبارت لکھی۔

"ابو البرکات محی الدین جیلانی آل الرحمٰن

عرف محمد مصطفیٰ رضا"

مولانا حافظ یقین الدین بریلوی علیہ الرحمہ کے حوالہ کیا ــ جب مہر بن کر آگئی ــ تو شہزادہ صغیر حضرت مفتی اعظم کو بلا کر عطا فرمائی ــ یہ مہر دینی شعور کی سند تھی اور رضایت فکر کا اعلان تھا ؎

عکس مہر

فقیہہ عصر مفتی محمد شریف الحق امجدی شارح بخاری حضرت مفتی اعظم کے اس پہلے فتوی کے فاق متعلق رقم طراز ہیں

یہ عجیب اتفاق ہے کہ اعلیٰحضرت قدس سرہ نے بھی پہلا فتوی رضاعت ہی کا لکھا تھا ــ اور ان کے آئینہ جمال و کمال مفتی اعظم نے بھی پہلا مسئلہ "رضاعت" ہی لکھا تھا۔

خاص بات یہ ہے کہ اس پہلے فتوی پر اعلیٰحضرت نے نہ ایک لفظ گھٹایا ــ نہ ایک لفظ بڑھایا ــ کوئی اصلاح نہ کی۔ پہلا فتوی ہی حضرت مفتی اعظم نے ایسا صحیح اور مکمل لکھا کہ کہیں اس میں کوئی انگلی رکھنے کی جگہ نہ تھی ؎

آغاز کا جب یہ عالم ہے انجام کا عالم کیا ہوگا ؎

امام احمد رضا قدس سرہ کو اپنے فرزند اصغر مفتی اعظم کی فقاہت وثقاہت پر اس نوعیت کا اعتماد تھا کہ اپنے بعض فتاوی پر ان کے تائید دستخط کروائے تھے ؎

امام احمد رضا قدس سرہ نے اپنی حیات طیبہ میں سینکڑوں مسائل اپنے شہزادۂ صغیر حضرت مفتی اعظم سے لکھوائے اور ان کی تصدیق وتصویب فرما کر اپنے دستخط کئے ؎

رجب ۱۳۲۹ھ میں اعلیٰحضرت مجدد دین وملت امام احمد رضا قدس سرہ نے متحدہ ہندوستان لوگ کے لئے دار القضاۃ شرعی قائم فرمایا ــ اور بعض علماء کرام کی موجودگی میں حضرت صدر الشریعہ مولانا محمد امجد علی رضوی اعظمی اور حضرت مفتی اعظم مولانا محمد مصطفیٰ رضا نوری بریلوی علیہما الرحمۃ والرضوان کو منصب افتاء وقضاء پر مامور فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا!

اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اختیار مجھے عطا فرمایا ہے، اس کی بنا پر ان دونوں (صدر الشریعہ مفتی اعظم) کو نہ صرف مفتی، بلکہ شرع کی جانب سے ان دونوں کو قاضی مقرر کرتا ہوں۔ کہ ان کے فیصلے کی وہی حیثیت ہوگی جو ایک قاضی اسلام کی ہوتی ہے ؎

پھر اپنے سامنے تخت پر بٹھا کر اس کام کے لئے قلم ودوات وغیرہ سپرد فرمایا اور مقدمات کے فیصلے کروائے ؎

۱۹۴۶ء میں برصغیر کے ہزاروں علماء ومشائخ نے آل انڈیا سنی کانفرنس کے اجلاس کے موقع پر برصغیر کے لئے جس دار القضاۃ کے چند مفتیان کرام کے اسماء پر اتفاق کیا، ان میں حضرت مفتی اعظم کا نام نامی سر فہرست ہے ؎

آل انڈیا سنی کانفرنس بنارس کا ایک تاریخ ساز اجلاس ۲۴ تا ۲۷ جمادی الاولی ۱۳۶۵ھ / ۲۷ تا ۳۰ اپریل ۱۹۴۶ء کو منعقد ہوا ــ اس اجلاس میں پانچ سو مشائخ عظام

سات ہزار علمائے کرام اور دو لاکھ سے زائد عوام اہل سنت شریک ہوئے۔ اس اجلاس میں حضرت مفتی اعظم نے مرکزی کردار ادا کیا اور کانفرنس کی طرف سے مسلمانوں کی فلاح وبہبود کے لئے جو مختلف کمیٹیاں بنائی گئیں، ان میں سے بعض کی سربراہی حضرت مفتی اعظم نے قبول فرمائی۔ جن مجالس میں آپ کا انتخاب ہوا وہ یہ ہیں:

تعلیم، پاکستان، دارالقضاۃ، عائلی قوانین جمعیت آئین ساز ؎

آل انڈیا سنی کانفرس بنارس کے اس تاریخ ساز اجلاس کی مجلس سوم میں ۲۹ اپریل ۱۹۴۶ء کو بوقت ۹ بجے صبح تا ایک بجے دوپہر اندرون باغ فاطمان میں جو ۲۱ تجاویز باتفاق رائے منظور ہوئیں۔ ان میں تجاویز نمبر ۹-۱۰-۱۱ ۱۲ اور ۱۳ ملاحظہ ہوں۔

مرکزی دارالافتاء

(۹) آل انڈیا سنی کانفرس کا یہ اجلاس تجویز کرتا ہے کہ بریلی شریف میں اعلیحضرت قدس سرہ کے آستانہ پر حضرت مفتی اعظم کے زیر قیادت ایک مرکزی دارالافتاء کا انتظام کیا جائے۔ جس میں کم ازکم چار جید عالموں کی خدمات حاصل کی جائیں اور فقیہہ اعظم صدر الشریعہ مولانا محمد امجد علی صاحب دامت برکاتہم اس کی سرپرستی ونگرانی فرمائیں۔

(۱۰):۔ ملک کے کسی مقام پر جس کسی فتوے میں تردد یا اختلاف پیش آئے آخری حکم معلوم کرنے کے لئے اس "دارالافتاء" میں بھیجا جائے۔ دینی و مذہبی رسائل چھپنے سے قبل یہاں بھیج کر تصدیق وتصحیح بھی کرائی جاسکتی ہے، اس طرح مذہبی نظام انتشار واختلاف سے محفوظ رہے گا۔

(۱۱):۔ اس دارالافتاء کے مصارف کے لئے اسلامی ریاستوں سے اور اہل ثروت مسلمانوں سے امدادیں طلب کی جائیں۔

(۱۲):۔ اسلامی مدارس اس دارالافتاء کے لئے حسب حیثیت ماہانہ مقرر کریں۔

(۱۳):۔ خانقاہوں کے اوقاف سے اعانتیں مقرر کرائی جائیں ؎

فقیہہ عصر مفتی محمد شریف الحق امجدی شارح بخاری دامت برکاتہم رقم طراز ہیں۔

اعلیحضرت (قدس سرہ) کے وصال کے بعد آستانہ پر آنے والے ہزار ہزار مسائل لکھنے والے صرف دو تھے ایک حضرت مفتی اعظم دوسرے حضرت صدر الشریعہ۔ حضرت حجۃ الاسلام قدس سرہ اگرچہ حضرت مفتی اعظم کے استاد تھے خود زبردست مفتی تھے۔ مگر مسائل ان دونوں حضرات کے یہاں ارسال فرمادیتے بہت کم ایسا اتفاق ہوتا کہ خود کوئی فتوی تحریر فرماتے۔ اور جب حضرت صدر الشریعہ اجمیر شریف چلے گئے تو تنہا مفتی اعظم آستانے پر آنے والے تمام مسائل کو لکھا کرتے۔ اس زمانہ میں لوگ دین دار آج کے بہ نسبت بہت زیادہ تھے۔ ہر معاملہ میں حکم شرعی دریافت کرتے تھے اور دینی مدارس وہ بھی اہل سنت کے بہت ہی کم تھے۔ آج بحمدہ تعالیٰ مدارس بکثرت ہیں اور تقریباً ہر مدرسہ میں دارالافتاء ہے۔ اب اندازہ لگائیں کہ حضرت مفتی اعظم کتنے مسائل لکھتے رہے ہوں گے۔ پھر فتوی کی شان وہ تھی کہ سب میں اعلیحضرت کا طرز موجود ہے۔ وہی اسلوب بیان۔ وہی زور استدلال۔ وہی جزئیات فقہ کے شواہد کا ذخیرہ۔ معلوم ہوتا تھا کہ مفتی اعظم کا قلم اور مضمون اعلیحضرت کا۔ اس وقت ملک کے طول وعرض میں بہت سے تھے کسی کے یہاں وہ جامعیت جو مفتی اعظم کے فتوی

ہیں تھی ــ نہیں ملتی ــ اور نہ ملے گی۔

نو پیدا جدید مسائل پر ایسی مضبوط رائے قائم فرماتے کہ بڑے سے بڑا ــ ذہین عالم اس کی تغلیط کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا تھا ــ لاوڈ اسپیکر پر نماز صحیح ہے یا نہیں؟ ــ جمہور علماء اہل سنت کا فتویٰ یہ کہ صحیح نہیں اور یہ ہی حضرت کی بھی تحقیق ہے ــ کچھ لوگوں نے اس میں اختلاف کیا ــ عرس [illegible] پر علماء نے ایک مشترکہ مجلس رکھی ــ وہ لوگ بھی حاضر ہوئے ــ گفتگو ہوئی ــ بقیہ علماء خاموش تماشائی تھے ــ تین حضرات ایک طرف ــ حضرت نے تن تنہا ان لوگوں کے استدلال وشبہات کے ایسے جواب ارشاد فرمائے کہ حاضرین علماء کو اطمینان ہو گیا ــ اور وہ لوگ بالکل خاموش ہو گئے ــ اس گفتگو کا کچھ اقتباس میں نے اپنے بعض فتاویٰ میں لکھا ہے ــ جو المیزان، بمبئی پھر پاسبان الہ آباد کے کئی شماروں میں چھپ چکا ہے۔

انجکشن لگوانے سے روزہ فاسد ہوتا ہے یا نہیں؟ کچھ علماء اس کے قائل ہیں کہ مطلقاً ہر انجکشن سے روزہ فاسد ہو جاتا ہے ــ کچھ علماء اس کے قائل ہیں روزہ بھی فاسد نہیں ہوتا اور کوئی کراہت بھی نہیں یہ ایک متن ہے ــ اس کی شرح میرے متعدد فتاویٰ میں موجود ہے ــ جن میں سے بعض المیزان وغیرہ میں چھپ چکے ہیں انہیں دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ حضرت مفتی اعظم کا تفقہ کتنا بلند تھا ــ فکر کتنی نکتہ رس تھی ــ اور فیصلہ کتنا محکم۔

اب دارالافتاء میں صرف فقہی واعتقادی سوالات ہی نہیں آتے ــ اب تو حدیث، تفسیر، تاریخ، جغرافیہ، اسماء الرجال، اصول فقہ حتی کہ علم معانی وبیان وبدائع بلکہ صرف ونحو حتی کہ فلسفے کے بھی آتے ہیں ــ لیکن کوئی سوال ہو ــ کسی بات کا ہو ــ حضرت مفتی اعظم کے یہاں کبھی کسی سائل کو تشنگی نہ رہی ــ کہنے کو مفتی اعظم تھے ــ مگر حقیقت میں محدث اعظم بھی تھے ــ مفسر اعظم بھی تھے ــ مؤرخ اعظم بھی تھے ــ مختصر یہ کہ اعظم الاعاظم تھے ــ حق یہ ہے کہ علم وفضل کے آفتاب عالم تاب تھے جیسے آسمان میں صرف ایک آفتاب تھا جسے دنیا مفتی اعظم کہتی تھی ــ وہ ہدایت کے نیر اعظم تھے ــ اور ایسے نیر اعظم تھے کہ پوری دنیا پر بیک وقت ضوفشانی کرتے تھے۔

حضرت مفتی اعظم قدس سرہ جب حج بیت اللہ کے لئے تشریف لے گئے تھے تو علماء حجاز، مصر، شام، عراق اور ترکی وغیرہ کے تمام علماء نے آپ سے مسائل دریافت کئے ــ علاوہ ازیں آپ کے پاس عرب، افریقہ، ماریشس، انگلینڈ، امریکہ، سری لنکا، ملیشیا، بنگلہ دیش اور پاکستان سے استفتاء آئے اور آپ نے ان کے جواب تحریر فرمائے۔

باقی آئندہ

اعلان

جانشین مفتی اعظم فقیہ اسلام حضرت علامہ اختر رضا خاں صاحب ازہری مدظلہ العالی افریقہ کے دورے سے جنوری کے پہلے عشرے میں بریلی شریف تشریف لا رہے ہیں۔

(ادارہ)



سالارِ کارواں ہے میرِ حجاز اپنا

محمد بدیع الزماں۔ ریٹائرڈ ایڈیشنل ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ، ہارون نگر، پھلواری شریف پٹنہ ۸۰۱۵۰۵

بنی اسرائیل کو دنیا کی پیشوائی کے منصب سے باضابطہ معزول کئے جانے کے بعد خدا نے جس کارواں کو دنیا میں انسانوں کی رشد و ہدایت کے لئے اس کی جگہ فائز کیا اُسے "امتِ محمدی" سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اس کارواں کو منتخب کرنے کی وجہ خدائے تعالٰے نے خود یہ فرمائی ہے کہ ___

"تم بہتر ہو (کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّةٍ) ان سب امتوں میں جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں، بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو" (سورہ آل عمران ۳۔ رکوع ۱۲)

اس آیت میں نبی عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین کو بتایا جا رہا ہے کہ دنیا کی امامت و رہنمائی کے جس منصب پر بنی اسرائیل اپنی نااہلی کے باعث معزول کئے جا چکے ہیں اس پر اب تم مامور کئے گئے ہو۔ اس لئے کہ اخلاق و اعمال کے لحاظ سے اب تم دنیا میں سب سے بہتر ہو اور تم میں وہ صفات پیدا ہو گئی ہیں جو امامتِ عادلہ کے لئے ضروری ہیں ___

لہٰذا اب یہ کام تمہارے سپرد کیا گیا ہے اور تمہیں لازم ہے کہ اپنی ذمہ داریوں کو سمجھو اور ان غلطیوں سے بچو جو تمہارے پیش رو کر چکے ہیں ___

خدائے تعالٰی نے اسی وجہ کر اس امت کو "امتِ وسطا" کے لقب سے نوازا۔ فرمایا ___

"اور بات یوں ہی کہ ہم نے تمہیں کیا سب امتوں میں افضل (اُمَّةً وَّسَطًا) کہ تم لوگوں پر گواہ ہو اور یہ رسول تمہارے نگہبان و گواہ" (سورۃ البقرہ ۲۔ رکوع ۱۷)

یہ آیت صاف طور پر اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ اس کارواں کو صرف محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی قبول کرنے کی وجہ کر سیدھی راہ معلوم ہوئی اور وہ ترقی کرتے کرتے اس مرتبہ پر پہنچا کہ "امتِ وسط" قرار دیا گیا

"امتِ وسط" سے مراد ایک ایسا اعلیٰ اور اشرف گروہ ہے، جو عدل و انصاف اور توسط کی روش پر قائم ہو، جو دنیا کی قوموں کے درمیان صدر کی حیثیت رکھتا ہو خدائے تعالیٰ کے اس ارشاد سے کہ "تم لوگوں پر گواہ ہو اور یہ رسول تمہارے نگہبان و گواہ" مراد یہ ہے کہ آخرت میں جب پوری نوعِ انسانی کا اکٹھا حساب لیا جائے گا اس وقت رسول ہمارے ذمہ دار نمائندے کی حیثیت سے ہم پر گواہی دیں گے کہ فکر صحیح اور عمل صالح اور نظامِ عدل کی جو تعلیم ہم نے اسے دی تھی، وہ انہوں نے ہم کو پوری کی پوری پہنچا دی اور عملاً اس کے مطابق کام کر کے دکھایا۔ اس کے بعد رسول کے قائم مقام ہونے کی حیثیت سے ہم کو عام انسانوں پر گواہ کی حیثیت سے اٹھنا ہوگا اور یہ شہادت دینی ہوگی کہ رسول نے جو کچھ ہمیں پہنچایا تھا، وہ ہم نے انہیں پہنچانے میں اپنی حد تک کوئی کوتاہی نہیں کی۔ اس طرح جہاں اِس امت کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت میں آنا فضیلت اور سرفرازی ہے وہیں ذمہ داری کا بہت بڑا بار بھی اسے سونپا گیا ہے۔

اِس کارواں کو منزلِ مقصود تک پہونچنے کے لئے راستہ کی ناہمواریوں اور دورانِ سفر پیش آنے والے مشکلات سے آگاہ کیا جانا جتنا ضروری تھا اتنا ہی ان ناہمواریوں اور مشکلات سے بامردی کے ساتھ بچ نکل کر منزلِ مقصود تک پہنچنے کے لئے مثبت راہ اختیار کرنے کی ہدایات دینی بھی ضروری تھیں۔ چنانچہ ایک مکمل ضابطہ بھی سالار کارواں اور سارے کارواں والوں کے حوالے کیا گیا۔ یہ ضابطہ "قرآنِ مجید" کی شکل میں آپ پر صرف نازل ہی نہیں کیا گیا بلکہ قیامت تک خدا کے مقرر کردہ منزل تک پہونچنے کے لئے اس عظیم کتاب کی وراثت سونپے جانے کے لئے بھی اسی امت کو منتخب کیا گیا۔ ارشاد ہے

"پھر ہم نے کتاب کا وارث کیا اپنے چنے ہوئے بندوں کو"

(سورۃ فاطر ۳۵۔ رکوع ۴)

کسی بھی تنظیم میں سالار یا سربراہ کی بے چوں و چرا اطاعت ہی اس تنظیم کے مقاصد کی کامیابی کی ضامن ہوتی ہے۔ اس امت کی سربراہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سونپی گئی تھی اس لئے سربراہ کی اطاعت کے معاملہ میں دو ٹوک الفاظ میں فرمایا گیا۔

"اور اے محبوب ہم نے تمہیں سب لوگوں کے لئے رسول بھیجا، اور اللہ کافی ہے گواہ جس نے رسول کا حکم مانا بے شک اس نے اللہ کا حکم مانا (مَنْ يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ) اور جس نے منہ کو پھیرا تو ہم نے تمہیں انکے بچانے کو نہ بھیجا"

(سورۃ النساء ۴۔ رکوع ۱۱)

یہ لو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت در اصل خدا کی اطاعت ہے اسے اور بھی واضح طور پر ایک دوسرے موقع پر صاف لفظوں میں فرمایا گیا ہے۔

"اے محبوب تم فرمادو کہ لوگو اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرمانبردار ہو جاؤ اللہ تمہیں دوست رکھے گا اور تمہارے گناہ بخشدے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ تم فرمادو کہ حکم مانو اللہ اور رسول کا پھر اگر وہ منہ پھیریں تو اللہ کو خوش نہیں آتے کافر"

(سورۃ آل عمران ۳۔ رکوع ۴)

اقبال نے اپنے مجموعۂ کلام "بانگ درا" کی نظم "جواب شکوہ" میں انہی آیات کی ہو بہو ترجمانی اس شعر میں کی ہے ؎

کی محمد سے وفا تونے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

یہاں تک کہ ایک موقع پر مومن شمار کئے جانے کے لئے رسول اللہ کی اطاعت اور آپ کے ذریعے بتائے گئے راستے پر چلنا کسی کے مومن ہونے یا نہ ہونے کی کسوٹی قرار دی گئی ہے۔ فرمایا گیا۔

"تو اے محبوب، تمہارے رب کی قسم وہ مسلمان نہ ہونگے جب تک اپنے آپس کے جھگڑے میں تمہیں حاکم نہ بنائیں، پھر جو کچھ تم حکم فرما دو اپنے دلوں میں اس سے رکاوٹ نہ پائیں اور جی سے مان لیں" (سورہ النساء۴ آیت ۶۵)

اس آیت کا حکم صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی تک محدود نہیں ہے بلکہ قیامت تک کے لئے ہے۔ جو کچھ اللہ کی طرف سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم لائے ہیں اور جس طریقہ پر اللہ کی ہدایت و رہنمائی کے تحت آپ نے عمل کیا ہے وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے مسلمانوں کے درمیان فیصلہ کن سند ہے اور اس سند کو ماننے یا نہ ماننے ہی پر کسی کے مسلمان ہونے یا نہ ہونے کا فیصلہ ہے۔ حدیث میں اسی بات کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان الفاظ میں فرمایا ہے

"تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کی خواہش نفس اس طریقہ کی تابع نہ ہو جائے جسے میں لے کر آیا ہوں"

خدائے تعالٰے نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف بشارت دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا تھا۔ اس سے زیادہ آپ پر کوئی ذمہ داری نہیں ڈالی گئی۔ اس بات کے فیصلے کے لئے کہ کن لوگوں نے رسول کی پیروی کی یا نہیں کی روز حشر عدالت قائم ہوگی جس عدالت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت گواہ پیش کئے جائیں گے۔ فرمایا گیا

"تو کیسی ہوگی جب ہم ہر امت سے ایک ایک گواہ لائیں، اور اے محبوب تمہیں ان سب پر گواہ اور نگہبان بنا کر لائیں۔ اس دن تمنا کریں گے کہ وہ جنہوں نے کفر کیا اور رسول کی نافرمانی کی کاش انہیں مٹی میں دبا کر زمین برابر کر دی جائے اور کوئی بات اللہ سے نہ چھپا سکیں گے"

(سورۃ النساء۴۔ آیت ۴۲)



حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے ہر نبی سے یہ عہد لیا جاتا رہا ہے کہ کل اگر دوسرا رسول تمہارے پاس اسی تعلیم کی تصدیق کرتا ہوا آئے جو پہلے سے تمہارے پاس موجود ہے تو تم کو اس پر ایمان لانا ہوگا اور اس کی مدد کرنی ہوگی۔ ایک موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے اس عہد کی یاد دلاتے ہوئے فرمایا گیا

"اور یاد کرو جب اللہ نے پیغمبروں سے ان کا عہد لیا جو میں تم کو کتاب اور حکمت دوں پھر تشریف لائے تمہارے پاس وہ رسول کہ تمہاری کتابوں کی تصدیق فرمائے تو تم ضرور ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور ضرور اس کی مدد کرنا۔ فرمایا: کیوں تم نے اقرار کیا اور اس پر میرا بھاری ذمہ لیا۔ سب نے عرض کی ہم نے اقرار کیا۔ فرمایا: تو ایک دوسرے پر گواہ ہو جاؤ اور میں آپ تمہارے ساتھ گواہوں میں ہوں۔ تو جو کوئی اس کے بعد پھرے تو وہی لوگ فاسق ہیں"

(سورۃ آلِ عمران ۳، رکوع ۹)

ایسے لوگوں کو جنہوں نے اپنے پیغمبر کی من وعن اطاعت کی ان کو یہ مژدہ سنایا گیا ہے کہ

"اور جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانے تو اسے ان کا ساتھ ملے گا جن پر اللہ نے فضل کیا یعنی انبیاء اور صدیق اور شہید اور نیک لوگ، یہ کیا ہی اچھے ساتھی ہیں۔ یہ اللہ کا فضل ہے اور اللہ کافی ہے جاننے والا" (سورۃ النساء ۴، رکوع ۹)

ایسے ہی فرمانبردار بندوں کو روزِ حشر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ محزون ہوں گے۔ اُن کا حال تو یہ ہوگا کہ۔

"جس دن تم ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کو دیکھو گے کہ ان کا نور ان کے آگے اور ان کے دہنے دوڑتا ہے۔ ان سے فرمایا جا رہا ہے کہ آج تمہاری سب سے زیادہ خوشی کی بات وہ جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں بہیں تم ان میں ہمیشہ رہو یہی بڑی کامیابی ہے" (سورۃ الحدید ۵۷، رکوع ۲)

"اے ایمان والو! اللہ کی طرف ایسی توبہ کرو جو آگے کو نصیحت ہو جائے۔ قریب ہے کہ تمہارا رب تمہاری برائیاں تم سے اتار دے اور تمہیں باغوں میں لے جائے جن کے نیچے نہریں بہیں، جس دن اللہ رسوا نہ کرے گا نبی اور ان کے ساتھ کے ایمان والوں کو۔ ان کا نور دوڑتا ہوگا ان کے آگے اور ان کے دہنے۔ عرض کریں گے اے ہمارے رب ہمارے لئے ہمارا نور پورا کر دے اور ہمیں بخش دے۔ بیشک تجھے ہر چیز پر قدرت ہے" (سورۃ التحریم ۶۶۔ آیت ۸)

ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ میدان حشر میں نور صرف مومنین صالحین کے لئے مخصوص ہوگا وہاں روشنی جو کچھ بھی ہوگی، صالح عقیدے اور صالح عمل کی ہوگی۔ ایمان کی صداقت اور سیرت وکردار کی پاکیزگی ہی نور میں تبدیل ہو جائے گی جن سے نیک بندوں کی شخصیت جگمگا اُٹھے گی۔ نور کا صرف دہنے جانب دوڑنے کا یہ مطلب نہیں کہ بائیں طرف روشنی نہیں ہوگی کیونکہ دائیں ہاتھ پر روشنی لینے پر تو اس سے روشنی بائیں جانب بھی ہوگی۔ اس بات کی وضاحت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ حدیث کرتی ہے جسے حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا

"میں اپنی امت کے صالحین کو وہاں ان کے اس نور سے پہچانوں گا جو ان کے آگے اور ان کے دائیں اور بائیں دوڑ رہا ہوگا"

(حاکم، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ)

چونکہ خدا کا وعدہ ہے کہ وہ روز حشر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ان لوگوں کو جو آپ کے ساتھ ایمان لائے رسوا نہ کرے گا۔ اس لئے رسول کی پیروی کرنے والوں کی نفس مطمئنہ کو یہ اطمینان ہے کہ چونکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیروکاروں میں ہیں اس لئے انہیں اس روز جب عدالت قائم کی جائے گی۔ رسوائی کا سامنا نہ کرنا پڑے گا۔ اقبالؔ نے ایسے ہی صالح مومنین کے اس اطمینان کو "بانگ درا" کی نظم "ترانۂ ملی" کے اس شعر میں نظم کیا ہے

سالارِ کارواں ہے میرِ حجاز اپنا
اس نام سے ہے باقی آرامِ جاں ہمارا

اس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنے مطیع اور فرمانبردار پیروؤں کو خدائے تعالیٰ کے حضور پیش کرتے ہوئے فخر محسوس کریں گے آپ کا ارشاد ہے کہ

"میں تمہاری وجہ سے (قیامت کے دن) دوسری امتوں پر فخر کروں گا"

اقبالؔ نے اسی فضیلت پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور نذرانۂ عقیدت پیش کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ

جہانِ آب وگل سے عالمِ جاوید کی خاطر
نبوت ساتھ جس کو لے گئی، وہ ارمغاں تم ہے

("بانگ درا" طلوع اسلام)

علامہ نوری کی نعتیہ شاعری

از ـــــــــــــــ مولانا قاری سلطان رضا نوری (بمبئی)

"علامہ نوری" تاجدار اہل سنت مجدد ملت قطب الاقطاب غوث الوقت افقہ الفقہا، اعلم العلما، افضل الفضلا، ابلغ البلغاء علامۃ الشاہ ابوالبرکات محی الدین جیلانی آل الرحمٰن محمد مصطفےٰ رضا نوری بریلوی مفتی اعظم ہند نوراللہ مرقدہ کا شمار ان علماء ربانیین میں ہوتا ہے جو آسمان معرفت پر آفتاب ہدایت ماہتاب کرامت بن کر چمکے۔ آپ کی ذات ہمہ صفات پر متصف تھی آپ کو کس میدان کا اعلیٰ شہسوار کہا جائے کہ آپ ایک لاثانی ہیں۔ علم ہیئت کیا، علم جفر کیا، فقہ کیا، اصول فقہ کیا، معنی وبیان کیا، فلسفہ ومنطق کیا، تفسیر وحدیث کیا، تاریخ کیا۔ ہر فن میں نہ صرف یہ کہ ماہر بلکہ ہر فن خداداد تجدیدی ایک نئے انداز فکر وبیان میں۔ ان کو حاصل تھا جو کہ ان کے ہمعصروں میں یہ خوبی عنقا کی مثال رکھتی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ دنیا نے آپ کی تبحر علمی نقطہ رسی اور معنی آفرینی کا لوہا مانا ـــ جس طرح آپ دیگر علوم وفنون میں باکمال، بے مثال تھے۔ اس طرح علامہ نوری شعر وسخن میں تیز یکتا و بے مثال تھے۔ مگر آپ کی شاعری اہل دنیا سے داد وتحسین کے لئے نہیں تھی۔ بلکہ دربار رسول میں قبول کے لئے تھی۔ آپ نے اپنے کلام میں کبھی کسی اہل دنیا کی توصیف نہیں کی بلکہ وہ ایک سچے عاشق رسول تھے انھوں نے اپنے کلام میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف کی آپ کی تصانیف میں بھی ہر جگہ عشق رسول و محبت رسول کے نورانی وعرفانی، ایمان افروز جلوے نظر آتے ہیں آپ نے اپنے بزرگوں سے عشق رسول ہی کا جام پیا تھا اور زندگی بھر اسی میخانے کا لوگوں کو رند بنایا۔ وہ خود کہتے ہیں۔

پیا ہے جام محبت جو تم نے اے نوری
ہمیشہ اس کا رہے گا خمار آنکھوں میں

اسی عشق و محبت کا جلوہ آپ کے کلام مجموعہ بنام تاریخی ـ "سامان بخشش" میں مدرجہ کمال پایا جاتا ہے آپ کے کلام میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی الفت ومحبت کی بے نظیر چاشنی بھی پائی جاتی ہے اسی لئے اہل دل اور اہل محبت نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عشق ومحبت سے لطف اندوز ہونے کے لئے آپ کے کلام کو نہایت عقیدت ومحبت سے اپنے سینوں میں محفوظ کر گیا ہے اور تسلی قلب کی خاطر اسے پڑھتے اور سنتے ہیں جب کبھی کوئی نعت خواں آپ کے پر عشق کلام کو ترنم کے ساتھ گنگناتا ہے تو ایک عجیب کیفیت طاری ہو جاتی اور دل کو وجد آتا ہے۔ محبت رسول قلب غمزدہ کو گدگداتی ہے۔ اور روح ستقم

قفس عنصری کے جال سے آزاد ہونے کے لئے انگڑائی لیتی ہے اور اس وقت وہ اس بات کی خواہاں ہوتی ہے کہ کس طرح قفس عنصری سے آزاد ہو کر مدینہ کے پیا کے آغوش رحمت میں جا کر آرام کا سانس لے اور وہ گویا مائل بہ پرواز ہوتی ہے اور دیکھتے ہی دیکھتے سامعین اپنے آپ کو دربار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں محسوس کرنے لگتے ہیں اور ایک طرب انگیز عالم طاری ہو جاتا ہے۔

یہ ایسا کیوں ہے؟ اس لئے کہ آپ کا کلام عشق و محبت، فصاحت و بلاغت۔ ادب و نزاکت لطافت و نفاست سے مرصع ہے۔

علامہ نوری کی شاعری فنی اعتبار سے بہت بلند و بنظیر ہے اس لئے کہ علامہ نوری ایک جید عالم دین تھے۔ علامہ کی اپنی ساری زندگی میں نوک قلم سے نکلی ہوئی سیاہی صفحات و قرطاس کو سیاہ کرنے کے لئے انہیں تھی بلکہ آپ کے نوک قلم سے نکلی ہوئی سیاہی کا ہر قطرہ دشمنان خدا و رسول کے لئے قہر خداوندی تھا کہ جب باطل و اہل اہوا کے لئے آپ نے قلم اٹھایا تو اس نے توبہ کر لی اور مسلمان ہو گیا یا پھر آپ نے اس باطل کی گردن اڑا دی۔ بہر حال۔

علامہ نوری شان رسالت کی عظمت و نزاکتوں کو خوب سمجھتے تھے۔ لہٰذا آپ نے نعت گوئی کا پورا حق ادا کر دیا اردو زبان میں آپ کے مقابلے کا کلام آج دنیا میں حضرت رضا کے بعد موجود اگر ہے تو حضرت رضا کا جو علامہ نوری کے والد ماجد ہیں ان کے کلام کے بعد کسی کا کلام ہے تو علامہ نوری کا۔

علامہ نوری نے فن شاعری میں کسی کے سامنے زانوئے تلمذ خم نہ کیا۔

نہ رفیع الدین سودا سے، شعر گوئی کا سودا طلب کیا، نہ میر درد سے درد کی بھیک مانگی نہ غالب کے حسن تخیل ندرت فکر، شوخی گفتار کے موالی بنے۔ نہ حیدر علی آتش سے آتش فشانی کا فن سیکھا۔ نہ جناب مومن خاں مومن سے لطافت و نزاکت کے حصول کی آرزو کی، نہ ذوق سے محاورات بندش الفاظ کی شائستگی کا ذوق طلب کیا۔ اگرچہ نعت میں رنگ تغزل، سوز و گداز، حسن تخیل، شوخی ندرت، لطافت و نزاکت مربوط بندش محاورات کا جمع کرنا کچھ آسان کام نہیں جس نے بھی اس طرف توجہ کی وہ ادب سے ہاتھ دھو بیٹھا اور پرواز تخیل میں ایسی چوکڑی بھری کہ ایمان و ایقان کی حدود سے کہیں آگے نکل گیا اور بعض نے تو معاذ اللہ کفر و شرک کی تاریک گھاٹیوں میں جا کر سانس لی بخلاف اس کے کہ علامہ نوری صاحب کے کلام میں خلاف شرع تو درکنار۔ خلاف ادب بھی کوئی بات نہیں پائی جاتی۔ آپ نے خدا اور رسول کی جلوہ گری کو اپنے دل میں ظاہر کرتے ہوئے ایک نعت میں یوں نبھایا ہے ؎

جو ایک پر خدا ہو تو ایک پر محمد
اگر قلب اپنا دو پارہ کروں میں

اکثر اہل ادب شعراء حضرات خود روشعراء سے فطری تنفر رکھتے ہیں اسی تنگ نظری کی وجہ ہے کہ شاید علامہ نوری کے کلام کا ذکر شعراء میں جتنا ہونا چاہیئے نہیں ہے حالانکہ جو خوبیاں مفتیٔ اعظم ہند نوری کے کلام میں ہیں وہ عموماً شاعروں میں نہیں۔ کاش کہ اہل ادب اور شعراء علامہ نوری کے کلام کو بغور پڑھتے تو ان کے ساتھ یہ حقیقت عیاں ہو جاتی۔ کہ واقعی مفتی اعظم مجدد حضرت علامہ مصطفےٰ رضا صاحب نوری بریلوی اور نعت گو شعراء میں ہر حیثیت سے منفرد ہیں بعض لوگ یہ کہہ دیا کرتے ہیں کہ علامہ نوری بریلوی خود روشعراء میں سے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کچھ آپ خود روشعراء میں سے نہیں۔ مگر میں اس حقیقت کو بھی واضح کرنا چاہتا ہوں کہ انھوں نے کسی ایسے ویسے کو اپنا استاذ نہیں بنایا۔ کسی اور سے اکتساب فیض نہیں کیا۔ ہاں انھوں نے حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے درباری شاعر حضرت حسان سے آپ نے روحانی فیض حاصل کیا ہے۔ "صدیق اکبر سے ادب سیکھا ہے، فاروق اعظم سے شانت کا حصول کیا ہے؛ عثمان ذوالنورین سے حسن تخیل پایا ہے۔ حضرت حیدر کرار سے آتش فشانی کی ہے لطافت و نزاکت، حضرت بلال سے۔ سوز و گداز خالد سیف اللہ سے امام حسین سے روانی و جولانی فیض روحانی حاصل کیا رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ان ایسی اکابرین کو علامہ نوری

کے روحانی اساتذہ کہنا چاہیئے۔ اکثر شاگردوں کے کلام میں اپنے استاذ ہی کا طرز تکلم نظر آتا ہے۔ اس چیز کو علامہ نوری نے اس طرح فرمایا ہے ؎

یہ ظل کرامت ہے ہم سایۂ رحمت ہے
یہ سایۂ رأفت ہے دامن ذرا وا کرنا

لفظ ''حسن کو علامہ نوری نے خوب بیان کیا ہے اور نہایت اچھوتے انداز میں بیان فرمایا ہے اور بڑے حسین انداز میں دل لگی کی بات کہی ہے اکثر شعراء حسن کو اور صاحب

حسن کو غلط انداز میں بیان کرتے ہیں جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حسن کے ذریعہ فتنہ بیان ہوتا ہے اور حسین فتنہ انگیز ہوتا ہے اسی سے فتنہ کی آگ بھڑکتی ہے، مگر یہ آپ کی بلند پروازی کی دلیل ہے کہ آپ اس حسن کو حسن اور حسین کو حسین ہی نہیں کہا جس سے فتنہ فساد ہو۔ قلب مضطر اس کے جال فریب میں آگرے۔ صراط مستقیم سے بھٹک جائے نہ وہ حسن کہا جائے گا۔ اور نہ وہ حسین ہوگا بلکہ حسن وہ ہے کہ جس کا اس کا پر تو ملا کر قلب مضطر گمراہی سے بچ کر راہ مستقیم پر آجائے۔ وہی حسین ہے جس سے فتنہ فساد ختم ہو جائے آپ فرماتے ہیں ؎

وہ حسین کیا جو فتنہ اٹھا کر چلے
ہاں حسین تم ہو فتنہ مٹا کر چلے
جگمگا ڈالی گلیاں جدھر آئے وہ
جب چلے وہ تو کوچے بسا کر چلے

علامہ نوری کے کلام میں رنگ اسلاف رچا ہوا ہے۔ ہر شعر میں عشق مصطفٰے بسا ہوا ہے۔ آپ کا ہر شعر گویا اہل دل کے لئے ایک چھلکتا ہوا جام ہے جس سے پینے کے بعد ہر رند مست ہے۔ آپ فرماتے ہیں ؎

مست مے الفت ہیں مدہوش محبت ہے
دیوانہ ہے فرزانہ فرزانہ ہے دیوانہ

مختصر یہ کہ ہر شعر کے ہر مصرع میں وسعت معنی کی بہار ہے اور مفہوم کا دفتر نظر آتا ہے۔ جو مشہور و معروف ہے

تو شمع رسالت ہے عالم تیرا پروانہ

جو مشہور و معروف و مقبول اور صنعت شعر گوئی

کا اعلیٰ شاہکار ہے علامہ نوری ہی کا ہے یوں تو علامہ نے اپنے ہر شعر میں آیات قرآنی اور احادیث کے پاکیزہ کنائے استوار فرمائے ہیں مگر اس نعت میں علامہ کا اشہب قلم اس میدان میں پوری روانی پر ہے۔ اور ندرت تخیل عرش کی بلندیوں پر ہے جدت تمثیل، حسن، تشبیب پاکیزہ تشبیہات، مقدس استعارات، لاجواب وفیاحت باکمال بلاغت، لفظ لفظ ہر ہر صفحہ کا حسین مرقع۔ صرف صرف لطافت جمالی کا آئینہ دار غرض یہ کہ علامہ نوری اس نعت میں جملہ اصناف شعر گوئی پر حاوی نظر آرہے ہیں۔ آپ پر تبحر علمی ایسا غالب تھا کہ قرآن و حدیث کا پورا پورا مفہوم اپنے ایک شعر میں سما دیا۔ اس طرح آپ کے کلام کا ہر شعر آیات قرآنیہ و احادیث نبویہ سے مرصع ہے۔ تمثیل کے لئے چند اشعار دیوان نوری۔ یعنی سامان بخشش کے درج ذیل ہیں ؎

کیا کہوں کیسے ہیں پیارے تیرے پیارے گیسو
دونوں عارض ہیں ضحٰی لیل کے پیارے گیسو
نیر حشر ہے سر پر کہیں سایہ ہم پر
ہے کڑی دھوپ کریں سایہ تمہارے گیسو

اور فرماتے ہیں ؎

من رانی رای الحق سنا کر چلے
جلوۂ حق وہ ہم کو دکھا کر چلے
جز بشر اور کیا دیکھیں غیر النظر
ایکم مثلی گو وہ سنا کر چلے

اور اس شعر میں تو پورا قصہ ہی جمع فرما دیا۔ فرماتے ہیں۔

کتنے صحابی تھے پر تھی یہ ہیبت حق
گردنیں سارے کافر جھکا کر چلے



عالم اسلام کے

علامۂ کبیر

از حضرت شیخ علامہ السیّد یوسف السیّد ہاشم الرفاعی (الکویت)

پیشِ نظر تاثرات بین الاقوامی مقبولیت کے حامل محقق، مصنف، مشرقی وسطیٰ کے عظیم اسکالر، علامہ السیّد یوسف السیّد ھاشم الرفاعی مد ظلہ العالی نے انہیں عربی زبان میں امام احمد رضا کانفرنس ۱۹۸۹ء کے موقع پر مرحمت فرمائے ہیں۔ جن کا اردو ترجمہ بھی نذرِ قارئین ہے۔ موصوف ایک جیّد عالمِ دین ہونے کے علاوہ جدید علوم پر بھی عبور رکھتے ہیں۔ آپ مؤتمرِ عالمِ اسلامی کے ایک نامور رہنما ہیں۔

آپ سلسلہ رفاعیہ کے عظیم روحانی بزرگ اور شیخ طریقت ہیں، جن کے ارادتمند نہ صرف ممالک عرب بلکہ برصغیر پاک و ہند میں بھی کثیر تعداد میں موجود ہیں۔ (ادارہ)

ولادت:۔ آپ ۱۲۷۲ھ مطابق ۱۸۵۶ء میں پیدا ہوئے اور آپ نے دینی علوم کی تدریس میں مختلف کامیابیاں حاصل کیں اور اس میں آپ نے مہارت حاصل کی۔ یہاں تک کہ آپ اپنی جوانی کی عمر میں فتویٰ نویسی پر قادر ہو گئے۔ اور یہ ایسا اس لئے بھی ہوا کہ آپ نے ایک معزز دینی گھرانے میں نشو و نما پائی تھی۔ آپ کے والد اور دادا بڑے علما اور زاہدوں میں سے تھے۔

جائے ولادت:۔ آپ کی ولادت ہندوستان کے صوبہ یوپی کے شہر بریلی میں ہوئی تھی۔ اور اسی وجہ سے آپ، اس شہر سے نسبت رکھتے ہوئے بریلوی کے لقب سے ملقب ہوئے۔ جیسا کہ ہندوستان کے شہروں میں رہنے والے علماء اور دیگر مشاہیر حضرات کا دستور رہا ہے۔

دینی خدمات:۔ مختلف شرعی علوم کا احاطہ کرنے اور چشتیہ۔ نقشبندیہ سہروردیہ کے ساتھ ساتھ خاص طور پر سلسلۂ قادریہ میں خلافت اور بیعت کی اجازت، کے عطا ہونے کے بعد حضرت علامہ رحمۃ اللہ تعالیٰ تدریس، فتویٰ نویسی، تصنیف، وعظ وارشاد اور امت مسلمہ کے مختلف معاملات کی اصلاح میں مشغول ہو گئے۔

آپ کی بیش بہا تصنیفات کثیرہ:۔ حضرت شیخ نے مختلف دینی علوم میں عربی، اردو اور فارسی زبانوں میں تقریباً ایک ہزار کتابیں اور رسائل تحریر فرمائے۔ اکثر تصنیفات مطبوعہ ہیں۔ یہ اللہ کا شکر ہے کہ آپ بڑے حوصلہ مند، ذہن رسا کے مالک، اور سریع التحریر تھے اللہ تعالیٰ کی مدد اور اس کے پیارے رسول حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے آپ پر علوم ومعارف کی بے پایاں بارش ہوتی تھی۔ اور آپ کی اس خصوصیت کے بارے میں لیے بہت سے شواہد ہیں کہ جنہیں وہ آدمی تلاش کر سکے گا کہ جو آپ کی کثیر نفع بخش تالیفات اور تصنیفات کا مطالعہ کرے گا۔

آپ کا اخلاق:۔ حضرت شیخ رحمۃ اللہ تعالیٰ۔ اخلاق جمیلہ اور آداب کریمہ کے مالک تھے۔ آپ اللہ سے محبت کرتے اور اسی کو راضی رکھنے میں کوشاں رہتے اور اس کے دشمنوں سے عداوت رکھتے۔ آپ اللہ جل جلالہٗ اور اس کے رسول جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم (کی ناموس وعظمت) کے معاملے میں بہت غیور تھے

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کی محبت:۔

حضرت شیخ رحمۃ اللہ تعالیٰ جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کریمہ کے ساتھ بے پناہ محبت کرتے تھے۔ یہاں تک کہ آپ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اور شدید محبت کی وجہ سے عبد المصطفےٰ کا لقب اختیار کیا تھا۔ اور آپ ذکر مجالس کو اس مشہور قصیدے پر ختم فرماتے تھے جو آپ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح وثنا اور آپ کی عظمت شان کے بیان میں کہا ہے۔ اس قصیدہ کا مطلع یہ ہے:۔

مصطفےٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام
شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام

تصوف میں شیخ کا تعلق:۔ جیسا کہ آپ سے ہم نے ذکر کیا کہ حضرت شیخ رحمۃ اللہ تعالےٰ نے اپنے زمانے کے اکابرین مشائخ اور عارفان باللہ سے طریقت وسلوک میں تربیت حاصل کی۔ ان مشائخ کرام نے آپ کو خلافت واجازت سے نوازا اس لئے کہ انہوں نے اپنے بعد حضرت ممدوح کو تزکیہ نفس اور تربیتِ سلوک کے لئے اہل اور مستحق پایا۔ آپ نے اس اہم سلسلہ کو اچھی طرح قائم کیا۔ آپ شریعت اور طریقت دونوں کے جامع تھے اور آپ، ان دونوں کے درمیان فرق کو مٹانے والے تھے۔ آپ کا قول ہے۔

"بیشک شریعت اصل ہے اور طریقت اس کی فرع ہے شریعت منبع ہے اور طریقت اس سے نکلا ہوا ایک دریا۔ شریعت ہی وہ راہ جس سے وصول الی اللہ ہے

اس کے سوا آدمی جو راہ چلے گا اس کی راہ سے دور پڑے گا۔"

حضرت شیخ کا یہ مسلک آپ کے ان مخالفین کے کذب و افترا اور دشمنی کو اجاگر کرتا ہے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی مخالفت کی تھی کہ

"اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو تحقیق کر لو۔ کہ کہیں کسی قوم کو بے جا ایذا نہ دے بیٹھو پھر اپنے کیے پر پچھتاتے رہ جاؤ گے۔"

شیخ احمد رضا خاں رحمۃ اللہ تعالیٰ کو جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارکہ سے کمال درجہ کا عشق تھا۔ اور وہ شریعت مصطفویہ علیٰ صاحبہا افضل الصلوٰۃ والسلام کے مکمل پیروکار تھے۔

آپ کا جہاد:۔ جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کے بعد کے دورِ ابتلا میں انہوں نے مسلمانوں کی رہنمائی کرتے ہوئے ہندوستان کے انگریز اور کفار و مشرکین نو آبادیاتی کفار کے ساتھ ہر قسم کے لین دین اور ان کے ساتھ وداد و محبت کے سلوک کے عدم جواز کا فتویٰ دیا تھا اور آپ نے یہ فتویٰ دیا کہ ہر مشرک کے ساتھ کسی قسم کی محبت مطلقاً حرام ہے۔ یہاں تک کہ اگرچہ وہ مشرک فرمانبردار ذمی کیوں نہ ہو یا اگر وہ مشرک اس مسلمان کا بیٹا، باپ، بھائی یا کوئی اور قریبی عزیز ہی کیوں نہ ہو۔

آپ کا تقویٰ اور پرہیزگاری:۔ حضرت شیخ رحمۃ اللہ تعالیٰ ہمیشہ پانچوں نمازیں جماعت کے ساتھ پابندی سے ادا کرتے تھے۔ اپنے تمام حالات میں نہایت تقویٰ اور پرہیزگاری کے ساتھ اللہ کی یاد میں مشغول رہتے۔ آپ نے ۱۲۹۵ھ مطابق ۱۸۷۸ء میں فریضہ حج کی ادائیگی اور اللہ کے حبیب جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تربت انور کی زیارت کے لئے حرمین شریفین کا سفر کیا۔ اور آپ نے فرصت کو غنیمت سمجھتے ہوئے اس مقدس سرزمین کے علماء صلحاء اور محدثین سے ملاقاتیں کیں اور ان سے علوم شریعہ میں، سلوک اور تصوف میں سنادات اجازت کا تبادلہ کیا۔ اس کے بعد آپ نے حج و زیارت اور علمی و قلبی منافع کے مزید حصول کے لئے حرمین شریفین کا دوبارہ سفر کیا۔

آپ کا مرتبہ و مقام:۔ اکثر حضرات حضرت شیخ رحمۃ اللہ تعالیٰ کو امت مسلمہ کے لئے اور خاص طور پر ہندوستان کے شہروں میں رہنے والی امت مسلمہ کے لئے اپنے وقت کا مجدد بیان کرتے ہیں۔ اسی وجہ سے آپ کو مجدد الامت کا لقب دیا گیا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس مبارک فرمان کے مطابق کہ

"بے شک اللہ تعالیٰ اس امت کے لئے ہر زمانے کے اختتام پر یا ہر سو سال پر ایک ایسے شخص کو اٹھائے گا کہ جو اس کے دین کی تجدید کرے گا۔"

اور بے شک اہل سنت والجماعت کی بڑی جماعت برصغیر میں (جو کہ آجکل ہندوستان پاکستان اور بنگلہ دیش پر مشتمل ہے) اور وہی بڑی جماعت والے آپ کو آج تک اپنا امام اور رہبر مانتے ہیں۔ اور وہ آپ کے مشہور ترجمہ قرآن کریم بنام کنز الایمان کو پڑھتے رہتے ہیں اور اس کی اشاعت کرتے رہتے ہیں۔ اور اپنی مجالس اور محافل میں خاص طور پر میلاد شریف کی محفل میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں آپ کے لکھے ہوئے (مخلصانہ) نعتیہ اشعار اور قصیدوں کو پڑھتے چلے آرہے ہیں۔ اور حضرت

شیخ رحمۃ اللہ تعالیٰ نے اللہ تعالیٰ کی طرف انتقال نہیں فرمایا۔ یہاں تک کہ آپ نے دین کی تجدید میں روح کو بیدار کرنے میں اسلام پر عزت دلانے میں اور مسلمانوں کی عقل اور قلوب میں اپنے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کو بیدار کرنے میں آپ نے اس کے عظیم پیغام کی ادائیگی کا حق نہ ادا کر دیا۔

اللہ تعالیٰ آپ پر کشادہ رحمت فرمائے اور آپ کو اپنی کشادہ جنتوں میں سکون عطا فرمائے۔ اور آپ کے علوم وفیوض سے مخلص مسلمانوں کی اکثریت کو نفع عطا فرمائے۔ آمین

اللہ تعالیٰ ہمارے سردار جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ کے آل اور اصحاب پر رحمتیں نازل فرمائے اور سلام بھیجے۔

نعت شریف

محمد تاج الدین خوشتر

خاک کے ذروں کو جس نے جلوہ آرا کر دیا
عظمت آدم کو خالق نے ہویدا کر دیا

اللہ اللہ دیکھئے اعجاز چشم مصطفےٰ
ہوگئی جس پہ نظر ادنیٰ کو اعلےٰ کر دیا

کفر کی کالی گھٹائیں چھا گئی تھیں ہر طرف
مصطفےٰ کے نور نے ہر سو اجالا کر دیا

گردن باطل ہوئی خم اے حسین ابن علی
سر کٹا کر آپ نے اسلام زندہ کر دیا

کفر کٹ کر رہ گیا ایوان باطل گر گیا
حضرت فاروق نے حق آشکارا کر دیا

آپ کے دربار کا خوشتر بھی ہے ادنیٰ غلام
اس غلامی نے میری عزت کو بالا کر دیا

ضاد کا مخرج اور اس کا طریقۂ ادا سیکھیں

از افاداتِ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی علیہ الرحمہ

پیش کش:۔
شیخ التجوید حضرت مولانا ابوالحماد قاری حامد علی صاحب رضوی

مسئلہ:۔ از اردہ نگلہ ڈاکخانہ اچھنیرہ ضلع آگرہ

حرفِ ضاد کو بصورت دُواد یعنی دال پُر پڑھتے ہیں۔ صحیح ہے یا غلط؟ اگر غلط ہے تو نماز فاسد ہوتی ہے یا نہیں؟ اور اکثر لوگ ض اور ظ میں بسبب ہونے مشابہت کے فرق نہیں کرسکتے ان کی نماز درست ہوتی ہے یا نہیں

الجواب:۔ یہ حرف نہ د ہے نہ ظ صورتیں تین ہیں۔

(۱) قصداً حرفِ منزل من اللہ کی تبدیل کرے یہ دُواد والوں میں نہیں وہ اپنے نزدیک ضاد ہی پڑھتے ہیں نہ یہ کہ اس سے ہٹ کر دالِ مفخم اس کی جگہ بالقصد قائم کرتے ہیں البتہ ظا والوں میں ایسا ہے ان کے بعض نے تصریحاً لکھ دیا کہ ض کی جگہ ظا پڑھو اور سب مسلمانوں اس پر عمل پیرا ہوجاؤ یہ حرام قطعی ہے اور اشد اخبث کبیرہ بلکہ امام اجل ابوبکر فضلی وغیرہ اکابر ائمہ کی تصریح سے کفر ہے "کما فی منح الروض الازھر والفتاوی العالمگیریہ وغیرھما" ان کی نماز پہلی ہی بار مغظوب پڑھتے ہی ہمیشہ باطل ہے۔ (۲) خطاً تبدیل ہو یعنی ادائے ض پر قادر ہے اسی کا قصد کیا اور زبان بہک کر دال یا ظا ادا ہوئی اس میں متاخرین کے اقوال کثیرہ مضطرب ہیں اور ہمارے امام مذہب رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا یہ مذہب ہے کہ اگر فسادِ معنیٰ ہو تو نماز فاسد ورنہ صحیح (۳) عجزاً تبدیل یعنی قصد تو ض کا کرتا ہے مگر ادا نہیں کرسکتا د یا ظ ادا ہوتی ہے اور ہندوستان میں اکثر دُواد دُ والے ایسے ہی ہیں ان پر فرضِ عین ہے کہ ض کا مخرج اور اس کا طریقۂ ادا سیکھیں اور شبانہ روز حد درجے کی کوشش اس کی تصحیح میں کریں جب تک کوشاں رہیں گے ان کی نماز صحیح ہی جائے گی جبکہ صحیح خواں کے پیچھے اقتدا پر قادر نہ ہوں اور اس وقت تک امثال کی امامت بھی ہوسکے گی۔ اور جب کوشش اکتا کر چھوڑیں یا سرے سے کوشاں نہ ہوں ان کی اپنی بھی باطل اور ان کے پیچھے اوروں کی بھی باطل یہی حکم ظائیوں کا ہے جبکہ قصداً تبدیل نہ کرتے ہوں یہ خلاصۂ حکم ہے اور تفصیل ہمارے رسالہ الجام الصاد عن سنن الضاد میں ہے۔

"واللہ تعالےٰ اعلم"۔

(ماخوذ از فتاویٰ رضویہ جلد سوم ص ۱۲۹)

بریلوی کلچر

از:۔ احمد حسین قادری کسٹم انسپکٹر تھانہ

لفظ بریلوی۔ اور مسلک اعلیٰ حضرت یا بریلوی مکتبہ فکر Barreilli Vi School of Thought مخالفین کا دیا ہوا لفظ ہے ہند و پاک اور بنگلہ دیش میں چالیس کروڑ مسلمان آباد ہیں جن کی مادری زبان اُردو ہے یا اُردو بولتے لکھتے پڑھتے ہیں اور سنیّوں کی اکثریت غالب بھی ہے یہاں پر بھی واضح کرنا ضروری ہے کہ برِ صغیر ہند و پاک کے سنی مسلمانوں کو عرف عام میں بریلوی کہا جانے لگا ہے بریلوی نہ کسی مسلک کا نام ہے نہ ہی کسی مذہب کا علامتی نشان ہی ہے صحرائے نجد کے مخالفین بر سر اقتدار ہونے کی بنیاد پر مرکز اہل سنّت کے مرکزی مقتدا و پیشوا امام احمد رضا علیہ الرحمہ کے خلاف اہل اسلام اور عالم اسلام کو گمراہ کن تاثر دینے کے درپے ہیں اور البریلویۃ کتاب کے ذریعہ جیسے عربی زبان میں مرتب کروایا گیا ہے دنیا بھر کے مسلمانوں کو علمائے اہل سنت کے خلاف محاذ آرائی کے تحت بریلوی فرقہ سے مشہور کرنے کی سازش منظم اسلامی طریقہ پر کر رہے ہیں یہ حقیقت ہے کہ چودھویں صدی میں اسلام کلچر کی نشاۃ ثانیہ بریلی سے ہوئی جسے ہم بریلوی کلچر کے نام سے جاننے لگے مجدد دین امام احمد رضا قدس سرہٗ خالصاً سنی مسلمان تھے مذہباً سنی مسلکاً حنفی مشرباً قادری تھے جب بریلوی مکتبہ فکر کا سب سے بڑا عالم اور مجدد سنی حنفی قادری تھا تو کس طرح اس تحریک کو پروپیگنڈہ نہ مانا جائے۔ عقائد اسلام میں اختلاف پیدا کیا گیا جس کی تردید مرکز اہل سنت بریلی سے کی گئی رد وہابیت قادیانیت مودودیت دیوبندیت کا اہم فریضہ انجام دینے والی جماعت اہل سنت کو کسی طرح ایک فرقہ کا نام دے کر عالم اسلام کی نگاہ میں معتوب اور مذموم کرنا درست نہیں بلکہ یہ ایک گھناؤنا طریقہ کار ہے۔ الزام تراشی اتہام باندھنا اور نت نئے طریقہ سے بہتان لگانا مخالفین اہل سنت کا کام ہے علمائے اہل سنت کو بریلوی فرقہ کا پیرو کہنا گالی دینے اور تبرّا بکنے کے مترادف ہے۔

جسے ہم بریلوی کلچر یا سنیّوں کا علامتی نشان کہتے ہوئے سنتے ہیں وہ کچھ نہیں بلکہ تحریک تقدس رسالت عظمت اور حرمت اولیاء کے مشن کو برپا کرنے والے کلچر کو بریلوی کلچر کہا جانے لگا ہے اس کلچر نے نعت و میلاد کی محفلوں کو آراستہ کر کے رنگ و ناچ کی محفلوں کو بند کرا دیا۔

ٹی وی ویڈیو کو آلات لہو ولعب کہا گیا ہے اس کلچر نے مذہبی تشخص کو برقرار رکھنے پر ساری انرجی اور صلاحیت صرف کی ہے۔ اس نے سنیّوں کا حیا رکیا شرعی نقطہ نگاہ سے اس نے چھوٹی چھوٹی باتوں کی طرف لوگوں کو متوجہ کرایا جن کو بڑے بڑے نظر انداز کر جاتے تھے اس کلچر میں۔

مسعود کا

جو بھی اسلامی اخلاق و آداب کے خلاف پایا گیا اسے فوراً ٹوک دیا گیا فوٹو کھینچنا کھچوانا یعنی تصویر کشی پر سخت پابندی عائد کی گئی اسی لئے اس کلچر کے ہمنواؤں کو بنیاد پرست متعصب آرتھوڈکس یعنی کٹر مذہبی کہا گیا بریلوی کلچر اسے کہتے ہیں جس نے مسلمانوں کو سچی سیاسی بصیرت بھی عطا کی ترک موالات پر کافر و مشرک سے کرنا درست ہے جو لوگ بریلوی کلچر کے پیشوا کو تحریک خلافت اور ترک موالات کا مخالف کہتے ہیں ان کی سیاسی عدم بصیرت سے ہندوستان کا ہر مسلمان واقف ہو چکا ہے دو قومی نظریہ کا حامی یہ کلچر ضرور ہے مگر تقسیم ملک کا قائل نہیں ہے بلکہ اسے تاریخ کا ایک زبردست المیہ گردانتا ہے۔ اس کلچر نے انگریزوں کے دور میں اور اس دور میں بھی ہندوستان کو شرعی نگاہ سے دار الاسلام ہی کہا ہے دار الحرب نہیں کہا ہے اسی وجہ سے عقل کے کوروں نے بریلوی کلچر کی سیاسی تحریک شدت سے مخالفت کی ہے۔

اسی کلچر نے قوم کو آگاہ کیا کہ یہ علماء یہ حفاظ یہ قراء جنھیں تم حقیر سمجھتے ہو جنھیں تم نے بھلا دیا ہے یہی حقیقی معنوں میں تمہارے رہنما ہیں اور لیڈر یہ ممبران اسمبلی و پارلیمنٹ اور وزراء جنھیں تم قوم کا قائد اور اپنے درد کا درماں اور پاسبان سمجھتے ہو یہ قوم کے پیشوا اور مسیحا نہیں ہیں بریلوی کلچر کا دعویٰ ہے کہ مکمل انقلاب صرف نظامِ مصطفےٰ سے ہی لایا جا سکتا ہے خدمت انسانیت شرافت تہذیب، مساوات اور امن امان اسی نظام کی رہین منت ہیں۔ اس کلچر نے مارکس لینن کے نظریات سے لے کر مدر ٹریسا، فلپ جیک اور دوسرے دنیوی دانشوروں اور مدعیان اصلاح کی تھیوریوں کو بھی اپنے عمل و کردار اور ارشاد و تحریر سے کنڈم کر دکھایا علوم جدیدہ وقدیمہ اس کلچر کے رہنماؤں کی گہری نظر ہے ہندوستان میں سنی کلچر کو عرف عام میں بریلوی کلچر کہا جاتا ہے۔ لوگ اصلاحی تحریک کا تعمیری پروجکٹ کا مخالف کہتے ہیں ایسا نہیں ہے بلکہ کوئی بھی تحریک ہو چاہے اصلاح کی ہو یا تعمیر کی ہو دین مذہب کو قربان کر کے تحریک چلانے کا مخالف ہے۔

بریلوی کلچر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے قیام اور استحکام کا کبھی مخالف نہ تھا بلکہ الحاد و زندقہ کے فروغ دنیاوی فنون میں انہماک اس قدر نہ ہو کہ مسلمانوں کے بچے جوان ہو کر اپنے دین اسلام کو فراموش نہ کر بیٹھیں یاد ہریہ بن کر نیچری بن کر مذہب اسلام سے انحراف کریں انھیں خدشات کو محسوس کیا گیا دین سے بے رغبتی ایک خطرناک سگنل تصور کیا گیا آج یہی دیکھا جا رہا ہے کہ جن گھروں کا ماحول مذہبی نہیں ہے یا مسلمان بچوں کی مذہبی تعلیم اور تربیت پر قوم کا کوئی دھیان نہیں ہے گمراہ گر فرقوں کے فریب میں آ کر گمراہی کے شکار ہو جاتے ہیں اگر نونہالان اسلام کا یہی حال رہا تو صرف مٹھی بھر عالم اور علماء تک ہی مذہب اسلام محدود ہو کر رہ جائے گا فکر و خیال اسلامی تبھی بنے گا جب ہر مسلمان بچے کو مذہبی تعلیم و اچھی طور پر لازم کیا جائے گا آزار کے ساتھ درود شریف پڑھنا کھڑے ہو کر تعظیما صلوٰۃ و سلام پڑھنا، نام پاک آنے پر انگوٹھوں کو چوم کر آنکھوں سے لگانا یہ بریلوی کلچر کا علامتی نشان ہے۔ البتہ یہ ضرور کہوں گا اے میرے ہم عصر و عشق اعجاز شرکت کا قائل نہیں یعنی مساجد آباد کرنا ہمارا کلچر ہے اد یہی اسلامی کلچر ہے چودھویں صدی میں احیائے دین کے نام پر جو تحریک بریلی سے جاری ہوا اس کی دھمک عرب ممالک نے بھی اچھی طرح محسوس کر لیا ہے کیونکہ

محمد کی محبت دین حق کی شرط اول ہے۔
(صلی اللہ علیہ وسلم)
اگر ہے اسی میں خامی تو سب کچھ نامکمل ہے۔
(حفیظ جالندھری)

گستاخ رسول کے ہم دشمن ہیں اگر اسی بنا پر ہمیں بریلوی کہا جاتا ہے تو یہ ہماری خوش نصیبی ہے مخالفین نے ہزار مخالفت کے باوجود بریلوی کلچر کے پیشوا کو ایک سچا عاشق رسول ہی کہا ہے۔ ہمارے اعمال کتاب و سنت کی آئینہ دار ہو تبھی ہم اسلامی کلچر کے پیرو ہیں۔ ایک

مخالف نے کہا قادری صاحب سنیّوں یعنی بریلویوں کی مسجدیں ویران کیوں نظر آتی ہیں مزارات پر عورتوں کا ازدحام کیوں اور سینما گھروں میں سنی مسلمانوں کا ازدحام کیوں ہم نے کہا یہ ہماری شامتِ اعمال ہے ہماری غفلت ہے معصیت پر دلیری ہے ورنہ ہمارے

علماء ہمارے اکابرین تو مزارات پر عورتوں کی حاضری کے سخت مخالف ہیں البتہ سینما ایک وبار عام ہے اس میں تو تم اپنی قوم کو بھی تنبیہ کرو کیونکہ وہاں تو سنی وہابی سبھی پائے جاتے ہیں۔

امر بالمعروف نہی عن المنکر ہمارا طرّۂ امتیاز ہے ہماری عوام جہالت کی وجہ سے بدعات و منکرات کی خوگر ہوتی جارہی ہے جہالت کی اصل وجہ معاشی پسماندگی بھی ہے غیر ضروری اور غیر اہم کاموں پر ہم توجہ دینے کے خوگر ہو چکے ہیں جبکہ ضروری اور اہم کاموں پر ہماری توجہ درکار ہے مراسم سختی سے پابندی اور فرائض واجبات و سنن سے چشم پوشی ہماری غفلت کا غماز ہے ہم اپنے کلچر کو بدنام اور رسوا کرنے میں پیش پیش نظر آتے ہیں اخلاقی اقدار کی گراوٹ اور بدعنوانیوں کا فروغ ایک فتنہ ہے جسے ہم ایک خطرناک سگنل مانتے ہیں مگر ہم کو بریلوی فرقہ سے منسوب کرنے والوں کے ہم مخالف ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ وطفیل علمائے اہل سنت کی راہ چلنے کی توفیق عطا کرے آمین۔

اردو ——— بولو
اردو ——— پڑھو
اردو و عربی پڑھنے
کی نصیحت کرو!

آہ
خطیبِ مشرق

۲۹ر اکتوبر ۹۰ء کا دن گزر کر شب میں لکھنؤ اور دہلی ریڈیو اسٹیشنوں سے اچانک یہ اندوہناک خبر نشر ہوئی کہ خطیب مشرق پاسبان ملت حضرت علامہ مشتاق احمد صاحب نظامی اپنے وطن الٰہ آباد میں طویل علالت کے بعد دنیا سے رحلت فرما گئے۔ (اِنّا لِلّٰہِ وَاِنّا اِلَیہِ رَاجِعُون)

اس المناک حادثہ سے اسلامی دنیا خصوصاً سنی حلقوں میں صف ماتم بچھ گئی۔ اور حضرت علامہ نظامی کے اعزہ واقارب۔ دارالعلوم غریب نواز کی درس گاہوں۔ دفتر پاسبان اور ان کے لاکھوں عقیدت مندوں اور قدر دانوں پر ایک سوگوارانہ فضا چھا گئی۔ اس رنج و غم سے سب کا دل تڑپ اٹھا اور آنکھیں اشکبار ہو گئیں۔

حضرت علامہ نظامی کے سانحۂ ارتحال سے جماعت اہلسنت میں جو زبردست خلا پیدا ہو گیا ہے اس کا پر ہونا بظاہر ناممکن نظر آتا ہے۔ رب کریم ان کی قبر پر رحمت و مغفرت کے پھول برسائے اور اعلیٰ علیین میں درجات بلند فرمائے آمین۔

۳۰ر اکتوبر کو دن میں مدرسہ انوار العلوم سکندرپور بستی میں حضرت خطیب مشرق کے ایصال ثواب کیلئے قرآن خوانی کا اہتمام کیا گیا اور فاتحہ پڑھی گئی۔

(حافظ محمد طاہر کلیم بستوی مدرسہ انوار العلوم سکندرپور بستی)

امام احمد رضا کی

امتیازی خصوصیات

بجانب
پروفیسر ڈاکٹر
جے۔ ایم۔ ایس۔ بلجون

ایک غیر مسلم ولندیزی اسکالر کی حیثیت سے میں، اپنے لئے یہ بڑا اعزاز سمجھتا ہوں کہ ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا نے مجھے یہ دعوت دی ہے کہ میں امام موصوف کی نگارشات کی اہمیت پر تبصرہ کروں جو انھوں نے اسلام کی تشریح و ترجمانی کے دوران، خصوصیت کے ساتھ صفحۂ قرطاس پر رقم کی ہیں۔

اس مقصد کے پیش نظر میں چاہتا ہوں کہ ان کے افکار کی تین امتیازی خصوصیات پر نمایاں روشنی ڈالوں۔

سب سے پہلی بات یہ ہے کہ امام موصوف اس شدتِ حال سے آگاہ ہیں کہ انھیں جن لوگوں کی رہنمائی کرنا ہے ان کی فوری ضروریات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے حالاتِ حاضرہ کے حوالے سے اپنے مشن کی موزونیت و مناسبت کی وضاحت کریں۔ چونکہ حالات تبدیل ہو چکے ہیں اور یہ بھی ضروری ہو سکتا ہے کہ بانیٔ مذہب کے فرمودات کے الفاظ و عبارات سے انحراف ہو جائے، اس لئے وہ زبردست استدلال کا مظاہرہ کرتے ہیں (گویا اس رجحان کی بیخ کنی کرتے ہیں) لیکن ایسی ضرورت کے حق میں عقلی دلائل، خصلت اور عادت (عُرف) کا نظام ہی فراہم کر سکتا ہے اور یہ مذہب کی بنیاد و قیام کے وقت وجود میں نہیں آتا۔ چھری کی دھار کی طرح تیز صورت حال سے نمٹنے کی اشد ضرورت، مناسبتِ حال سے غور و فکر یا اخلاقی بگاڑ کے متصادم اسباب گویا یہ سب امور ہمیشہ مذہب کے اصولوں سے جکڑے ہوتے ہیں کیونکہ اگر بانی مذہب حیات ظاہری میں ہوتے تو وہ ان سب امور کو پورے طور پر درست کر دیتے۔

دوسری بات یہ ہے کہ امام رضا کے مزاج کی ایک اور خصوصیت اُن کی مشیت اور رضا ہے جس کے تحت وہ عام آدمی کے جذبات اور تمناؤں کا اظہار کرتے ہیں لیکن یہ اس شرط پر نہیں کہ شریعت کے (ایک یا کسی) ضابطے کی خلاف ورزی کی جائے۔ اسی مطابقتِ حال کے پیش نظر، امام رضا، ان نمازوں کی اجازت مرحمت کر دیتے ہیں جو ایک اہل اللہ کے مقبرے یا مزار کے دائیں یا بائیں طرف ادا کی جائے تاکہ صاحبِ مزار کی بابرکت روح سے برائے امداد تائید حاصل ہو سکے۔ لیکن ساتھ ہی وہ اس امر کو موزوں و مناسب قرار دیتے ہیں کہ قبر کو بوسہ دینے سے پرہیز کرنا چاہیے۔ اسی طرح (ان کے نزدیک) یہ ایک بے بنیاد رواج ہے کہ نوزائیدہ بچوں کے تراشیدہ بال قبر پر رکھ دیئے جائیں۔

احمد رضا کی تعلیمات کا ایک تیسرا پہلو جو خاص توجہ کا مستحق ہے وہ (پیغمبر اسلام) محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے اُن کی انتہائی گہری عقیدت ہے۔ آدابِ میلاد کے دوران، قیام (سلام کے لئے کھڑے ہونے) میں شامل نہ ہونا، اُن کے نزدیک نبی کریم کی شان میں شدید گستاخی اور بے ادبی کے برابر ہے۔ واقعہ

یہ ہے کہ اللہ کا رسول صفاتِ خداوندی کے علاوہ سراپا قابلِ فہم کاملیت کا حامل ہے مثال کے طور پر انھیں اخراجِ شبیہ کے خلاف تحفظ دیا گیا اُن کا سایہ نہیں تھا کیونکہ خدا نے اُن کے بدن کو تمام مادّی عناصر سے پاک کرنے کے بعد انھیں خالصتاً نور کر دیا تھا۔

آخر میں میرے نزدیک یہ امر بلاشبہ افسوسناک ہے کہ برصغیر پاکستان و ہند میں اسلام کے مغربی اسکالروں نے اب تک نہایت گھٹیا پن کا مظاہرہ کرتے ہوئے ان امام صاحب کے عقائد و افکار کے مطالعے کو نظر انداز کر رکھا ہے، جو اپنی زندگانی میں اور اب عالم جاودانی میں جانے کے بعد بھی، اپنے عقیدت مندوں کے دل و دماغ پر موثر گرفت رکھتے ہیں، یہاں تک کہ دُور دراز کے ممالک میں بھی ان کا گہرا اثر پایا جاتا ہے مثال کے طور پر یہاں ہالینڈ میں بھی وہ اسی طرح جانے پہچانے جاتے ہیں۔

یاغوثِ اعظم

تمہارا نام ہے یاغوث اعظم قطب ربانی
نہ یکتائے زمانہ ہو تمہیں بے مثل ولا ثانی

جسے سونپی ہے تم نے غوث اعظم در کی دربانی
غلامی میں کیا کرتا ہے وہ انسان سلطانی

ہوئیں ہیں مشکلیں آسان اک اک اشارے میں
پکارا صدق دل سے جس نے تم کو شاہ جیلانی

رہوں بحرِ الم میں غوطہ زن کب تک سہارا دو
کرم کی اک نظر ہو جائے مٹ جائے پریشانی

دعا ہے یہ لب کوثر اب شام و سحر مولا
کسی دن تو میسر ہو تمہارے در کی دربانی

تحسین حامد کوثر
گلی ۸۔ گوبند وہار۔ دلی ۹۴

انمول موتی

۱۔ مومن کے لئے ضروری ہے کہ دوسروں کو نیکی کا حکم دیتے وقت خود بھی عمل کرے ـــــ فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم۔

۲۔ علم مال سے بہتر ہے۔ علم تیری حفاظت کرتا ہے۔ اور تو مال کی۔ علم حاکم ہے اور مال محکوم مال خرچ کرنے سے گھٹتا ہے اور علم خرچ کرنے سے بڑھتا ہے فرمانِ رضی اللہ عنہ

۳۔ عالم وہی شخص ہے جو علم پر عمل بھی کرے اور اپنے عمل کو علم کے مطابق بنائے ـــــ فرمان علی رضی اللہ عنہ

۴۔ حلال کی خواہش اسی شخص میں پیدا ہوتی ہے جو حرام کمائی چھوڑنے کی مکمل کوشش کرتا ہے ـــــ فرمانِ علی رضی اللہ عنہ

۵۔ تقدیر بہت گہرا سمندر ہے اس میں غوطہ نہ لگاؤ فرمانِ علی رضی اللہ عنہ

۶۔ خوش اخلاقی بہترین دوست ہے اور ادب بہترین میراث ہے ـــــ فرمان علی رضی اللہ عنہ

۷۔ جاہلوں کی دوستی سے بچو کہ بہت سے عقلمندوں کو انھوں نے تباہ کر دیا ہے ـــــ فرمان علی رضی اللہ عنہ

۸۔ اپنا راز کسی پر ظاہر نہ کرو کہ ہر خیر خواہ کے لئے کوئی خیر خواہ ہوتا ہے ـــــ فرمان علی رضی اللہ عنہ

۹۔ انصاف کرنے والے کو چاہیئے کہ جو اپنے لئے پسند کرے وہی دوسروں کے لئے بھی پسند کرے ـــــ فرمان علی رضی اللہ عنہ

نور الہدیٰ قادری بابو گنج
الہ آباد یو۔ پی
مدرسہ نوریہ رضویہ باقر گنج
بریلی شریف۔ یو۔ پی

بچوں کے اعلیٰ حضرت

نعمان بن ناصر (عمر ۸ سال) ایچیسن ماڈل اسکول گلشن اقبال کراچی کی تیسری جماعت کے ایک ذہین اور ہونہار طالب علم ہیں اور اس کم عمری میں بے شمار تقریری مقابلوں میں انعام حاصل کرچکے ہیں۔

امام احمد رضا کانفرنس ۱۹۸۸ء کے موقع پر کی گئی ان کی فی البدیہہ تقریر قارئین کرام کے افادے کے لئے پیش کی جارہی ہے، جو اس سعادت مند بچے کی ذہانت، اعتماد، ذوق مطالعہ اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمہ سے اس کی محبت وعقیدت کی غماز ہے۔

ہماری دعا ہے کہ اللہ رب العزت اس ہونہار نونہال کی عمر، صحت اور علم وعمل میں برکتیں عطا فرمائے اور اسلاف کرام کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے (آمین) (ادارہ)

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم اما بعد اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

صدرِ محترم، مہمانانِ گرامی، بزرگو اور دوستو! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ہم میں سے کون ہے جو عاشقِ رسول، عالم باعمل حضرت امام احمد رضا خاں صاحب علیہ الرحمۃ کے نام سے واقف نہیں۔ جب بھی آپ کا اسم مبارک زبان پر آتا ہے تو نگاہیں خود بخود ادب واحترام سے جھک جاتی ہیں آپ کا موضوع سخن اللہ جل جلالہ اور اس کے پیارے حبیب حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت ومحبت رہا ہے۔ آپ کو عربی فارسی اور اردو زبانوں پر مکمل عبور حاصل تھا، یہی وجہ ہے کہ عرب وعجم کے علماء کی اکثریت آپ کی قدر دان تھی۔

آپ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیحد شیدائی تھے اور ان کو نذرانۂ سلام کچھ اس طرح پیش کیا ہے۔

مصطفےٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام = شمع بزم ہدایت پہ لاکھوں سلام

صدر گرامی! حضرت امام احمد رضا کی ذہانت اور قابلیت کا اندازہ اس طرح لگایا جاسکتا ہے کہ آپ نے

انتہائی کم عمری میں کلام پاک ختم کرلیا اور ۱۳ سال کی عمر میں فتویٰ جاری کیا جس کو مستند مانا گیا اور قرآن پاک کا اردو ترجمہ کنز الایمان خوبصورت الفاظ اور محاوروں میں پیش کرنے کا شرف حاصل کیا۔

یہی وجہ ہے کہ آپ کو امام الکلام، اسلام کا جید عالم، شیخ طریقت، عاشق رسول، امام المحدثین، حسان الہند، امام الشعرا و امام اہلسنت جیسے القابات سے یاد کیا جاتا ہے۔ آپ سچے عاشق رسول تھے، آپ نے بے شمار خلق خدا کو نیکی کی راہ دکھائی اور غلط و بے بنیاد روایتوں کی تردید کی۔ آپ کی اسی حق پرستی نے آپ کو ماسواء اللہ سے بے خوف بنا دیا ہے

خوف نہ رکھ رضاؔ ذرا تو، تو ہے عبد مصطفےٰ : تیرے لئے امان ہے تیرے لئے امان ہے

صدر ذی وقار! میں یہ بھی بتلاتا چلوں کہ آپ دُبلے پتلے مگر پُر اثر شخصیت کے مالک تھے جبکہ گفتار اور کردار میں اللہ کی برہان اور سچے عاشق رسول تھے یہی وجہ ہے کہ آپ کے دل میں تڑپ، نظر میں حیا، عقل میں سلامتی اور زبان میں تاثیر تھی۔ آپ کو سائنس، فلسفہ، تصوف اور آسمانی علوم پر بھی حد درجہ کمال حاصل تھا اور اس زمانے کے بڑے بڑے جید علماء و سائنسداں بھی آپ سے رہنمائی حاصل فرماتے تھے۔

بزرگو اور دوستو! انکی قابلیت کا یہ عالم تھا کہ جس مسئلے پر قلم اٹھایا تو اس کو الم نشرح کرکے چھوڑا۔ غرض کہ وہ کون سا علم ہے جس پر انہوں نے عمل کرنے کی کوشش نہ کی ہو۔ آپ نے حضرت امام ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کے بتائے ہوئے راستے پر عمل کرتے ہوئے اسلام کی بے بہا خدمت کی۔ حدیث و فقہ میں آپ کا کوئی مد مقابل نہیں تھا البتہ کچھ علماء کو بعض باتوں سے اختلاف تھا۔ لیکن آپ کی علمی قابلیت کو مد نظر رکھتے ہوئے ان کی زندگی میں کسی کو سامنے آنے کی جرأت نہیں ہوئی۔ ؎

ملک سخن کی شاہی تم کو رضاؔ مسلّم : جس سمت آگئے ہو سکے بٹھا دیئے ہیں

ڈاکٹر اقبال بھی آپ کی قابلیت سے متاثر تھے اور لاہور کے ایک جلسے میں نعت سنا کر دعائیں لیں۔

۲۸ اکتوبر ۱۹۲۱ء کو آپ اس دنیائے فانی سے رخصت ہوگئے اور جیسا کہ ہمارا ایمان ہے کہ ؎

ہر کہ آمد بہ جہاں اہل فنا خواہد بود : آنکہ پائندہ و باقی است خدا خواہد بود

۱۹۴۶ء میں آپ کے پیروکاروں نے بنارس میں ایک کانفرنس بلائی جس میں ہزاروں افراد نے شرکت کی اور پاکستان کے حق میں فیصلہ دے کر دنیا کو بتلا دیا کہ مسلم ملت ایک ہے اور پاکستان بن کر رہے گا۔

صدر ذی وقار! یہ حقیقت ہے کہ دنیا میں وہی قومیں باقی رہتی ہیں جو اپنے محسنوں کی قدر شناس ہوتی ہیں۔ ان کے بتائے ہوئے اصولوں کو فراموش نہیں کرتیں لیکن افسوس ہے کہ آج ہم دین مصطفےٰ سے بھٹکے ہوئے ہیں، بھائی بھائی کا دشمن بنا ہوا ہے اور اندھے بن کر ذلت و رسوائی کی جانب جارہے ہیں تو آخر اس امت کا انجام کیا ہوگا؟

اللہ تعالےٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم مسلمانوں کو نیکی دے اور محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا سچا شیدائی بنادے تاکہ ہم سب اسوۂ حسنہ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پروانوں کے بتائے ہوئے پیغام پر عمل کریں۔ آمین

علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین

(ترمذی شریف، ابوداؤد شریف۔ ابن ماجہ)

صحابۂ کرام کے عمل پر غور کرنا اب ضروری ہو گیا۔ کہ اس بارے میں صحابہ کا عمل واقوال کیا ہیں سنیئے۔

عن السائب بن یزید الصحابی کانوا یقومون علی عہد عمر بعشرین رکعة وعلی عہد عثمان وعلی رضی اللہ عنہما مثلہ۔

(بحوالہ سنن کبریٰ للبیہقی جلد ۲ ص ۴۹۲)

سائب بن زید صحابی سے روایت ہے کہ لوگ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس خلافت میں بیس رکعت (تراویح) پڑھتے تھے۔ پھر اسی روایت صحیحہ میں آگے چل کر یہ بھی ہے کہ شتیر بن شکل رمضان میں امامت کرتے تھے اور تراویح بیس رکعت پڑھاتے تھے۔

(شتیر بن شکل شاگرد علی ہیں)

اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو بیس رکعت پڑھایا کرے باب العلم حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیس رکعت کا فیصلہ ہے۔

● یہ تو صحابۂ کرام کا معمول تھا اب ملاحظہ فرمائیں تابعین کا اس دور میں کیا عمل رہا چاروں اماموں کا مسلک۔

حضرت امام ابوحنیفہ | حنفی فقہ کی مفتیٰ بہ کتاب ردالمحتار وشامی ج ۱ ص ۵۲۱

وہی عشرون رکعة ھو قول الجمہور و علیہ عمل الناس شرقاً وغرباً۔

(ترجمہ) اور تراویح بیس رکعت ہیں۔ اور جمہور کا قول بھی یہی ہے۔ مشرق ومغرب میں اسی پر امت کا عمل ہے۔

حضرت امام شافعی | وھی عندنا عشرون رکعة کما اطبقوا علیھا فی زمن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ (تحفة المحتاج شرح منہاج ج ۱ ص ۲۰۸)

(ترجمہ) ہمارے نزدیک تراویح کی بیس رکعت ہیں جیسا کہ دور فاروقی میں اس پر سب کا اجماع ہوا۔ ارشاد فرمایا امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے۔ ھکذا ادرکت ببلدنا مکة یصلون عشرون رکعة۔

حضرت امام مالک | وھی عندنا عشرون رکعة بعد صلوٰة العشاء یسلم من کل رکعتین غیر الوتر۔

(شرح صغیر بلغہ ج ۱ ص ۲۰۸)

(ترجمہ) اور تراویح ہمارے یہاں بیس رکعت ہیں۔ ہر دو رکعت پر سلام پھیرے اور یہ بیس رکعت وتر کے علاوہ ہیں۔

حضرت امام احمد بن حنبل | والمختار عند ابی عبد اللہ عشرون رکعة۔ فقہ حنفی کی مفتیٰ بہ کتاب المغنی ص ۸۰۲۔

نظم

در تہنیت مولانا محمد ذوالفقار علی خاں صاحب مدیر سنی دنیا بریلی شریف

از نتیجہ فکر: منشی وقار احمد خاں بدرؔ بریلوی

کیسی شوخی کر رہا ہے آج کل ذہن رسا
ہاں دکھا جوشِ طبیعت تو بھی اپنا بانکپن

دو نوں ملکر بے محابا جو کرو میری مدد
فضل حق سے ان کہی کہنے لگوں میں بے سخن

وہ ملاحت ہو سخن میں وہ نئی طرز ادا
جس کو سنکر بھول جائے عشقِ شیریں کوہکن

وہ دکھادوں فقرہ فقرہ سے فصاحت کی بہار
فخر سمجھیں خوشہ چینی کو بلیغانِ کہن

سامنے میرے نہ پوچھے کوئی انکی بات بھی
مفت بکنے کو ترستے ہی پھریں دُرِّ عدن

بزم میں سہرہ سخن کا میرے سر پر ہی رہے
ہار پہنائیں صدارت کے بلیغانِ کہن

کیا کسی کی پھر یہ قدرت ہے کرے چون وچرا
ہے تخلص بدرؔ میرا اور بریلی ہے وطن

نظم تہنیت لکھوں بہتر سے بہتر انتخاب
جس کے نکتوں میں بسا ہو نافہ و مشکِ ختن

سچ تو یہ تاریخ گوئی بھی ہے اک فن کمال
بات کچھ مشکل سے مشکل اور کٹھن سے ہے کٹھن

کون ہے جس کے لیے تاریخ کی جو فکر ہے
کون ہے تعریف جس کی ہے تہ چرخِ کہن

میں سناتا ہوں سنو شاہد اسی کا ذکر ہے
جس کے اوصاف حمیدہ کی نرالی ہے پھبن

پاک سیرت پاک طینت باحیا ہر دل عزیز
جس کی شرکت سے ہے سراپائے نشاطِ انجمن

روز افزوں جس کا ڈنکا بج رہا ہے شہر میں
جس کے ہر دم جان و دل سے ہیں ثنا خواں مرد و زن

وہ مدیر "سنی دنیا" وہ محمد ذوالفقار
جن کو دیتے ہیں مبارکباد یاں اہل سخن

نکتہ فہم و نکتہ داں و نکتہ بین و نکتہ سنج
جس کا لوہا مانتے ہیں سب کے سب اہل سخن

فیض ہے اختر رضا و مفتی اعظم کا جو
سنی دنیا بن گیا ہے مرکز اربابِ فن

بدرؔ لکھ تو مصرعِ تاریخ ان کا برمحل
نامور جو آج ہیں شیریں بیاں شیریں سخن

۹۰ — ۱۹ء

پہلی قسط

اخبار الجمال تاریخ علی گڑھ کا قدیم ماخذ

از ـــــــــ ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم

آج جس کتاب کا تعارف مقصود ہے، وہ دراصل شہر علی گڑھ کے مشہور باکرامت بزرگ شمس العارفین حضرت شاہ جمال علیہ الرحمۃ والرضوان کی اولادِ امجاد کے ذکر کے علاوہ قلعہ کول، قصبہ کول، باشندگانِ کول کے حالات و واقعات پر مشتمل ہے۔ اس طرح گویا یہ کتاب قدیم علی گڑھ یعنی کول کی تقریباً ڈھائی سو سال پرانی تاریخ ہے۔ اس کتاب کی اہمیت اس میں بہت زیادہ ہے کہ اس کا ایک نسخہ استاذ العلماء حضرت مولانا لطف اللہ علی گڑھ (وفات: ۱۹۱۶ء) کے ذاتی کتب خانے میں ہے، جو ان دنوں حضرت مولانا محمد سعد اللہ صاحب استاذ شعبۂ دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کی ملکیت ہے۔ میں موصوف کا ممنونِ کرم ہوں کہ انھوں نے اس کتاب کی طرف رہنمائی کی اور مطالعہ کے لئے مہیا بھی فرمایا۔ "فجزاہ اللہ عنی خیر الجزاء"

یہ کتاب فارسی زبان میں ہے جس میں کل ۲۶۹ صفحات ہیں۔ خط نستعلیق ہے۔ سیاہ روشنائی کا استعمال کیا گیا ہے عناوین سرخ روشنائی سے لکھے گئے ہیں۔ کتاب کے درمیانی اوراق کرم خوردہ ہیں جو نہ تو قابلِ مطالعہ ہیں اور نہ قابلِ فہم کتاب میں تکرار مباحث زیادہ ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ مصنف کو شاید نظر ثانی کا موقع نہیں ملا۔ بہرحال اگر ایڈٹ کر کے اس کی اشاعت کی جائے تو حلقۂ اربابِ علم و فن میں پذیرائی ضرور ہوگی۔

حالاتِ مصنف

اس کتاب کی کتابت سید امین الدین احمد بن سید کریم الدین احمد بن سید نور الدین احمد بن حضرت غریب نواز سید عبد الوہاب بن حضرت میر محمد ہاشم جلیسری کے قلم سے ہوئی جس کی تکمیل بمقام اکبرآباد ضلع اکبرآباد میں شب دوشنبہ ۴، ربیع الآخر ۱۲۲۹ھ کو ہوئی۔

اس کتاب کے مصنف راجی محمد بن راجی شیخ یار محمد بن شیخ عبد الصمد ہیں، جن کا سلسلۂ نسب چودہ واسطوں سے شاہ جمال تک پہنچتا ہے۔ ان کی ولادت بادشاہ اورنگ زیب کے دورِ حکومت میں شب دوشنبہ ۲ ذوالحجہ ۱۰۹۸ھ کو "کول" میں ہوئی۔ بارہ سال کی عمر سے کول کے اہلِ علم کے سامنے زانوے تلمذ تہہ کرنے کا سلسلہ شروع کیا۔ سید عبد اللہ

دلوی، جو ان دنوں کول تشریف لائے تھے۔ ان سے علم صرف پڑھا۔ اس کے بعد وہ آگرہ گئے وہاں دو تین ماہ علم کی تحصیل کرنے کے بعد سکندرہ راؤ چلے آئے۔ جہاں انھوں نے حافظ محمد اشرف پنجابی سے جو علوم و فنون میں جامع تھے، دو تین ماہ ٹھہر کر استفادہ کیا۔ اس کے بعد کول چلے آئے اور کچھ دنوں رہ کر خورجہ گئے۔ سعدی خاں افغانی گکیانی جو ان دنوں وہاں قیام پزیر تھے، ان سے علم نحو اور علوم عقلیہ و نقلیہ سے کچھ مباحث پڑھے۔ پھر شاہ عالم بادشاہ کے عہد میں دہلی چلے گئے وہاں خواہرزادہ نواب قلی خاں کے گھر قیام کرکے تین چار ماہ دہلی میں طلب علم کرکے کول آگئے اور کچھ ہی ایام ٹھہرے تھے کہ والدہ کے ہمراہ بادشاہ کے لشکر کے ساتھ اجمیر چلے گئے اور اکبری مسجد میں سات یوم قیم رہے، اور ہر روز بلا ناغہ خواجہ معین الدین چشتی سنجری علیہ الرحمہ کے دربارِ مقدس میں حاضری دیتے رہے۔ پھر وہاں سے بادشاہ کے لشکر کے ساتھ چتوڑ، منصورہ اجین اور آگرہ ہوتے ہوئے دہلی آگئے۔ دو سال گزرنے کے بعد ہاپوڑ کے مدرسہ، جو "سید قطب عالم" کے نام سے مشہور تھا چلے گئے اس مدرسہ میں تقریباً سو طلبہ ان دنوں زیرِ تعلیم تھے۔ طلبہ کی اتنی بڑی جماعت ہندوستان کے کسی مدرسہ میں نہیں تھی وہاں صرف دو ایک ماہ رہے پھر وہاں موضع "الذن" علمہ سرواہ جاکر میاں اللہ بخش سے شرح وقایہ کا درس لیا اور میرٹھ جاکر نفیلت پناہ شیخ غیاث اللہ سے اس کے بقیہ مباحث پڑھے اور ۱۱۲۲ھ میں میرٹھ سے کول چلے آئے۔

مصنف کے دو لڑکے محمد غوث (متولد ۱۲۲۰ھ) اور دوسرے شیخ قطب (متولد ۱۱۲۲ھ) بڑے اور دو چھوٹے تھے، جن کے حالات بھی اختصار کے طور پر کتاب میں ملتے ہیں۔

اس کتاب کی ابتدا، ۱۱۴۰ھ میں اور تکمیل ۱۱۵۲ھ میں ہوئی اور مقدمہ میں انھوں نے اس کی صراحت کی ہے کہ میں نے اس کام کی طرف توجہ کیوں کی۔

مصنف لکھتے ہیں کہ اولیاء اللہ کی بڑی شان ہے۔ پہلے تو انھوں نے قرآن، حدیث اور اقوال صحابہ وائمہ کرام سے اولیاء کی عظمت ثابت کی ہے۔ پھر لکھا ہے کہ سرکارِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد "علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل" میں علماء سے اولیاء کی مقدس جماعت مراد ہے۔ کیونکہ صرف وہی جماعت ایسی ہے، جو علم ظاہری و باطنی دونوں سے بہرہ ور ہے۔ انھوں نے اپنے اس قول کی تائید میں بیسوں دلائل دیے ہیں۔ اس کے بعد انھوں نے اس کی وضاحت کی ہے کہ اس عظمت و بزرگی کے سبب میں اس کام کو اپنے لیے باعثِ سعادت سمجھ کر کرنے لگا۔ آخر میں انھوں نے اس کی تمنا ظاہر کی ہے کہ یارب اس کتاب کو اپنے فضل وکرم کی منزل سے گزار کر شہرتِ دوام عطا کر، لکھتے ہیں:

"یارب ذی الجلال بمنہ وکرمہ ایں نسخہ
را باشکال رسایندہ بشرف جمال خود مشرف
باید گردانید"

اس کتاب کی ابتدا کب ہوئی اس کے بارے میں رقم طراز ہیں:

"بسالِ ہزار وصد وچہل وہفت
باآغاز ایں نسخہ ترقیم رفت

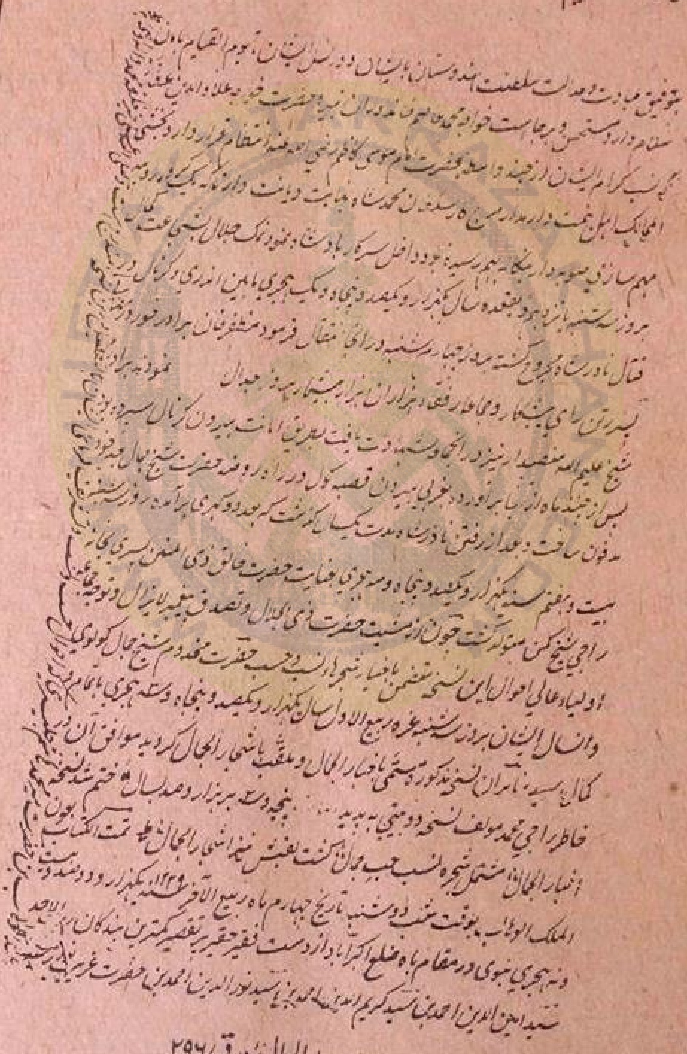
۱۱۴۷ھ میں اس نسخہ کو لکھنا شروع کیا۔

اس کتاب میں مصنف نے یوں تو کئی مباحث چھیڑے ہیں۔ لیکن قلمی زور حضرت شاہ جمال کی عظمت بیان

کرنے پر صرف کیا ہے اور وہ بھی اس خوش اسلوبی سے کہ ایک طرف شاہ جمال اور دوسرے بزرگوں کے حالات ہیں تو دوسری طرف قدیم علی گڑھ کی سماجی، ثقافتی اور سیاسی تاریخ ہے۔ اسی مناسبت سے انھوں نے اس کتاب کا نام رکھا گیا اور پھر انھوں اپنی تمنا اس طرح ظاہر کی ہے:۔

گلِ مقصود ما روے جمال است — زہے مطلوب ما کوے جمال است

گر آئی در حریم روضۂ او — جمال اندر جمال اندر جمال است



اخبار الجمال، ورق ۲۹۶

اس طرح کتاب ۱۶ اہم موضوعات پر مشتمل ہے۔

کتاب کے شروع میں ایک مقدمہ ہے جس میں ہندوستانی عہد وسطیٰ کی تاریخ ہے اور قلعہ کول فتح کرنے کے حالات و واقعات ہیں۔

مقدمہ کے بعد ابتدائے آفرینش سے لے کر حضرت شاہ جمال علیہ الرحمہ تک انبیاء، صحابہ، اولیا اور دوسرے تمام سلاسل کے بزرگانِ دین کے سوانح اور حالات ہیں۔

کتاب کے آخری صفحات میں حضرت شیخ نظام الدین ابوالمؤید کی کول میں آمد اور پھر وہاں مستقل سکونت اختیار کرنے کا ذکر ہے۔

پھر حضرت شاہ جمال اور ان کی اولاد پھر سلسلہ در سلسلہ مصنف نے اپنے زمانے تک نامور اصحاب کا ذکر مختصراً کیا ہے۔

قلعہ کول، جامع مسجد، قصبہ کول، مکان کول، مزارات کول اور پھر گرد و نواح کے قصبات کا بھی مختصراً ذکر ہے۔

مقدمہ سے پہلے مضامین کتاب کی ایک طویل فہرست ہے، جس میں یہ نام بھی ہیں:

فہرست مضامینِ کتاب

تقریب ذکر خلائق پیشیں

حضرت آدم ابوالبشر علیہ السلام، حضرت شیث علیہ السلام انوش، قینان مہلائیل، بارد، برد اخنوخ، متوشلخ، لمک، نوح علیہ السلام، شام، ارفخشد، شالخ، عابر، فالخ، ارغو، شاروغ، ناحور، تارخ ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام، اسمٰعیل، قیدار، بنت، یشجب یعرب، ہمیسع، ادد، اد، عدنان، معد، نزار، مضر، الیاس مدرک، خزیمہ، کنانہ، نضر، مالک، فہر، غالب، لوی، کعب، مرہ، کلاب، قصی، عبد مناف، ہاشم، عبدالمطلب عبداللہ، حضرت محمد رسول اللہ نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم، اولاد و امجاد حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ، حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ، حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ، دائرہ انتظام عشرۂ مبشرہ طلحہ، زبیر بن العوام سعد بن ابی وقاص، سعد بن زید، عبدالرحمٰن، ابوعبیدہ جراح، امام زین العابدین، امام محمد باقر، امام جعفر صادق امام موسیٰ کاظم، امام علی رضا، امام محمد تقی، امام علی نقی امام حسن عسکری، امام محمد مہدی، سلمان فارسی، اویس قرنی حسن بصری، قاسم بن محمد، امام اعظم، امام شافعی، امام مالک، امام احمد بن حنبل، امام یوسف، امام محمد۔

ذکر چہار پیر و چہار خانوادہ و دوازدہ سلسلۂ مشہورہ دیگر کہ مستخرج و ملحق بآنہا است بالنظم والنثر- حبیب راعی حبیب عجمی، داؤد طائی۔

بیان سلسلہ حضرات قادریہ، شیخ معروف کرخی، سری سقطی، شیخ جنید بغدادی، ابابکر شبلی، عبدالواحد تمیمی، ابوالفرح طرطوسی، ابوالحسن اہکاری، ابوسعید مبارک مخزومی حماد دباس- حضرت غوث الثقلین، میر محی الدین شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ۔

یہاں اولاد حضرت غوث الاعظم، سیف الدین عبدالوہاب، شرف الدین عیسیٰ، شمس الدین عبدالعزیز، سراج الدین عبدالجبار، تاج الدین عبدالرزاق ابواسحٰق ابراہیم، ابوالفضل محمد صالح، ابوعبدالرحمٰن عبداللہ ابوزکریا یحییٰ، ابونصر موسیٰ۔

ذکر متوسلان جناب حضرات قادریہ بشیخ علی ہیتی۔

ابو عمر مریقی، ابو سعید قیلوسی، قضیب البان، احمد مبارک صدقہ بغدادی، بقا ابن بطو، محمد بن القائد، ابو سعود بن شبلی ابو عمر قریشی، موفق الدین مقدسی، محمد احمد الجوبی، ابو مدین المغربی، محی الدین عربی، صدر الدین محمد بن اسحاق قونوی امام عبد اللہ یافعی، شیخ عبد القادر ثانی، عبد اللہ ہٹی، حضرت میر محمد ہاشم جلیسری۔

بیان سلسلہ شریفہ خواجہ بزرگوار شیخ ابو یزید بسطامی، ابو الحسن خرقانی، ابو علی رودباری ابو علی کاتب مغربی، ابو القاسم گورگانی، ابو علی فارمدی، خواجہ ابو یوسف ہمدانی، خواجہ حسن انداقی، خواجہ احمد یسوی، خواجہ عبد الخالق غجدوانی۔ خواجہ عارف ریوگری۔ خواجہ محمود الجیر فغنوی، خواجہ علی رامتنی، خواجہ محمد بابا سماسی، سید امیر کلال خواجہ بہاء الدین نقشبندی خواجہ محمد بارسی، خواجہ ابو نصر پارسا، خواجہ علاء الدین عطار، مولانا یعقوب چرخی، خواجہ عبید اللہ احرار، مولانا نظام الدین خاموش، مولانا سعد الدین کاشغری، مولانا عبد الرحمٰن جامی، مولانا عبد الغفور لاری، خواجہ عبد الشہید، خواجہ باقی باللہ شیخ احمد کابلی سرہندی، خواجہ ہاشم و خواجہ صالح وصیدی۔

بیان مشائخ سلسلہ چشتیہ، حضرت خواجہ معین الدین چشتی، شیخ حمید الدین الصوفی ناگوری، خواجہ قطب الدین بختیار کاکی، شیخ فرید الدین گنج شکر، سلطان المشائخ شیخ نظام الدین، امیر خسرو، نصیر الدین، امیر حسن و برھان الدین راجی حامد شاہ، راجی سید نور، عبد القدوس گنگوہی۔ شیخ جلال تھانیسری، شاہ مرتضیٰ الدنی، شاہ بدہ۔

بیان سلسلہ سہروردیہ، شیخ ممشاد دینوری، احمد اسود دینوری، شیخ شہاب الدین سہروردی۔ شیخ زین الدین

معہ انسال خود، نظام الملک و قمر الدین خاں و عظیم اللہ خاں، قاضی حمید الدین ناگوری، حسن رسن تاب، شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی۔ صدر الدین، رکن الدین، قاضی قطب الدین کاشانی مخدوم جہانیاں، برہان الدین قطب عالم، سراج الدین محمد شاہ عالم، ...... وزالدین مبارک، حضرت بی بی ساران، سید جلال، سید نظام الدین شاہ نجم الدین قلندر، سید عزیز اللہ، سید فرید الدین میر محمد احسن، میر محمد اصلح، سید عبد الرزاق، سید جلال الدین سید جمال الدین قطب الدین علی خاں، سید ابو القاسم واسطی، سید لطف اللہ

بیان مشائخ سلسلہ شیخ ابو سعید ابو الخیر سہ جہات۔

جہت اول شقیق بلخی، حاتم بن عنوان اصم، احمد خضرویہ ابو حفص حداد، ابو محمد مرتعش، ابو نصر سراج، پیر ابو الفضل۔

جہت دوم ابو عبد اللہ مغربی، ابراہیم بن شیبان کرمان شاہی ابو القاسم نصر آبادی۔ ابو عبد الرحمٰن سلمی۔

جہت سوم۔ ابو محمد حریری، ابو العباس قصاب، شیخ ابو سعید ابو سعید ابو الخیر، شیخ الاسلام احمد جام خواجہ شمس العارفین، تاج الاولیاء، پیر علی ہجویری، شیخ نظام الدین ابو المؤید، شیخ عبد اللہ، شیخ شہاب الدین پیران، حضرت مخدوم شیخ جمال شمس العارفین۔ شیخ علم الدین، حضرت شیخ ابو، مولانا کمال الدین، شیخ جلال الدین، راجی شیخ جیون، راجی شیخ شہاب الدین ابو نصر راجی، شیخ تاج الدین راجی شیخ شہاب الدین میانگی، راجی شیخ بوڈھی۔ شیخ گھورن، شیخ نظام الدین۔ شیخ جمال الدین ...... راجی شیخ۔ نجشہ، خواجہ جلال، راجی شیخ منجھن، راجی شیخ بدہ۔ شیخ المشائخ راجی شیخ مکن زندہ پیر، راجی شیخ پنجو، شیخ مکن، راجی شیخ حمزہ، راجی شیخ خلیل، راجی شیخ ضیاء اللہ

راجی شیخ عبدالصمد، راجی شیخ خلیل، عبدالجلیل راجی شیخ مکن، شیخ مداری۔ شیخ جعفر، راجی شیخ یار محمد، راجی شیخ عالم، راجی شیخ حسن، راجی محمد مصنف این کتاب معہ ذکر اولاد میر غلام محمد، شاہ عبدالصبور، شیخ محمد شریف۔

ذکر ولادت و زیارت مزارات و ملازمت فضلاً و فقراء و امراء ثقات وحادثِ روزگار، تفصیل وار مدت پنجاہ و دو سال عمر، راجی محمد، قصبہ کول، قلعہ کول، مسجد جامع، مولوی عبدالرحمٰن، غلام معین الدین، محمد درویش شاہ جعفر علی، بینار کول سکان کول قرب و جوار کول، صاحبانِ کرامت نشان مارہرہ، مزارات مشاہیر کول، ذکر فقیر و ورود نادر شاہ، خاتمہ بالسعیدہ۔ فہرست مضامین کے بعد مصنف نے ایک مقدمہ لکھا ہے، جس کی ابتداء حمد و صلوٰۃ سے کی ہے

"الحمد للّٰہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ سید المرسلین محمد وآلہ واصحابہ اجمعین"

اس کے بعد انھوں نے سبب تالیف کا ذکر کیا ہے پھر ہندوستان کی عہد وسطی کی تاریخ لکھی ہے جس میں انھوں نے اس کی بھی وضاحت کی ہے کہ:

سلطان معزالدین محمد سام عرف شہاب الدین غوری ۵۸۸ھ میں بیس ہزار ایک سو سواروں کے ساتھ ہندوستان پر حملہ آور ہوا اور دہلی، اجمیر، کھنڈہ اور پتھورہ کے راجاؤں سے جنگ وجدال کیا اور فتح حاصل کی۔ پھر انھوں نے اس کی طرف بھی اشارہ کیا ہے کہ ۵۸۹ھ میں ملک قطب الدین ایبک نے جمنا ندی پار کر کے ہندوستان کے مشہور قلعہ کول پر قبضہ کیا۔ یہی قلعہ کول آج بالائے قلعہ (اوپر کوٹ) کہلاتا ہے اور کول شہر علی گڑھ سے مشہور ہے

جب سلطان مسلسل قتل و غارت گری کے بعد قلعہ میں داخل ہوا تو وہاں اسے بے شمار مال و دولت ملی جس میں ایک ہزار ایسے گھوڑے تھے جو ہوا کی طرح تیز رفتار سیمرغ کی طرح متحرک اور غضنفر (شیر) کی طرح طاقت ور تھے۔

سلطان شہاب الدین نے قنوج و بنارس کا بھی رخ کیا۔ بنارس کا راجہ جس کا نام جے چند تھا۔ اس نے ایسے تین سو ہاتھیوں سے استقبال کیا، جس میں ایک ہاتھی سفید فام تھا۔ چندوار اور اٹاوہ کے قصبات و نواحی میں اس نے اس سے مقابلہ کیا، مگر شکست ہوئی۔ مال و دولت کا وافر حصہ اور کچھ ہاتھی جس میں وہ سفید فام بھی تھا، شہاب الدین کے قبضہ میں آگیا، پھر وہاں سے اس نے بنگال کا قصد کیا۔ مصنف لکھتے ہیں کہ بنارس سے بنگال تک فتح ونصرت کا جال بچھا کر اسے اسلام کی روشنی سے منور کر دیا وہاں سے واپسی کے بعد قلعہ کول آیا۔ یہ قلعہ حسام الدین اغلبک کے سپرد کیا اور ملک قطب الدین کو نائب بنا کر خود دہلی سے غزنی چلا گیا۔ راجہ پتھورا کے قتل اور فتح ہندوستان کے بعد وہ چودہ سال زندہ رہا۔ ۶۰۲ھ تیسری شعبان کی شب میں مار ڈالا گیا اور ۲۲ شعبان کو غزنی میں مدفون ہوا۔ مصنف لکھتے ہیں:

"شب سوم شعبان سنہ اثنی وستمائۃ (۶۰۲ھ) بکنار آب نیلاب از دست فدائی نام کھوکھر
بکار دہا شہادت یافت بست و دوم شعبان
بغزنین مدفون گشت۔

اس کی اس دردناک وفات پر مصنف نے جو تاثر قایم کیا ہے وہ سننے کے قابل ہے۔

شہادت ملک بحر و بر معزالدین
کز ابتدائے جہاں مثل او نیامد یک

سوم زغرہ شعبان سال ششصد و دو۔
نتادہ در رہ غزنیں بمنزل رمیک۔

شہاب الدین غوری کی شہادت کے بعد سلطان قطب الدین ایبک روز سہ شنبہ ۱۸ ذوقعدہ کو دہلی کے تخت پر متمکن ہوا۔ چوگان بازی کا وہ بے حد شوقین تھا جس کے سبب جان بھی اسی کی نذر ہو گئی اور صرف ۴ سال گزرے تھے کہ لاہور میں چوگان بازی کے وقت ۶۰۰ھ میں گھوڑے سے گر کر مر گیا اور وہیں مدفون ہوا۔ اور وفات کے تیسرے ہی دن سفید ہاتھی بھی مر گیا جو شہاب الدین غوری کو راجہ جے چند کو شکست دینے کے بعد مالِ غنیمت میں ملا تھا۔

شیخ نظام الدین ابوالمؤید | قلعہ کول میں مسلمانوں کی

نسل حضرت شیخ نظام الدین ابوالمؤید سے چلتی ہے۔ یہ حضرت خواجہ عبدالرحمٰن شمس العارفین غزنوی کے پوتے (نبیرہ) امیر سید نورالدین مبارک غزنوی کے خواہرزادہ اور حضرت شاہ جمال شمس العارفین کولوی رحمہم اللہ کے جد قریب ہیں۔ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ ان کے معاصرین میں سے تھے۔ ان کی نسل کے لوگ کول کے علاوہ دہلی، اترولی، پلکھنہ میں بھی آباد ہوئے، اور اب نہ جانے کہاں کہاں ان کی نسل اور خاندان کے لوگ پائے جاتے ہیں۔

شیخ نظام الدین ابوالمؤید کشورِ علم و فن کے تاجدار ہونے کے ساتھ ساتھ زہد و تقویٰ میں بھی اپنی مثال آپ تھے مصنف نے ایک طویل قصیدہ ان کی مدح میں لکھا ہے جس کے آخر میں انھوں نے ان کی عظمت و شہرت کی ہمہ گیری کا اعتراف کیا ہے لکھتے ہیں:

فرمان روائے ملک تمسکیں
اعنی کہ نظام ملت و دیں
در طاعت حق زجان مقید
مقبول ازل ابو المؤید (۱)

شیخ کا شجرہ نسب چار واسطوں سے شمس العارفین خواجہ عبدالرحمٰن غزنوی اور پھر پانچ واسطوں سے ابوعبیدہ جراح قریشی فہری سے جو عشرہ مبشرہ میں سے ہیں، جا ملتا ہے اس طرح کل نو واسطوں سے ان کا سلسلہ صحابیِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتا ہے۔ مگر عظمتِ صحابہ پر لکھنے والوں نے لکھا ہے کہ ابو عبیدہ بن الجراح کی کوئی اولاد نہیں تھی۔ واللہ اعلم بالصواب۔ ان کے والد شیخ جمال الدین ابوسعید تھے اور والدہ حضرت بی بی ساران تھیں اور رسید عبداللہ ابوالفضل حاجی جو اس زمانے میں مقتدر سمجھے جاتے تھے، کی بیٹی شیخ الاسلام سید نورالدین مبارک غزنوی امیر دہلی کی بہن تھیں جن کا سلسلۂ نسب حضرت زید شہید بن امام زین العابدین بن امام حسین رضوان اللہ علیہم اجمعین سے جا ملتا ہے۔

شیخ نظام الدین ابوالمؤید کی ولادت سے متعلق مصنف نے سلطان المشائخ نظام اولیاء کے ملفوظات کی روشنی میں لکھا ہے کہ:

"قطب الابرار خواجہ اجل شیرازی ایک دن شام کے وقت شیخ نظام الدین ابوالمؤید کی والدہ کے گھر تشریف لائے۔ ان کی والدہ بیٹھی تھیں انھوں نے انار کے چند دانے ان کے دامن میں پھینکے اور یہ فرما کر واپس چلے

گئے کہ تم سے ایک خوش نصیب لڑکا تولد ہوگا۔ چنانچہ چند یوم گزرنے کے بعد غزنیں میں شیخ جمال الدین ابوسعید کے گھر شیخ نظام الدین ابوالمؤید متولد ہوئے۔"

سلطان شہاب الدین غوری ۵۸۸ھ میں جب غزنیں سے فوج آراستہ کرکے دہلی چلا تھا تو اس فوج میں میر سید نورالدین مبارک غزنوی بھی اپنے خاندان کے چند افراد کے شریک تھے، جس میں خاص طور سے ان کی بہن بی بی ساراں اور شیخ نظام الدین کا نام قابلِ ذکر ہے۔

بی بی ساراں دہلی میں قیام پذیر ہوئیں۔ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رح کو محبت میں کہتی تھیں۔ ان کی وفات دہلی میں ہوئی، ان کا مزارِ اقدس پرانی دہلی میں خواجہ قطب کے مزار شریف کے قریب پرانی نماز گاہ کے بائیں جانب واقع ہے۔

نائب ہند سلطان معزالدین عرف شہاب الدین غوری کے عہد میں قطب الدین ۵۸۹ھ میں جب پانچ ہزار سوار لشکر کے ساتھ قلعہ کول پر حملہ آور ہوا تھا تو اس میں زر الدین مبارک غزنوی اور ان کے ہمراہ اس فوج میں شیخ نظام الدین ابوالمؤید بھی تھے اس وقت ان کی نوجوانی کا عالم تھا، اگرچہ اس کی صراحت نہیں ملتی، مگر مصنف نے کنایۃً یہ ثابت کیا ہے کہ میر سید نورالدین مبارک غزنوی کے ہمراہ ان کے خویش واقارب بھی تھے، چونکہ شیخ ابوالمؤید کے خاص اقارب میں تھے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ اس فوج میں ضرور شریک رہے ہوں گے اور اس فوج کے مقدمۃ الجیش کی اہم، ذمہ داری امیر سید نورالدین ہی کے سپرد تھی۔ یہ بزرگانِ دین کی اس لشکر میں شرکت کا نتیجہ ہے کہ قلعہ فتح ہوا۔ مصنف لکھتے ہیں:

"محض بہ برکت قدوم وتفول میمنت لزوم
آنجناب فتح ونصرت دریافت"

اسی وجہ سے ایک زمانے تک اُسے شیخ الاسلامی کا علاقہ بھی کہا جاتا رہا۔ مصنف نے اس کی تفصیل کچھ اس طرح دی ہے:۔

"شیخ نظام الدین ابوالمؤید ہمراہی مرشد وخال سید نورالدین مبارک غزنوی اولادر ایام سلطان معزالدین محمد سام عرف شہاب الدین از غزنین بدہلی تشریف آوردہ باشند چنانچہ دراحوال میر سید نورالدین مبارک بارقام رسیدہ کہ جناب شیخ الاسلام سید نورالدین مبارک معہ اقرباد خویش متقدم الجیش سلطان معزالدین محمد سام بودہ ہندوستان اقدام فرمودہ اند بعد ازان چون جناب شیخ الاسلام شیخ نظام الدین ابوالمؤید قدس سرہٗ بعلاقہ شیخ اسلامی وصاحب ولایتی میان دوآب از دہلی تشریف آوردہ بقصبہ کول کہ واقعہ درمیان دوآب گنگ وجون نیا بین دہلی وآگرہ است بچو آفتاب سکونت وقیام فرمود کہ تا رواج اسلام درانام آنجا ظاہر نمود۔"

قلعہ کول فتح ہونے کے بعد میر سید نورالدین مبارک غزنوی تو لشکر کے ہمراہ واپس چلے گئے، مگر

شیخ نظام الدین ابوالموید نے اسی قلعہ کول کو اپنا وطن بنایا اور یہیں مقیم ہو گئے۔ پھر کتنے دن بقیدِ حیات رہ کر اشاعت اسلام کی اس کی کوئی صراحت نہیں ملتی۔ البتہ اس حساب سے کہ سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء سولہ سال کی عمر میں بدایوں سے دہلی تشریف لائے۔ اسی وقت ان کی ملاقات شیخ ابوالموید سے ہوئی تھی۔ سلطان المشائخ کی ولادت ۶۳۲ھ میں ہوئی جس وقت وہ دہلی آئے تھے، اس وقت ناصرالدین محمود بن سلطان شمس الدین ایلتمش دہلی کے تخت پر متمکن تھا۔ حضرت شیخ فرید ۶۷۰ھ میں فوت ہوئے۔ اس وقت ابوالموید شیخ نظام الدین بقیدِ حیات تھے۔ ناصرالدین محمود کے بعد غیاث الدین بلبن ۶۶۴ھ میں دہلی کے تخت پر بیٹھا اور ۶۸۶ھ تک اس نے حکومت کی۔ چونکہ شیخ ابوالموید ۵۸۸ھ میں عین جوانی کے عالم میں غزنی سے دہلی آئے تھے اور بظاہر..... ..... ۶۷۰ھ تک وہ بقیدِ حیات تھے۔ جس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ان کی عمر سو سال کے قریب رہی ہوگی۔

شیخ ابوالموید کا مزارِ اقدس قلعہ کول کے بیرونی حصے میں غربی جانب جسے آج احاطہ شاہ جمال کے نام سے شہرت حاصل ہے۔ ایک مجرّد (ایک ایسا کمرہ جس کے اوپر پتھر رکھے ہوئے ہیں) میں واقع ہے اور درخت پیلو ان کے مزار کے سرہانے ہے جس کا سایہ ان کے مزار پر ہمیشہ رہتا ہے۔ درخت پیلو کے غربی حصہ میں ایک سنگین گنبد ہے جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ ان کی نشست گاہ ہے۔ جہاں دعائیں مقبول ہوتی تھیں۔ بعض لوگوں نے لکھا ہے کہ شیخ ابوالموید کا مزار دہلی میں ہے مصنف نے اس قول کی سخت مخالفت کی ہے اور لکھا ہے کہ:

"مزار ایشان را بعدم تعیین از جملہ مزار ہائے دہلی شمارند کہ محض غلطی و نسیان است"

شیخ نظام الدین ابوالموید بڑے باکمال خدارسیدہ بزرگ تھے۔ مصنف نے اس کتاب میں ان کے بیشتر کمالات و فضائل کا ذکر کیا ہے، جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ درجۂ ولایت کے اہم منصب پر فائز تھے۔ مصنف ایک جگہ لکھتے ہیں:۔

"ایک مرتبہ دہلی میں سخت قحط پڑا۔ دہلی والوں نے اس بات پر اتفاق کیا کہ شیخ نظام الدین سے بارش کے لئے دعا کرائی جائے۔ چنانچہ شہر کے تمام لوگ شیخ کے ساتھ شہر کے باہر آئے۔ شیخ منبر پر تشریف لے گئے اور درمیانِ ذکر ہاتھ آستین کے اندر کر لیا اور ایک کپڑا نکالا، پھر چہرہ آسمان کی طرف کر کے لب ہلانے لگے۔ فی الفور بارش کے قطرے گرنے لگے۔ پھر دوسری آستین سے ایک کپڑا نکالا اور رخ آسمان کی طرف کرنا تھا کہ موسلادھار بارش ہونے لگی۔ جب گھر تشریف لائے تو لوگوں نے پوچھا کہ وہ کپڑا کیا تھا تو انھوں نے جواب دیا کہ وہ میری والدہ کا دامن تھا"۔

شیخ ابوالموید کے ایک صاحبزادے شیخ عبداللہ بڑے پائے کے عالمِ دین تھے۔ عمر کے بڑے حصہ تک طالبِ علم کرتے ہے، جس کے سبب اکثر طلبہ ان کا مذاق اڑایا کرتے تھے۔ ان کا بھی مزارِ اقدس اپنے پدر بزرگوار کے برابر تھوڑا نیچے غربی جانب میں واقع ہے۔

شیخ عبد اللہ کے دو صاحبزادے تھے اور دونوں ہی بڑے راست بزرگ تھے ۔ ایک تو شیخ شہاب الدین پر پران اور دوسرے صاحب تذکرہ شمس العارفین شاہ جمال علیہ الرحمہ مصنف لکھتے ہیں :۔

بزرگے بود عبد اللہ نکو ذات
دو فرزندان ازاں شد در کرامات

اول الذکر صاحبزادہ شیخ شہاب الدین پرّان کو بچپن میں کبوتر پکڑنے کا بڑا شوق تھا ۔ بسا اوقات تو کبوتر پکڑنے کے لئے ساتھ ہی وہ خود بھی اڑ جایا کرتے تھے ۔ اسی وجہ سے انہیں پرّان کہا جاتا ہے ۔ "پران" پریدان سے اسم فاعل سماعی ہے جس کے معنی اڑنے والے کے ہیں ۔ ان کی اسی عادت سے ان کے دادا اور والد بہت ناراض ہوئے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کچھ ہی مدت کے بعد رحلت کر گئے ۔

مصنف لکھتے ہیں :۔

شہاب الدین کہ لقبش بود پرّان
نمودہ یا کبوتر جست طیران
چون زیں احوال جدش از غضب تفت
بسغر سن ز دنیا او بدر رفت

شیخ پرّان کا مزار اقدس بھی شاہ جمال کے احاطہ میں والد بزرگوار کی قبر سے کچھ نیچے غربی جانب میں حجرے کے اندر ہے ۔

احساسِ گناہ

تخمین حامد کوثر
گلی ۸ ۔ گوبند وہار ۔ دلی ۹۴

میں سیہ کار ہوں کیا ٹھیک ہے مولا میرا
کیسے بخشش میری ہو گی ہے یہ رونا میرا

تو ہے مختار سزا دے کہ معافی دے مجھے
تیرا بندہ ہوں میں مالک ہے تو مولا میرا

ساری دنیا کو فنا ہے نہیں باقی کچھ بھی
منعت میں خلق کہا کرتی ہے تیرا میرا

غم کے ہاتھوں سے رہا ہوں مجھے حاصل ہو خوشی
کاش مقبولِ خدا ہو کوئی سجدہ میرا

وقت آخر کرم خاص ہو مجھ بندے پر
یعنی شیطان سے ایمان بچانا میرا

روتا ہوں نامۂ اعمال پر اپنے کوثر
کام کوئی بھی تو اس میں نہیں اچھا میرا

خبریں اور اعلانات

امیر ملت حضرت علامہ نظامی

صاحب کے وصال پر شہر بڑودہ میں نہایت ہی اہتمام کے ساتھ فاتحہ کی رسم ادا کی گئی۔

المعلن :۔ حاجی سلیمان رضوی
خانقاہ اہلسنت جامع مسجد بڑودہ گجرات

دار العلوم غوثیہ حضور مفتی اعظم کا جلسۂ افتتاح وقیام

الحمد للہ ادارہ کے جلسۂ افتتاحیہ کے روح پرور پروگرام میں بیرونی ومقامی ۵۰ سے زائد علمار کرام ائمہ مساجد شعرار اسلام کے علاوہ سیکڑوں ہمدران سنیت نے شرکت فرمائی سردست دار العلوم میں شعبۂ پرائمری، شعبۂ حفظ شعبۂ قرأت، شعبۂ امامت وخطابت کے طلبار کے داخلے جاری ہیں۔

منتظمین ادارہ
الحاج ولی محمد شیخ رضوی و
ماسٹر تفضل حسین

عرس نوری، رضوی، برہانی

سرزمین ٹیکم گڑھ میں ۱۳، ۱۴، اکتوبر ۱۹۹۰ء کو عرس نوری رضوی برہانی کا دوروزہ اجلاس بڑے ترک و احتشام کے ساتھ منایا گیا۔ جس میں ہندوستان کے مختلف مقامات سے علمار کرام ومفتیانِ عظام وشعرار اسلام نے شرکت کی

المعلن : محمد اخلاق وخادمان رضویت ٹیکم گڑھ (ایم پی)

عرس امیر ملت

شہر نوساری ضلع بلساڑ میں گذشتہ روایت کے ساتھ مطابق ۳۰ رجب ۱۴۱۱ھ کو علامہ خواجہ سید امیر الدین جیلانی جلیبی کا عرس پاک منایا جائے گا۔ اہلِ عقیدت سے شرکت کی اپیل ہے۔

المعلن :۔ عرس کمیٹی امیر الاولیار۔

عرس شریف

۲۲ ذی الحجہ ۱۴۱۰ھ کو درگاہ برکاتیہ میں سید نا الشاہ آلِ رسول احمدی علیہ الرحمہ کا قل شریف اور حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کا جشن صد سالہ نہایت تزک و احتشام کے ساتھ منایا گیا قرب وجوار کے بہت سے مسلمانوں نے شرکت فرما کر ثوابِ دارین حاصل کیا۔ بعدہٗ صلوۃ وسلام پر جلسے کا اختتام ہوا۔

صاحب سجادہ نے آخر میں دعار فرمائی لوگوں نے جوق درجوق آمین کہا۔

خطوط آپ کے

جناب ایڈیٹر صاحب
سلام مسنون نے ..... یہ دیکھ کر، سن کر اور پڑھ کر بے کراں فرحت ہوئی کہ آپ کا ماہنامہ سنی دنیا میں بحیثیت مدیر اعلیٰ انتخاب کیا گیا وہ سُنی دنیا جس نے اپنی ادبی اور علمی ضیا پاشی سے شعور کو آگہی کا اجالا اور آگہی کو شعور کا سویرا عطا کیا۔ جو آج بھی دینی و مذہبی ملی و ثقافتی افکار و نظریات پر مشتمل بے مثال جریدہ کی شکل میں صحت مندانہ اور صالح کلچر کا ترجمان بن کر دین و سنت کی عظیم خدمت انجام دے رہا ہے۔ دعا ہے کہ رب قدیر دن دونی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے۔ میری جانب سے اس باوقار رسالہ کے حلقۂ ادارت میں شمولیت کی مبارکبادی قبول کیجئے۔ مولیٰ تعالیٰ آپ کی اس فکری نشوونما کی خدمت گرانمایا کو قبولیت کا لبادہ اوڑھائے۔ آمین

محمد قمر الزماں رضوی مصباحی

------------ سنی دنیا کا تازہ شمارہ میرے ہاتھوں میں ہے اور اگلے شمارے آنے تک اس کی گہرائیوں میں ڈوبکر گوہر نایاب نکالتا رہوگا کیونکہ میری ادبی تشنگی اس کے مطالعہ سے مٹتی ہے ایک صاف ستھرا اور اچھا جریدہ ہی انسان کی زندگی کے معیار کو بہتر بنا سکتا ہے بے جا تعریف و توصیف کا میں قائل نہیں ہوں مگر حقیقت کے انکشاف سے بھی میں روکتا نہیں ہوں۔ بہر کیف! اگر حقیر کے طرف سے کوئی تحفہ آپ کے نذر ہو تو آپ بخوشی قبول فرماکر اپنے شمارہ میں درج کریں۔

محمد مطیع الرحمٰن جامعہ نعیمیہ مرادآباد،

---------- عرس عزیزی کے موقع پر رسالے کے خیر مقدم کے لیئے ہماری آنکھیں بچھی رہیں مگر افسوس کہ ہمارے ذوقِ دید کو سکون نہ ملا "مدیر ذوالفقار" کی زیارت ہوئی شکریہ۔ فقیہ اسلام کا باب الاستفتار بہت پسند آیا۔

سید اولاد رسول قدسی ایم اے اشرفیہ مبارکپور

----------- ماہنامہ سنی دنیا موصول ہوا۔ مجھے یہ رسالہ بہت پسند آیا۔ تمام مضامین قابل شکر ہیں۔

ڈاکٹر مسعود خاں شاہجہانپور

-------- سنی دنیا کے دسمبر ۹۰ء کا شمارہ نظر نواز ہوا۔ بہت دنوں کے بعد اتنا معیاری ماہنامہ پڑھنے کو ملا اگر آپ کی کوششیں جاری رہیں تو بلاشبہ سنی دنیا اپنی جماعت کا منفرد رسالہ ہوگا! اور یہ جتنی بار پڑھتا ہوں نیا لطف آتا ہے پھر علامہ ارشد القادری، علامہ عبدالحکیم بستوی، علامہ سید شاہد میاں کے مضامین اور بدر بریلوی صاحب کی منقبت لائق صد تحسین ہیں۔

رفیع احمد رضانی خادم الافتار دارالعلوم علیمیہ منظفر پور

The Monthly Sunni Dunia Bareilly

Regd No xl 7 (82) Vol-3 Annual Subscription Rs. 50/-

Per Copy Rs. 5/- Regd Po No-B R. 157

مسلک اعلیحضرت کا ترجمان و نقیب

تنظیم المسلمین

شمال مشرقی
بہار میں علم و دانش کا
وہ گہوارہ ہے جو مرحلہ در مرحلہ اپنا تعلیمی
تربیتی اور تعمیری سفر طے کرتے ہوئے آج اس منزل میں
داخل ہو چکا ہے کہ ہند شمالی میں عموماً اور بہار و بنگال، آسام و
نیپال کے دینی حلقوں میں خصوصاً بڑے وقار اور اعتبار اور عزت و افتخار
کی نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے۔

نئی نسلوں کی وہ امیدگاہ ہے جس کے منصوبے میں عام روش سے ہٹ کر
مخصوص مزاج اور جداگانہ تشخص کا ایک عظیم لائحہ عمل ہے جس سے طلبہ میں
دینی مزاج، قوت ارادی، بیدار مغزی اور اپنی دنیا آپ پیدا کرنے کی خواہشات اور نیک
جذبات کی تحریک ہوتی ہے۔

تاریکیوں میں نور کی وہ کرن ہے جو دارالعلوم، دارالافتاء، دارالقضاۃ، حج کمیٹی
ہلال کمیٹی، نگرانی مدارس، مساجد دعوت وارشاد اور دوسرے مختلف شعبوں کے ذریعہ ملت و
معاشرہ کو روشنی عطا کرتا ہے۔

عزم و حوصلہ کا وہ کوہ گراں کہ مالی مشکلات اور حوصلہ شکن حالات میں بھی تین سو طلباء
کے قیام و طعام کی کفالت بلا معاوضہ کرتا ہے۔ سال رواں ادارہ کے مصارف کا تخمینہ
تین لاکھ پچاس ہزار روپے ہے۔ اور پورے منصوبہ کی تکمیل کے لیے اخراجات کا
میزانیہ پچاس لاکھ روپے ہے۔

ملت کے اصحاب خلوص خیر خواہوں سے تعاون کی درخواست ہے صلائے عام ہے یاران نکتہ داں کیلئے۔
چیک ڈرافٹ بنام TANZIMULMUSLEMIN بنائیں اور بذریعہ رجسٹری ذیل کے پتہ پر روانہ فرمائیں

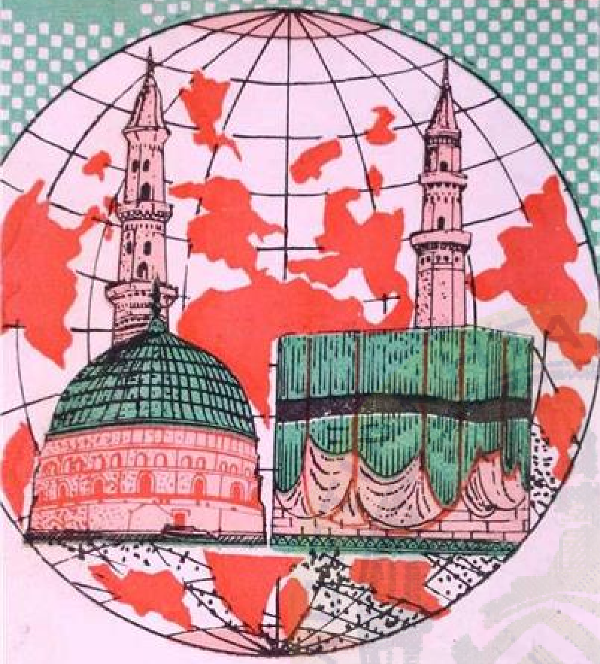
ہلال کمیٹی — نگرانی مدارس — حج کمیٹی — دارالافتاء

دار العلوم — دار القضاء — دار الاشاعت — دار التصنیف

(مولانا) رحمت حسین کلیمی تنظیم المسلمین بائسی ضلع پورنیہ

PIN-854315

بیادگار تاجدار اہلسنت مفتی اعظم ہند حضرت علامہ محمد مصطفےٰ رضا خان صاحب علیہ الرحمہ



بریلی شریف

نی دُنیا

امہ

ناشر و نگراں



علامہ مفتی محمد اختر رضا خان صاحب ازہری قائم مقام مفتی اعظم ہند بریلی شر

اللہ ربّ محمد صلی علیہ وسلما ۔ نحن عباد محمد صلی علیہ وسلما

۷۸۶
۹۲

دہلی میں

اہلسنت کے تمناؤں کی تکمیل، بشکل دارالعلوم معینیہ نوریہ

جس کی بنیاد مفتیٔ اعظم علامہ ازہری نے رکھی

وہ دارالعلوم معینیہ نوریہ جو دہلی میں سنیوں کا محافظ و پاسبان ہے۔

وہ دارالعلوم معینیہ نوریہ جو دہلی میں اہلسنت کی نمائندگی کرتا ہے۔

وہ دارالعلوم معینیہ نوریہ جو ہندوستان کی راجدھانی میں سنیوں کا عظیم قلعہ ہے

وہ دارالعلوم معینیہ نوریہ جو دہلی میں اہلسنت کی آبرو ولاج ہے۔

وہ دارالعلوم معینیہ نوریہ جو دہلی میں سنیوں کے خوشنما خواب کی تعبیر ہے

وہ دارالعلوم معینیہ نوریہ جو دہلی کو وہابیت کے غلبہ سے بچا رہا ہے۔

وہ دارالعلوم معینیہ نوریہ جو اپنے طلبہ کے ذریعہ گھر گھر صلوٰۃ وسلام پھیلا رہا ہے

وہ دارالعلوم معینیہ نوریہ جو آپکی توجہ کا سب سے زیادہ مستحق ہے۔

وہ دارالعلوم معینیہ نوریہ جو تعلیم وتعمیر میں ترقی کے لئے آپ سے مدد مانگ رہا ہے

وہ دارالعلوم معینیہ نوریہ جو بہت جلد ترقی پاتا جارہا ہے

مفتیٔ اعظم علامہ ازہری میاں کی سرپرستی میں چلنے والا دارالعلوم وقت کی بہت بڑی ضرورت پوری کر رہا ہے اہل خیر و سرمایہ دار حضرات آپ بھرپور توجہ دیں اور ہر موقعہ سے اسکی مدد کر کے مغلوب وہابیت سرزمین دہلی میں مسلک اعلیحضرت زیادہ سے زیادہ پھیلائیں العارض محمد شرف عالم خان خادم الطلبہ دارالعلوم ہذا

ترسیل زر کا پتہ وخط وکتابت کا پتہ: دفتر دارالعلوم معینیہ نوریہ، پوربی پرانا سلیم پور گلی نمبر ۱۲ دہلی ۵۱

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بیادگار : حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ

بظل عاطفت : حضور مفسر اعظم ہند علیہ الرحمہ

ماہنامہ

سُنّی دنیا بریلی شریف

جلد ۱۰

شمارہ ۹۹

فروری سنہ ۱۹۹۱ء مطابق رجب شعبان سنہ ۱۴۱۱ھ

ایڈیٹر

محمد ذوالفقار علی خاں نوری

شرح خریداری

☆☆☆☆☆☆☆☆

قیمت فی شمارہ ———— ۶

سالانہ ———— ۶۰

غیر ممالک سے ———— ۳۰۰

رجسٹرڈ پوسٹ نمبر، بی، آر، ۱۵۰

رجسٹریشن نمبر

REGDNOX II7 (82)

VOL-3

فون ———— ۷۲۱۶۶

مقام اشاعت ———— ۸۲، سوداگران رضا نگر بریلی شریف

مطبوعہ ———— سائرہ آفسیٹ پریس خواجہ قطب بریلی شریف

خط و کتابت اور ترسیل زر کا پتہ

منیجر سُنّی دنیا

۸۲، سوداگران رضا نگر پوسٹ بکس ۲۳۵

بریلی شریف (یو پی)

اگر اس دائرے میں سرخ نشان ہے تو سمجھ لیں کہ آپ کا زر تعاون ختم ہو چکا ہے۔ براہ کرم آئندہ کے لئے زر تعاون ارسال فرمائیں۔

منیجر

اس شمارے کے اجمالی تصورات

آج ساری دنیا کی نگاہیں

خلیجی بحران پر مرکوز ہیں

اداریہ

مفتی علامہ
سید عارف صاحب
کے قلم سے

کویت پر عراق کے حملے اور اس کے عراق میں ضم کر لینے کے اعلان پر امریکہ کی قیادت میں مغربی ممالک کا طرز عمل اب صرف عراق کی مذمت تک محدود نہ رہ کر عراق اور اس کے صدر مملکت جناب صدام حسین کو صفحۂ ہستی سے مٹا دینے پر آمادہ نظر آتا ہے اور آج ساری دنیا کی نگاہیں خلیجی بحران پر مرکوز ہیں۔

امریکہ نے اپنے شاطرانہ چالوں کے دام میں اکثر سربراہان مملکت ہی کو نہیں بلکہ اقوام متحدہ اور اس کی سلامتی کونسل کو بھی پھانس کر اپنی چودھراہٹ و ہٹ دھرمی کا شکار بنا لیا ہے ساری یہودی و عیسائی برادری بنام عراق نہ صرف خطۂ عرب کی قوت کو پاش پاش کر کے دنیا کی بہترین قوم کو فقیر و غلام بنا کر اس کے سر کو اپنے سامنے جھکے رہنے پر مجبور کر دینا چاہتی ہے بلکہ مذہب اسلام کو بھی چیلنج دے رہی ہے۔ ظاہری اسباب امریکہ کے مساعد ہیں۔ کمزوریوں سے فائدہ اٹھا کر انہیں بڑی بڑی رقمیں اور سیاسی دباؤ ڈال کر دنیا کے اہم مہروں کو امریکہ اپنے جیب میں لئے گھوم رہا ہے اور وقت کی ستم ظریفی دیکھئے کہ خود عرب ممالک کویت کی دہائی دیتے ہوئے اپنے ہی نشیمن میں آگ لگانے کو تیار ہے۔ حتیٰ کہ سعودی عرب کویت کو آزاد کرنے کے نشہ میں یہ بھول گیا ہے کہ کویت تو چھین جانے کے بعد بھی عربوں ہی کے پاس ہے اور یہ عربوں کے درمیان بھائی بھائی کا مسئلہ ہے آج نہ سہی تو کل دونوں بھائی ایک ہو سکتے ہیں مگر افسوس کہ خادم الحرمین کا نعرہ لگانے والوں نے حرمین شریفین کے گرد صیہونیت و عیسائیت کا گھناؤنا



پہرہ بٹھانے سے قبل یہ نہ سوچا کہ اس کی کیا ضمانت ہے کہ وہ مقدس خطۂ عرب امریکیوں اور ان کے حلیف فوجیوں سے خالی ہو جائے گا جبکہ امریکہ ببانگ دہل یہ اعلان کر رہا ہے کہ کویت سے عراقی فوجوں کے انخلاء کے بعد بھی امریکی فوجیں خطۂ عرب سے نہ جائیں گی۔ واقعی ہوس ملک گیری اسی کا نام ہے۔ اگر تقدس حرمین پامال ہوتا ہے تو ہو جائے مگر شاہان کویت سے کویت
نہ جانے پائے۔ آج ان خود ساختہ خادم الحرمین کے کردار اور جذبۂ عقیدت دیکھ کر تاریخ میں محفوظ ان
با ادب فوجیوں کے جذبۂ احترام و عقیدت کو سلام عقیدت پیش کرنے کو دل چاہتا ہے کہ جو سلطان
عبد العزیز کے غاصبانہ تسلط سے پہلے خدمت حرمین شریفین پر مامور تھے اور تاریخ شاہد ہے کہ سلطان عبد العزیز
کے سپاہی حرم محترم میں گولیاں برسا رہے تھے اور وہ جانباز سپاہی سینے پر گولیاں کھا کھا کر شہید تو ہو
رہے تھے مگر نجدیوں کی گولیوں کا جواب دینا اس لئے گوارہ نہ کر رہے تھے کہ اس سے حرمین طیبین کا
تقدس مجروح نہ ہو جائے۔ اور یہ شہید حرمین طیبین کی خدمت پر مامور فوج کوئی اور نہیں ترک فوج
تھے لیکن افسوس کہ آج ترکی بھی امریکی دام میں پھنس کر بین الاقوامی جارحانہ قوانین میں شامل
ہو کر حرمین شریفین کے تقدس کو پامال کرنے میں شریک ہو چکا ہے۔ یہ ایمان افروز واقعات و حقائق
آج بھی تاریخ میں محفوظ ہیں اور آج جاہ طلبی و ہوس حکمرانی کے نشہ میں چور ہو کر اپنے ہی
بھائیوں کے خون بہانے اور اپنے اتحاد کو پارہ پارہ کر کے عرب کی مقدس سرزمین پر یہود و نصاریٰ
کو لا بسانے کی یہ کہانی بھی تاریخ میں محفوظ رہے گی

ساری دنیا کے امن پسندوں کا ایک ہی نعرہ ہے کہ اس مسئلہ
کا پرامن تصفیہ ہونا چاہئے مگر نفس و تعیش کے غلام حریت اسلامی پر بدنما داغ سعودی حکمراں اور
امریکی اور برطانوی لولہ چار و ناچار دنیا پر جنگ مسلط ہی کرنا چاہتا ہے۔ اسلام میں ملوکیت کے لئے
کوئی ملک کسی کی ملوکیت کے لئے جاگیر ہے یہ مسئلہ متفق علیہ ہے تو پھر اسلامی حکومت کا نعرہ لگانے
والے اور اسلامی نظریات و افکار کے علمبردار کس منہ سے کویت کو شاہ کویت کی غلامی میں دینے کا
دم بھر رہے ہیں یہ سوچ قطعی ناجائز ہے۔ حقائق سے قطع نظر زیادہ سے زیادہ اتنا ہی کہا جا سکتا ہے

کے تحفظ کے کوٹے پر کویت میں رائے شماری یا ریفرنڈم کرا دیا جائے اور وہاں کے عوام کو اپنے و اسلامی مفادات کا نگہبان سربراہ مملکت منتخب کرنے کا حق دیا جائے اور اسکے بہتر یہ صورت عراقی دعوے کو کتاب و سنت کی روشنی میں حقائق کی کسوٹی پر پرکھ لیا جائے۔ مگر جنگ باز اور صرف اپنے مفادات کے غلام افراد کو اسکی فرصت کہاں۔ انہیں تو بس اپنے عیش و طرب میں مصروف اور مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلنے کی عادت ہے اور اپنی اس عادت کو بروئے کار لانے کیلئے انہیں گھر کے ہی لوگ مل گئے ہیں تو ایسا موقع کیوں ہاتھ سے جانے دیا جائے۔ اگر ایسا نہیں ہے تو ہم دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ کویتی عوام پر مظالم کی کہانیاں دہرانے والے مغربی پریس اور اسلام دشمن اذہان کو مظلوم فلسطینیوں کی داستان الم یاد کیوں نہیں آتی؟

کویتی عوام تو اپنے گھر اپنے وطن میں ہیں ان کی شہریت و وطنیت نیز ملک نہیں چھینی جا رہی ہے لیکن مظلوم فلسطینیوں کو خانہ بدوشی اور مفلوک الحالی اور غریب الوطنی کی زندگی گذارنے اور ہزاروں بچوں بوڑھوں کو ریگستان میں جھلس جھلس کر بھوک و پیاس میں تڑپ تڑپ کر مر جانے کے لئے کیوں مجبور کر دیا گیا ہے؟

لاکھوں ماؤں کی گودیں سونی کی جا چکی ہیں لاکھوں عورتوں کا سہاگ اجاڑ دیا گیا اور ظلم و ستم کا یہ سلسلہ ہنوز جاری ہے پھر بھی مصر و شام، بحرین و قطر کے شاہوں اور انسانیت و اصول پسندی کی دہائی دینے والے مغربی ڈکٹیروں کو کویتی عوام کی مصیبت پر بڑی تشویش ہے مگر فلسطینی غریب الوطنوں کا کوئی خیال کیوں نہیں؟

صدرِ عراق صدام حسین بار بار یہ دہرا رہے ہیں کہ کویتی کا مسئلہ فلسطینیوں کے مسئلہ اور عرب علاقوں کی یہودیوں سے بازیابی کے ساتھ منسلک کیا جائے تو مصالحت کی شکل نکل سکتی ہے لیکن مغربی پریس کے پاس اس کا کوئی نہ تو معقول جواب ہی ہے اور نہ ہی اس پر رائے زنی و تبصرہ کرنے کی فرصت؟

اس لئے کہ وہ کویت کو آزاد کرانے کیلئے نہیں بلکہ یہودی اسٹیٹ کو مضبوط بنانے کے خواہاں ہیں۔ اور عرب دنیا جو اب تک مغربی سامراج کی کٹھپتلی بنی رہکر امریکہ و یورپ کے پنجہ استبداد کی سحر کاریوں میں مسحور تھی عراقی رہنما کی قیادت میں بیدار ہو چکی ہے یہ مسٹر بش کو ایک آنکھ نہیں بھا رہا ہے۔ اور وہ عراقی قائد و مجاہد عظیم اور ان کے ملک کو تباہ و برباد کر کے اس بیداری کو پھر خاموش کرا دینے پر آمادہ ہیں۔ اور اسی ناپاک و مذموم مقصد کی تکمیل کیلئے مغربی سامراج

سرزمین عرب پر آیا ہے لیکن تعجب و افسوس ان عرب سربراہوں پر ہے جو کویت کو آزاد کرانے کے نشہ میں اپنے ملک کی کھوئی ہوئی زمینوں کو واپس لینا نہیں چاہتے اور فلسطینی بحران و مسئلہ مسئلہ کویت سے منسلک کرنے کی مخالفت کر رہے ہیں جبکہ حقیقت یہ ہے کہ اگر آج مسئلہ فلسطین حل نہ ہو پایا تو آئندہ اس کا حل ہونا محال عادی ہے۔ امریکہ و برطانوی موقف کی تائید میں آواز ملانا عربوں کے مفادات سے منہ موڑنا اور یہود و نصاریٰ کی حامی بھرنا عرب سربراہوں کے اس کردار سے یہ فیصلہ کرنا دشوار ہو جاتا ہے کہ یہ بولی کسی مغرب و شامی مسلمان کی ہے یا امریکہ و برطانیہ کے کسی یہودی یا عیسائی کی۔ مغربی ممالک کے حامی مسلم ممالک کے سربراہوں کے ان اقوال و افعال نے ان کے مسلمان ہونے پر سوالیہ نشان پھر سے ساری دنیا کے سامنے واضح کر دیا ہے اور رئیس عراق صدر صدام حسین نے عربوں کو خواب غفلت سے بیدار کرنے کا جو بیڑہ اٹھایا ہے وہ ہر حال میں ستائش و مبارکباد ہیں وہ جنگ جیت چکے ہیں اور ہمیں یقین ہے کہ جیسے جیسے عراق کے خلاف تخریبی کاروائیاں تیز ہونگی ویسے ویسے ایک نہیں لاکھوں صدام حسین پیدا ہوں گے اور صدام حسین شہید ہو کر بھی زندہ رہیں گے اور بفرض محال اگر امریکہ و برطانیہ کویت کو بزور شمشیر و قوت خالی کرانے میں کامیاب ہو بھی گئے تب بھی ناکام و نامراد رہیں گے اور جنگ ہونے کی صورت میں ان کٹھپتلی حکمرانوں کو نہ صرف اپنی شہنشاہیت سے ہاتھ دھونا پڑیگا بلکہ کتنے ہی ڈکٹیٹر عوام کی عدالت و کٹہرے میں کھڑے ہونے کے ساتھ ہی ساتھ عذاب الٰہی کے بھی شکار ہو کر رہیں گے۔

انشاء اللہ تعالیٰ

ہم یہ واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ جزیرۂ عرب اور سرزمین عراق بلا تفریق نظریات و عقائد اسلام کا دم بھرنے والے ہر مکتبۂ فکر کے مسلمان کا مرکز عقیدت ہیں۔ عراق پر راکٹ و میزائل داغنے سے پہلے امریکہ اور اس کے اتحادی اچھی طرح سوچ لیں کہ عراق پر گرنے والا ہر راکٹ و میزائل عالم اسلام کے تمام مسلمانوں کے دلوں کو مجروح کرے گا اور پھر یہ جنگ صرف عراق کے خلاف نہ لڑی جائے گی بلکہ سارے عالم کے مسلمانوں کے خلاف سمجھی جائے گی اور اپنے دفاع میں عراق تنہا نہ ہوگا بلکہ مسلمانوں کا ایک ایک بچہ اس جنگ حق و باطل میں اپنی ہر ممکن قربانی دینے کو اپنے لئے فخر اور قابل نجات سمجھے گا۔

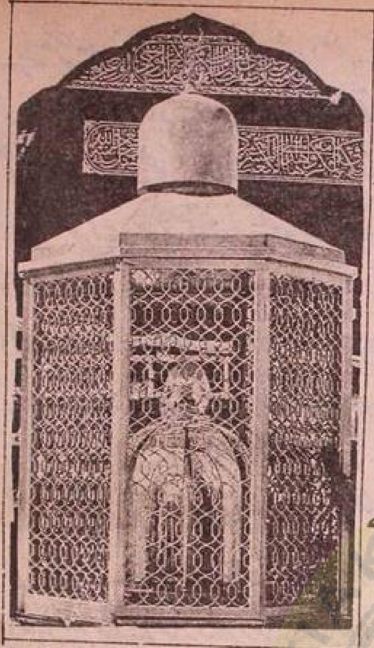
مسلمان مرنا تو گوارہ کرے گا مگر سرزمین عرب، کربلائے معلیٰ یا دگار شہداء کرب و بلا کو ذرا سی آنچ آئے ہرگز گوارہ نہ کرے گا

مسلمان اپنے جوان بیٹوں و نہالوں کو خون میں تڑپتا تو دیکھ سکتا



ہے مگر تاجدار بغداد سرکار غوث اعظم کے مزار و آستانہ کی تباہی و بربادی یا بے حرمتی دیکھنا تو درکنار سننا بھی گوارہ نہ کرے گا۔ مسلمان نجف اشرف اور آستانۂ امام اعظم کی بے حرمتی دیکھنے پر اپنی موت کو ترجیح دے گا۔ امریکہ و برطانیہ اور سعودی و کویتی حکمراں اچھی طرح سوچ لیں اور یہ غلط فہمی اپنے ذہنوں سے دور کر دیں کہ جس طرح ریال و ڈالر اور باہمی رقابتوں سے فائدہ اٹھا کر انہوں نے اپنے پٹھو مسلم ممالک کو خرید لیا ہے تو امتِ مسلمہ کو بھی خرید لیں گے۔ نہیں ہرگز نہیں انہوں نے حکمرانوں کو خریدا ہے لیکن عوام کے دلوں کی دھڑکنیں مجاہد جلیل صدام حسین اور سرزمین عراق کے ہر ذرہ پر نثار اور ان کے ساتھ ہیں عراق کے خلاف اعلان جنگ ساری دنیا کے مسلمانوں کے خلاف اعلان جنگ ہوگا اور صدیوں تک مسلمانوں کے دلوں پر یہ نقش استدادِ قائم رہیگا ——————

ہمیں ان مسلم ممالک کے سربراہان بشمول ترکی و پاکستان حیرت و تعجب ہے کہ وہ اپنے عوام کے اس جذبۂ عقیدت سے بے نیاز ہوکر خود اپنے ہی انجام سے بے نیاز ہیں اور اقوام متحدہ کی جانبدارانہ قرارداد کی حمایت کر رہے ہیں۔ اقوام متحدہ اب اقوام متحدہ نہ رہکر مسلم دشمنی اور صیہونیت نواز ادارہ بن چکی ہے کویت پر قبضہ صدام حسین نے کیا تھا اور اس پورے اقوام متحدہ نے پورے عراق کی ناکہ بندی کر کے اہل عراق کا دانہ پانی بند کرا دیا ہے شیر خواروں کو دودھ مریضوں کو دواؤں غریبوں کو اشیاءِ ضروری سے محروم کرکے تڑپ تڑپ کر مرنے پر مجبور کر رکھا ہے جبکہ فلسطین میں یہودیوں پر کبھی ایسی پابندی یا ناکہ بندی کا نام بھی نہ آنے دیا۔ پاکستان کے نواز شریف ہوں یا شام کے حافظ الاسد یا قائدین ترکی و ایران اپنے سر کی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ اسلام دشمن کے جذبات آج پورے شباب پر ہیں اور یہودی و نصاریٰ طاقتیں سلطان صلاح الدین ایوبی کا بدلہ لینے پر آمادہ ہیں اور حالات نے جنگ کو صلیبی جنگ کا رخ دے دیا ہے لیکن اس کے باوجود ذاتیات و مفاد پرستی نے ان حضرات کے عقل و شعور پر اپنی مہر لگا دی ہے۔ ایسے حالات میں ان رہنماؤں کی ذمہ داری اور اسلامی فریضہ تھا کہ اگر وہ اس فتنہ کا سدِباب کرنے یا اس کا مقابلہ کرنے کی ہمت نہ کر سکتے تھے تو ان فتنہ پردازوں کی ہاں میں ہاں نہ ملا کر حقائق کی روشنی میں مسئلہ کو پرامن طور پر حل کرنے پر زور دیتے۔



ہم تمام عراق مخالف حکمرانوں سے عموماً اور ان ممالک کے عوام سے خصوصاً یہ دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ عراق سے بلا شرط کویت خالی کرنے کی تجویز کی تائید کیوں کیجا رہی ہے؟

کیا انخلاءِ کویت کے بعد اسرائیلیوں سے مقبوضہ عرب علاقے۔ حکومت فلسطین کا قیام بیت المقدس کی بازیابی اور عراق کی فوجی و معاشی طاقت تباہ برباد نہ کئے جانے کی کوئی ضمانت ہو سکتی ہے؟ جبکہ امریکہ و برطانیہ یہ واضح اعلان کر چکے ہیں کہ عراق کی فوجی طاقت کو تباہ کرنا ضروری ہے۔ کیوں؟

کیا صرف اس لئے کہ صدام حسین نے کویت کے ساتھ ہی مسئلہ فلسطین کے حل کی آواز کیوں اٹھائی۔ کیا صدام حسین کا یہ قصور ہے کہ وہ امریکہ و برطانیہ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر ان کے غرور ان کے جبر و استبداد اور ان کی چودھراہٹ کے آگے سر تسلیم خم کرنے کو تیار نہیں؟

کیا ان حکمرانوں کو صرف کویت عزیز ہے عراق اور عراقی عوام فلسطین اور بیت المقدس سے کوئی ہمدردی یا لگاؤ نہیں ہے؟

ہم پوچھنا چاہتے ہیں کہ اگر مسئلہ فلسطین اور عرب علاقوں کی بازیابی انخلاء کویت کی تجویز سے منسلک ہو جاتی تو ان مسلم حکمرانوں کے نزدیک کویت کی مصلحت میں کیا فرق آجاتا۔ سوائے اس کے کہ کویتی شہزادوں کا صبح کا ناشتہ امریکہ لنچ برطانیہ اور ڈنر پیرس کے کلبوں میں ماضی کے تمام رکارڈوں و عیاشیوں کے ساتھ جو آجکل شاید بند ہے اس کے کھلنے میں تاخیر ہو رہی ہے۔ کیا ایسے حکمران امت مسلمہ کی قیادت کے لائق ہیں یقیناً نہیں ہیں تو پھر ان کا محاسبہ ان کے عوام کے ذمہ ہے جو ان کا مذہبی و ملّی فریضہ ہے۔ خوب یاد رکھئے عراق کا محافظ اللہ تبارک و تعالیٰ ہے۔ اور انشاء اللہ وہ اس لئے محفوظ رہیگا کہ اس نے اپنی سرزمین پر آرام فرمانے والے صحابۂ کرام واہل بیت اطہار۔ تابعین و شہداءِ کربلا بالخصوص سرکار امام الشہداء مظلوم کربلا سیدنا امام حسین اور ان کے بہترین نفوس کے مقدس قافلہ کی یادگاروں کی حفاظت کی ہے اس نے شہنشاہِ ولایت غوث اعظم جیلانی کی یادگار کو محفوظ رکھا ہے۔ اور جو اپنے بزرگوں کی یادگاریں محفوظ رکھتا ہے وہ مسلمان مٹتا نہیں ہے۔ البتہ

اس کے مخالفین ضرور مٹ جاتے ہیں۔ مخالفین عراق اپنا اپنا انجام اچھی طرح سوچ لیں عراق اس لئے زندہ رہیگا کہ اس نے ساری دنیا کے مسلمانوں کو بیدار کیا ہے اور انہیں بیدار رکھنے کا بیڑہ اٹھایا ہے اس نے عربوں کو ان کے ماضی کی عظیم ترین یاد دلائی ہے اور سرزمین عرب پر پڑنے والے ناپاک قدم اور ان قدموں کو دعوت دینے والے بھی یقیناً مستقبل قریب میں عتاب الٰہی کا شکار ہونگے کیونکہ وہ سرکار رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی ارض مقدس کی بے حرمتی و اسکی توہین کے مرتکب ہیں اور محض اپنے ذاتی مفادات کی خاطر بے گناہ عوام و انسانوں کو موت کی وادی میں ڈھکیلنے کے منصوبوں پر عمل پیرا ہیں ــــــــــ

مرحبا صلِ علیٰ نام یہ پیارا تیرا

منبعِ جود و سخا ہے درِ اعلیٰ تیرا
کیوں نہ ممنونِ کرم ہو یہ زمانہ تیرا

تو ہے محبوبِ خدا سارا زمانہ تیرا
لوح و کرسی ہیں تیرے عرش معلیٰ تیرا

زخم کھا کر بھی نہیں بجز عدو کوئی گلہ
بخش دے اس کو خدا پھر بھی یہ کہنا تیرا

سرِ میزان سرِ محشر میرے کام آیا ہے
مرحبا صلِ علیٰ نام یہ پیارا تیرا

میں یہ سمجھوں کہ ملی عمر تمنا مجھ کو
دم میرا نکلے تو ہو سامنے روضہ تیرا

سیرتِ پاک کو جس دن سے بھلایا ہم نے
ہے زمانے میں اسی واسطے میرا تیرا

تجھ پہ ہے شاہِ دو عالم کی عنایت محمودؔ
دل ہے انوارِ معانی سے مجلیٰ تیرا

محمود حسین، محمودؔ، بریلوی، شعبۂ عربی بریلی کالج بریلی

منقبت در شانِ حضور مفتی اعظم ہند

میرے پیر و مرشد کا وہ دیار عالی ہے
جنکی نوری چوکھٹ پہ بادشاہ سوالی ہے

میرے مفتیٔ اعظم کی بات ہی نرالی ہے
کیا مثال دوں ان کی وہ ذات بے مثالی ہے

آپکی حسین صورت قلب میں بسالی ہے
اور اندھیروں میں ہم نے ایک شمع جلالی ہے

جب بھی وقت مشکل میں آپ کو پکارا ہے
آکے ہم غلاموں کی آبرو بچالی ہے

حشر تک نہ اٹھے گی یہ جبیں تیرے در سے
غیرت عقیدت نے اب قسم یہ کھالی ہے

آسمان شہرت کے وہ ہوئے مہ و اختر
جس نے میرے مرشد کی باخدا دعا لی ہے

لاتخف مریدی کا ہم کو دو سنا مژدہ
یہ رقیبؔ مضطر بھی آپ کا سوالی ہے

مولانا قاری محمد عبدالرقیب مالدہی

کلامِ رضا

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قدس سرہٗ

نعمتیں بانٹتا جس سمت وہ ذیشان گیا
ساتھ ہی منشیٔ رحمت کا قلمدان گیا

لے خبر جلد کہ غیروں کی طرف دھیان گیا
مرے مولیٰ مرے آقا ترے قربان گیا

آہ وہ آنکھ کہ ناکام تمنا ہی رہی
ہائے وہ دل جو ترے در سے پُر ارمان گیا

دل ہے وہ دل جو تری یاد سے معمور رہا
سر ہے وہ سر جو ترے قدموں پہ قربان گیا

انہیں جانا انہیں مانا نہ رکھا غیر سے کام
للہ الحمد میں دنیا سے مسلمان گیا

اور تم پر مرے آقا کی عنایت نہ سہی
نجدیو! کلمہ پڑھانے کا بھی احسان گیا

آج لے ان کی پناہ آج مدد مانگ ان سے
پھر نہ مانیں گے قیامت میں اگر مان گیا

اُف رے منکر یہ بڑھا جوش تعصب آخر
بھیڑ میں ہاتھ سے کمبخت کے ایمان گیا

جان و دل ہوش و خرد سب تو مدینے پہنچے
تم نہیں چلتے رضا سارا تو سامان گیا

ضیائے قرآن

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ان ہذا القرآن یہدی للتی ہی اقوم



(ادارہ)

فاتحہ کا ایک نام کافیہ بھی ہے، نیز شعبی سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے ان سے کوکھ میں درد کی شکایت کی تو شعبی نے فرمایا کہ اساس القرآن کو لازم پکڑو انہوں نے فرمایا اساس القرآن کیا ہے انہوں نے فرمایا۔ اساس القرآن فاتحہ الکتاب ہے دارمی ترمذی بافادہ تحسین نسائی اور عبداللہ ابن احمد ابن حنبل زوائد مسند میں اور ابن الضریس فضائل القرآن میں اور ابن جریر اور ابن خزیمہ اور حاکم بافادہ تصحیح حضرت ابوہریرہ سے راوی انہوں نے ابی ابن کعب سے روایت کی انہوں نے فرمایا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ نے کوئی سورہ ام القرآن کے مثل توریت میں نہ انجیل میں نہ زبور میں اور نہ فرقان میں اتاری اور یہی سبع مثانی ہے اور قرآن عظیم ہے جو مجھے دیا گیا اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ سورہ میرے اور میرے بندے کے درمیان منقسم ہے اور میرے بندے کے لئے وہ ہے جو وہ سوال کرے اسی سے اس کو سورۃ السوال کہتے ہیں حضرت ابوعبیدہ وائمہ احمد بخاری مسلم ابوداود۔

ترمذی ونسائی وابن ماجہ وحاکم وبیہقی

نے حضرت ابوسعید خدری سے روایت کیا انہوں نے فرمایا ہمیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ۳۰ سواروں کے ایک دستے میں بھیجا تو ہم ایک قوم کے پاس اترے اور ہم نے ان سے کہا کہ وہ ہماری ضیافت کریں تو ان لوگوں نے نہ مانا تو ان کے سردار کو بچھو نے ڈنک مار دیا اب ہمارے پاس آکر بولے کیا تم میں کوئی ایسا ہے جو بچھو کا اتار کرتا ہو تو میں نے کہا ہاں میں ہوں۔ لیکن میں اس وقت تک اتار نہ کروں گا جب تک تم ہمیں کچھ نہ دو وہ بولے تو ہم تم کو تیس بکری دیتے ہیں حضرت ابوہریرہ نے فرمایا تو میں نے اس پر سات مرتبہ سورہ فاتحہ پڑھی تو وہ اچھا ہو گیا تو پھر جب ہم نے بکریں لے لیں تو ہمارے دلوں میں ان بکریوں کے متعلق شبہہ پیدا ہوا تو ہم باز رہے یہاں تک کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے ہم نے سرکار سے یہ قصہ بیان کیا تو سرکار نے فرمایا کہ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ سورہ فاتحہ رقیہ ہے۔

بہار حدیث

ادارہ

مَنْ رَاٰنِیْ فِی الْمَنَامِ فَقَدْ رَاٰنِیْ فَاِنَّ الشَّیْطَانَ لَایَتَمَثَّلُ فِیْ صُوْرَتِیْ ــــــــ

جس نے مجھے خواب میں دیکھا اس نے بلاشبہ مجھے دیکھا۔ اس لئے کہ شیطان میری صورت اختیار نہیں کرسکتا۔

یہ حدیث اس کی دلیل ہے جو بیدار بخت خواب میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوا۔ اس نے حضور ہی کی زیارت کی حضور کی زیارت کا مطلب یہ ہے کہ جو حلیۂ مبارکہ منقول ہے اس کے مطابق دیکھے۔ اس لئے شائقین زیارت کو لازم ہے کہ حلیہ مبارکہ یاد رکھیں۔ جس طرح شیطان حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت نہیں بنا سکتا اسی طرح کسی نبی کی شکل اختیار نہیں کرسکتا۔ اس لئے اگر خواب میں کسی نبی کی زیارت ہو اور ان کے منقول حلیے کے مطابق تو اس نے واقعی اس نبی کی ہی زیارت کی۔ یہ حدیث مَنْ کَذَبَ عَلَیَّ الخ صحیح ہے کہ متواتر ہے علامہ عینی اور علامہ ابن حجر نے فرمایا کہ یہ سو صحابہ سے مروی ہے۔ ــــــــ

امام نووی سے منقول ہے دو سو صحابہ سے اگرچہ بعض میں یہ خاص وعید نہیں ــــــــ

امام بخاری نے یہاں پانچ صحابہ سے روایت کی ان کے علاوہ جنائز میں مغیرہ بن شعبہ سے اخبار بنی اسرائیل میں عبداللہ بن عمر سے مناقب واثلہ بن اسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی روایت کی۔ ــــــــ

علامہ ابن حجر کی تحقیق کے مطابق مندرجہ ذیل احادیث بھی متواتر ہیں ــــــــ

(۱) مَنْ بَنٰی لِلّٰہِ مَسْجِدًا بَنَی اللّٰہُ لَہٗ بَیْتًا فِی الْجَنَّۃِ (۲) مسح خفین (۳) رفع یدین (۴) حدیث شفاعت (۵) حدیث حوض (۶) حدیث رویت باری (۷) الائمہ من قریش (۸) حدیث مسواک۔ مگر ان میں حصہ نہیں۔ اسکے علاوہ اور بھی احادیث متواتر ہیں

حدیث مذکورہ سے معلوم ہوا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت مومنین کو ہوتی ہے اور خبیث شیطان کبھی حضور اکرم کی صورت اختیار نہیں کرسکتا۔ دوسرے لوگوں کی صورت شیطان اپنا سکتا ہے مگر نبی کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمادیا کہ میری صورت ہرگز اس کو اپنانا میسّر نہیں ہوسکتا۔ ــــــــ

کلامِ حسن ❀ کلامِ تاجدار

استاذِ زمن علامہ حسن رضا خاں حسن بریلوی قدس سرہٗ

مفتی اعظم ہند نوری علیہ الرحمۃ

کلامِ حسن

تصور لطف دیتا ہے دہانِ پاکِ سرور کا
بھر آتا ہے پانی میرے منہ میں حوضِ کوثر کا

جو کچھ بھی وصف ہو ان کے جمالِ ذرہ پرور کا
مرے دیوان کا مطلع ہو مطلع مہرِ محشر کا

مجھے بھی دیکھنا ہے حوصلہ خورشیدِ محشر کا
لیے جاؤں گا چھوٹا سا کوئی ذرہ ترے در کا

جو اک گوشہ چمک جائے تمہارے ذرۂ در کا
ابھی منہ دیکھتا رہ جائے آئینہ سکندر کا

اگر جلوہ نظر آئے کفِ پائے منور کا
ذرا سا منہ نکل آئے ابھی خورشیدِ محشر کا

اگر دم بھر تصور کیجیے شانِ پیمبر کا
زباں پر شور ہو بے ساختہ اللہ اکبر کا

اجالا طور کا دیکھیں جمالِ جانفزا دیکھیں
کلیم آ کر اٹھا دیکھیں ذرا پردہ ترے در کا

دو عالم میہماں تو میزباں خوانِ کرم جاری
ادھر بھی کوئی ٹکڑا میں بھی کتا ہوں ترے در کا

نہ گھر بیٹھے ملے جوہر صفا و خاکساری کے
مرید ذرۂ طیبہ ہے آئینہ سکندر کا

تمہارے کوچہ و مرقد کے زائر کو میسر ہو
نظارہ باغِ جنت کا تماشہ عرشِ اکبر کا

گنہگارانِ امت ان کے دامن پر مچلتے ہوں
الٰہی چاک ہو جس دم گریباں صبحِ محشر کا

سہارا کچھ نہ کچھ رکھتا ہے ہر فرد بشر اپنا
کسی کو نیک کاموں کا حسن کو اپنے یاور کا

کلامِ تاجدار

ہوں تشنہ مگر ساقی دیدار کے شربت کا
اک جام مجھے پیارے للہ عطا کرنا

تشنہ میں نہیں اسکا تشنہ ہوں میں رویت کا
ساقی مجھے کوثر کے ساغر کا ہے کیا کرنا

ہے پیاس سے حال ابتر نکلی ہے زباں باہر
اک جام مجھے سرورِ کوثر کا عطا کرنا

جو دل سے تجھے چاہیں جو عیب ترے ڈھانپیں
اے نفس تجھے ان سے کمبخت دغا کرنا

وہ تیرا برا چاہیں ممکن ہی نہیں ان سے
اعدا کی بھلائی کی جن کو ہے دعا کرنا

دنیا بنے یا بگڑے دنیا رہے یا جائے
تو دین بنا پیارے دنیا کا ہے کیا کرنا

کھایا پیا اور پہنا اچھوں سے رہا اچھا
کچھ دین کا بھی کر لے دنیا کا ہے کیا کرنا

قسمت میں غم دنیا جنت کا قبالہ ہو
تقدیر میں لکھا ہے جنت کا مزہ کرنا

دنیا میں جو روتے ہیں عقبیٰ میں وہ ہنستے ہیں
دنیا میں جو ہنستے ہیں ان کو ہے کڑھا کرنا

موسیٰ ہوئے غش جس سے اور طور جلا جس سے
وہ جلوہ مرے دل پر اے نورِ خدا کرنا

برباد نہ ہو مٹی اس خاک کے پتلے کی
اللہ مجھے ان کی خاکِ کفِ پا کرنا

کیوں نقشِ کفِ پا کو دل سے نہ لگاتے وہ
ہے آئینۂ دل کی نوری سحر کو جلا کرنا

یا ایہا الاستفتاء

فقیہ اسلام قائم مقام مفتی اعظم ہند علامہ اختر رضا خاں ازہری

بخدمت گرامی جناب مولانا اعلیٰ حضرت صاحب السلام علیکم

ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خدمت عالیہ میں مؤدبانہ التماس ہے کہ احقر کو چند مسائل کے سلسلے میں خط لکھنے کی ضرورت پیش آئی امید ہے کہ آپ ضرور رہنمائی فرمائیں گے میں رام پور سے تعلق رکھتا ہوں یہاں جدہ میں ملازمت کے سلسلے میں مقیم ہوں۔ ہمارے یہاں قرب وجوار میں زیادہ تر لوگ وہابی ہیں اکثر سنی مسلمان اور امام اہلسنت اعلیٰحضرت قدس سرہٗ پر اعتراضات کرتے ہیں۔ میں حسب مقدور ان کی ہر بات کا جواب دیتا ہوں۔

ایک بات تو یہ ہے کہ یہ لوگ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ مسلم بخاری اور ترمذی کی احادیث کو چھوڑ کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول دہرایا کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے اپنے رب کو نہیں دیکھا۔ ایک وہابی نے کہا کہ قاب قوسین او ادنیٰ کی صحیح تفسیر یہ ہے کہ جبریل اور حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے درمیان دو قوس کا فاصلہ رہا جبکہ امام اہل سنت اعلیٰ حضرت نور اللہ مرقدہٗ نے اپنے ترجمہ میں اللہ و رسول صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے درمیان دو ہاتھ کا فاصلہ بلکہ اس سے بھی کم لکھا ہے۔ میں نے کہا صحیح یہی ہے۔ انہوں نے کہا اچھا تمہاری بات مان لیں گے مگر یہ بتاؤ کہ اللہ پاک تو غیر محدود ہے دو ہاتھ کا فاصلہ کیسے ہوگیا کیا تم نے اللہ تعالےٰ کو محدود مان لیا۔ قرآن شریف دیکھا اور اس میں پڑھا گیا لکھا ہے کہ اسی جلوے اور اس محبوب کے درمیان دو ہاتھ کا فاصلہ تھا بلکہ اس سے بھی کم امام اہل سنت مجدد ملت حکم الامت اعلیٰ حضرت شاہ احمد رضا خاں صاحب فاضل مصر بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اتنا واضح ترجمہ کیا ہے کہ اس میں کسی کو شک وشبہ کی گنجائش ہی نہیں ہے لیکن وہ شخص نہیں مانا محدود اور غیر محدود ہی کرتا رہا۔ امید ہے کہ آپ اس محدود اور غیر محدود والی بات کا مختصر الفاظ میں ایسا ٹھوس اور جامع جواب لکھ دیں گے کہ معترض کی زبان بند ہو جائے گی۔ آگے وہ کوئی سوال ہی نہ کر سکے۔

دوسری بات یہ ہے کہ رمضان شریف کے علاوہ جمعہ کا روزہ رکھنا ممنوع ہے۔ اس مسئلہ پر کسی سے بحث نہیں ہوئی صرف اپنی تسلی کے لیے اس لیے معلوم کر رہا ہوں کہ میں نے صحیح بخاری شریف میں یہ حدیث پڑھی ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی

کریم نور مجسم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ تم میں سے کوئی شخص جمعہ کے دن روزہ نہ رکھے مگر یہ کہ اس ایک دن پہلے یا اس کے بعد ملا کر روزہ رکھے۔

(کتاب الصیام ۱۸۵۹)

۹۲ / ۸۶ء

الجواب: اللھم ھدایۃ الحق والصواب۔

یہ مسئلہ سلف میں مختلف فیہ ہے اور ایک جماعت اس طرف گئی ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے اپنے رب کو شب معراج سر کی آنکھوں سے دیکھا۔ از انجملہ حضرت انس بن مالک و حسن و عکرمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہم شفا میں و تفسیر خازن میں ہے۔ واللفظ للخازن ذھب جماعۃ الیٰ انہ راٰہ بعینہ حقیقۃً قالوا راٰی محمد ربہ عز وجل اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے اس باب میں روایات متعدد آئیں چنانچہ روایت عکرمہ میں ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنی خلت سے اور موسیٰ علیہ السلام کو اپنے کلام سے اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کو اپنی رویت سے نوازا اور انہیں سے مروی ہے کہ فرماتے ہیں کہ اے لوگو کیا تمہیں تعجب ہے اس پر کہ خلت ابراہیم علیہ السلام کے لیے ہوا کلام موسیٰ علیہ السلام کے لیے اور رویت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے امام نودی نے تبعا لصاحب التحریر اس حدیث کو اقوی۔ نجح کیا نیز عکرمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے سوال ہوا کیا محمد صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا فرمایا ہاں اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہما نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے مراجعت اور مراسلت اسباب میں فرمائی تو حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما نے انہیں خبر دی کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے رب کو دیکھا اور حضرت حسن بقسم بیان کرتے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے رب کو دیکھا نیز حضرت کعب احبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالےٰ نے اپنی رویت و کلام کو حضرت موسیٰ و حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالےٰ علیہما وسلم میں تقسیم فرمایا تو موسیٰ علیہ السلام سے دو مرتبہ کلام فرمایا اور حضور علیہ السلام کو دوبارہ اپنا دیدار کرایا نیز امام احمد رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ سے جب یہ امر دریافت ہوا تو فرمایا۔ حضور نے رب کو دیکھا دیکھا دیکھا یہاں تک کہ آپ کی سانس ٹوٹ گئی۔ رہا حضرت عائشہ کا انکار تو وہ برنبائے اجتہاد و استنباط ہے نہ برنبائے روایت اور یہ روایات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سماع و تلقی پر محمول ہیں کہ رؤیت خداوندی کی حکایت ایسی بات ہیں کہ قیاس سے کہدی جائے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما پر یہ گمان نہیں ہوسکتا کہ انہوں نے یہ قول اپنی رائے وگمان سے کہدیا ہوگا بلکہ لامحالہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سنا ہوگا تو ان کا یہ قول حدیث مرفوع و سند یہ جناب رسالت مآب صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے حکم میں ہے اور حضرت عائشہ کا قول پر مقدم ہے لہذا اکثر علماء اہل سنت کے نزدیک راجح و معتمد یہی ٹھہرا کہ حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے اپنے رب کو بچشم سر لیلۃ الاسراء میں دیکھا۔ اسی خازن میں ہے۔

"روی عکرمۃ عن ابن عباس قال ان اللہ عز وجل اصطفی ابراھیم بالخلۃ واصطفی موسیٰ بالکلام

واصطفی محمدا بالرؤیۃ وقال کعب ان اللہ قسم رؤیتہ وکلامہ بین محمد وبین موسیٰ فکلم موسیٰ مرتین ورآہ محمد مرتین اسی میں ہے۔ الحجج فی ھذہ المسئلۃ وان کانت کثیرۃ لکن لا نتمسک الا باقوی منہا وھو حدیث ابن عباس أتعجبون ان تکون الخلۃ لابراھیم والکلام لموسیٰ والرؤیۃ لمحمد صلی اللہ علیہ وعلیہم اجمعین وعن عکرمۃ قال سئل ابن عباس ھل رأی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ربہ قال نعم وقد روی باسناد لا باس بہ عن شعبۃ عن قتادۃ عن انس قال رأی محمد ربہ عزوجل وکان الحسن یحلف لقد رأی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ربہ عزوجل والاصل فی المسئلۃ حدیث ابن عباس حبر ھذہ الامۃ والمرجوع الیہ فی المعضلات وقد راجعہ ابن عمر وراسلہ ھل رأی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ربہ عزوجل فاخبرہ انہ رآہ ولا یقدح فی ھذا حدیث عائشۃ لان عائشۃ لم تخبر انہا سمعت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقول لم أر ربی وانما ذکرت ما ذکرت متأولۃ لقولہ اللہ تعالیٰ وما کان لبشر ان یکلمہ اللہ الا وحیا او من وراء حجاب او یرسل رسولہ ولقولہ لا تدرکہ الابصار واذا قد صحت الروایات عن ابن عباس انہ تکلم فی ھذہ المسئلۃ باثبات الرؤیۃ وجب المصیر الی اثباتہا لانہا لیست مما یدرک بالعقل ویوخذ بالظن وانما یتلقی بالسمع ولا یستجیز احد ان یظن بابن عباس انہ تکلم فی ھذہ المسئلۃ بالظن والاجتہاد نیز شفا میں ہے۔ حکی النقاش عن احمد بن حنبل انہ قال انا اقول بحدیث ابن عباس بعینہ رآہ رآہ رآہ حتی انقطع نفسہ یعنی نفس احمد"

اور آیت کا وہ ترجمہ جو سیدنا اعلیحضرت علیہ الرحمہ نے کیا ہے وہ بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما کے قول کے مطابق ہے اور جو فاصلہ آیت میں وارد ہوا وہ اپنے ظاہر میں ہے بلکہ حضور علیہ السلام کے نہایت قرب منزلت اور اللہ عزوجل کے لیے غایت فضل وکرم پر محمول ہے شفا شریف میں ہے۔

"قال الرازی وقال ابن عباس ھو محمد دنیٰ فتدلی من ربہ"۔ اسی میں ہے "ان ما وقع من اضافۃ الدنو والقرب ھنا من اللہ او الی اللہ فلیس دنو مکان ولا قرب مدی وانما دنو النبی صلی اللہ علیہ وسلم من ربہ وقربہ منہ ابانتہ عظیم منزلتہ وتشریف رتبتہ واشراق انوار معرفتہ ومشاھدۃ اسرار غیبہ وقدرتہ ومن اللہ تعالےٰ لہ مبرۃ وتانیس ومبسط واکرام"

بالجملہ اہلسنت کا معتقد و معتمد یہی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے رب کو شب معراج میں بچشم سر دیکھا اور

نہایت قرب سے سرفراز ہوئے اور اسی مسئلہ میں اب کسی سنی کا اختلاف نہیں تو اس کا نہ ماننا وہابی گمراہ بے دین ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

فقیر محمد اختر رضا خاں ازہری قادری

۲۰، رمضان سنہ ۱۴۰۳ھ

صح الجواب واللہ تعالیٰ اعلم
قاضی محمد عبدالرحیم عفرلہٗ

سلام
برائے قیام

اعلامہ شبیہ القادری

مرحبا نور مجسم
آمدی تو فخر آدم
ذکر فضیلت فضل پا ہم
ایں چنیں بر تو سلام
یا نبی.........

کاش شو آں وقت خرم
روح پرواز در آں دم
من بخوانم نعت آں دم
صد سلام آید ز بانم
یا نبی.........

ام شبیہ نا توانم
جز تو کس یارے ندانم
ہم شوم یک فرد اقوام
گر قبول افتد سلام
یا نبی.........

مناجات

از عبدالرزاق ساحل راج محلی

تیرے مظہر ہیں خشک و تر یا رب
محو تسبیح برگ و بر " " یا رب

میں بھلا کیا ثنا کروں تیری
مدح خواں تیرے بحر و بر یا رب

لعل و گوہر نہ مال و زر مانگوں
یوں بنا دے مجھے گہر یا رب

ہند میں بیٹھ کے حرم دیکھوں
ہو عطا ایسی اک نظر یا رب

میری پرواز تا ثریا ... ہو
کر عطا ایسے بال و پر یا رب

تیرا در چھوڑ کے مولیٰ میرے
کیوں پھروں ہر سُو در بدر یا رب

کاش آجائے زیست میں وہ دن
دیکھ لوں میں بھی ترا گھر یا رب

فرقہ وارانہ خلفشار سے ہم
یوں بھٹکتے ہیں در بدر یا رب

جیسے طوفان میں کوئی تنکا
اڑتا جائے ادھر ادھر یا رب

موج ساحل کو کیا ڈبوئے گی
اس پہ جب ہے تیری نظر یا رب

عشق ہی عشق

پروفیسر محمد مسعود احمد رضوی

باسمہٖ تعالےٰ

امام احمد رضا نے اکثر علوم وفنون اپنے والد ماجد علامہ محمد نقی علی خاں علیہ الرحمہ سے حاصل کیے ــــــ وہ علم ودانش کا بحرِ ذخار تھے ــــــ امام احمد رضا کے سینے میں علم وفضل کا سیلاب اُدھر ہی سے اُمنڈ کر آیا ہے ــــــ مگر وہ سیلابِ عشق کہاں سے آیا، جس نے سارے جہان کو اپنی لپیٹ میں لے لیا اور ایک عالم کو مست وبے خود بنا دیا ــــــ؟ یہ بھید نہیں کھلتا تھا ــــــ دل اس سرچشمۂ صافی کی کھوج میں عرصے سے سرگرداں تھا کہ ایک روز سورۃ انشراح کی تفسیر الکلام الاوضح نظر سے گزری، قرآنِ حکیم کی آٹھ مختصر آیتوں کی تفسیر بڑے سائز کے ۴۳۰ صفحات پر پھیلی ہوئی ہے ــــــ اللہ اکبر! ــــــ یہ امام احمد رضا کے والد ماجد علامہ محمد نقی علی خاں علیہ الرحمہ کی تفسیر ہے جو پہلے ہندوستان سے شائع ہوئی اور پھر پاکستان سے شائع ہوئی ــــــ اس تفسیر کو جب غور سے پڑھا تو آنکھیں کھُل گئیں ــــــ صفحہ ۴ سے پڑھتے پڑھتے جب صفحہ ۱۱ پر پہنچا تو یوں محسوس ہوا جیسے ساحلِ سمندر پر موتی بکھرے ہوں، یا جیسے دامنِ کوہ پر لعل بکھرے ہوں۔ ہر لعل رشکِ صد لعلِ بدخشاں ــــــ خواجہ میر درد کا ایک شعر یاد آیا ؎

سرسری تم جہان سے گزرے
ورنہ ہر جا جہانِ دیگر تھا

تفسیر میں ایک طرف مفسر کے عشق ومحبت کا عالم نظر آتا ہے تو دوسری طرف اُن کے علم وفضل کی شان نظر آتی ہے ــــــ بے شمار علوم نقلیہ وعقلیہ کی مصطلحات اور کتابوں کے نام آٹھ صفحات میں اس طرح پروئے ہیں جیسے

لڑی ہیں موتی ——— بے شک علم، خادمِ عشق ہیں ——— انہوں نے علم کو عشق کی چوکھٹ پر جھکا کر بتا دیا کہ حاصلِ علم، عشق ومحبت کے سوا کچھ نہیں ——— اللہ اور اُس کے حبیبِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی محبت۔

صفحہ ۴۳ پر سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر آیا، بس پھر کیا تھا۔ ——— ذہن بھی رواں، دل بھی رواں، زباں بھی رواں، قلم بھی رواں، ——— زباں رُکتی نہیں، قلم ٹھہرتا نہیں ——— ایک سیلِ رواں ہے کہ چلتا چلا جارہا ہے ——— نامِ نامی اسمِ گرامی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) فکر وخیال کے اُفق پر طلوع ہوا تو جھوم جھوم گئے ——— ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سراپائے اقدس سامنے آگیا ہو ع

کھنچی ہے سامنے تصویرِ یار کیا کہنا

مدح وثنا میں زبان فیض ترجمان ایسی کھلی کہ الفاظ وحروف کا ایک سیلاب امنڈنے لگا ہے

کون یہ جانِ تمنا عشق کی منزل میں ہے
جو تمنا دل سے نکلی پھر جو دیکھا دل میں ہے

الفاظ کی خوشبوؤں سے مشامِ جاں معطر ہو رہے ہیں

سُبحان اللہ! سُبحان اللہ! ہاں ع

مطرب خوش نوا بگو، تازہ بتازہ نو بہ نو

ہاں ذرا آنکھیں کھولیے، عشقِ مصطفےٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بہاریں دیکھئے ——— محب کو دیکھئے، محبوب کو دیکھئے ——— عشق ومحبت کی جولانیاں دیکھئے ——— حسن وجمال کی سحر آفرینیاں دیکھئے ——— ہاں، ع

حریمِ حُسن کے پردے اٹھے ہوئے ہیں جگر

ولا جناب (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم)

- عنقائے قافِ قدس ہیں ——— اور
- شہبازِ آشیانِ اُنس
- بلبلِ بستانِ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى
- طوطیٔ شکر خائے سُبْحٰنَ الَّذِيْ اَسْرٰى
- شاہینِ بلند پرواز اَنَا سَيِّدُ وُلْدِ اٰدَمَ
- عندلیبِ خوش آوازِ باغ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ
- ندیمِ خلوت کدۂ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى
- مقیمِ عشرت کدۂ وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى
- مہمانِ خوان يُطْعِمُنِيْ وَيَسْقِيْنِيْ
- مُربیِ صاحبِ اخلاص وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ

چہ با یک قدم بسیطِ افلاک   والا گہرِ محیطِ لولاک
خاکی و بر اوجِ عرش منزل   اُمّی و کتاب خانہ در دل

- اقامتِ حدود واحکام
- تعدیلِ ارکانِ اسلام

- امامِ جماعتِ انبیاء
- مقتدائے زمرۂ اتقیاء
- قاضیٔ مسندِ حکومت
- مفتیٔ دین وملت
- قبلۂ اصحابِ صدق وصفا
- کعبۂ اربابِ حلم وحیا
- وارثِ علومِ اولین
- مورثِ کمالاتِ آخرین
- مدلولِ حروفِ مقطعات
- منشاءِ فضائل وکمالات
- منزلِ نصوصِ قطعیہ
- صاحبِ آیاتِ بینہ
- حجتِ حق الیقین
- تفسیرِ قرآنِ مبین
- تصحیحِ علومِ متقدمین
- سندِ انبیاء ومرسلین
- عزیزِ مصرِ احسان
- فخرِ یوسفِ کنعان
- مظہرِ حالاتِ مضمرہ
- مخبرِ اخبارِ ماضیہ
- واقفِ امورِ مستقبلہ
- عالمِ احوالِ کائنہ
- حافظِ حدودِ شریعت
- ماحیٔ کفر وبدعت
- قائدِ فوجِ اسلام
- واقعِ جیوششِ اصنام
- نگینِ خاتمِ سہروری
- خاتمِ نگینِ پیغمبری
- فاتحِ مغلقاتِ حقیقت
- سرِّ اسرارِ طریقت
- یوسفِ کنعانِ جمال
- سلیمانِ ایوانِ جلال
- منادیٔ طریقِ رشاد
- سراجِ اقطارِ وبلاد
- اکرمِ اسلاف
- اشرفِ اشراف
- لسانِ حجت
- طرازِ مملکت
- نورسِ گلشنِ خوبی
- چمن آرائے باغِ محبوبی
- گلِ گلستانِ خوش خوئی
- لالۂ چمنستانِ خوبروئی
- رونقِ ریاضِ گلشن
- آرائشِ نگارستانِ چمن
- طرۂ ناصیۂ سنبلستان
- قرۂ دیدۂ نرگستان
- گلدستۂ بہارستانِ جناں
- رنگ افزائے چہرۂ ارغواں
- ترطیبِ دماغِ گل روئی
- تراوتِ جوئبارِ دلجوئی
- تراوشِ شبنمِ رحمت
- تونیائے چشمِ بصیرت
- نسرینِ حدیقۂ فردوسِ بریں
- روحِ رائحۂ روحِ ریاحین
- چمنِ خیابانِ زیبائی

○ — بہار افزائے گلستانِ رعنائی
○ — نخلِ بندِ بہارِ نو آئین
○ — رنگ آمیزِ لالہ زارِ رنگین
○ — رنگِ رُوئے مجلس آرائی
○ — رونقِ بزمِ رنگین ادائی
○ — گلگونہ بخشِ چہرۂ گل نار
○ — نسیمِ اقبالِ بہار از بار
○ — نکہتِ عنبر بیزانِ گلزار
○ — نفحۂ مُشک ریزانِ موسمِ بہار
○ — اصلِ اصول
○ — سرِ بُستانِ ملکوت
○ — بیخِ فروغِ گلستانِ ناسوت
○ — فارسِ میدانِ جبروت
○ — شہ سوارِ مضمارِ لاہوت
○ — قمریِ سروِ یکتائی
○ — تدروِ باغِ دانائی
○ — شاہبازِ آشیانِ قربت
○ — طاؤسِ مرغزارِ جنّت
○ — شگوفۂ شجرۂ محبوبیت
○ — ثمرۂ سدرۂ مقبولیت
○ — نو بادۂ گل زارِ ابراہیم
○ — نورسِ بہارِ جنّتِ نعیم
○ — اعجوبۂ صنعت کدۂ بُوقلموں
○ — زینتِ کارگاہِ گوناگوں
○ — لعلِ آبدارِ بدخشانِ رنگینی
○ — دُرِّ یتیمِ گوشِ مہ جبینی
○ — جگر گوشۂ کانِ کرم
○ — دستگیرِ درماندگانِ اُمم

○ — یاقوتِ نسخۂ امکان
○ — رُوحِ رَوانِ عقیق و مرجان
○ — خزانۂ زواہرِ ازلیہ
○ — گنجینۂ جواہرِ قدسیہ
○ — گوہرِ محیطِ احسان
○ — ابرِ گہر بارِ نیسان
○ — لؤلؤ بحرِ سخاوت و عطا
○ — گہرِ دریائے مُروّت و حیا
○ — مشک بارِ صحرائے خُتن
○ — گل ریزِ دامنِ گلشن
○ — غالیہ سائے مشامِ جاں
○ — عطر آمیزِ دماغِ قدسیاں
○ — جوہرِ اعراض و جواہر
○ — منشاءِ اصنافِ زواہر
○ — مخزنِ اجناسِ غالیہ
○ — معدنِ خصائصِ کاملہ
○ — مُقوّمِ نوعِ انساں
○ — ربیعِ فصلِ دَوراں
○ — مُکمّلِ انواعِ سافلہ
○ — مُربّیِ نفوسِ فاضلہ
○ — اخترِ بُرجِ دلبری
○ — خورشیدِ سمائے سروری
○ — آبروئے چشمۂ خورشید
○ — چہرہ افروزِ ہلالِ عید
○ — ہلالِ عیدِ شادمانی
○ — بہارِ باغِ کامرانی
○ — صفائے سینۂ نیّرِ اعظم
○ — نورِ دیدۂ ابراہیم و آدم

○ زیبِ نجمِ گلستاں
○ گلِ ماہتابِ باغِ آسماں
○ مُشرقِ دائرۂ تنویر
○ مَشرقِ آفتابِ منیر
○ شمسِ چرخِ استوار
○ چراغِ دُودمانِ انجلا
○ مجلّیٔ نگارخانۂ کونین
○ سیارۂ فضائے قابَ قوسین
○ زہرۂ جبینِ انوار
○ غرۂ جبہۂ اسرار
○ عقدہ کشائے عقدِ ثریا
○ ضیائے دیدۂ یدِ بیضا
○ نورِ نگاہِ شہود
○ مقبولِ ربِّ ودود
○ بیاضِ رُوئے سحر
○ طرازِ فلکِ قمر
○ جلوۂ انوارِ ہدایت
○ لمعانِ شموسِ سعادت
○ نورِ مردمکِ انسانیت
○ بہائے چشمِ نورانیت
○ شمعِ شبستانِ ماہِ منوّر
○ قندیلِ فلکِ مہرِ انور
○ مطلعِ انوارِ ناہید
○ تجلیٔ برق و خورشید
○ آئینۂ جمالِ خوبروئی
○ برقِ سحابِ دلجوئی
○ مشعلِ خورتابِ لامکاں
○ تربیعِ ماہتابِ درخشاں

○ سہیلِ فلکِ ثوابت
○ اعتدالِ امزجۂ بسائط
○ مرکزِ دائرۂ زمین و آسماں
○ محیطِ کرۂ فعلیت وا[illegible]
○ مربع نشینِ مسندِ اک[illegible]
○ زاویہ گزینِ گوشۂ تنہا
○ مسند آرائے رُبعِ مسکوں
○ رونقِ مثلثاتِ گردوں
○ معدنِ مہائے سخاوت
○ منطقۂ بروجِ سعادت
○ اوجِ محدبِ افلاک
○ رونقِ حضیضِ خاک
○ اسدِ میدانِ شجاعت
○ اعتدالِ میزانِ عدالت
○ سطحِ خطوطِ استقامت
○ حاویٔ سطوحِ کرامت
○ طبیبِ بیمارانِ ضلالت
○ نباضِ محمومانِ شقاوت
○ علاجِ طبائعِ مختلفہ
○ دافعِ امراضِ متضادہ
○ جوارشِ مریضانِ محبت
○ معجونِ ضعیفانِ اُمت
○ قوتِ دلہائے ناتواں
○ آرامِ جانہائے مشتاقاں
○ تفریحِ قلوبِ پژمردہ
○ دوائے دلہائے افسردہ
○ مقدمۂ قیاسِ معرفت
○ ممہدِ قواعدِ محبت

- عقلِ اول سلسلۂ عقول
- مبدأ ضوابطِ فروع و اصول
- نتیجۂ استقرائے مبادیٔ عالیہ
- خلاصۂ مدارکِ ظاہرہ و باطنہ
- رابطۂ علت و معلول
- واسطۂ جاعل و مجعول
- مدرکِ نتائجِ محسوسات
- مہبطِ اسرارِ مجردات
- جامع لطائفِ ذہنیہ
- مجمعِ انوارِ خارجیہ
- حقیقتِ حقائقِ کلیہ
- واقفِ اسرارِ جزئیہ
- مبطلِ مزخرفاتِ فلاسفہ
- مثبتِ براہینِ قاطعہ
- اوسطِ طرفینِ امکان و وجوب
- واسطۂ ربطِ طالب و مطلوب
- معلّمِ دبستانِ تفرید
- مدرسِ مدرسۂ تجرید
- سالکِ مسالکِ طریقت
- دانائے رموزِ حقیقت
- اثباتِ وحدتِ مطلقہ
- برہانِ احدیتِ مجردہ
- خزینۂ اسرارِ الہیت
- گنجینۂ انوارِ قدسیہ
- تصفیۂ قلوبِ کاملہ
- تزکیۂ نفوسِ فاضلہ
- سرِ دفترِ دیوانِ ازل

- خاتمِ صحفِ ملل
- تخمِ مزرعِ حسنات
- ترغیبِ اہلِ سعادات
- جمعِ محاسنِ فتوت
- کفائتِ خوائجِ خلقت
- ہادیٔ سبیلِ رشاد
- استیعابِ قواعدِ سداد
- شیرازۂ مجموعۂ فصاحت
- بہجتِ حدائقِ بلاغت
- سراج وہاجِ ہدایت
- نسخۂ کیمیائے سعادت
- تکمیلِ دلائلِ نبوت
- صحیفۂ احوالِ آخرت
- منتہیٔ منتہی الارب
- لبِ اصولِ ادب
- بیاضِ زواہرِ جواہر
- تمہیدِ نوادرِ بصائر
- مقتدائے صغیر و کبیر
- مفتاحِ فتحِ قدیر
- میزبانِ نزلِ ابرار
- مفیدِ مستفیدانِ اسرار
- قلزمِ دررِ قلائد
- درجِ جواہرِ عقائد
- تیسیرِ اصولِ تاسیس
- روضۂ گلستانِ تقدیس
- احیاءِ علوم و کمالات
- مطلعِ اشعۂ لمعات

- مقدمہ طبقاتِ بنی آدم
- رہنمائے دینِ محکم و مُسلَّم
- تشریحِ حجتِ بالغہ
- تصریحِ واقعاتِ ماضیہ
- تقریرِ قصصِ انبیاء
- تحریرِ معارفِ اصفیاء
- دلیلِ مناسکِ ملّت
- منتقیٔ اربابِ بصیرت
- وسیلۂ امدادِ فتاح
- سببِ نزہتِ ارواح
- خازنِ کنزِ دقائق
- درِ مختارِ بحرِ رائق
- ذخیرۂ جواہرِ تفسیر
- مشکوٰۃِ مفاتیحِ تیسیر
- جامعِ اُصول
- غرائبِ معالم
- مصدرِ صحاحِ بخاری و مسلم
- منظورِ مدارکِ عالیہ
- مختارِ عقولِ کاملہ
- ملتقطِ کتابِ تکوین
- نہایتِ مطالبِ مؤمنین
- انسانِ عیونِ ایمان
- قرۃِ عینینِ انسان
- منبعِ شریعت و حِکَم
- مجمعِ بحرینِ حدوث وقدم
- خلاصۂ مآربِ سالکین
- انتہاءِ منہاجِ عارفین
- شرفِ ائمۂ دین
- تنزیہِ شریعتِ متین
- زبورِ غرائبِ تدقیق
- تلخیصِ عجائبِ تحقیق
- ناقدِ نقدِ تنزیل
- ناسخِ توریت و انجیل
- حافظِ مفتاحِ سعادت
- کشفِ غطاءِ جہالت
- واقفِ خزائنِ اسرار
- کاشفِ بدائعِ افکار
- عالمِ علومِ حقائق
- جذبِ قلوبِ خلائق
- زیبِ مجالسِ ابرار
- نورِ عیونِ اخیار
- تہذیبِ لطائفِ علمیہ
- تجریدِ مقاصدِ حسنہ
- بیانِ انوارِ مصابیح
- توضیحِ ضیاءِ تلویح
- حاویٔ علومِ سابقین
- قانونِ شفاءِ لاحقین
- معدنِ عجائب و غرائب
- مدارِ مکارم و مناقب
- نقشِ فصوصِ حکمیہ
- منتخبِ جواہرِ مضیئہ
- عینِ علم و ایقان
- حصنِ حصینِ امتنان
- تبیینِ متشابہاتِ قرآنیہ

- غایتِ بیانِ اشاراتِ فرقانیہ
- تنقیحِ دلائلِ کافیہ
- تصحیحِ براہینِ شافیہ
- زبدۂ اہلِ تطہیر
- ملجاۓ صغیر و کبیر
- غواصِ بحارِ عرفاں
- زبدۂ اربابِ احساں
- مرقاتِ معارجِ حقیقت
- سُلّمِ مدارجِ معرفت
- موضحِ صراطِ مستقیم نجات
- اقصاۓ معراجِ اصحابِ کمالات
- قوتِ قلوبِ ممکنات
- صفاۓ ینابیعِ طہارات
- دقائقِ احکامِ البتہ
- اُفقِ مبینِ انوارِ شمسیہ
- دستورِ قضاۃ و حکّام
- ایضاحِ تیسیرِ احکام
- نورِ انوارِ مطالع
- تنویرِ منارِ طوالع
- کمالِ بدورِ سافرہ
- طلعتِ بوارقِ متجلیہ
- موردِ فتحِ باری
- تابشِ نورِ سراجی
- بحرِ جواہرِ درایت
- طغراۓ منشورِ رسالت
- عدیمِ اشباہ و نظائر
- امینِ کنوز و ذخائر
- ملخصِ مضمراتِ عوارف
- شرحِ مبسوطِ معارف
- سراجِ شعبِ ایماں
- برزخِ وجوب و امکاں
- دُرِّ تاجِ افاضل
- ملتقاۓ بحرِ فضائل
- ناطقِ فصلِ خطاب
- میزانِ نصابِ احتساب
- منشاۓ فیضِ وافی
- مبدءِ علمِ کافی
- تبییضِ دُرِّ مکنون
- موجبِ سرورِ محزون
- صراحِ برہانِ قاطع
- نقایۂ دلیلِ ساطع
- رافعِ لواۓ ہدیٰ
- حکمتِ بالغۂ خدا
- ضوءِ مصباحِ عنایت
- معطیِ زادِ آخرت
- عمدۂ فتوحاتِ رحمانیہ
- مخزنِ مواہبِ لدنیہ
- نتیجۂ دلائلِ خیرات
- لمعانِ مطالعِ مسرات
- قاموسِ محیطِ اتقان
- بلاغِ مبینِ فرقان
- نہرِ خیابانِ توحید
- نورِ عینِ خورشید
- شمسِ بازغۂ مشارقِ انوار
- رونقِ ربیعِ بستانِ ابرار

- شناورِ قلزمِ ملاحت
- آبیارِ جوئے لطافت
- تراوشِ ابرِ سیرابی
- ابرِ بہارِ شادابی
- سحابِ دُر افشانِ سخاوت
- نیسانِ گہر بارِ عنایات
- کوثرِ عرصۂ قیامت
- سلسبیلِ باغِ جنت
- آبِ حیاتِ رحمت
- ساحلِ نجاتِ اُمت
- روحِ چشمۂ حیواں
- آشنائے دریائے عرفاں

محمد شاہدِ دیں، جانِ ایماں
محمد رحمتِ حق، لطفِ یزداں
بہارِ ہشت جنت، رنگ و بویش
بہشت نہ فلک، خاکِ کویش
ابد از ہستیِ او آفریدہ
عدم را سایۂ او نورِ دیدہ

- خاتمُ الانبیاء
- امامُ الاتقیاء
- صفوۃُ الانام
- اکرمُ الکرام
- رحمۃٌ للعالمین
- شفیعُ المذنبین
- سیدُ النبیین
- حبیبُ ربِّ العالمین
- بشیرٌ للمطیعین
- نذیرٌ للمفسدین
- نبیُّ الحِکَمِ والحکمۃ
- سراجُ العلمِ والہدایۃ
- بحرُ الانوار
- معدنُ الاسرار
- شارعُ الشریعۃِ البیضاء
- بارعُ الرسلِ والانبیاء
- راکبُ النجیبِ والبراق
- صاحبُ العوالمِ والآفاق
- نورُ حدقۃِ الرتبۃِ العلیا
- نورُ حدیقۃِ الشفاعۃِ الکبریٰ
- انسانُ عینِ الآدم
- عینُ اعیانِ العالم
- قطبُ سماءِ العنایۃ
- بدرُ فلکِ الکرامۃ
- ناشرُ الخیرِ والاحسان
- ماحی الکفرِ والطغیان
- باسطُ مہادِ العدلِ والانصاف
- ہادمُ اساسِ الجورِ والاعتساف
- خیرُ من تکلّم بفصلِ الخطاب
- افضلُ من نطق بالصدقِ والصواب
- عزُّ العربِ والعجم
- خطیبُ الانبیاءِ والامم
- شمسُ الفلاحِ والہدیٰ
- صاحبُ المقامِ الاعلیٰ
- مشیّدُ قصرِ الولایۃ
- ممہّدُ قواعدِ السیاسۃ

علامہ بدر القادری کا پیغام

مدیر سنی دنیا کے نام

محب محترم حضرت مولانا محمد ذوالفقار علی خاں نوری دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہ

امید کہ مزاج عالی بخیر ہوگا

سنی دنیا کا مرکز بریلی شریف ہے، اور رضوی [illegible] کا ترجمان "سنی دنیا" اس موقر مجلہ کی بابت کی چیزیں میرے ذہن میں آتی تھیں۔ — مگر ہر بار نامعلوم رکاوٹ کی وجہ سے میں انہیں لکھ نہ سکا اب دو تین شمارے آپ کی ادارت میں سامنے آئے، تو ماہر اساتذہ کے دفع دخل مقدر کی طرح رسالہ سے وہ نامناسبات خود بخود کافور ہوتی دیکھ کر بیحد خوشی ہوئی، مجھ جیسے انسان کے لئے اس وقیع مجلہ میں سب سے زیادہ الجھن کی چیز تھی۔

وہ فہرست مضامین کی عدم موجودگی تھی، سہ کالمی کو دو کالمی کر کے بھی آپ نے میرے مزاج کی تسکین کا سامان کیا۔ پتہ میں خیال کر کے پن کوڈ نمبر تحریر فرمادیں۔ چیز تو بہت معمولی سی ہے مگر ہے اہم بعد ازاں پہلے کچھ باتیں عظمت بریلی کے لحاظ سے نہیں۔ سرکار امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ کے آستانہ پر بیٹھ کر دینی خدمات کرنے والا ہر فرد، زائرین و واردین کے لئے مثال اور نمونہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ مزار اعلیٰ حضرت پر حاضری دینے والا محلہ سوداگران میں بود وباش رکھنے والوں ہی سے مخاطب ہوتا ہے۔ مگر یہ تلخ حقیقت زیر قلم لانے میں مجھے کوئی تامل نہیں کہ بریلی شریف کے بیشتر زائرین اعلیٰ حضرت، حجۃ الاسلام مفتی اعظم اور مفسر اعظم کی عقیدت لے کر وہاں جاتے ہیں۔ اور بد خلقی کے زخم کھا کر واپس آتے ہیں ہم اپنے مرجع عقیدت کے ارد گرد ایسے اہل اخلاص، منکسر المزاج، اور فداکاروں کو دیکھنا چاہتے ہیں۔ جو خانوادہ رضویہ کے شہزادوں کے ساتھ بیٹھ کر نخوت

جلیسانہ میں مبتلا نہ ہو جائے ——

بلکہ اپنی خدمت، محنت اور علمی کاوش سے اخلاق رضویہ کے جلوے دکھائیں —— سنیت کو اعلیٰ حضرت اور مفتی اعظم کے کردار میں ڈھلے ہوئے لوگوں کی ضرورت ہے —— نہ ایسے لوگوں کی جو اس باوقار خانوادے سے حصول دنیا کے لئے جونک کی طرح چمٹ جائیں۔

محترم! آپ جیسے فعال علماء سے ہمیں یہ توقع ہے کہ "رضانگر" کی فضا میں دینی خدمات کرنے والوں رضوی اخلاق کی اہمیت سے کو اجاگر کریں گے۔ ——

اب خاص آپ کی ادارتی ذمہ داریوں میں چند ایک محنت طلب امور کی جانب توجہ دلاتا ہوں۔ باب الاستفتاء میں شامل کرنے کے لئے آپ حضرت ازہری میاں قبلہ کے فتاوے سے منتخب فتوے شامل کریں۔ آپ میری بات کو اس تناظر میں سمجھیں کہ ہند و پاک میں مفتی حضرات تو بہت ہیں مگر مفتی اعظم تو کوئی نہیں، ہاں نائب مفتی اعظم ضرور ہیں ہونا تو یہ چاہیئے کہ نکاح طلاق اور عام سوالات کے جوابات حضرت کے نائبین لکھا کریں۔ اور خاص تحقیق طلب سوالات جو لاینحل ہیں وہ حضرت کے سامنے رکھے جائیں۔ اور ایسے ہی اہم فتاوے منتخب کر کے آپ شامل اشاعت کریں۔ انتخاب کے ساتھ آپ ہر فتوے پر عنوان لگانے کی زحمت کریں تو افادیت کئی گنا بڑھ جائے گی۔ ——

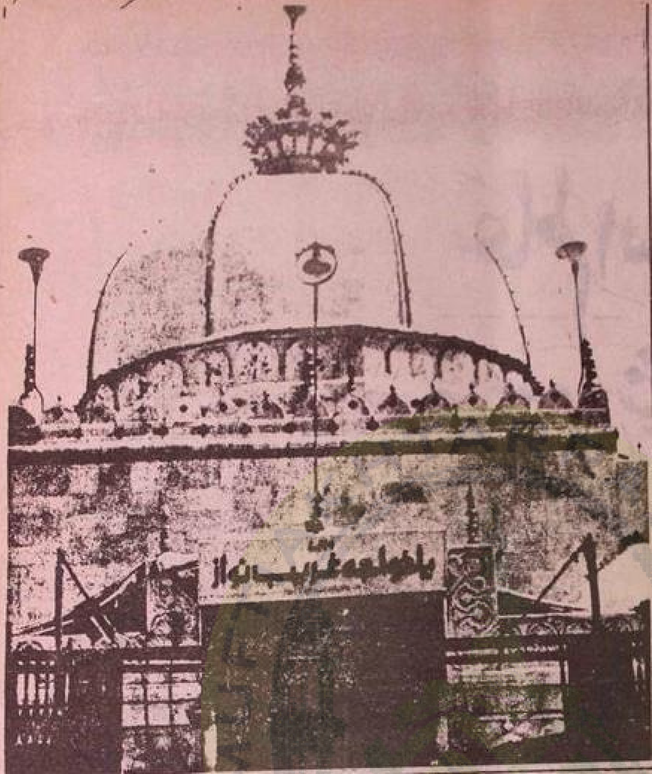
اس وقت نومبر دسمبر سنہ ۹۰ء کا شمارہ میرے سامنے ہے۔ سبحان اللہ! باب سخن آپ نے اچھا لکھا ہے نگاہ کو اور وسیع کیجیے، ——

دیگر مجلات پر بھی نگاہ ڈالئے، اور ادارہ یہ وقیع سے وقیع تر بنائیے۔ اب ہندوستان کے سنی رسالوں کو مضامین کی قلت نہیں ہوگی، حضور حافظ ملت نے مصباحی فضلاء میں وہ روح پھونک دی ہے کہ وہ ہندوستان کی مذہبی صحافت پر چھا جانے کے لئے گھنگھور گھٹاؤں کی طرح بڑھ رہے ہیں۔ انشاء المولیٰ الکریم بہت جلد ہم اردو ادب کے پیکر میں بھی سنیت کی روح داخل کرنے والے ہیں وہ وقت دور نہیں کہ ہمارے مصباحی علماء ہندوستان کے افق کو اپنے رشحات قلم سے ایک صبح نو کا پیغام سنائیں۔ ہماری تاریخ کے روشن دن پھر پلٹ کر آنے والے ہیں۔ ہمارے کچھ مجلات کو خالص علمی اور تحقیقی بھی ہونا چاہئے۔ ——

سرزمین بریلی سے ماہنامہ اعلیٰحضرت کے ساتھ "سنی دنیا" صادر ہوا تو میرا ذہن اس طرف گیا کہ سنی دنیا عوام کے معیار کا رسالہ ہو، اور "اعلیٰحضرت" خالص علمی موضوعات کے لئے خاص ہو جائے۔ مگر ابھی اس طرف لوگوں کی توجہ کم ہے۔ ——

مستقبل قریب میں اس جانب بھی قدم بڑھایا جانا چاہئے —— عربی زبان میں بھی اغیار کے کئی اخبارات ہندوستان سے نکلتے ہیں۔ اور عرب دنیا انہی کو مسلمانان ہند کا نمائندہ سمجھتی ہے، ضرورت ہے کہ ہمارا اپنا بھی عربی میں کوئی آرگن ہو۔ کون ہے جو اس طرف دھیان دے۔ ——

تمام سنی رسائل کو باہم اشتراک و تعاون کا معاملہ بھی رکھنا چاہئے، کسی رسالہ میں اگر کوئی اہم بات مسلمانوں کے مفاد کی ہو تو اسے اس کے حوالے سے نقل کیا جائے۔ ——



مجموعی لحاظ سے ماہنامہ سنی دنیا
خوبصورت، پسندیدہ، صاف ستھرا، اور
حسین و جمیل ہو رہا ہے۔ مجلہ اور رسالہ
مدیر کا آرٹ ہوتا ہے۔ سنی دنیا جس قدر
محبوب و مقبول ہوتا جائے گا آپ کی قدر و
منزلت بڑھتی جائے گی۔ تازہ ترین شمارہ
دیکھ کر بے تحاشا جی چاہا کہ اپنے احساسات
کے منتشر ریزے آپ تک پہونچا دوں، خدا
کرے "اختراعات" کے شامیانہ تلے رہ
کر آپ سے دین و دانش کا نمایاں کام
ہو۔ آمین

اطلاعاً تحریر ہے کہ حکومت ہالینڈ نے
یہاں کے چند شہروں میں کھلے بندوں
اذان دے دی ہے۔ اس سلسلہ میں،
درمیان ملک میں واقع شہر اوتریخت کے میئر کے
ساتھ ہماری گفتگو میں یہ خوشخبری بطور نتیجہ سامنے آئی
ہے۔ مولا کریم صدائے تکبیر سے ان ویرانوں کو آباد
کرنے کی ہمیں توفیق دے۔ آمین

۱۹ر جنوری کو پاکستان، پہلے اسلام
آباد پھر، لاہور فیصل آباد اور کراچی ہو کر وطن
عزیز ہندوستان آنے کا ارادہ ہے۔

بریلی شریف کی حاضری میں شرف
ملاقات پانے کی کوشش کروں گا امید ہے
کہ اس سفر وطن میں، ورون ہند، المجمع الاسلامی
کا ایک وفد ملک کے کئی حصوں میں علمی ضرورتوں
کے پیش نظر دورہ کرے گا۔

یہاں کے غلامان رضوی حضرت ازہری
میاں صاحب قبلہ اور آپ کی خدمت میں سلام
کہتے ہیں۔

ہم نے تو دل کے داغ سب ان کو دکھا دیئے
وہ کیا کریں اب ان کی توجہ کی بات ہے

والسلام

بدر القادری غفرلہٗ

ہالینڈ،

عالمِ اسلام کی عبقری شخصیت

مفتی محمد مکرم احمد ـــــــ (شاہی امام وخطیب جامع مسجد فتحپوری دھلی)

حضرت مولانا احمد رضا خاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی شخصیت ایک عظیم اور عبقری شخصیت ہے جس پر ملت اسلامیہ جتنا بھی فخر کرے کم ہے اور ان کے علمی و روحانی فیوض و برکات کی جتنی بھی قدر کرے کم ہے۔ اس زمانے میں جبکہ ہندوستان کی دینی فضا میں زبردست تموّج تھا۔ ہندوستان و بیرون ہند کے مسلمان سیاسی ابتری ذہنی انتشار اور معاشی خلفشار کا شکار تھے، دینی انحطاط کا زمانہ تھا اسلام دشمن طاقتوں نے اس بگڑتی ہوئی صورت حال سے اپنے سیاسی استحکام کے لئے خوب فائدہ اٹھایا یعنی ۱۸۵۷ء کا سال ہندوستانی مسلمانوں کے لئے عظیم المیہ تھا اُس وقت اس حادثے سے ایک سال پہلے بریلی کے شہر میں افغان گھرانے میں ایک اللہ کے نیک بندے کی پیدائش ہوئی جن کا نام احمد رضا خاں رکھا گیا۔ اللہ رب العالمین کی یہ مشیت رہی ہے کہ جب بھی دین کے خلاف سازشیں ابھریں، طاقتوں نے سر اٹھایا تو مردانِ خدا نے بھی دین کی بھرپور خدمت کرکے مِلّت اسلامیہ کا سر بلند کیا۔ ہندوستان میں حضرت خواجہ غریب نواز خواجہ معین الدّین اجمیری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کی حیات پاک اور خدمات اس پر شاہد ہیں چنانچہ مولانا احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت بھی اللہ تعالیٰ کی اسی سنّت کا ایک حصّہ ہے۔ بچپن میں اُن کی نیک سیرت، ذ فطانت اور بہت کم عمری میں علوم معقولہ و منقولہ کی مہارت من جانب اللہ عطا ہوئی تھی۔ آپ کے والد ماجد مولانا علی نقی اور دادا اپنے وقت کے جیّد عالم و فاضل تھے۔ مولانا احمد رضا خاں ابھی چودہ سال کے بھی پورے نہیں ہوئے تھے کہ آپ کا شمار مستند علماء میں ہونے لگا تھا۔ بچپن علوم پر آپ کو زبردست مہارت حاصل تھی کہ اس کی مثال نہ اس دور میں ملتی ہے اور نہ آپ کے بعد کسی کو یہ فضل عطا ہوا۔

ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء ط فالحمد للہ علی ذلک۔

ان میں سے بہت سے علوم وہ ہیں جن کو آپ نے کسی بھی استاد سے نہیں پڑھا بلکہ تائیدِ غیبی سے یہ حاصل ہوئے۔ آپ اپنے وقت کے بے مثال فقیہ ومفتی اور عدیم النظیر مصنف تھے جن کی تصانیف ملت اسلامیہ کے لئے رشد و ہدایت کا سرچشمہ ہوئے۔ علم الحدیث کے بھی آپ امام ہیں۔ اس فن میں آپ کو جو اعلیٰ مقام حاصل تھا اس پر آپ کی بہت سی تصانیف شاہد ہیں۔

علم فقہ میں آپ کی مہارت، تبحر و استحضار جزئیات فقیہہ، ذہانت اور دیانت فقیہہ پر آپ کے مخالف بھی معترف ہیں۔ آپ کے فتاویٰ کا مجموعہ "فتاویٰ رضویہ" بارہ ضخیم جلدوں میں موجود ہے جس میں ہر جلد بڑے سائز کے کئی کئی سو صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی نظر عمیق انتہائے مسائل میں کہاں تک پہنچتی تھی۔ آپ کی صرف فقہی تصانیف کی تعداد کئی سو تک پہنچتی ہے۔ علوم منقولہ کے علاوہ خالق کائنات نے آپ کو علوم عقلیہ میں جو کمالات عطا فرمائے تھے وہ ایک حیرت انگیز حقیقت ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ مولانا احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت عظیم و نادار الوجود ہے۔

حقیقت تو یہ ہے کہ اس نابغۂ روزگار شخصیت پر کچھ لکھنا ایک انہی جیسے وسیع النظر و فقیہہ الدھر کا کام ہے۔ آپ کی تصانیف کی تعداد ایک ہزار تک پہنچ چکی ہے جن میں سے ایک معقول حصہ زیور طباعت سے آراستہ ہو چکا ہے اور کافی ذخیرہ اب بھی محتاج طباعت ہے جس کے لئے ہندوستان کے حساس اور درد مند اہل خیر حضرات کوشش فرمارہے ہیں کہ یہ قلمی نوادرات زیور طباعت سے آراستہ ہوں اور ضائع ہونے سے محفوظ رہیں۔

آسمانِ رشد وہدایت پر فضل وکمال کا درخشندہ آفتاب تقریباً ۶۸ سال اپنی ضیا پاشیوں سے اندھیروں کو اجالوں میں تبدیل کرتا ہوا ماہ صفر المظفر ۱۳۴۰ھ مطابق ۱۹۲۱ء میں غروب ہو گیا۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

دورہا باید کہ تا کودکے از لطفِ طبع — عالم گویا شود یا فاضل صاحب سخن
قرنہا باید کہ یک مرد حق پیدا شود — بو سعید اندر خراساں یا اویس اندر قرن

خداوند قدوس اپنے حبیب سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کے صدقہ میں حضرت فاضل بریلوی کی خدمات جلیلہ بتول فرما کر ان کے درجات کو بلند فرمائے اور ملت اسلامیہ کو استفادہ کا شوق عطا فرمائے۔ آمین

اعلان

آپ کے محبوب و پسندیدہ منتھلی "سنی دنیا" کے اب صفحات میں اضافہ کر دیا گیا ہے۔ مختصراً قیمت میں بھی اضافہ ہوا ہے یعنی فی شمارہ پانچ سے چھ روپئے ہے۔ لہذا اس گراں قدر دور میں قارئین سنی دنیا رسالے کی اشاعت کو ترقی کی منزل پر لے جانے کے لئے مفید مشوروں سے نوازینگے

ایڈیٹر

کنز الایمان دانشوروں کی نظر میں

مولانا محمد شہاب الدین رضوی بہرائچی
الجامعۃ الاسلامیہ رام پور

امام احمد رضا قادری فاضل بریلوی قدس سرہٗ عالم اسلام کے ایک محتاط مفکر، عارف باللہ اور عبقری شخصیت تھے علماء عرب و عجم ان کی ذات کو آیۃ من آیات اللہ رب العالمین، معجزۃ من معجزات سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کہا ہے۔

امام احمد رضا بریلوی ۱۰ شوال المکرم / ۱۴ جنوری سنہ ۱۸۵۶ء سنہ ۱۲۷۲ھ بروز شنبہ وقت ظہر شہر بریلی شریف میں تولد ہوئے ۱ے اور پہلا فتویٰ ۱۴ شعبان المعظم سنہ ۱۲۸۶ھ / سنہ ۱۸۶۹ء / ۱۳ برس کی عمر شریف میں لکھا ۲ے اور انتقال ۲۵ صفر المظفر / ۲۸ اکتوبر سنہ ۱۹۲۱ء / سنہ ۱۳۴۰ھ کو دو بج کر اڑتیس منٹ پر ٹھیک نماز جمعہ کے وقت ہوا ۳ے

امام احمد رضا فاضل بریلوی کو تمام علوم و فنون پر مکمل دسترس حاصل ہے۔ علوم عقلیہ، قدیمہ اور جدیدہ کی فہرست جو خود امام احمد رضا نے اپنی کتاب الاجازۃ الرضویہ لمجبل مکۃ البہیہ میں ۵۵ کی تعداد پیش کی ہے اور بعد کے مورخین نے اسی کو اپنی کتابوں میں شامل کیا ہے، یہ بہت قلیل ہے کیوں امام احمد رضا قادری نے ایک ہزار سے زیادہ کتابیں تصنیف کیں، جن میں اکثر غیر مطبوعہ ہیں، اور جو طبع ہو چکی ہیں ان پر جدید علوم کی روشنی میں نگاہ ڈالنے کی اشد ضرورت ہے،

حضرت پروفیسر مجید اللہ قادری شعبہ ارضیات جامعہ کراچی نے علوم جدیدہ کے حوالہ سے جن کتب و رسائل اور فقہی مسائل میں جدید علوم کے تجزیات مطالعہ کئے ہیں۔ اس سے مزید مندرجہ ذیل علوم و فنون کی شاخوں کا اضافہ ہوا ہے، ۵۶ علم طبیعیات ۵۷ علم صوتیات ۵۸ علم نور ۵۹ علم کیمیا ۶۰ علم طب ۶۱ علم الادویہ ۶۲ علم معاشیات ۶۳ علم اقتصادیات ۶۴ علم تجارت ۶۵ علم شماریات ۶۶ علم ارضیات ۶۷ علم جغرافیہ ۶۸ علم سیاست ۶۹ علم بین الاقوامی امور ۷۰ علم معدنیات ۷۱ علم اخلاقیات ۴ے

امام احمد رضا بریلوی فقہ میں تبحر کی یہ کیفیت کہ جب ایک مکی عالم نے عربی متون کے فتاویٰ کی مطالعہ کئے تو بے ساختہ پکار اٹھے کہ یہ فتاویٰ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دیکھ لیتے تو ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہو جاتیں، اور اس کے مصنف کو اپنے شاگردوں میں شمار کر لیتے ۵ے

امام احمد رضا بریلوی کا سب سے قیمتی، تحقیقی شاہکار قرآن پاک کا اردو زبان میں کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن کے نام سے ترجمہ ہے۔ امام احمد رضا بریلوی نے سنہ ۱۳۳۰ھ سنہ ۱۹۱۱ء میں ترجمہ مکمل کیا۔ یہ ترجمہ جہاں ایک طرف فنی اعتبار سے مستند ترین ترجمہ ہے۔ وہیں دوسری جانب مکمل سائنٹفک ترجمان ہے،

امام احمد رضا بریلوی نے قرآن کریم کا بے ساختہ اور بامحاورہ ترجمہ کیا اور جب تفسیر لکھنی شروع کی تو والضحیٰ کی چند آیتوں کی تفسیر ۹۰۰ صفحات سے تجاوز کر گئی اگر امام احمد رضا زندگی بھر بھی تفسیر لکھتے رہتے تو زندگی ختم ہو جاتی۔ مگر تفسیر ختم نہ ہوتی ۶ے

سنہ ۱۹۱۱ء سے لے کر آج سنہ ۱۹۹۰ء تک جب سے ایمان کا جز اور تحفہ عالم اسلام کو ملا ہے تب سے اہل حل و عقد، صاحبانِ علم و دانش اپنی اپنی بساط کے مطابق کنز الایمان کی فنی خوبیاں اور شان انفرادیت بیان کرتے آرہے ہیں اور یہی نہیں بلکہ

مستقل ڈاکٹروں، پروفیسروں اور ریسرچ اسکالروں نے تحقیقی مقالے کنزالایمان کی انفرادیت میں سپردِ قلم کئے مختلف ادوار میں اربابِ علم و دانش نے جو کنزالایمان، صاحب کنزالایمان کے بارے میں "تاثرات قلبی" پیش کئے ہیں ان میں سے چند تاثرات ملاحظہ فرمائیں،

صدرالشریعہ مفتی امجد علی اعظمی مصنف بہارِ شریعت علیہ الرحمہ

حضرت مولانا مفتی محمد امجد علی رضوی اعظمی کی کوشش سے یہ ترجمہ منصۂ شہود پر آیا، ترجمہ کا طریقہ یہ تھا کہ اعلیٰحضرت زبانی طور پر آیات کریمہ کا ترجمہ بولتے جاتے اور مولانا محمد امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ اس کو لکھتے جاتے۔ لیکن یہ ترجمہ اس طرح پر نہیں تھا کہ آپ پہلے کتب تفسیر، لغت کو ملاحظہ فرماتے بعدہٗ آیت کے معنی کو سوچتے پھر ترجمہ بیان کرتے بلکہ آپ قرآن مجید کا فی البدیہہ برجستہ ترجمہ زبانی طور پر اس طرح بولتے جاتے کہ کوئی پختہ یادداشت کا حافظ اپنی قوت حافظہ پر بغیر زور ڈالے قرآن شریف فرفر پڑھتا جاتا ہے، پھر جب صدرالشریعہ مولانا امجد علی اعظمی اور دیگر علما حاضرین اعلیٰحضرت ترجمہ کا کتب تفسیر سے تقابل کرتے تو یہ دیکھکر حیران رہجاتے کہ اعلیٰحضرت کا یہ برجستہ فی البدیہہ ترجمہ تفاسیر معتبرہ کے بالکل مطابق ہے۔

صدرالافاضل مولانا محمد نعیم الدین مرادآبادی علیہ الرحمہ

اس ترجمہ کی شرح میں صدرالافاضل حضرت مولانا محمد نعیم الدین رضوی مرادآبادی حاشیہ پر تحریر فرماتے ہیں۔

دورانِ شرح ایسا کئی بار ہوا کہ اعلیٰحضرت کے استعمال کردہ لفظ کے مقامِ استنباط کی تلاش میں دن پر دن گزرے اور رات پر رات کٹتی رہی اور بالآخر ماخذ ملا تو ترجمہ کا لفظ اٹل ہی نکلا۔ اعلیٰحضرت خود اعلیٰحضرت شیخ سعدی علیہ الرحمہ کے فارسی ترجمہ کو سراہا کرتے تھے لیکن اگر شیخ سعدی علیہ الرحمہ اردو زبان کے اس ترجمہ کو پاتے تو فرما ہی دیتے کہ ترجمۂ قرآن شئی دیگر است و علم القرآن شئی دیگر است۔

محدث اعظم ہند مولینا سید محمد کچھوچھوی علیہ الرحمہ

اعلیٰ حضرت کے علم قرآن کا اندازہ اس اردو ترجمہ سے کیجئے جو اکثر گھروں میں موجود ہے اور جس کی کوئی مثال سابق نہ عربی زبان میں ہے نہ فارسی میں ہے اور نہ اردو میں، اور جس کا ایک ایک لفظ اپنے مقام پر ایسا ہے کہ دوسرا لفظ اس جگہ لایا نہیں جا سکتا جو بظاہر ترجمہ ہے، مگر درحقیقت وہ قرآن مجید کی صحیح تفسیر ہے اور اردو زبان میں روحِ قرآن ہے۔

گورنمنٹ ڈگری کالج سکھر سندھ پاکستان آپ کنزالایمان پر اظہار خیال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

ایک لفظ کے کئی کئی معنی ہوتے ہیں مختلف المعانی الفاظ کے معانی کو محدود کرکے متعین کرنا بڑا نازک مسئلہ ہے، کیوں کہ ترجمہ ہدایت کی اساس بھی بن سکتا ہے اور گمراہی کی بنیاد بھی اردو تراجیم کی تاریخ کی روشنی میں گر وہ بندیوں کا جائزہ لیا جائے تو یہ بات سمجھ میں آجاتی ہے، منشاء قرآن کے خلاف موجب ترجمین نے اپنی اپنی منشا کو داخل کیا اور اپنی مراد کو قرآن کی مراد سمجھا تو بات بگڑنے لگی اور دیکھتے ہی دیکھتے سوادِ اعظم پارہ پارہ ہو گیا۔ مختلف فرقے بن گئے۔ غالباً اس لئے محتاطین نے قرآن حکیم کے ترجمہ کی مخالفت کی تھی......

کامیاب ترجمہ کے لئے زبان پر عبور کے ساتھ ساتھ مترجم کے ذہنی افق کا وسیع ہونا ضروری ہے ذہنی افق علم و حکمت سے وسیع ہوتا ہے یہ افق جتنا وسیع ہوگا ترجمہ اتنا ہی مکمل ہوگا تنگ ہوگا تو ترجمہ بھی نامکمل و ناتمام ہوگا۔ بالخصوص قرآن حکیم کا ترجمہ۔ ترجمین قرآن میں بعض حضرات ایسے نظر آئے جو ان چیزوں سے بے خبر ہیں جن سے قرآن کے مترجم کو باخبر ہونا چاہیئے۔ حتیٰ کہ بعض ترجمین عربی میں سے ہیں۔

اردو کے تمام ترجمین میں امام احمد رضا اس لئے فوقیت

کے چند لفظوں میں کھول کر سامنے رکھ دیا ہے۔ بلاشبہ آپ کا ترجمۂ قرآن، تمام تراجم پر بھاری ہے [۱۹]

مجاہد سنیت مولانا عبدالستار خاں نیازی جمعیت علماء پاکستان

اہل سنت و جماعت کا یہ ترجمہ و تفسیر سلف صالحین، تابعین، تبع تابعین، صحابہ کرام، خلفائے راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے عقائد کے عین مطابق ہے..... اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی رحمتہ اللہ علیہ کا ترجمہ اور صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مرادآبادی کا تفسیری حاشیہ سلف صالحین کی تفاسیر کے عین مطابق ہے کسی جگہ تفسیر بالرائے سے کام نہیں کیا گیا [۲۰]

مولانا محمد یٰسین اختر مصباحی مدیر ماہنامہ حجاز دہلی

آپ کا ترجمۂ قرآن حکیم اپنے فنی و ادبی خصائص و محاسن کے لحاظ سے شہرۂ آفاق ہے، علمی اعتقادی، جس رخ سے بھی اسے دیکھا جائے قرآن مقدس کی جھلک ایک ایک سطر سے نمایاں ہے [۲۱]

مولانا مفتی سید شاہد علی رضوی رامپوری

امام احمد رضا فاضل بریلوی کی ذات الحب للہ، والبغض للہ کی زندہ تصویر تھی آپ کی دو عظیم الشان یادگار قیامت تک سراہتی جاتی رہیں گی، ایک فتاویٰ رضویہ دوسری کنزالایمان، امام احمد رضا کا یہ ترجمہ اردو کا کوئی پہلا ترجمہ تھا اس کے منظر عام پر آنے سے پہلے سرسید احمد، ڈپٹی نذیر احمد فتح محمد جالندھری، مرزا حیرت، محمود حسن دیوبندی، نواب وحید الزماں کے تراجم گھر گھر میں پہنچ چکے تھے، سبھی ترجمین نے عشق نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دامن چھوڑا تھا، مگر امام احمد رضا نے بامحاورہ بانظیر سلیس ترجمہ کیا جو تفاسیر کے عین مطابق ہے جس سے ایمان کی تازگی ہوئی [۲۲]

مولانا محمد انور علی رضوی بہرائچی ایم۔ اے

حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی حب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں سرشار تھے، ان کی ایک ہزار تصانیف اسی حب مصطفےٰ علیہ السلام کی آئینہ دار ہیں۔ انھوں نے عشق رسول کے اظہار کے لئے کنزالایمان کا واسطہ لیا، [۲۳]

پروفیسر مجید اللہ قادری جامع کراچی

دنیائے ترجمین قرآن میں امام احمد رضا واحد ترجم ہیں جنھوں نے ترجمہ قرآن میں علوم و فنون کے تمام زاویوں کو مدِ نظر رکھتے ہوئے ترجمہ کیا، اپنے اس دعویٰ کی دلیل میں ایک مثال پیش کرتا ہوں، کہ امام احمد رضا جامع الکتاب (قرآن) کے جامع العلوم عالم اور نکتہ داں تھے [۲۴]

مولانا سید ریاست علی قادری ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی

کنزالایمان امام احمد رضا صاحب کے ترجمہ کا قرآن کا عنوان ہے، جس کا ہر لفظ روح معانی میں بے مثال ہے اور عربی زبان کا ذیشان ترجمان ہے [۲۵]

مولانا محمد فاخر بخش مدنی قادری فاضل مدینہ یونیورسٹی سعودی عرب

اس ترجمہ کی امتیازی شان کا پتہ اس وقت چلتا ہے جب موجودہ دور کے دوسرے تراجم سے کنزالایمان کا تقابلی جائزہ لیا جائے اور اس کی مقبولیت کا اندازہ دیوبندی مکتبہ فکر کے حکیم امت جناب تھانوی کے اس بیان سے لگایا جاتا ہے، کہ قرآن عظیم کی معرفت اگر اس زمانے میں کسی کو حاصل ہے تو وہ مولوی احمد رضا خاں بریلوی ہیں [۲۶]

صاحبزادہ وجاہت رسول قادری کراچی

اس کا سب سے عظیم کارنامہ ان کے فتاویٰ رضویہ ہے، جو فتاویٰ عالمگیری کے بعد فقہ اسلامی کا عظیم ماخذ سمجھا جاتا ہے، فتاویٰ رضوی کے علاوہ ان کا دوسرا بڑا کارنامہ قرآن کریم کا ترجمہ (اردو) کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن ہے، جو

۱۹۱۱ء میں پہلی بار منظر عام پر آیا، تقریباً اسی برس اس ترجمہ کی تکمیل اور اشاعت کو ہو گئے اور اس دور میں جانبین کا ایسے اکابر علمائے و فضلا موجود تھے کہ آج کل جن کا کوئی پاسنگ بھی نہیں [۲۶]

مولانا قتیلؔ چشتی دانا پوری ایم ــــ اے

قرآن کریم کا ترجمہ اکثر زبانوں میں ہوا ہے اور ہوتا ہی رہتا ہے، ایک ترجمہ نائب رسول اعظم احمد رضا قدس سرہ کا بھی ہے، ترجمہ کرنا خود ایک مستقل فن اور بڑا نازک فن ہے، ایک ایک لفظ کا صحیح معنی مفہوم، محل استعمال، سیاق و سباق، شان نزول، مطلب و روئے سخن ہمہ گیری کا پوری احتیاط کے ساتھ سمجھنا اور سمجھانا منزل اوق و دشوار ہے، اور تراجم سے اس ترجمہ کا مقابلہ کرنے سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت نے جس عالمانہ و محققانہ انداز میں پوری جزرسی، و انسانی نفسیات کی کامل آگاہی کے ساتھ فن ترجمہ کی صبر آزما منزل کو طے کیا ہے، وہ کچھ آپ ہی کا حصہ تھا، اب تو بیرونی، یونیورسٹیاں بھی اس طرف متوجہ ہو رہی ہیں، اس ترجمہ میں جو احتیاط کی گئی قابل قدر ہے [۲۷]

جناب عبد الستار طاہر لاہور

اعلیحضرت علیہ الرحمۃ نے کنز الایمان کے نام سے قرآن کریم کا جو اردو ترجمہ لکھا، اس میں حفظِ مراتب کے ساتھ ساتھ عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح جاری و ساری ہے جس طرح ہو شہر یانوں میں [۲۸]

حکیم خلیل الرحمٰن رضوی ایبٹ آباد پاکستان

امام احمد رضا کو سرورِ کائنات علیہ التحیۃ والتسلیمات کی ذات پاک سے والہانہ عقیدت و محبت تھی۔ آپ نے محبت نبوی کو ترجمہ قرآن میں بھی پورا پورا ملحوظ رکھا ہے اور جہاں کہیں بھی آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب ہوا ہے، ترجمہ میں ادب و محبت کو سمو دیا ہے مثلاً الم تر سورۂ فیل کے پہلے

الفاظ کا ترجمہ عام طور پر مترجمین حضرات نے کیا ہے "کیا تونے نہیں دیکھا" لیکن امام احمد رضا کا ترجمہ ملاحظہ کیجئے "اے محبوب کیا تم نے نہ دیکھا" [۲۹]

مولانا ماہر القادری ماہنامہ فاران کراچی

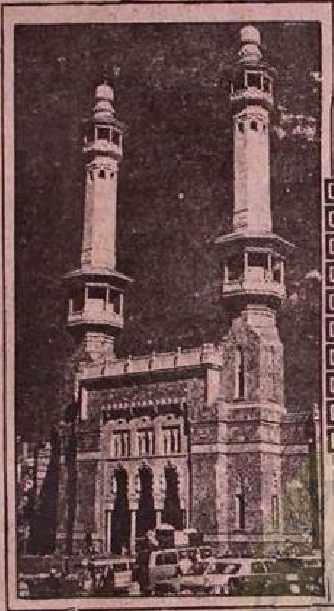
مولانا احمد رضا خاں نے قرآن پاک سلیس رواں ترجمہ کیا ہے ..... مولانا صاحب نے ترجمہ میں بڑی نازک احتیاط برتی ہے .....، مولانا کا ترجمہ اچھا ہے ..... ترجمہ میں اردو زبان کا احترام سیدانہ اسلوب قائم ہے [۳۰]

صوفی محمد اسلم نقشبندی پاکستان

امام اہل سنت امام احمد رضا خاں علیہ الرحمۃ نے ہم لوگوں پر سب سے بڑا احسان یہ فرمایا ہے کہ ہمیں ایک ایسا انداز فکر عطا فرمایا، جو اسلام کی حقیقی روح اور منشاء کے مطابق ہے، قرآن مقدس کا مقصود بھی یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو اولیاء عظام رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین کو تنقیص کے غبار سے پاک رکھا جائے، ان کے فضائل و کمالات کو نہ صرف زبانی بلکہ دل کی گہرائیوں سے تسلیم کیا جائے۔ اور ہرگز ہرگز ایسی راہ اختیار نہ کی جائے جس سے ان برگزیدہ ہستیوں کا بارگاہ میں بے باکی اور گستاخی کا شائبہ بھی نکلتا ہو، یہ وہ لغت عظمیٰ ہے جس کی حفاظت کا فریضہ ہم سب پر عائد ہوتا ہے، [۳۱]

مدیر ماہنامہ معارف دار المصنفین اعظم گڑھ

مولانا شاہ احمد رضا خاں صاحب بریلوی اپنے وقت کے زبردست عالم و مصنف و فقیہ تھے، انھوں نے چھوٹے بڑے سینکڑوں فقہی مسائل سے متعلق رسالے لکھے ہیں قرآن کا سلیس کا ترجمہ بھی کیا ہے، ان علمی کارناموں کے ساتھ ہزارہا فتووں کے جواب بھی انھوں نے دیئے ہیں فقہ اور حدیث پر ان کی نظر بڑی وسیع ہے [۳۲]



انعامِ وفا

مولانا سید احمد رضا نازش مونگیری مدرس دار العلوم خیر نظامیہ سہسرام بہار

بدلتا ہے رنگ آسماں کیسے کیسے

کل کیا تھا اور آج ..... ماضی کے دھندلے نقوش ۔ مگر انمٹ نقوش ۔ لو پھر آگئیں وہ یاد بے بسکتے لمحے ۔ کرب و اضطراب کی کیفیت آف یہ ظلم و تشدد اور دہشت و بربریت ۔ چپہ چپہ ، کونہ کونہ ، بادسموم کی لپیٹ میں تھے ۔ آتشیں بگولے ذہن و فکر میں حلول کر گئے ہیں ۔ کل تک جو امن و آشتی کا پیامبر سمجھا جاتا رہا وہ نقاب میں جا چھپا ۔ یا بے نقاب ہوگیا محبت و الفت داستانِ پارینہ بن گئی ملک کیا تقسیم ہوا ۔ سرحد کیا کھنچی دل بٹ گیا ۔ تن جدا ہوگیا من علیحدہ ہوگیا افکار و نظریات تبدیل ہوگئے ۔ برسہا برس کی پرانی روایت ملیا میٹ ہوگئی ۔ اخلاص کا شیش محل چکنا چور ہوگیا ۔ اقبال کی آواز صدا بصحرا ہوگئی ۔ نشانِ محبت آرزوئے شاہ جہاں حسرت و یاس کا مجسمہ بن گیا ۔ بھائی بھائی سے جدا ہوگیا ۔ والدین بچے سے جدا ہوگئے ۔ بیوی شوہر سے جدا ہوگئی ——— بھائی بہن سے جدا ہوگیا ۔ جانے والے چلے گئے آنے والے آگئے ۔ ہم بھی کتنے بڑے بے وقوف ہیں پرانی روایت کو قائم رکھنا چاہتے ہیں ۔ ارے تہذیب بدل گئی ۔ تمدن بدل گیا ۔ کرہ کائنات کے چکر بدل گئے نشیب و فراز منقلب ہوگئے ۔ تم بھی بدل جاؤ ! ——— گنگ و جمن نے آواز دی ۔ پہاڑوں نے سمجھایا ۔ جھرنوں نے لاکھ جتن کئے ۔ نئی تہذیب کا واسطہ دیا ۔ مگر میں تھا کہ ٹس سے مس نہ ہوا ۔ ———

جانے والوں میں وہ بھی تھا جسکے بغیر زندگی کا تصور ادھورا تھا ۔ مگر کیا کیجئے اس عزم ناتجربہ کار کا ——— سوچا تھا محبت کے لال قلعے کی حفاظت کرینگے ۔ الفت کا تاج محل سنوارینگے ۔ مگر سارے خواب چکنا چور ہوگئے ۔ میں سوچوں کے بھنور میں کبھی تیراکی کرتا ۔ کبھی خود کو بھنور کے حوالے کردیتا ۔ ابھرتا رہا ۔ ڈوبتا رہا ۔ ہچکولے کھاتا رہا ———

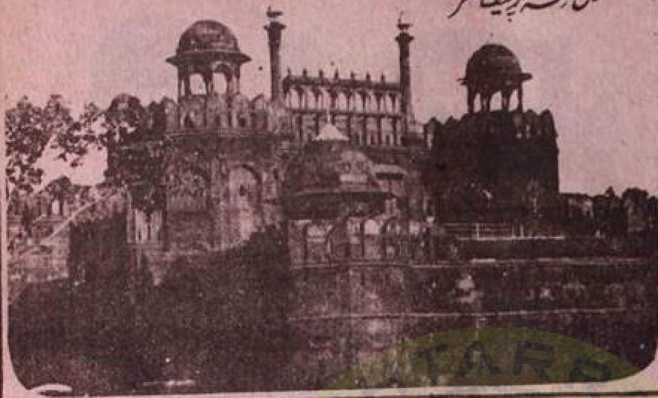
مگر کسے فکر تھی میری سوزشِ دل کی۔ ایسا زخم جو شاید ہی کھلا سکے۔ کسے فکر تھی اس بدنما داغ کی جو جبینِ ہند پر لگا تھا۔ ایسا داغ جو موسلا دھار بارش سے بھی نہ دھل سکا۔ نفسی نفسی کا عالم تھا کوئی کسی کا یار و مددگار نہ تھا۔ مگر اللہ اللہ کرکے شور تھم سا گیا۔ زندگی معمول پر آگئی۔ ایک سمجھوتہ ہوگیا وہ سمجھوتہ کیا ہوا؟ ——— لیڈر لوگ جانیں۔ میرے دل نے بھی ایک سمجھوتہ کرلیا۔ بھائی جدا ہوا تو کیا ہوا۔؟ ماں کی محبت کا آنچل جل گیا تو کیا ہوا؟۔ باپ کی شفقتوں کے سائباں کے تار و پود بکھر گئے تو کیا ہوا؟۔ رفیقۂ حیات کی چادر بھری نظروں کو فرقہ پرستی کی نظر لگ گئی تو کیا ہوا؟۔ اقربا و اعزا چھوٹ گئے تو کیا ہوا؟۔ اپنا ملک تو نہیں چھوٹا۔ اپنی یہ دھرتی۔ اپنی یہ زمین۔ آہا۔ کیا پیاری زمین ہے۔ پروائی چلتی ہے تو معلوم ہوتا ہے عشق کا دولہا پھولوں کے تیر چلا رہا ہے۔ پچھمی ہوا چلتی ہے تو ایک لذتِ ہجراں کا احساس دلاتی ہے۔

میں نے سوچا بلا سے کچھ نہیں بچا۔ سرِ نفلک ہمالہ تو قائم ہے جسکے دامن میں پناہ مل سکتی ہے۔ گنگ و جمن کے سیلِ رواں میں یہاں کی سنسکرتی محفوظ ہے میں سوچتا رہا .... نہ جانے کیا کیا سوچتا رہا۔ ابھی میں سوچوں میں گم تھا۔ افکار کی وادی میں صحرا نوردی کر رہا تھا کہ اچانک ایک آواز آئی، لرزہ خیز آواز کہیں پاس ہی کی تھی۔ میری چھٹی حس بیدار ہوگئی۔ ایک شور تھا ——— مارو ——— یہ پاکستانی ہے شاید اس کا ہدف میں ہی تھا۔ شور قریب آتا ہی جا رہا تھا۔ ٹھائیں۔ دھم۔ تڑ تڑ تڑاخ۔ بم۔ چنے۔ انقلاب۔ پھر ایک دھواں اٹھا۔ شاید جمہوریت کی چِتا جل رہی تھی چیخیں کمسنوں کی، مظلوموں کی۔ عورتوں کی، نہیں انسانیت کی چیخ تھی۔ سیکولرازم کی چیخ تھی۔ پرانی روایات تہذیب و تمدن، یہاں کی سنسکرتی کی چیخ تھی۔ چیخوں کا لامتناہی سلسلہ جاری تھا۔ گولیوں کے آواز کے سایے تلے انسانیت کی آواز دب گئی تھی۔ پھر میں کیسے بچ پاتا۔ میں بھی فرقہ پرستی کی ہوس کا شکار ہوگیا۔ اضطراب بھرا دل تھوڑی دیر تڑپا پھر خاموش ہوگیا ڈھیر سارا ارمان لئے مگر چہرے پر مسکراہٹ تھی۔ ایک سکون تھا۔ انمٹ سکون۔ کیوں نہیں؟ ارے میں تو بڑا خوش نصیب ہوں۔ میری مادرِ وطن سے دو گز زمین کا ٹکڑا تو مل گیا۔ پھر میں آغوشِ مادری میں ایسا سویا جیسے کہ محلے کے میدان سے کھیلتے کھیلتے تھک ہار کے آغوشِ مادری میں پناہ لینے آیا ہوں اور مادرِ وطن نے مجھے تھپکی دی اور میں اس کے آنچل سے لپٹ کر ہمیشہ کے لئے سو گیا ———

یہ سوچتا ہوا اب تو کوئی پاکستانی نہیں کہے گا۔

——— فقط ———

لال قلعہ کا پرکیف منظر





قبض

محمد قائم الاعظمی (بی، یو، ایم، ایس، علیگ)

قدیم طبی کتابوں سے پتہ چلتا ہے کہ قبض اتنا ہی قدیم مرض ہے جتنی قدیم انسانی تاریخ ہے یعنی انسان کے وجود میں آنے کے ساتھ ہی ساتھ یہ مرض بھی عالم وجود میں آیا۔

چونکہ یہ مرض اتنا قدیم ہو چکا ہے اور اس کی مرضی نوعیت اتنی شدید نہیں، اس لئے لوگ اس کو خاص اہمیت نہیں دیتے ہیں۔ لیکن اطبائے قدیم جیسے بقراط، جالینوس، زکریا رازی وغیرہم علاج و معالجہ میں قبض کو اتنی اہمیت دیتے تھے کہ کسی بھی مرض میں اگر مریض قبض سے دوچار ہے تو سب سے پہلے رفع قبض کی دوائیں دیتے تھے۔ اور آج بھی اصول علاج یہی ہے۔

قبض بظاہر مہلک مرض نہیں ہے لیکن اس سے پیدا ہونے والی پیچیدگیاں کبھی کبھی ہلاکت کا سبب بن سکتی ہیں۔

ضروری ہے کہ اس مرض کی نوعیت اسباب و حفاظتی تدابیر نیز عوارضات کے بارے میں معلومات حاصل کی جائیں تاکہ اس مرض سے چھٹکارا حاصل کیا جا سکے۔

وجہ تسمیہ قبض کے معنیٰ پکڑ اور گرفت کے ہیں۔ اس مرض کو قبض اسلئے کہتے ہیں کہ براز کو آنتیں اپنی گرفت میں لئے رہتی ہیں۔ امعاء اغلاظ کے فعل کی کمی و کوتاہی کا نام قبض ہے۔ جس کو اصطلاح طب میں نقصان فعل کہا جاتا ہے۔

معدہ کو اگر (ام الامراض) بیماریوں کی ماں کہا جاتا ہے تو اس میں قبض کو بھی کافی اہمیت حاصل ہے۔ ابوالطب بقراط کا قول ہے کہ جس طرح اجابت کا نرم ہونا برا ہے اسی طرح اس کا سخت ہونا بھی۔ لیکن ان دونوں میں فرق ہے اجابت کا نرمی مائل ہونا اس سے بہتر ہے کہ وہ سختی کے طرف مائل ہو۔

بقراط کے اس قول کی اگر تشریح کی جائے تو وہی مذکورہ بالا حقیقت سامنے آجاتی ہے قبض کی وجہ سے اگر سیکڑوں امراض کی استعداد پیدا ہو جاتی ہے تو لبط کی صورت میں بہت سے امراض کی استعداد ختم ہو جاتی ہے۔

قبض کی شکلیں ① وقت معتاد پر اجابت کا نہ ہونا، یعنی اس میں تاخیر واقع ہونا۔ ② اجابت کی مقدار کا طبی مقدار سے کم ہونا ③ اجابت کا سہولت سے نہ ہونا یعنی اجابت کے لئے زیادہ زینگنا اور زور لگانا

قبض کی دو صورتیں ہیں ① عارضی، جو کسی اتفاقی سبب کا نتیجہ ہوتا ہے۔



سرکا ہی شریف کی خوبصورت مسجد جو آج بھی دعوتِ نظارہ دے رہی ہے

(۲) دائمی۔
اس میں ہمیشہ یا اکثر قبض ہوا کرتا ہے۔

اسباب:۔ ضعف امعاء

ضعف امعاء بعض اوقات خلقی اور موروثی ہوتا ہے اور بعض اوقات بعد کو لاحق ہوتا ہے۔ جیسا بڑھاپے میں علی العموم ہوا کرتا ہے غیر خلقی ضعف کے اسباب مندرجہ ذیل ہیں۔

حمیات، بخار، امراض حادہ، سوء القنیہ، فقر الدم قلتِ دم مالیخولیا۔ اور ضعف اعصاب امراض اعصاب جیسے نایح واسترخاء

معدہ

معدہ کے امراض میں علی الخصوص ان امراض میں جو قے کے موجب ہوتے ہیں لاحق ہوا کرتا ہے۔ مثلاً اورام معدہ وقروح معدہ،

آلام

جوف عامہ، جوف شکم کے اورام وضربات وغیرہ سے جو آلام پیدا ہوتے ہیں اس سے بھی انعکاسی طور پر امعاء کی قوت دافعہ رک جاتی ہے۔ اور قبض لاحق ہو جاتا ہے۔

سوزاک

اجابت کے ساتھ چونکہ پیشاب ہوا کرتا ہے اور سوزاک کی وجہ سے پیشاب میں جلن ہوتی ہے اس لیے سوزاک کا مریض اجابت سے کتراتا ہے جو موجب قبض ہو جاتا ہے

امراض جگر ومرارہ

جگر ومرارہ کے وہ سارے امراض موجب قبض ہو سکتے ہیں جن سے صفراء لاذع کی پیدائش کم ہو جائے صفراء ایک قسم کا طبعی مسہل ہے جس سے آنتوں کی حرکت دافعہ تیز ہو جاتی ہے

تساہل وتغافل

اخراج براز کی حاجت کو اگر بار بار ٹالا جائے تو ایک وقت آتا ہے کہ اس کا احساس ہی ختم ہو جاتا ہے جس کا لازمی نتیجہ قبض ہے تساہل کے بے شمار جزئیات کو چند عنوانات میں گنا جا سکتا ہے۔ انہماک کی زیادتی مثلاً کسی دلچسپ کھیل (کرکٹ) دلچسپ گفتگو، دلچسپ کہانی میں مصروف ہونا مطالعہ کتب تالیفات وتصنیف، سینما بینی، ایجاد و اختراع کی لگن مہمات امور کا پیش آنا تکلف وتکلیف جیسے سردی وگرمی کے لگنے کا خیال مدارس ودفاتر میں بیت الخلاء کے خالی ہونے کا انتظار،

گندگی وماحول کی تبدیلی

بیت الخلاء اگر گندہ ہو تو اکثر نازک مزاج لوگ تقاضائے حاجت کے ارادے کو ٹال جاتے ہیں۔

دیہات کے باشندے جنگل کی کھلی ہوا



کے عادی ہوتے ہیں۔ شہر کے خاص قسم کے کھڈیوں اور قدمچوں پر بیٹھتے ہیں تو انہیں اجابت ہی نہیں ہوتی اسی پر دوسرے عادات کو بھی قیاس کیا جا سکتا ہے

شرم وحیا ورسوم نے مقامات پر قضائے حاجت کے لئے جانا اکثر طبائع پر گراں گذرتا ہے علی الخصوص عورتوں اور بہنوں کو بعض خاندانوں میں بری رسم ہے کہ دلہن کو فاقہ سے رکھا جاتا ہے کم سے کم غذا دی جاتی ہے محض اس خیال سے کہ سسرال میں اجابت کے لئے دلہن کا بیت الخلا جانا ایک شرمناک امر ہے)

انسداد وضیق منفذ امعاء اغلاظ کے کسی حصہ میں دباؤ یا تنگی کا ہونا براز کے عبور میں تاخیر کا موجب ہو سکتا ہے۔

یعنی کسی قرحہ کے اندمال سے مجریٰ کا تنگ ہو جانا عورتوں کے پوشیدہ امراض جیسے سیلان الرحم (رحم کا الٹ جانا) سلعات الرحم (رحم کی رسولی) اورام الرحم سے دباؤ پہونچنا دورانِ حمل امعاء پہ دباؤ پہونچنا۔ فربہی کی زیادتی کمر کو کس کر باندھنا وغیرہ

غور وفکر جب کوئی شخص دماغی مشاغل میں لگا سوچا کرتا ہے تو دماغ کی طرف خون زیادہ جاتا ہے اور آلاتِ ہاضمہ کی طرف طبیعت کی توجہ کم ہو جاتی ہے۔ اس لئے معدہ وامعاء کے سارے کام سست ہو جاتے ہیں اور نتیجتاً قبض بھی ہو جاتا ہے۔ مدرسین، مصنفین انشاء پردازان، مصورین، مدیران جرائد، مفکرین، وکلا، حکام وغیرہ۔ جیسے لوگ جو زیادہ تر بیٹھے رہا کرتے ہیں۔ اور حرکت وریاضت سے بے پرواہ ہوتے ہیں۔ اکثر اس مرض کے شکار رہا کرتے ہیں۔

سکون وراحت اطباء نے لکھا ہے کہ حرکت کی وجہ سے آنتوں کی حرکت دودیہ تیز ہو جاتی ہے، اس لئے غذا اپنے مسالک میں اترتی چلی جاتی ہے اسی طبعی قانون کی تصدیق مرضیاں قبض سے حاصل ہوتی ہے جو عام طور پر کاہل وسست وآرام پسند ہوتے ہیں۔ محنتی وجفاکش مزدور کو کبھی اس کی شکایت نہیں ہوتی ہے

قبض کے بے شمار اسباب ہیں انہیں میں درد روکنے والی نیند لانے والی، پیشاب آور، دست آور، دافع تیزابیت دوویہ شامل ہیں نیز افیون، چائے کی کثرت وغیرہم۔

علامات جن لوگوں کو قبض ہوتا ہے اگر یونہی چھوڑ دیا جائے تو رفع قبض کی کوشش نہ کی جائے تو انہیں دو، تین، چار روز یا اس سے زیادہ وقفہ کے بعد از خود اجابت ہوتی ہے۔ امعاء مستقیم غلیظ سخت اور گول سدوں سے بھری رہتی ہے جن کا رنگ عموماً سیاہی مائل ہوتا ہے یہ سدے گاہے الگ الگ یا ایک دوسرے سے ملے جلے جوڑے کی شکل میں برآمد ہوتے ہیں بعض اوقات اجابت کی حاجت ہوتی ہے۔

اور مریض اس مقصد سے بیت الخلا جاتا اور زور لگاتا ہے مگر ابتداً اس کی کوشش ناکام رہتی ہیں۔ آخر کار ایک آدھ سدّہ بدقت خارج ہوجاتا ہے اور بس چند گھنٹے کے عرصے میں دو تین بار یہی ہوتا ہے حتیٰ کے امعاء کا زیریں حصّہ خالی ہوجاتا ہے اس کے بعد آنتیں ایک مدّت کے لئے پھر بے عمل ہوجاتی ہیں ——

عوارضات

دورانِ قبض میں مریض مختلف قسم کی بدکیفیتوں میں مبتلا رہتا ہے مقامی طور پر آنت کا زیریں حصّہ اور سینوں میں بوجھ سا معلوم ہوتا ہے یا مبرز کے مقام میں خارش محسوس ہوتی ہے۔ بعض اوقات امعاء مستقیم اور مقعد کی وریدیں پھول جاتی ہیں اور بواسیر کی صورت پیدا ہوجاتی ہے۔ بعض اوقات پنڈلیوں اور رانوں میں درد لاحق ہوتا ہے۔ پیٹ میں عام طور پر نفخ ہوتا ہے جکے ساتھ ڈکاریں بھی ہوتی ہیں زبان میلی ہوتی ہے تنفس میں گاہے گندگی ہوتی ہے۔ بعض لوگ تبعض کی حالت میں۔ ماندگی وحشت انتشار پست ہتی محسوس کرتے ہیں۔ اور چستی و تازگی کا فقدان پاتے ہیں۔

بعض لوگ، گرانی سر اور دردسر دماغی پستی میں مبتلا ہوتے ہیں۔ ——

تبقض کی وجہ سے جگر کے انفعال متاثر ہوتے ہیں۔ اس لئے بدن میں خون کی کمی پیدا ہوجاتی ہے۔ قبض سے معدہ اتنا متاثر ہوتا ہے کہ اس کے سارے انفعال سست پڑ جاتے ہیں بھوک ختم ہوجاتی ہے اور ہاضم بگڑ جاتا ہے۔ تبعض کی وجہ سے رگھنا اور زور لگانا پڑتا ہے جس سے جریان کی بیماری پیدا ہوجاتی ہے اور بعض اوقات۔ (فتق) ہرنیا ایک خطرناک مرض پیدا ہوجاتا ہے۔ کانچ باہر نکل آتی ہے قولنج بھی ہوجاتا ہے تنفس متاثر ہونے کی وجہ سے اکثر بچوں کو تنگی تنفس ہوجاتی ہے ——

علاج و حفاظتی تدابیر

قبض کے علاج میں جہاں تک تدابیر وحیل سے کام چل سکے دوا کی طرف رجوع نہ کیا جائے۔ اس کی بیشتر صورتوں میں تدابیر سے کامیابی حاصل ہوجاتی ہے۔ ——

مثلاً اصلاح غذا کے ساتھ اجابت کے لئے اگر خاص وقت کی پابندی کی جائے اور تا زیست اس کا اہتمام کیا جائے تو چند روز کے بعد طبیعت اس کی عادی ہوجاتی ہے مقررہ وقت پر انسان بلاناغہ بیت الخلا چلا جائے خواہ اس کی تحریک ہو نہ ہو دائمی قبض میں تیز اور قوی مسہلات کا استعمال ممنوع ہے اس میں ہلکے ملینات و روغنیات استعمال مناسب ہے جو رات دن غذا کے طور پر مستعمل ہو، بادام روغن بادام، مکھن، گھی، دودھ، سبز ترکاریاں موٹے آٹے کی روٹی وغیرہ

ریاضت و ورزش

قبض کے مریضوں کو حسبِ مناسب عمر و قوت کی مناسب ورزش کا عادی بنایا جائے مثلاً پیدل چلنا۔ دوڑنا۔ باغوں اور سبزہ زاروں میں پھرنا۔ گھوڑے کی سواری، کشتی کھیلنا، پانی میں تیرنا ڈنڈ بیٹھک کرنا مگدر ہلانا۔ فٹ بال، کبڈی، جیسے کھیل کھیلنا ——

ادویہ

رفع قبض کیلئے اگر ادویہ کی ضرورت ہو تو اس کے لئے اسبغول روغن بادام اور روغن بیدانجیر بہترین چیزیں ہیں اسبغول ۶ ماشہ سے ایک تولہ تک سادہ پانی یا شیر گرم کے ساتھ پھکا لیا جائے۔ روغن بادام اور روغن بیدانجیر ۳ ماشہ سے ایک تولہ عندالضرورت دودھ میں حل کرکے استعمال کئے جائیں۔ ——

نسخہ برائے رفع قبض

برگ سناء مکی —— ۳ ماشہ ——

گل سرخ (۳ ماشہ) گل بنفشہ (۳ ماشہ) دودھ (۲۵۰ گرام) میں جوش دیکر چھان کر بوقت خواب استعمال کریں۔

جوارش کمونی (۳ ماشہ) جوارش مصطگی (۳ ماشہ) بعد غذائیں۔

اصلاحِ غذا قبض کی حالت میں غذا کی مقدار کم نہ ہونی چاہیئے اور نہ زیادہ خشک یعنی وہ بالفعل بھی رطب ہو اور بالقوہ بھی، جن اغذیہ میں نشاستہ اور گوشت کے اجزاء زیادہ ہوتے ہیں۔ وہ باعث قبض بن سکتی ہے۔ قبض کے مریض کو سبزیاں ساگ پات اور پھل زیادہ مفید ہیں۔ خواہ تازہ ہوں یا سوکھے ہوں

سبزیوں میں خرفہ پالک، میتھی، چولائی، چقندر شلجم، گاجر۔ کدو، ترئی، ٹنڈے، نہ قابض ہیں اور نہ ملین، مٹر، آلو، سیم، کچنال، بینگن قبض کی طرف مائل ہیں۔ پھلوں میں آم، انجیر، منقی، کشمش، آلو بخارا انگور، امرود، خربزہ ملین ہیں۔ سیب بھی مائل بہ قبض ہے۔

پرہیز قبض کے مریض کو نفاخ اور ثقیل غذاؤں سے پرہیز کرنا چاہیئے۔ جیسے میدے کی روٹی، پراٹھے پوری کچوری، بریانی، پلاؤ، چائے نوشی وغیرہ۔

فلیقاتل فی سبیل اللہ الذین
یشرون الحیوۃ الدنیا بالآخرۃ
ومن یقاتل فی سبیل اللہ
فیقتل او یغلب فسوف
نؤتیہ اجرا عظیما

کشتیٔ دین کا پتوار ہے سنی دنیا

از: سید قیصر خالد فردوسی دہلی۔

اہل حق کے لیئے ہتھیار ہے سنی دنیا
نجدیوں کے لئے تلوار ہے سنی دنیا

گلشن علم و ادب کا گل شاداب ہے اور
قصر الفاظ کا مینار ہے سنی دنیا

منقبت، نعت، سلام اور مناجاتوں کے
بادۂ ناب سے سرشار ہے سنی دنیا

اعلیٰ حضرت کے عقائد کا ترجمان ہے اور
کشتیٔ دین کا پتوار ہے سنی دنیا

مسلکِ سنی کی ترویج و اشاعت کے لیئے
ازہری قبلہ کا ایثار ہے سنی دنیا

اپنے تو اپنے ہی ہیں غیر بھی یہ کہتے ہیں
بالیقین تحسین کا حقدار ہے سنی دنیا

کیوں نہ پھر اس کی اشاعت میں اضافہ ہوگا
جب حقائق کا علم دار ہے سنی دنیا

روح کو تازگی ایمان کو جلا ملتا ہے
جب کہ پڑھتا کوئی اک بار ہے سنی دنیا

کیوں نہ اربابِ نظر شوق سے اس کو پڑھیں
جب شفائے دل افگار ہے سنی دنیا

جس کو پڑھنے سے ملے دل کو سکون و راحت
اہل سنت کا وہ معمار ہے سنی دنیا

بالیقین لائق تحسین ہیں ذوالفقار علی
جن کے دم سے سر بازار ہے سنی دنیا

زینتِ بزم صحافت جسے کہیئے قیصر
لفظ و معنی کا وہ شہکار ہے سنی دنیا

دوسری اور آخری قسط

اخبار الجمال تاریخ علی گڑھ کا قدیم ماخذ

از ——————— ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم

شیخ عبداللہ کے دوسرے صاحبزادے شمس العارفین شاہ جمال علیہ الرحمہ ہیں۔ ان کی ولادت کول میں ہوئی۔ تاریخِ ولادت کا صحیح پتا نہ چل سکا۔ البتہ اتنا ضرور ہے کہ ان کی جائے پیدائش پر سرخ رنگ کے پتھر کا مصلیٰ نما نشان تھا۔ جس پر عمارت کھڑی کر دی گئی ہے۔ مصنف لکھتے ہیں:

"مولد و منشاء ایشاں [illegible] ل است کہ
بر مکان ولادت ایشاں [illegible] سنگ سرخ
نشاں نہادہ برآں عمارت مرتب ساختہ"

وہی جگہ شاہ جمال کی نشست گاہ بھی تھی اور جائے عبادت بھی اس کی طرف مصنف نے اس طرح اشارہ کیا ہے۔

برزمینے کہ نشاں کف پائے تو بود
سالہا سجدۂ صاحب نظراں خواہد بود

شاہ جمال کی ولادت کے وقت دہلی کے تخت پر ناصر الدین محمود جلوہ افروز تھا اور جب وفات ہوئی اس وقت حکومت ہند کی باگ ڈور محمد شاہ بن تغلق کے ہاتھ میں تھی، جس سے اندازہ لگایا جاتا ہے کہ ان کی عمر سو سال کے قریب رہی ہوگی۔ مصنف لکھتے ہیں:-

"باعتبار ولادت مخدوم شیخ جمال اگر چند سال
دیگر از عہد ناصر الدین محمود در شمار در قرار باشند
بدین قیاس عمر گرامی حضرت مخدوم شیخ جمال
تا وفات محمد شاہ بن تغلق قریب بصد
سال می رسد۔"

پھر مصنف نے یہ شبہ بھی ظاہر کیا ہے کہ اگر اس سے زیادہ لمبی عمر پائی ہوگی تو فیروز شاہ کے عہدِ حکومت میں انتقال فرمایا ہوگا۔

"احیاناً اگر عمری نہایت طویل و کمال دریافتہ
اند در اوائل عہد فیروز شاہ وفات یافتہ باشند"

بہرحال واقعہ کچھ بھی ہو مگر اتنا مسلّم ہے کہ ان کی عمر شریف طویل تھی۔ خلقِ خدا کو ان سے فیضیابی کا بہتر موقع ملا تھا۔ اپنے فضائل و کمالات اور مستجاب الدعوات ہونے

کے سبب عوام وخواص مسلم وغیر مسلم دونوں میں یکساں مقبول تھے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے انہیں ولایت کے سب سے اہم مقام فردانیت پر فائز کر رکھا تھا۔ ولایت کے کئی مراتب سے گزرنے کے بعد انسان اس منزل تک پہنچتا ہے۔ مصنف بحرالمعانی کے حوالے سے لکھتے ہیں۔

"چوں اوتاد العباد حضرت مخدوم شیخ جمال از اعیان افرادات"

بعض معتبر کتابوں میں اس کی اہمیت اس طرح واضح کی گئی ہے کہ ولی ترقی کرکے قطب ولایت اور قطب ولایت ترقی کرکے قطب اقلیم اور قطب اقلیم ترقی کرکے عبدالرب یعنی قطب مدار کا بایاں وزیر اور عبدالرب ترقی کرکے۔ عبدالملک یعنی قطب مدار کا دایاں وزیر اور عبدالملک ترقی کرکے قطب عالم بنتا ہے جس کی برکت سے علوی وسفلی تمام موجودات کا وجود قائم ودائم رہتا ہے۔ وہی قطب مدار ترقی کرکے ولایت کے اہم منصب فردانیت پر پہنچتا ہے جس پر شاہ جمال فائز تھے۔

مصنف کتاب نے اس آفتاب ولایت کی کچھ کرامات بھی بیان کی ہیں جس سے ان کی خدارسی اور جلالت قدر کا پتا چلتا ہے۔

(۱) ایک مرتبہ شاہ جمال علیہ الرحمہ جمنا ندی کے پاس سے گزر رہے تھے کہ عصر کی نماز کا وقت ہو گیا۔ وضو کرنے کے لئے ندی کے کنارے گئے۔ اسی اثناء میں دو شخص نمودار ہوئے وہ لوگ بھی وضو کرکے شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور نماز پڑھانے کے لئے کہا۔ شیخ نے جواب دیا کہ تم میں کوئی امامت کرے۔ پھر ان لوگوں نے جواب دیا کہ آپ کا مقام بہت اونچا ہے امامت آپ ہی کو زیب دیتی ہے۔ چنانچہ شیخ صاحب نے ہی امامت کی جب قرأت سے فراغت کے بعد رکوع اور پھر سجدہ میں گئے تو سجدہ میں بہت دیر کر دی۔ مقتدیوں نے نماز سے فراغت کے بعد دریافت کیا کہ میں نے بہت سے لوگوں کے پیچھے نمازیں پڑھی ہیں لیکن اتنا طویل رکوع وسجدہ کسی کا نہیں دیکھا ہے۔ کیا میری نماز قبول ہوگی بھی یا نہیں۔ شیخ جمال فرمانے لگے کہ نماز کی مقبولیت کے بارے میں مطمئن رہو۔ جب میں سجدہ میں جاتا ہوں تو اس وقت تک سجدے سے سر نہیں اٹھاتا ہوں۔ جب تک بارگاہ رب العزت سے اس کی مقبولیت کی ندا نہیں سن لیتا ہوں۔"

(۲) ایک دن اس سبزی فروش کا جنازہ شاہ جمال کے سامنے لایا گیا جو فقرا کے لئے لنگر کا یومیہ خرچ پہنچایا کرتا تھا تو انھوں نے فرمایا اس بے چارے نے مجھ سے ابھی اپنا حساب صاف نہیں کیا، کیسے مرگیا جب لوگوں نے اس کی تحقیق کی تو وہ جنازہ میں زندہ تھا۔ پھر برسا برس زندہ رہا۔"

(۳) ایک مرتبہ ان کے مریدین میں سے کسی مرید سوداگر کا جہاز دریا میں طوفان کے گرداب میں پڑ گیا۔ جہاز ڈوبنا ہی چاہتا تھا کہ اس نے مخدوم شیخ جمال کی دہائی دی۔ اس وقت مخدوم صاحب قصبہ کول میں حجامت بنوا رہے تھے کہ دفعتاً بدن گرم ہو گیا۔ چہرے پر سرخی چھا گئی اور پیرہن مبارک تر بتر ہو گیا۔ جب گرمی ختم ہوئی تو حجام نے گرمی اور پیراہن کی تراوٹ کا سبب دریافت

کیا تو مخدوم نے فرمایا کہ میرے ایک مرید سوداگر کا جہاز دریا میں ڈوب رہا تھا، تو اس نے اس موقع پر مجھے بلایا۔ پھر میں نے اس کا جہاز سمندر میں ڈوبتے ڈوبتے بچایا۔ چند دنوں بعد وہ سوداگر کچھ تحفہ و نذر لے کر جناب میں حاضر ہوا اور پورا ماجرا

بیان کیا ٹھیک وہی تاریخ تھی جس دن یہ واقعہ درپیش ہوا تھا۔ جب تاجر یہ واقعہ بیان کر رہا تھا، اس وقت ہندوؤں کی زبردست بھیڑ وہاں جمع ہو گئی۔ ہندو اس واقعہ سے بہت متاثر ہوئے اور اسی وقت سے شیخ مخدوم کو "بوہیت دریا" کہنے لگے۔

اسی طرح دوسری اور کرامات ہیں جن کے سبب انہیں دوامی شہرت نصیب ہوئی۔ مصنف لکھتے ہیں:۔

زہی شیخ جمال آں محو بالذات
بعالم مشتہر از خرق عادات

شاہ جمال کا مزار مقدس قلعہ کول کے بیرون غربی جانب اپنے دادا شیخ ابوالمؤید اور والد شیخ عبداللہ کے مزار مقدس کے پائین میں واقع ہے۔ شاہ جمال ہی کی وجہ سے وہاں ہر روز بھیڑ رہتی ہے۔ مسلم وغیر مسلم تمام عقیدت مندان وہاں حاضر ہو کر اپنی اپنی تمناؤں کا اظہار کرتے ہیں۔

"آں دیار باسم درسم وکشف وکرامات و خرق عادات بسیار اشتہار دارند کہ سکان و نواحی آنجا ہمہ اقوام از ہنود و اہل اسلام باطاعت وانقیاد بزیارت مزار شریف ایشاں شب و روز ازدحام علی الدوام قیام دارند تا آنکہ نسبت مقبرہ مذکورہ بزبان عوام باسم حضرت شیخ جمال مذکور زبان زد و مسمی ومشہور است۔"

اس کے علاوہ ہر سال کسی متعینہ تاریخ میں وہاں عرس بھی منایا جاتا ہے۔ ہر سہ شنبہ کو وہاں خصوصی ازدحام ہوتا ہے۔ اس کی گئی دعائیں خاص طور سے مقبول ہوتی ہیں۔ مصنف لکھتے ہیں کہ بارہا کا تجربہ ہے کہ جو دعا اس دن کی گئی ہے ضرور مقبول ہوئی ہے۔

روز طواف حضرتِ مخدوم شہ جمال
سہ شنبہ است از کرم ایزد تعال
آیند ز بہر زیارت آدم ز ہر طرف
پابند ہر مراد کہ دارند در خیال

انھوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ ماہ اساڑھ میں کسی سہ شنبہ کو اطراف و نواحی کے تمام عقیدت مند لاکھوں اور ہزاروں کی تعداد میں وہاں یکجا ہوتے اور مزار مقدس کے ارد گرد اس طرح نثار ہوتے ہیں جیسے پروانہ شمع کے ارد گرد۔ وہاں لوگ نیاز و نذر پیش کرتے ہیں اور اپنی ضرورتوں کو بیان کر کے دعا کی اجابت کے خواستگار ہوتے ہیں:۔

"اما در ماہ ہندی کہ اساڑھ باشد سہ شنبہ شوند کہ درآں ماہ واقعہ باشد اگر انام ہر اطراف کہ تمام سکان میان دوآب ہنود و اہل اسلام خاص و عام بر روضہ متبرکہ ایشاں لکھا و ہزاراں جمع می شوند بر یکے موافق وسعت و نیت خود نذر و نیاز می آرند و خود بارا، ہمچو پروانہ وار گرد شمع بر روضہ ایشاں نثار خاکسار می سازند و حاجتہائے خود بارا

با آنجناب التماس و اظہار کہ دارند بحر ب
بر آرند یا (کذا)

چوں کہ شاہ جمال کو روز سہ شنبہ اساڑھ کے مہینہ میں یہاں دفن کیا گیا تھا اس وجہ سے اس تاریخ میں یہاں بھیڑ ہوتی ہے اور ان کے معتقدین ان کا عرس مناتے ہیں۔ مصنف لکھتے ہیں کہ میں خود ہر ماہ ہر سہ شنبہ کو جاتا ہوں اور ان کے مزار کی خاک پر نثار ہو جاتا ہوں۔

"بزیارت آنجناب عالی جاہ ہر ماہ می رقم بعد از زیارت مزار شیخ جمال و مزار ہائے جد بزرگوار ایشاں ہفت مرتبہ گرد مجبر گردیدہ نثار خاک می گشتم۔"

شاہ جمال کی وفات کے سلسلہ میں یہ بات کہی جاتی ہے کہ ان کی وفات ۹ ربیع الاوّل کو دہلی میں ہوئی۔ اور خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کے روضہ اقدس کے قریب اپنی دادی بی بی ساران کی قبر کے پہلو میں مدفون تھے۔ ان کی قبر سے حب الوطنی کی صدا آتی تھی جسے کئی لوگوں نے سنا۔ پھر خواجہ قطب الدین نے خواجہ محمد اسماعیل کو بشارت فرمائی کہ شاہ جمال کو قصبہ کول میں دفن کیا جائے چنانچہ ان کی نعش دہلی سے کول لائی گئی اور اساڑھ روز سہ شنبہ کو کول میں دفنایا گیا۔ اسی سبب سہ شنبہ کے دن ان کا عرس منایا جاتا ہے۔ یہ عرس علی گڑھ کے علاوہ آگرہ اور دہلی کے مقام "شہجا" شاہ جمال کا اختصار ہے۔

آخر میں انھوں نے شاہ جمال کے فضائل و کمالات پر مشتمل ایک مثنوی لکھی ہے جس میں ان کی تمام خوبیوں کا ذکر کیا ہے مثنوی کے آخر میں لکھتے ہیں:۔

بساعتی کہ زیارت کنی مزار جمال
دنیا کم نمی شود ازاں در حال (کذا)

جمال کو بوی الحق جمال اللہ است
زبان ناطقہ از وصف پاک کوتاہ است
درخت خوما ہندی کہ گرد درگاہش
نشان کشف و کرامات شیخ دلخواہ است

اس طویل مثنوی کے بعد مصنف ان کی ازدواجی زندگی کے پہلو پر بھی خامہ فرسائی کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ان کے تین صاحبزادے تھے۔ (۱) علم الدین (۲) جلال الدین، (۳) اور کمال الدین انہی تین صاحبزادگان سے یہاں کی نسل بڑھی اور دہلی، اترولی، پلکھنہ اور نانوں کے مواضعات میں آباد ہوئی۔

عَلَمُ الدّین

شاہ جمال کے سب سے بڑے صاحبزادے علم الدین تھے۔ یہ بھی بہت باکمال اور خدارسیدہ بزرگ تھے۔ ان کی شادی موضع جرارہ عملہ پرگنہ پہاسو کے قاضی زبیر کی دختر نیک اختر سے ہوئی۔ ان سے شیخ بابو متولد ہوئے جو فضل و کمال میں یگانۂ روزگار تھے۔ شیخ علم الدین کا مزارِ مبارک احاطہ شاہ جمال میں ہے۔

شیخ بابو

مصنف ان کی ولادت کے بارے میں لکھتے ہیں کہ جب شیخ علم الدین کی اہلیہ ایک دن سلام کرنے حضرت مخدوم شاہ جمال کے دربار میں حاضر ہوئیں تو شاہ صاحب نے خلافِ معمول ان کی تعظیم کی۔ شیخ بابو کی والدہ متعجب ہوئیں، تو شاہ صاحب نے فرمایا کہ تمہاری تعظیم نہیں بلکہ اس کی تعظیم ہے جو تمہارے شکم میں ہے۔ وہ ہمارے خاندان کا چراغ ہوگا۔ پھر چند یوم گزرنے کے بعد شیخ بابو پیدا ہوئے۔

شیخ بابو تادمِ مرگ موضع جراہ میں رہے۔ وفات

کے بعد انہیں احاطہ شاہ جمال میں دفنایا گیا۔ ان کے مزار کے قریب ایک املی کا درخت ہے، جس پر چمگادڑ عرصے سے بسیرا کرتے چلے آئے ہیں۔ شام میں تو طلب رزق کے لئے منتشر ہو جاتے ہیں، مگر صبح ہوتے ہی اسی درخت پر نماز معکوس کی طرح لٹک جاتے ہیں انہیں کوئی چھیڑتا نہیں جو چھیڑتا ہے تو خود ہی اپنی جان جوکھوں میں ڈالتا ہے۔ اس سلسلہ میں مصنف نے ایک واقعہ درج کیا ہے۔

"روزے شخصے تیرے تفنگ شپرے را زد کہ در جناب ہماں وقت بیفتاد و بمرد۔"

ایک دن ایک شخص نے چمگادڑ کو مارا۔ وہ شخص اسی وقت گرا اور مر گیا۔

اس سلسلہ میں انھوں نے ایک واقعہ یہ بھی لکھا ہے کہ:

"ایک دن ایک شخص نے ایک چمگادڑ کو لکڑی سے مارا۔ گھر آیا اور سو گیا۔ رات میں اس نے چلاّنا شروع کیا۔ اتنے میں بہت سے لوگ جمع ہو گئے۔ دریافت کیا گیا تو معلوم ہوا کہ کوئی شخص میرے پاس آیا ہے اور لکڑی لے کر مجھے مار رہا ہے، اور کہہ رہا ہے کہ تو نے چمگادڑ کو کیوں مارا ہے۔ یہ اسی کی سزا ہے۔ بڑی منت و سماجت کی۔ شرینی پر فاتحہ دلائی۔ اس طرح رات خیریت سے گزری۔"

مصنف نے لکھا ہے کہ اس طرح ان کے بے شمار کرامات ہیں جنھیں احاطہ تحریر میں نہیں لایا جا سکتا۔

شیخ بابو کی نسل سے تقریباً دو سو لوگ تھے۔ جو دو گروہوں میں بٹے ہوئے تھے، پہلے گروہ کے لوگ کول اور جلال میں متوطن تھے، اور دوسرے گروہ کے لوگوں نے جرارہ اور پہاسو میں سکونت اختیار کی۔

جلال کے معززین میں اس وقت نظر محمد خاں، غلام احمد خاں، مولوی محی الدین محمد یوسف، محمد اشرف، عبدالمومن غلام حیدر، محمد احمد، عبدالوحد، محمد میر، اور محمد شاہ وغیرہ تھے۔ اور کول کے معززین میں شیخ رکن الدین، ضیاء الدین اور علمائے دین کا شمار ہوتا تھا۔

شیخ کمال الدین

شاہ جمال کے تیسرے صاحبزادے شیخ کمال الدین تھے۔ علوم متداولہ میں انہیں دسترس تھی۔ کول سے دہلی تشریف لے گئے اور وہاں سلطان علاء الدین خلجی کے استاد مقرر ہوئے۔ خلجی ۶۹۵ھ میں دہلی کے تخت پر بیٹھا اور شوال ۷۱۶ھ میں اس ذمہ داری سے سبکدوش ہوا۔ اس کے دور حکومت میں ایک بزرگ قاضی احمد جام تھے جن کی دختر نیک مسماۃ عصمت اللہ سے شیخ کمال الدین کا عقد ہوا۔ شیخ حسین انہی کے بطن سے پیدا ہوئے۔

شیخ کمال الدین کی وفات دہلی میں ہوئی اور خواجہ قطب الدین کے جھرنے کے بالمقابل ایک کوس کے فاصلے پر شرقی جانب دفن کیا گیا۔ آج وہ جگہ "چلبل آملی" سے مشہور ہے۔ مصنف نے اس قبر کی زیارت کی ہے۔ انھوں نے لکھا ہے کہ وہاں دو قبریں ہیں۔ ایک چبوترہ پر، دوسری مسجد کے صحن میں بیچ ہے آیت الکرسی دونوں قبروں پر منقوش ہے۔ ان میں ایک تو ان ہی کی ہے اور دوسری قبر ان کے پوتے منگن شاعر کی ہے۔

مولانا کمال الدین کولوی کی اولاد پرانی دہلی میں

بہشتی دروازہ کے پاس اور ملک یار کے مقبرہ کے قریب رہتی تھی، جو بعد میں محلہ کولوال سے مشہور ہوا انہی کی اولاد میں سے ایک بزرگ قاضی عبدالشکور بھی تھے، جو اکبر بادشاہ کے عہد میں جونپور کے قاضی مقرر ہوئے۔

شیخ جلال الدین

شاہ جمال کے دوسرے صاحبزادے شیخ جلال تھے۔

یہ بھی اپنے دوسرے بھائیوں کی طرح بڑے باکمال تھے انہیں بھی اپنے والدِ ماجد سے ارادت حاصل تھی۔ انھوں نے کول کے بجائے مانک پور کو اپنا وطن بنایا اور راجی حامد شاہ بن راجی محمد شاہ کی ہمشیرہ سے نکاح کیا، جن سے شیخ جیون پیدا ہوئے۔ ان کی وفات قصبہ کول میں ہوئی۔ ان کا مزارِ اقدس احاطہ شاہ جمال میں اپنے پدرِ بزرگوار کے مزار کے برابر غربی جانب واقع ہے۔

شیخ جیون

شیخ جیون شیخ جلال الدین کے فرزند ارجمند تھے۔ ان کی والدہ راجی حامد شاہ کی بہن تھیں۔ راجی حامد شاہ مانکپوری کے سلسلہء نسب میں ایک نام سید شہاب الدین کا آتا ہے۔ جنھیں ہندوستان میں صاحبِ اعزاز واکرام سمجھا جاتا تھا سب سے پہلے راجی کے لقب سے انہی کو سرفراز کیا گیا۔ چونکہ شیخ حامد اسی سلسلہ سے وابستہ ہیں، اس لئے ان کے خواہرزادہ کو بھی اسی لقب سے شہرت ملی ان کی اولاد واحفاد میں کول، پلکھنہ، ناتوں، جلالی کے لوگ آتے ہیں۔ مصنف لکھتے ہیں کہ عرصہ تک ان کے نام کے ساتھ راجی لکھا جاتا رہا۔

"الحال ۱۱۵۱ھ یکہزار یکصد و پنجاہ و یک ہجری
است فرمان ملک بہر سلطان سکندر بن سلطان
بہلول لودی کہ بحساب تحریرش مدت
دو صد و چہل سال باشد بنام اولاد راجی
شیخ جیون ہستے کہ دارم دراں فرماں چہرہ
ہر کسے و نام سہ پشت ملقب راجی مرقوم اند
کسے کہ اعتبار ندارد بیاید کہ در نگاہش دارم"۔

شیخ جیون کے چار لڑکے تھے۔ شیخ راجی شہاب میانگی ان میں بڑے باکمال تھے ان کی قبر بھی احاطہ شاہ جمال میں ہے۔ ان کے تین لڑکے تھے جنہیں بعد میں خوب ترقی ملی۔ ان میں سے ایک مولانا جنید تھے جن کی نسل موضع پلکھنہ میں پلی بڑھی۔ دوسرے راجی شہ جن کے لڑکے راجی بدھ شاہ جمال سے تھوڑی مسافت پر دروازہ کلاں کے پاس ایک نئی حویلی بنا کر رہنے لگے۔ شاید اب اس کا نشان نہیں۔ تیسرے لڑکے شیخ بوڈھے تھے جنھوں نے کول میں سکونت کی، انھوں نے بہت جائداد حاصل کی اور بعد میں کاشتکار سے مشہور ہوئے۔

مصنف لکھتے ہیں کہ ان کے پاس ایک ہزار چار سو ہل کی کھیتی تھی جس کی وہ نگہبانی کرتے تھے۔ انہیں پرگنہ کول کا راجہ تسلیم کیا جاتا تھا۔ مال وجائداد میں وہ اپنی نظیر نہیں رکھتے تھے۔ دوآب یعنی گنگا اور جمنا کے درمیان کوئی ایسا شخص نہیں تھا جو آراضی اور جائداد کے معاملے میں ان سے آنکھیں ملا سکتا ہو۔

"در تمام میان دوآب زمین دار ثانی ہمچو نداشت"

شیخ بوڈھے کے تین لڑکے تھے۔ ایک خواجہ شیخ ان کی اولاد پلکھنہ میں رہی۔ دوسرے راجی مجھلے ان کی اولاد پلکھنہ میں تھی، جن میں غلام حسین بہت مشہور تھے۔

تیسرے شیخ الاسلام، جن کی قبر مجر شاہ جمال کے دروازے پر ہے۔

شیخ الاسلام کے دو لڑکے تھے۔ ایک احمد شاہ جن کی اولاد کول اور پلکھنہ میں رہی۔ دوسرے شیخ محمد جن کی دو بیویاں تھیں۔ ایک بیوی سے دو لڑکے تھے، ایک شیخ محمود، جن کی نسل آگے نہ بڑھ سکی، اور دوسرے شیخ حسن، جو اپنے وقت کے معززین میں شمار ہوتے تھے دوسری بیوی سے شیخ محمد تولد ہوئے۔ ان سے تین لڑکے پیدا ہوئے۔ ایک شیخ جلال، جن سے کوئی اولاد نرینہ نہ تھی۔ دوسرے شیخ گھورن، تیسرے شیخ نظام گھورن۔

شیخ گھورن بڑے بہادر اور طاقت ور تھے۔ اس واقعہ سے ان کی بہادری معلوم ہوتی ہے کہ ظہیرالدین بابر ۸ رجب ۹۳۲ھ کو جب ۱۲ ہزار لشکر کے ساتھ پانی پت پر حملہ آور ہوا تو روز پنجشنبہ ۲۸ رجب ۹۳۲ھ کو آگرہ میں قیام کیا، وہیں سے اپنے امرائیں سے ایک کو جن کا نام ملا اپاق تھا، کول بھیجا۔ جن کے ذریعہ پیغام یہ بھجوایا کہ شیخ گھورن تین ہزار مسلح لشکر کے ساتھ جلد حاضر ہو جائیں چنانچہ گھورن نے تعمیلِ حکم کرتے ہوئے اسی آن بان کے ساتھ بابر سے ملاقات کی۔ پہلے تو قاسم سنبھلی کی حمایت سے قلعہ سنبھل فتح ہوا پھر شیخ گھورن اور ملا اپاق نے نثار خاں سے گوالیار کا قلعہ قبضہ میں لیا۔ جب ۱۲ر جمادی الآخر ۹۳۲ھ میں رانگا سانگا ہندوستان کے دس معتبر راجاؤں کی مدد سے دو لاکھ ایک ہزار مسلح سواروں کے ساتھ حملہ آور ہوا۔ شیخ گھورن کی فوج ان سے بہت کم تھی، مگر جس دلیری اور بہادری سے انھوں نے اس حملہ کا جواب دیا وہ قابلِ ذکر ہے۔ مصنف لکھتے ہیں:-

"دوازدہ ہزار سوار کہ نامدار از دہ راجہا بود
باموات رسید اکثر کفار نیز طعمہ زاغ و زغن گردید
و مبنی فساد را نا سانگا رو بفرار نہاد"

شیخ گھورن اپنی دلیری اور بہادری کا بھرپور ثبوت دیتے ہوئے مخالفین کی فوج کے کشتے کے پشتے لگا کر انہیں چیل اور کوؤں کا لقمہ بنا دیتے ہیں۔ اس سے بابر بہت خوش ہوا۔ چنانچہ وہ کہتا ہے:-

"روز شنبہ پہلی محرم ۹۳۴ھ کو جب میں کول آیا تو شیخ گھورن کے گھر ہی مہمان ہوا۔ انھوں نے خوب خوب ضیافت کی اور دو روز کول کی خوب سیر کرائی۔"

بابر نے شیخ گھورن گوالیار کی ریاست سپرد کی اور شہاب الدین خسرد اور محمد غوث درویش کو قلعہ گوالیار کا حاکم مقرر کیا۔

شیخ گھورن اپنی وفات کے وقت عہد ہمایوں میں مالوہ کے صوبے دار تھے۔ مانڈو میں وفات ہوئی اور قصبہ کول کے باہر جانب پورب مدفون ہوئے۔ ان کی قبر سنگ مرمر سے بنی ہوئی آج بھی موجود ہے۔

شیخ گھورن کے طویل تذکرے کے بعد ان کی اولاد و انسال کا ذکر کیا ہے جن میں درجِ ذیل افراد بہت ہی مشہور و معروف تھے۔

شیخ جمال الدین خواجہ بہرہ راجی شیخ خجشہ، شیخ مبارک شیخ خوند، خواجہ، راجی شیخ منجھن، راجی شیخ بدہ، راجی شیخ کمن زندہ پیر، شیخ ہنجو، شیخ حمزہ سپید پوست، راجی شیخ خلیل راجی شیخ ضیاء اللہ، راجی شیخ عبدالصمد، شیخ خلیل، راجی شیخ

کمن، شیخ بداری، شیخ جعفر، راجی شیخ یار محمد، نواب حیدر قلی خاں راجی شیخ عالم وغیرہ

راجی شیخ کمن زندہ پیر بڑے حدار رسیدہ بزرگ تھے۔ مال و دولت کی فراوانی تھی۔ کول کی ریاست و جائداد کے وہی نگراں تھے۔ اس زمانے میں وہ اپنی نظیر آپ تھے۔ دن بھر روزہ رکھنا راتوں کو عبادت کرنا ان کے معمولات میں سے تھا۔ ان کے بارے میں یہ بھی مشہور ہے کہ مسلم و غیر مسلم کوئی بھی ان کے دروازہ پر آتا تو ان کے خدام اس کی تفصیلات لکھ کر شیخ کی جناب میں پیش کرتے، جب تک وہ ان کے مسافروں کے لئے کھانا تیار کرا کے بھجوا نہ دیتے، وہ خود کھانا نہ کھاتے تھے۔

کول کے بزرگوں کے اس سلسلے کے بعد آخر میں انھوں نے اپنا ذکر کیا ہے۔ اور مصنف اپنے کو اس سلسلہ کی آخری کڑی بتاتے ہیں۔ اپنے والد شیخ راجی یار محمد کا ذکر جس انداز سے کیا ہے وہ بھی قابل مطالعہ ہے۔ ان کے بارے میں لکھا ہے کہ ۲۵۹ بیگہ اور پانچ بسوہ زمین کے وہ مالک تھے۔ ۱۱۵۱ھ میں ،، سال کی عمر میں ان کی وفات ہوئی۔ ان کے تین لڑکے ہوئے۔ ایک راجی شیخ عالم، جنھوں نے علوم ظاہرہ کی تکمیل کے بعد باطنی علوم کی تحصیل کی طرف توجہ کی۔ گوشۂ عافیت میں زندگی کا بیشتر حصہ گزارا۔ ہمیشہ ان پر جذب کی کیفیت طاری رہتی تھی۔ دوسرے صاحبزادے راجی شیخ حسن تھے۔ جو ابتداءً عمر سے کشت کاری کی طرف متوجہ ہوئے مگر علوم متداولہ میں منطق سے خصوصی دلچسپی رکھتے تھے۔ تیسرے فرزند مؤلف کتاب راجی محمد تھے۔ یہ اپنے بھائیوں میں سب سے بڑے تھے۔ ان کا تفصیلی ذکر مؤلف کتاب کی حیثیت سے ابتدائی اوراق میں گزر چکا ہے۔

قلعۂ کول

کتاب اخبار الجمال کے آخر میں مصنف نے قلعۂ کول سے متعلق پوری معلومات قلم بند کی ہیں۔ جس سے اس قلعہ کی حقیقت شرح و بسط کے ساتھ معلوم ہو جاتی ہے۔

قلعہ کول کی آدھے کوس کی مسافت پر چہار جانب باغات کی کثرت تھی۔ یہ قلعہ ہندوستان کی دو مشہور ندیاں جنھیں گنگا اور جمنا کہا جاتا ہے، ان کے درمیان واقع ہے اس کے شمال میں ۲۰ کوس کی مسافت پر دریائے گنگا اور ۲۰ کوس کی مسافت پر جنوب میں دریائے جمنا بہہ رہا ہے۔ کول سے پچاس کوس کی مسافت پر غرب میں ہندوستان کا دارالسلطنت دہلی اور جنوب میں ۲۰ کوس کی مسافت پر آگرہ ہے جہاں کا تاج محل صدیوں سے اسی شباب کے ساتھ دعوتِ نظارہ دے رہا ہے۔ مصنف اس سرزمین کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"تمامی سرزمین میان دوآب خالی از کوہ و
شیریں بآب و زراعت ۔"

قلعہ کے چاروں طرف تھوڑی دوری پر مضبوط چار دیواری تھی جس کی بلندی بہت مشہور ہے۔ حسن نظامی نے تاج المآثر میں اس قلعہ سے متعلق کچھ خامہ فرسائی کی ہے۔ سلطان معزالدین کے حالات و فتوحات کے ضمن میں اس قلعہ کا ذکر آیا ہے۔ انھوں نے اس پر زور دیا ہے کہ قلعۂ کول ہندوستان کے مشہور و معروف قلعوں میں سے ایک ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ:

"قلعہ کول از معتبر ترین و امہات قلاع ہندست

کہ ہر برجے آں در برج دو پیکری شود و شعاع
بصر از حضیض آں نمی گزشت و وہم تیز تک
بذروہ آں نمی رسد۔"
نہ بامش را گزند از ابر خورشید
نہ بومش را نہیبت از باد و باراں

اس قلعہ کی بلندی کا عالم یہ تھا کہ آنکھوں کی روشنی کے علاوہ وہم و گمان کی بھی رسائی وہاں تک نہیں تھی۔ اتنا مضبوط و مستحکم قلعہ تھا، جیسے سورج، بادل، بارش اور نہ ہوا کہ تند و تیز جھونکے ہی اس کا کچھ بگاڑ سکتے تھے۔

اس قلعہ پر پہلے غیر مسلموں کا قبضہ تھا۔ سلطان معز الدین محمد سام عرف شہاب الدین غوری کے عہد میں قطب الدین ایبک ۵۸۹ھ میں پچاس ہزار سواروں کے ساتھ اس قلعہ پر حملہ آور ہوا، اور قتل و غارت گری کے بعد فتح و نصرت حاصل کی۔ چند دنوں کے بعد جب سلطان معز الدین قلعہ کول کو دیکھنے آیا تو اس نے اس قلعہ کا حاکم حسام الدین اغلبک کو مقرر کیا اور پھر چلا گیا۔

اس قلعہ کی فتحیابی میں بزرگوں کا کافی دخل ہے۔ مصنف لکھتے ہیں کہ اگر شیخ ابو المؤید نظام الدین سواروں میں شریک نہ ہوتے تو قلعہ کی فتحیابی اور اس پر قبضہ بہت دشوار تھا۔ یہ انہی کے قدوم میمنت لزوم کا نتیجہ ہے کہ قلعہ فتح ہوا۔

"گویند کہ انجام فتح قلعہ نیز بہ برکت
قدوم و طفیل میمنت لزوم شیخ نظام الدین
ابو المؤید شیخ الاسلام ..... است۔"

مصنف نے یہ بھی لکھا ہے کہ اس قلعہ کی مرمت کی طرف حکام کی توجہ کم رہی۔ چنانچہ ایک وقت تو اس قلعہ پر یہ بھی گزرا ہے کہ قلعہ انہدام کے بالکل قریب پہنچ چکا تھا۔ قلعہ کی فتح یابی کے بعد شیخ نظام الدین جب وہاں مقیم ہوئے تو پھر انہی کی اولاد کا کچھ زمانہ بعد اس پر تسلط ہوا اور وہی لوگ پھر مقتدر زمانہ ہوئے۔

"از ابتداء فتح ما دریں ایام بابا و اجداد و
اولاد ایشاں رئیس انام اند۔"

جامع مسجد

قلعۂ کول پر ایک جامع مسجد ہے جس کی تاریخی حیثیت مسلم ہے۔ یہ ہندوستان کے اہم مساجد میں سے ایک ہے، چار ہزار گز پر مشتمل ہے۔ قلعۂ کول پر مسجد کا حسن اتنا ہی دوبالا ہے جیسے انگشتری پر نگینہ قلعۂ کول کے فتح ہونے کے بعد اس مسجد کی مزید تعمیری اصلاح ہوئی۔ پھر سلطان ناصر الدین محمود بن سلطان شمس الدین التمش نے اس کی از سر نو تعمیر کی۔ اس طرح یہ مسجد ۵ مرتبہ شہید ہوئی اور پھر تعمیر ہوئی۔ اس کی پانچویں تعمیر ثابت خاں کے بدست ۱۱۴۱ھ میں ہوئی جنھوں نے اس مسجد میں پانچ دروازے، دیوار اور اطراف میں مکانات اور ایک بڑا حوض بنوایا۔ پتھر اور سفید پتھر کے تین بڑے دروازوں کی تعمیر کرائی۔ مشرقی دروازہ بہت دنوں تک ناتمام رہا۔ بہت بعد میں اس کی تکمیل ہوئی۔ چھوٹے بڑے تمام گنبد دور ہی سے دعوت نظارہ دیتے ہیں تین بڑے گنبد تو بارہ کوس کی مسافت سے ہی دکھائی دیتے ہیں۔ اس کے معمار محمد عوض بدایونی ہیں جن پر ایک لاکھ اسی ہزار روپیہ خرچ ہوا ہے۔ اس مسجد میں تعلیم و تدریس کا سلسلہ عرصہ سے جاری ہے۔ مصنف کے زمانے میں مولوی عبدالرحمان، غلام معین الدین فاروقی وغیرہ مسند تدریس پر رونق افروز تھے۔

مینار قلعۂ کول پر دو بڑے بڑے مینار ہیں۔ جس کی تعمیر ۶۵۲ھ میں سلطان ناصر الدین محمود بن سلطان شمس الدین التمش کے دور میں ہوئی اس مینار کی بلندی کا عالم یہ ہے کہ سات کوس کے فاصلے سے اسے بخوبی دیکھا جا سکتا ہے۔

باشندگان کول اس سرخی کے تحت مصنف نے وہاں کے کچھ اہم باشندوں کے مختصر حالات درج کئے ہیں۔

مصنف نے جن اہم شخصیات ومشاہیر کے حالات قلمبند کئے ہیں۔ ان کے اسمائے گرامی اس طرح ہیں۔

"سید محمد میر، میر علام محی الدین، میر نظام الدین، میر محمد علی، شیخ تاج الدین، حافظ اشرف غلام حسین، عبدالنبی محمد ابراہیم، نیر خاں۔ اس کے علاوہ قبائل بنی اسرائیل کے چند افراد کا ذکر کیا ہے جن میں عبدالحفیظ، دولت محمد سید غازی، سید لطف اللہ، سید عنایت احمد، محمد رمضانی محمد واصل، دلیر خاں، عطاء اللہ، بولاس رام صاحب رام بہوپت سنگھ کے اسماء خصوصیت سے مشہور رہیں۔ ان میں اکثر کی پیدائش تو کول میں ہوئی تھی، مگر باہر سے آکر یہاں بسنے والوں کی تعداد بھی کچھ کم نہ تھی۔

اس کے بعد مصنف نے کول کے قرب وجوار قصبات جلالی، آگرہ، مارہرہ، اترولی، شکارپور، بلرام، جلیسر چندوسی خورجہ، پتل، نوح کے باشندوں اور ساکنین کا تعارف مختصراً ہی کرایا ہے۔

مزارات کول مزارات کول کے عنوان سے مصنف نے ایک نئی سرخی قائم کی ہے جس میں اس کا اعتراف کیا ہے کہ کول میں ہزاروں نہیں بلکہ بیشمار لوگوں کے مزارات ہیں جن میں کچھ قلعہ کے باہر اور کچھ قلعہ کے اندر ہیں۔ جن مشاہیر کی قبریں قلعہ کے باہر ہیں ان کی تعداد ۲۹ اور جن کی تفصیل کچھ اس طرح ہے:-

(۱) شیخ نظام الدین ابوالموئید ۲ر شیخ عبداللہ ۳ر شیخ شہاب الدین پیراں ۴ر شمس العارفین شاہ جمال ۵ر علم الدین۔ ۶ر شیخ جلال الدین۔ ۷ر شیخ المشائخ راجی شیخ کمن زندہ پیر۔ ۸ر شیخ علاء الدین۔ ۹ر شیخ نصیر الدین۔ ۱۰ر ابراہیم شرقی۔ ۱۱ر خواجہ بلھو۔ ۱۲ر شیخ بابو۔ ۱۳ر سید فخر الدین۔ ۱۴ر مخدوم چہاردہ ولی۔ ۱۵ر ماموں وبھانجہ ۱۶ر مبٹی۔ ۱۷ر جونا شہید۔ ۱۸ر لادن شہید۔ ۱۹ر حضرت شاہ بہادر۔ ۲۰ر سید ابراہیم۔ ۲۱ر عالم شہید ۲۲ر میران شاہ علی شہید۔ ۲۳ر جمال الدین شہید۔ ۲۴ر جلال الدین شہید۔ ۲۵ر پیرو شہید۔ ۲۶ر ہکی شہید۔ ۲۷ر برہان الدین شہید ۲۸ر مطاہر ظاہر۔ ۲۹ر شیخ ظاہر بیابانی حضرت شمس تبانی۔

جو مزارات اندرون قلعہ ہیں، ان کی تعداد گیارہ ہے تفصیل اس طرح ہے:-

۱ر شمس عطاء اللہ۔ ۲ر پیر عطاء اللہ۔ ۳ر پیران شاہ علی کرخی، ۴ر شاہ علی شہید، ۵ر پیر غیب، ۶ر شہاب الدین نیک، ۷ر شاہ حسن، ۸ر شاہ خاکی۔ ان کے علاوہ ۹ر گوہر شہید، ۱۰ر چندن شہید، ۱۱ر امن شہید کے بھی وہاں مزارات ہیں۔

بزرگان دین کے اس طویل تذکرے کے بعد انھوں نے لکھا ہے کہ یہ اللہ کے مقرب بندے تھے اور میں ایک دنیا دار گنہ گار انسان ہوں۔ اب میں اکیاون سال کا ہو گیا ہوں۔ ساری زندگی ہوس پرستی میں گزری ہے غفلت پرستی ہمیشہ میرا شعار رہی۔ دنیاداری سے متعلق

مصنف نے دو حدیثیں بھی درج کی ہیں، لکھتے ہیں :۔

الدنیا جیفۃ و طالبوھا کلاب

(دنیا ایک مردار ہے جس کے طلب گار کتے ہیں)

دوسری حدیث ہے :۔

طالب المولیٰ مذکر طالب العقبیٰ مؤنث طالب الدنیا مخنث

(مولیٰ کا طالب مرد، عقبیٰ کی طالب عورت اور دنیا کا طالب مخنث (ہجڑا) ہے۔)

لیکن انھوں نے اس کی طرف بھی اشارہ کیا ہے کہ دنیا میں رہتے ہوئے یادِ الٰہی میں مستغرق رہتے ہیں، ایسے لوگ درویش صفت ہوتے ہیں۔ انسان اس مقام پر بڑی ریاضت کے بعد پہنچتا ہے۔ مصنف نے خواجہ قطب الدین کے حوالہ سے لکھا ہے کہ درویش کے لئے چار چیزوں سے اجتناب ضروری ہے۔ لکھتے ہیں کہ :۔

جو شخص باریک کپڑا جسم کی نمائش کے لئے پہنتا ہے اور خواہش نفس کی خاطر کھاتا اور سوتا ہے، یا اغنیاء کی صحبت میں بیٹھتا ہے وہ شخص درویش ہرگز نہیں ہو سکتا۔

آخر میں انھوں نے مذہب اہل سنت و جماعت پر کار بند رہنے کی تلقین کی ہے اور لکھا ہے کہ جو اس مذہب کا پیرو کار نہیں وہ دراصل راہ زن ہے۔

"شخصیکہ بر قانونِ مذہب اہل سنت و جماعت بنا شد او در معنیٰ یکے از راہ زنان است۔"

بزرگوں کے تذکرے کے بعد کتاب کے آخری اوراق میں سلطان محمد شاہ، نادر شاہ اور شاہانِ وقت کے امورِ سلطنت پر مختصر بحث کی ہے۔ آخر میں انھوں نے لکھا ہے کہ مشیتِ ایزدی پیغمبر لا یزال کے طفیل اور بزرگانِ دین کی مقدس جماعت کی بے پایاں توجہ اور کرم سے یہ اہم کام پایۂ تکمیل کو پہنچا۔ جس میں شاہ جمال علیہ الرحمہ کے اولاد و احفاد اور انسال امجاد کا ذکر بڑی شرح و بسط کے ساتھ درج ہے۔ اسی سبب سے اس کتاب کا نام "اخبار الجمال" اور لقب "اشجار الجمال" رکھا ہے

اس کتاب کی تصنیف و تالیف میں مصنف نے جن کتابوں سے مدد لی ہے ان کی ایک طویل فہرست ہے۔ جس کا ذکر انھوں نے مقدمہ کتاب کے آخر میں کیا ہے اس کی تفصیل درجِ ذیل ہے :۔

اخبار الجمال کے مصادر و ماخذ

کتب تفاسیر

۱۔ تفسیر کبیر امام فخر الدین رازی۔ ۲۔ معالم التنزیل، ۳۔ جامع البیان، ۴۔ درمنثور مولانا جلال الدین سیوطی ۵۔ تفسیر بیضاوی، ۶۔ تفسیر حسینی، ۷۔ تفسیر بے نقط فیضی (سواطع الالہام)، ۸۔ قصص الانبیاء

کتب احادیث

۱۔ جامع الاصول، ۲۔ اصابۃ فی معرفۃ الصحابہ، ۳۔ جامع الصغیر، ۴۔ مفاتیح مشکوٰۃ، ۵۔ شرح مشکوٰۃ علی قاری، ۶۔ شرح مشکوٰۃ عبدالحق (اشعۃ اللمعات)، ۷۔ اسماء الرجال، ۸۔ صحاح ستہ، ۹۔ درجۃ المنیفہ فی آبار الشریفہ، ۱۰۔ طبقات خفیہ، ۱۱۔ التقی ہدایۃ، ۱۲۔ تمہید

۱۳ر اساس الاسلام مخدوم الملک، ۱۴ر مناقب السادات قاضی شہاب الدین، ۱۵ر نافع المسلمین، ۱۶ر فتاویٰ ابراہیم شاہی۔

کتب تواریخ

۱ر طبری، ۲ر معارج النبوت، ۳ر تاج المآثر، ۴ر طبقات ناصری، ۵، تاریخ غلائی، ۶ر فیروز شاہی ضیاء برنی، ۷ر تاریخ گزیدہ، ۸ر تاریخ یافعی، ۹ر تاریخ بخاری، ۱۰ر روضۃ الاحباب، ۱۱ر زبدۃ التواریخ ۱۲ر نظام التواریخ (روضۃ الصفا)، ۱۴ر خلاصۃ الاخبار ۱۵ر حبیب السیر، ۱۶ر طبقات محمودی، ۱۷ر واقعات بابری ۱۸ر طبقات اکبری نظام الدین احمد، ۱۹ر تاریخ بدایونی ۲۰ر تاریخ فرشتہ، ۲۱ر برہان مآثر، ۲۲ر منتخب التواریخ ۲۲ر حجت الہند، ۲۴ر واقعات مشتاقی، ۲۵، مخزن افغانی، ۲۶ر ہفت اقلیم، ۲۷ر منتخب الاخبار، ۲۸ر بحر الانساب محمد جعفر حسین، ۲۹ر قاموس۔

کتب ملفوظات

۱ر سراج السالکین، ۲ر رموز الحقائق، ۳ر تحفۃ القادریہ ۴ر کشف المحجوب، ۵ر تذکرۃ الاولیاء، ۶ر فتوحات مکیہ، ۷ر مفاتح حسن میمندی، ۸ر عروۃ الوثقیٰ، ۹ر لطائف اشرفی، ۱۰ر روضۃ الریاحین، ۱۱ر عجائب البلدان، ۱۲ر وصایا نظام الملک طوسی، ۱۳ر معارف ابو محمد، ۱۴ر محاسن الاخبار، ۱۵ر رسالہ امام قشیری، ۱۶ر نفحات، ۱۷ر شواہد النبوت، ۱۸ر رشحات، ۱۹ر انیس الارواح، ۲۰ر دلیل العارفین ۲۱ر فوائد السالکین، ۲۲ر راحت القلوب، ۲۳ر اسرار الاولیاء ملفوظ گنج شکر، ۲۴ر فوائد الفواد، ۲۵ر افضل الفوائد، ۲۶ر درر نظامی، ۲۷ر مجموع الفوائد عبدالعزیز بن ابی بکر معلی بردار سلطان المشائخ شیخ نظام الدین اولیاء، ۲۸ر سیر الاولیاء سید محمد خورد کرمانی، ۲۹ر بحر المعانی ملفوظ شیخ نصیر الدین، ۳۰ر خیر المجالس حمید شاعر ملفوظ شیخ نصیر الدین، ۳۱ر غیاثی ۳۲ر النفی تبریزی، ۳۳ر ثمرہ شجرہ، ۳۴ر خلاصۃ العارفین ملفوظ عز الدین، ۳۵ر غوثیہ نجم الدین قلندر ۳۶ر انساب النقباء، ۳۷ر عبداللطیف، ۳۸ر تکملۃ الانساب میر معانی خان، ۳۹ر سفرنامہ میر مخدوم جہانیاں ۴۰ر شرف السادات، ۴۱ر دیوان نعمت اللہ ولی، ۴۲ر سیر العارفین، ۴۳ر اخبار الاصفیاء، ۴۴ر اخبار الاخیار ۴۵ر جذب القلوب، ۴۶ر کلمات الصادقین، ۴۷ر جواہر فریدی، ۴۸ر گلزار ابرار، ۴۹ر سفینۃ الاولیاء، ۵۰ر مرآۃ الاسرار، ۵۱ر شمع جلالی، ۵۲ر دیوان رشیدی ۵۳ر مرآۃ الاولیاء محمد عالم سمرقندی، ۵۴ر ربیع الاولیاء ۵۵ر کرامات الاولیاء ۵۶ر احوال الاصفیاء، ۵۷ر مناقب الاولیاء، ۵۸ر شجرۃ الواصلین۔

قاضی شریعت کے انتقال پر ملال پر جانشین مفتیٔ اعظم علامہ اختر رضا خاں ازہری مدظلہ العالی نے بہت افسوس ظاہر فرمایا اور دعا فرمائی کہ رب قدیر قاضی علامہ شفیع صاحب کا نعم البدل عطا کرے
آمین ثم آمین

(ادارہ)

اِمامِ عصر

امام احمد رضا خان بریلوی

(پروفیسر ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی صدر شعبہ عربی گورنمنٹ کالج فیصل آباد)

مولانا احمد رضا خان بریلوی کی شخصیت اس قدر بوقلمون صفات کی حامل ہے کہ آپ کی ذات کے تمام گوشوں کا احاطہ ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے، ایک عالم کی حیثیت سے ہی لیجئے، علم کی کونسی شاخ ہے جس میں آپ کے ذہن رسا نے نت نئے استخراج نہ کئے، علوم دینیہ تو آپ کا مشن اور مقصد تھے، مادی اور عقلی علوم پر آپ کی گرفت دیدنی ہے، جس پہلو یا جس شاخ پر قلم اٹھایا ماہرین کو حیرت زدہ کردیا، نئے سے نیا گوشہ تلاش کیا اور موجود علمی سرمایے میں قابلِ توجہ اور لائق استفادہ اضافہ کیا۔ آپ کی زندگی ہی میں آپ کے علمی مرتبے کا اعتراف کیا جانے لگا تھا اور اب جبکہ آپ کی گراں قدر تالیفات شائع ہوتی جارہی ہیں علمی دنیا میں عقیدت مندانہ تجسس بڑھتا جارہا ہے اگر دینی علوم کے محققین آپ کی نگارشات سے اپنی راہیں منور کر رہے ہیں تو عقلی اور فنی علوم کے اساتذہ اور طلبہ میں خوشگوار حیرت موجود ہے۔ شعروشاعری میں فاضلِ بریلوی کی عظمت تسلیم کی جاچکی ہے اور نعتیہ شاعری میں آپ کی امامت کا سب کو اعتراف ہے۔ آپ کا دیوان جذبوں کا عکاس اور عقیدت ومحبت کا ایسا گلدستہ ہے جس کی مہک گھر گھر محسوس کی جارہی ہے۔ وارفتگی کا عالم ہے اور خود سپردگی کی فضا ہے مگر حدود سے تجاوز نہیں، عقیدت مندانہ جوش اور مومنانہ جمال آپ کے ہر شعر کی پہچان ہے۔

فاضل بریلوی کی علمی وجاہت اور فنی مہارت کے باوصف وہ خوبی جو آپ کی شخصیت کا نمایاں وصف ہے وہ آپ کی مومنانہ فراست، ملی درد اور مستقبل کو بھانپ لینے کی بے پناہ قوت ہے، تاریخ برصغیر کا ہر طالب علم جانتا ہے کہ اسلام کی آمد اور غلبہ کی ابتداء ہی سے مقامی آبادی جو مادیت اور بت پرستی کی دلدل میں گرفتار تھی لرز اٹھی تھی۔ اسلامی تعلیمات کا راستہ روکنے کے لئے افرادی قوت اور عسکری صلاحیت کا مظاہرہ ہوا لیکن جلد ہی یہ فیصلہ کرلیا گیا کہ "اسلام" کو قوت کے بل پر روکا نہیں جاسکتا اس لئے

وہ ہتھکنڈے آزمانے کا فیصلہ ہوا جو برصغیر میں صدیوں سے آزمائے جا رہے تھے، نباتات اور جمادات کو معبود بنانے والوں کے لئے کچھ مشکل نہ تھا کہ وہ کسی بزرگ کو بحیثیت بت اپنے مندر میں سجالیں تاکہ نئے دین کے حاملین میں ذہنی خلفشار پیدا ہو، وہ لوگ اپنے بزرگوں کو مندروں میں دیکھیں تو احسان مندی کے جذبات سے اُن کی نظریں چندھیا جائیں، بدھ مت اور جین مت اس سازش کا شکار ہو چکے تھے اسلام کے خلاف یہ حملہ کارگر نہ ہو سکا کہ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی اُن کے تخیل میں نہ سما سکی اور ہزار حیلوں کے باوجود وہ "وجودِ زندہ" بت نہ بن سکا، اس میں ناکامی نے نئی راہ دکھائی اور یہ کوشش ہونے لگی کہ ادیان کے اشتراک کا پرچار کیا جائے تاکہ الگ تشخص کی نفی ہو جائے اور یہ صرف اس صورت میں ممکن تھا جبکہ ذات رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ذہنی انتشار پیدا ہو۔ بھگتی تحریک ہو یا دین الہٰی یہ سب ذاتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے مسلمانوں کی توجہ ہٹانے کی سازشیں تھیں، اس ملفوف عقلی استدلال کی یلغار کے سامنے وہ بزرگ سینہ سپر ہو گئے جنہیں حقائق الاشیاء کی معرفت حاصل تھی اور جو مسلم امت کی اساس کو سمجھتے تھے انہیں یقین تھا کہ اسلامی تشخص کا مرکزی نقطہ وہ محبت و عقیدت ہے جو ہر مسلمان کے سینے میں جنابِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے موجزن ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کی اثبات النبوۃ اور حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کی مدارج النبوۃ اس سازش کا جواب تھیں۔ ایک میں مقام نبوت کے تحفظ اور درست ادراک کی کوشش تھی تو دوسری میں عظمت ذات کے تمام حوالے تھے، کفر کی سازش ناکام ہوئی مگر وہ اپنے مقصد کے حصول کے لئے پھر بھی کوشاں رہا، اب وہ مسلمانوں کے دلوں سے اس عقیدت کو نکال پھینکنے کے لئے اندرونی سازش تیار کرنے لگا تاکہ مسلمانوں میں ذاتِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی حیثیت متنازع بنا دی جائے، وہ ایسا گروہ تیار کرنے کی کوشش کرنے لگا جو شعوری یا لاشعوری طور پر وہی کام کرے جو اُن کا مقصد تھا، وہ چاہتے تھے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک عام انسان کی سطح پر لے آئیں تاکہ عقلِ انسانی کو اپنا ہر زہر آلود تیر آزمانے کا موقع ملے۔ یہ تھی وہ گھمبیر سازش جو جسدِ امت سے روح ایمان چھیننے کی سعی کر رہی تھی، ایسے عالم میں فاضل بریلوی کی ذات پوری قوت کے ساتھ میدان میں اتری، مبارزت میں گھما گھمی تو ہوتی ہی ہے مگر محافظِ اسلام کا کردار ادا کرنے والے مجدد ملت میں کفر کی یلغار روکنے کا حوصلہ بھی تھا اور صلاحیت بھی، تقریری و تحریری محاذ اور عملی جد وجہد نے فضا میں ارتعاش پیدا کر دیا گھات لگانے والے بلبلا اٹھے مگر وہ مردِ قلندر اس سازش کے ورلے شیطنت کا چہرہ دیکھ رہا تھا اس لئے برملا خبردار کیا۔

سُونا جنگل رات اندھیری چھائی بدلی کالی ہے ۔ سونے والو جاگتے رہیو چوروں کی رکھوالی ہے

اس انتباہ نے قوم میں تحفظِ ذات کا احساس پیدا کیا، تاریخ پاکستان کے ابتدائی دور کا مطالعہ کیا جائے اور اس تحریک کے خلاف سازشوں کا بنظرِ غائر مشاہدہ کیا جائے تو یہ حقیقت مخفی نہ رہے گی کہ فاضل بریلوی کا کردار کس قدر بھرپور اور اثر آفریں تھا، ترک موالات کو آپ مسلمانانِ برصغیر کے خلاف اقدام سمجھتے تھے کہ اس کا مقصد مقامی آبادی کے مقابل میں مسلمان آبادی کو بے حیثیت بنانا

تھا۔ ترکِ وطن اور ہجرت کے نام پر برصغیر کو مسلمانوں سے پاک کرنے کے منصوبے بن رہے تھے جسے عام مسلمان محسوس نہ کر سکے تھے مخلوط قومیت بھگتی تحریک اور دین الٰہی کا جدید سیاسی رُخ تھا۔ فاضلِ بریلوی نے ان تحریکوں کی تہہ میں مسلم دشمنی کی کارفرمائی محسوس کر لی تھی آپ کو یقین تھا کہ مسلمانوں کو برصغیر ہی میں رہنا ہے اس لئے اندلس کے حالات پیدا نہ ہونے چاہئیں، برصغیر کو دارالحرب قرار دے کر بھاگنا خودکشی ہوگی، کوشش یہ چاہیئے کہ استعمار کو للکارا جائے اور دارالسلام بنانے کا سامان کیا جائے دو قومی نظریئے کے فروغ کے لئے فاضل بریلوی کی محنت جلد رنگ لائی اور حصولِ وطن کے لئے عملی جدوجہد کا آغاز ہوا۔ فاضل بریلوی اور آپ ایسے دیگر علماء کرام نے انگریز اور ہندو کی مشترکہ سازش کو بے نقاب کیا یہی وجہ تھی کہ جب تحریکِ پاکستان کا عملی دور شروع ہوا تو فاضل بریلوی کے متوسلین نے اس میں بھرپور کردار انجام دیا۔ حقیقت یہ ہے کہ مولانا احمد رضا خاں بریلوی نے عصرِ حاضر کے تقاضوں کو اسلامی فکر اور دینی غیرت کی روشنی میں سمجھا اور اُن کا وہ حل تجویز کیا جو قومی وحدت اور ملّی وقار کے لئے ضروری تھا، آپ کی شخصیت برصغیر کے مسلمانوں کے لئے بالخصوص ایک محسن بزرگ کی حیثیت رکھتی ہے ضرورت یہ ہے کہ محسنین کے احساس کا اعتراف کیا جائے اور ایسی شخصیات کو نسلِ نو کے لئے بطور راہبر راہنما پیش کیا جائے تاکہ ملّی تشخص کے حصول کی منزل آسان ہو جائے۔

نعت شریف

از: گلاب زیبائی بریلوی

یہ سب ہیں مقدر کو چمکانے والے ۔ درِ پاک احمد رضا پانے والے
درِ مصطفیٰ کے نظاروں میں گم ہیں ۔ رضا تیری گلیوں میں کھو جانے والے
خدا نے بریلی کو عظمت عطا کی ۔ ہوئے راکھ جل جل کے جل جانے والے
ملے گا نہ پھر حشر تک کوئی سایا ۔ او دامانِ رحمت سے کترانے والے
پکڑ لے یہاں ان کا دامن پکڑ لے ۔ سنبھل حشر میں ٹھوکریں کھانے والے
کھلے پھول گلزارِ احمد رضا میں ۔ قیامت کے دن تک نہ مرجھانے والے
گلاب اپنے آقا کے قربان جاؤں ۔ ہیں تجھ پر وہی فضل فرمانے والے

مفتیِ اعظم قدس سرہٗ اور علامہ خوشتر رضوی

مولانا شہاب الدین بہرائچی
الجامعۃ الاسلامیہ رام پور

مبلغ اسلام حضرت علامہ محمد ابراہیم خوشتر صدیقی رضوی مدظلہٗ بن محمد صدیق مرحوم امام احمد رضا بریلوی کے وصال پر ملال ۲۵؍صفر المظفر ۱۳۴۰ھ کے ۸ سال، ۷ ماہ ۶ دن بعد مغربی بنگال میں پیدا ہوئے، تعلیم و تربیت کا آغاز جمال پور ضلع مونگیر بہار سے ہوا، دار العلوم منظر اسلام بریلی دار العلوم مظہر اسلام بریلی میں اعلیٰ تعلیم حاصل کی جامعہ رضویہ مظہر اسلام فیصل آباد سے فراغت حاصل کی علامہ خوشتر کے اساتذہ میں حجۃ الاسلام مفتی محمد حامد رضا بریلوی مفتیِ اعظم مولانا مصطفیٰ رضا نوری، مفتی سید افضل حسین مونگیری مولانا محمد ابراہیم رضا جیلانی، مولانا محمد سردار احمد رضوی، فیصل آبادی وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

۱۹۵۲ء کو بریلی شریف سے فیصل آباد پہنچے اور تدریسی زندگی کا آغاز گوجر خاں، راولپنڈی ساہیوال سے کیا ۱۹۶۲ء میں کولمبو (سیلون) ۱۹۶۵ء میں ماریشش (افریقہ) ۱۹۷۲ء میں کراچی، ۱۹۷۳ء میں پھر کولمبو اور شام و عراق، ۱۹۷۵ء میں برطانیہ، ۱۹۹۰ء میں پیرس اور یورپ کے تبلیغی دورے کئے علامہ خوشتر مسلک امام احمد رضا کی اشاعت کا کام پوری دنیا میں کر رہے ہیں۔ آپ نے ۱۹۶۵ء کو ماریشش افریقہ سنی رضوی سوسائٹی انٹرنیشنل کے نام سے ایک اشاعتی ادارہ بھی قائم فرمایا۔

علامہ خوشتر کو حجۃ الاسلام، مفتی اعظم، قطب مدینہ مولانا ضیاء الدین احمد، مفسر اعظم ہند، قدست اسرارہم سے اجازت و خلافت حاصل ہے۔ مفتی اعظم قدس سرہٗ سند خلافت پر والد الاغر تحریر فرمایا، آپ میدان شعر و شاعری میں ایک اہم مقام رکھتے ہیں تخلص خوشتر اختیار فرمایا، مفتی اعظم قدس سرہٗ کے وصال پر ملال ۱۴۰۲ھ میں فراق مفتیِ اعظم ہند (۱۹۸۱ء) کے عنوان سے ایک منقبت کہی جو ہدیہ ناظرین ہے۔

کیا بتاؤں کون کیسا مقتدا جاتا رہا۔
مقتدا کرتے تھے جس کی اقتدا جاتا رہا
خوب صورت خوب سیرت خوش لقا جاتا رہا
خوبیِ خوباں کا جو معیار تھا جاتا رہا
حق شعار و حق نگر حق آشنا جاتا رہا
حق نگار و حق نظر حق رہنما جاتا رہا
پارسائی کی سند ملتی تھی جس کی ذات سے
پارساؤں میں سے وہ ایسا پارسا جاتا رہا

علامہ خوشتر صدیقی مدظلہٗ نے حضور مفتی اعظم قدس سرہٗ کے وصال اور ولادت پر تاریخی مادّے استخراج فرمائے، جو یقیناً ایمان کو تازگی بخشتے ہیں۔ تاریخی مادّوں کے دیکھنے سے آپ کی اعلیٰ صلاحیت اور علم و فضل کا اعتراف کرنا پڑتا ہے تاریخوں کا استخراج بہت مشکل فن ہے جو کافی محنت و مشقت کے بعد حاصل ہوتا ہے اور پھر اس میں بے شمار باتوں کا استخراج یہ واقعی علامہ خوشتر کی اعلیٰ اور فنی صلاحیت کی بین دلیل ہے۔ آپ نے راقم کے نام یہ مندرجہ ذیل مادّے افریقہ سے ارسال فرمائے نفع مسلمین کی خاطر یہ ہدیۂ ناظرین ہیں۔

شیخ المشائخ مرشد العلماء قطب۔۔ الاولیاء رئیس الاتقیاء صاحبزادہ امام احمد رضا حضور مفتی اعظم ہند مولانا شاہ

مصطفےٰ رضا خاں نوری کی وفات حسرت آیات پر قطعہ اور تاریخی مادے ۔

ابن محقق ولی مجدد اعلیٰحضرت ۱۹۸۱ء تواریخ وصال محبوب ۱۴۰۲ھ مزاج شناس اعلیٰحضرت ۱۹۸۱ء من دیناہ ابوالبرکات محی الدین جیلانی آل رحمان ۱۴۰۲ھ ہادی منزل امام اعظم ابوحنیفہ ۱۴۰۲ھ محمد مصطفےٰ رضا ولیٔ بالا ۱۴۰۲ھ ،

داد ہاتف مسجدم این چہ خبر
آں رئیس اتقیا ذوالاحترام ۱۹۸۱ء
گریہ کروند آدمی جن و فلک
کرد رحلت نیکو فرجام فلک ۱۴۰۲ھ

کعبۂ دل مرشدی آل رحمان مولانا مصطفےٰ ۱۴۰۲ھ ۔ رضا نوری اہل جود و عطا ۱۴۰۲ھ ۔ شاہ احمد رضا ۱۴۰۲ھ ۔ ولی زمان خاتم الفقہا ۱۴۰۲ھ ۔ قبلۂ طالبان صاحبزادہ احمد رضا ۱۴۰۲ھ تارک دنیا مرشد العلماء ۱۴۰۲ھ ۔ ولی بعدیل مصطفےٰ رضا ۱۴۰۲ھ فقیہ اعظم دین اسلام ۱۴۰۲ھ ۔ ولی کامل خاتم اکابر ۱۴۰۲ھ سنی نوری رضوی ۱۴۰۲ھ ۔ آماجگاہ قادری رضوی ۱۴۰۲ھ خلیفۂ عدیم البدل ابوالحسین احمد نوری ۱۴۰۲ھ ۔ زیب صفحا خاتم الخلفا ۱۹۸۱ء ۔ منزل محبان غوث الوریٰ ۱۹۸۱ء سیدی مفتی اعظم ہند قدوۂ اصفیا ۱۹۸۱ء رضی اللہ القدس عنہ ۱۴۰۲ھ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ۱۹۸۱ء ۔ خفا سلم علی عبادہ الذین مصطفےٰ ۱۴۰۲ھ ۔ ان کا ابراہیم غلام ۱۴۰۲ھ ۔ گدائے نوری کی ولادت باسعادت ۱۴۰۱ھ ۔

مولانا مصطفےٰ رضا ۱۴۰۱ھ ، ذاصف سیدی خوشتر صدیقی ۱۹۸۱ء مصطفےٰ رضا پاک راد آمد ۱۴۰۱ھ ، تاریخ نیک وجود ۱۴۰۱ھ

حضرت علامہ محمد ابراہیم خوشتر صدیقی رضوی کی جہد مسلسل سے سنی رضوی سوسائٹی کا قیام عمل میں آیا اور اسی کی ایک کڑی ماریشش پورٹ لوئس خوبصورت پہاڑی پر سمندر کے کنارے دنیا کی سب سے پہلے سنی رضوی عیدگاہ کا قیام ۱۹۸۵ء میں عمل میں آیا ایک تاریخی اجتماع میں اس کا سنگ بنیاد رکھا گیا یہاں عیدین کا اجتماع ہر سال قابل دید ہوتا ہے اسی پہاڑی کے دامن میں دنیا کی سب سے پہلی قادری رضوی مرکزی مسجد بن چکی ہے ۔ علامہ خوشتر نے ترانۂ عیدگاہ عنوان سے ۶ شعبان اعظم ۱۴۰۵ھ / ۱۸ اپریل ۱۹۸۵ء کو ایک نظم تحریر فرمائی ۔ اشعار ملاحظہ کریں ؎

ہم مسلمان ہیں مسلمان ہیں ہم ہیں دین کے سپاہ
ہاتھ میں ہم لیتے پرچم لا الٰہ

ہر قدم راہبر ہر نظر سربرہ
ہر جگہ بڑھ رہے ہیں بصد عز و جاہ

زندہ باد عیدگاہ ۔ زندہ باد عیدگاہ
زندہ باد عیدگاہ ۔ زندہ باد عیدگاہ

مسجد و مدرسہ مکتب و خانقاہ
ہم چلیں تم چلو پڑھتے ان لا الٰہ

یہ ہمارا عمل یہ عقیدہ یہ راہ
دین نے تم کو بخشا ہے قلب و نگاہ

زندہ باد عیدگاہ ۔ زندہ باد عیدگاہ
زندہ باد عیدگاہ ۔ زندہ باد عیدگاہ

ایک میرا نبی ایک اللہ ہے
میرا جینا بھی مرنا بھی للہ ہے

ایک کعبہ مرا ایک مری راہ ہے
دل میں یاد نبی لب پہ نام الٰہ

زندہ باد عیدگاہ ۔ زندہ باد عیدگاہ
زندہ باد عیدگاہ ۔ زندہ باد عیدگاہ

یہ ہماری حکومت ہمارے عوام
ہم دعا کرتے ہیں جگ میں ان کا ہو نام

ہر قدم پہ ہو ان کو ہمارا سلام
یہ سپاہی کریں سارے کار سپاہ

زندہ باد عیدگاہ ۔ زندہ باد عیدگاہ
زندہ باد عیدگاہ ۔ زندہ باد عیدگاہ

یہ میرا ماریشش جیسے ہیرے کا رنگ
یہ نہ مجھ سے الگ میں نہ اس سے الگ

حسن پہ جس کے قربان ہے سارا جگ
چاندنی اس میں اور میرا ہے یہ ماہ

زندہ باد عیدگاہ ۔ زندہ باد عیدگاہ
زندہ باد عیدگاہ زندہ باد عیدگاہ

آشجر آ جھر دامن کو بہار
ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا یہ جھج بہار
ہر طرف آ رہا ہے نظر سبزہ زار
اس زمیں میں بناتے ہیں ہم عیدگاہ

زندہ باد عیدگاہ ۔ زندہ باد عیدگاہ
زندہ باد عیدگاہ ۔ زندہ باد عیدگاہ

حضرت علامہ محمد ابراہیم خوشتر اس وقت مانچسٹر برطانیہ میں قیام پذیر ہیں ۔ آپ کے مفصل حالات کے لئے دیکھئے راقم اسطور کی کتاب تذکرہ خلفاء مفتی اعظم جلد اوّل ۔ اس کتاب میں ۹۳ مفتی اعظم قدس سرہٗ کے مشاہیر خلفاء کا تذکرہ کیا گیا ہے ۔ جو اپنے نئے اور انوکھے انداز میں صد سالہ مفتی اعظم کی تقریبات کے موقع پر رضا اکیڈمی علی عمر اسٹریٹ بمبئی کے زیر اہتمام شائع ہو چکی ہے



نعت شریف

صلی اللہ علیہ وسلم

از: وقار احمد صاحب بدر بریلوی

فراز عرش تک ہے آسمان بہ آسمان تک ہے
شہ کونین کی رفعت مکاں سے لامکاں تک ہے

یہ ہو یخ جس کی مدینہ کی بہار گلستاں تک ہے
نظر میں ہیچ اس کی رونق باغ جناں تک ہے
حقیقت میں تجلی نور عرفاں کی جہاں تک ہے
کرم فرمائی سلطان وہ عالم کی وہاں تک ہے
صداقت کی حکایت داستاں در داستاں تک ہے
نبی کے معجزوں کی شان قلب دشمناں تک ہے
پسینہ کی وہ خوشبو وہ مہک زلف معطر کی
نسیم عطر داماں گلستاں در گلستاں تک ہے
یہ حسن ماہ و انجم عکس رخ کا جلوہ ہے ورنہ
زمانہ جانتا ہے روشنی ان کی کہاں تک ہے
شب معراج یہ راز و نیاز عاشقی واللہ
فقط محدود محبوب و محب کے درمیاں تک ہے
یہی ایمان کہتا ہے یہی قرآں سے ثابت ہے
انہیں کے جلوے ہیں حد نظر اپنی جہاں تک ہے
بھلا گھبرائے کیوں کر امت مرحوم محشر سے
کہ یکساں شفاعت ہر ضعیف و ناتواں تک ہے
نہیں آساں ٹکرانا منافق فرد مومن سے
ذرا ہم بھی تو دیکھیں اب تیری طاقت کہاں تک ہے
اگر ایمان ثابت ہے یہ خود ہی ٹوٹ جائیگا
طلسم کفر و باطل بس ہمارے امتحاں تک ہے
اٹھا دے ناخدا لنگر نہ ڈر تو بحر طوفان سے
رسائی اپنی محبوب خدائے دو جہاں تک ہے
نہ کیوں کر بار آور ہوں مرادیں بدر خستہ کی
دعاؤں کا تعلق جب زمیں سے آسماں تک ہے



خطوط آپ کے!

محترم الکرام جناب علامہ شاہ ازہری
میاں صاحب
(سجادہ نشین آستانہ عالیہ
قادریہ رضویہ بریلی شریف)

امید قوی ہے کہ مزاج گرامی بخیر و عافیت ہوگا۔

عرض یہ ہے کہ ماہنامہ "سنی دنیا" جو عالم اسلام کا عدیم المثال پیپر ہے۔ اور جسے اصحاب علم و فن قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، درحقیقت یہ رسالہ آج ہند و پاک کے مشہور و معروف رسائل و جرائد سے ممتاز ہے۔ اس کے تحقیقی مضامین اور ایڈیٹر کا جلیل القدر اداریہ و تحقیقی مضمون ید طولیٰ کی حیثیت رکھتا ہے۔ مولانا ذوالفقار علی خاں کی شخصیت علم و فن کے میدان میں مسلم الثبوت ہے۔

جب سے موصوف نے رسالہ کی ذمہ داری سنبھالی ہے اس وقت سے رسالہ مدارس کے اساتذہ سے لیکر یونیورسٹی کے پروفیسر تک قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے جو رسالہ میرے پیش نظر ہے وہ اپنی مثال آپ ہے خصوصاً ایڈیٹر کا عدیم النظر اداریہ جو دور حاضر کے لئے نادر و نایاب تحفہ ہے۔ اور پروفیسر محمد مسعود حسین صاحب کا علمی و تحقیقی مقالہ رسالہ کے لئے باعث فخر ہے۔ میری دعا ہے کہ یہ رسالہ اسی طرح ہمیشہ نکلتا رہے اور آپ کی ہمیشہ ہمیشہ اسے سرپرستی حاصل رہے۔ فقط والسلام
محمود حسین بریلوی۔

افق صحافت پر طلوع ہونے والے شمس نو!

سلام مسنون!

چند مہینوں سے ہر ایک قاری کی یہی صدا ہے کہ ادارہ سنی دنیا کی بہت بڑی کمی دور ہوئی جو ضرورت تھی پوری ہوئی۔ یعنی متلاشی ادارہ کو ذمہ دار مدیر مل گیا۔ ایک تو آپ کے آنے سے وقت کی پابندی ہوگئی جو رسالہ کی کامیابی کا راز ہے دوسرے یہ کہ ہر ایک قاری کی آواز کو سن کر شکایت دور کرنے کی ذمہ داری سنبھال لی۔ جو قارئین کے دل جیتنے کو کافی ہے۔ آپ کے فنکارانہ ادارت سے لوگ کافی حد تک متاثر ہیں اور حضرت مالک و نگہراں کے مریدین متوسلین میں خوشیوں کی لہر دوڑ گئی ہے۔ ہر ایک کی آواز ہے مولیٰ آپ کے کارنامہ کو روز افزوں ترقی عطا فرمائے۔ اور تاحیات خدمت سنی دنیا پر مامور رکھے
آمین فقط
شرف عالم اشرف القادری

محترم ایڈیٹر صاحب!
ہدیہ سلام و تہنیت!

خادم آپ کے رسالہ "سنی دنیا" کا من و عن مطالعہ کرتا رہتا ہے۔ اس کے سارے مضامین دل کو خوش آیند ہوتے ہیں۔ واقعی یہ آپ کی گراں قدر خدمت خلق ہے۔ دعا ہے کہ مولیٰ عزوجل آپ کو زیادہ سے زیادہ خدمت دینیہ بجالانے کی سعادت نصیب فرمائے اور آپ کے رسالہ کو عالم اسلام میں خوب درخشاں کرے اور ہر تشنہ لب مسلمان کے لئے باعث سیرابی بنائے اور اس ماہ کا شمارہ خادم کے ہاتھ میں

ہے۔ اس شمارہ کا ہر مضمون خوب پسند آیا۔ بار بار پڑھتا رہا۔ پھر بھی چاشنی ہائیں نہیں ختم ہوئی۔

فقط والسلام

محمد ناظم علی گونڈوی۔ جامعہ اشرفیہ مبارکپور اعظم گڈھ یوپی

❁

برادر طریقت مدیر سنی دنیا حضرت مولانا ذوالفقار علی خاں نوری صاحب مدظلہ النورانی!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہ!

بڑی بے چینی کے ساتھ سنی دنیا کا انتظار تھا کل ہی ملا۔ ابھی صرف اداریہ پڑھ سکا ہوں۔ ماھنامہ حجاز کی طرح آپ کا اداریہ خوب سے خوب تر ہے۔ اداریہ نے اس ماھنامہ کا وزن اور علمی معیار کو بڑھا دیا ہے۔ ایک مضمون "علامہ نظامی ایک عہد ساز مذہبی قائد تھے" ارسال کر رہا ہوں اگر آپ کے معیار کو پوری طرح اتر آئے تو حوصلہ افزائی کے لئے اشاعت سے ہمکنار کر دیجئے تاکہ حصول سعادت کا ذریعہ بنے۔ (بی بی سی کا تبصرہ کچھ اسی طرح کا تھا) علامہ نظامی کے خلوص اور بے لوث قائدانہ کردار نے مجھے متاثر کیا تھا۔ اسی وجہ سے یہ مختصر مضمون حاضر خدمت کر رہا ہوں۔ آپ کے رسالہ کو تمام اھل سنت نے سراہا ہے۔

محترم صحافت مستقلاً ایک فن ہے۔ فن کی عظمت کو آپ نے برقرار رکھا ہے۔ البتہ مذہبی رسالہ ہونے کی وجہ سے آپ نے اسی دائرے میں رہ کر ادبی جوہر کو نکھارا ہے جو مقبول بھی ہے اور محمود و پسندیدہ بھی ہے۔

دعاگو: احمد حسین قادری عفی عنہ

(کسٹم انسپکٹر بھانہ)

❁

سنی دنیا کا شمارہ بابت نومبر دسمبر ملا۔ پڑھ کر بڑی خوشی ہوئی۔ اس سے بہت جلد لمبی مسافت آپ کی ادارت میں طے کر لی ہے۔ رسالہ اس قدر دیدہ زیب ہوگیا ہے اور مضامین اتنے کارآمد آنے لگے ہیں کہ پڑھ کر ایمان میں اضافہ ہوتا ہے۔

شکریہ کے ساتھ

خاکسار محمد بدیع الزماں ریٹائرڈ اے۔ ڈی ایم پٹنہ

❁

انتہائی انتظار کے بعد

نومبر، دسمبر کا ایک ساتھ سنی دنیا نظر نواز ہوا۔ محترم یقیناً "چشم ماروشن و دل ماشاد" والی کیفیت پیدا ہوگئی۔ آپ بے باک رسالہ پڑھ کر بے ساختہ یہ مصرع زبان پر آگیا ہے

"ہم پرورش لوح و قلم کرتے رہیں گے"

سب روح پرور مضامین نعتوں کے حسین گلدستے آپ کی جانفشانی اور فروغ سنیت کے آئینہ دار ہیں۔ ایک بہت کمی کو آپ نے پورا کر دیا۔ سنی دنیا کی از سر نو کامیابی ہر دل کی کیفیتوں کو اشعار کے روپ میں ارسال کر رہا ہوں۔ قدس صاحب کی نظم بنام "مدیر ذوالفقار" بہت عمدہ لگی۔ آپ انہیں میری طرف سے مبارکباد پیش فرما دیں

فقط والسلام

دعاؤں میں یاد رکھیں۔

ناصر: سید قیصر خالد دہلوی

The MonthlySunni Dunia Bareilly

Regd No xl 7 (82) Vol-3 Annual Subscription Rs. 50/-

Per Copy Rs. 6/- Regd Po No-B R. 157

مسلک اعلیحضرت کا ترجمان ونقیب

تنظیم المسلمین

شمال مشرقی
بہار میں علم ودانش کا
وہ گہوارہ ہے جو مرحلہ در مرحلہ اپنا تعلیمی
تربیتی اور تعمیری سفر طے کرتے ہوئے آج اس منزل میں
داخل ہوچکا ہے کہ ہند شمالی میں عموماً اور بہار و بنگال، آسام و
نیپال کے دینی حلقوں میں خصوصاً بڑے وقار اور اعتبار اور عزت و افتخار
کی نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے۔

نئی نسلوں کی وہ امیدگاہ ہے جس کے منصوبے میں عام روش سے ہٹ کر مخصوص مزاج اور جداگانہ تشخص کا ایک عظیم لائحہ عمل ہے جس سے طلبہ میں دینی مزاج، قوت ارادی، بیدار مغزی اور اپنی دنیا آپ پیدا کرنے کی خواہشات اور نیک جذبات کی تحریک ہوتی ہے۔

تاریکیوں میں نور کی وہ کرن ہے جو دارالعلوم، دارالافتاء، دارالقضاۃ، حج کمیٹی ہلال کمیٹی، نگرانی مدارس، مساجد دعوت وارشاد اور دوسرے مختلف شعبوں کے ذریعہ ملت و معاشرہ کو روشنی عطا کرتا ہے۔

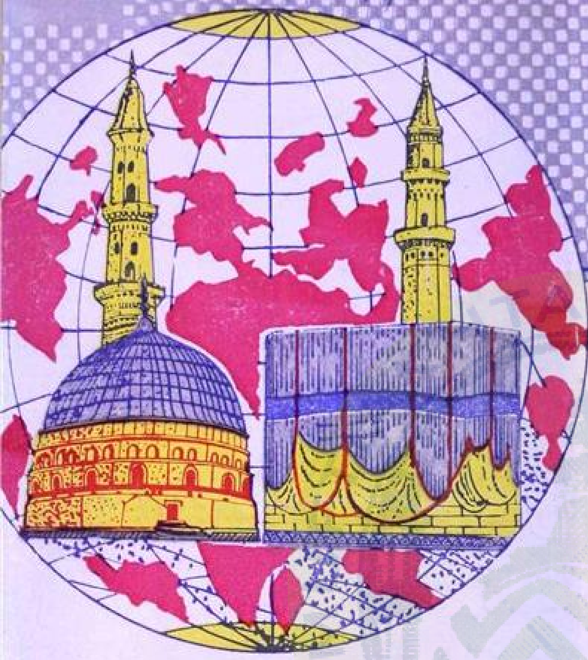
عزم وحوصلہ کا وہ کوہِ گراں کہ مالی مشکلات اور حوصلہ شکن حالات میں بھی تین سو طلباء کے قیام وطعام کی کفالت **بلا معاوضہ** کرتا ہے۔ سال رواں ادارہ کے مصارف کا تخمینہ **تین لاکھ پچاس** ہزار روپے ہے۔ اور پورے منصوبہ کی تکمیل کے لیے اخراجات کا میزانیہ پچاس لاکھ روپے ہے۔

ملت کے اصحاب خلوص خیرخواہوں سے تعاون کی درخواست ہے صلائے عام ہے یارانِ نکتہ داں کیلئے
چیک ڈرافٹ بنام TANZIMULMUSLEMIN بنائیں اور بذریعہ رجسٹری ذیل کے پتہ پر روانہ فرمائیں

(مولانا) رحمت حسین کلیمی تنظیم المسلمین بائسی ضلع پورنیہ

PIN-854315

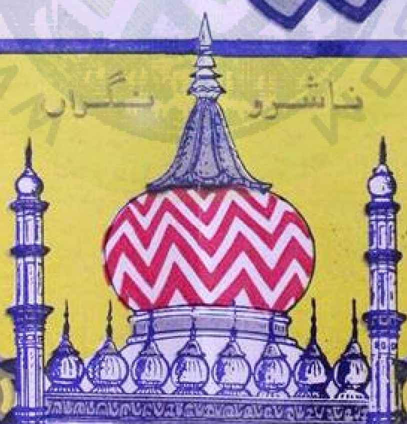
بیادگار تاجدار اہلسنت مفتی اعظم ہند حضرت علامہ محمد مصطفےٰ رضا خاں صاحب علیہ الرحمہ



نی دنیا

بریلی شریف

ناشر و نگراں



امہ مفتی محمد اختر رضا خاں صاحب ازہری قائم مقام مفتی اعظم ہند بریلی شر

اللہ رب محمد صلی علیہ وسلما، نحن عباد محمد صلی علیہ وسلما

۷۸۶
۹۲

دہلی میں

اہلسنت کے تمناؤں کی تکمیل، بشکل دارالعلوم معینیہ نوریہ

جس کی بنیاد مفتئ اعظم علامہ ازہری نے رکھی

وہ دارالعلوم معینیہ نوریہ جو دہلی میں سنیوں کا محافظ و پاسبان ہے۔
وہ دارالعلوم معینیہ نوریہ جو دہلی میں اہلسنت کی نمائندگی کرتا ہے۔
وہ دارالعلوم معینیہ نوریہ جو ہندوستان کی راجدھانی میں سنیوں کا عظیم قلعہ ہے
وہ دارالعلوم معینیہ نوریہ جو دہلی میں اہلسنت کی آبرو ولاج ہے۔
وہ دارالعلوم معینیہ نوریہ جو دہلی میں سنیوں کے خوشنما خواب کی تعبیر ہے
وہ دارالعلوم معینیہ نوریہ جو دہلی کو وہابیت کے غلبہ سے بچا رہا ہے۔
وہ دارالعلوم معینیہ نوریہ جو اپنے طلبہ کے ذریعہ گھر گھر صلوٰۃ وسلام پھیلا رہا ہے
وہ دارالعلوم معینیہ نوریہ جو آپکی توجہ کا سب سے زیادہ مستحق ہے۔
وہ دارالعلوم معینیہ نوریہ جو تعلیم وتعمیر میں ترقی کے لئے آپ سے مدد مانگ رہا ہے
وہ دارالعلوم معینیہ نوریہ جو بہت جلد ترقی پاتا جا رہا ہے

مفتئ اعظم علامہ ازہری میاں کی سرپرستی میں چلنے والا دارالعلوم وقت کی بہت بڑی ضرورت پوری کر رہا ہے اہل خیر و سرمایہ دار حضرات آپ بھرپور توجہ دیں اور ہر موقعہ سے اسکی مدد کر کے مغلوب وہابیت سرزمین دہلی میں مسلک اعلیحضرت زیادہ سے زیادہ پھیلائیں العارض محمد شرف عالم خان خادم طلبہ دارالعلوم ہذا

ترسیل زر وخط وکتابت کا پتہ: دفتر دارالعلوم معینیہ نوریہ، پوربی پرانا سلیم پور گلی نمبر ۲ دہلی ۳۱

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بیادگار : حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ

بظل عاطفت : حضور مفسر اعظم ہند علیہ الرحمہ

ماہنامہ

سُنی دنیا بریلی شریف

شمارہ ۱۰

جلد ۲

مارچ ۱۹۹۱ء مطابق شعبان رمضان ۱۴۱۱ھ

ایڈیٹر

محمد ذوالفقار علی خاں نوری

شرح خریداری

☆☆☆☆☆☆☆☆

قیمت فی شمارہ ---- ۶

سالانہ ---- ۶۰

غیر ممالک سے ---- ۳۰۰

رجسٹرڈ پوسٹ نمبر، بی، آر، ۱۵۷

رجسٹریشن نمبر

REGDNOX 117 (82)

VOL-3

فون ---- ۷۲۱۶۶

مقام اشاعت ---- ۸۲، سوداگران رضا نگر بریلی شریف

مطبوعہ ---- صائمہ آفسیٹ پریس خواجہ قطب بریلی شریف

خط و کتابت اور ترسیل زر کا پتہ

منیجر سنی دنیا

۸۲، سوداگران رضا نگر پوسٹ بکس ۲۳۵

بریلی شریف (یوپی)

اگر اس دائرے میں سرخ نشان ہے تو سمجھ لیں کہ آپ کا زر تعاون ختم ہو چکا ہے۔ براہ کرم آئندہ کے لئے زر تعاون ارسال فرمائیں۔

منیجر

اس شمارے کے

اوراقِ سفر نامہ

شعرائے کرام

امریکی خنیہ سازش

علامہ سید عارف صاحب کے قلم سے

اداریہ

بھوڑے ہیں غیر ملکی چھائے ہوئے ہیں ہم پر ۔ پہ یہ پھل ہے بیوقوفو آپس کی دشمنی کا :- بہادر بریلوی

۲؍اگست کو اٹھنے والا عراق و کویت تنازعہ جس نے سارے دنیا کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا تھا ہوسکتا ہے اب اپنے آخری مرحلہ میں ہو تادم تحریر اطلاعات کے مطابق عراقی رہنما صدر صدام حسین نے مشروط طور پر کویت سے اپنی فوجیں واپس بلانے کا اعلان کر دیا ہے۔

ادھر چاروں صیہونی یعنی برطانیہ و امریکہ اور مسٹر فہد و جابر الصباح اب بھی جنگ جاری رکھنے پر مصر ہیں۔ اس بھیانک جنگ کا اختتام کیسے منزل پر ہوگا اللہ تعالیٰ کا ہی علم اس پر محیط ہے۔ ۲۸ ممالک جن میں دنیا کی تین سُپر طاقتیں شامل ہیں۔ ایک ماہ کی طویل اور بھیانک جنگ میں ایک چھوٹے سے ملک جس کی آبادی تقریباً پونے دو کروڑ ہے اسے زیر کرنے میں ناکام رہے ہیں نجدی ٹولہ اور ان کے ہم نوا مسلم ممالک کویت کو تو حاصل نہ کر سکے۔ البتہ یہ کارنامہ ضرور انجام دے چکے ہیں۔ کہ حرمین طیبین کے گرد ناپاک صلیب پرستوں اور یہودیوں کا پہرہ بیٹھا چکے ہیں۔ بڑے بڑے انعامات کے لالچ میں حرمین شریفین کے تقدس کو پامال کرانے اور بے قصور عراقی عوام پر ظلم و ستم کا پہاڑ توڑنے والے مسلم سربراہ اب یہ سوچنے لگے ہیں کہ ریال و ڈالر اور پونڈ کے خزانے اب

خالی ہو چلے ہیں۔

ہائے افسوس! دین بھی گیا اور دنیا بھی جاتی دکھائی دے رہی ہے۔ اب کیا ہوگا۔ کون بھیک دے گا؟ کہاں سے ملک چلے گا؟ اس لئے کہ یہ ناکارہ حکمراں نہ اپنے ملک کو اپنے ہاتھ پیروں پر کھڑا کر سکتے ہیں نہ ہی تجارتی مصنوعات ان کے پاس ہیں۔ جن سے غیر ملک زر مبادلہ کے برآمداد کے ذریعہ حاصل کر سکیں بھیک لیتے جائیں اور جس کا کھائیں اس کی بولی بولیں ان کے پاس دین پہلے ہی نہ تھا اب اگر وہ صف کفار میں کھڑے ہیں تو انہیں دین جانے کا ڈر ہی کیا ہے۔ ادھر ایک ماہ کی مسلسل بھیانک جنگ میں دشمنوں کے دانت کھٹے اور چہرے سیاہ کر کے عراق نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ اس نے یعنی رئیس عراق اور اس کے عوام نے اپنے ملک کو زبردست ترقی دی ہے اور اسے ہر میدان میں خودکفیل بنا دیا ہے۔ اور دراصل یہی محور ہے۔ جس کے گرد یہ جنگ منڈلاتی دکھائی دے رہی ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ عراق کو تباہ و برباد کرنے کے لئے کویت کو ایک بہانہ بنایا گیا ہے۔ عراق نے نہ تو اپنی رضا مندی سے کویت پر قبضہ کر کے اپنے توسیع پسندانہ عزائم کی تکمیل کی اور نہ ہی اپنی مرضی اور قوت اختیاری سے کویت کو خالی کرنے سے انکار کیا۔ یہ سب کچھ کرنے پر عراق کو مجبور کیا گیا۔ جس کے مندرجہ ذیل حقائق شاہد عدل ہیں۔

عراقی ترقیات سے مغربی صیہونیت خوفزدہ تھی۔ کیونکہ خلیج میں اس کے پروردہ اسرائیل کا سر کبھی بھی نیچا ہو سکتا تھا اور بیت المقدس کسی وقت بھی یہودیوں سے آزاد کرایا جا سکتا تھا۔ فلسطینیوں کے حقوق انہیں دلائے جا سکتے تھے۔ عرب علاقے خالی کرائے جا سکتے تھے۔ نیز اگر عراقی ترقیات اسی پیمانے پر جاری رہیں تو خلیج سے امریکی و برطانوی چودھراہٹ کا تابوت واپس مغرب کو چلا جائے گا۔ مکر و فریب کا پیکر دجل و دغا کا مجسمہ اور باہمی نفرت وعداوت پھیلانے میں لاثانی قوم یعنی یہود و نصاریٰ اپنے اسی توہم میں سرگرم عمل ہو گئیں۔ پہلے تو عراق کے ایٹمی پلانٹ کو یہودیوں کے ذریعہ تباہ کرایا گیا تھا۔ پھر باقاعدہ طور پر عراق کو قطعی نیست و نابود کرنے اور جغرافیائے عالم سے اسے یکسر محو کرنے کی تیاریاں شروع کر دی گئیں۔ ایران و عراق جنگ کرائی گئی۔ پھر کویت کو اپنے صیہونی عزائم کی آماجگاہ بنا کر وہاں سے عراق میں تخریب

کارروائیاں شروع کر دی گئیں۔ جاسوس بھیجے گئے۔ عراق میں بم کے دھماکے ہونے لگے اور مغربی پروپیگنڈہ ہم یہ تاثر دیتے رہے کہ یہ سب کچھ ایران کی جانب سے ہو رہا ہے۔ بالآخر راز فاش ہوا جاسوس پکڑے گئے۔ تخریب کاروں کو سزائے موت دی گئی۔ اور پھر مستقبل میں اس خوفناک دہشت گردی سے محفوظ رہنے کے لئے امیر کویت کی توجہ اس جانب مبذول کرائی گئی۔ بات اگر اتفاقی ہو اور واقعۃً لاعلمی پر مبنی ہو تو اس پر توجہ دی جائے اور اگر دیدۂ دانستہ یہ سب کچھ محض... صیہونیت نوازی کی بنا پر ہو تو توجہ کی کیا گنجائش ہے۔ البتہ اتنا ضرور ہو گیا تھا کہ عراق کویت کی جانب سے تخریب کاری سے ہوشیار ہو چکا تھا اور امریکی و برطانوی سیاہ کاریاں بے نقاب و ناکام ہو چکی تھیں ہو سکتا تھا کہ کویت اب اس سازش سے علیحدہ ہو جائے لیکن اس سے پہلے ہی تیل کی قیمتوں کا معاملہ کھڑا کر دیا گیا۔ عرب سربراہ جب اس مسئلہ کو حل کرنے میں مصروف تھے تو امریکی بحری بیڑا کویت میں اپنی فوجیں اتارنے کے لئے نہر سویز کے قریب آ چکا تھا۔ اب صدر صدام حسین کے لئے اپنے بچاؤ کی صورت اس کے سوا کچھ نہ تھی کہ کویت پر قبضہ کر کے امریکی فوجوں سے عراق کو محفوظ کیا جائے لہذا بادل نخواستہ یا پھر یوں کہئے کہ عراق کو کویت پر قبضہ کرنے پر مجبور کیا گیا۔ اور اس نے قبضہ کر لیا۔ اب ذرا یہ بھی دیکھئے کہ کس طرح عراق کو کویت نہ خالی کرنے پر مجبور کیا گیا۔ ایک جانب عراق یہ اعلان کر رہا تھا کہ ہم جلد ہی کویت کو خالی کر دینگے اور دوسری جانب امریکہ سعودی حکمرانوں کو یہ یقین دلا رہا تھا کہ عراق عنقریب سعودیہ پر حملہ کرنے والا ہے۔ عراق پر یقین نہ کر کے صلیب نواز سعودی قافلہ نے اَلمدد یا امریکہ الغیاث یا برطانیہ کا نعرہ لگانا شروع کیا۔ اور پھر کیا تھا جس جزیرۂ محترم سے یہود و نصاریٰ کو دور رکھنے کی ہدایت و نصیحت رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمائی تھی اس پر یہودی و نصاریٰ فوجیں اترنے لگیں۔ جب کہ یہ خطرہ مسلم ممالک کی فوجیں بلا کر بھی ٹالا جا سکتا تھا۔ یہ تمام کارنامہ امریکہ نے جس عجلت سے انجام دیا اس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ عراق کو جنگ کی بھٹی میں جھونکنا ہی چاہتا ہے۔ کویت میں داخلہ نہ ملا تو سعودیہ ہی سے جنگ لڑی جائیگی۔ عراق نے بھی اسے پورے یقین کیساتھ محسوس کیا اور اپنے دفاع کی خاطر اس نے کویت سے نہ نکلنے کا فیصلہ کیا تاکہ صیہونی سامراج کے جبر و استبداد سے اپنے عوام اور اپنے ملک کو بچایا جا سکے۔ ادھر سامراج جبر و استبداد اپنے اہم مہرے کو پٹتا دیکھ کر بیقرار و مضطرب تھا اور وہ عراق کو تباہ و برباد کرنے کی ٹھان ہی چکا

تھا۔ لہذا ۳ ؍اگست کو امریکہ کی تجویز پر سلامتی کونسل میں قرارداد منظور کی گئی جس میں بلا شرط کویت کو خالی کرنے کو کہا گیا اور کویت پر حملہ کی مذمت کی گئی۔ ۶ ؍اگست کو سلامتی کونسل کے ذریعہ تجارتی و اقتصادی ناکہ بندی اور یہ کہ کوئی ملک عراق سے رابطہ نہ رکھے پاس کرایا گیا۔ ۹ ؍اگست کو قرارداد نمبر ۶۶۲ کے ذریعہ عراق کے کویت پر قبضہ کو ناجائز اور کالعدم قرار دیا گیا۔ ۱۸ ؍اگست کو قرارداد نمبر ۶۶۴ میں عراق کو وارننگ دی گئی کہ تمام غیر ملکی جو اس نے روک رکھے ہیں واپس کر دے۔ پانچویں قرارداد نمبر ۶۶۵ ؍۲۵ اگست کو منظور کی گئی جس میں امریکہ اور اس کے اتحادیوں کو اختیار دیا گیا کہ ان کی نیوی عراق کی اقتصادی ناکہ بندی کرے۔

چھٹی قرارداد کے ذریعہ ۱۳ ؍ستمبر کو اشیاء خوردنی کو لے جانے کی اجازت دی گئی اور پھر ۱۶ ؍و ۲۴ ؍ستمبر میں دو قراردادیں پاس ہوئیں جن میں کویت میں سفارتی مشن پر حملہ کرنے کی مذمت اور اشیاء خوردنی کی اجازت دی گئی۔ بشرطیکہ امریکہ چاہے۔ ۲۵ ؍دسمبر ۹۰ء کو نویں قرارداد کے ذریعہ عراقی طیاروں کی ناکہ بندی کر دی گئی۔ دسویں قرارداد ۲۹ ؍اکتوبر کو پاس کی گئی جس کے ذریعہ عراق کو کویت میں ہونیوالے نقصان کے لئے ذمہ دار بنایا گیا۔ اور گیارہویں قرارداد وہ منحوس تاریخی قرارداد ہے جس کے ذریعہ امریکہ اور اس کے اتحادیوں نے ساری دنیائے انسانیت میں تہلکہ مچا دیا کہ انسانیت لرز اٹھی۔ بربریت خود بھی شرمندہ ہو گئی۔ آیئے اب متذکرہ بالا قراردادوں پر پھر سے ایک نظر ڈالیں

نمبر ایک بلا شرط کویت کو خالی کر دینا صاف بتاتا ہے کہ امریکہ کویت میں داخل ہو کر پھر عراق کے لئے وہی کرنا چاہتا ہے کہ جس سے عاجز آکر اس نے کویت پر قبضہ کیا تھا۔ جو عراق کے لئے خودکشی کے مترادف ہے۔ اقتصادی بحری و ہوائی ناکہ بندی اور کویت نقصانات کا ذمہ دار عراق کو بنایا جانا وہ دفعات ہیں جو انخلاء کویت کے بعد بھی جاری رہتیں اور اس طرح ایک جانب امریکہ کویت میں بیٹھ کر من مانی تخریبات سے عراق کو تباہ کرتا اور دوسری جانب عربوں ڈالر کا عراق کو قرضدار بنا کر مزید تباہیاں برپا کرتا اور یہ سب عراق کے پہلو یعنی کویت میں بیٹھ کر کرتا۔ بایں وجوہ رہنمائے عراق نے وہی فیصلہ کیا جو امریکہ چاہتا تھا۔ البتہ انہوں نے ایک پختہ کار اور دانشمند سربراہ مملکت ہونے کا ثبوت دیتے ہوئے کویت کو نہ خالی کر کے اس امریکی گھناؤنی مہم سے نبرد آزما ہونے کے لئے اتحادیوں کو سعودی بارڈر پر روک دینا بہتر سمجھا جو واقعی درست و صحیح تھا۔ ادھر سیاسی دباؤ اور ڈالر و ریال کے ذریعہ سربراہان مملکت کو خریدا جانے لگا۔ ہندوستان سے ہوائی جہازوں کا ایندھن لینا پہلے ہی طے ہو چکا تھا۔ اور بالآخر ۱۶ ؍جنوری

کا دن گذار کر وہ تاریخ ساز مہیب و بھیانک شب آہی گئی۔ جس کا ساری دنیا کے امن پسند لوگوں کو خطرہ تھا۔ لوگ دعائیں مانگ رہے تھے۔ بچے رو رہے تھے۔ بزرگ سجدہ ریز تھے۔ مگر ہونی ہو کر رہی۔ اور وہ بھی اتنی بھیانک کہ پہلی ہی حملہ میں (۱۸۰۰۰) اٹھارہ ہزار ٹن گولا بارود اور خوفناک میزائل و بم بجائے کویت کے عراق پر برسائے گئے۔

مندرجہ بالا سطور سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ امریکہ کو عراق پر حملہ کرنا ہی تھا۔ اور یہ کہ امریکہ ہی نے عراق پر جنگ مسلط کی اور کویت نہ خالی کرنے پر اقوام متحدہ کی تجاویز کے سائے میں عراق کو مجبور کیا اور یہ کہ امریکہ ہی نے عراق کو کویت پر قبضہ کرنے کے لئے مجبور کیا۔ اور اس جنگ کے لئے انخلاء کویت کا سبز باغ سعودیوں کو دکھلا کر ان سے اور ان کے ہمنواؤں سے نیز خود امریکہ اور اس کے تمام مغربی اتحادیوں کے ہاتھوں وہ سب کرالیا جس پر انسانیت ہمیشہ شرمندہ رہے گی۔ اور حال یہ ہے کہ عراق میں بستیاں ویران ہو چکی ہیں۔ سڑکیں سنسان ہیں۔ لوگ نانِ جویں کے محتاج ہیں ایک ایک قطرے آب کو عراقی بچے ترس رہے ہیں۔ بغداد شریف ویران ہو چکا ہے۔ بصرے پر شہر خموشاں کا منظر طاری ہے۔ کربلا کا مقدس شہر اور نجف اشرف کی حسین و جمیل عمارتیں زمیں بوس ہو چکی ہیں۔ بازار سونے ہیں۔ قبرستان بھر چکے ہیں۔ اسپتالوں میں جگہ نہیں ہے۔ لاشیں گھروں میں لاشیں رکھنے کی گنجائش باقی نہ رہی۔ ماؤں کی گودیں خالی ہو چکی ہیں۔ عورتوں کا سہاگ لٹ چکا ہے یتیموں اور بیواؤں کی آہ و زاری سے فضائیں لرزہ براندام ہیں۔ مساجد اور مقامات مقدسہ وحشیانہ بمباری کا شکار ہو چکی ہیں۔ اور لطف یہ ہے کہ یہ سب بے قصور شہریوں اور ان کی املاک کا افسانہ ہے۔ اس کے باوجود بے قصور مقدس عربوں کا قاتل فہد اور بش یہ کہہ کر دنیا کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کی ناکام کوشش کر رہے ہیں کہ بے قصور شہریوں پر وحشیانہ بمباری کی ذمہ داری صدر صدام حسین پر ہے۔

بہر حال یہ حقیقت ہے کہ امریکہ کے عزائم کویت کو خالی کرانے کے نہیں بلکہ عراق کو جغرافیائے خلیج سے مٹا دینے کے ہیں۔ جیسا کہ اب ساری دنیا چھیچھڑ ولی کی پوری طاقت سے اس حقیقت کا اعلان کر رہی ہے۔

تو آیئے دیکھیں کہ امریکہ عراق کو کیوں مٹانا چاہتا ہے۔ بات بالکل صاف ہے ہر میدان میں عراق خود کفیل ہو چکا ہے۔ عراق اپنی فوج اور دفاعی ضرورتوں

میں دوسروں کا محتاج نہیں رہا ہے۔ اور عراق ترقیاں اگر یوں ہی روز افزوں رہ گئیں تو وہ دن دور نہیں جب سارے عرب ممالک یورپ کے محتاج نہ رہیں گے اور عراق کے واسطے سے خود اپنے پیروں پر کھڑے ہو جائیں گے اور عربوں کی اسی بیداری کا پیام صدام حسین نے دے کر اپنی قوم کو مغربی سحر کاریوں سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لئے صف آرا کر دیا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ ایسے وجوہ ہیں جن سے خلیج میں امریکی چودھراہٹ اور عربوں کا استحصال ہی مجروح نہیں ہو رہا ہے۔ بلکہ خلیج میں یہودیوں اور عربوں کے مابین عدم توازن کی صورت پیدا ہو گئی ہے۔

اب عراق کسی وقت بھی قبلہ اول یعنی بیت المقدس اور عرب علاقوں کو یہودی سامراج سے باسانی آزاد کرا سکتا ہے۔ اور فلسطینیوں کی ایک علاحدہ آزاد اسٹیٹ دلانے میں اہم رول ادا کر سکتا ہے۔ اور اسطرح صیہونی عزائم کے مقابلے پر عراق ایک زبردست طاقت بن کر ابھرا ہے۔ اور امریکہ نے اسی طاقت کو مٹانے اور صیہونیت کو عربوں پر غالب رکھنے نیز خلیج میں اپنی چودھراہٹ باقی رکھنے کے لئے ہر شاطرانہ چال چلی ہے۔ لیکن ایک ماہ کی دنیا میں لڑی جانے والی سب سے بھیانک اس جنگ میں صدر صدام حسین نے امریکہ اور اس کے باقی ۲۲ اتحادیوں کو شکست دے دی ہے۔ امریکہ کا یہ پلان کہ وہ عراق کی ساری طاقت کو مٹا کر یہودیوں کے ذریعے عراق میں بڑے پیمانے پر تباہی و بربادی پھیلانے اور تمام عربوں پر اسرائیل کو غالب کر دینا بری طرح ناکام ہو چکا ہے اس لئے کہ عراق نے امریکی حملوں کا مقابلہ کرنے کے ساتھ ساتھ اسرائیل کی بھی کمر توڑ دی ہے۔ اور دوسری جانب انہوں نے اسرائیل کے مقابلے پر ساری دنیا کو لا کر کھڑا کر دیا ہے۔ اور یہ کہ اب بھی عراقی دفاعی نظام اور اس کی بہترین فوجیں محفوظ ہیں۔ جب کہ ایک لاکھ ٹن سے زائد گولا بارود اور قیمتی جہازوں کو عراقی سرزمین پر گرا کر اس نے سارے اتحادیوں کو دیوالیہ بنا دیا ہے۔ دوسرے یہ کہ عراق اگر اب کویت سے ہٹ بھی جائے تو اس کی کامیابی اور دیرپا و مفید تر ہوگی۔ جیسا کہ

میں نے کویت پر عراقی قبضہ کے وجوہات میں لکھا ہے۔ اور اب کویت سے اپنی فوجیں ہٹانے پر کویت میں بیٹھ کر امریکہ عراق میں تخریبی مہم نہ چلا سکے گا۔ اور کویت پر قبضہ کا یہی عراقی مقصد تھا۔ جو پورا ہو جائے گا۔ یہی نہیں بلکہ اب سارے عرب سے امریکی چودھراہٹ کا خاتمہ ہو جائے گا۔ جو امریکہ کی بدترین شکست ہوگی۔

مزید برآں صدام حسین اب صرف عراقی صدر کا نام نہ رہ کر ایک تحریک کا نام ہو گیا ہے۔ اور اس تحریک نے سارے عالم بالخصوص عرب قوم کو صیہونیت سے نبرد آزما ہونے کے لئے ایک صف میں کھڑا کر دیا ہے۔ جارج بش کا یہ مطالبہ کہ صدر صدام حسین کو صدارت سے ہٹا دیا جائے۔ لاحاصل اور بے معنی ہے۔ کیونکہ اب پوری عرب قوم صدام حسین ہے بلکہ اگر صدام حسین کو ذاتی طور پر اتحادیوں کی جانب سے خدانخواستہ کوئی نقصان پہونچتا ہے تو اس کے اثرات اتحادیوں پر بہت ہی خراب مرتب ہوں گے۔ اور ایک چیز جو اس معرکہ میں بڑی خاص اور اہل عرب کے لئے حوصلہ افزا ہے وہ یہ کہ ۳۴ ممالک کے مقابلہ پر تن تنہا ایک مرد مجاہد صدر صدام حسین نے اپنے وقت کا صلاح الدین ایوبی بن کر یہ کہتے ہوئے سامنے آیا کہ ہمارے پاس تم جیسا دفاعی ساز و سامان نہیں ہے۔ تاہم تم اپنے ہتھیاروں اور ہتھکنڈوں پر ناز ہے تو اہل عراق کو اپنے اللہ تبارک و تعالیٰ پر ناز ہے۔ وہی ہمارا مددگار ہے۔ اسی نے ہم کو یہ عزت دی ہے وہی ہماری عزت رکھے گا۔ ازابتدا تا ہنوز عراقیوں کی یہی آواز ہے۔ اور یہ آواز لاحاصل بھی نہ رہی بلکہ بار آور ہوئی ایک لاکھ ٹن گولا بارود اگر کسی دوسرے ملک پر پھینک دیا جاتا تو وہ کب کا تباہ و برباد ہو گیا ہوتا لیکن عراق اب بھی زندہ ہے۔ اور دنیا کو سبق سکھا رہا ہے کہ جو اللہ پر بھروسہ کرتا ہے۔ اللہ اس کے لئے کافی ہے اور یہ سبق اب تمام مسلمانوں بالخصوص عربوں کو یاد ہو گیا ہے۔

اور ہر مسلمان نے یہ فیصلہ کر لیا ہے کہ

کافر ہے تو تلوار پہ کرتا ہے بھروسہ
مومن ہے تو بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی

اور یہ کہ

باطل سے دبنے والے اے آسماں نہیں ہم
سو بار کر چکا ہے تو امتحاں ہمارا

اب اس سبق کو اپنے عوام کے ذہن سے ترگت عزالہ ہو یا میاں نواز شریف، فہد ہوں یا حسنی مبارک زائل نہ کر سکیں گے۔ اور اپنے عوام کی عدالت کے فیصلہ کا سامنا سب کو عنقریب ہی کرنا پڑے گا۔ اب ٹوٹ پڑیں گی زنجیریں اب زندانوں کی خیر نہیں

کلامِ رضا

امام احمد رضا خاں فاضلِ بریلوی قدس سرہٗ

نہ عرشِ ایمن نہ اِنِّیْ ذَاھِبٌ میں میہمانی ہے　　نہ لطفِ اُدْنُ یَا اَحْمَدْ نصیبِ لَنْ تَرَانِیْ ہے
نصیبِ دوستاں گر اُن کے در پر موت آنی ہے　　خدا یوں ہی کرے پھر تو ہمیشہ زندگانی ہے
اُسی در پر تڑپتے ہیں مچلتے ہیں بلکتے ہیں　　اٹھا جاتا نہیں کیا خوب اپنی ناتوانی ہے
ہر اک دیوار و در پر مہر نے کی ہے جبیں سائی　　نگارِ مسجدِ اقدس میں کب سونے کا پانی ہے
ترے منگتا کی خاموشی شفاعت خواہ ہے اُس کی　　زبانِ بے زبانی ترجمانِ خستہ جانی ہے
کھلے کیا رازِ محبوب و محب مستانِ غفلت پر　　شرابِ قَدْ رَأَى الْحَقّ زیبِ جامِ مَنْ رَآنِیْ ہے
جہاں کی خاک روبی نے چمن آرا کیا تجھ کو　　صبا ہم نے بھی اُن گلیوں کی کچھ دن خاک چھانی ہے
شہا کیا ذات تیری حق نما ہے فردِ امکاں میں　　کہ تجھ سے کوئی اوّل ہے نہ تیرا کوئی ثانی ہے
کہاں اُس کو شکِ جانِ جناں میں زر کی نقاشی　　اِرم کے طائرِ رنگِ پریدہ کی نشانی ہے
ذِیَابٌ فِیْ ثِیَابٍ لب پہ کلمہ، دل میں گستاخی　　سلام اِسلام ملحد کو کہ تسلیمِ زبانی ہے
یہ اکثر ساتھ اُن کے شانہ و مسواک کا رہنا　　بتاتا ہے کہ دل ریشوں پہ زائد مہربانی ہے
اسی سرکار سے دُنیا و دیں ملتے ہیں سائل کو　　یہی دربارِ عالی کنزِ آمال و امانی ہے
درو دیں صورتِ ہالہ محیطِ ماہِ طیبہ ہیں　　برستا اُمّتِ عاصی پہ ابرِ رحمت کا پانی ہے
تعالیٰ اللہ استغنا ترے در کے گداؤں کا　　کہ اُن کو عار فرّ و شوکتِ صاحب قرانی ہے
وہ سرگرمِ شفاعت ہیں عرق افشاں ہے پیشانی　　کرم کا عطر صندل کی زمیں رحمت کی گھانی ہے

یہ سر ہو اور وہ خاکِ در وہ خاکِ در ہو اور یہ سر
رضا وہ بھی اگر چاہیں تو اب دل میں یہ ٹھانی ہے

بابُ الاستفتاء

خلیجی جنگ کے سلسلہ میں جانشین مفتی اعظم کا اعلانِ حق

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

آجکل کویت پر عراق قبضہ کے بعد امریکہ اور امریکہ کے حلیف ممالک نے عراق کی اقتصادی ناکہ بندی کر رکھی ہے اس اقتصادی ناکہ بندی میں تمام آسائشی چیزیں حتی کہ غذا اور دوا بھی شامل ہیں۔ یہ ناکہ بندی اس وقت تک جاری رکھنا منظور کیا گیا ہے جب تک عراق کویت کو خالی نہ کر دے۔ تاریخی و جغرافیائی قدیم کے اعتبار سے کویت عراق کا حصہ ہے اور عراق نے یہی کہہ کر کہ کویت عراق کا حصہ ہے، قبضہ کیا ہے۔

لھذا آپ حضرات سے سوال ہے کہ کتاب و سنت سے مزین مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات مرحمت فرمائیں۔

(۱) تمام عراقی مسلمانوں کے خلاف ناکہ بندی کرنا جائز ہے یا ناجائز؟

(۲) مسلمان ملکوں پر اس ناکہ بندی کی مخالفت واجب ہے یا نہیں۔؟

(۳) جو مسلم ممالک اس تجویز کی تائید کر رہے ہیں ان کے خلاف شریعتِ مطہرہ کا کیا حکم ہے۔ ایسے مسلم حکمرانوں کو جو ناکہ بندی پر قائم ہیں اور ناکہ بندی کی تائید کر رہے ہیں۔ ان کے عوام کو برطرف کرنا لازم ہے یا نہیں۔؟

(۴) عراقی مسلمانوں اور حکومت کے خلاف امریکہ اور ان کے اتحادی بھیانک جنگ کے لئے کوشش کر رہے ہیں اور مطالبہ کرتے ہیں کہ عراق کویت کو خالی ک

دے۔ جب کہ عراق کا دعویٰ ہے کہ کویت ہمارے ملک کا حصہ ہے۔ اور ہمارے پاس اس کے ٹھوس شواہد موجود ہیں۔ دوسری جانب کویت پر امیر کویت جن کی اوباش زندگی عالم پر عیاں ہے۔ کویت پر دوبارہ اپنی بادشاہت قائم کرنے کے لئے مصر ہیں کہ عراق پر حملہ کر کے کویت کو خالی کرا کر اپنی بادشاہت اس کو دلائی جائے۔

(۵) عراق پر حملہ کے دوران جو مسلمان حملہ آور ہوکر مارے جائیں گے ان مرنے والوں کو شہادت کا درجہ ملے گا یا وہ حرام موت مرکر جہنم کے سزاوار ہوں گے۔؟

(۶) اور حملہ آوروں سے اپنے دفاع میں سے ظالم امریکیوں و برطانوی اور اس کے حلیفوں ہاتھوں جو عراقی مسلمان مارے جائیں گے جب کہ وہ یہ حملہ صرف اسلام دشمنی پر مبنی ہے تو عراقی عوام و فوجی شہید ہوں گے یا کیا۔؟

المستفتی

سید محمد رضوی و مشتاق احمد دلکش و جملہ طلباء منظر اسلام۔ بریلی شریف۔

۷۸۶/۹۲ :۔ الجواب۔ اللّٰھم ھدایۃ الحق والصواب۔

اگر یہ واقعہ ہے کہ کویت عراق کا حصہ تھا۔ اور سابق بادشاہ نے غاصبانہ قبضہ کر رکھا تھا تو حکومت عراق کا کویت کو عراق میں ضم کرنے کا اقدام صحیح و درست ہے اور اس صورت میں حکومت عراق ملزم نہیں ہے۔

اور یہ صورت دیگر حکم دیگر ہے۔ مگر یہ معاملہ عربوں کا ہے۔ ایسے عربوں کے درمیان حدود شرع میں طے کرنا لازم تھا۔ قرآن کریم کا ارشاد ہے۔

انما المؤمنون اخوۃ فاصلحوا بین اخویکم۔

مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ تو اے مسلمانو اپنے دو بھائیوں کے درمیان صلح کرادو۔

اس ارشاد سے صاف ظاہر ہے کہ مسلمانوں کے نزاعی معاملات میں صلح کرانے کا کام اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں ہی کو سپرد کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہود و نصاریٰ وغیرہم کفار کو مسلمانوں کا حکم نہیں بنایا بلکہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو صاف طور پر اس کی مخالفت فرمائی۔ کہ کفار کو راز دار بنائیں، انہیں مسلمانوں کے خلاف مددگار بنائیں اللہ کو ہرگز پسند نہیں کہ کافر مسلمانوں پر کوئی راہ پائیں۔ قرآن صاف فرماتا ہے

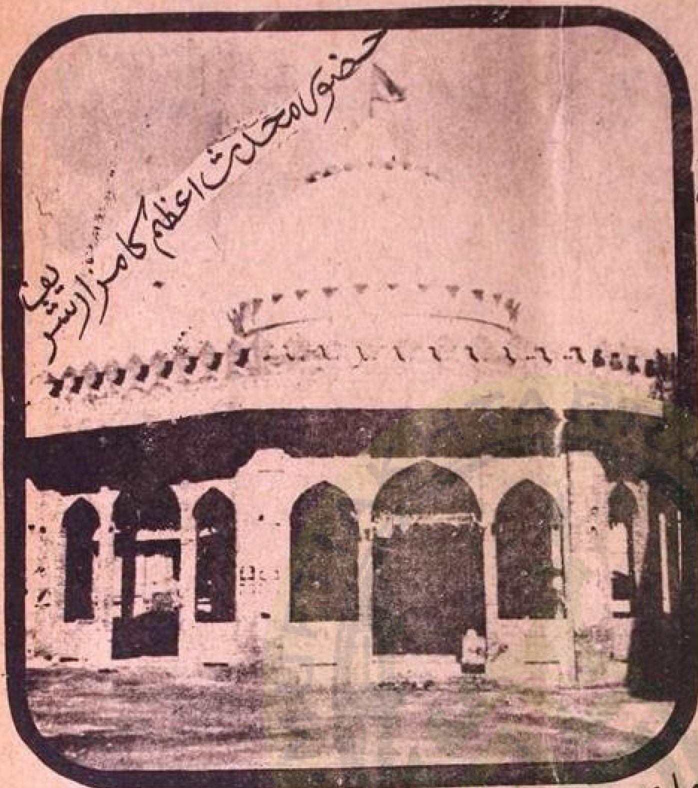
ولن یجعل اللہ للکافرین علی المؤمنین سبیلا۔

یعنی اللہ تعالیٰ ہرگز کافروں کے لئے مومنوں پر راہ نہ رکھیگا۔ اور فرماتا ہے۔

ام حسبتم ان تترکوا ولما یعلم اللہ الذین جاھدوا منکم ولم یتخذوا من دون اللہ ولا رسولہ ولا المو منین ولیجۃ

کیا اس گمان میں ہو کہ یوں ہی چھوڑ دیئے جاؤ گے اور ابھی اللہ نے پہچان نہ کرائی انکی جو تم میں سے جہاد کریں گے اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کو چھوڑ کر دوسروں کو راز دار و دخیل کار نہ بنائیں۔ اس آیت کریمہ نے صاف بتایا کہ مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو راز دار بنانا اللہ و رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو چھوڑنا ہے۔ تو یہ قطعًا حرام ہے۔ اس آیت کے تحت علامہ ابو بکر جصاص رازی علیہ الرحمۃ احکام القرآن میں فرماتے ہیں۔

معناہ أم حسبتم ان تترکوا ولم تجاھدوا ولم تتخذوا من دون اللہ ولا رسولہ ولا المومنین ولیجۃ یقتضی لزوم اتباع المومنین وترک العدول عنھم کما یلزم اتباع النبی صلی اللہ علیہ وسلم والولیجۃ المدخل ویقال ولج اذا دخل کانہ قال لایجوز ان یکون لہ مدخل غیر مدخل المومنین وقال الا الولیجۃ بمعنی الدخیلۃ والبطانۃ وھی من المداخلۃ والمخالطۃ والموانسۃ فقد دل علی النھی عن مخالطۃ غیر المومنین ومداخلتھم وترک الاستعانۃ بھم فی امور الدین



اور فرماتا ہے۔

لا تتخذوا بطانۃ من دونکم۔ اے ایمان والو اپنوں کو چھوڑ کر غیروں کو اپنا راز دار نہ بناؤ۔

لا یالونکم خبالا ودوا ما عنتم قد بدت البغضاء من افواھھم وما تخفی صدورھم اکبر۔

وہ تمہاری برائی میں کمی نہیں کرتے ان کی آرزو ہے۔ جتنی ایذا تمہیں پہنچے بیر ان کی باتوں سے جھلک اٹھا اور وہ جو سینے میں چھپائے ہیں اور بڑا ہے۔

اس آیت کے تحت درمنثور علامہ امام

جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ میں ہے۔ اخرج ابن الحسن وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم عن ابن عباس قال کان رجال من المسلمین یواصلون رجالا من یہود لما کان بینہم من الجوار والحلف فی الجاہلیۃ فانزل اللہ تعالٰی فیہم غیر ماہم عن البطانتہم وتخوف الفتنۃ علیہم یاایہا الذین آمنوا لاتتخذوا بطانۃ من دونکم الایۃ۔

یعنی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے حدیث مروی ہے کہ کچھ مسلمان بعض یہودیوں سے دوستی رکھتے تھے۔ اس لئے کہ زمانۂ جاہلیت میں ان لوگوں کے درمیان ہمسائیگی اور معاہدہ تھا تو اللہ تعالٰی نے ان کے بارے میں آیت اتاریں۔ اللہ تعالٰی ان مسلمانوں کو یہودیوں سے رازداری کا معاملہ کرنے میں منع فرماتا ہے۔ اس لئے کہ مسلمانوں پر یہودیوں سے اندیشہ ہے۔ بلکہ اس آیت سے ایسے ظاہری کلمہ گویوں کی دوستی بھی حرام ہوئی جو دل میں کفر چھپائے ہوں۔ اسی درمنثور میں ہے۔

واخرج ابن جریر ابن ابی حاتم عن ابن عباس فی قولہ تعالٰی لاتتخذوا بطانۃ من دونکم قال ہم المنافقون۔

یعنی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی ہے انہوں نے فرمایا بطانۃ من دونکم سے مراد منافقین ہیں۔ اسی درمنثور میں ہے۔

واخرج عبد بن حمید وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم عن مجاہد فی الآیۃ قال نزلت فی المنافقین من اہل المدینۃ نہی المؤمنون ان یتولوہم۔

یعنی حضرت مجاہد شاگرد سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہم کا قول ہے کہ یہ آیت مدینہ علی صاحبہا الصلاۃ والسلام کے منافقوں کے بارے میں اتری۔ مسلمانوں کو ان سے دوستی کی ممانعت فرمائی گئی۔ نیز اسی میں ہے واخرج ابن ابی حاتم والطبرانی بسند جید عن حمید بن مہران المالکی الخیاط قال سألت اباغالب عن قولہ تعالٰی یاایہا الذین امنوا لاتتخذوا بطانۃ من دونکم الآیۃ قال حدثنی ابوامامۃ عن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انہ قال الخوارج۔ یعنی ابوغالب سے حمید بن مہران نے آیت کریمہ یاایہا الذین امنوا لاتتخذوا کے بابت پوچھا انہوں نے فرمایا مجھ سے ابوامامہ نے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ (جن سے دوستی منع ہوئی) خارجی ہیں۔ اسی میں واخرج عبد بن حمید وابویعلی وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم والبیہقی فی الشعب عن انس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لاتستضیئوا بنار المشرکین ولاتنقشوا فی خواتیمکم عربیا فذکر ذلک للحسن فقال نعم لاتنقشوا فی خواتیمکم محمدا ولاتستشیروا المشرکین فی شیء من امورکم قال تصدیق ذلک فی کتاب اللہ لاتتخذوا بطانۃ من دونکم۔

یعنی حضرت انس رضی اللہ تعالٰے عنہ سے
مروی ہے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی ہے
کہ سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اپنی
انگوٹھیوں میں عربی نہ کندہ کراؤ اور مشرکین کے
آگ سے اجالا نہ لو پھر یہ حدیث حسن بصری سے
ذکر کی گئی انہوں نے کہا کہ اپنی انگشتری میں
محمد کندہ نہ کراؤ اور مشرکوں سے اپنے کسی
کام میں مشورہ نہ لو اور اس کی تصدیق کتاب اللہ
میں ہے۔

یاایہاالذین امنوا لاتتخذ والایۃ نیز اسی در
منثور میں ہے۔ واخرج عن عمر بن الخطاب
انہ قیل لہ ان ھھنا غلاما من اھل الحیرۃ حافظا
کاتبا فلو اتخذتہ کاتبا قال قد اتخذت اذا
بطانۃ من دون المؤمنین۔

یعنی عمر بن الخطاب رضی
اللہ تعالٰے عنہ سے لوگوں نے عرض کی اس جگہ حیرہ
کا باشندہ ایک نوجوان ہے جو حافظ و کاتب ہے
تو حضور اسے منشی مقرر کر دیں۔ آپ نے فرمایا
جب تو میں مسلمانوں کے سوا غیر کو راز دار
بنالوں گا احکام القرآن میں ابوبکر جصاص
رازی سے ہے۔ وفی ھذہ الایۃ دلالۃ علی
انہ لاتجوز الاستعانۃ باھل الذمۃ فی امور
المسلمین من العمالات والکتبۃ وقد روی
عن عمر انہ بلغہ ان اباموسی استکتب رجلا
من اھل الذمۃ فکتب الیہ یعنفہ وتلا
(یاایہاالذین امنوا لاتتخذوا بطانۃ من دونکم
ای لاتردوھم الی العز بعد ان اذلھم اللہ تعالٰے

یعنی اس آیت میں تمہیں اس امر کی طرف
رہنمائی ہے کہ ذمی کافروں سے مسلمانوں کے
معاملات میں مدد لینا جائز نہیں اور حضرت عمر
رضی اللہ تعالٰے عنہ سے مروی کہ انہیں خبر پہونچی
کہ حضرت ابوموسٰی رضی اللہ تعالٰے عنہ نے کسی
کافر کو کاتب مقرر کیا تو حضرت عمر نے انہیں اس
پر خط میں تنبیہ فرمائی۔ نیز درمنثور میں ہے۔

واخرج ابن ابی حاتم والبیہقی فی شعب
الایمان عن عیاض ان عمر امر اباموسٰی الاشعری
ان یرفع الیہ ما اخذ وما اعطی فی ادیم واحد
وکان لہ کاتب نصرانی فرفع الیہ ذلک فعجب
عمر وقال ان ھذا لحفیظ قد انت قاری
لنا کتابا فی المسجد جاء من الشام فقال انہ
لایستطیع ان یدخل المسجد فقال عمر اجنب
ھو قال بل نصرانی فانتھرنی وضرب فخذی
ثم قال اخرجوہ ثم قرأ یاایہا الذین امنوا
لاتتخذوا الیھود والنصاری اولیاء الآیۃ

یعنی حضرت عمر رضی اللہ تعالٰے عنہ نے
حضرت ابوموسٰی اشعری رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ
وہ ایک دفتر میں جو انہوں نے لیا اور جو
دیا اس کی تفصیل پیش کریں۔ اور ابوموسٰی
رضی اللہ عنہ کا ایک نصرانی کاتب تھا تو اس
نے دربار فاروقی میں وہ تفصیل پڑھ کر
سنائی تو حضرت امیر المؤمنین فاروق کو حیرت
ہوئی اور آپ نے فرمایا یہ شخص حافظ ہے
پھر اس سے کہا گیا کہ تم مسجد میں وہ خط

پڑھ کر سنا دو گے جو شام سے آیا تو حضرت ابو موسیٰ نے عرض کی یہ مسجد میں داخل ہو نہیں سکتا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بولے کیا یہ جنب ہے عرض کی بلکہ نصرانی ہے ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے ڈانٹا اور میری ران پر ضرب لگائی پھر حکم دیا اس نصرانی کو نکال دو پھر یہ آیت کریمہ پڑھی۔

یاایھا الذین اٰمنوا لاتتخذوا الیھود والنصارٰی اولیاء الایۃ۔ یعنی اے ایمان والو یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ۔ آگے قرآن میں اسی جگہ فرمایا۔ بعضھم اولیاء بعض الایۃ وہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں اور تم میں جو کوئی ان سے دوستی رکھے گا وہ انہیں میں سے ہے۔ بے شک اللہ بے انصافوں کو راہ نہیں دیتا۔ مسلمان ذرا آنکھیں کھول کر قرآن کریم کے یہ صاف صاف ارشادات دیکھیں اور ان احادیث پر نظر کریں جو ابھی گذریں خصوصیت سے اس آیت کریمہ کے ارشاد پر غور کریں جس میں خاص یہود و نصاریٰ کے متعلق فرمایا پھر ایک ایک حدیث غور سے پڑھیں اور اخیر میں وہ روایات دیکھیں جن میں کفار کو مسلمانوں کے معاملات میں دخل انداز کرنے اور راز دار بنانے سے اس حد تک احتراز کیا گیا کہ کافر کو کاتب کے طور پر رکھنا بھی گوارا نہ کیا۔ بلکہ اس پر تنبیہ و سختی فرمائی گئی۔ ان تعالیم قرآن و حدیث کے خلاف سعودی حکومت کا طرز عمل بھی دیکھتے جائیے

کیا صاف ظاہر نہیں ہوتا کہ سعودی حکومت کا یہ دعویٰ کہ وہ کتاب و سنت کی اساس پر قائم ہے محض دعویٰ بلا دلیل ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ یہ یہودی و نصرانی دوست حکومت ہے اور یہی حال اس کے ہم نواؤں کا ہے۔ جبھی تو مسلمانوں کے خلاف یہود و نصاریٰ سے مدد لینے کی جرأت ہوئی۔ ورنہ کیا مسلمان اس قضیہ کے تصفیہ کے لئے کافی نہ تھے۔ اس موقع پر مجبوری اور عراق سے اندیشہ اور خوف کا بہانہ کیا جا سکتا ہے۔ اس کا جواب بھی قرآن کریم سے سنیں۔ قرآن کا ارشاد ہے۔

فتری الذین فی قلوبھم مرض یسارعون فیھم یقولون نخشٰی ان تصیبنا دائرۃ فعسی اللہ ان یاتی بالفتح او امر من عندہ فیصبحوا علی ما اسروا فی انفسھم نادمین

یعنی اب تم انہیں دیکھو گے جن کے دل میں آزار ہے یہود و نصاریٰ کی طرف دوڑتے ہیں۔ کہتے ہیں ہم ڈرتے ہیں کہ ہم پر کوئی گردش آجائے تو نزدیک ہے اللہ فتح لائے یا اپنی طرف سے کوئی حکم پھر اس پر جو اپنے دلوں میں چھپایا تھا پچھتاتے رہ جائیں

اب سعودیہ کے مفتیوں سے پوچھنا چاہیے

(۱) بات بات پر اہلسنت والجماعت کو بدعتی و گمراہ بلکہ مشرک بنانے والے یہ بتائیں کہ عراق کے خلاف اقتصادی پابندی منظور کرکے مسلمانان عراق کو غذا اور دوا کی سہولیات سے محروم کرنا یا اس کی سعی کرنا کون سی آیت

کس حدیث سے جائز ہوتا ہے اور اگر یہ ناجائز ہے تو اس کا ارتکاب کر کے سعودی حکومت امریکہ کے ساتھ برابر کی مجرم ہوئی کہ نہیں بلکہ اسے جائز و روا جان کر اس نے کفر کیا کہ نہیں بے شک ضرور سعودی حکومت ان مجرموں کی شریک اور انہیں کی طرح اس وجہ سے بھی مرتکب کفر ہوئی۔

(۲) آیات و احادیث سے روشن ہے کہ مسلمانوں کے خاص معاملات میں کفار کو دخیل و رازدار بنانا حتی کہ ان معاملات میں انہیں کاتب مقرر کرنا بھی حرام تو مسلمانوں پر حملہ کے لئے ان کفار کو مددگار بنانا کیونکر جائز ہوا۔

(۳) اور اس ناجائز اتحاد جس پر قرآن کی شدید و نکیر من یتولهم منکم فانه منهم یعنی جو کوئی تم میں سے انہیں دوست بنائے وہ انہیں کافروں میں سے ہے۔ وارد ہے کو کر الٰہی لشکر بتانا اور قرآن کی آیت۔ وان جندنا لهم الغالبون۔

جیسا کہ سعودی نشریہ میں کہا گیا۔

(۴) بیت المقدس کو خصوصًا اور فلسطین بلکہ پورے مقبوضہ عرب علاقہ کو اسرائیل کے ناجائز تسلط سے آزاد کرانے میں کبھی سعودی حکومت کی اتحاد و تنظیم کا خیال کیوں نہ آیا۔ اور آیا تو اتحاد کی تشکیل کیوں نہ کی اور برٹش وغیرہ حامیاں یہود سے رابطہ کیوں نہ توڑا۔ کیا اس کا صاف مطلب یہ نہیں کہ سعودی حکومت ہمیشہ سے یہود و نصاریٰ کی وفادار اور ان کے اشارہ پہ کاربند ہے اور آج بھی اسی وفاداری کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔ خدا اس سے مسلمانوں

کے مقدسات کو پامال ہوں سعودی حکومت کو اس کی پرواہ نہیں بلکہ مقدسات کو برابر مٹا کر یہود و نصاریٰ کو خوش کر رہے ہے اور مسلم دشمنی اسلام بیزاری کا ثبوت دے رہا ہے۔

(۵) وہ امریکہ جس کے سہارے یہ سعودی حکومت قائم ہے اور خطہ میں اس کی دیرینہ بڑی اتحادی مانی جاتی ہے اور وہ برطانیہ جس کے ساتھ سعودی فرمانبرداد عبدالعزیز نے معاہدہ کیا تھا اور جس کی بدولت سعودی حکومت وجود میں آئی کون نہیں جانتا کہ اسرائیل کا وجود اسی کا مرہون منت ہے اور ہمیشہ یہ اس کے حامی رہے ہیں اور آج بھی ہیں پھر سعودی حکومت نے جزیرۂ عرب میں ان کی فوجوں کو اتار کر اپنی حکومت اور علاقہ کو کونسا تحفظ فراہم کیا۔ بلکہ اس بہار جزیرۃ العرب پر ان یہودی فراروں کو قابض و دخیل کر کے کیا اسرائیل کی حفاظت کا انہیں موقع فراہم نہ کیا۔ ضرور کیا۔

(۶) کیا سعودی حکومت نے سعودی افواج کو امریکہ نے زیر کمان دے کر کفار کو اپنا حاکم نہ بنایا ضرور بنایا۔ ان مسلمانوں کو بے جا مشرک بنانے والے بتائیں کہ کافروں کو اپنا قائد و حاکم بنانے والا اس پر راضی رہنے والا خود کون ہوا۔

(۷) عبدالعزیز بن باز کی نظر میں صدام تو بڑا مجرم ہے۔ لہٰذا اسے توبہ کا حکم دیدیا۔ اور سعودیہ کے فرمانروا کا کوئی جرم نہیں اس لئے کہ وہ ان کا بادشاہ ہے۔ کیا یہی دین یہی اسلام یہی شریعت ہے

(۷) سرکار ابد قرار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہودی کو جزیرۃ العرب سے نکالنے کا حکم دیا۔ حدیث میں ہے۔ اخرجوا الیہود من جزیرۃ العرب دوسری حدیث حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ، سے مروی ہے کہ سرکار ابد قرار علیہ الصلوٰۃ والسلام المدار کو انہوں نے یہ فرماتے سنا لاخرجن الیہود والنصاریٰ من جزیرۃ العرب حتی لا ادع فیہا الا مسلما۔ صحیح مسلم کی روایت میں یوں ہے لئن عشت ان شاء اللہ تعالٰی لاخرجن الیہود والنصاریٰ من جزیرۃ العرب۔ ان کا خلاصہ روایات یہ ہے کہ سرکار ابد قرار علیہ الصلوٰۃ والسلام المدار نے فرمایا کہ اگر میں دنیا میں حیات ظاہری کے ساتھ رہا تو جزیرہ عرب کے یہود و نصاریٰ کو ضرور نکال دوں گا۔ اور اس میں مسلمانوں کے سوا کسی کو نہ رہنے دوں گا۔ ایک اور حدیث میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے۔ لاتکون قبلتان ارض واحدۃ ایک زمین میں دو قبلے نہ رہیں ان ارشادات کے برخلاف سعودی حکومت نے جزیرۃ العرب میں کافر افواج کو بلایا۔ اس طرح جزیرۃ العرب کو ان کفار کے تصرف میں دلایا۔ یہ سعودی حکومت کا کیسا شدید جرم ہے۔ اس کی اجازت کہاں سے نکلی۔ اور مفتیانِ نجد نے کیونکر اجازت دیدی اور اگر بالغرض سعودی حکومت نے ان مفتیانِ نجد سے اجازت نہ لی تو اس پر کیا صدائے احتجاج بلند ہوئی اور کب ہوئی۔ اور نہیں تو کیوں نہیں۔ اور اس صورت میں بشرط قدرت بر نکیر یہ مفتی اور یہ حکومت جرم عظیم میں برابر کے شریک ہوئے کہ نہیں۔ بے شک یہ سب برابر کے مجرم ہوئے۔ بالجملہ حالات نے ثابت کر دیا کہ یہ عراق اور کویت کی جنگ نہیں ہے بلکہ مسلمان اور کفار کی جنگ ہے۔ اور امریکہ کویت کے بہانے عراق سمیت تمام مسلمانانِ عرب کو کمزور کرنا اور ان کی ثروات معدنیہ پر قابض ہونا چاہتا ہے۔ تو جو اس کا ساتھ دے رہا ہے وہ ضرور مسلم دشمنی کر رہا ہے اور ایسے لوگ سخت مجرم ہیں اور اس حالت میں مرنے والا شہید نہیں اور جو لوگ مسلمانوں کے مقدسات اور کافروں سے اپنے جان و مال و دیار کے تحفظ کے لئے لڑیں اور پھر مارے جائیں وہ شہید ہوں گے۔

واللہ تعالٰی اعلم

فقیر محمد اختر رضا خاں ازہری قادری غفرلہ،

روحانی غذا

از :- شکیل اثر نورانی، بریلوی

شہر طیبہ کی فضا یاد آگئی / باغِ جنت کی ہوا یاد آگئی

پھر وہ رحمت کی گھٹا یاد آگئی / زلفِ محبوب خدا یاد آگئی

جلوہ گاہِ مصطفٰے یاد آگئی / تربت گاہ بقا یاد آگئی

رحمت کونین کی کونین پر / بخشش و عفو و عطا یاد آگئی

اوڑھتے تھے جو شہِ کون و مکاں / وہ فقیرانہ ردا یاد آگئی

کاٹتا آیا جو زنجیرِ الم / آمدِ خیر الوریٰ یاد آگئی

جگمگا اٹھا جہان جان و دل / ماہِ طیبہ کی ضیا یاد آگئی

جب بھی دیکھا اپنا دامانِ عمل / ان کی رحمت برملا یاد آگئی

صفحۂ قرطاس پر خامہ چلا / اپنی روحانی غذا یاد آگئی

جس سے لرزاں تھے اثر دیر و حرم / کوہِ فاراں کی صدا یاد آگئی

کلامِ حسن

استاذِ زمن علامہ حسن رضا خاں حسنؔ بریلوی قدس سرہٗ

قبلہ کا بھی کعبہ رُخِ نیکو نظر آیا
کعبہ کا بھی قبلہ خمِ ابرو نظر آیا
محشر میں کسی نے بھی مری بات نہ پوچھی
حامی نظر آیا تو بس اک تو نظر آیا
پھر بندہ کشاکش میں گرفتار نہ دیکھے
جب معجزۂ جنبشِ ابرو نظر آیا
اس دل کے فدا جو ہے تری دید کا طالب
ان آنکھوں کے قربان جنہیں تو نظر آیا
سلطان و گدا سب ہیں ترے در کے بھکاری
ہر ہاتھ میں دروازہ کا بازو نظر آیا
سجدہ کو جھکا جائے براہیم میں کعبہ
جب قبلۂ کونین کا ابرو نظر آیا
بازارِ قیامت میں جنہیں کوئی نہ پوچھے
ایسوں کا خریدار ہمیں تو نظر آیا
محشر میں گنہگار کا پلّہ ہوا بھاری
پلّہ پہ جو وہ قربِ ترازو نظر آیا
یا دیکھنے والا تھا ترا یا ترا جویا
جو ہم کو خدا بین و خدا جو نظر آیا
شل ہاتھ سلاطین کے اُٹھے بہرِ گدائی
دروازہ ترا قوتِ بازو نظر آیا
یوسف سے حسیں اور تمنائے نظارہ
عالم میں نہ تم سا کوئی خوش رو نظر آیا
فریادِ غریباں ہے محشر میں وہ بے چین
کوثر پہ تھا یا قربِ ترازو نظر آیا
ظاہر ہیں حسنؔ احمدِ مختار کے معنے
کونین پہ سرکار کا قابو نظر آیا

کلامِ تاجدار

مفتیِ اعظمِ ہند محمد مصطفیٰ رضا خاں نوری رحمۃ اللہ علیہ

دو جہاں میں کوئی تم سا دوسرا ملتا نہیں
ڈھونڈتے پھرتے ہیں مہر و مہ پتا ملتا نہیں
ہے رگِ گردن سے اقرب نفس کے اندر ہے وہ
یوں گلے ملنے پہ بھی اسے خدا جدا ملتا نہیں
آبِ بحرِ عشقِ جاناں سینہ میں ہے موج زن
کون کہتا ہے ہمیں آبِ بقا ملتا نہیں
ڈوب تو بحرِ فنا میں پھر بقا پائے گا تو
قبل از بحرِ فنا بحرِ بقا ملتا نہیں
دنیا ہے اور اپنا مطلب بے غرض مطلب کوئی
آشنا ملتا نہیں نا آشنا، ملتا نہیں
ذرہ ذرہ خاک کا چمکا ہے جس کے نور سے
بے بصیرت ہے جسے وہ مہ لقا ملتا نہیں
جو خدا دیتا ہے ملتا ہے اسی سرکار سے
کچھ کسی کو حق سے اس در کے سوا ملتا نہیں
کیا علاقہ دُشمنِ محبوب کو اللہ سے
بے رضائے مصطفیٰ ہرگز خدا ملتا نہیں
کوئی مانگے یا نہ مانگے ملنے کا در ہے یہی
بے عطائے مصطفائی مدعا ملتا نہیں
رہنماؤں کی سی صورت راہ ماری کام ہے
راہزن ہیں کو بکو اور رہنما ملتا نہیں
ابلے گھیلے ہیں مشائخ آج کل ہر ہر گلی
بے ہمہ و باہمہ مرد خدا ملتا نہیں
ہیں صفائے ظاہری کے ساماں خوب خوب
جس کا باطن صاف ہو وہ باصفا ملتا نہیں
کس طرح ہو حاضر در نوریؔ بے پرشہ
ناکے روکے دُشمنوں نے راستہ ملتا نہیں

ہندوستان میں عربی زبان و ادب کا ارتقاء

از:- محمود حسین بریلوی، شعبۂ عربی بریلی کالج، روہیلکھنڈ یونیورسٹی بریلی

قسط نمبر ۱

ہندوستان میں عربوں کی آمد پہلی صدی عیسوی ہی سے ہو گئی تھی لیکن مذہب اسلام کے ظہور تک اس آمد نے تجارتی تعلقات کے سوا اور کوئی شکل اختیار نہیں کی تھی۔

محمد ابن قاسم کے داخلہ سندھ اور وہاں باقاعدہ اسلامی اقتدار کے قیام کی وجہ سے طبعی طور پر عربی زبان و ادب اور علوم اسلامی کی نشر و اشاعت ہوئی، عرب فاتح عربی زبان و ادب کی ترویج و ارتقاء میں پوری دلچسپی لیتے تھے، اس کی وجہ یہ تھی کہ یہ زبان ان کی مادری زبان تھی اور قرآن کریم اور علوم شرعیہ کی زبان بھی یہی تھی، یہ بات پورے وثوق سے کہی جا سکتی ہے کہ عربی زبان عالمِ اسلام میں ٹھیک اسی طرح مروج ہوئی جس طرح یورپ میں لاطینی زبان کو رواج ملا، یہ زبان اگرچہ مافی الضمیر کی ادائیگی کا سبب نہ بن سکی مگر تعلیم اور مراسلت اسی زبان میں ہوتی تھی، اس کی تصدیق و توثیق

کے لئے ہم ان تراجم کو پیش کر سکتے ہیں جو جانک ہندی، رتن ہندی اور کنگھ ہندی کی مدد سے سنسکرت کی کتابوں کے عربی میں تراجم کئے گئے مگر کچھ عرصہ کے بعد اس میں کچھ کمی واقع ہوئی مگر یہ کمی اتنی نہ تھی کہ عجمی اس سے غافل ہو جاتے اس کی وجہ یہ بھی تھی کہ انہوں نے ایک عرصہ تک اس زبان کی نشر و اشاعت کی تھی اور اس کی خدمات اس زبان میں موجود تھیں اس قول کی تصدیق کے لئے ہم ابن خلدون کا درج ذیل قول پیش کر سکتے ہیں

"اسلام میں عجمی علماء کی تعداد عربوں کی بہ نسبت کہیں زائد ہے"(۱)

تاریخ کی روشنی میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ قول خاص طور سے ہندوستانی علماء کی شان کے عین مطابق ہے۔

ہندوستان میں عربی زبان و ادب کی نشر و اشاعت اور ترویج و ارتقاء کا سلسلہ مختلف ادوار میں قائم و دائم رہا۔ اس کی نشر و اشاعت کے بہترین مراکز اس دور کی خانقاہیں اور اس سے وابستہ مدارس تھے۔ بادشاہوں کا دربار بھی علوم و فنون کی ترقی کا بہترین مرکز تھا، جو بادشاہ علم دوست تھا اس کے دور میں علوم کی ترقی میں کسی قسم کی کوئی دشواری آڑے نہ آئی اور انہوں نے بھرپور علم دوستی کا حق ادا کر دیا۔

غزنوی عہد (۳۸۸ تا ۵۸۲ - ۹۹۸ تا ۱۱۸۶

غزنوی عہد حکومت میں علم کی نشر و اشا... سے متعلق اہم کام ہوا۔ اس سے صرف نظر ممکن نہ... خود غزنوی بڑا علم دوست تھا اور علماء نواز... اس کی علم کی قدر و منزلت میں دلچسپی کا انداز... اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ اس نے ایک... کی بنیاد ڈالی اور اس میں علوم و فنون کی اشاع... کے سلسلہ میں ماہرین علوم کی ایک جماعت منتخ... کی۔

اس کے اس نقش قدم پر اس کے بھائی... اور صاحبزادگان نے بھی عمل کیا۔ اور انہوں نے... بھی کئی مدارس کی بنیاد ڈال کر علوم و فنون... نشر و اشاعت میں حصہ لیا۔(۲)

جن اہم شخصیات نے اس میں بڑھ چڑھ... حصہ لیا اور نمایاں خدمات انجام دیں ان میں شی... اسمٰعیل لاہوری ۱۰۵۶/۴۴۸ھ۔ اور شیخ علی ہجوی... سر فہرست ہیں۔ ان مشائخ کے علاوہ اسی بادشاہ... عہد میں البیرونی نے ہندوستان آکر اپنی تصنی... "کتاب الہند" کے لئے مواد اکٹھا کیا او... اپنی گرانقدر تصنیف قانون مسعودی... سلطان غزنوی کے نام معنون کی۔۳

غوری عہد (۵۸۲ تا ۶۰۲ - ۱۱۸۶ تا ۱۲۰۶

(۱) مقدمہ ابن خلدون ص ۵۴۳ - ۵۴۵ (۲) محمود غزنوی کی بزم رفتہ ص ۱۱۶ (۳) عربی ادبیات ص ۱۱

غوری عہد میں بھی علوم و فنون کی مناسب
ی ہوئی اس دور میں علوم و فنون کی اشاعت میں
ندوستانی علماء کے علاوہ باہر سے آنے والے
ار وصوفیا نے حصہ لیا ۵۵۶ھ/۱۱۶۱ء میں
ندوستان کے مشہور و معروف بزرگ سلطان
ہند حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری ۶۳۳ھ
نے عدیم المثال مرید حضرت خواجہ قطب الدین
تیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ ہندوستان
ے اور اس سرزمین کو مستقل جائے سکونت
تیار کر کے اپنی تعلیمات سے جو علوم و فنون
اشاعت کی ہے۔ اس کی تفصیل ارباب
یرت پر مخفی نہیں۔

غلام خاندان (۶۰۲ تا ۶۸۹ھ – ۱۲۰۶ تا ۱۲۹۰)

غلام خاندان میں قطب الدین ایبک
۶۰۷ھ اور التمش جو علم دوست تھے، سلطان ایبک
ے کشمیر میں ایک مدرسہ قائم کیا۔ اسی طرح التمش
ے اپنے بیٹے ناصر الدین محمود ۱۲۲۶ء کے نام پر
رسۃ الناصریہ پرانی دہلی میں بنایا (۱) ان
شاہوں کی علم نوازی کے سبب بہت سے
ار وصوفیا ہندوستان آئے اور یہاں کے
شاہوں نے ان کے علم و فن کے اعتراف میں
اسب اعزاز سے نوازا۔ اور ان کے ذمہ علوم و
فنون کی اشاعت کی اہم ذمہ داری سپرد کی جس کے سبب مختلف زبانوں میں علوم و فنون کا فقید المثال مرکز ہوا، برنی نے اس عہد کے علماء و ماہرین کی ایک طویل فہرست ان ہی گرانقدر تصنیف "تاریخ فیروز شاہی" میں درج کی ہے (۲) جس کی تفصیل کی چنداں ضرورت نہیں۔ البتہ چند اہم شخصیتوں کے اسماء قابل ذکر ہیں۔

(۱) قاضی جلال الدین کاشانی
(۲) سراج الدین سنجری
(۳) کمال الدین زاہد
(۴) قاضی رفیع الدین گاذرونی وغیرہ وغیرہ

خلجی سلاطین (۶۸۹ تا ۷۲۰ھ – ۱۲۹۰ تا ۱۳۲۰ء)

خلجی دور بھی علوم و فنون کی اشاعت کے اعتبار سے اہم ہے۔ اس خاندان کا بانی سلطان جلال الدین خلجی علم دوست اور علماء نواز تھا، اس کی تصدیق و توثیق علماء کی ایک کثیر جماعت سے ہوتی ہے جو اس کے دربار سے وابستہ تھی۔ ان علماء کے اسماء ہمعصر مورخوں نے اپنی شہرۂ آفاق کتابوں میں لکھے ہیں۔ (۳)
اس دور میں علومِ نقلیہ کے ساتھ ساتھ علومِ عقلیہ کی بھی ترقی ہوئی۔ منطق و فلسفہ جیسے

---

(۱) الجمیعتہ سنڈے ایڈیشن ۲۷ شعبان ۱۹۷۵ء ص ۴-۵ (۲) تاریخ فیروز شاہی۔ ص ۱۱۰ – ۱۱۱
(۳) ... الوفی ... ۵۳

ادق مضامین کی طرف لوگوں نے توجہ کرنی شروع کر دی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک زمانہ میں عقلیہ کے سلسلہ میں ہندوستان دوسرے دنیا کے معقولات کے مراکز میں سے ایک شمار ہونے لگا۔

اس عہد کے علماء نے علوم و فنون سے دلچسپی رکھنے والوں کے اذہان کھول دیئے اور کثرت سے لوگ علم و فن میں دلچسپی لینے لگے۔ مختلف اسلامی ممالک سے علوم معقول و منقول کے ماہروں کی آمد نے یہاں کے باشندوں کی ذہنی پرداخت کی (۱) اور فکر و خیال کو صیقل کر کے علوم و فنون کی طرف موڑ دیا۔ اسی عہد میں مشہور محدث شمس الدین مصری چار سو کتب حدیث کے ساتھ ملتان تشریف لائے۔ (۲) (باقی آئندہ)

معراج شریف

(احمد حسین، کٹیہار)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آسمانی معجزات میں معراج کا واقعہ بھی بہت زیادہ اہمیت کا حامل ہے۔ اور ہماری مادی دنیا سے بالکل ہی ماوراء اور عقل انسانی کے قیاس و گمان کی سرحدوں سے بہت زیادہ بالاتر ہے۔

معراج کا دوسرا نام اسریٰ بھی ہے۔ اسراء کے معنی رات کو چلانا یا رات کو لے جانا۔ چوں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے واقعہ معراج خداوند عالم نے قرآن مجید میں سُبحٰنَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا کے الفاظ سے ارشاد فرمایا ہے اس لئے معراج کا نام "اسریٰ" پڑ گیا۔ اور چوں کہ حدیثوں میں معراج کا واقعہ بیان فرماتے ہوئے حضور صلی اللہ وسلم نے۔ عُرِجَ بِیْ (مجھ کو اوپر چڑھایا گیا) کا لفظ ارشاد فرمایا اس لئے اس واقعہ کا نام "معراج" پڑا۔ احادیث اور سیرت کی کتابوں میں اس واقعہ کو بہت کثیر التعداد میں صحابۂ کرام نے بیان کیا ہے۔ چنانچہ علامہ زرقانی نے ۴۵ صحابیوں کو۔ نام بنام گنایا ہے۔ جنہوں نے حدیث معراج کو روایت کیا ہے۔

صحیح بخاری میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے شریک بن عبداللہ نے جو معراج کی روایت کی ہے۔ اس کے آخر میں ہے کہ حَتّٰی جَاءَ سِدْرَۃَ الْمُنْتَھٰی وَدَنَا الْجَبَّارُ رَبُّ الْعِزَّۃِ فَتَدَلّٰی حَتّٰی کَانَ مِنْہُ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سدرۃ المنتہیٰ پر تشریف لائے اور عزت والا جبار (اللہ تعالیٰ) یہاں تک قریب ہوا اور نزدیک آیا کہ دو کمانوں یا اس سے بھی کم کا فاصلہ رہ گیا۔

بہر حال علماء حق کا یہی مسلک ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شب معراج میں اپنے سر کی آنکھوں سے خداوند قدوس کی ذات مقدسہ کا دیدار کیا۔ چنانچہ عبداللہ بن الحارث

بقیہ صفحہ ۲۶ پر

(۱) بدایونی : ۱: ۵۳

(۲) عربی ادبیات ص - ۱۵

خلیج کا بحران

ازقلم

ڈاکٹر فضل الرحمٰن شررمصباحی ممبرالجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور، اعظم گڈھ یوپی

نوٹ: یہ مقالہ تحفظ حرمین شریفین کانفرنس منعقدہ ۲۱ر دسمبر ۹۰ء بمقام ایوان غالب دہلی میں پڑھا گیا۔

حضرات آج خلیجی بحران سے پوری دنیا بالواسطہ یا بلاواسطہ طور پر متاثر ہے۔ یہ بحران کیوں کر پیدا ہوا اس کا ذمہ دار کون ہے اور وہ کون سے عوامل تھے جن کے تحت یہ سب کچھ ہوا؟ ان تفصیلات کے لئے میرے اس مختصر مضمون میں گنجائش نہیں ہے۔ میں صرف اس افسوسناک حالات کا ذکر کروں گا جو امریکی فوجوں کے خلیج کے در آنے کے نتیجے میں پیدا ہوئے ہیں۔ دراصل یہی وہ المیہ ہے جس سے پوری ملت اسلامیہ میں شورش برپا ہے۔

کہا جاتا ہے کہ ۲ر اگست کو جب عراق نے کویت پر قبضہ کر لیا تو سعودی حکومت کو یہ خطرہ لاحق ہوا کہ عراق کے دست تطاول سے اس کی سرحدیں محفوظ نہیں رہ سکیں گی چنانچہ اس امکانی خطرے کے پیش نظر سعودی حکمراں نے دنیا کی سب سے بڑی طاقت یعنی امریکا سے استمداد و استعانت کی اور امریکا بغیر کسی تکلیف و تاخیر کے امداد و اعانت کے لئے حاضر ہو گیا۔

میں زیر نظر مضمون میں اس امر کا جائزہ لوں گا کہ خلیج کے اس بحران میں امریکا کے نیت کیا ہے اور سعودی حکومت امریکا سے کیا

فائدہ حاصل کرنا چاہتی ہے۔

یہ حقیقت دنیا پر واضح ہے کہ عرب اور امریکا کے درمیان نہ تو تہذیب و ثقافت کا کوئی رشتہ ہے نہ مذہبی معتقدات کا کوئی تعلق ہے اور نہ ہی ان دونوں کی سرحدیں ملتی ہیں پھر بھی کوئی وجہ مشترک ضرور ہے جو امداد و استمداد کی بنیاد بنی ہے

ناظرین کو یاد ہوگا کہ ۲ر اگست کو کویت پر عراقی قبضے کے بعد جب امریکی فوجیں خلیج میں آئیں تو سعودی حکومت کے ترجمان کے حوالے سے یہ خبر شائع ہوئی کہ امریکی فوج سعودی حکومت کی دعوت پر سعودی مملکت کی سرحدوں کی حفاظت کے لئے آئی ہے۔ اس کا بالکل واضح اور غیر مبہم مطلب یہ ہوا کہ اگر سعودی حکومت کو اپنی سرحدوں پر سے عراق کے حملے کا خطرہ ٹل جائے تو امریکی فوج کی اپنے برکوں میں واپسی کا عمل شروع ہو جائے گا۔ لیکن ابھی سعودی ترجمان کے اس بیان کو ایک ہفتہ بھی نہیں ہوا تھا کہ امریکی حکومت کے ترجمان نے سعودی اعلانیہ پر خطِ باطل کھینچتے ہوئے اعلان کیا کہ جب تک صدام حسین کویت کو خالی کر کے اس کے حکمراں کو واپس نہیں کر دیتے امریکی افواج کی واپسی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ امریکی ترجمان کا یہ بیان سعودی ترجمان کے علی الرغم خطرناک عزائم کی نشاندہی کرتا ہے۔

پھر بھی اس بیان سے یہ ظاہر تھا کہ اگر بغداد کویت کو خالی کر دے تو خلیج میں امریکی افواج کے قیام کا کوئی جواز نہیں رہ جائے گا۔ مگر اس کے کچھ ہی دنوں بعد امریکی وزیر خارجہ کے اس بحرانی بیان نے پوری دنیا کو حیرت میں ڈال دیا کہ جب تک خلیج میں بحرانی باقی رہے گا امریکی افواج کی واپسی خارج از امکان ہے۔

امریکا کے ان بیانات کا منطقی نتیجہ یہ نکلا کہ امریکی فوجیں سعودی مملکت کی سرحدوں کی حفاظت کے لئے نہیں آئی ہیں اور نہ ہی حکومتِ سعودیہ کی دعوت پر آئی ہیں بلکہ منصوبہ بند طریقے پر صدر بش کی ہدایت پر امریکی مفاد کے تحت آئی ہیں۔ اور سعودی حکمرانوں سے یہ صریح جھوٹ بلوایا گیا ہے کہ ان کی دعوت پر فوج بھیجی گئی ہے۔

ناظرین کو اخبارات و رسائل اور دیگر ذرائع ابلاغ سے معلوم ہوا ہوگا کہ امریکی فوجی نوجوان سعودی مملکت میں بے روک ٹوک گھومتے پھرتے ہیں۔ لحم الخنزیر اور ام الخبائث ان کے مرغوب ماکول و مشروب ہیں اور ان کی پذیرائی یوروپی سامان تعیش سے کی جاتی ہے جب کہ سرزمینِ عرب پر شیطنت کے اس رقص عریاں کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا لیکن یہ سب کچھ اس لئے ہو رہا ہے کہ یہ فوجی نوجوان سعودی حکمرانوں کے کنٹرول سے باہر ہیں۔

مجھے یقین ہے کہ شاہ فہد ان مزخرفات کو بہ نگاہِ کراہت دیکھتے ہوں گے لیکن اس وقت سعودی حکمراں کی حالتِ زار امریکی انتظامیہ کے سبب غالب کے اس شعر سے کچھ زیادہ مختلف

نہیں ہے۔

ایماں مجھے روکے ہے تو کھینچے ہے مجھے کفر
کعبہ مرے پیچھے ہے کلیسا مرے آگے

جہاں تک میں سمجھ سکا ہوں بش انتظامیہ کے اس اقدام کے پیچھے کم از کم چار مقاصد کارفرما ہیں۔

مسلمانوں کا استحصال۔

اسرائیل کا استحکام۔

پٹرول پر کنٹرول سے اور مشرق وسطیٰ میں ایک عظیم طاقت کے بطور ابھرنے والے بطل حریت صدر صدام حسین کی قوتوں کی پامالی۔ میں اپنے ان دعووں کے لئے کسی دلیل کی ضرورت محسوس نہیں کرتا جو لوگ ایران عراق کی طویل جنگ کی، مسئلہ فلسطین کی اور تیل پیدا کرنے والے ممالک کی قریبی واقفیت رکھتے ہیں ان پر یہ حقیقت واضح ہے۔

مجھے حیرت ہے کہ امریکی انتظامیہ کی اس کھلی بدنیتی اور خطرناک عزائم کی مذمت کرنے کے لئے اور امریکی افواج کی مبینہ بدکرداریوں کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرنے کے لئے خلیجی سلاطین اور مصر و شام کے ارباب اقتدار میں ذرہ برابر بھی ایمانی اور اخلاقی جرأت باقی نہیں رہ گئی ہے۔

یاد رکھیے اگر جنگ چھڑ گئی تو امریکا اور اس کے حلیف یوروپی ممالک کی فوجوں کا نشانہ صرف عراقی فوجیں یا عراق کے باشندے ہی نہیں ہوں گے بلکہ وہ مشاہد مقدسہ بھی ہوں گے جو پوری دنیائے اسلام کے لئے قابل احترام ہیں اور جن کی حفاظت ضروریات دین سے ہے۔

میں امیر کویت سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ جنگ کی صورت میں اہل عراق کے ساتھ ساتھ آپ کی رعایا بھی امریکی بربریت کا نشانہ بن کر لقمۂ اجل ہو جائے گی۔ آپ نے اپنی ہوس اقتدار کے پیچھے کبھی اس تلخ حقیقت کا بھی خیال فرمایا ہے۔

پاکستانی حکومت نے واضح کیا ہے کہ اس کی فوجیں حرمین شریفین کی حفاظت کے لئے گئی ہیں یہ دعویٰ عملی اعتبار سے بالکل غلط ہے کیونکہ کثیر قومی افواج کی نقل وحرکت امریکی کمانڈر انچیف کی ہدایت کے تحت ہوگی۔ اگر اس دعوے کو صحیح مان لیا جائے تو نجف، اشرف، کربلائے معلیٰ اور عتبات امام اعظم و غوث الاعظم کی حفاظت کے لئے پاکستانی حکومت نے کیا انتظام کر رکھا ہے اور پھر چھ ملین ڈالر کی امریکی امداد کے روک لئے جانے کے بعد مزید افواج کے بھیجے جانے کے فیصلے پر نظر ثانی کرنے کے کیا معنیٰ ہیں؟

میں یہ کہنے میں کوئی باک محسوس نہیں کرتا کہ حرمین شریفین پر عراق کی طرف سے حملہ کا سوال ہی خارج از امکان ہے بلکہ شاید حرمین شریفین ہی کی پناہ میں آل سعود کی عمر اقتدار بڑھتی جا رہی ہے ورنہ تاریخ گواہ ہے کہ اس خاندان کا اقتدار کب کا ختم ہو چکا ہوتا۔

جہاں تک نجف اشرف، کربلائے معلیٰ اور عتبات مقدسہ کا سوال ہے خود سعودی حکمرانوں کا موقف واضح ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ آل سعود نے صحابۂ کرام کے مزارات منہدم کرائے ہیں

سنی کہ نواسۂ رسول حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار پاک کے گنبد کو دو بار منہدم کرنے کا ارتکاب کیا ہے۔ ان افعالِ شنیعہ کی تفصیلی معلومات اور آل سعود کا تحقیقی چہرہ دیکھنے کے عثمان ابن بشر نجدی کی معروف کتاب عنوان المجد فی تاریخ نجد ملاحظہ کی جائے۔

راقم الحروف کے عندیہ میں خلیجی بحران امریکا کا پیدا کردہ ہے اور سعودی عرب کو بطور بدرقہ استعمال کیا گیا ہے۔ بدقسمتی سے اس فعل شنیع میں وہ ممالک بھی شریک ہیں جو امریکی امداد کے بھوکے ہیں یا امریکی قرضے کے بوجھ تلے دبے ہوئے ہیں۔ لیکن دنیا جانتی ہے کہ ان ممالک کے عوام کی غالب اکثریت امریکہ اور سعودی عرب کے خلاف ہے۔ ہندوستانی مسلمانوں کی اکثریت عراق حامی ہے بلکہ میرا دعویٰ ہے کہ ہندوستان میں جتنے مسلمان یا رسول اللہ اور یا علی کا دم بھرنے والے ہیں وہ سب کے سب عراق کے حامی ہیں۔

آخر میں میں حکومت ہند کے موقف کی پرزور تائید کرتا ہوں جس نے اپنی جمہوری اعلیٰ قدروں کو بروئے کار لاکر گفتگو کے ذریعہ خلیج کے بحران کے پرامن حل کی تلاش کی اپیل کی ہے۔

والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ

بقیہ معراج شریف

نے روایت کیا ہے حضرت عبداللہ بن عباس اور کعب رضی اللہ عنہم ایک مجلس میں جمع ہوئے تو حضرت عبداللہ ابن عباس نے فرمایا کہ کوئی کچھ بھی کہتا رہے لیکن ہم بنی ہاشم لوگ یہی کہتے ہیں کہ بلاشبہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے یقیناً اپنے رب کو معراج میں دو مرتبہ دیکھا یہ سن کر حضرت کعب نے اس زور سے نعرہ مارا کہ پہاڑیاں گونج اٹھیں اور فرمایا بے شک حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خداوند قدوس سے کلام کیا۔ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جسمانی معراج میں خدا کو دیکھا۔

اسی طرح حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے "ماکذب الفواد ما رای" کی تفسیر میں فرمایا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا۔ اسی طرح حضرت معاذ ابن جبل رضی اللہ عنہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے روایت کیا ہے کہ رأیت ربی۔ یعنی میں نے اپنے رب کو دیکھا۔

ہر بوند سے ایک فرشتہ

پیر زاہد علی ہاشمی

چوتھے آسمان میں ایک نہر ہے، جسے نہر حیات کہتے ہیں، حضرت جبریل علیہ السلام ہر روز اس میں غوطہ لگاکر پر جھاڑتے ہیں جس سے ستر ہزار قطرے جھڑتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہر قطرے سے ایک ایک فرشتہ پیدا فرماتا ہے۔ انہیں کو حکم ہوتا ہے کہ بیت المعمور میں جاکر نماز پڑھیں۔ جب وہ نماز پڑھ کر نکلتے ہیں پھر کبھی اس میں نہیں جاتے انہیں میں سے ان پر ایک افسر بناکر حکم فرمایا جاتا ہے کہ آسمان میں انہیں لیجاکر ایک جگہ کھڑا ہو۔ وہ سب فرشتے قیامت تک وہاں تسبیح و تقدیس کرتے ہیں۔

(الہدایۃ المبارکہ) ماخوذ ترجمان اسلام

شب برأت

مغفرت کی رات

سید قیصر خالد فردوسی، دہلی

یوں تو اسلامی سال کا ہر مہینہ ہی کسی نہ کسی خصوصیت کا حامل ہے، لیکن ان ہی مہینوں میں چند ایسے مخصوص مہینے بھی ہیں جنہیں عالم اسلام میں نہایت ہی عزت و احترام کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ اور قرآن و احادیث میں بھی ان کی عظمت و رفعت کا ذکر آیا ہے۔ ان ہی شرف و بزرگی والے مہینوں میں سے ایک بابرکت مقدس مہینہ "شعبان المعظم" کا ہے۔ جسے "شہر حبیب الرحمٰن بھی کہتے ہیں"، یہی وہ ماہ مبین ہے جس میں معجزہ "شق القمر" ظہور پذیر ہوا۔ اس نورانی ماہ کے متعلق یہی کہہ دینا کافی ہے کہ یہ مہینہ اللہ کے محبوب کا محبوب ترین مہینہ ہے۔ جسے حضور نے اپنا مہینہ قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

رجبُ شهرُ اللّٰهِ وشعبانُ شهرِی ورمضانُ شهرُ امّتی۔

"رجب اللہ تعالےٰ کا مہینہ ہے۔ اور شعبان میرا مہینہ ہے اور رمضان میری امت کا مہینہ ہے۔"

دوسری جگہ اس مہینہ کی بلندئ درجات

کا ذکر کرتے ہوئے سرکار نے ارشاد فرمایا۔
فَضْلُ شَعْبَانَ عَلٰی سَائِرِ
الشُّهُوْرِ كَفَضْلِیْ عَلٰی سَائِرِ الْاَنْبِیَاءِ
میرے مہینہ شعبان کو تمام مہینوں پر ایسی
ہی افضلیت حاصل ہے جیسی کہ میری فضیلت
جملہ انبیاء ورسل پر ہے۔ اسی حدیث کی
ترجمانی کرتے ہوئے کسی شاعر نے کہا
ہے۔

ہیں سرکار دو عالم جس طرح افضل رسولوں میں
مکرم یوں ہی شعبان المعظم ہے مہینوں میں

اور اسی مبارک ومسعود مہینہ میں رحمت و
نور میں ڈوبی ہوئی ایک ایسی حسین رات بھی ہے
جسے ہم "شب برأت"، یعنی چھٹکارے
کی رات، اور لیلۃ المبارکہ کہتے ہیں! جو بخشش و
مغفرت اور رحمت ونصرت کا مژدۂ جانفزا لے
کر آتی ہے۔ یہی وہ نورانی شب ہے جس میں
رحمتِ خداوندی کی برسات ہوتی ہے۔ اور
خاصانِ خدا کے عروج و زوال، فتح و
ہزیمت، موت و زیست، سعادت و شقاوت
اتحاد و اتفاق، مصائب و آلام، خیر و شر،
فرحت و شادمانی، فراخ دلی و تنگ دستی،
رفعت و ذلت غرض کہ سال آئندہ کے تمام
امور کے فتح باب کا آغاز اور اٹل فیصلہ ہوتا ہے
اسی مقدس رات کے متعلق اللہ عزوجل قرآن
حکیم میں ارشاد فرماتا ہے۔

حٰمٓ ۝ وَالْكِتٰبِ الْمُبِیْنِ ۝ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ
لَیْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِیْنَ ۝ فِیْهَا
یُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِیْمٍ ۝ (س الدخان پ۲۵ آیت ۱۔۵)

قسم اس روشن کتاب کی (یعنی قرآن پاک کی)
بے شک ہم نے اسے برکت والی رات میں
اتارا۔ بے شک ہم ڈر سنانے والے ہیں۔
اس میں بانٹ دیا جاتا ہے ہر حکمت والا کام۔
اس آیت کی تفسیر میں حضرت مولانا صدر الافاضل
علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔ اس رات سے مراد
شب قدر ہے یا شب برأت ہے۔ قرآن پاک
بتمامہ لوح محفوظ سے آسمان دنیا کی طرف
اتار دیا گیا پھر وہاں سے حضرت جبریل علیہ السلام
بیس سال کے عرصے میں تھوڑا تھوڑا لے
کر نازل ہوئے۔ اس شب کو شب مبارکہ
اس لئے فرمایا گیا کہ اس رات میں قرآن پاک
نازل ہوا اور ہمیشہ اس شب میں خیر و برکت
نازل ہوتی ہے دعائیں قبول کی جاتی ہیں۔

کنز الایمان ص۷۱۷۔

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں حٰم
سے مراد وہ چیزیں ہیں جن کا قیامت تک قائم
رہنا مقرر ہو چکا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے
روشن کتاب کی قسم کھائی یعنی قرآن کریم کی
اور فرمایا ہم نے اس کو مبارک رات میں
نازل کیا۔ یہ مبارک رات ماہ شعبان کے
وسط میں ہے اور وہ شب برات ہے۔
اکثر مفسرین کا یہی قول ہے کہ لیلۃ مبارکہ
سے مراد شب برأت ہی ہے۔ اسی شب کے
متعلق حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ
عنہا سے روایت ہے کہ رسول اقدس صلی اللہ
علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم جانتی ہو کہ شعبان

کی پندرہویں شب میں کیا ہوتا ہے انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا ہوتا ہے ارشاد فرمایئے تو حضور نے ارشاد فرمایا۔

فیہا ان یکتب کل مولود بنی ادم فی ہذہ السنۃ وفیہا ان یکتب کل ہالک من بنی آدم فی ہذہ السنۃ و فیہا ترفع اعمالہم وفیہا تنزل ارزاقہم

(مشکوٰۃ شریف ص ۱۱۵ بحوالہ دعوت کبیر بیہقی)

اس رات میں انسان کا ہر بچہ جو اس سال پیدا ہوگا لکھ دیا جاتا ہے نیز جتنے آدمی اس سال وفات پائیں گے انہیں بھی درج کر دیا جاتا ہے۔ اور لوگوں کے سارے اعمال (نیک و بد) پیش کئے جاتے ہیں۔ اور ان کی روزیاں بھی اتار دی جاتی ہیں۔

اس رات کی سب سے نفیس ترین عظمت یہ ہے کہ تجلیاتِ ربانی اور ایزدی فیوض و برکات سایہ فگن ہوتی ہے۔ اور اللہ تبارک و تعالیٰ آفتاب غروب ہوتے ہی آسمان پر طلوع اجلال فرماتا ہے جیسا کہ مولائے کائنات شیر خدا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے مروی ہے کہ محبوب خدا علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے ارشاد فرمایا۔

اذا کانت لیلۃ النصف من شعبان فقوموا لیلہا وصوموا یومہا فان اللہ تعالٰی ینزل فیہا لغروب الشمس الی السماء الدنیا و یقول اللہ من مستغفر فاغفر لہٗ الا من مسترزق فارزقہ الا من مبتلٍ فاعافیہ الا من کذا الا من کذا حتی یطلع الفجر

(سنن ابن ماجہ ص ۹۹)

جب شعبان کی پندرہویں رات ہو تو رات کو قیام کرو (یعنی نماز عبادت میں مشغول ہو) اور اس کے دن میں روزہ رکھو کیوں کہ مالک بے نیاز اس رات میں آفتاب غروب ہوتے ہی آسمان دنیا کی طرف اپنی خاص تجلی فرماتا ہے پھر کہتا ہے کہ کوئی مجھ سے بخشش و نجات کا طلب گار ہے کہ میں اس کو بخشش دوں، کوئی مجھ سے رزق کا چاہنے والا ہے کہ میں اس کو رزق عطا کروں، کوئی مصیبت زدہ ہے کہ میں اس کو عافیت دوں، ہے کوئی ایسا، ہے کوئی ایسا، یہاں تک صبح ہو جاتی ہے۔ ایک اور حدیث مبارکہ میں اس طرح ہے کہ اللہ رب العزت جل مجدہٗ اس نورانی شب میں اپنی تمام مخلوقات کی مغفرت اور درجے بلند فرماتا ہے۔

الا المشرک او مشاحن ولا الی قاطع رحم ولا الی مسبل الازار ولا الی عاق لوالدیہ ولا الی مدمن الخمر۔

(ابن ماجہ بیہقی وماثبت بالسنۃ)

مگر مشرک کینہ ور، رشتہ داری سے قطع تعلق کرنے والا، والدین کا نافرمان، اور ہمیشہ شراب نوشی کرنے والا اس نعمتِ عظمیٰ سے محروم رہتا ہے اور رحمت الٰہی اس کی طرف متوجہ نہیں ہوتی۔

لہٰذا شب برأت آنے سے قبل ہی جو مسلمان مرد و زن بغض، حسد، کینہ، غرور

تکبّر، غیبت، عداوت، شراب نوشی، وعدہ شکنی، کذب بیانی، والدین کی نافرمانی سینما بینی، جوا خوری، رشتہ داروں سے قطع تعلق اور اس قسم کے دوسرے معاصی وجرائم میں گرفتار ہیں۔ ضروری ہے ان سے کنارہ کش ہو کر ہر آلودگی سے خود کو پاک کریں۔ بعدہٗ ہر صغائر وکبائر گناہ سے بصدق دل بارگاہِ الٰہی میں گریہ وزاری کے ساتھ اس طرح توبہ کریں

الٰهی عَبدكَ العاصی اَتَاكَ

مقرا بالذنوبِ وَقَدْ دُعَاكَ

فان تغفر فانت لذاك اَهْلٌ

وان تطرد فَمَنْ يرحم سواكَ

اے پروردگارِ عالم تیرا گنہ گار بندہ تیری بارگاہِ رحمت میں حاضر ہے۔ تیرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے اپنے گناہوں کی معافی چاہتا ہے اب تو اگر بخش دے تو تو اس کا اہل ہے اور اگر تو اپنی بارگاہ سے واپس کر دے تو اس سیہ کار پر تیرے سوا کون رحم فرمائے گا۔

اس خیر وبرکت والی شب میں قبرستان جا کر اپنے اعزا واقربا وجملہ عامۃ المسلمین کے لئے ایصالِ ثواب ودعائے بخشش ونجات کرنا سنت مصطفوی ہے۔ اور اس کے متعلق واضح حدیث موجود ہے۔

حضرت عروہ ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کرتے ہیں وہ کہتی ہیں کہ ایک رات میں نے سرکار کو نہ پایا تو آپ کی جستجو میں نکلی تو کیا دیکھتی ہوں کہ حضور جنت البقیع (مدینہ منورہ کے قبرستان) میں ہیں۔ اور اپنے سرِ مبارک کو آسمان کی طرف اٹھائے ہوئے ہیں۔ (مجھے دیکھتے ہی) آپ نے ارشاد فرمایا۔

اَكُنْتِ تَخَافِيْنَ اَن يَّحِيْفَ اللّٰهُ عَلَيْكِ وَرَسُوْلُهٗ قلت يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وسلم انّى ظَنَنْتُ اِنَّكَ اتيتَ بَعْضَ نِسَائِكَ فَقَالَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَنزِلُ لَيْلَةَ النِّصْفِ من شَعْبَان اِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا فَيَغْفِرُ لِاَكْثَرِ مِنْ عَدَدِ شعرِ غَنَمِ بَنِىْ كلبٍ

(ترمذی ار ۹۲۔ مشکوٰۃ ص ۱۱۴-۱۱۵ ابن ماجہ ص ۹۹)

اے عائشہ خوف تھا کہ اللہ اور اس کے رسول تمہارے ساتھ عدل نہ کریں گے۔؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے خیال کیا کہ آپ اپنی ازواج مطہرات کے پاس تشریف لے گئے ہیں۔ تو حضور نے فرمایا۔ بے شک اللہ تعالٰی شبِ نصف شعبان (شبِ برآت) میں آسمان دنیا کی طرف توجہ فرماتا ہے۔ اور قبیلۂ بنی کلب کی بکریوں کے بالوں سے بھی زائد امت عاصی کی مغفرت فرماتا ہے۔

ماہ شعبان میں روزہ رکھنے کا بھی بے حد ثواب ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اس میں کثرت سے روزہ رکھتے تھے۔ حدیث میں آیا ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے حضور کے روزوں کی کیفیت دریافت کی گئی تو فرمایا کبھی حضور مسلسل اتنے روزے رکھتے کہ ہمیں خیال گزرتا کہ اب آپ افطار نہ کریں گے۔ اور جب کبھی افطار فرماتے تو ہمیں

یہ گمان ہوتا کہ روزے نہ رکھیں گے۔ اور میں نے آپ کو شعبان سے زیادہ روزہ رکھتے ہوئے کسی مہینے میں نہیں دیکھا۔ آپ سوائے چند روز کے پورے ماہ میں روزہ رکھتے۔

(بخاری شریف جلد ۱ ص نمبر ۲۶۴ ابن ماجہ ص نمبر ۱۲۲)

اس سلسلہ میں جو مقدس پیغام حضور نے اپنی امت کو دیا ہے۔ وہ آپ ملاحظہ فرمائیں۔ سرکار نے فرمایا۔

اِذَا دَخَلَ شعبان طهروا انفسكم لشهر رمضان وحسنوا نيتكم فيه فان فَضْلَ شعبان كَفَضْلِي عَلَيْكم الا ان شَعْبان شهرى فمَنْ صَامَ منه يومًا حلت له شَفَاعتی۔

جب شعبان کا مہینہ آئے تو اپنے نفسوں کو رمضان کے لئے پاکیزہ کرو اور اپنی نیتوں کو اچھا کرو کہ بے شک شعبان کی فضیلت ایسی ہے جیسی میری فضیلت تم لوگوں پر۔ خبردار ہو جاؤ کہ بے شک شعبان میرا مہینہ ہے تو جس نے اس میں ایک دن بھی روزہ رکھا اس کے لئے میری شفاعت حلال ہو گئی۔ ایک حدیث ترمذی میں اس طرح ہے کہ حضور نے فرمایا۔

افضل الصوم بعد رمضان شعبان التعظيم رمضان۔

یعنی رمضان کے بعد سب سے افضل... شعبان کے روزے ہیں۔ تعظیم رمضان کے لئے۔ ایک اور مقام پر سرکار نے فرمایا۔

مَنْ صَامَ يوم الخامس عشر من شعبان لَمْ تمسه النار۔

جو شخص پندرہ شعبان کو روزہ رکھے آتش جہنم اسے چھو نہیں سکتی ——— ہم پر لازم ہے کہ آنے والی اس مبارک رات کا استقبال عبادت و ریاضت، اطاعت و فرمانبرداری ذکر و استغفار کے ساتھ کریں۔ شب کو تلاوت و نوافل ادا کرنے میں مشغول ہوں اور دن کو روزہ رکھ کر اللہ تعالیٰ کی رحمتوں سے بہرہ یاب ہوں۔

اٹھو مردان شب بیدار مشغول عبادت ہو
عبادت کے لئے جو سب سے بہتر ہے وہ رات آئی

منقبت شریف در شانِ حضور الحاج الشاہ سیدی اختر رضا خاں قادری نوری رضوی بریلوی دامت برکاتہم العالیہ

شمیم انجم نوری۔ (بی، اے)

احمد رضا کے پیارے اختر رضا ہمارے
خواجہ کے ہیں دلارے اختر رضا ہمارے
غوث الوریٰ کے صدقے عز و شرف ہے حاصل
ولیوں کے ہیں دلارے اختر رضا ہمارے
ہے دیکھنا عبادت چہرے کو ان کے دیکھو
کتنے ہیں پیارے نیارے اختر رضا ہمارے
ہیں آپ ہی مسیحا ہم نوری رضویوں کے
دل میں بسے ہمارے اختر رضا ہمارے
دنیائے سنیت کے سرتاج ہیں یہ بے شک
ہیں مصطفےٰ کے پیارے اختر رضا ہمارے
چشم کرم اٹھا دو جلوہ ذرا دکھا دو
کہتے ہیں یہ بچارے اختر رضا ہمارے
سرکار دو جہاں کا ان پہ کرم ہے انجم
اللہ کے لطف سارے اختر رضا ہمارے

زیر طبع کتاب "نذر آخر" سے دو اقتباسات

حضرت علامہ مدنی میاں صاحب نے اپنے خیال و اندازہ سے ویڈیو، ٹی۔ وی کو جائز قرار دیا تو علماء اسلام نے **دلائل** و براہین کے ساتھ اس طرح رد و ابطال فرمایا کہ عوام و خواص سب پر اس کا ناجائز ہونا واضح ہوگیا۔ جس سے لوگوں کی توجہ ہٹانے کیلئے مولانا ہاشمی میاں صاحب بجزدنے دوسرے شاخسانے پیدا کئے۔ تو انکی حقیقت واضح کرنیکے لئے حضرت مفتی محمد مطیع الرحمٰن صاحب رضوی نے "حرف آخر" تصنیف فرمائی۔ اب مولانا ہاشمی میاں کے نام سے ایک کتاب "ضرب آخر" شائع ہوئی ہے تو حضرت مفتی محمد مطیع الرحمٰن صاحب رضوی نے اپنی اس زیر طبع کتاب میں اس کا محققانہ جائزہ لیا ہے۔ اور حقیقت کی نقاب کشائی کی ہے۔
خواہشمند حضرات بریلی شریف کے کسی بھی کتب خانہ کو آرڈر دیکر طلب کرسکتے ہیں۔ ایڈیٹر

میں نے حضرت شیخ المشائخ صاحب سجادہ سرکار کلاں کچھوچھہ مقدسہ کے نام نیازمندانہ عریضہ میں حضرت علامہ مدنی میاں صاحب مدظلہ کو "**مدنی میاں صاحب**" لکھ دیا تھا۔ جس پر "ضرب آخر" میں سخت احتجاج کرتے ہوئے اسے حب آل رسول اور احترام سادات کے جذبہ سے خالی ہونے کا مرادف قرار دیا گیا ہے۔

اسی کو لوگ کہتے ہیں کہ دوسرے کی آنکھ کا تنکا تو نظر آتا ہے لیکن اپنی آنکھ کا شہتیر نظر نہیں آتا۔ حضرت نعیم بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ رسول گرامی صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک مقدس صحابی ہیں۔ مگر مولانا ہاشمی میاں صاحب کس **انداز** میں ان کا تذکرہ کر رہے ہیں بلاحظہ کیجئے۔

> حضرت عمر ننگی تلوار لے کر گھر سے نکل پڑے اور راستہ میں اتفاقاً نعیم بن عبد اللہ سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے کہا۔ عمر! کہاں جا رہے ہو؟ (خطبات ہاشمی ص۵۴)

یہ تو ایک صحابی تھے۔ اب خود آقائے دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام نامی کس انداز سے **زبان پر لا** رہے ہیں۔ ملاحظہ کیجئے۔

> **یہ وہ وقت تھا جب محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ارقم کے مکان میں تشریف فرما تھے۔ ایضاً**

یہ تو مولانا محمد ہاشمی میاں صاحب تھے۔ اب خود حضرت علامہ مدنی میاں صاحب مدظلہ کی سنئے۔

> ..... صدیق اکبر کو پہونچا تا ہے۔ فاروق اعظم کو پہونچاتا ہے۔ عثمان غنی کو پہونچاتا ہے، علی مرتضیٰ کو پہونچاتا ہے۔ سلمان فارسی کو پہونچاتا ہے۔ غوث صمدانی کو پہونچاتا ہے۔ خواجہ اجمیری کو پہونچاتا ہے۔ الخ۔ (مدنی خطباب ص۱۷)

ہم جانتے ہیں کہ ہم میں کوئی حسین بن علی نہیں، ہم جانتے ہیں کہ ہم میں کوئی خالد بن ولید نہیں۔ ہم

جانتے ہیں کہ ہم میں کوئی ابوعبیدہ نہیں۔ کوئی عثمان نہیں۔ (خطبات برطانیہ ص۲۸۸)

خود صاحب لولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں۔

محمد عربی بحیثیت انسان ان کی سیرت اور ہے۔ خطباتِ برطانیہ ص۹۹

اب اگر حضرت علامہ مدنی میاں صاحب مدظلہ کو "مدنی میاں صاحب" لکھ دینا حب آل رسول اور احترام سادات کے جذبہ سے خالی ہونے کا مرادف ہے تو محض نام لے کر صحابہ کرام کا تذکرہ کرنا بلکہ رسول گرامی وقار صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلہ میں بھی یہی انداز اپنانا، حب اصحاب، احترام صحابہ بلکہ حب نبی اور احترام رسول کے جذبہ سے خالی ہونے کا مرادف کیوں نہیں؟

علامہ مدنی میاں صاحب کو "مدنی میاں صاحب" لکھ دینے پر مجھ سے احتجاج ہوسکتا ہے۔ تو کیا صحابہ کرام کے ساتھ ساتھ خود نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام نامی بھی اس معمولی انداز میں لینے پر امت مسلمہ ان حضرات سے احتجاج کا حق نہیں رکھتی ہے؟

اگر یہ حضرات علامہ مدنی میاں صاحب کو "مدنی میاں صاحب" لکھنے کی اجازت نہیں دیتے تو بتایا جائے کہ یہ لوگ صحابہ کرام کے ساتھ ساتھ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام پاک بھی اس معمولی انداز میں زبان وقلم پر کیوں لے آئے؟ کیا ان حضرات کی نظروں میں صحابہ کرام بلکہ خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام بھی علامہ مدنی میاں صاحب کے برابر نہیں؟ فاعتبروا یا اولی الابصار

"زر زمین وزن غرض ہر چیز نذرانے میں ہے"
"سو طرح کا فائدہ اک پیر بن جانے میں ہے"

میں نے "حرف آخر" میں فتاویٰ افریقہ کے حوالہ سے پیر ہونے کے لئے چار شرطیں نقل کی تھیں ___ چوتھی شرط یہ تھی کہ "فاسق معلن نہ ہو" ___ اس کے حاشیہ پر لکھا تھا۔

یعنی مثلاً غیر محرم عورتوں کو ہاتھ پہ ہاتھ رکھ کر بیعت نہ کرتا ہو۔ ان سے دست بوسی و قدم بوسی نہ کراتا ہو۔ ایصالِ فیوض و برکات کے بہانے ان کے سروں پر ہاتھ نہ پھیرتا ہو۔ سر پہ تیل رکھوانے وغیرہ کی خدمت نہ لیتا ہو۔ جھوٹ اور کذب بیانی نہ کرتا ہو وغیرہ وغیرہ۔ اگر ان افعال کا مرتکب ہو تو اس سے مرید ہونا جائز نہیں اور اگر مرید ہوگیا ہو تو توڑ دینا ضروری ہے (ص۴۳)

اس میں مولانا محمد ہاشمی میاں صاحب یا کسی اور کا نام نہیں لیا تھا۔ ایک عام فقہی قانون سے بیان کیا تھا۔ جس کا مصداق زید وعمرو یا بکر و خالد کوئی بھی ہوسکتا ہے ___ مگر وہ جو کہتے ہیں کہ چور کی ڈاڑھی میں تنکا ___ "ضرب آخر" سے متعلق افراد کو اپنی پیری مریدی کھسکتی نظر آئی تو انہوں نے مجھ پر جہالت کا الزام

دیا اور امام احمد رضا کی دہائی دی۔ فتاویٰ رضویہ کا نام لے کر معمولی پڑھے لکھے مسلمانوں کو بہلانے کی کوشش کی کہ معاذ اللہ امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے ان حضرات کو غیر محرم عورتوں سے ہاتھ، پیر دبوانے تیل ملوانے کے جواز کی سند عطا فرمادی ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں کہ۔

> اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی فرماتے ہیں نامحرم عورتوں سے ہاتھ اور پیٹھ اور پنڈلیاں ملوانا یا دبوانا اگر نہ تو تنہائی میں ہو نہ محل فتنہ ہو تو کوئی حرج نہیں ورنہ گناہ ہے۔ (ضرب آخر ص ۱۰۲)

علماء اسلام کے کلمات طیبات کے معانی ومفاہیم کو وہی سمجھے گا جو ان کے علوم وتفقہ کا امین و وارث ہو۔ مولانا محمد ہاشمی میاں صاحب جو عربی عبارتیں نہیں پڑھ سکتے بلکہ بسا اوقات اردو کے صاف ستھرے جملے بھی سمجھنے سے قاصر رہ جاتے ہیں۔ وہ بھلا کیا سمجھیں گے۔

امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے جواز کو تنہائی اور محل فتنہ نہ ہونے کی شرطوں کے ساتھ مقید کیا ہے ـــ اس لئے امام احمد رضا کے الفاظ "تنہائی" اور "محل فتنہ" کی تشریح فقہاء اسلام ہی کے ارشادات کی روشنی میں ملاحظہ فرمائیے۔

(۱) تنہائی :ـ عورت کے ساتھ اس کا محرم مرد موجود نہ ہو تو تنہائی ہے۔ اگرچہ کوئی دوسرا مرد یا دوسری عورت بھی موجود ہو۔ رد المحتار میں ہے۔

والظاہر ان علۃ الکراہۃ الخلوۃ و مفادہ لاتنتفی بوجود رجل آخر یفید ایضاً لاتنتفی بوجود امرأۃ اخریٰ۔

اسی میں منیۃ المفتی کے حوالہ سے ہے۔

الخلوۃ بالاجنبیۃ مکروہۃ وان کانت معہا اخریٰ کراہۃ تحریم اھ د ج ۵ ص ۲۳۶

(۲) محل فتنہ :ـ جو عورت نو برس یا اس سے زیادہ عمر کی ہو اور ضعیفہ، بڑھیا، بدصورت کریہہ المنظر نہ ہو گئی ہو وہ محل فتنہ ہے۔

امام احمد رضا فرماتے ہیں

جو عورت حد شہوت کو نہ پہونچے یعنی ہنوز نو برس سے کم عمر کی ہو۔ یا۔ حد فتنہ سے نکل گئی یعنی ضعیفہ، بڑھیا، بدصورت کریہہ المنظر اس سے جائز خدمت (جیسے روٹی پکوانے) یعنی اگرچہ خلوت میں بھی ہو حرام نہیں۔ اور جو عورت ان دونوں صورتوں سے جدا ہے وہ محل فتنہ ہے۔ اس سے خلوت حرام ہے۔ اور اگر بلا خلوت روٹی پکانے وغیرہ کے کام پر ہے تو مضائقہ نہیں ـــ باقی رہا ہاتھ پاؤں دبوانا۔ اس سے تنہائی میں باتیں کرکے نفس خوش کرنا یہ خود صریح حرام اور شیطانی کام ہے۔ العیاذ باللہ تعالیٰ (فتاویٰ رضویہ جلد دہم نصف اول ص ۱۳۸)

اجنبی جوان عورت کو جوان مرد کے

ہاتھ پاؤں چھونا جائز نہیں اگرچہ پیر ہو۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۱۰ آخر ص ۱۶۹)

حضرت صدر الشریعہ فرماتے ہیں۔

عورت مرد اجنبی کے جسم کو ہرگز نہ چھوئے جب کہ دونوں میں سے کوئی جوان ہو۔ اس کو شہوت ہو سکتی ہو۔ اگرچہ اس بات پر دونوں کو اطمینان ہو کہ شہوت نہیں پیدا ہو گی۔ (عالمگیری) بعض جوان عورتیں اپنے پیروں کے ہاتھ پاؤں دباتی ہیں۔ اور بعض پیر اپنی مریدہ سے ہاتھ پاؤں دبواتے ہیں اور ان میں اکثر دونوں یا ایک حد شہوت میں ہوتا ہے۔ ایسا کرنا ناجائز ہے۔ اور دونوں گنہگار ہیں۔ (بہار شریعت ج ۱۶ ص ۷۶)

تنہائی اور محل فتنہ کی اس وضاحت کے بعد اب قارئین پر واضح ہو گیا ہو گا کہ فتاویٰ رضویہ کی جس عبارت سے مولانا ہاشمی میاں صاحب نے اپنے مقصود پر استدلال کیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ۔

نو برس سے کم عمر کی لڑکی۔ یا۔ خوب بڑھیا، ضعیفہ، کریہہ منظر، بدصورت عورت سے اس کے محرم مردوں کے سامنے ہاتھ پاؤں دبوانا گناہ نہیں ہے۔ لیکن اگر وہاں اس کے محرم مرد موجود نہ ہوں۔ یا۔ محرم مرد تو موجود ہوں مگر نو برس یا اس سے زیادہ عمر کی ہو، اور خوب بڑھیا، ضعیفہ، کریہہ منظر، بدصورت نہیں تو گناہ ہے۔

اس لئے امام احمد رضا کے فتاویٰ کی آڑ میں "ضرب آخر" سے متعلق افراد کے لئے نامحرم عورتوں سے ہاتھ پاؤں دبوانے کی کوئی گنجائش نہیں۔

"قول فیصل"

از: حضرت علامہ شبیر القادری

ایک تاثر:-

فقیہ کبیر و مایۂ اسلاف حضرت علامہ مولینا مفتی مطیع الرحمٰن صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کی کتاب "قول فیصل"، الف سے ی تک میں نے پڑھی ہر سطر میں استلزام مطلوب اور تقریب تام کا کمال حسن پایا۔ جس سے بے تحاشہ دل سے یوں دعا اچھل پڑی ہے

حماك الله عن شر النوائب

جزاك الله فى الدارين خيرا

اللہ آپ کو ایک لمبی عمر عطا فرمائے اور اپنے اسلاف مفتی اعظم، فقیہ اعظم، محدث اعظم وغیرہم رضوان اللہ عنہم اجمعین کے اگر وہ میں اٹھائے۔ آمین۔ یقیناً اکابرین سے اہل حضرات نے مکبر الصوت کی مسموع آواز پر نماز کے عدم جواز کا فتویٰ دیا ہے۔ وہ حضرات اہل فتویٰ کے ساتھ اہل تقویٰ بھی تھے۔ لہٰذا انکی تصویب رائے پر رائے زنی کرنی فضول اور بکواس ہے۔ ع

لوح محفوظ است پیش اولیاء

اس لئے ان حضرات کی صریح اور واضح گفتگو کو نظر انداز کر کے دوسری راہ اختیار کرنی گمراہی اور فساد فی الدین ہے۔ ویسے دلیلیں بھی آپ نے ایسی دی ہیں کہ مکبر الصوت کی مسموع آواز پر جواز نماز کے قائلین اگر نفس کی پیروی نہ کریں تو انہیں سر تسلیم خم کر دینا چاہیئے اور یہی دین و دیانت بھی ہے ع

بہ حرف می تواں گفتن تمنائے جہانے را۔

آپ حق کی پیروی کر رہے ہیں الحق يعلو ولا يعلى کے تحت۔

کس کو یارا ہے کہ خورشید کے آگے چمکے ؛ شمع گل ہوتی ہے سورج کی ضیا سے پہلے

ملنے کا پتہ:- مولانا ذوالفقار علی خاں، ایڈیٹر سنی دنیا

عشق ہی عشق!! (آخری قسط)

پروفیسر محمد مسعود احمد پاکستان

- افضل البشر علی الاطلاق
- اکرم الخلق علی اللہ الخلاق
- امین اللہ علی الارض
- شافع الخلق یوم العرض
- عروۃ اللہ الوثقیٰ
- نور الذی لا یطفیٰ
- مفتاح خزائن الرحمۃ
- شہید اللہ یوم القیامۃ
- کنز الفضل والکرم والجود
- شفیع الناس فی الیوم الموعود
- سید الثقلین
- امام القبلتین
- دلیل الخیرات
- صفوح عن الزلات
- معدن الکمالات
- مصحح الحسنات
- مصباح الدجیٰ
- مفتاح الدری
- شمس الضحیٰ
- خیر الوریٰ
- اشرف بنی عدنان
- حبیب اللہ المنان
- قدوۃ اصحاب الوحی والتنزیل
- دامغ جیشات الشرک والاباطیل
- رفیع المقام
- واجب الاحترام
- اکمل الموجودات
- اجمل المخلوقات
- رسول الراحۃ والرحمۃ
- صاحب الوسیلۃ والفضیلۃ
- کرمہٗ عمیمٌ
- فضلہٗ جسیمٌ
- ذکرتہٗ علویۃٌ
- دولتہٗ سرمدیۃٌ
- صفاتہٗ سنیۃٌ
- سجایاہٗ مرضیۃٌ
- لونہٗ ملیحٌ
- وجہہٗ صبیحٌ

لسانہٗ فصیحٌ — برہانہٗ صحیحٌ
علمہٗ وسیعٌ — قدرہٗ رفیعٌ
قلبہٗ سلیمٌ — شانہٗ عظیمٌ
ایاتہٗ باہرۃٌ — معجزاتہٗ متواترۃٌ
خصائلہٗ محمودۃٌ — شفاعتہٗ مقبولۃٌ
حجتہٗ ساطعۃٌ — حکمتہٗ بالغۃٌ

نسبہٗ ابراہیمیٌّ حسبہٗ اسمٰعیلیٌّ
اصلہٗ آدمیٌّ فرعہٗ عنویٌّ

○ ـــ اَلْطَافُہٗ کَرِیْمَۃٌ
○ ـــ اَفْعَالُہٗ جَمِیْلَۃٌ
○ ـــ اَخْلَاقُہٗ حَمِیْدَۃٌ
○ ـــ اَوْصَافُہٗ جَلِیْلَۃٌ
○ ـــ دِیْنُہٗ خَیْرُ الْاَدْیَانِ
○ ـــ ذِہْنُہٗ عُمْدَۃُ الْاَذْہَانِ
○ ـــ جِبْرَائِیْلُ وَمِیْکَائِیْلُ وَزِیْرَاہُ
○ ـــ اَبُوْبَکْرٍ وَعُمَرُ صَاحِبَاہُ
○ ـــ اَلْغِلْمَانُ عَبِیْدُہٗ وَالْحُوْرُ جَوَارِیْہِ
○ ـــ اَلْجِنَانُ قُصُوْرُہٗ وَالْمَلَائِکَۃُ حَوَارِیْہِ
○ ـــ ھُوَ الْمَوْصُوْفُ بِالْکَرَامَۃِ وَالْمَخْصُوْصُ بِالْـ
○ ـــ اَلْمُتَّصِفُ بِالصِّفَاتِ الْکَامِلَۃِ
○ ـــ اَلْمَمْدُوْحُ بِالْاَخْلَاقِ الْفَاضِلَۃِ
○ ـــ اَلْمَبْعُوْثُ مِنْ اَکْرَمِ الْقَبَائِلِ
○ ـــ اَلْمَبْعُوْثُ بِاَعْلَی الشَّمَائِلِ
○ ـــ اَلْمَنْصُوْرُ بِجُنُوْدِ الْمَلَائِکِ
○ ـــ اَلثَّابِتُ فِی الْمَغَازِیْ وَالْمَعَارِکِ
○ ـــ اَلْمُتَکَلِّمُ بِجَوَامِعِ الْکَلِمِ
○ ـــ اَلْمُتَمِّمُ لِلْحِکَمِ بِالطَّرِیْقِ الْاَتَمِّ
○ ـــ اَلْمُحَمَّدُ فِی الْکَلَامِ الْقَدِیْمِ
○ ـــ اَلْمُوَفَّقُ بِالْخُلُقِ الْعَظِیْمِ
○ ـــ اَلْمُتَقَدِّسُ عَنْ شَوَائِبِ النَّقْصِ وَالدَّنَاءَاتِ
○ ـــ اَلْمُؤَیَّدُ بِسَاطِعِ الْحُجَجِ وَوَاضِحِ الْبَیِّنَاتِ
○ ـــ اَلْحَافِظُ لِعَہْدِ الْمَعْہُوْدِ
○ ـــ اَلْمُسْتَوْفِیْ نُزُلَ مَرْضَاۃِ اللّٰہِ الْوَدُوْدِ
○ ـــ اَلْحَرِیْصُ عَلَی الْمُسْلِمِیْنَ

○ ـــ اَلرَّؤُفُ الرَّحِیْمُ بِالْمُؤْمِنِیْنَ
○ ـــ اَلْقَائِمُ بِالْعَدْلِ وَالْحَقِّ
○ ـــ اَلْمَامُوْرُ بِالتَّیْسِیْرِ وَالرِّفْقِ
○ ـــ اَلْوَاعِیْ لِوَحْیِ اللّٰہِ الْمَنَّانِ
○ ـــ اَلدَّاعِیْ اِلَی الرَّحِیْمِ الرَّحْمٰنِ
○ ـــ اَلْفَائِزُ بِالْمَطَالِبِ اللَّطِیْفَۃِ
○ ـــ اَلْمُخْلِصُ فِی الْمَوَاہِبِ الشَّرِیْفَۃِ
○ ـــ اَلْہَادِیْ بِاَقْرَبِ الطَّرِیْقِ اِلَی النَّجَاتِ
○ ـــ اَلشَّاہِدُ لِلرُّسُلِ بِتَبْلِیْغِ الرِّسَالَاتِ
○ ـــ اَلطَّاہِرُ الْمُطَہَّرُ
○ ـــ اَلطَّیِّبُ الْمُطَیَّبُ
○ ـــ اَلنَّجْمُ الثَّاقِبُ
○ ـــ اَلْاِمَامُ الْاَصِیْلُ
○ ـــ اَلسَّیِّدُ النَّبِیْلُ
○ ـــ اَلرَّسُوْلُ الْکَرِیْمُ
○ ـــ اَلنَّبِیُّ الْفَخِیْمُ
○ ـــ اَلْمُصْطَفٰی وَالْمُجْتَبٰی
○ ـــ لَوْلَاہُ لَمْ تُخْلَقِ الدُّنْیَا
○ ـــ قُرِنَتِ الْبَرَکَۃُ بِذَاتِہِ الْکَرِیْمَۃِ
○ ـــ اَشْرَقَتِ الْاَنْفُسُ بِاَنْوَارِہِ الْمُضِیْئَۃِ
○ ـــ ظَہَرَتْ عِنْدَ وِلَادَتِہٖ وَاقِعَاتٌ عَظِیْمَۃٌ
○ ـــ وَوَقَعَتْ لَیْلَۃَ مِیْلَادِہٖ اِرْہَاصَاتٌ عَجِیْبَۃٌ
○ ـــ اَلْمَلَائِکَۃُ بِہٖ حَفَّتْ
○ ـــ وَالْھَوَاتِفُ بِذِکْرِہٖ ہَتَفَتْ
○ ـــ اَلْاَصْنَامُ عَلَی الْوُجُوْہِ خَرَّتْ
○ ـــ قُصُوْرُ کِسْرٰی مِنْ ہَیْبَتِہٖ اِنْکَسَرَتْ
○ ـــ اِسْتَنَارَتْ بِضَوْئِہٖ اَرْضُ الْحَرَمِ

○— حَضَرَتْ مَوْلِدَهُ آسِيَةُ وَمَرْيَمُ

○— تَبَاشَرَتْ بِهِ الْحُورُ فِي الْجَنَّةِ

○— وَاهْتَزَّ الْعَرْشُ الْمُعَلّٰى

○— خَمِدَتِ النِّيرَانُ الْفَارِسِيَّةُ

○— وَحُرِسَتْ سَمَاءُ الدُّنْيَا

○— حُبِسَتِ الْمَرَدَةُ بِسَلَاسِلِ النَّارِ

○— قُمِعَتْ رُءُوسُ الْكَهَنَةِ بِمَقَامِعِ الْخَسَارِ

○— هُوَ الَّذِي أَطْمَسَ غَيَاهِبَ الطُّغْيَانِ بِنُورِهِ

○— وَأَضَاءَ مَطَالِعَ الْأَكْوَانِ بِظُهُورِهِ

○— أَفَاضَ رَحْمَةً عَلَى الْعَالَمِينَ فَوَفَاهَا

○— نَهَضَ بِأَعْبَاءِ الرِّسَالَةِ فَأَدَّاهَا

○— لَا مِثْلَ لَهُ فِي الْعُلَى وَلَهُ الْمَثَلُ الْأَعْلَى

○— أَيْنَ لِلشَّمْسِ يَدٌ كَالسَّحَابِ الْمَاطِرِ

— وَأَنَّى لِلسَّحَابِ وَجْهٌ كَالنَّيِّرِ الْأَكْبَرِ

— وَأَيْنَ الْبَحْرُ كَفٌّ كَالْبَحْرِ الزَّاخِرِ

— وَأَنَّى لِلْقَمَرِ نُورٌ كَالْبَدْرِ الْأَنْوَرِ

ـہ فَسُبْحَانَ مَنْ صَوَّرَهُ فَأَحْسَنَ تَصْوِيرًا!
وَمَا خَلَقَ لَهُ فِي الْعٰلَمِينَ نَذِيرًا

ـہ يَا عَاشِقِينَ تَوَلَّهُوا فِي وَجْهِهِ
هٰذَا هُوَ الْحُسْنُ الْجَمِيلُ الْمُفْرَدُ
لَمْ يَأْتِ فِي أَوْلَادِ آدَمَ مِثْلُهُ
فِيمَا مَضَى هٰذَا حَدِيثٌ مُسْنَدُ

ـہ صَلُّوا عَلَيْهِ بُكْرَةً وَعَشِيَّةً
أَلْفَ الصَّلٰوةِ مَعَ السَّلَامِ وَزِيدُوا

○— أَرْسَلَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى مُبَشِّرًا لِّلْمُؤْمِنِينَ بِأَنَّ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَضْلًا كَبِيرًا

○— وَأَنْزَلَ عَلَيْهِ الْفُرْقَانَ فِيهِ تِبْيَانٌ لِّكُلِّ شَ

لِيَكُونَ لِلْعَالَمِينَ نَذِيرًا

○— أَسْرٰى بِهِ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ
الْمَسْجِدِ الْأَقْصٰى

○— وَأَطْلَعَهُ عَلٰى مَلَكُوتِ السَّمٰوَاتِ وَالْأَ
لِيُرِيَ مِنْ آيَاتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى

○— أَتَمَّ بِهِ مَكَارِمَ الْأَخْلَاقِ وَمَحَاسِنَ الْأَعْ

○— وَقَدَّسَهُ عَنِ النَّقَائِصِ وَالشُّرُورِ فِي
الْأَحْوَالِ وَالْأَعْمَالِ

○— أَكْمَلَ بِهِ بُنْيَانَ الرِّسَالَةِ

○— وَأَنْقَذَنَا بِهِ مِنَ الطُّغْيَانِ وَالضَّلَا

○— غَفَرَ لِشَفَاعَتِهِ ذُنُوبَ عِبَادِهِ

○— وَكَشَفَ بِطَلْعَتِهِ كُرُوبَ عُبَّادِهِ

○— أَظْهَرَ بِهِ عَلَى الْعَالَمِينَ عَجَائِبَ الْأَوَامِ
وَالْأَحْكَامِ

○— وَأَمْطَرَ بِهِ عَلَى الْعَالَمِينَ سَحَائِبَ
الْإِفْضَالِ وَالْإِنْعَامِ

○— شَيَّدَ بِهِ قَصْرَ الْإِرْشَادِ بَعْدَ مَ
أَشْرَفَ عَلَى الْإِنْهِدَامِ

○— وَبَيَّنَ بِهِ سَبِيلَ الرَّشَادِ عِنْدَ تَرَا
الظُّلَمِ وَشِدَّةِ الْعِتَامِ

○— خَتَمَ بِهِ دِيوَانَ النُّبُوَّةِ وَالتَّبْلِيغِ

○— وَأَحْكَمَ بِهِ أَرْكَانَ الْعَطَاءِ وَالتَّسْوِيـ

○— كَرَّمَهُ بِأَقْسَامِ الْكَرَامَاتِ

○— وَخَصَّصَهُ بِأَنْوَاعِ السَّعَادَاتِ

○— أَوْدَعَهُ فِي أَصْلَابِ الشَّرَافِ

○— وَأَخْرَجَهُ مِنَ الْبُطُونِ الظِّرَافِ

ـہ لَهُ النَّسَبُ الْعَالِي فَلَيْسَ كَمِثْ

حَسِيبٌ نَسِيبٌ مُنْعِمٌ مُتَكَرِّمٌ
أُقَدِّمُهُ فِي كُلِّ خَيْرٍ لِأَنَّهُ
إِذَا كَانَ مَدْحٌ فَالنَّسِيبُ مُقَدَّمٌ

— هُوَ النُّورُ الْمُبِينُ
— وَالْقَوِيُّ الْمَتِينُ
— سَنَدُ جَمِيعِ الْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِينَ
— اَلَّذِي كَانَ نَبِيًّا وَّآدَمُ بَيْنَ الْمَاءِ وَالطِّينِ ۔
— أَظَلَّ عَلَيْهِ سَحَابُ الرَّحْمَةِ
— وَمَالَ إِلَيْهِ ظِلُّ الشَّجَرَةِ
— بِهٖ خَبَتْ نَارُ الْكُفْرِ وَالطُّغْيَانِ
— وَمِنْهُ فَاحَتْ رَوَائِحُ الْعِنَايَةِ وَالْإِحْسَانِ
— عَمَّتْ بِإِفَاضَتِهٖ آثَارُ الْعَدَالَةِ
— وَلَاحَتْ مِنْ غُرَّتِهٖ أَنْوَارُ السَّعَادَةِ
— قَلَعَ أَصْلَ الْكُفْرِ وَالْعِنَادِ
— وَقَطَعَ رَأْسَ الشِّرْكِ وَالْفَسَادِ
— اَلْقُلُوبُ بِأَنْوَارِهِ السَّاطِعَةِ أَشْرَقَتْ
— وَالْكُرُوبُ بِأَفْضَالِهِ الشَّامِلَةِ كُشِفَتْ
— اَلْعَوَالِمُ بِطِيبِ ذِكْرِهٖ تَعَطَّرَتْ
— وَالرِّسَالَةُ بِنِسْبَتِهَا إِلَيْهِ بَاهَتْ
— بِسَاطُ قُرْبِهٖ مَبْسُوطٌ فِي حَضْرَةِ الْعِزَّةِ
— وَلِوَاءُ عِزَّتِهٖ مَرْفُوعَةٌ إِلَى السَّمَاءِ السَّابِعَةِ
— أَزْهَرَتْ بِوُجُودِهٖ رِيَاضُ الْعِرْفَانِ
— وَأُتْرِعَتْ مِنْ جُودِهٖ حِيَاضُ الْإِيمَانِ
— جُلِبَتْ إِلَى جَنَابِ رِفْعَتِهِ الْكَمَالَاتُ الْأَبَدِيَّةُ

— وَوُجِّهَتْ تِلْقَاءَ مَدْيَنِ دَوْلَتِهِ الْعِنَايَاتُ الْأَزَلِيَّةُ
— عِنَايَاتُهٗ مَصْرُوفَةٌ نَحْوَ شَفَاعَةِ الْخَاطِئِ
— وَخَزَائِنُ دَوْلَتِهٖ مَفْتُوحَةٌ لِإِنْجَاحِ حَاجَةِ الْمَسَاكِينِ
— وَوُجُوهُ الْآمَالِ مُسْتَقْبِلَةٌ إِلَى جَنَابِ الْمُقَدَّسِ
— وَمَحَاسِنُ الْأَفْعَالِ مُجْتَمِعَةٌ فِي حَضْرَتِ الْأَقْدَسِ ۔
— أَوَّلُ مَدَارِجِ عُرُوجِهٖ آخِرُ مَقَامَا النَّبِيِّينَ
— وَآخِرُ مَعَارِجِ تَرَقِّيهِ خَارِجٌ عَنْ طَوْقِ الْمُرْسَلِينَ
— عَرَجَ إِلَى سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنٰى
بِكَمَالِهٖ فِي الْأَوْجِ بَدْرٌ كَامِلٌ
بَحْرٌ مُحِيطٌ زَاخِرٌ بِنَوَالِهٖ
عَجَزَتِ الْعُقُولُ عَنْ إِدْرَاكِ أَسْرَارِهٖ
وَاسْتَنَارَتِ الشَّمْسُ مِنْ ضِيَاءِ أَنْوَارِهٖ
اتِّبَاعُ سُنَّتِهٖ أَفْضَلُ الْوَسَائِلِ إِلَى الْفَوْ بِالدَّرَجَاتِ
وَالْإِتِّصَافُ بِمَحَبَّتِهٖ أَجَلُّ ذَخَائِرِ الْكَمَالَاتِ وَالسَّعَادَاتِ
مَلَأَ بِحَارَ الْقُلُوبِ بِمِيَاهِ الْعِلْمِ وَالْهُدٰ تَتَلَاطَمُ أَمْوَاجًا
وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُونَ فِي دِينِ اللّٰ

افواجا
ما لاء الخلاء بخيره
خرق السماء بسيره
ما ساغ ذاك لغيره
صلوا عليه وسلموا

○ الشمس تتنور من نير جماله
○ والقمر تقتبس من بريق كماله
○ صحف الانبياء مشتملة على آيات جلاله
○ وآيات الجلال مقترنة برايات اقباله

بلغ العلى بكماله
كشف الدجى بجماله
حسنت جميع خصاله
صلوا عليه وآله

خسف القمر بجماله
عجز البشر بكماله
نطق الحجر بجلاله
صلوا عليه وسلموا

○ قد جرت القضاء وفق رأيه الصائب
○ وسطعت الآفاق بعد له الثاقب
○ روحه المعلى مرجع الآفاق
○ ونفسه العليا منبع الاخلاق
○ اذنه اذن خير لكم
○ ويده يد الله فوق ايديهم
○ وجهه كالنهار اذا تجلى
○ وشعره كالليل اذا يغشى
○ مدح صدره الم نشرح لك صدرك

○ تنزل في حياته لعمرك
○ وورد في قلبه لنثبت به فؤادك
○ ظهره متكئ على الارائك
○ ورأسه مبدء المشاعر والمدارك
○ البحر الزاخر سائل من كفه كالاكف من البحر الزاخر
○ والنير الاكبر ناظر الى عينيه كالعين الى النير الاكبر
○ يتلألأ اسنانه ووجهه تلألأ البدر الانور
○ نفوح روح خديه فيحان الورد الاحمر
○ عرق خده اطيب من المسك والعنبر
○ وجلد كفه الين من حرير الجنة
○ تعطرت النسيم من عرق جسده الشريف۔
○ وطابت الارواح بشميم جسمه اللطيف۔
○ يقول ناعته لم ار قبله ولا بعده ولا احد يراه۔
○ اقسم الرب بتراب مولده واضاف اليه ارض مسكنه
○ هو الذي اضاء العالم بشمس هدايته بعد ما كان في ظلمة شفاه
○ خلفائه مصابيح مجالس القدس ونجوم الشرع واليقين
○ واصحابه مفاتيح خزائن الانس وهم مراسم الدين
○ اهل بيته محفوظون من رجس

الْعِصْيَانِ
○ وَاَوْلِيَاءُ اُمَّتِهٖ مُتَطَهِّرُوْنَ مِنْ
نَسِ الطُّغْيَانِ
ے صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلَيْهِمْ اَجْمَعِيْنَ جَعَلَنَا
بِالصَّلٰوةِ عَلَيْهِمْ مِنَ الْفَائِزِيْنَ

ے در بند آں مباش کہ مضموں نماند است

صد سال می تواں سخن از زلفِ یار گفت

اللہ اللہ! عشقِ خانہ ویراں ساز نے کیسا مست و بے خود بنا دیا! ——— محبوب کا ذکر آیا ——— جذبات کا ایک سیلاب اُمنڈ پڑا ——— کہاں سے چلا اور کہاں تھما؟ ——— پھر بھی پیاس باقی ہے۔ دل چاہتا ہے کہ ابھی اور ذکر کیجیے، ہاں ے

قلم بشکن، سیاہی ریز، کاغذ سوز، دم درکش
حسن ایں قصۂ عشق است در دفتر نمی گنجد

یہ ہیں امام احمد رضا قدس سرہ کے والد ماجد علامہ محمد نقی علی خاں علیہ الرحمۃ ——— امام احمد رضا کے سینے میں آپ نے عشقِ مصطفےٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ایسا نقش جمایا کہ پورا وجود سراپا عشق بن گیا اور پھر اس پیکرِ عشق و محبت نے ملتِ اسلامیہ میں عشقِ مصطفےٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ایسی رُوح پھونکی کہ مشرق و مغرب صلوٰۃ و سلام کے نغموں سے گونجنے لگے ہیں ے

مصطفےٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام
شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام

۱۳ر ذوالقعدہ ۱۴۱۰ھ ——— احقر: محمد مسعود احمد
۷ر جون ۱۹۹۰ء ——— عفی عنہ

امام بخاری کی زندگی ایک مکمل لائحۂ عمل

رات کا آخری پہر ہے۔ آسمان دنیا لاتعداد ستاروں سے جگمگا رہا ہے۔ ہر سو خاموشی ہے۔ شب اپنی خاموشی کا پرکیف منظر پیش کر رہی ہے۔ چاند اپنی نورانی ضیا پاشیوں سے عروج شباب پر ہے کہکشاں کی تبسم ریز یاں قابل رشک ہیں۔ ایسی ضوفشانی کے عالم میں افق بخارا پر ایک سورج طلوع ہوتا ہے۔ اور ایک ہستی عدم سے وجود میں آتی ہے۔ جو دنیا کی رنگینیوں سے محروم ہوتی ہے۔ والدۂ محترمہ دست بدعا ہیں کہ مولا اگر تو اسے بشارت سے نوازے تو تیرے دین کی ترویج و اشاعت کے لئے وقف کر دوں گی۔ رحمت خداوندی جوش میں آتی ہے۔ صدائے مؤذن اور صبائے سحر فرحت و شادمانی بصارت و بصیرت کا نوید پر مسرت لاتی ہے۔ ایام طفولیت ... چودہ ہزار حدیثیں ازبر یاد ہیں۔ رتبہ ... آتا ہے گذر جاتا ہے۔ زندگی کا ہر لمحہ ... سانس احادیث و آثار کے تتبع تفحص کے لئے وقف ہے۔ جن کی زندگی رہتی دنیا تک کیلئے دستور العمل ہے۔ جن کی ظاہری زندگی عالم اسلام کے لئے مشعل راہ جو معرفت الٰہی سے آسودہ اور عشق رسول سے پیوستہ۔ جن کا تبحر علمی دائرہ حدود سے متجاوز اور کمال علمی کا یہ عالم کہ ادنیٰ مقام کے حصول کا تصور بھی بعید از قیاس ہے۔ ان کی ذات محتاج تعارف نہیں ان کی ثنائے حسنہ میں لب کشائی سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہوگا۔ وہ ذات بابرکات امام بخاری ہیں۔ جو حاذق احادیث تھے۔ تو نباض و غواض بھی جنہوں نے احادیث کو جمع کرنے کی غرض سعید سے مختلف تمدن و قریٰ کی خاک افشانی و صحرا نوازی

کی اور وادئ حیات کے پُرخار و پُرآشوب اور دشوار گذار صعبتوں کو خندہ روئی سے لبیک کہا اور نعمت لازوال کے حصول کے خاطر شدائد و آلام کے سنگلاخ وادی کو راہ لیا اور وطن مالوف کو خیر آباد کہہ کر دیار غیر میں قیام پذیر ہوئے۔

آپ نے علم حدیث کی لاثانی و غیر فانی خدمات سرانجام دیا جس کے خاطر ہزاروں میل کی مسافت کی صعبتوں و مشقت کو خندہ پیشانی سے طے کیا۔ جہاں آپ صادق العمل تھے وہیں صداقت و حفاظت کے میدان کے شہسوار بھی نظر آتے تھے۔ اخذ حدیث میں نہایت درجہ اعتناء و اہتمام سے کام لیتے تھے۔ ایک مرتبہ معلوم ہوا کہ کوسوں دور کوئی صاحب حدیث ہے بخوشی حدیث لینے کے لئے دربار محدث میں پہونچے معلوم ہوا کہ صاحب حدیث غیر مباح شئ کا مرتکب ہے آپ نے ان سے حدیث لینا چھوڑ دیا اور واپس آگئے۔ عقل و فراست اور تدبر و دانائی کے اقصیٰ مراتب پر فائز تھے۔ جس کا خیال قدرت ہما شما سے باہر ہے۔ حافظہ اتنا قوی ہے کہ کئی لاکھ احادیث پر دسترس تام اور کمال محافظت حاصل ہے آپ تقویٰ و ورع میں اعلیٰ مقام رکھتے تھے۔ آپ کے تصنیفات جلیلہ کثیر ہیں۔ ان میں نمایاں البخاری شریف جو احادیث اور لوازم احادیث کو حامل اور جامع ہے۔ جس کا مجموعہ احترام میں قرآن کے بعد درجہ ثانی رکھتا ہے۔ اور کلام الٰہی کے بعد اصح الکتب سمجھا جاتا ہے۔ امام بخاری کو عالم اسلام کیسے فراموش کر سکتا ہے۔ جس نے فن حدیث کو ایک باضابطہ علم سائنس اور دستور حیات بنا دیا۔ جنہوں نے وہ دُرِ نایاب اور گہر لازوال کو بخاری میں پیرو دیا ہے۔ جس کی مثیل و نظیر پیش کرنے سے دنیا قاصر ہے۔ اور شرائط و ضوابط سے آراستہ کر کے تابندگی اور پابندگی بخشی ہے۔ جو ہر اقسام کے کئی ہزار احادیث کو جامع ہونے کی بنیاد پر صحیح صحاح ستہ میں کئی گونہ درجہ فوقیت رکھتا ہے۔ جہاں احادیث کے مجموعہ کا نورانی مہتاب نور پاشی کرتا دکھائی دیتا ہے وہیں انمول موتی کا بے بہا خزانہ اپنے دامن میں لئے ہوئے ہے۔ جس سے انسان اپنے اندر کے آلائش کو دور اور زنگ کو صیقل کر سکتا ہے اور آخرت کی زندگی کو سنوار اور ایمانی حرارت کو تیز تر کر سکتا ہے۔ مصباح المعلمین جو تمام صفات ممکنہ کے حامل ہیں۔ جن کے خدمات دین متین اظہر من الشمس اور ابین من القمر ہیں۔ جنہوں نے قول و فعل اور تقریر رسول کو ایکجا کر کے عالم اسلام کے لئے ایک نظام حیات اور نصب العین بنا دیا ہے گرچہ وہ ہستی ہماری ظاہری نگاہ سے اوجھل ہے۔

لیکن ان کے باطنی فیض سے دنیا آج بھی مستفیض و مصیب ہو رہی ہے۔ اور ہوتی رہے گی

مضمون نگار حضرت [illegible]
سید نیاز احمد [illegible]

تصنیف و تالیف

ابلاغ و تبلیغ

کا اہم ذریعہ

از قلم
محمد مجاہد رضا
پورنوی

قلم کی قوت وطاقت اور
اس کی اہمیت وافادیت ہر عہد اور ہر دور
میں مسلم رہی ہے۔ اس کے ذریعہ بڑے بڑے
معرکے بند کئے گئے ہیں۔ اور بڑے بڑے
کارنامے انجام دیئے گئے ہیں۔ قلم کی عظمت کا
ہر صاحب کمال کو اعتراف ہے۔ بالخصوص
اس پرفتن دور کے ذرائع نشر واشاعت

میں حیات کا سب سے قیمتی، موثر، طاقتور او
دیرینہ ہتھیار صرف قلم ہی ہے۔ اسی
تو اللہ تبارک وتعالیٰ تحریر کی قسم کھا رہا
اور یوں ارشاد فرما رہا ہے۔

"نٓ والقلم وما یسطرون"

قلم اور اس کی تحریر کی قسم۔
اور دوسری جگہ

ربک الاکرم الذی علم بالقلم

سے اپنا تعارف فرما رہا ہے۔ اور رسول گرامی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صراحتاً ارشاد فرمایا۔

قیدوا العلم بالکتابۃ

تم تحریر کے ذریعہ علم کو محفوظ کر لو۔

یعنی اگر تمہیں علم کو محفوظ رکھنا ہے اور اس سے فائدہ حاصل کرنا ہے تو تم تحریر کو وسیلہ بنا کر علم کو محفوظ رکھو۔

مذکورہ بالا آیات اور حدیث سے قارئین کرام پر یہ حقیقت روز روشن کی طرح آشکارا ہو گئی کہ ہر دور میں تصنیف و تالیف بڑی اہمیت کی حامل رہی ہے۔ اور ائمہ مفکرین نے بھی تو یہی فرمایا ہے کہ۔

"سب سے اہم درجہ تحریر کا پھر تدریس کا پھر تقریر کا"

ذرا ٹھنڈے دل سے سوچیں تو یہ بات آپ پر عیاں ہو جائے گی کہ تحریر ہی کے ذریعہ آج قرآن کریم ہماری نگاہوں کے سامنے صفحۂ قرطاس پر موجود ہے۔ اور یہ بھی تحریر ہی کا صدقہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشادات و فرامین، آپ کے عادات و خصائل اور آپ کے اوصاف و کمالات اور احوال و کوائف سے ہم بہرہ ور ہو رہے ہیں۔ اور وہ تحریر ہی کی نعمت ہے جس نے ہمیں صحابہ کرام، تابعین عظام تبع تابعین و ائمہ مجتہدین کے کارناموں سے واقف کرایا۔ اور سارے علوم و فنون کا ہمیں وارث بنایا۔

جس کے ذریعہ آج ہماری جماعت منزل سے قریب تر ہوتی جا رہی ہے۔ اور ترقی کی شاہراہ پر گامزن ہے۔

آج سے چودہ سو سال پیشتر رسول دوجہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو پیغام دیا تھا۔ آج اسے دنیا کے گوشے گوشے اور چپے، چپے میں پھیلانے کے لئے تصنیف و تالیف ہی کا سہارا لیا جا رہا ہے بلکہ سارے اسلامی نشانات جو آج ہمارے سامنے محفوظ شکل میں ہیں۔ یہ تحریر ہی کی بدولت ہیں۔ ورنہ ہم خدانخواستہ اسلام کے سنہرے ماضی سے ہمیشہ کے لئے محروم رہ جاتے۔

مجھے انتہائی افسوس ہے اپنی جماعت کے علماء پر کہ تصنیف و تالیف کی اہمیت ان پر عیاں ہونے کے باوجود وہ اس میدان سے کوسوں دور نظر آ رہے ہیں۔ اور اپنی تمام تر توجہات صرف تدریس و تقریر کی جانب مبذول کئے ہوئے ہیں۔ اس کے برخلاف اغیار اس کے ذریعہ ہمارے صاف اور شفاف ذہنوں پر اپنی تہذیب و تمدن اور اپنے خیالات و نظریات تیزی سے مسلط کرتے جا رہے ہیں۔ اور ہمارے ذہن و دماغ کو اپنی طرف مائل کرتے ہوئے اپنے باطل خیالات منوانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ کیونکہ تحریر ہی ایک ایسی طاقت ور چیز ہے جس کے ذریعہ دوسروں کے ذہن و دماغ پر قبضہ جما کر اپنے مشن کو فروغ دیا جا سکتا ہے۔

لیکن ـــــ اپنی جماعت کی کارکردگی اتنی

بہتر یہ ہے کہ صرف ماتم کرنے کو جی چاہتا ہے۔ اس لئے کہ ہماری جماعت کے اکثر وہ حضرات جو تصنیف و تالیف کی بھرپور صلاحیت رکھتے ہیں بلکہ یوں کہا جائے تو حق بجانب ہوگا کہ تحریری میدان میں انہیں کامل دسترس حاصل ہے اپنا قیمتی وقت ان کاموں میں صرف کرنے کی بجائے وعظ و نصیحت اور تدریس و تقریر اور پیری مریدی میں صرف کرتے ہیں۔ اور تصنیف و تالیف جیسے اہم ذمہ داری سے سبکدوش ہونے کی بجائے اسے شجر ممنوعہ سمجھ کر چھوڑ دیتے ہیں اس سے میرا مدعی یہ نہیں ہے کہ وہ وعظ و نصیحت، تدریس و تقریر، پیری مریدی ترک کریں ہم ان سے صرف اتنا عرض کرنا چاہتے ہیں کہ وہ اپنے قیمتی اوقات میں تھوڑا سا وقت نکال کر تصنیفی کاموں کے چھوٹتے ہوئے زمام کو اپنے ہاتھ میں لے لیں۔ اور باطل کے ہر حملے کا دندان شکن جواب دیتے ہوئے ان کے سارے ہتھکنڈوں کو ہمیشہ کے لئے نیست و نابود کردیں ——— ورنہ وہ دن دور نہیں جب اسلام وسنیت کا مستقبل تاریک سے تاریک تر ہو جائے گا۔

ہماری جماعت کے موجودہ حالات کو دیکھتے ہوئے حضرت مولانا یسین اختر مصباحی صاحب نے اپنے دلی افسوس کا اظہار یوں فرمایا ہے۔

ہماری جماعت کی توجہ تقریباً نصف صدی سے اس میدان کی طرف روز بروز کم ہوتی جا رہی ہے۔ قلم کا سرچشمہ خشک ہوتا جا رہا ہے دوسرے کاموں کی طرف اتنا انہماک بڑھ چکا ہے کہ اغیار اس شعبے میں اپنی محنتوں، کوششوں سے اور مسلسل جانفشانیوں سے اور دیگر صوبائی زبانوں کے علاوہ عربی زبان کے ذریعہ روز بروز سیلاب کی طرح بڑھتے جا رہے ہیں۔ اور کوئی ایسی چٹان حائل نہیں ہوتی جو اس کا دھارا پلٹ کر اسلام و ایمان کی برکتوں سے بزم گیتی کو متمتع اور فیضیاب کرے۔ پیاسی انسانیت کو سیراب کرے۔ اور علم و فن کے احاطے میں اقوام عالم کی قیادت کر سکے۔

مخصوص مسلکی حیثیت سے بھی دیکھا جائے تو امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ جن کی حیات کا ورق، ورق روشن و تابناک ہے۔ جو بیک وقت مفسر و محدث بھی تھے۔ اور متکلم و فقیہہ بھی۔ مفکر و مدبر بھی، ادیب و شاعر بھی اور دینی و مذہبی مصلح و رہنما بھی جنہوں نے تصنیف و تالیف کے لئے اپنی پوری حیات وقف کر دی، اور ماضی قریب میں ان جیسا عظیم مصنف پیدا نہیں ہوا، لیکن ہزاروں جلسوں، کانفرنسوں اور مناظروں کے ساتھ ساتھ ان کی زندگی کے

ایک ایک گوشۂ جمیل کا ذکر، اور سیر حاصل بحث تو ایک طرف، نصف صدی سے زائد کا طویل عرصہ گذر جانے کے بعد بھی تا دم تحریر کوئی ایسی سوانحی کتاب بھی دنیا کے سامنے نہ پیش کی جا سکی۔ جو کسی حد تک بھی جامع اور ان کی شایان شان ہو۔ افسوس ہے اپنی اس جامد اور غیر متحرک زندگی پر۔

وائے ناکامی متاع کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

(حجاز جدید دہلی۔ جنوری ۱۹۹۰ء ص ۸)

اور ایک دوسرے مقام پر وقت کی نزاکت سمجھتے ہوئے حضرت علامہ ارشد القادری صاحب قبلہ مدظلہ العالی اپنی جماعت کے حساس، جواں عزم اور باہمت لوگوں کو یوں ابھارتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

ایک عرصہ سے چیخ رہا ہوں کہ رہنا ہے تو سوچنے اور برتنے کا انداز بدلنا ہوگا۔ فولادی تلوار کا زمانہ ختم ہو گیا۔ اب قلم کی تلوار سے معرکے سر کئے جا رہے ہیں۔ پہلے کسی محاذ پر تعبیہ میں کفر و ضلالت کی اشاعت کے لئے سالہا سال کی مدت درکار ہوتی تھی اور اب پریس کی بدولت صرف چند گھنٹوں میں شقاوتوں کا ایک عالم گیر سیلاب امنڈ سکتا ہے۔

ذرا آنکھ اٹھا کر دیکھئے۔ آج ہندوستان کا ہر فرقہ قلم کی توانائی اور پریس کے وسائل سے کتنا مسلح ہو چکا ہے اتنا مسلح کہ اس یلغار سے ہمارے دین کی سلامتی خطرے سے دو چار ہوتی جا رہی ہے۔ بلکہ بعض ایسی بھی جماعتوں کی نشاندہی کر سکتا ہوں جن کے وجود کا سررشتہ ماضی سے نہیں ملتا۔ لیکن اس اجنبیت کے باوجود صرف قلم ہی کے وسائل کے بل بوتے پر وہ روئے زمین پر طوفان کی طرح پھیلتی جا رہی ہے۔ اور ان کا اجنبی لٹریچر سیکڑوں سال کی قابل اعتماد تصنیفات کو نہایت تیزی کے ساتھ پیچھے چھوڑتا جا رہا ہے۔ اور فکری مزاج کی تعمیر میں قلم کو جو اہمیت حاصل ہے۔ اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ اور اس حقیقت سے بھی انکار ممکن نہیں کہ فکری استحکام کے بغیر کوئی جماعت بھی طوفان کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ پریس ہی کا یہ کرشمہ ہے کہ فتنہ صبح کو جنم لیتا ہے دوپہر کو جواں ہوتا ہے اور شام ہوتے ہوتے آبادیوں کے لئے ایک دردناک آزار بن جاتا ہے۔

اپنی جماعت کی سرگزشت

اتنی شاندار ہے کہ بس ماتم کرنے کو جی چاہتا ہے۔ اول تو ہمارے یہاں مطالعہ ہی کا ذوق بہت کم ہے۔ اور کچھ ہے بھی تو جماعتی بہبود کا جذبہ برائے نام، ہمارے یہاں جس کام کو سب سے زیادہ اہمیت دی جاتی ہے وہ تقریروں کا اسٹیج ہے۔ اس مد پر ہم لاکھوں روپے لٹا دیتے ہیں۔ اور ہمیں ذرا بھی تکان محسوس نہیں ہوتی ہے البتہ قلم کے ذریعہ خدمتِ دین کے سوال پر سرد مہریوں تماشا قابلِ دید ہوتا ہے۔

ضیائے اشرفیہ مبارکپور ص ۳۹، ۴۰

اب ضرورت کا تقاضہ یہ ہے کہ باعزم، وسیع النظر اور باہمت اصحابِ قلم اپنے اپنے قلم کو جنبش دیں اور عوام و خواص کو اپنی تہذیب و معاشرت کے مطابق لٹریچرس سے نوازیں۔ اور باطل فرقوں کے مخش لٹریچرس سے بے نیاز کر دیں۔ تو یقیناً باطل کو دن میں تارے نظر آئینگے ـــــ اور اس کے ساتھ ہی ساتھ تعلیمی ادارے ملی تحریکیں اور اسلامی مراکز کے حوصلہ مند نوجوانوں کو بھی تصنیف و تالیف کی طرف رغبت دلائی جائے ـــــ مشفق اساتذۂ کرام انہیں اپنی نگرانی میں عمدہ سے عمدہ تربیت دے کر وقت کا مایۂ ناز مقالہ نگار بنائیں۔ تاکہ طلبا رمدرسے سے نکلنے کے بعد تدریس و تقریر پر عبور رکھنے کے ساتھ بہترین طرز نگارش کے حامل بھی ہو سکیں۔ اور اکمل طور سے دین کی خدمت کرتے ہوئے اپنے قلم اور لہو کا ایک ایک قطرہ اسلام و سنت کی بقا رکی خاطر صرف کریں۔ پھر وہ دن دور نہیں ہوگا کہ ہمارا مستقبل شب دیجور میں بھی روشن آفتاب کی طرح جگمگاتا ہوا نظر آئے گا ـــــ دنیا کی چالاک ترین قومیں ہمارے سامنے اپنی اپنی گردنیں جھکانے اور ہمارے محکوم کہلانے میں فخر محسوس کریں گی ـــــ مذکورہ نظریات و خیالات ہی کو نویدِ نظر رکھتے ہوئے وقت کا ایک عظیم محرر اپنی تحریر میں یوں دعوت فکر و عمل دے رہا ہے۔

ملک کے طول و عرض ہزاروں سنی مدارس پھیلے ہوئے ہیں۔ اگر ہر دار العلوم میں ایک ایسی لائبریری کا قیام عمل میں لایا جائے جس میں اساتذہ و طلبا کے استفادہ کے لئے متعدد زبانوں کی منتخب کتابوں کا مناسب انتظام ہو۔ دینیات و اسلامیات کے اہم موضوعات پر بنیادی تصنیفات موجود ہوں۔ بدلتے ہوئے حالات سے واقفیت کے لئے ضروری لٹریچر فراہم ہوں۔ جس کے مطالعہ سے ذہن سازی کا کام ہوتا رہے ـــــ موجودہ دور کے طوفان مثلاً کمیونزم، سوشلزم

سیکولزم اور الحاد و مغربیت سے متعلق مواد کا بھی مناسب ذخیرہ ہو ـــ اور حسب صلاحیت طلبہ کی بتدریج رہنمائی کی جاتی رہے ـ تو کوئی وجہ نہیں کہ مستقبل قریب میں حالات کا رخ بدل نہ جائے ـ رجحانات کی نئی نئی سمتیں نہ آئیں ـــ اور آج کا شیریں خواب کل شرمندۂ تعبیر نہ ہو جائے۔

(ضیائے اشرفیہ مبارکپور ص ۴۲)

تصنیف و تالیف کی طرف ہی تو دلچسپی بڑھانے کے لئے اور عملی جامہ پہنانے کے لئے ایک باثر و باعزم مقالہ نویس نے ایک قابل عمل منصوبہ لوگوں کے سامنے پیش کیا ہے۔

ہر طالب علم پر مضمون نگاری لازمی قرار دی جائے ـــ جس کے ہفتہ وار یا پندرہ روزہ اونچی جماعتوں میں پڑھنے والے طلبار کا ایک اجتماع کیا جائے جس میں اہل ذوق اساتذہ کی رہنمائی کے ذریعہ سے طلبار کو موضوعات دے کر مطالعہ کے لئے متعلقہ کتابوں کی نشاندہی کی جائے ـــ کامیاب ترین مقالہ نگار طلبار کے لئے اسکالرشپ کا ایک شعبہ کھولا جائے ـــ نیز ان کی تحریر کی پختگی اور ان کے مضامین کے معیار کا لحاظ کرتے ہوئے زیادہ سے زیادہ لکھنے والے طلبار کے لئے سالانہ انعام رکھ کر ان کی حوصلہ افزائی کی جائے۔

حجاز جدید دہلی مارچ ۱۹۹۰ء ص ۲۳

مذکورہ بالا پلان پر اگر لوگ تیزی سے عمل پیرا ہو جائیں، تو انشاء اللہ المولیٰ مستقبل قریب میں بیک وقت مقالہ نگار ہزاروں پیدا ہو کر دنیا کے خطے میں پھیل سکتے ہیں ـــ جو خلوص وللہیت اور دل لگاؤ کے ساتھ دین و اسلام کی تبلیغ و اشاعت کریں گے ـــ اور اپنی ضیاء پاش کرنوں سے لوگوں کے دلوں پر وہ نقوش چھوڑیں گے ـــ جو یقیناً مثبت و دیرپا ثابت ہوں گے۔

لہٰذا میں اپنے مقالہ کے اختتام پر حساس قلم کار حضرات سے اپیل کرتا ہوں کہ اپنے قیمتی اوقات میں سے تھوڑا سا وقت نکال کر تصنیفی کام میں ضرور صرف کریں۔ اور ترویج دین میں کھل کر حصہ لیں۔ اپنے دل میں یہ حتمی فیصلہ کرلیں کہ اگر ضرورت پڑے گی تو اپنے خون جگر سے بھی اسلام کی سینچائی کریں گے اور ناموس سنیت کو برقرار رکھیں گے۔

رب کریم اپنے حبیب کے صدقے میں ہمارے قلم میں وہ تاثیر و قوت عطا فرمائے کہ اس سے نکلا ہوا ہر جملہ باطل کی ناپاک سازشوں کی نقاب کشائی کرتا ہوا نظر آئے۔

آمین ـــ بجاہ حبیبہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

از :- عبدالحکیم نوری، بستوی، ایم، اے

تیرھویں صدی کا عظیم

مناظر

حضرت مولانا

محمد فصیح غازی پوری (متولد ۱۲۲۲ھ، متوفی ۱۲۸۵ھ) کی دینی و علمی خدمات میں کامیاب مناظرے بھی ہیں۔ ظاہر سی بات ہے کہ مناظرہ ہمیشہ انہیں لوگوں کے ساتھ ہوتا ہے جن سے نظریات وخیالات میں میل نہیں کھاتے۔ جیسا کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام نے اپنے اپنے دور کے کھلے کافروں سے کہا اور ہمارے اسلاف جیسے حضرات امام رازی و غزالی علیہما الرحمہ والرضوان کا مناظرہ فلاسفہ وملاحدہ سے اور امام اہلسنت حضرت سیدنا ابوالحسن اشعری علیہ الرحمہ کا مناظرہ معتزلہ سے ہوا ہے۔ چونکہ سرکار فصیح کے دور میں ہندوستان کے اندر گمراہ فرقوں میں وہابی اور شیعہ سرفہرست ہیں۔ شیعہ فرقہ کی گمراہیت پر حضرت عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ کی تصنیف لطیف تحفہ اثنا عشریہ انسائیکلوپیڈیا کی حیثیت رکھتی ہے۔ اور وہابی فرقہ کے محرک ہندوستان

ہیں مولوی اسماعیل دہلوی ہیں جن کی رسوائے زمانہ کتاب تقویۃ الایمان نے ہندوستانی مسلمانوں کو دو حصوں میں بانٹ دیا اس کی جامع تردید خود حضرت عبدالعزیز دہلوی علیہ الرحمہ کرتے مگر زندگی نے وفا نہ کی اور اس خواہش کی تکمیل کئے بغیر اس دنیائے فانی سے کوچ کر گئے۔ مگر محدث دہلوی کے شاگرد رشید معلم رابع حضرت علامہ فضل حق خیرآبادی علیہ الرحمہ نے تحقیق الفتوی تصنیف فرما کر اپنے استاذِ محترم علیہ الرحمہ کے خواہش کی تکمیل فرما دی۔ حضرت سرکار فصیح علیہ الرحمہ ہمیشہ وہابیہ و شیعہ کو دشمن دین و ایمان سمجھتے رہے۔ اور جہاں کہیں ان کا فتنہ ابھرتا بلاتوقف پہونچ جاتے اور حق کو واضح فرما کر باطل کے چہرہ سے نقاب کشائی فرما مسلمانوں کے دین و ایمان کی حفاظت فرماتے۔ ہم چند جگہوں کی نشاندہی کرتے ہیں جہاں سرکار فصیح نے کامیاب مناظرہ کیا ہے۔

بکسر

بکسر یوپی کی مشہور جگہ ہے اور غازیپور سے تقریباً ۶۰ کیلو میٹر دوری پر واقع ہے وہاں کے مسلمانوں نے حضرت سرکار فصیح کی بارگاہ میں درخواست پیش کی کہ ہمارے یہاں مولوی عبداللہ نامی ایک عالم ولایتی نے مولوی بدرالدین شیعہ مجتہد کو ساتھ لے کر سنیوں پر سخت سوالات کر کے گمراہ کر دیا ہے بلکہ دو چار سنی عالموں کو مناظرہ میں شکست دے کر یہ دعویٰ کرنے لگے ہیں کہ کوئی سنی عالم ہم سے مناظرہ نہیں کر سکتا اگر حضور تشریف نہیں لائیں گے تو بہت سے سنی گمراہ ہو جائیں گے یہ خبر سنتے ہی سرکار فصیح بکسر جامع مسجد میں تشریف لے گئے۔ فوراً مولوی عبداللہ اور مولوی بدرالدین مناظرہ کے لئے آ گئے۔ باغ فدک اور خلافت راشدہ کے موضوع پر آدھی رات تک مناظرہ ہوتا رہا حضرت سرکار فصیح نے ان کے تمامی اعتراضات کے معقول جواب دے کر جب ان پر اعتراضات کرنے لگے تو وہ لوگ جواب دینے کے بجائے گستاخیوں پر اتر آئے سرکار فصیح کے مرید خاص عالی جناب شاہ انتظار علی صاحب سے جب ان دونوں کی گستاخیاں برداشت نہ ہوئیں تو سزا دینے پر آمادہ ہو گئے۔ لیکن سرکار فصیح نے منع فرما کر قلبی مناظرہ کے لئے تیار ہو گئے دونوں کو قریب بلا کر ان کے دلوں کی جانب اپنی نگاہِ فیض ڈالی دفعتہً دونوں آپ کے قدم مبارک پر گر پڑے اور دیر تک روتے رہے اور عرض کی کہ حضور گستاخیاں معاف فرمائیں۔ ہمیں فوراً اسلام میں داخل فرمالیں اور بیعت فرما کر احسان عظیم فرمائیں اور پکار پکار کر کہنے لگے کہ لوگو! ہم لوگ بر سر خطا ہیں۔ مذہب اہلسنت ہی حق ہے۔ ہم مذہب شیعہ سے توبہ کرتے ہیں۔ اس وقت حضرت سرکار فصیح کی آنکھیں بھی گنگ و جمن کی طرح بہہ رہی تھیں۔ اور تمامی حاضرین کی

آنکھوں سے بھی آنسو جاری تھے۔ جب کچھ حالت میں افاقہ ہوا تو حضرت نے دونوں کو بیعت فرمایا۔ دونوں بعد توبہ بڑے دیندار بن گئے اور آخری عمر تک اہلسنت کی حمایت میں تقاریر کرتے رہے۔ اور زہد و تقویٰ میں اتنا بڑھ گئے کہ اپنے اخلاق و کردار اور دینی تبلیغ سے بہت سے شیعوں کو طریقۂ سنت پر لاکر توبہ کرایا۔

سہسرام

سہسرام جو صوبۂ بہار کا مشہور ضلع ہے وہاں پر ایک شیعہ عالم مولوی مہدی حسین نے اعتراضات سے سنیوں کو تنگ کر رہا تھا۔ سنیوں کی دعوت پر سرکار فصیح تشریف لے گئے۔ جب شیعہ مناظرہ کرنے کے لئے آیا تو سرکار فصیح نے فوراً اتاڑ لیا کہ اس کا دل و دماغ حق کو قبول نہیں کر سکتا۔ ہاں اگر اشراق قلبی سے مناظرہ کیا جائے تو ہدایت ممکن ہے۔ شیعہ کے سوالات سن کر ارشاد فرمایا کہ آج شب برأت ہے اور یہ رات عبادت کے لئے ہے۔ میں بھی کچھ ورد و وظائف پڑھوں گا۔ آپ بھی گھر جا کر عبادت کیجئے۔ ہاں میں آپ کو ایک دعا بتاتا ہوں اسے پڑھ کر سو جایئے گا۔ شیعہ عالم حضرت کی شخصیت سے مرعوب ہو چکا تھا۔ لہٰذا وہ دعا لے کر گھر گیا۔ اپنے مذہب کے مطابق نماز وغیرہ پڑھا اور سونے سے قبل عطا کی ہوئی دعا پڑھ کر سو گیا۔ صبح نماز فجر سے قبل سراسیمگی کی حالت میں حضرت کی بارگاہ عا
میں پہونچ کر قدموں پر سر کے بل گر پڑا۔ حضرت نے فوراً پوچھا کہ کہئے مولوی صاحب خیریت تو ہے۔ اس قدر پریشان کیوں ہو۔ شیعہ عا
مولوی مہدی حسن نے عرض کیا کہ پہلے توبہ کرا
اور بیعت لیجئے۔ پھر خیریت سے آگاہ کروں گ
حضرت نے توبہ کرایا اور بیعت لیا۔ اس کے
اس نے بیان کیا کہ رات خواب میں مجھے ایک جمیل و شکیل سبز پوش گھوڑے پر سوار ایک ہاتھ میں نیزہ اور دوسرے ہاتھ میں تلوا
لئے ہوئے ہمارے سامنے آکر فرمانے
کہ یہ شخص سیدنا ابو بکر صدیق و سیدنا عمر فاروق اور سیدنا عثمان غنی رضوان اللہ تعا
علیہم اجمعین یاران رسول خدا صلی اللہ علیہ
کو گالیاں دیتا ہے۔ اور چاہتے تھے کہ مجھے تلوار سے ہلاک کر دیں۔ میں جان کے خوف سے بدحواس بھاگا تو مجھے حضور صلی اللہ علیہ
نظر آگئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دامن کے نیچے چھپا لیا۔ اور اس بزرگ سے فرمایا کہ اسے معاف فرمایئے یہ اپ
حرکت سے توبہ کرے گا۔ پھر مجھ سے حضو
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پہچ
ہو کہ وہ بزرگ کون ہیں میں نے کہا کہ نہیں
فرمایا کہ یہ حضرت علی شیر خدا کرم اللہ وجہ
ہیں۔ ان کے قدم پر گرو اور فوراً معاف
یہ کہتے ہوئے مولوی مہدی حسن صاحب رو
لگے۔ ان کی حالت سے آگاہ ہونے کے
بعد بہت سے شیعوں نے اپنے مذہب

توبہ کیا اور مولوی مہدی حسین صاحب پوری زندگی حضرت کی خدمت میں گذار دی اور علوم ظاہر و باطن کے سنگم ہوگئے۔ اور حضرت نے انہیں اپنی خلافت سے بھی نوازا۔ کچھ دن رشد و ہدایت کی خدمت پر مامور رہے۔ اور کلکتہ میں انتقال فرمایا۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن

حضرت نے جس دعا کی تعلیم دی تھی مندرجہ ذیل ہے۔

اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنَا اِیْمَانًا کَامِلًا وَّاِسْلَامًا صَحِیْحًا وَّتَوْبَۃً نَّصُوْحًا وَّعِلْمًا نَافِعًا وَّفَھْمًا کَامِلًا وَّقَلْبًا خَاشِعًا وَّدُعَاءً مُّتَقَبَّلًا بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ ط

اور دوسری دعا یہ ہے۔

اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنَا قَلْبًا نَقِیًّا مِّنَ الشِّرْکِ بَرِیًّا لَا کَافِرًا وَّلَا شَقِیًّا ط

کلکتہ

کلکتہ ہندوستان کا ہی نہیں بلکہ پوری دنیا کے چند مشہور شہروں میں سے ہے۔ سرکار فصیح رشد و ہدایت کے لئے اس انٹر نیشنل شہر میں تشریف لے گئے تو معلوم ہوا کہ مدرسہ کلاں کے ایک عربی داں وہابی مولوی نے میلاد شریف کے ناجائز ہونے پر ایک کتاب لکھ کر مسلمانوں کے دلوں سے عشق مصطفیٰ کا چراغ بجھانا چاہا ہے۔ حضرت نے میلادِ مصطفیٰ کے فضائل بیان کرنا شروع کیا اور سرکارِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عشق و محبت کا درس دینے لگے۔ تو اس گمراہ کن کتاب کا مصنف مولوی الہ داد نے اپنے چند شاگردوں کو حضرت کے پاس بھیج کر یہ کہلوایا کہ کسی کشادہ جگہ پر علماء و طلباء کا اجتماع ہونا چاہیئے۔ جہاں عوام کے سامنے مولود کے موضوع پر مناظرہ ہو؟

حضرت سرکار فصیح نے فرمایا جس جگہ جس وقت جس دن مناظرہ کرنا چاہیں فقیر حاضر ہو جائے گا۔ لہذا جلد عوامی جلسہ کا انتظام کیجئے اور فقیر کو مطلع کیجئے۔ تاکہ فقیر عوام کے سامنے اپنے دلائل پیش کرے چنانچہ محلہ مہری باغ کی ایک بڑی کوٹھی میں بروز ہفتہ (سنیچر) تاریخ متعین ہوئی اور اس مناظرے کا شہرہ پورے شہر میں ہوگیا اور وقت سے پہلے ہی عوام کا اژدہام ہوگیا حضرت سرکار فصیح اپنے صاحبزادے حضرت مولانا امان اللہ صاحب کے ہمراہ وقت مقررہ پر مناظرہ گاہ میں پہونچے مولوی الہ داد بھی اپنے مددگاروں اور مدرسہ کے سینئر طلبار کے ہمراہ بڑے گھمنڈ سے حضرت سرکار فصیح کے نزدیک آبیٹھے۔ سرکار فصیح نے فرمایا کہ آپ نے کوئی کتاب مولود شریف کے عدم جواز میں تصنیف فرمایا ہے فقیر اسے دیکھنا چاہتا ہے۔ مولوی الہ داد فوراً اس کتاب کو پیش فرمایا۔ حضرت سرکار فصیح نے فرمایا کہ۔

تصنیف را مصنف بہتر کند بیاں۔

آپ ہی اس کو اپنی زبان سے بیان فرمایئے
مولوی صاحب نے کتاب ہاتھ میں لی اور
جوں ہی کتاب کا نام پڑھا ایسی فاش غلطی
ہوئی کہ ان کے تمام مددگار علماء و طلباء
کا رنگ فق ہو گیا۔ یعنی مولوی صاحب نے
اپنی تصنیف کردہ کتاب کا نام اس طرح پڑھا
کہ رِسَالَۃٌ فِی مَوْلَدِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ
وسلم مَوْلَد کے لام کلمہ کے زبر کے ساتھ
سرکار فصیح نے فرمایا کہ کتاب کا نام پھر سے
پڑھئے پھر انہوں نے مَوْلَد کے لام کو زبر
ہی پڑھا۔ تیسری بار ان سے پوچھا کہ لام کو
آپ نے زبر پڑھا یا زیر، چوں کہ مولوی صاحب
دو بار زبر پڑھ چکے تھے جس کی وجہ سے
انہوں نے فرمایا کہ لام کو زبر پڑھا ہے۔
تب حضرت فصیح علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ
مولوی صاحب دیکھا آپ نے حضور پُر نور
صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ آپ اتنے بڑے
مدرس کہلاتے ہیں جب کتاب کے نام میں
اتنی بڑی غلطی کی ہے تو اس کتاب کے مسائل
میں بلاشبہ ہزاروں غلطیاں ہوں گی۔ یہ
سن کر وہابی مولوی نے افروختہ ہو کر کہا
کہ غلطی کی کیا دلیل ہے۔ لغت کی کتاب
منگائی جائے تو زبر زیر کی صحت کی تحقیق ہو
جائے گی۔ سرکار فصیح نے فرمایا کہ اس کی
تحقیق قرآن شریف میں موجود ہے۔ یہ سن
کر وہابی مولوی نے کہا کہ لفظ کی تحقیق قرآن
شریف میں کیسے ہو سکتی ہے۔ سرکار فصیح نے
فرمایا کہ سورہ قُلْ ھُوَ اللہُ اَحَد یاد ہے

تو پڑھئے۔ انہوں نے پڑھنا شروع کیا
جب لَمْ یَلِدْ پر پہونچے تو حضرت نے فرمایا
کہ لام کو زبر ہے یا زیر۔ انہوں نے کہا کہ زیر ہے تب
حضرت نے فرمایا کہ قاعدہ کلیّہ ہے کہ جہاں
مضارع کا عین کلمہ زیر ہوگا اسم ظرف کا بھی
عین کلمہ زیر ہوگا۔ اس لئے کہ اسم ظرف کے
عین کلمہ کی حرکت مضارع کے عین کلمہ کی حرکت
کا تابع ہے۔ یہ سنتے ہی مولوی صاحب پسینے
پسینے ہو گئے۔ اور ان کے طلباء کے چہرے پر ہوائیاں
اڑنے لگیں۔ حاضرین جلسہ نے بآواز بلند
کہا۔ سبحان اللہ یہ مناظرہ کیا ہوا حضرت
کی ایک کرامت ظاہر ہو گئی۔ ایک لفظ نے
مدرس صاحب کے چھکے چھڑا دیئے۔ ایک
زبر زیر میں خود مدرس صاحب زیر ہو گئے
اور مجمع نے ایک زبان ہو کر کہنا شروع کیا
کہ بے شک وہابی مولوی کی کتاب غلط ہے
جب اول لفظ ہی غلط ہو گیا اور یہ معقول بھی
ہو گئے تو بے شک اس کتاب کے تمام مسائل
بھی غلط ہوں گے۔ مولود شریف کی مجلس کا
ہونا بہت درست ہے۔ اور یہ وہابی مولوی
کا بیان محض غلط ہے۔ اس وقت مولانا
وجیہہ صاحب مدرس اول اور قاضی فضل الرحمٰن
وغیرہم نے آکر حضرت سرکار فصیح کا ہاتھ چوما
اور کہا کہ ہم نے سیکڑوں مناظروں کی مجلس
دیکھی ہیں۔ مگر ایسا معاملہ مناظرہ میں ہوتے
ہوئے کبھی نہیں دیکھا کہ ایک زبر زیر میں لیاقت
علمی کا عقدہ کھول دیا۔ سبحان اللہ یہ حضرت کے
علم باطنی کی کرامت کا زور تھا۔

بالمختصر وہ مجلس اسی ایک بحث پر ختم ہو گئی۔ جس کا چرچا کلکتہ کے کوچہ و بازار میں عرصہ تک رہا۔ سچ ہے! کبر و نخوت کئے بود حق را پسند ابہر فرعون موسیٰ گفتہ اند!

العرض سرکار فصیح علیہ الرحمہ نے گمراہ فرقوں سے جہاں بھی مناظرہ کیا وہاں علمی لیاقت کے ساتھ کرامت کا ظہور بھی ہوا۔ ہم طوالت کے خوف سے دیگر بہت سے مناظروں کی روداد قصداً ترک کر دیتے ہیں۔ مذکورہ تین مناظروں سے حضرت کے مناظرہ نہ صلاحیت اور نظریات و خیالات کا بخوبی پتہ چل جاتا ہے۔

کما لا یخفیٰ

عشق رسول کا ثمرہ و نتیجہ

(مولانا محمد حسین، بہرائچی)

ایک دیوانہ رسول عاشق مصطفےٰ قصبہ جہراج گنج ضلع بہرائچ میں رہتے تھے۔ جن کا اسم گرامی محمد مصطفےٰ ہے۔ ان کا انتقال ۲ رشوال ۱۴۱۰ھ مطابق ۲۸ اپریل ۱۹۹۰ء بروز سنیچر بوقت دن کے ایک بجکر ۴۵ منٹ پر ہو گیا۔ آپ مناظر اعظم شیر بیشہ اہلسنت حضرت علامہ مفتی حشمت علی خاں صاحب علیہ الرحمۃ والرضوان سے بیعت تھے۔ قصبہ کے لوگ احتراماً نام نہیں لیتے تھے بلکہ بابا صاحب کہتے تھے۔ آپ کے ہر روز کا معمول پانچ پارہ تلاوت قرآن عظیم اور پچاس ہزار درود شریف اور مکمل دلائل الخیرات شریف کا ختم کرنا تھا۔

اللہ کے نیک و صالح بندے کا ذریعہ معاش تجارت و کاشتکاری تھا۔ آپ اکثر فرمایا کرتے تھے جس شخص کی زندگی عشق رسول سے خالی ہو اس کی زندگی بے سود ہے اور تلقین کیا کرتے تھے کہ کثرت سے درود شریف پڑھنے سے اللہ کے محبوب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کا عشق حاصل ہوتا ہے۔

محترم مرحوم کے تین صاحبزادے حضرت مولانا مفتی شبیر محمد صاحب، حضرت مولانا محمد حسین صاحب بہرائچی شیخ الحدیث جامعہ فاروقیہ بنارس، خطیب الہند حضرت مولانا انیس کوثر صاحب، اور دو صاحبزادیاں ہیں۔ مولانا انیس کوثر صاحب نے ۳ رذی الحجہ مطابق ۲۷ رجون ۱۹۹۰ء پختہ مزار بنانے کا کام ایک مسلمان راج مستری نثار احمد کو سپرد کیا۔ راج مستری نے اوپر کی مٹی ہٹانی شروع کی۔ یہاں تک کہ تختے نظر آنے لگے۔ راج مستری کے دل میں خیال گذرا کہ دو مہینہ انتقال کے ہو گئے مگر بدبو نہیں آرہی ہے۔ آخر ایسا کیوں؟ اس نے از خود تھوڑا تختہ ہٹا کر اندر دیکھا تو ایمان افروز منظر دیکھا راج مستری نثار احمد نے مولانا انیس کوثر صاحب کو بلا کر کہا کہ بابا صاحب کی قبر کے اندر کا منظر دیکھا ہے یعنی کفن تک خراب نہیں ہوا ہے۔ بابا صاحب آرام سے لیٹے ہیں۔ اس کے بعد یہ خبر پورے قصبہ میں آگ کی طرح پھیل گئی۔ اتنا اژدہام کثیر ہو گیا کہ قابو کرنا مشکل ہو ہو گیا۔ یہاں تک کہ عوام نے ایک تختہ ہٹا دیا ہزاروں مسلمانوں نے اپنی نگاہوں سے دیکھا کہ کفن پر کہیں ایک داغ دھبہ تک نہیں ہے بدن کا خراب ہونا تو بہت دور کی بات ہے کفن میلا بھی نہیں ہوا ہے۔ ہر مسلمان کی زبان پر تھا کہ عشق رسول کا نتیجہ و ثمرہ اس کو کہتے ہیں۔

رمضان المبارک

نیکیوں کے فروغ کا خوشگوار موسم

سید قیصر خالد فردوسی ۔ دہلی ۔

ماہِ رمضان رحمت و برکت کا ساغر آگیا
اہلِ ایماں کے لئے پُرکیف منظر آگیا

ماہِ رمضان المبارک اپنی خدا داد تاثیرات و برکات کے لحاظ سے عصیاں شعار بندوں کی بخشش و نجات، نیکوکاروں کے ترقی درجات، عامۃ المسلمین کے اخلاق و عادات کی اصلاح اور نیکیوں کے فروغ کا وہ خوش گوار موسم ہے! جس کا ایک ایک لمحہ کیف و نشاط اور فرحت و انبساط سے معمور ہوتا ہے۔ یہی وہ ماہ مبین ہے جس کے روز و شب میں برستی رحمتوں، پھیلتی برکتوں اور پھوٹتی بخششوں کی پربہار فضاؤں میں غیبی آواز دیتا ہے۔ یَا بَاغِیَ الْخَیْرِ اَقْبِلْ وَیَا بَاغِیَ الشَّرِّ اَقْصِرْ، اے خیر –

طلب کرنے والے آجا اور اے برائی کا ارادہ رکھنے والے برائی سے باز رہ۔ اس مہینہ کی اہمیت وافادیت کا اندازہ اسی سے لگایا جا سکتا ہے کہ اس میں سرچشمہ ہدایت قرآن کریم نازل ہوا۔ جیساکہ قرآن ہی میں اس کے متعلق واضح اعلان ہے۔

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْآنُ

ماہِ رمضان وہ ہے جس میں قرآن اتارا گیا۔

وجہ تسمیہ

:- حجۃ الاسلام حضرت شیخ امام غزالی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ لفظ رمضان کی وجہ تسمیہ بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ یہ (یعنی رمضان) رمضار سے مشتق ہے جس کا معنی گرم پتھر کے ہیں کیونکہ وہ (یعنی اہل عرب) شدید گرمی کے موسم میں روزے رکھا کرتے تھے۔ عرب قبیلوں نے جب مہینوں کے نام رکھنا چاہے تو ان ایام میں یہ مہینہ انتہائی گرمی کے موسم میں آیا چنانچہ اس کا نام رمضان رکھا گیا۔

(مکاشفۃ القلوب ص ۶۴۴)

چار نام

:- حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خاں صاحب نعیمی علیہ الرحمہ والرضوان فرماتے ہیں کہ اس ماہ کے چار نام ہیں۔

(۱) ماہِ رمضان (۲) ماہِ صبر (۳) ماہِ مواسات (۴) وسعت رزق۔

پھر ان اسمائے مبارکہ کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ رمضان رمضار سے مشتق ہے اور رمضار موسم خریف کی بارش کو کہتے ہیں۔ جس سے زمین دھل جاتی ہے اور ربیع کی فصل خوب ہوتی ہے۔ چوں کہ یہ مہینہ بھی دل کے گرد وغبار دھو دیتا ہے۔ اور اس سے اعمال کی کھیتی ہری بھری رہتی ہے۔ اس لئے اسے رمضان کہتے ہیں۔ روزہ صبر ہے جس کی جزا رب ہے۔ اور وہ اسی مہینے میں رکھا جاتا ہے اس لئے اسے ماہِ صبر کہتے ہیں ـــ مواسات کا معنی ہیں بھلائی کرنا چوں کہ اس مہینے میں سارے مسلمانوں سے خاص کر اہل قرابت سے بھلائی کرنا زیادہ ثواب ہے۔ اس لئے اسے ماہِ مواسات کہتے ہیں ـــ اس میں رزق کی فراخی بھی ہوتی ہے۔ کہ غریب بھی نعمتیں کھا لیتے ہیں۔ اسی لئے اس کا نام وسعت رزق بھی ہے۔

(مشکوۃ کتاب الصوم)

یوں تو اس ماہ کے احادیث مبارکہ میں بہت فضائل بیان کئے گئے ہیں۔ یہاں چند احادیث طیبہ سپرد قرطاس کی جا رہی ہیں۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلَ رَمَضَانُ فُتِحَتْ اَبْوَابُ السَّمَاءِ وَفِیْ رِوَایَةٍ فُتِحَتْ اَبْوَابُ الْجَنَّةِ وَغُلِّقَتْ اَبْوَابُ جَهَنَّمَ وَسُلْسِلَتِ الشَّیَاطِیْنُ وَفِیْ رِوَایَةٍ فُتِحَتْ اَبْوَابُ الرَّحْمَةِ (بخاری مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے کہا کہ سرکار مدینہ سرور قلب سینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب ماہِ رمضان

شروع ہوتا ہے تو آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور ایک روایت میں ہے کہ جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ اور دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں۔ اور شیاطین زنجیروں میں جکڑ دیئے جاتے ہیں۔ اور ایک روایت میں ہے کہ رحمت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ امام المحدثین حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی نور اللہ مرقدہٗ اس حدیث شریف کے تحت اپنی شہرۂ آفاق کتاب "اشعۃ اللمعات" میں رقمطراز ہیں۔

کشادہ شدن درہائے آسمان کنایت است از پیا پے فرستادن رحمت و صعود اعمال بے مانع و اجابت دعا ـــــ و کشادہ شدن درہائے بہشت از بذل توفیق و حسن قبول ـــــ و بستہ شدن درہائے دوزخ از تنزیہہ نفوس روزہ داران از آلودگی فواحش و تخلص از بواعث معاصی و قمع شہوات و در زنجیر کردن شیاطین از بستہ شدن طرف معاصی و وساوس ـــــ

(اشعۃ اللمعات جلد دوم ص۲)

آسمان کے دروازے کھول دیئے جانے کا مطلب ہے پے در پے رحمت کا بھیجا جانا۔ اور بغیر کسی رکاوٹ کے بارگاہ الٰہی میں اعمال کا پہنچنا اور دعا کا قبول ہونا۔ اور جنت کے دروازے کھول دیئے جانے کا معنیٰ ہے نیک اعمال کی توفیق اور حسن قبول عطا فرمانا۔ اور دوزخ کے دروازے بند کئے جانے سے مراد ہے روزہ داروں کے نفوس کو ممنوعات شرعیہ کی آلودگی سے پاک کرنا اور گناہوں سے ابھارنے والی چیزوں سے نجات پانا اور دل سے لذتوں کے حصول کی خواہشات کا توڑنا ـــــ اور شیاطین کو زنجیروں میں جکڑ دیئے جانے کا مطلب ہے برے خیالات کے راستوں کا بند ہو جانا ـــــ اسی طرح دوسری جگہ سرکار کا ارشادِ گرامی ہے

اِذَا کَانَ اَوَّلُ لَیْلَۃٍ مِّنْ شَھْرِ رَمَضَانَ صُفِّدَتِ الشَّیَاطِیْنُ وَمَرَدَۃُ الْجِنِّ وَغُلِّقَتْ اَبْوَابُ النَّارِ فَلَمْ یُفْتَحْ مِنْھَا بَابٌ وَفُتِحَتْ اَبْوَابُ الْجَنَّۃِ فَلَمْ یُغْلَقْ مِنْھَا بَابٌ وَیُنَادِیْ مُنَادٍ یَا بَاغِیَ الْخَیْرِ اَقْبِلْ وَیَا بَاغِیَ الشَّرِّ اَقْصِرْ وَلِلّٰہِ عُتَقَاءُ مِنَ النَّارِ وَذَالِکَ کُلَّ لَیْلَۃٍ۔ (ترمذی و ابن ماجہ)

کہ جب رمضان کی پہلی رات ہوتی ہے تو شیاطین اور سرکش جن قید کر لئے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں۔ (پھر رمضان بھر) ان میں سے کوئی دروازہ نہیں کھولا جاتا ہے۔ اور جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ تو ان میں سے کوئی دروازہ بند نہیں کیا جاتا اور منادی پکارتا ہے۔ اے خیر کے طلب کرنے والے متوجہ ہو اور اے برائی کا ارادہ رکھنے والے برائی سے باز رہ اور اللہ بہت سے لوگوں کو دوزخ سے آزاد کرتا ہے۔ اور ہر رات ایسا ہوتا ہے۔

ایک اور طویل حدیث پاک بیہقی میں ہے جس کا آخری حصہ ملاحظہ فرمائیں۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ ارشاد فرماتے

ہیں کہ مصطفیٰ جانِ رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ وَهُوَ شَهْرٌ اَوَّلُهٗ رَحْمَةٌ وَ اَوْسَطُهٗ مَغْفِرَةٌ وَاٰخِرُهٗ عِتْقٌ مِّنَ النَّارِ وَمَنْ خَفَّفَ عَنْ مَمْلُوْكِهٖ فِيْهِ غَفَرَ اللّٰهُ لَهٗ وَاَعْتَقَهٗ مِنَ النَّارِ۔

یہ وہ مہینہ ہے کہ اس کا ابتدائی حصہ رحمت ہے اور اس کا درمیانی حصہ مغفرت ہے اور اس کا آخری حصہ جہنم سے آزادی ہے۔ اور جو اپنے غلام پر اس مہینے میں تخفیف کرے یعنی کام لینے میں کمی کرے تو مولیٰ تبارک و تعالیٰ اسے بخش دے گا۔ اور جہنم سے آزاد فرمائیگا ہمیں چاہئے کہ اس مبارک مہینہ میں غفلت و نااہلی کوتاہی و بے عملی، اور لہو و لعب سے کنارہ کش ہو کر توبہ و انابت، تسبیح و تلاوت صوم و صلوٰۃ، تراویح و اعتکاف، اور عبادت و ریاضت میں مشغول ہوں، اور اس ماہ کے بے پایاں فیوض و برکات سے مستفیض ہوں۔

تضمین کلام اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہٗ

از، نسیم بستوی :-

سلطان بزم ملت بیضا کہوں تجھے
رشک مسیح و نازشِ موسیٰ کہوں تجھے
مسند نشین عرش معلی کہوں تجھے
سرور کہوں کہ مالک و مولیٰ کہوں تجھے
باغِ خلیل کا گلِ زیبا کہوں تجھے

جانِ مراد، مخزنِ جود و سخا کہوں
آقائے دہر مالکِ ارض و سما کہوں
جنت مکیں، بہارِ ریاضِ دنیٰ کہوں
گلزارِ قدس کا گلِ رنگیں ادا کہوں
درمانِ درد بلبلِ شیدا کہوں تجھے

جی چاہتا ہے عزم کوئی باصفا کروں
رخ جانبِ دیارِ حبیبِ خدا کروں
روضے پہ تیرے عرضِ دل بے نوا کروں
مجرم ہوں اپنے عفو کا ساماں شہا کروں
یعنی شفیع روزِ جزا کا کہوں تجھے

اے مہ جبین بزم رسل ناز دلبری
بخشی ہے تجھ کو حق نے دو عالم کی سروری
معمور تیرے ذکر سے ہے خشکی و تری
تیرے تو وصف عیب تناہی سے ہیں بری
حیراں ہوں میرے شاہ کیا کیا کہوں تجھے

جو سوچئے ہے اس سے فزوں شانِ مصطفیٰ
ثانی نہیں رسولوں میں کوئی بھی آپ کا
یوں تو ہیں بے شمار مراتب ترے شہا
لیکن رضا نے ختم سخن اس پہ کر دیا
خالق کا بندہ خلق کا آقا کہوں تجھے

علامہ نظامی

احمد حسین قادری

ایک عہد ساز مذہبی قائد تھے

علامہ نظامی کے سانحۂ ارتحال کی خبر اردو ٹائمز بمبئی سے موصول ہوئی اور اب عرس چہلم کی خبریں مل رہی ہیں۔

ع خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را۔

ماہنامہ حجاز نے تعزیتی مضامین نمایاں طور پر شائع کیا ہے۔ اخبارات میں تعزیتی تقریبات کی رپورٹ شائع ہوئی ہیں۔ اس ضمن میں لطور خراجِ عقیدت میرے بھی کچھ قلبی تاثرات ہیں جسے قارئین کی نذر کر رہا ہوں۔

علامہ مشتاق احمد نظامی متوطن سرائے غنی ضلع الٰہ آباد ۱۹۲۹ء میں اس دار فانی میں جلوہ افروز ہوئے۔ آپ نے ۹ رسال کی عمر سے رئیس التارکین حضور مجاہد ملت علیہ الرحمۃ والرضوان کا دامن تھام لیا۔ فراغت کے بعد آپ نے علامہ مفتی نظام الدین بلیاوی ثمہ الٰہ آبادی کے زیر سرپرستی ماہنامہ پاسبان الٰہ آباد کا اجرا کیا۔ اس ماہنامہ کے خصوصی نمبر مجدد اعظم نمبر، محدث اعظم نمبر اور شیر بیشۂ اہلسنت نمبر کو تاریخی حیثیت حاصل ہے۔ سوانح نگار حضرات نے پاسبان کے الفاظ کو بطور سند پیش کیا ہے حوالہ کے لئے دیکھئے "فقیہہ اسلام" مصنفہ ڈاکٹر حسن رضا خاں جن کو اسی مقالہ پر پی، ایچ ڈی کی ڈگری بھارت کے پٹنہ یونیورسٹی سے حاصل ہوئی ہے۔ "فقیہہ اسلام" اعلیحضرت مجدد دین وملت کے فقہی کارناموں کا تحقیقاتی دستاویز بھی ہے اور ایک معیاری سوانح حیات بھی ہے۔ فقیہہ اسلام کی تقدیم کے

الفاظ علامہ نظامی کے رشحات قلم کا ایک آئینہ ہیں ۔

آپ نے اسی تقدیم میں لکھا ہے کہ امام احمد رضا کے جملہ علوم کا مطالعہ کیا جائے تو کسی کم وہبی زیادہ معلوم ہوتا ہے ۔ علامہ نظامی نے پاسبان کے صفحات پر پہلی بار جلی حرفوں سے یہ لکھا کہ اعلیٰ حضرت امام اہلسنت ہیں ۔ اس لئے ہم امام احمد رضا لکھیں اس عنوان پر ایک بحث چھڑی ۔ نوری کرن کے مدیر نے علامہ نظامی پر خراش تراش جاری کیا اور کہا کہ ہمارے اعلیٰ حضرت کو آپ نے مصلے کا امام بنا کر رکھ دیا اس غیر معیاری خراش وتراش کا سنجیدہ اور خالص علمی جواب علامہ نظامی نے پاسبان کے شذرات سے دیا کہ حضور والا لفظ امام سے آپ کو مصلے کے امام تو نظر آئے اور آپ کو امام غزالی، امام رازی نظر نہ آئے ۔ ایسا کیوں ۔ پھر اہلسنت نے علامہ نظامی کی تائید کی اور آج برصغیر ہند وپاک میں اعلیٰ حضرت کو امام احمد رضا ہی لکھا جاتا ہے ۔

علامہ نظامی نے امور جماعتی تنظیم سے متعلق ایک فکری بحث کا آغاز کیا تھا وہ یہ کہ مرکزیت شہر بریلی کے لئے مسلم ہے تین ادارہ یہ مسلسل اس بحث کا موضوع رہے ۔ بیشک ہمارا مرکز بریلی ہے ۔ بیشک ہمارا مرکز بریلی ہی ہے ۔ حساس اور باشعور ذہنوں کو بیدار کرنا چاہتا ہوں کہ علامہ نظامی کے پختہ سیاسی تدبر کو مسلمانوں کے فوز وفلاح کی اصلاحی اور تنظیمی ایجنڈے سے پہچانیں جو انہوں نے آل انڈیا مسلم متحدہ محاذ، آل انڈیا سنی جمیعۃ العلماء اور آل انڈیا سنی تبلیغی جماعت کے مرکزی عہدوں پر رہ کر قوم کے روبرو پیش کیا غالباً آپ نے آل انڈیا تبلیغ سیرت کے پرچم تلے برسوں حضور مجاہد ملت کے اتباع میں سیاسی اور مذہبی تربیت پختہ کر لی تھی ۔ سیکڑوں انجمنوں کی سربراہی آپ کے فکر رسا کا پتہ دیتی ہیں علامہ نظامی اہلسنت کی تنظیموں کو مربوط اور منظم کرنا چاہتے تھے ۔ آپ کے تبلیغی دورے ایک تاریخی ریکارڈ کا درجہ رکھتے ہیں ۔ باطل فرقہ پرستوں سے مقابلہ آرائی کے محاذ پر آپ نے مثالی اور قابل تقلید کارنامے انجام دیئے ہیں جنہیں مناظروں کی رودادیں پڑھ کر ہی محسوس کیا جاسکتا ہے ۔ علامہ نظامی نے اعلانیہ اپنی عقیدت کا اظہار کیا کہ بریلی صرف فکر وفن اور علوم دینیہ کا مرکز ہی نہیں بلکہ باطنی علوم کا بھی مرکز بریلی ہی ہے ۔ یہاں شریعت وطریقت کا نکھرا ہوا روپ اور سنگم نظر آتا ہے ۔ عشق رسالت مآب کا آفاقی پیغام بریلی سے ہی پوری آب وتاب کے ساتھ عالم اسلام کے لئے نشر کیا گیا ۔ اس لئے اہلسنت کا مرکز بریلی ہی ہے ۔

علامہ نظامی کے خطابت سے اکابرین علماء بھی متاثر ہوئے ۔ تبھی تو سید علامہ ہاشمی جیسے مشہور نامہ خطیب نے اپنے ایک تعزیتی اجلاس میں برملا اعتراف کیا ہے کہ علامہ نظامی کی زبان پر امام احمد رضا کا خاموش قلم بولتا تھا اور علامہ نظامی کی تقریر پر حضور حافظ ملت، حضور برہان ملت، حضور مجاہد ملت، حضور محدث اعظم ہند اور حضور مفتی اعظم رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین

سماعت کرتے اور خوش ہو کر دعائیں دیتے تھے۔

علامہ نظامی فکر و فن کے تاجدار علم کلام کے امام تھے۔ آپ کی تصنیفات میں خون کے آنسو کو لازوال شہرت حاصل ہے۔ آپ کے بعد علم کلام کے مصنفین نے آپ کی تصنیفات کو اپنی کتابوں کے لئے مشعلِ راہ بنایا۔

آپ زبان و قلم پر یکساں حاوی تھے اہلسنت میں آپ کا وہی درجہ تھا جو اغیار کی جماعت میں مولانا ابوالکلام آزاد کو حاصل تھا۔

انہیں الفاظ کے ساتھ اپنی گفتگو کا اختتام کرتا ہوں۔ آپ کا عقیدت کیش۔

منقبت

"سنی دنیا" عالمِ اسلام کا ہے ناخدا

تخلیق: انجم نوری

"سُنّی دنیا" عالمِ اسلام کا ہے ناخدا
یہ ستونِ غوث ہے اور بابِ علمِ مصطفےٰ
غوث و خواجہ اعلیحضرت حامد و اختر رضا
مسلکِ احمد رضا کا ترجماں ہے اور نقیب
"سنی دنیا" سینوں کے دل کی دھڑکن بالیقیں
"سنی دنیا" مشعلِ راہِ شریعت بھی تو ہے
"سنی دنیا" مشعلِ راہِ ہدایت بھی تو ہے
"سنی دنیا" مشعلِ راہِ محبت بھی تو ہے
"سنی دنیا" مشعلِ راہِ طریقت بھی تو ہے
سنی دنیا مشعلِ راہِ عقیدت بھی تو ہے
"سنی دنیا" اک رسالہ ہی نہیں ہے رضویو
سنی دنیا دین و دنیا کا انوکھا امتزاج
مستقل ممبر بنیں اوروں کو بھی تلقین دیں

جس کے بانی ہیں مرے مخدوم شاہ اختر رضا
اس کو پڑھ کر کھل جائے گی راہِ خدا
مفتیٔ اعظم کے وسیلے سے ملیں گے مصطفےٰ
ذوالفقارِ حیدری کی دھار ہے یہ برملا
دورِ حاضر میں یہی ہے سینوں کا رہنما
جانِ رحمت سرورِ عالم کی ہے اس میں ضیا
مخزنِ رحمت شہہِ کونین کی اس میں ادا
درس دے جو آپ کو عشقِ بلالِ حبشی کا
اولیاء اللہ کے در کا بتاتی ہے پتا
جو دکھائے سنگِ میل عشقِ شاہ احمد رضا
مفتیٔ اعظم سے عقیدت کی سند ہے برملا
جو شریعت و طریقت کا ہے سچا رہنما
اس کی خدمت بالیقیں ہے الفتِ خیرالوریٰ

اے شمیم انجم ہماری آخری خواہش ہے یہ
سنیت کی جان ہو یہ "سنی دنیا" اے خدا

خطوط آپ کے!

پروفیسر حضرت سید محمد امین میاں صاحب قبلہ دامت برکاتہٗ
ایس، ٹی جھونس کالج آگرہ کا مکتوب گرامی۔

"سنی دنیا"، پابندی سے مل رہا ہے۔
تازہ شمارے میں مدیر ذوالفقار نوری صاحب کا اداریہ بہت جاندار ہے۔ بدر القادری کے مشورے سے میں بھی متفق ہوں کہ آپ صرف اہم فتاوے کے جوابات لکھیں، "عام مسائل دیگر مفتیان کرام کے سپرد کر دیا کریں کیونکہ آپ کا وقت بہت قیمتی ہے۔ جب آپ تحقیق کرتے ہیں تو لگتا ہے کہ امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ کا علمی جانشین لکھ رہا ہے۔ اللہ تعالےٰ آپ کے علم، عمر، صحت میں برکت عطا فرمائے۔
آمین! بجاہ الحبیب الامین وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین

محب محترم زید مجدکم
سلام مسنون

مزاج عالی! آپ کا ہمارا ماہنامہ "سنی دنیا" نظر نواز ہوا۔ دل باغ باغ ہو گیا۔ میں آپ سے متعلق جو بلند امیدیں وابستہ رکھے ہوں۔ بحمد و تعالےٰ ان کی تکمیل کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ اس کی اہم کڑی اس عظیم ماہنامہ کی گرانقدر ذمہ داری بھی ہے ابھی آپ کو جماعت کا بہت کام کرنا ہے۔ خدا تعالےٰ

ثبات قدمی اور استقلال سے نوازے اور دین متین کی ترویج و اشاعت کے اہم ترین کارنامے انجام پاتے رہیں۔ آمین
یہاں کے حالات اچھے ہیں۔ حضرت الشیخ الازہری قبلہ مدظلہ العالی کی خدمت بابرکت میں سلام عقیدت عرض کر دیں۔ والسلام
شمس الہدیٰ خاں عفی، استاذ جامعہ اشرفیہ
مبارک پور، یوپی

ماہنامہ سنی دنیا نظر نواز ہوا شکریہ! یہ دیکھ کر انتہائی مسرت ہوئی کہ آپ کے ادارت میں سنی دنیا روز بروز ترقی کی راہ پر گامزن ہوتا جا رہا ہے۔ سرورق دیدہ زیب اور مضامین بڑے معیاری نظر آئے۔ اور خصوصی طور پر آپ کا مضمون ستائش اور قابل مبارکباد ہے۔ میری دلی دعا ہے کہ اللہ کرے آپ کے قلم میں مزید طاقت تحریر عطا ہو۔ اور آپ کو اور سنی دنیا جیسے محبوب و مقبول جریدے کو نظر بد سے محفوظ و مامون رکھے۔ آمین
جملہ شرکار ادارہ کی خدمت میں ہدیۂ سلام پیش فرمائیں۔ فقط۔
دعاجو:- محمد طاہر القادری کلیم بستوی
سکندر پور، بستی۔

ازیں پیشتر آپکا اداریہ پڑھا۔ انتہائی خوشی ہوئی۔ اللہ کرے زور قلم اور زیادہ! ۔ آپ کا۔ ساحل راج محلی۔ اشرفیہ مبارک پور۔

The Monthly Sunni Dunia Bareilly

Regd No xl 7 (82) Vol-3 Annual Subscription Rs. 60/-

Per Copy Rs. 6/- Regd Po No-B R. 157

مسلک اعلیحضرت کا ترجمان ونقیب

تنظیم المسلمین

شمال مشرقی بہار میں علم ودانش کا وہ گہوارہ ہے جو مرحلہ درمرحلہ اپنا تعلیمی تربیتی اور تعمیری سفر طے کرتے ہوئے آج اس منزل میں داخل ہو چکا ہے کہ ہند شمالی میں عموماً اور بہار و بنگال، آسام و نیپال کے دینی حلقوں میں خصوصاً بڑے وقار اور اعتبار اور عزت وافتخار کی نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے۔

نئی نسلوں کی وہ امیدگاہ ہے جس کے منصوبے میں عام روش سے ہٹ کر مخصوص مزاج اور جداگانہ تشخص کا ایک عظیم لائحہ عمل ہے جس سے طلبہ میں دینی مزاج، قوت ارادی، بیدار مغزی اور اپنی دنیا آپ پیدا کرنے کی خواہشات اور نیک جذبات کی تحریک ہوتی ہے۔

تاریکیوں میں نور کی وہ کرن ہے جو دارالعلوم، دارالافتاء، دارالقضاۃ، حج کمیٹی، ہلال کمیٹی، نگرانی مدارس، مساجد دعوت وارشاد اور دوسرے مختلف شعبوں کے ذریعہ ملت و معاشرہ کو روشنی عطا کرتا ہے۔

عزم وحوصلہ کا وہ کوہ گراں کہ مالی مشکلات اور حوصلہ شکن حالات میں بھی تین سو طلباء کے قیام وطعام کی کفالت بلا معاوضہ کرتا ہے۔ سال رواں ادارہ کے مصارف کا تخمینہ تین لاکھ پچاس ہزار روپے ہے۔ اور پورے منصوبہ کی تکمیل کے لیے اخراجات کا میزانیہ پچاس لاکھ روپے ہے

ملت کے اصحاب خلوص خیرخواہوں سے تعاون کی درخواست ہے صلائے عام ہے یاران نکتہ داں کیلئے

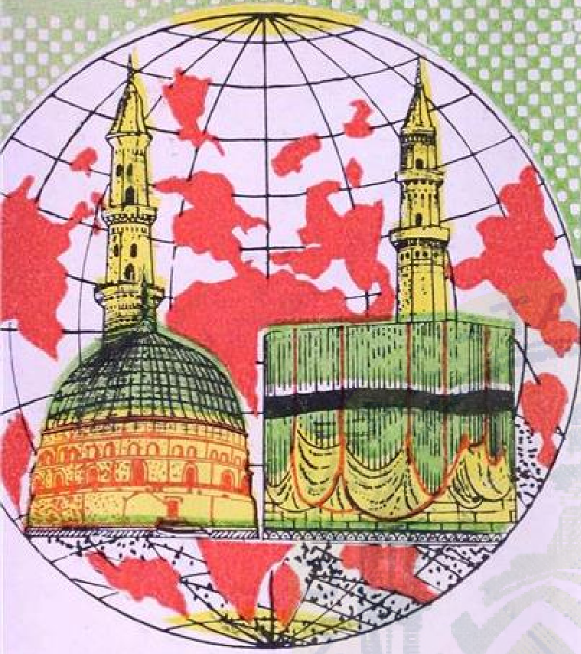
چیک ڈرافٹ بنام TANZIMULMUSLEMIN بنائیں اور بذریعہ رجسٹری ذیل کے پتہ پر روانہ فرمائیں

دارالعلوم — دارالقضاء — دارالاشاعت — دارالتصنیف — ہلال کمیٹی — نگرانی مدارس — حج کمیٹی — دارالافتاء

(مولانا) رحمت حسین کلیمی تنظیم المسلمین باسی ضلع پورنیہ

PIN-854315

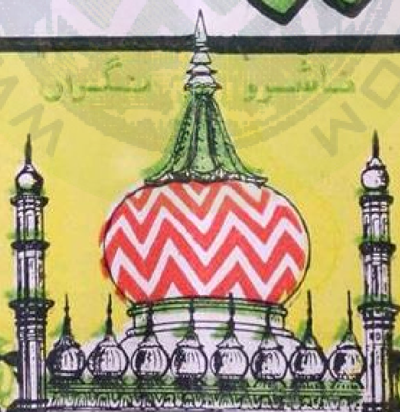
بیادگار تاجدار اہلسنت مفتی اعظم ہند حضرت علامہ محمد مصطفےٰ رضا خان صاحب علیہ الرحمہ



امہ

سنی دنیا

بریلی شریف



لامہ مفتی محمد اختر رضا خان صاحب ازہری قائم مقام مفتی اعظم ہند بریلی شر

مسلک اعلیحضرت کا ترجمان ونقیب

تنظیم المسلمین

شمال مشرقی
بہار میں علم ودانش کا
یہ گہوارہ ہے جو مرحلہ در مرحلہ اپنا تعلیمی
تربیتی اور تعمیری سفر طے کرتے ہوئے آج اس منزل میں
داخل ہو چکا ہے کہ ہند شمالی میں عموماً اور بہار و بنگال، آسام و
نیپال کے دینی حلقوں میں خصوصاً بڑے وقار اور اعتبار اور عزت و افتخار
کی نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے۔

نئی نسلوں کی وہ امیدگاہ ہے جس کے منصوبے میں عام روش سے ہٹ کر مخصوص مزاج اور جداگانہ تشخص کا ایک عظیم لائحہ عمل ہے جس سے طلبہ میں دینی مزاج، قوت ارادی، بیدار مغزی اور اپنی دنیا آپ پیدا کرنے کی خواہشات اور نیک جذبات کی تحریک ہوتی ہے۔

تاریکیوں میں نور کی وہ کرن ہے جو دار العلوم، دار الافتاء، دار القضاۃ، حج کمیٹی، ہلال کمیٹی، نگرانی مدارس، مساجد دعوت وارشاد اور دوسرے مختلف شعبوں کے ذریعہ ملت و معاشرہ کو روشنی عطا کرتا ہے۔

عزم و حوصلہ کا وہ کوہِ گراں کہ مالی مشکلات اور حوصلہ شکن حالات میں بھی تین سو طلباء کے قیام وطعام کی کفالت بلا معاوضہ کرتا ہے۔ سال رواں ادارہ کے مصارف کا تخمینہ تین لاکھ پچاس ہزار روپے ہے۔ اور پورے منصوبہ کی تکمیل کے لیے اخراجات کا میزانیہ پچاس لاکھ روپے ہے۔

ملت کے اصحاب خلوص خیرخواہوں سے تعاون کی درخواست ہے صلائے عام ہے یاران نکتہ داں کیلئے۔
چیک ڈرافٹ بنام TANZIMULMUSLEMIN بنائیں اور بذریعہ رجسٹری ذیل کے پتہ پر روانہ فرمائیں

(مولانا) رحمت حسین کلیمی تنظیم المسلمین بائسی ضلع پورنیہ

PIN-854315

ہلال کمیٹی
نگرانی مدارس
حج کمیٹی
دار الافتاء
دار العلوم
دار القضاء
دار الاشاعت
دار التصنیف

بیاد گار : حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ
زیر ظل عاطفت : حضور مفسر اعظم ہند علیہ الرحمۃ

ماہنامہ سُنی دنیا بریلی شریف

شمارہ ۱۰
جلد ۱۰
اپریل ۱۹۹۱ء مطابق رمضان رشوال ۱۴۱۱ھ

ایڈیٹر
محمد ذوالفقار علی خاں نوری

شرح خریداری

قیمت فی شمارہ ۔۔۔۔۔ ۶
سالانہ ۔۔۔۔۔ ۶۰
غیر ممالک سے ۔۔۔۔۔ ۳۰۰

رجسٹرڈ پوسٹ نمبر، بی، آر، ۱۵۷
رجسٹریشن نمبر
REGDNOX 117 (82)
VOL-3
فون ۔۔۔۔۔ ۷۲۱۶۶

ایڈیٹوریل بورڈ

(۱) مولانا قمر الحسن قمر بستوی
(۲) معمار ملت علامہ شبیہ القادری
۳۔ ڈاکٹر محمود حسین بریلوی

مقام اشاعت ۔۔۔ ۸۲، سوداگران رضا نگر بریلی شریف
مطبوعہ ۔۔۔ صائمہ آفسیٹ پریس خواجہ قطب بریلی شریف

خط و کتابت اور ترسیل زر کا پتہ
منیجر سُنی دنیا
۸۲، سوداگران رضا نگر پوسٹ بکس ۲۳۵
بریلی شریف (یوپی)

سرخ نشان

اگر اس دائرے میں سرخ نشان لگا ہوا نظر آئے تو سمجھ لیں کہ آپ کا زر تعاون ختم ہو چکا ہے۔ براہ کرم آئندہ کے لئے زر تعاون ارسال فرمائیں۔
منیجر

اس شمارے میں

کیا اور کہاں

شعرائے کرام ، خالد دہلوی ، شاداں بریلوی

ذکر توحید

ادارہ

مومن کی زندگی میں اذکار کی بڑی اہمیت ہے۔ وہ بار بار جب ایک ہی بات کو دہراتا ہے تو یہ امید کی جاتی ہے کہ اس بات کے اثرات اس کے ذہن اور مزاج پر ضرور پڑیں گے، شرط یہی ہے کہ جو ذکر کیا جائے وہ سوچ سمجھ کر کیا جائے اور حضور قلب کے ساتھ ہو اسلام جن بنیادی باتوں کو ذہن میں بیٹھانا چاہتا ہے عام طور پر وہی باتیں چھوٹے چھوٹے مؤثر جملوں میں حضور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیں سکھائی ہیں اور ان کا بار بار دہرانا خاص طور پر ان اوقات میں جن کے بارے میں ہدایت کی گئی ہے نہایت مفید ثابت ہوتا ہے، مثلاً عام طور پر اذکار میں توحید کا ذکر ہوتا ہے، بندے کے ذہن میں اس بات کو پوری قوت کے ساتھ بٹھایا جاتا ہے کہ الٰہ صرف ایک ہی ہے، ساری آرزوؤں اور تمناؤں کا مرکز صرف اللہ تعالیٰ ہے، کوئی اس کا شریک نہیں اقتدار اسی کا ہے، ہر طرح کی تعریف کا مستحق صرف وہ ہے، وہ بے انتہا قدرت کا مالک ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے، کوئی اسے روک نہیں سکتا، اس طرح ایک طرف تو اللہ تعالیٰ کی عظمت اور قدرت کا احساس تازہ کرایا جاتا ہے، دوسری طرف ایسے الفاظ بندے کی زبان سے کہلوائے جاتے ہیں جن میں اپنی بے بسی کا اظہار ہوتا ہے اور بندگی کا اقرار، بندہ بار بار اس بات کو ذہن میں تازہ کرتا ہے، کہ قوت اور طاقت جو کچھ بھی اسے مل سکتی ہے وہ صرف اللہ کی طرف سے مل سکتی ہے، وہ انتہائی بے بس اور مجبور ہے، اور جب تک اللہ کا رحم اور فضل شامل حال نہ ہو وہ کسی کامیابی تک نہیں پہنچ سکتا، اس احساس کے نتیجے میں بندے کے دل میں شکر کے

جذبات ابھرتے ہیں، اپنے احسان کرنے والے کی محبت سے اس کا دل لبریز ہو جاتا ہے اور اس کا دل چاہتا ہے کہ وہ ایسے محسن کے گن گائے اس کے ہر حکم پر انتہائی مستعدی سے لپکے اور اظہار تشکر کے طور پر اس کے سامنے اپنا سر ٹیک دے، یہی عبادت کی روح ہے ـــــ

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سکھائے ہوئے تقریباً تمام ہی اذکار میں کسی نہ کسی انداز پر یہی سب چیزیں بار بار آتی ہیں، توحید کا اقرار، اللہ تعالیٰ کی عظمت، بزرگی اور قدرت کا تصور اور اپنے بیچارگی اور ضرورتمندی کا احساس، اور اس تصور اور احساس کے نتیجے میں اظہار تشکر اور اظہار بندگی کے لئے آمادگی، مسلم نے ایک ذکر عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا کہ، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر نماز کے بعد بآواز بلند حسب ذیل کلمات پڑھتے تھے

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَلَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ. لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ، لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَلَا نَعْبُدُ اِلَّا اِیَّاہُ، لَہُ النِّعْمَۃُ وَلَہُ الْفَضْلُ وَلَہُ الثَّنَاءُ الْحَسَنُ، لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُخْلِصِیْنَ لَہُ الدِّیْنَ وَلَوْ کَرِہَ الْکٰفِرُوْنَ.

ترجمہ:۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کی بادشاہت ہے، اسی کی حمد ہے، وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے، طاقت اور قوت اللہ ہی کی مدد سے ہے اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، ہم اسی کی عبادت کرتے ہیں، نعمت اسی کی ہے، فضل اسی کا، اچھی تعریف اسی کے واسطے، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، ہم اپنے دین کو اسی کے لئے خالص رکھتے ہیں، خواہ کافروں کو ناگوار گذرے۔" ـــــ

اس ذکر کا آخری کلمہ بڑا ہی اہم ہے۔ مومن کی بنیادی صفت یہی ہے کہ وہ اپنے دین کو اللہ کے لئے خالص کردے۔ اس بات کا سادہ سا مطلب یہ ہے کہ حکم دینے کا حق صرف اللہ کو ہے، اور انسان کو صرف اس کا بندہ بن کر اس کی اطاعت کرنا چاہئے۔ یہ بات آسان نہیں، دنیا میں اپنے کو حکم دینے کا مستحق سمجھنے والے، اور اپنی اطاعت کے طلبگار بے شمار ہیں، مومن کا یہ رویہ ایسے لوگوں کو کبھی نہیں بھاتا، وہ مومن کے اس فیصلے پر ناک بھوں چڑھاتے ہیں، اور کبھی اپنی قوت کے بل پر اپنی اطاعت کے لئے مجبور کرتے ہیں ذکر کے آخری الفاظ مومن کے ذہن میں اس کے اس فیصلے کو بار بار تازہ کرتے ہیں کہ چاہے حالات کا تقاضہ کچھ ہی کیوں نہ ہو وہ اپنے دین کو اللہ کے لئے خالص رکھے گا۔ اور اس بات کی ہر گز پرواہ نہ کرے گا کہ اس کا یہ فیصلہ اللہ کے باغیوں کو کتنا ناگوار گزرتا ہے ـــــ

کلامِ رضا

از: اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قدس سرہٗ

سرور کہوں کہ مالک و مولیٰ کہوں تجھے
باغِ خلیل کا گلِ زیبا کہوں تجھے

حرماں نصیب ہوں تجھے اُمید گہ کہوں
جانِ مُراد و کانِ تمنا کہوں تجھے

گلزارِ قدس کا گلِ رنگیں ادا کہوں
درمانِ دردِ بلبلِ شیدا کہوں تجھے

صبحِ وطن پہ شامِ غریباں کو دوں شرف
بے کس نواز گیسوؤں والا کہوں تجھے

اللہ رے تیرے جسمِ منور کی تابشیں
اے جانِ جاں میں جانِ تجلا کہوں تجھے

بے داغ لالہ یا قمرِ بے کلف کہوں
بے خار گلبنِ چمن آرا کہوں تجھے

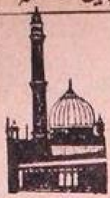
مجرم ہوں اپنے عفو کا ساماں کروں شہا
یعنی شفیعِ روزِ جزا کا کہوں تجھے

اس مُردہ دل کو مژدہ حیاتِ ابد کا دوں
تاب و توانِ جانِ مسیحا کہوں تجھے

تیرے تو وصف عیبِ تناہی سے ہیں بری
حیراں ہوں میرے شاہ میں کیا کیا کہوں تجھے

کہہ لے گی سب کچھ اُن کے ثنا خواں کی خامشی
چپ ہو رہا ہے کہہ کے میں کیا کیا کہوں تجھے

لیکن رضاؔ نے ختمِ سخن اس پہ کر دیا
خالق کا بندہ خلق کا آقا کہوں تجھے



رمضان المبارک

از :- فقیہہ امت شہزادۂ اعلیٰ حضرت سرکار مفتی اعظم قدس سرہ العزیز

یہ ماہِ مبارک بڑی برکت اور بہت فضیلت والا ہے مبارک وہ جو اس کی خیر و برکت حاصل کرے اور محروم اور پورا محروم وہ ہے جو اس سے محروم رہے۔ اللہ و رسول کا بہت محبوب ماہ ہے اس کے بیان اور فضیلت کو یہ بس ہے، کہ اس میں سرچشمۂ فضائل و برکات قرآن نازل ہوا۔ اللہ عزوجل نے فرمایا ماہ رمضان وہ جس میں اتارا گیا قرآن، احادیث اس کے فضائل سے گونج رہی ہیں، اس میں آسمان و رحمت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں۔ اس ماہ میں مسلمان کی موت شہادت ہے۔ اس ماہ میں مستحب کام کا ثواب اور ماہ کے فرض جیسا اور فرض ایسا جیسے اور دنوں کے ستر فرض، اس میں ایک رات ایسی ہے جو بفرمان قرآن ہزار مہینوں سے بہتر ہے، روزہ گناہوں کا کفارہ ہے، روزہ کا ثواب بے حساب ہے، روزہ دار کی دعا بوقت افطار رد نہیں ہوتی اور روزہ دار کے اگلے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں، جنت کا ایک دروازہ ریان روزہ داروں ہی کے لئے ہے، بے عذر رمضان میں علی الاعلان کھانے پینے والے کے لئے حاکم اسلام کو قتل کا حکم ہے۔ آہ! آج کتنے لوگ بے غیرت ہیں کہ بر سرِ بازار رمضان کی حرمت کو پامال کرتے ہیں

چاند کی رویت

شعبان سے ذی الحجہ تک ان پانچ ماہ کا چاند دیکھنا واجب کفایہ ہے چاند دیکھ کر یہ دعا پڑھیں

اَللّٰھُمَّ اَھِلَّہٗ عَلَیْنَا بِالْخَیْرِ وَالْیُمْنِ وَالْاِیْمَانِ وَالسَّلَامَۃِ وَالْاِسْلَامِ وَالتَّوْفِیْقِ لِمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی

۲۹ر شعبان کو چاند دیکھیں نظر آئے تو روزہ رکھیں ورنہ تیس دن کو پورے کرکے یونہی ۲۹ر رمضان کو ورنہ تیس دن پورے کرکے عید کریں، مطلع صاف نہ ہو تو جنہیں چاند نظر آئے ان پر ادائے شہادت

کہ میں نے اس ماہ کا آج چاند دیکھا لازم، جہاں ایسا کوئی نہ ہو جس کے حضور شہادت دیں تو وہاں کے مسلمانوں کو جمع کرکے شہادت دیں پھر مسلمان اس شہادت کو مان کر عمل کریں، عورت اگرچہ پردہ نشیں ہو شہادت کو حاکم اسلام کے یہاں حاضر ہو۔

خط، تار، اشتہار، اخبار، ٹیلیفون، ریڈیو سب بے کار افواہ بازار یا دوچار کا کہیں سے اگر کہہ دینا کہ فلاں جگہ چاند ہوا ہے، سب ناقابل اعتبار، رؤیت درکار، ورنہ شہادت شرعیہ پر مدار، مسلمان احکام شرعیہ پر چلیں اور اپنے قیاسات کو دخل نہ دیں جب قوانین شرعیہ پر رمضان کا ہونا ثابت ہو تو روزہ رکھیں۔ جب شوال ہونا ثابت ہو تو عید کریں

روزہ کی حقیقت

دل، آنکھ، کان، ہاتھ، پاؤں زبان وغیرہ سب کا روزہ ہے نہ کہ منہ بند رہے اور اعضاء گناہوں میں مشغول امساک نفس از عصیان (نفس کو گناہوں سے روکنا) یہ روزہ تو ہر روز ہر آن کا ہے رمضان میں اس کے ساتھ دن بھر کھانے پینے اور جماع سے روکنا نفس کو، حقیقی روزہ ہے، خدا کی رحمت کے قربان کہ فرض محض اتنے سے ادا ہو جاتا ہے کہ نفس کو حلال امور سے روکے مگر جیسے نماز بے خضوع وخشوع بے روح ہے یونہی ایسا روزہ کہ منہ باندھا اور اعضاء گناہوں میں مشغول

روزہ کی نیت

نیت کا وقت غروب آفتاب سے ضحوۂ کبریٰ تک ہے ہر روزہ کے لئے ہر روز نیت لازم ہے، نیت زبان سے بہتر ہے، الفاظ نیت شب سے کرے تو کہے

نویت ان اصوم غدًا للہ تعالیٰ من فرض رمضان

لہٰذا میں نے نیت کی کہ اس رمضان کا فرض روزہ کل رکھوں گا اللہ تعالیٰ کے لئے

اور دن میں نیت کرے تو یوں کہے

نویت ان اصوم ھذا الیوم للہ

میں نے آج اس رمضان کا فرض روزہ اللہ عزوجل کے لئے رکھا یعنی صبح صادق سے نہ صرف اس وقت سے نیت کرکے سو گیا پھر شب میں اٹھ کر کھایا پیا تو پہلی نیت کافی ہے جدا بدنیت کی حاجت نہیں، سحری نیت ہے جب کہ کھاتے وقت یہ ارادہ نہ ہو کہ روزہ نہ رکھوں گا۔

سنن ومستحبات

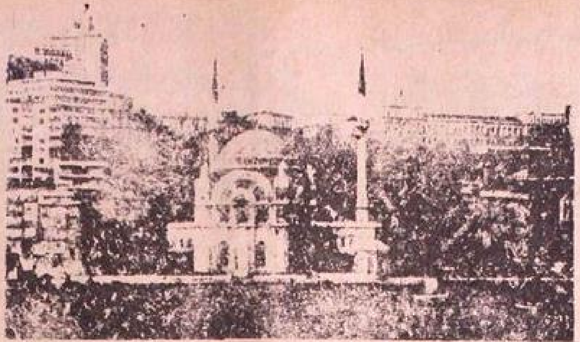
سحری کا وقت صبح صادق تک ہے۔ سحری کھانا سنت وموجب برکت ہے، تاخیر سحری سنت ہے مگر اتنی نہ کہ شک ہو جائے، سحری کھا کر اوپر لکھے الفاظ نویت ان اصوم غدًا الخ کہنا مستحب ہے، سحری ضرور کی جائے اگرچہ ایک چلو پانی ہی میسر ہو۔

افطار

میں جلدی سنت وموجب برکت ہے غروب کا غالب گمان ہونے پر افطار کر لیا جائے ابر میں جلدی نہ کی جائے نماز سے پہلے افطار کریں، کھجور، چھوہارے یہ نہ ہوں تو پانی سے، ان تینوں سے درست ہے کھانے میں مشغول ہو کر نماز میں تاخیر نہ کریں مرد جماعت کھانے کی وجہ سے نہ چھوڑیں آج کل بہت لوگ اس میں مبتلا ہیں۔ وقت افطار یہ دعا

پڑھیں۔

اَللّٰھُمَّ لَکَ صُمْتُ وَ بِکَ اٰمَنْتُ وَعَلَیْکَ تَوَکَّلْتُ وَعَلٰی رِزْقِکَ اَفْطَرْتُ فَاغْفِرْلِیْ مَا قَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ



تراویح

۲۰ رکعت ہر شب سنت مؤکدہ ہیں ہر غیر معذور مرد و عورت کے لئے، مرد کے لئے جماعت بھی سنت مؤکدہ کفایہ ہے اور مسجد بھی، مسجد میں جو فضیلت ہے گھر میں جماعت کی وہ فضیلت نہیں، نیت سنت تراویح کریں یا قیام اللیل یا سنت وقت کی مطلق صلوٰۃ کی نیت نہ کریں، تراویح کا وقت فرض عشاء کے بعد سے صبح صادق تک ہے، قبل وتر پڑھیں یا بعد وتر مگر خلاف سے بچنے کو پہلے ہی پڑھیں، ہر چار رکعت کے بعد چار رکعت کی قدر استراحت مستحب ہے اسی عرصہ میں تین بار یہ دعا پڑھیں

سُبْحٰنَ ذِی الْمُلْکِ وَالْمَلَکُوْتِ سُبْحٰنَ ذِی الْعِزَّۃِ وَالْعَظَمَۃِ وَالْھَیْبَۃِ وَالْقُدْرَۃِ وَالْکِبْرِیَاءِ وَالْجَبَرُوْتِ سُبْحٰنَ الْمَلِکِ الْحَیِّ الَّذِیْ لَا یَنَامُ وَلَا یَمُوْتُ سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ رَبُّنَا وَرَبُّ الْمَلٰٓئِکَۃِ وَالرُّوْحِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ اَللّٰھُمَّ نَسْئَلُکَ الْجَنَّۃَ وَنَعُوْذُبِکَ مِنَ النَّارِ۔

چاہیں تو صرف کلمہ طیبہ یا درود شریف پڑھیں یا سبحان اللہ سبحان اللہ کہتے رہیں، قیام پر قدرت رکھنے

والا بیٹھ کر نہ پڑھے مگر کمزور شخص جسقدر کھڑے ہو کر ادا کر سکے کھڑے ہو کر پڑھے، جس نے فرض نماز جماعت سے نہ پڑھی ہو وہ تراویح جماعت سے پڑھ لے وتر تنہا پڑھے، تراویح کی قضا نہیں کہ دوسری شب میں آج کی پڑھ لیں گے۔

ختم قرآن عظیم

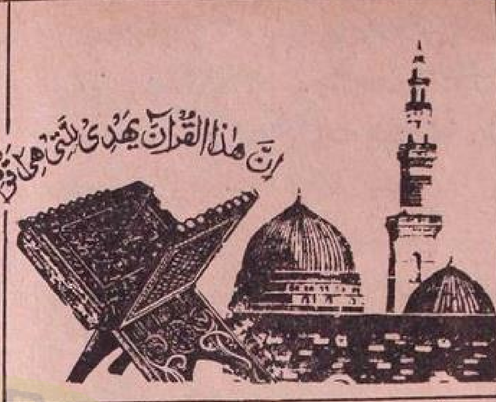
تراویح میں ایک بار سنت مؤکدہ ہے دو بارہ اور فضیلت سہ بارہ افضل، تلاوت قرآن پاک پر اجرت لینا دینا حرام ہے۔ حافظ بے اجرت نہ مل سکے تو اس سے وقت مقرر کر کے وقت کی اجرت ٹھہرا لیں اور صاف کہہ دیں کہ ختم قرآن کی کوئی اجرت نہ ہوگی پھر اسے بطور انعام جو چاہیں دیں۔ داڑھی منڈانے والے یا حد شرع سے کم کرنے والے فاسق ہیں۔ ان کو امام نہ بنایا جائے، مسافر کو روزہ افضل ہے۔ مگر جبکہ اس سے بہت گرانی اور تکان لاحق ہو یونہی مریض جب کہ اس کا مرض اس سے بڑھے یا دیر پا ہو، نابالغ کے پیچھے تراویح جائز نہیں

اعتکاف

اکیسویں شب سے چاند رات تک پچھلے عشرہ اعتکاف مسجد جماعت میں سنت کفایہ ہے کہ شہر میں کوئی نہ کرے تو سب ملزم ٹھہریں گے

مفسدات

قصداً اگر روزہ یاد ہوتے



ہوئے کھایا پیا، جماع کیا، بھول کر کھا پی رہا تھا روزہ یاد آنے پر سحری کھا رہا تھا، صبح صادق ہونے پر منہ کا نوالہ یا گھونٹ نگل دیا تو روزہ جاتا رہا قضا وکفارہ دونوں واجب ہو گئے۔ کلی کرنے میں پانی حلق کے نیچے اتر گیا، ناک میں پانی ڈالنے میں دماغ چڑھ گیا، قصدًا منہ بھر کھانے یا خون یت کی قے کی منہ بھر قے خود آئی اور چنے برابر یا زیادہ نگل لی چنے برابر یا زیادہ کھانا دانتوں میں اٹکا تھا نگل گیا، ناک میں دوا سڑک لی، کان میں دوا یا تیل ڈالا، حقنہ لیا، صبح صادق کے قریب بھول کر جماع میں مشغول تھا، صبح ہونے پر یاد آنے پر الگ نہ ہوا، مباشرت فاحشہ کرنے، بوسہ لینے یا چھونے سے انزال ہو گیا، حقہ بیڑی، سگریٹ وغیرہ پینا، پان کھانا اگرچہ پیک تھوک دے حلق تک نہ جائے ان تمام صورتوں میں اگر روزہ دار ہونا یاد ہے۔ تو روزہ جاتا رہا اور قضا واجب ہو گئی کفارہ نہیں جن کا روزہ فاسد ہو جائے ان پر اور حیض ونفاس والی پر جب دن میں پاک ہوں نابالغ پر جب دن میں بالغ ہو مسافر پر جب دن میں مقیم ہو واجب ہے کہ پورے دن روزہ دار کی طرح رہیں

مکروہات

جھوٹ، غیبت، چغلی، گالی، گلوچ، کوسنا، ناحق ایذا دینا بے ہودہ وفضول بکنا، چیخنا چلانا، شطرنج، جوا، تاش وغیرہ کوئی ناجائز کھیل کھیلنا یا کوئی تماشہ دیکھنا، مباشرت فاحشہ عورت کا ہونٹ یا زبان چوسنا، اگر انزال یا جماع میں مبتلا ہو جانے کا اندیشہ ہو تو عورت کا بوسہ لینا یا چھونا یا کلی کرنے یا ناک میں پانی ڈالنے میں مبالغہ کرنے پانی میں ریاح خارج کرنا، پچھنے لگوانا، بے عذر کسی چیز کا چکھنا یا چبانا، نیچے خوب زور دیکر استنجا کرنا، انجکشن لگوانا، ضعف کے اندیشے کی حالت فصد کھلوانا، بے عذر کسی چیز چکھنے یا چبانے سے مراد یہ ہے کہ حلق کے نیچے نہ جائے شوہر یا آقا کی بد مزاجی کی وجہ سے نمک چکھنے یا چھوٹے بچے کو کھلانے کے لئے جب کہ غیر روزہ دار نہ ہو یا نرم غذا ہو تو کراہت نہیں، افطار کے وقت کھینچ کر حقہ پینا کہ حواس میں فتور آجائے حرام ہے۔ ایسا کام کرنا جائز نہیں۔ جس سے اتنی کمزوری ہو جائے کہ روزہ توڑنا پڑے بگمان غالب معمار مزدور وغیرہ اتنا ہی کام کریں کہ روزہ رکھ سکیں۔ بھول کر کھانے پینے جماع کرنے از خود قے ہو جانے یا منہ بھر سے کم کرنے یا قے کے از خود لوٹ جانے یا بلغم کی قے ہونے خوشبو سونگھنے، سر یا بدن پر تیل ملنے، سرمہ لگانے یا آنکھ میں دوا ڈالنے یا مسواک کرنے میں کوئی حرج نہیں، مسواک کرنا روزے میں بھی سنت ہے

روزہ نہ رکھنے کا شرعی عذر

سفر شرعی، مرض بڑھنا یا دودھ پلانا حمل وخوف واکراہ ونقصان عقل وجہاد و ایسا بوڑھا کہ روز بروز کمزور ہو، نہ اب رکھنے پر قادر نہ بظاہر آئندہ قابل ہو سکے گا، ہر روزہ کے بدلے فدیہ دے اگر گرمیوں میں نہ رکھ سکتا ہو تو اب افطار کرے، جاڑوں میں روزہ رکھے، فدیہ دیتا رہا پھر قادر ہو گیا، تو قضا لازم فدیہ صدقہ نفل ہو گیا

روزہ کا فدیہ

ہر روزہ کے بدلے ہر روز دونوں وقت مسکین کو پیٹ بھر کر کھانا کھلانا یا صدقۂ فطر کی مقدار مسکین کو دینا

روزہ کا کفارہ

باندی غلام آزاد کرنا (یہ یہاں کہاں) یہ نہیں تو پے در پے ساٹھ روزے رکھنا، اس کی بھی طاقت نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو دونوں وقت کھانا کھلانا

صدقۂ فطر

مالک نصاب پر واجب ہے کہ اپنی اور اپنے بچوں کی طرف سے بریلی کی پکی تول سو کے سیر سے گیہوں پونے دو سیر اٹھنی بھر اوپر مسکین کو دے یا جو ساڑھے تین سیر ایک روپیہ بھر، قیمت بھی دے سکتا ہے اور یہی احسن ہے۔ صبح کو شب کا مطلقاً چھٹا یا ساتواں حصہ سمجھنا محض غلط ہے، عام جنتریوں میں صبح سے بہت پہلے منتہائے سحری لکھ دیتے ہیں اور یہ خلاف سنت ہے، جدید تول سے گیہوں ۲ کلو ۴۵ گرام اور جو ۴ کلو ۹۰ گرام ہے، روز شک اگر ۲۹ شعبان کو بوجہ ابر وغبار رویت نہ ہو تو اگلے دن ۳۰ شعبان ہی سمجھی جائے، جب تک کہ ثبوت شرعی سے رویت ہلال ثابت نہ ہو تو تمام لوگ ضحوۂ کبریٰ تک کہ بریلی میں ۱۱ بج کر ۱۲ منٹ پر ہے بے نیت روزہ مثل روزہ دار رہیں۔ اگر ضحوۂ کبریٰ سے پہلے شرعاً رویت ثابت ہو جائے تو رمضان کے روزہ کی نیت کر لیں ورنہ کھا پی لیں، اور اس کے بعد اگر رویت ثابت ہو اگرچہ بعد رمضان تو بعد رمضان ایک روزے کی قضا رکھیں خواص اس دن خالی نفل کی نیت سے روزہ رکھیں۔ یہ وہم بھی نہ لائیں کہ اگر آج رمضان ہے تو ہمارا یہ روزہ فرض ہے۔ نرے نفل کا قصد ہو اگر ثبوت صحیح شرعی سے اس کا روزہ ثابت ہو جائے تو یہ روزہ خود ہی رمضان میں محسوب ہو گا

ترکیب نماز عید الفطر

پہلے یوں نیت کرے نیت کی میں نے دو رکعت نماز عید الفطر کی واجب کی، چھ زائد تکبیروں کے ساتھ اس امام کے پیچھے کعبہ شریف کی طرف منہ کر کے واسطے اللہ تعالیٰ کے پھر کانوں تک ہاتھ لے جا کر تکبیر کہہ کر ہاتھ باندھ لیں اور ثنا پڑھیں پھر دو مرتبہ کانوں تک ہاتھ لے جا کر تکبیر کہہ کر چھوڑ دے پھر تیسری بار ہاتھ اٹھا کر تکبیر کہہ کر ہاتھ باندھ لے اور بطریق معہود ایک رکعت پڑھے دوسری رکعت میں بعد قرأت قبل رکوع تین مرتبہ کانوں تک ہاتھ لے جا کر تکبیر کہتا ہوا چھوڑ دے اور چوتھی مرتبہ کانوں تک ہاتھ لئے گئے بغیر تکبیر کہہ کر رکوع کرے اور حسب دستور نماز پوری کرے نماز کے بعد امام خطبہ پڑھے تمام مقتدی سنیں اور خاموش رہیں خواہ خطیب کی آواز پہنچے یا نہ پہنچے بعد خطبہ دعا مانگیں۔ سلام مصافحہ معانقہ کریں



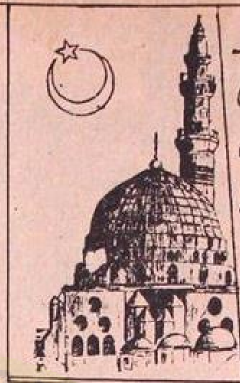
قائم مقام مفتی اعظم حضرت علامہ
اختر رضا خاں ازہری

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

جمیع علمائے دین و فضلائے شرع متین

شرح اللہ صدورہم بنورہ وایدہم بنصرہ کی خدمت گرامی میں بغرض تصحیح خیال و رفع اشکال ایک التماس ضروری ہے اور یہ کہ لفظ رسول جس کا اطلاق حضرات مرسلین حق جلا وعلا بالخصوص سید الرسل والانبیا حضرت سیدنا و مولینا محمد مصطفےٰ صلوات اللہ والسلام علیہم اجمعین کی ذوات مقدسہ پر ہمیشہ سے شریعت مطہرہ میں ہوتا آیا ہے۔ اور جس کے معنی بزبان فارسی و اردو سلف سے اکثر و بیشتر پیغمبر یا پیغامبر کے لئے جاتے رہے اور ابھی بالعموم لئے جا رہے ہیں تو اس معنی میں یہ شبہ وارد ہوتا ہے کہ العیاذ باللہ کہیں اس سے تنقیص شانِ رسالت تو نہیں ہوتی ہے۔ اور اگر ایسا ہو تو اس کلمے سے احتراز لازم ہونا چاہئے۔ بظاہر معلوم بھی ایسا ہوتا ہے کہ پیغامبر مرسل اور مرسل الیہ کے مابین صرف ایک ذریعہ پیغام رسانی ہوتا ہے۔ اور بس اسکو در اصل پیغام اور مرسل پیغام اور صاحب پیغام سے بجز اس کے کوئی واسطہ و تعلق نہیں ہوتا ہے کہ وہ پیغام صحیح طور پر پہونچا دے۔

حالانکہ بکثرت نصوص الٰہیہ سے یہ بات ظاہر ہے کہ ذات رسول عربی علیہ السلام تمام پیغام الٰہی کی جان ہے۔ بغیر آپ کی اطاعت و رضا کے پیغام الٰہی سے کسی کو کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوسکتا ہے۔ اور کیا عجب ہے کہ اسی معنی و مفہوم کے اعتبار سے جو اوپر مذکور ہوئے بعض بے دین و معاندین خذلہم اللہ فی الدارین نے حضور پرنور سرکار مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تنقیص شان رسالت کی جسارت کی ہو۔ کہ بادی النظر میں اصل مطلب تو مرسل اور مرسل الیہ کے پاس ہوتا ہے۔ اور قاصد و پیغامبر صرف ایک درمیانی چیز ہوتا ہے۔ نیز حضور علیہ السلام کو پیغمبر سمجھنے میں یہ شبہ ہوتا ہے کہ اس پیغام الٰہی (قرآن کریم) کا نزول مخلوق کیطرف ہوا ہو۔ جب ہی تو



آپ پیغمبر ہو سکتے ہیں ۔ حالانکہ فی الحقیقت یہ قطعاً غلط ہے ۔ اور ہر صاحب فہم اس کو سمجھ سکتا ہے کیونکہ قرآن کریم کی صریح شہادت اس کے خلاف ہے ۔ ارشاد ہوتا ہے

وانہ لتنزیل رب العلمین ۔ نزل بہ الروح الامین علیٰ قلبک اور نزل علیٰ محمد (صلی اللہ تعالے علیہ وسلم)

توجب آپ پر پیغام الٰہی کا نزول ہوا اور آپ کی طرف مائل ہوا تو پھر آپ پیغامبر کیسے ہو سکتے ہیں ۔ آپ تو مرسل الیہ و صاحب پیغام ہوئے ہاں آپ پر اس پیغام مقدس کی تبلیغ ضروری ہے لہذا حضور علیہ السلام کو پیغمبر کہنا بظاہر صحیح نہیں ۔ معلوم ہوتا ۔ ہاں جناب جبرئیل علیہ السلام کے لئے لفظ رسول کا ترجمہ پیغمبر صحیح ہوتا ہے ۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ حضور علیہ السلام پیغمبر خلق ہیں بارگاہ خالق میں اور ہمارے معروضات حضرت احدیت جل شانہ میں پیش کرنے والے ہیں ۔ تو اول یہ کوئی بڑی شان و منزلت نہیں ۔ جس کا انتساب حضور انور کی ذات مقدسہ سے کیا جائے پھر یہ مشکل ہے کہ قرآن کریم میں اس خیال کو بھی غلط بتاتا ہے ۔ اس کا اعلان عام ہے کہ .... "محمد رسول" تو حضور علیہ السلام تبارک و تعالے کے رسول مکرم ہیں نہ کہ رسول خلق ۔ ہاں امت اسی اعتبار سے آپ کو اپنا رسول کہہ سکتی ہے ۔ اور کہتی ہے کہ آپ جنس مخلوق سے ہیں سے ہیں ۔ دوم یہ کہ مخلوق کی ہدایت کے لئے اور مخلوق کی طرف آپ کی بعثت ہوئی ہے لہذا آپ رسول خلق کہلائے

ورنہ فی الحقیقت صحیح معنی میں آپ صرف رسول اللہ ہیں ۔ تو لازم آنا چاہیئے کہ لفظ .. رسول کے معنی غیر زبان عربی میں بجائے پیغمبر کے صرف اللہ تعالے کی طرف سے بھیجے ہوئے بغرض ہدایت بھیجے ہوئے کے ہونا چاہیے ۔ اور لفظ رسول سے مراد وہ خاص بشر ہونا چاہیئے جس پر وحی الٰہی کا نزول ہوا ۔ نیز یہ کہ قرآن کریم میں اس مصدر کے جتنے صیغے آئے ہیں ۔ سب جگہ بھیجنے کی مراد ہیں ۔

مثلاً ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ انک لمن المرسلین ۔ ھو الذی ارسل الریاح یرسل علیک شواظ من النار ۔

یہ اور اس کے علاوہ بیشتر مثالیں ہیں ۔ سب جگہ بھیجنے ہی کے معنیٰ تمام مترجمین و اہل تفسیر نے مراد لئے ہیں ۔ تو پھر کیا وجہ ہے کہ ہم لفظ رسول کے معنی کچھ اور لیں ۔ اور وہ بھی پیغمبر اور جب کہ اس معنی سے تنقیص شان رسالت ترشح نہ ہو یا احتمال ہو تو پھر تو ہم کو اور بھی احتیاط لازم ہے ۔ اور بغرض محال اگر کسی حیثیت سے یہ معنی صحیح بھی ہوں تو جب کہ دشمنان دین نے اس معنی کی بناپر تنقیص شان رسالت معاذ اللہ کرنا شروع کر دی ہو تو ایسی صورت میں اس معنی سے

ہم پر اس سے احتراز واجتناب واجب ہوجاتا ہے۔ جس کی تائید قرآن کریم کی اس آیت سے ہوتا ہے

یاایھا الذین اٰمنوا لاتقولوا راعنا وقولوا انظرنا سے بطرحت ثابت ہے اب ایک ذراسا شبہ یہ پیدا ہوتا ہے کہ آج تک تمام علمائے کرام رحمۃ اللہ تعالٰے علیہم اجمعین نے جو یہ معنی اختیار کئے تو کیا وہ سب غلط راستے پر تھے۔ تو حاشا وکلا ہم اپنے علمائے حق پر کبھی ارتکاب غلطی کی نسبت نہیں کر سکتے۔ اور اگر ان سے یہ غلطی سرزد ہوئی بھی ہو تو ہم اس غلطی کو اختیاری غلطی کہہ سکتے ہیں۔ جو کہ قابل درگذر ہے بلکہ باعث اجر بھی ہے

امید کہ حضرات علمائے کرام سلمہم اللہ تعالٰے وایدہم۔ اس حقیر وسراپا تقصیر کے اس ضروری شبہ کا جواب تا صواب قرآن کریم وحدیث نبی رؤف ورحیم کی روشنی میں دے کر عند اللہ ماجور ہوں

فقط والسلام

فقیر عاصی حبیب احمد محسنی، نقشبندی، مجددی
مقیم حیدر آباد سندھ پاکستان

۸۶/۹۲ء۔ الجواب:۔ لفظ پیغمبر پر سائل کے اعتراض کا منشا ر معنی لغوی پر ارتکاز نظر اور اصطلاح شرع سے صرف نظر ہے۔ شریعت میں رسول وپیغمبر وہ انسان ہے جسے اللہ تعالٰے نے تکمیل نفوس بشریہ کے لئے بھیجا ہو اور اس پر وحی نازل فرمائی ہو اور وہ مؤید بالمعجزات ہو۔ اس معنی کے لئے عربی میں رسول اور فارسی میں پیغمبر سلفاً وخلفاً بلا نکیر مشتمل ہے اور ذات رسول کے ساتھ ایسا مختص ہے کہ غیر رسول کے لئے اس کا استعمال بتاویل بھی فقہاء نے روا نہ رکھا۔ اور من پیغمبرم کہنے والے کو کافر کہا کما فی الہندیہ تو اس لفظ سے معاذ اللہ... تنقیص شان رسالت کا شبہ کسی ذہن میں کیونکر پیدا ہوگا۔ اور قطع نظر اس سے کہ معنی لغوی کو ملحوظ رکھ کے سائل نے جو اعتراض لفظ پیغمبر پر کیا وہی لفظ رسول پر ہوگا اور وہ بھی ممنوع ٹھہرے گا۔ انصافاً معنی لغوی سے بھی تنقیص نہیں ہوتی بلکہ تعظیم شان مفہوم ہوتی ہے۔ تمام ازمنہ وامکنہ میں عادت مستمرہ ہے کہ صاحب عظمت کا فرستادہ... معظم ومحترم ہوتا ہے۔ اور اس کی تعظیم بھیجنے والے کی تعظیم اور اس کی توہین بھیجنے والے کی توہین مقصود ہوتی ہے۔

تو یہاں تو بدرجۂ اولیٰ لفظ رسول وپیغامبر ذات مرسل کی عظمت بے غایت پر دلالت کریں گے کہ مرسل بالکسر خداوند قدوس عظیم بے نہایت ہے۔ اور جو پیغام ورسالت اس نے رسول کے ساتھ بھیجا وہ بھی نہایت عظیم ہے۔ اسے بھی عظمت پیامبر میں دخل ہے۔ یہاں سے ظاہر کہ اس جگہ لفظ رسول و پیغمبر افادۂ تعظیم میں یکساں ہیں۔ اور ایسا نہیں کہ ایک سے تعظیم سمجھی جائے اور دوسرے



سے نقص پر دلالت ہو۔ بے دین جو رسول کو محض ایلچی سمجھتے انہوں نے خدا ہی کی عظمت نہ جانی اور پیام الٰہی و رسالت کی بلندی نہ پہچانی تو یہ ان کی عقلوں کی کمی ہے نہ کہ لفظ پیغمبر کا قصور ورنہ محمد بن عبدالوہاب نجدی کو یہ گندا خیال کیوں گزرا۔ وہ تو عربی تھا اور لفظ پیغمبر سے واقف نہ تھا اس نے رسول ہی کے وہ فاسد معنی گڑھے تو کیا کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ لفظ رسول سے وہ معنیٰ مفہوم ہوئے۔ حاشا و کلا ہرگز نہیں اور کیا اس کے خیالِ فاسد کی وجہ سے رسول کا استعمال حرام و ناجائز ہو جائے گا۔ ہرگز نہیں تو لفظ پیغمبر کا اطلاق بھی ذات نبی پر ممنوع نہ ہوگا کہ وہ رسول ہی کا ترجمہ ہے۔ اور دونوں سے مراد ایک ہے۔ اور پیغمبر سے جس طرح نبی کا وسیلہ و ذریعہ ہونا مفہوم ہوتا ہے اسی طرح رسول سے مفہوم ہوتا ہے۔ پھر واسطہ ہونا تنقیص کا منشا نہیں بلکہ اس کا منشا نفی فضائل ہے اور محض ایلچی سمجھنا ہے۔ جو بد مذہبوں کے عقول غیر مستقیم کی پیداوار ہے اور قرآن نے

بواسطہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ... مخلوق کی طرف بھی نازل ہوا۔ یہی قرآن فرماتا ہے ——

—— للناس ما نزل الیھم ——

اور فرماتا ہے ——

قد جاءکم برھان من ربکم وانزلنا الیکم نورًا مبینا ——

اور فرماتا ہے ——

قد جاءکم من اللّٰہ نور وکتاب مبین

اور سائل نے جو یہ کہا کہ جبریل امین علیہ السلام کے لئے لفظ رسول کا ترجمہ پیغمبر صحیح ہوتا ہے تو اس پر سوال ہے کہ جی کیوں کیا سائل کی تقریر یہاں جاری نہیں اور سائل نے یہ جملہ بہت سخت لکھا کہ اگر کہا جائے کہ حضور علیہ السلام پیغمبر خلق ہیں بارگاہ خالق ہیں اور ہمارے معروضات حضرت احدیت جل شانہ، میں پیش کرنے والے ہیں تو اول تو یہ بڑی شان و منزلت نہیں۔ الخ یہ مقام شفاعت ہے اور مقام محمود ہے اور فضیلت عظیمہ حضور علیہ السلام ہے جس کا ذکر قرآن عظیم و احادیث شریفہ میں آیا ہے۔ اس کے متعلق یہ کہنا کہ یہ بڑی شان و منزلت نہیں جس کا انتساب حضور کی ذات مقدسہ سے کیا جائے۔ بڑی جرأت ہے جس سے توبہ و رجوع کی ضرورت ہے اور محمد رسول اللّٰہ رسول خلق ہونے کے خیال کو غلط بتانا مفہوم لقب سے حجت پکڑنا ہے اور مفہوم لقب حجت نہیں۔ کما تقرر فی الاصول۔

پھر ارسلت الی الخلق کافۃ" اور لضللتم
سلنۃ نبیکم تو رسول الخلق کہنے کے مجوز ہیں
تو اسے غلط بتانا کیا معنی۔ بالجملہ لفظ پیغمبر
لفظ رسول کا ترجمہ ہے۔ اور سلف سے آج
تک بولا جا رہا ہے۔ اس کے اطلاق سے
ممانعت نہ ہوگی

ہاں جہاں معاذ اللہ اگر بے دین
اسے فاسد معنی کے لئے استعمال کرتے ہوں
وہاں دوسرا لفظ بولا جائے یا اسی لفظ کو
مزید عظمت کے اسلوب میں بے دینوں کے
لئے زعم فاسد کے صراحۃ یا دلالۃ رد کے
ساتھ بولا جائے اور اسے راعنا پر قیاس کرنا
صحیح نہیں کہ راعنا کو قرآن نے مقرر نہ رکھا
اور پیغمبر کے اطلاق پر اجماع ہے اور اجماع
بہ نص قرآنی سبیل مومنین ہے۔ اور اجماع
محل اجتہاد نہیں کہ اس میں خطا کا احتمال ہو
ورنہ ساری امت کا تخطئہ لازم ہوگا جو
خلاف نص ہے

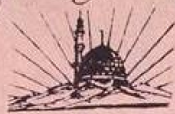
یہاں سے سائل کے آخر کلام کا حال
کھلا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

فقیر محمد اختر رضا خاں ازہری قادری غفرلہٗ
الصحیح الجواب تحسین رضا غفرلہٗ



نعت پاک صلی اللہ علیہ وسلم

عبد العزیز خان شاداں



سر پہ جو میرے سایۂ سرکار نہ ہوتا
دنیا میں کوئی بھی میرا غمخوار نہ ہوتا
میں عشق نبی میں جو گرفتار نہ ہوتا
رحمت کا سر حشر سزاوار نہ ہوتا

سرکار کا جو طالب دیدار نہ ہوتا
آئینۂ دل میرا پر انوار نہ ہوتا
تشریف اگر سرور کونین نہ لاتے
دنیا کا کوئی غم طرب آثار نہ ہوتا

خُلقِ شہ کونین کا یہ فیض ہے ورنہ
انساں میں نہاں جذبۂ ایثار نہ ہوتا
تکمیل تصور میں کمی گر نہیں ہوتی
غمِ فرقتِ آقا کا گراں بار نہ ہوتا

مہکے ہیں چمن ان کے پسینے کی مہک سے
ورنہ ترو تازہ کوئی گلزار نہ ہوتا
ڈھلتے ہیں اگر آنکھ سے اشکوں کے نگینے
دامن غمِ سرکار میں گل بار نہ ہوتا

ملتا نہ اگر شافع محشر کا وسیلہ
اللہ کی رحمت کا میں حق دار نہ ہوتا
آتے نہ اگر شافع محشر سر میزان
محشر میں کوئی اپنا طرف دار نہ ہوتا

ملتا نہیں جنت کا ہمیں راستہ شاداں
حاصل جو در احمد مختار نہ ہوتا

کلام حسن

استاد زمن مولانا حسن رضا خاں حسن بریلوی

تصور لطف دیتا ہے دہان پاک سرور کا
بھرا آتا ہے پانی میرے منہ میں حوض کوثر کا

جو کچھ بھی وصف ہو ان کے جمال ذرہ پرور کا
میرے دیوان کا مطلع ہو مطلع مہر محشر کا

تجھے بھی دیکھنا ہے حوصلہ خورشید محشر کا
لئے جاؤں گا چھوٹا سا کوئی ذرہ تیرے در کا

جو اک گوشہ چمک جائے تمہارے ذرۂ در کا
ابھی منہ دیکھتا رہ جائے آئینہ سکندر کا

اگر جلوہ نظر آئے کف پائے منور کا
ذرا سا منہ نکل آئے ابھی خورشید محشر کا

اگر دم بھر تصور کیجئے شان پیمبر کا
زباں پر شور ہو بے ساختہ اللہ اکبر کا

اجالا طور کا دیکھیں جمال جانفزا دیکھیں
کلیم آکر اٹھا دیکھیں ذرہ پردہ تیرے در کا

دو عالم میہماں تو میزباں خوان کرم جاری
ادھر بھی کوئی ٹکڑا میں بھی کتا ہوں تیرے در کا

نہ گھر بیٹھے ملے جوہر صفا و خاکساری کے
مرید ذرۂ طیبہ ہے آئینہ سکندر کا

اگر اس خندۂ دنداں نما کا وصف موزوں ہو
ابھی لہرا چلے بحر سخن سے چشمہ گوہر کا

تیرے دامن کا سایہ اور دامن کتنے پیارے ہیں
وہ سایہ دشت محشر کا یہ حامی دیدۂ تر کا

تمہارے کوچہ و مرقد کے زائر کو میسر ہے
نظارہ باغ جنت کا تماشہ عرش اکبر کا

گنہگاران امت ان کے دامن پر مچلتے ہوں
الہٰی چاک ہو جس دم گریباں صبح محشر کا

ملائک جن و انساں سب اس در کے سلامی ہیں
دو عالم میں ہے اک شہرہ مرے محتاج پرور کا

الہٰی تشنہ کام ہجر دیکھے دشت محشر میں
برسنا ابر رحمت کا چھلکنا حوض کوثر کا

زیارت میں کروں اور وہ شفاعت میری فرمائیں
مجھے ہنگامۂ عیدین یا رب دن ہو محشر کا

وہ گریہ استن حنانہ کا آنکھوں میں پھرتا ہے
حضوری نے بڑھایا تھا جو پایا اوج منبر کا

ہمیشہ رہروان طیبہ کے زیر قدم آئے
الہٰی کچھ تو ہو اعزاز میرے کاسۂ سر کا



فضائل تلاوت قرآن پاک

حافظ قاری نور الحسن صاحب رضا نانپاروی

○ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اس کی تلاوت کرنا اس کے معنی و مفہوم سمجھنا اور اس میں غور و فکر کرنا آدمی کو خدا کا مقرب بناتا ہے اور اس کی دنیا و آخرت کو سنوارتا ہے

○ قرآن عظیم کا پڑھنا بہت بڑی نیکی و عبادت ہے جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد مقدس ہے کہ تم میں بہترین وہ شخص ہے جو قرآن پاک خود پڑھے اور دوسروں کو پڑھائے

○ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص قرآن مجید کا ایک حرف پڑھے اس کو ایک نیکی ملے اور ایک نیکی کا ثواب دس نیکی کے برابر ہے

○ الٓمٓ ایک حرف نہیں بلکہ الف ایک حرف ہے لام دوسرا حرف اور میم تیسرا حرف ہے۔ جس نے صرف الٓمٓ کہا اس کو تیس نیکیوں کا ثواب ملے گا اسی طرح جتنی آیات اور سورتوں کی تلاوت کی ان کے دس گونا ثواب کا مستحق ہوا

○ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص قرآن مجید پڑھ کر اس پر عمل بھی کرے اس کے ماں باپ کو قیامت کے دن ایسا تاج پہنایا جائے گا کہ جس کی روشنی آفتاب کی چمک سے زیادہ ہوگی اگر وہ تمہارے گھر ہوتا تو اب خود اس عمل کرنیوالے کے متعلق تمہارا کیا گمان ہے

○ جملہ عبادات میں افضل عبادت تلاوت قرآن ہے

○ جس کے پیٹ میں کچھ قرآن نہیں وہ ویرانے مکان کی مثل ہے

○ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں جو مومن قرآن پڑھتا اور اس پر

عمل بھی کرتا ہے اس کی مثال سنترے جیسی ہے کہ اس کی خوشبو عمدہ ہے اور مزہ بھی عمدہ، اور جو مومن قرآن پڑھتا اور اس پر عمل نہیں کرتا اس کی مثال کھجور کی سی ہے کہ اس میں مٹھاس تو ہوتی ہے مگر خوشبو نہیں

○ جس نے قرآن مجید پڑھا اور اس کو یاد کر لیا اس نے حلال کو حلال سمجھا اور حرام کو حرام جانا اس کے گھر والوں میں سے دس شخصوں کے بارے میں اللہ تعالٰی اس کی شفاعت قبول فرمائیگا جس پر جہنم واجب ہو چکا تھا

○ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ اپنے گھروں کو مقابر نہ بناؤ شیطان اس گھر سے بھاگتا ہے جس میں سورۂ بقرہ پڑھی جاتی ہے

○ قرآن پاک تجوید سے پڑھنا واجب ہے اور تارکین تجوید سخت گنہگار ہیں کیونکہ اللہ تعالٰی نے قرآن کو تجوید ہی کے ساتھ نازل فرمایا ہے۔

○ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قرآن پاک کو اپنی آواز سے مزین کرو۔

○ گرمیوں میں صبح قرآن مجید ختم کرنا بہتر ہے اور جاڑوں میں اوّل شب میں کیونکہ حدیث شریف میں ہے جس نے شروع دن میں قرآن شریف ختم کیا تو شام تک فرشتے اس کے لئے دعائے مغفرت کرتے ہیں اور جس نے ابتدائے شب میں ختم کیا تو صبح تک دعائے مغفرت کرتے ہیں۔ کیونکہ، گرمیوں میں دن اور جاڑوں میں راتیں بڑی ہوتی ہیں اس لئے فرشتوں کی دعائے مغفرت زیادہ دیر تک ہوگی

○ قرآن پاک دیکھ کر پڑھنا زبانی پڑھنے سے افضل ہے کہ یہ پڑھنا بھی ہے اور دیکھنا بھی اور ہاتھ سے چھونا بھی اور یہ سب عبادت ہیں

○ مستحب یہ ہے کہ باوضو قبلہ رو اچھے کپڑے پہن کر تلاوت کریں، سیدنا اعلیٰ حضرت امام اہلسنت الشاہ امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی قدس سرہٗ کا ایمان افروز ترجمہ ضرور پڑھا کریں تاکہ قلب اور قبر کی روشنی اور بڑھے اور تلاوت قرآن سے فارغ ہو کر اپنے لئے اور تمام مسلمانوں کے لئے دعائے خیر کریں

○ ایک حرف کی جگہ دوسرا حرف پڑھنا اگر اس وجہ سے ہے کہ اس کی زبان سے وہ حرف ادا نہیں ہوتا تو مجبور ہے اس پر کوشش کرنا ضروری ہے، نماز ہو جائے گی اور اگر لاپرواہی سے ہے جیسا کہ آج کل کے حفاظ علماء اور بعض قرار کہ ادا کرنے پر قادر ہیں مگر بے خیالی میں تبدیل حرف کر دیتے ہیں پس اگر تبدیل حرف سے معنی فاسد ہوں تو نماز نہ ہوگی اور قصداً تبدیل حرف کر کے پڑھنا پڑھانا قطعی دونوں حرام بلکہ کفر ہے

اس موضوع پر احکام ترتیل اور الجام الصاد عن سنن الضاد تصنیف سیدنا امام احمد رضا کا مطالعہ کریں

○ قرآن مجید پڑھ کر بھلا دینا گناہ ہے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں امت کے گناہ مجھ پر پیش ہوئے تو اس سے بڑھ کر کوئی گناہ ← نہیں دیکھا کہ کوئی سورت یا آیت دی گئی تھی اور اس نے بھلا دیا اور ایک روایت میں ہے کہ جو قرآن پڑھ کر بھلا دے تو قیامت کے دن کوڑھی ہو کر آئیگا

ہندوستان میں عربی زبان وادب کا ارتقاء

قسط نمبر ۷

از:۔ محمود حسین بریلوی، شعبۂ عربی بریلی کالج، روہیلکھنڈ یونیورسٹی بریلی

تغلق سلاطین ۷۲۰ تا ۸۱۵ھ ۱۳۲۰ تا ۱۴۱۴ء

خاندان تغلق کا بانی سلطان غیاث الدین تغلق بھی علم دوست تھا، اس کے علاوہ سلطان محمد تغلق اور فیروز تغلق دونوں علماء نواز تھے اس کے عہد میں علماء کی قدر دانی کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ سلطان محمد تغلق نے باہر کے علماء کو ہندوستان کے لئے مدعو کیا اور ہندوستان کے ماہرین کو بیرون ہند جانے کا حکم صادر کیا تھا

سلطان محمد تغلق نے مولینا معین الدین عمرانی دہلوی کو قاضی عضد الدین شیرازی کو دہلی لانے کے لئے مامور کیا لیکن شیراز کے حاکم ابواسحٰق نے قاضی موصوف کو وطن ماقوف ترک کرنے کی اجازت نہیں دی۔ (۱)

سلطان فیروز تغلق بھی علماء کا قدردان تھا۔ اس کے عہد میں متعدد مصنفین ہوئے، جنہوں نے علوم شرعیہ پر طبع آزمائی کی، اس عہد کے نامور علماء میں قاضی شہاب الدین دولت آبادی کے جلیل القدر استاد مولانا خواجگی، قاضی حمید الدین دہلوی، احمد تھانیسری اور عبد المقتدر وغیرہ تھے

فیروز تغلق کے دربار سے متعلق ایک امیر تاتار خاں بھی علم کا قدردان تھا۔ اس کی زیر نگرانی عالم بن عطا سنداپتی ۷۸۶ھ نے الفتاوی التاتار خانیہ کے نام سے ایک عظیم الشان

(۱) عربی ادبیات ص ۱۶

کتاب تحریر کی ،

یہ بات بھی نہایت قابل فراموش ہیکہ اس بادشاہ کے عہد میں القاموس کا مصنف مجد الدین ہندوستان وارد ہوا تھا۔ (۱)

سید سلاطین کا عہد ۸۱۷ تا ۸۵۵ھ
۱۴۱۴ تا ۱۴۵۱ء

اس کے علاوہ سید سلاطین کے عہد میں بھی عربی زبان وادب نشو ونما ہوئی مگر اس خاندان کا دورِ حکومت بہت مختصر تھا، اس خاندان کا آخری تاجدار روہیل کھنڈ کے مشہور و معروف شہر بدایوں میں تیس سال رہا اور اس سر سبز و شاداب علاقہ میں علمی فضا قائم کی۔ (۲)

اور بدایوں (شہر) بھی مرکز علم وفن کی حیثیت سے جلد مشہور ہوا

لودھی سلاطین ۸۵۵ تا ۹۳۰ھ
۱۴۱۵ تا ۱۵۲۶ء

لودھی سلاطین کے بادشاہ بھی فرمانروا تھے، اس کا فرزند سکندر لودھی (۳) اپنے خاندان کا بیمثال بادشاہ تھا۔ اس کے عہد میں آگرہ دار السلطنت بنایا گیا۔ لہذا اس شہر میں علوم وفنون کی نشر واشاعت سے متعلق اہم کام ہوتے اور جلد ہی یہ شہر بھی دہلی کا مدمقابل ہوا۔ اس کے عہد میں بڑے بڑے نامور علماء و ماہرین آگرہ میں سکونت پذیر ہوئے۔ ان کی ایک لمبی فہرست ہے۔ سر دست چند اہم شخصوں کے اسماء درج کئے جارہے ہیں ،

(۱) رفیع الدین شیرازی (۲) جلال الدین دوانی
(۳) ابو الفتح تھانیسری ،

چودھویں صدی اور پندرھویں صدی میں ہندوستان میں مسلمانوں کی صرف ایک حکومت نہ تھی بلکہ مختلف حصوں میں منقسم تھی، ان میں سے بیشتر حکومتوں میں علوم شرعیہ کی کافی نشر واشاعت ہوئی۔ بڑے بڑے جلیل القدر ماہرین ہوئے انہوں نے عربی زبان وادب میں وہ نمایاں خدمات انجام دیں جو ناقابل انکار ہیں۔ مثلاً سلطنت جونپور، سلطنت مالوہ ، سلطنت گجرات، سلطنت خاندیش، سلطنت بہمنیہ ،

بہمنیہ کے زوال کے بعد پانچ حکومتیں قائم ہوئیں ۔

(۱) عادل شاہی سلطنت بیجاپور
(۲) قطب شاہی سلطنت گولکنڈہ
(۳) نظام شاہی سلطنت احمد نگر
(۴) کشمیر
(۵) ....

ان سلطنتوں میں بھی علوم وفنون کی نشر واشاعت سے متعلق زبردست کام ہوا جو ارباب علم ودانش پر مخفی نہیں ۔

سوری سلاطین کا عہد ۹۴۶ تا ۹۶۲ھ
۱۵۲۵ تا ۱۵۵۵ء

(۱) عربی ادبیات ص ۱۷ (۲) عربی ادبیات ص ۱۷ (۳) سکندر لودھی کے عہد میں شیخ عبد اللہ اور شیخ عبد العزیز ملتان سے وارد ہوئے اور علوم وفنون کی نشر واشاعت کی دیکھئے، اسلامی علوم وفنون ہندوستان میں ص ۱۰

شیر شاہ سوری اور اس کے فرزند

سلیم شاہ سوری کو علوم و فنون سے گہری دلچسپی تھی اس کے عہد میں علوم عقلیہ سے متعلق کچھ کام ہوا جو علم و ادب کی تاریخ میں ایک اہم باب کا درجہ رکھتا ہے (۱)

مغلیہ سلطنت

۹۶۲ تا ۱۲۷۵ھ
۱۵۵۵ تا ۱۸۵۷ء

مغلیہ عہد جو مسلمانوں کی حکومت کا آخری اور عدیم المثال دور تھا، عربی زبان و ادب کی نشر و اشاعت سے متعلق جتنا کام اس عہد میں ہوا اس کا احاطہ اس مقالہ میں ممکن نہیں۔ البتہ اتنا مسلم ہے کہ عربی زبان کے مصنف جتنے اس دور میں ہوئے، وہ کسی خاندان یا کسی عہد حکومت میں نہیں ہوئے۔ اس عہد کے بعض مصنفین کی عدیم المثال کتابیں عرب و عجم میں بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھی گئیں۔

ان شخصیتوں میں فیضی، شیخ عبد الحق محدث دہلوی، عبد الحکیم سیالکوٹی، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور محب اللہ بہاری بہت مشہور ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی شہرۂ آفاق تصنیف، **حجۃ اللہ البالغہ** اس عہد میں اتنی مشہور و معروف ہوئی کہ اصحاب علم و فن نے اس نادر تحفہ کو مقدمہ ابن خلدون کا نقش ثانی قرار دیا اور اس بات کی وضاحت کی کہ زوال کے بعد جو عربی زبان پستی کا شکار ہو گئی تھی موصوف نے اپنی عدیم المثال طرز تحریر سے اس رکاکت کو ختم کیا۔ درحقیقت شاہ صاحب کی اس فقیہہ المثال تصنیف سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ شاہ صاحب ایک بے مثال طرز تحریر کے موجد ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ آپکی یہ تصنیف عرب و عجم میں بیحد مقبول ہوئی اور ارباب علم و دانش نے اسے اسرار و رموز شریعت کا ایک عظیم خزانہ تسلیم کیا، جس طرح شاہ صاحب کی کتب کو لازوال شہرت حاصل ہوئی ٹھیک اسی طرح مذکورہ مصنفین کی تصانیف کو بھی علمائے عرب و عجم نے قدر کی نگاہ سے دیکھا

باقی آئندہ

(۱) عربی ادبیات ص ۲۲

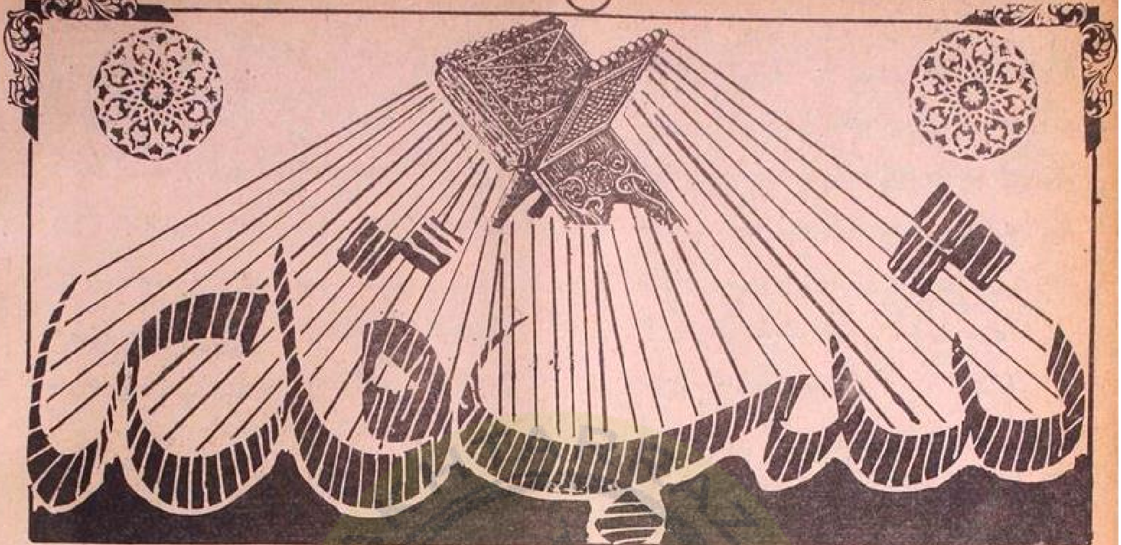
اعلان ملکیت

ماہنامہ "سنی دنیا" سوداگران بریلی شریف

مدیر اعلیٰ: محمد ذوالفقار علی خاں
قومیت: ہندوستانی
پتہ: ۸۲۔ سوداگران رضانگر، بریلی شریف
پبلشر: اختر رضا خاں ازہری
قومیت: ہندوستانی
پتہ: ۸۲۔ سوداگران، رضانگر بریلی شریف
پرنٹر: منان رضا خاں
قومیت: ہندوستانی
پتہ: ۸۲۔ سوداگران رضانگر، بریلی شریف

مندرجہ بالا تفصیلات میرے علم و یقین کے مطابق صحیح ہیں۔

محمد ذوالفقار علی خاں



از قلم :- بدر القادری ، اسلامک اکیڈمی ہالینڈ

شب قدر کا ذکر رب کائنات نے قرآن مجید کی ایک سورت میں اور سورہ دخان کی ابتدائی آیات میں فرمایا ہے۔

انا انزلنٰہ فی لیلۃ القدر ۝ وما ادرٰک ما لیلۃ القدر ۝ لیلۃ القدر خیر من الف شھر ۝ تنزل الملٰئکۃ والروح فیھا باذن ربھم من کل امر ۝ سلٰم ھی حتی مطلع الفجر ۝ ؎۱

بیشک ہم نے اسے شب قدر میں اتارا۔ اور تم نے کیا جانا، کیا شب قدر ۔ شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ اس میں فرشتے اور جبرئیل اترتے ہیں۔ اپنے رب کے حکم سے ہر کام کے لئے وہ سلامتی ہے صبح چمکنے تک

یہاں فرمایا جا رہا ہے کہ، ہم نے قرآن عزیز کو قدر کی رات میں نازل کیا۔ یہی بات سورہ بقر میں اور عموم کے ساتھ بیان ہوئی ہے

شھر رمضان الذی انزل فیہ القرآن ؎۲

ماہ رمضان وہ ہے جس کے اندر قرآن نازل کیا گیا

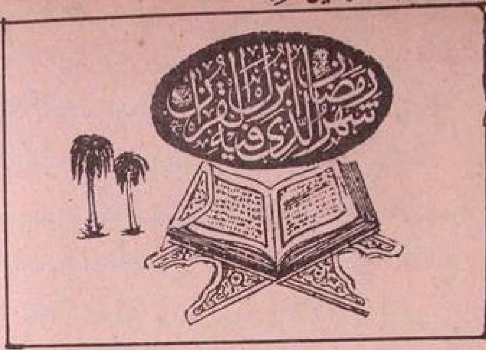
شب قدر کو سورہ دخان میں برکت والی رات سے تعبیر کیا گیا ہے

انا انزلنٰہ فی لیلۃ مبٰرکۃ ؎۳

ہم نے اس کو ایک برکت والی رات میں نازل کیا

مفسرین فرماتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے پورا قرآن مجید لیلۃ القدر میں اتار کر آسمان

؎۱ القدر ۱ تا ۵ — ؎۲ البقرہ - ۱۸۵ — ؎۳ الدخان - ۳



دنیا کے بیت العزۃ میں محفوظ کر دیا گیا۔ پھر ضرورت کے مطابق وقتاً فوقتاً حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ذریعہ ۲۳ سال کے عرصہ میں حضور اقدس سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کرتے رہے۔ سورۂ بقر آیت نمبر ۱۸۵ کی تفسیر میں آیا ہے کہ غار حرا میں پہلی وحی لے کر جب فرشتہ نازل ہوا تو وہ ماہ رمضان المبارک ہی کی رات تھی

قدر کے معنی تقدیر، عزت و منزلت، اور ایک معنی ضیق اور تنگی بھی ہے

۱۔ اول معنی کی توجیہ یہ کی گئی ہے کہ اس رات میں اللہ تعالیٰ ایک سال کے لئے بندوں کی حالت، حیات و اموات، رزق، اور آرام و تکالیف وغیرہ کی تقدیر فرشتوں کو عطا فرما دیتا ہے

اسی رات کو وہ کلام معجز نظام نازل ہوا۔ جس نے انسانی تقدیر کی کایا پلٹ کر رکھ دی۔ جس کی ضوفشانیوں سے شرق تا غرب نور علی نور ہو گیا

۲۔ دوسرے معنی کی توجیہ یہ ہے کہ یہ رات کوئی معمولی نہیں۔ بلکہ وہ عزت والی رات ہے جس سے اللہ کے کلام کا نزول شروع ہوا۔ جس نے انسانوں کو صحیح اقدار انسانی، حقوق اللہ اور حقوق العباد وغیرہ سے روشناس کر کے مکرم و معزز بنایا۔ وہ رات ایسی عزت و منزلت والی ہے کہ ایک شب کی شب بیداری ہزار مہینوں کی برکتوں اور رحمتوں سے فائق ہے۔ ساری رات فرشتوں کی آمد اور رحمتوں کی بوچھار ہوتی رہتی ہے

۳۔ تیسرے معنی کی توجیہ یہ ہے کہ اس رات فرشتگان رحمت کا نزول اس کثرت سے ہوتا ہے کہ زمین تنگ ہو جاتی ہے۔ (یہ قول امام خلیل نحوی سے منقول ہے)

اس رات کو اس کی عظمت و شرف کے وجہ سے لیلۃ القدر کا نام دیا گیا۔ (امام زہری) رب تعالیٰ نے اس رات کو لیلۃ القدر اس لئے فرمایا کہ خدا نے اس رات ایک قدر و منزلت والی کتاب، نہایت قدر و منزلت والے رسول پر قدر و منزلت والی امت کے لئے نازل فرمائی (علامہ قرطبی)

شان نزول

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کے سامنے قوم بنی اسرائیل کے ایک ایسے مرد صالح کا ذکر فرمایا جو جہاد فی سبیل اللہ کے لئے ہزار ماہ کمر بستہ رہا۔ اور اسلحہ جسم سے نہیں اتارا، صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے اس پر تعجب کیا۔ اور اس مرد صالح کی اطاعت

گزاری کے سامنے خود کو کم جانا اس پر رب تعالیٰ نے یہ سورۃ نازل فرمائی کہ ـــــــ

ـــــ تو ہم امت محمدیہ کو ایک ایسی رات دیتے ہیں۔ جو اس مرد صالح کے ہزار ماہ سے بہتر ہے ـــــــ (تفسیر ابن کثیر)

ابن جریر کی سند اس روایت میں اتنا اضافہ اور ہے کہ وہ مرد صالح دن میں جہاد اور رات میں عبادت کرتا تھا ـــــــ

ـــــ ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک دن بنی اسرائیل کے چار بزرگوں کا ذکر کیا۔ جنہوں نے اسّی سال تک رب تعالیٰ کی عبادت کی اور ایک بھی گناہ نہیں کیا اس پر یہ سورۃ نازل ہوئی ـــــــ

ـــ اس سلسلہ میں ایک کمزور روایت اور بھی ہے جسے علامہ ابن کثیر نے نقل کیا ہے ـــــــ

ـــــ سیدنا امام حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے جب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ، کے حق میں دست بردار ہو گئے اور خلافت کے سلسلہ میں امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے مصالحت کر کے مدینہ شریف لوٹے تو کسی نے ان سے کہا کہ آپ نے مسلمانوں کا منہ کالا کر دیا۔ یا اسی طرح کہا کہ اے مسلمانوں کو روسیاہ کرنے والے! یہ سن کر حضرت سیدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نے کہا، خدا تجھ پر رحم کرے، تو مجھے ملامت نہ کر۔ کیونکہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خواب میں دکھایا گیا کہ آپ کے منبر شریف پر بنو امیہ ہیں۔ حضور اقدس کو اس سے ناگواری ہوئی۔ اس پر سورۃ کوثر نازل ہوئی۔ جس میں آیا کہ ہم نے آپ کو شب عطا کی، اور جانتے ہیں شب قدر کیا ہے۔ وہ ہزار مہینوں سے بہتر ہے ـــــــ

ـــــ قاسم بن الفضل کا بیان ہیکہ ہم نے بنو امیہ کی بادشاہت کا حساب لگایا تو پورے ہزار ماہ رہی نہ ایک روز زیادہ نہ کم ـــــــ

(علامہ ترمذی اس حدیث کو غریب کہتے ہیں اور علامہ ابن کثیر نے اسے منکر لکھا ہے) ـــــــ

ـــــ خواہ یہ روایت اصول حدیث کے اعتبار سے اعتماد کی بلندیوں کو نہیں چھو پاتی تاہم تاریخی شواہد پر نظر کی جائے اور دیکھا جائے کہ واقعی بنو امیہ کا زمانہ اقتدار کتنے دنوں رہا۔ عام کتب تاریخ میں ہے کہ سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ، ۴۱ھ میں اپنی خلافت سے دستبردار ہوئے۔ مؤرخین کا اگر اس سلسلہ میں اختلاف ہے تو محض اتنا کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں آپ کی یہ دستبرداری ماہ ربیع الاول میں ہوئی یا ربیع الثانی میں یا جمادی الاولیٰ میں۔[1] اس کے بعد اموی امارت کا دور شروع ہوا جو آخری اموی امیر (خلیفہ) ابو الملک مروان بن محمد بن مروان الحکم جعدی تک رہا۔ مروان بن محمد جعدی ذوی الحجہ ۱۳۲ھ میں بنو عباس کے ہاتھوں مارا گیا۔ اور اموی دور کا اختتام ہوا اس طرح کل بانوے سال تک بنو امیہ کا اقتدار رہا۔ اور الف شہر (ہزار ماہ) تراسی سال پر چار مہینے زیادہ کرنے سے بنتے ہیں۔ اس مدت میں کم و بیش ۹ سال کا زمانہ ـــــــ

ایسا بھی ہے جب سیدنا عبداللہ ابن زبیر

[1] تاریخ الخلفاء للسیوطی ص - ۲۸۱

رضی اللہ عنہ، کی خلافت پر حرمین طیبین، اھواز اور عراق کے مسلمانوں نے اتفاق کر لیا تھا۔ اور ان کا دور سیدنا ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کے دور کی طرح عدل و انصاف کا دور کہلاتا ہے۔ بانوے ۹۲ سال میں سے اگر اس زمانہ کو خارج کر دیا جائے تو ہزار مہینے تک اقتدار بنی امیہ کی روایت کو بالکل جھٹلانا ممکن نہیں

علمار اسلام سلف سے خلف تک اس بات پر متفق ہیں کہ سیدنا حضرت امام حسن رضی اللہ تعالٰی عنہ تک خلافت نبوت رہی۔ اس کے بعد ملوکیت کا دور شروع ہوا۔ اور حضرت امیر معاویہ اس امت میں پہلے بادشاہ ہیں۔ ان کے بعد یزید پلید کے دور استبداد کا آغاز ہوا۔ اجتماعی طور پر اموی دور میں اہل بیت رسول پر زیادہ مظالم ہوئے۔ اگرچہ امویوں ہی میں سیدنا عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ بھی ہیں۔ مگر ان کا دو سالہ دور خلافت اموی مظالم دور کرنے حکومتی خامیوں کو درست کرنے ہی میں صرف ہو گیا ——— بہر حال خلافت راشدہ کے مقابلہ میں اموی دور دین کی حقیقی قدروں کو ضعیف کرنیوالا ——— اور اسلام کی قدر و منزلت کو گھٹانے والا تھا۔ اس لئے اس واقف ہو کر حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا اظہار کراہت ممکن ہے۔ اگر یہ روایت سنداً مضبوط نہ بھی ہو تو علمار متجرین خلافت امویہ کے بارے میں اس سورۂ مبارکہ کی آیت ——— خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ سے اشارات

پلتے ہیں۔ جو تاریخی حیثیت سے مستند بھی ہیں۔ اور اشارات میں نہایت وسعت ہے۔ اور دوسرے واقعات پر بھی ان کا انطباق ہو سکتا ہے[1] علمار نے تصریح فرمائی ہے کہ رمضان المبارک میں اعتکاف مسنون ہونے کی حکمت یہ بھی ہے کہ شب قدر کی برکات کا حصول یقین ہو جائے۔

سنن ابوداؤد کتاب الصیام میں ہے کہ حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ سے حضرت زر نے پوچھا کہ ابو منذر (کنیت حضرت ابی) مجھے شب قدر کے بارے میں بتایئے۔ کیونکہ جب ہمارے بزرگ سے پوچھا گیا کہ جو سارا سال قیام کرے (یعنی شب بھر مشغول عبادت رہے) وہ شب قدر کو پالے گا ———

حضرت ابی ابن کعب نے جواب دیا۔ حضرت ابو عبدالرحمٰن (عبداللہ ابن مسعود) رضی اللہ تعالٰی عنہ پر اللہ تعالٰی رحم فرمائے۔ وہ بخوبی جانتے ہیں کہ شب قدر رمضان المبارک میں ہے (مسدد کی روایت میں یہ بھی ہے)۔ لیکن انہوں نے ناپسند فرمایا کہ لوگ اسی پر بھروسہ کر کے بیٹھ رہیں۔ حالانکہ ان کے نزدیک شب قدر رمضان المبارک کی ستائیسویں شب ہے۔ حضرت زر کہتے ہیں کہ اے ابو منذر میں شب قدر کا ستائیسویں شب میں ہونا نشانی کے ساتھ جانتا ہوں جو ہمیں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بتائی ہے ———

حضرت ابی ابن کعب نے پوچھا نشانی کیا

---

[1] تفسیر ابن کثیر تحت سورہ قدر

ہے۔؟ تو انہوں نے فرمایا ــــــــ

تَطْلُعُ الشَّمْسُ صَبِيْحَةَ تِلْكَ اللَّيْلَةِ مِثْلَ الطَّسْتِ لَيْسَ لَهَا شُعَاعٌ حَتّٰى تَرْتَفِعَ [1]

اس رات کی صبح کو سورج تھالی کی طرح نکلتا ہے اور کچھ بلند ہونے تک اس میں شعاعیں نہیں ہوتیں

ــــــــ

سنن ابوداؤد میں حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما نے فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے شب قدر کے متعلق دریافت کیا گیا۔ اور میں سن رہا تھا تو آپ نے فرمایا ــــــــ

ــــ هِيَ فِي كُلِّ رَمَضَانَ [2] ــــــــ

یہ پورے رمضان میں ہے ــــــــ

امام ابوداؤد کہتے ہیں یہ حدیث پاک سفیان اور شعبہ (رضی اللہ تعالٰی عنہما) سے موقوفاً روایت ہے حضرت ابن عمر نے اسے مرفوع نہیں کیا ــــ

واضح رہے کہ کتب احادیث میں لیلۃ القدر کی تعیین کے بارے میں مختلف احادیث شریفہ موجود ہیں۔ کسی حدیث پاک سے پتہ چلتا ہے کہ وہ اکیسویں شب ہے۔ کسی سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ تیئسویں ہے کسی سے پتہ چلتا ہے کہ پچیسویں رات قدر کی رات ہے۔ اور کسی روایت سے ستائیسویں رات کا شب قدر ہونا معلوم ہوتا ہے۔ کوئی روایت عشرہ اخیرہ کی طاق راتوں کی نشاندہی کرتی ہے۔ ظاہر بات ہے کہ یہ سب اقوالِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) ایک ہی دن کے نہیں بلکہ مختلف سالوں اور الگ الگ اوقات کے ہیں ــــــــ

آیئے ہم ایک اور حدیث پاک تلاوت کریں اور اس کی روشنی میں علماء و فقہاء کرام کے اقوال سنیں ــــــــ

سنن ابوداؤد میں سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت موجود ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم رمضان المبارک کے درمیانی عشرے میں اعتکاف فرمایا کرتے۔ ایک سال آپ نے اعتکاف کیا تو اکیسویں رات ہوگی۔ جس رات کو آپ اعتکاف سے باہر تشریف لائے۔ فرمایا ــــــــ

من كان اعتكف معي فليعتكف العشر الاواخر وقد رأيت هذه الليلة ثم انسيتها [3]

جس نے میرے ساتھ اعتکاف کیا ہے تو وہ آخری عشرے کا بھی اعتکاف کرے۔ میں نے شب قدر دیکھی تھی پھر وہ مجھے بھلا دی گئی۔ اور میں نے دیکھا کہ اس کی صبح کو پانی اور کیچڑ میں سجدہ کر رہا ہوں۔ بس اسے آخری دس راتوں میں تلاش کرو۔ یعنی ان کی طاق راتوں میں۔ حضرت ابوسعید نے فرمایا کہ اس رات بارش ہوئی اور مسجد کی چھت ٹہنیوں کی تھی۔ لہذا وہ ٹپکی۔ میں نے اپنی دونوں آنکھوں سے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

[1] سنن ابوداؤد کتاب الصیام۔ باب فی لیلۃ القدر [2] سنن ابوداؤد باب فمن قال لیلۃ احدیٰ عشرین۔ یہ روایت کچھ اختلاف الفاظ کے ساتھ صحیحین میں بھی موجود ہے۔ بخاری کتاب فضل لیلۃ القدر۔ مسلم باب تحری لیلۃ القدر فی العشر الاواخر۔ (اللؤلؤ والمرجان فیما اتفق علیہ الشیخان ص۲۷۲ مطبوعہ کویت)

[3] سنن ابوداؤد کتاب الصیام۔ باب من قال ہی فی کل رمضان۔

کی پیشانی اور ناک پر پانی اور مٹی کے نشانات تھے
اس حدیث پاک میں رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف ارشاد فرمایا ہے کہ "وہ رات مجھے بھلادی گئی ہے"، اب مسلمانوں کو چاہئے کہ رمضان المبارک کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں سے اسے تلاش کریں۔ یہ متعین کرنا کہ ہر سال شب قدر ۲۷ ہی رمضان کو ہوتی ہے، مشکل ہے۔ چونکہ روایات مختلف ہیں۔ اس لئے شب قدر کے بارے میں بھی اختلاف ہے۔ ذخیرۂ احادیث نبوی سے شب قدر کی احادیث مبارکہ کا بنظر غائر مطالعہ فرمانے والے متبحرین علماء نے فرمایا ہے کہ آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے سنن مبارکہ سے چند باتیں ظاہر ہوتی ہیں ——

(۱) رمضان المبارک ہی کے مبارک مہینہ میں شب قدر ہوتی ہے کسی اور میں نہیں ——

(۲) شب قدر اس ماہِ مبارک کے آخری عشرہ میں ہوتی ہے ——

(۳) شب قدر رمضان المبارک عشرۂ اخیرہ کی طاق راتوں میں سے کوئی ایک ہوتی ہے۔

(۴) زیادہ تر رمضان المبارک کی ستائیسویں شب، شب قدر ہوتی ہے ——

یہ بھی اللہ تعالیٰ کی حکمتوں میں سے ایک حکمت ہے کہ اپنے پیارے حبیب سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شب قدر دکھائی اور پھر حضور اقدس سے اوجھل کر دی تاکہ اس عظیم اور برکت والی رات کی تلاش میں غلامان سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ سے زیادہ عبادت و ریاضت کا اہتمام کریں اور اس نعمت سرمدی کے حصول میں اپنی لگن، دلچسپی اور قدر دانی کا ثبوت دیں ——

لیلۃ القدر، ایک رات کو قرآن مقدس میں تراسی سال چار ماہ کی راتوں سے افضل فرمایا گیا۔ جس نے اس ایک رات کو عبادت و تسبیحات کے ذریعہ زندہ رکھا گویا وہ تراسی سال مشغول عبادت رہا۔ اور لفظ "خیر" جس افضلیت کا ذکر کر رہا ہے اس کی عظمت و وسعت خدا ہی جانے.... کتنے سالوں پر بھاری ہے۔؟ ——

بحضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم

بلغ العلیٰ بکمالہ
کشف الدجیٰ بجمالہ
حسنت جمیع خصالہ
صلوا علیہ وآلہ

علیہ الصلوٰۃ والسلام

کلام شیخ سعدی

اسلام میں عیادت کی اہمیت

سید قیصر خالد فردوسی
اشرفیہ مبارک پور

کمالِ خلقِ انسانی ہے معراجِ محبت ہے
طریقِ رحمتِ عالم مریضوں کی عیادت ہے

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے اور تاریخ کے اوراق شاہد ہیں کہ اسلام ہی وہ دین فطرت ہے جو امت مسلمہ کی کما حقہ کلی طور پر راہنمائی کرتا ہے شکم مادر سے لیکر زندگی کے آخری لمحات تک انسانی زندگی جتنے مراحل سے گذرتی ہے اسلام نے ان سب کے لئے مکمل احکام و اصول قواعد و ضوابط مرتب کیا ہے، بنی نوع انسان کا یہ فریضہ ہے کہ اسلام جن چیزوں کا حکم دیتا ہے تاحیات اس پر عمل پیرا ہیں اور اسلام جن چیزوں کی نفی کرتا ہے ان سے حتی الواسع اجتناب کریں، اسلام مکر و فریب، تفرقہ، بھید، عداوت، کذب چغلی، چوری، بددیانتی اور اسی طرح کی تمام بدترین عادتوں کی مذمت کرتا ہے۔ اور اخوت مساوات، باہمی تعلقات، اتحاد و اتفاق غرضیکہ تمام ایسی احسن چیزوں کی تعلیم دیتا ہے۔ اور ان کی مدح سرائی بھی کرتا ہے۔ اُن ہی خصلتوں اور عادتوں میں ایک عمدہ ترین عادت "عیادت" ہے جس کا معنی بیماری کی مزاج پرسی کرنا ہے۔

عیادت کی اہمیت و افادیت کے متعلق متعدد احادیث کریمہ ہیں۔ چند احادیث کے مقدس الفاظ پیش خدمت ہیں

عَنْ انسٍ قَالَ قَالَ رسولُ اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالےٰ علیہ وسلم من توضا فاحسن الوضوء واعاد اخاہُ المسلم محتسبًا یوعد من جھنم سیرۃ ستین خریفاً (احمد)

حضرت انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے کہا کہ نبیٔ آخرالزماں صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے اچھا وضو کیا اور محض ثواب حاصل کرنے کی غرض سے اپنے مسلمان بھائی کی عیادت کی تو اس کو ساٹھ برس کی مسافت کے فاصلے پر دوزخ سے دور کر دیا جاتا ہے

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ عَادَ مَرِیْضًا

نَادٰى مُنَادٍ مِّنَ السَّمَاءِ طِبْتَ وَطَابَ مَمْشَاكَ وَتَبَوَّأْتَ مِنَ الْجَنَّةِ مَنْزِلًا ۔

(ابن ماجہ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا کہ جو شخص بیمار کی عیادت کو جاتا ہے تو آسمان سے ایک منادی ندا کرتا ہے کہ تو اچھا ہے اور تیرا چلنا اچھا، اور جنت کی ایک منزل کو تو نے (اپنا) ٹھکانا بنالیا ۔

عن جابرٍ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من عاد امرءً مریضًا لم یزل یخوض الرحمۃ حتی یجلس فاذا جلس اغتمس فیہا (احمد، مالک)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ جو شخص مریض کی عیادت کو جاتا ہے تو وہ رحمت کے دریا میں غوطہ زن رہتا ہے جب تک کہ بیٹھ نہیں جاتا اور جب بیٹھ جاتا ہے تو غرق دریائے رحمت ہو جاتا ہے ۔ عن علی قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ما من مسلم یعود غدوۃً الا صلی علیہ سبعون الف ملک حتی یصبح وکان لہ خریف فی الجنۃ

(ابو داؤد)

شیر خدا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جب کوئی مسلمان اپنے مسلمان بھائی کی صبح کے وقت عیادت کرتا ہے تو شام تک ستر ہزار فرشتے اس کے لئے رحمت و مغفرت کی دعا کرتے ہیں اور جو شام کے وقت عیادت کرتا ہے اس کے لئے ستر ہزار فرشتے صبح تک دعائے مغفرت کرتے ہیں اور اس کے لئے جنت میں ایک باغ ہے ۔

جہاں احادیث مقدسہ میں عیادت کی اہمیت وافادیت بیان کی گئی ہے وہیں عیادت کرنے کی ترکیب اور طریقہ کو بھی کیا حسین انداز میں بیان کیا گیا ہے

ملاحظہ فرمائیں

عن سعید بن المسیب مرسلاً قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم افضل العیادۃ سرعۃ القیام (مشکوٰۃ شریف)

حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرسلاً منقول ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بہترین عیادت یہ ہے کہ مزاج پرسی کے بعد فوراً اٹھ جائے ۔

عن ابی سعید قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا دخلتم علی المریض فنفسوا لہ فی اجلہ فان ذالک لا یرد شیئًا ویطیب بنفسہ (ترمذی، ابن ماجہ)

حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ مصطفیٰ جان رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم بیمار کی مزاج پرسی کو جاؤ تو موت کے بارے میں اس کا رنج و غم دور کرو اگرچہ اس سے اس کی موت کا وقت نہیں ٹل سکتا لیکن اس کا دل خوش ہو جائے گا

بقیہ صفحہ ۴۹ پر

عمارت ہی کا نام مسجد نہیں ہے

بلکہ

وہ زمین بھی مسجد ہے جسے مسجد کیلئے وقف کردیا گیا ہو

از:۔ ارشد القادری، صدر کل ہند مسلم پرسنل لا کانفرنس

بابری مسجد کو دوسری جگہ منتقل کرنے کی پیشکش سب سے پہلے ایڈوانی صاحب نے کی تھی۔ جسے مسلمانوں نے مسترد کر دیا۔ لیکن اب پرنس انجم قدر اور حامد صاحب سابق وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی علیگڑھ اس مطالبے کی پرزور وکالت فرما رہے ہیں۔ اپنی رائے کو اگر ذاتی رائے کی حد تک یہ لوگ محدود رکھتے تو ہم یہ سوچ کر صبر کر لیتے کہ بی جے پی کے خیمے میں چند نقوی اور پہونچ گئے۔ لیکن ناپاک جسارت کی انتہا یہ ہے کہ اپنی ذاتی رائے کو وہ لوگ اس دعوے کے ساتھ پیش کر رہے ہیں جیسے اسلامی شریعت کے مضبوط دلائل اس کی پشت پر ہیں

عقل و نقل کی جن غلط بنیادوں پر ان حضرات نے یہ رائے قائم کی ہے میں ضروری سمجھتا ہوں کہ شرعی دلائل کی روشنی میں ان کی رائے غلط واضح کر دی جائے تاکہ دوسرے مسلمانوں کو فکری گمراہی میں مبتلا ہونے سے بچایا جا سکے۔ پورے جذبۂ انصاف و ایمان کے ذیل کی بحث پڑھئے

۱۔ اس مسئلے میں سب سے بڑی غلط فہمی انہیں یہ ہوئی کہ صرف عمارت کو وہ مسجد یا خدا کا گھر سمجھ رہے ہیں اور جس موقوفہ زمین پر وہ عمارت کھڑی ہے وہ مسجد نہیں ہے۔ اگر یہ لوگ زمین کو بھی مسجد سمجھتے تو ہرگز ایڈوانی کی رائے سے اتفاق نہیں کرتے

اب اس دعوے کے ثبوت میں کہ مسجد کی زمین پر بھی مسجد یا خانۂ خدا کا اطلاق ہوتا ہے میں قرآن کریم کی ایک بہت مضبوط دلیل پیش کر رہا ہوں۔ مجھے امید ہے کہ یہ حضرات قرآن حکیم کے سامنے اپنا سر تسلیم خم کر دیں گے۔ کیونکہ قرآن کو سنی مسلمان بھی مانتے ہیں اور شیعہ حضرات بھی اس پر ایمان لانے کے مدعی ہیں۔

بخاری شریف جلد دوم کتاب الانبیاء میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالے عنہ کی روایت سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہ واقعہ بیان کیا گیا ہے

کہ وہ خدا کے حکم پر اپنا چھوٹا سا کنبہ جو ان کی بیوی حضرت ہاجرہ اور شیر خوار صاحبزادے حضرت اسماعیل پر مشتمل تھا۔ اپنے ساتھ لے کر مکے کی وادی میں تشریف لائے اور خدا کے گھر کے سامنے انہیں اتار کر واپس جانے لگے۔ واپس جاتے وقت حضرت ہاجرہ نے کہا کہ اس سنسان وادی میں جہاں نہ کوئی ہم جنس ہے اور نہ کوئی کھانے پینے کی چیز ہے۔ آپ ہمیں تنہا چھوڑ کر کہاں جا رہے ہیں۔ کئی بار کی تکرار کے بعد جب انہوں نے کوئی جواب نہیں دیا تو حضرت ہاجرہ نے دریافت کیا اللہ امرک بھذا کیا اللہ نے آپ کو ایسا کرنے کا حکم دیا ہے۔ تو انہوں نے جواب دیا کہ ہاں میں اللہ ہی کے حکم پر ایسا کر رہا ہوں۔ اس پر حضرت ہاجرہ نے اطمینان کا سانس لیتے ہوئے کہا کہ اب آپ جایئے اللہ ہمیں ضائع نہیں کرے گا

اس کے بعد وہ واپس لوٹ گئے۔ تھوڑی دور جا کر وہ ایک پہاڑ کے اوٹ میں کھڑے ہو گئے۔ بخاری شریف میں ان کے کھڑے ہونے کی کیفیت ان لفظوں میں بیان کی گئی ہے

استقبل بوجهه البيت ثم دعا بهذه الدعوات ورفع يديه

یعنی خدا کے گھر کی طرف انہوں نے رخ کیا اور ہاتھ اٹھا کر یہ دعا کی

اے میرے پروردگار میں اپنا چھوٹا سا کنبہ تیرے گھر کے قریب بے آب و گیاہ وادی میں بسا رہا ہوں تاکہ یہ نماز قائم کریں۔ تو لوگوں کے دلوں کو ان کی طرف پھیر دے اور انہیں پھلوں کا رزق عطا کر تاکہ یہ تیرا شکر ادا کریں

(سورۂ ابراہیم رکوع ۵)

دعا کے ان الفاظ میں میرا نقطۂ استدلال یہ ہے کہ قرآن کریم نے افتادہ زمین پر خدا کے گھر کا اطلاق کیا ہے۔ جب کہ وہ ایک کھلی زمین تھی جہاں حضرت آدم علیہ السلام نے کعبے بنیاد رکھی تھی۔ وہاں کوئی عمارت نہیں تھی یہاں تک کہ بنیادوں کے نشانات بھی باقی نہیں تھے۔ جیسا کہ فتح الباری شرح بخاری کی جلد ششم کے ص ۲۸۲ لغایتہ ص ۲۹۲ پر خانۂ کعبہ کی تاریخ بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ طوفان نوح کے موقعہ پر خانۂ کعبہ

کی بنیادوں کے نشانات بالکل مٹ گئے — یہاں تک کہ صدیوں کے بعد جب ابراہیم علیہ السلام نے خانۂ کعبہ کی تعمیر جدید کا ارادہ کیا تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آکر بنیادوں کی نشاندہی فرمائی ان کی تعمیر میں چھت نہیں تھی صرف چاروں طرف سے دیواریں تھیں۔ اس دعوے پر کہ مسجد کی افتادہ زمین بھی مسجد یا خانۂ خدا ہے۔ یہ میری پہلی دلیل ہے۔ اب دوسری دلیل ملاحظہ فرمائیے —

— بخاری شریف اور سیرت ابن ہشام کی روایت کے مطابق حضور اکرم سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل قریش نے خانہ کعبہ کی تعمیر جدید کی۔ اسی موقعہ پر حجر اسود کے نصب کرنے کے سوال پر قبائل کے درمیان زبردست جھگڑا کھڑا ہوگیا تھا جسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حکمت پیغمبرانہ سے حل کر دیا۔ اور عرب کو خونریزی سے بچا لیا۔ خانہ کعبہ کی تعمیر میں چونکہ پاک اور حلال پیسے کی شرط لگا دی گئی تھی اس لئے چندے کی وصولی بہت کم ہوئی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سامان تعمیر کی قلت کی وجہ سے حطیم کی طرف کا حصہ عمارت میں شامل نہیں ہو اسکا۔ لیکن حطیم کی زمین چونکہ بنیاد اول میں خانۂ کعبہ ہی کا حصہ تھا اس لئے قریش نے قوس کی شکل میں وہاں تین چار فٹ اونچی ایک دیوار کھڑی تاکہ کعبے کے طواف میں اسے بھی شامل کر لیا جائے۔ جیسا کہ آج بھی وہ کھلا ہوا حصہ کعبے کی موجودہ عمارت سے باہر ہے لیکن طواف کرنے والے اس کا بھی صرف اس بنیاد پر طواف کرتے ہیں کہ وہ حصہ بھی خدا کا گھر ہے

— ان دونوں دلیلوں سے یہ بات اچھی طرح واضح ہو گئی کہ مسجد کی افتادہ زمین بھی مسجد اور خانہ خدا ہے۔ اب انجم قدر صاحب مسجد کی زمین کو اگر تحت الثری تک مسجد نہیں سمجھتے جیسا کہ کئی جگہ انہوں نے اپنی خیال کا اظہار کیا ہے۔ تو موصوف ہی شرعی دلائل کی روشنی میں اس کی گہرائی کی حد متعین کر دیں۔

— اسی کے ساتھ اس سوال کا بھی معقول جواب دیں کہ جس طرح مسجد کی چھت کے اوپر تہائی کئی منزلہ عمارت بھی مسجد ہی کہلاتا ہے۔ اس طرح اگر ضرورت کے تحت مسجد کی زمین کے نیچے سرنگ کھود کر اگر تہہ خانے کی صورت میں مسجد کے لئے عمارت بنائی جائے تو اسے وہ مسجد تسلیم کریں گے یا نہیں۔ اگر کریں گے تو کس بنیاد پر دلیل شرعی سے اس کی وضاحت فرمائیں۔

— نیز ملکیت زمین کے قانون کی روشنی میں اس سوال کا جواب دیں کہ اگر کوئی شخص اپنی مملوکہ زمین میں ہزار پانچ سو فٹ گہرا کنواں کھدوانا چاہتا ہے تو کیا اسے سابق مالک زمین سے نیچے کا حصہ دوبارہ خریدنا پڑے گا۔ اگر قانوناً اس کی ضرورت نہیں ہے تو ثابت ہوا کہ ملکیت کا حق سطح زمین سے گہرائی تک ہے۔ اسی بنیاد پر کہنے دیا جائے کہ بابری مسجد کی منتقل کے بعد بھی خدا کی ملکیت کا تعلق نہ سطح زمین سے ختم ہوگا اور نہ اس کے نیچے کے حصے سے۔

إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنتُمْ تُوعَدُونَ

۲۔ بابری مسجد کو کسی دوسری جگہ منتقل کرنے کے سوال پر یہ حضرات یہ دلیل بھی نہایت شد و مد کے ساتھ پیش کرتے ہیں کہ بابری مسجد کی زمین ہندوؤں کے حوالہ کر دینے کے بعد مسجد مندر کا جھگڑا ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائے گا ان حضرات کی سمجھداری پر مجھے سخت حیرت ہے کہ جھگڑوں کا سلسلہ شروع ہونے کو وہ ختم ہونے سے تعبیر کر رہے ہیں ـــــــ

آج بابری مسجد کی موجودہ عمارت صرف اس وجہ سے محفوظ ہے کہ عمارت کی منتقلی کو مسلمان خلاف شریعت سمجھتے ہیں۔ اور اسے مسجد کی بے حرمتی بھی قرار دیتے ہیں اور وقف اللہ میں ناجائز مداخلت بھی۔ لیکن جس دن مسلمان یہ کہہ کر مسجد کی منتقل کی اجازت دیدیں گے کہ ہماری شریعت بھی اس کی اجازت دیتی ہے تو بتایا جائے کہ ملک کی ہزاروں مسجدوں کی منتقل کو مستقبل میں کس بنیاد پر بچایا جا سکے گا ـــــــ

بی جے پی اور ہندو وشو پریشد کی طرف سے تین مسجدوں کا مطالبہ تو سرِ ورق پر ہے۔ اس کے بعد کتنی مسجدوں کی منتقلی کا سوال کھڑا ہو جائے گا اس کا اندازہ کون لگا

پھر رد و بدل کا یہ معاملہ صرف مسجدوں تک ہی محدود نہیں رہے گا۔ بلکہ قبرستانوں، درگاہوں مزاروں اور اوقاف کی ساری زمینوں میں ناجائز مداخلت کا دروازہ کھل جائے گا ـــــــ

خاص طور پر ملک کی وہ ساری مسجدیں جو شہروں کے اہم مقامات پر بنی ہوئی ہیں انہیں اپنی اپنی جگہوں سے منتقل کرانے کے لئے حکومتوں کو بھی اور فرقہ پرست جماعتوں کو بھی مسلمانوں کے طرف سے ایک بہترین سند ہاتھ آ جائے گی ـــــــ ہمارے لئے ہندوستان میں تاریخ کا وہ سیاہ ترین دن ہوگا جب ہمارے ہی تلوار سے ہماری عظمت رفتہ کی بے شمار یادگاروں، اور ہماری علمی تہذیبی اور مذہبی جد و جہد کی ان گنت علامتوں کو قتل کر دیا جائے گا اور ہم شکوہ بھی نہیں کر سکیں گے ـــــــ

ہم اپنے نادان دوستوں یا دانا دشمنوں سے گزارش کریں گے کہ وہ اغیار سے ساز باز کر کے ہمارے ملی وجود کے لئے خطرہ نہ بنیں ـــــــ باقی آئندہ

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

اعتکاف اسلام میں

از: بدر القادری — اسلامک اکیڈمی، ہالینڈ

اعتکاف مسلمانوں کے ایک روح پرور عبادت کا نام ہے۔ شرائع ماسبق میں بھی یہ عبادت موجود تھی۔ گوشۂ عافیت میں چھپ کر اپنے خالق و مالک کی یاد سے روحانیت کو ترقی دینے اور انسانیت کو زیر کرنے کے لئے یہ عبادت نسخۂ کیمیائی ہے۔

اعتکاف کی تعریف

علامہ امام راغب الاصفہانی اعتکاف کی تعریف میں فرماتے ہیں۔

ھو الاحتباس فی المسجد علیٰ سبیل القوبت

اعتکاف عبادت کی نیت سے ٹھہرنے کو کہتے ہیں۔

اعتکاف اور کتاب اللہ

اعتکاف کا مادہ عکف ہے۔

قرآن مجید میں یہ لفظ نو ۹ مقامات پر استعمال ہوا ہے۔ سورۂ بقر آیت نمبر ۱۲۵ میں ہے

وعھدنا الی ابراھیم و اسمٰعیل ان طھرا بیتی للطائفین والعاکفین والرکع السجود[1]

اور ہم نے ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام کو تاکید کی کہ میرا گھر خوب صاف ستھرا رکھنا۔ طواف کرنے والوں، اعتکاف کرنے والوں اور رکوع و سجود کرنے والوں کے لئے۔

اس سورہ آیت نمبر ۱۸۷ میں اعتکاف کے احترام کی تعلیم دی گئی ہے۔ اور اس عالم میں مباشرت سے باز رہنے کا حکم آیا ہے۔ اس کے بعد یہ بھی جتادیا گیا ہے کہ یہ اللہ کی حد ہے اسے توڑنے کی گستاخی نہ کرنا۔

[1] البقرہ - ۱۲۵

وَلَا تُبَاشِرُوهُنَّ وَأَنتُمْ عَاكِفُونَ فِي الْمَسَاجِدِ ۲
اور نہ مباشرت کرو ان سے جب کہ تم اعتکاف میں بیٹھے ہو مسجدوں میں۔

سورۂ اعراف آیت نمبر ۱۳۸ میں بنی اسرائیل کا واقعہ بیان ہوا ہے جب وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہمراہ دریا میں راستہ پاکر صحیح وسالم پار اتر گئے تو انہوں نے وہاں ایک قوم کو دیکھا جو اپنے بتوں کے آگے آسن جمائے ہوئے معتکف تھی۔

وَجَاوَزْنَا بِبَنِي إِسْرَائِيلَ الْبَحْرَ فَأَتَوْا عَلَىٰ قَوْمٍ يَعْكُفُونَ عَلَىٰ أَصْنَامٍ لَّهُمْ ۳

اسی طرح سورۂ طٰہٰ کی آیت نمبر ۹۱ میں سامری کے گرد سالے پر آسن جمائے ہوئے بنی اسرائیلوں کا ذکر ہے۔ ۴

جو موسیٰ علیہ السلام کے کوہ طور پر تشریف لے جانے کے بعد حضرت ہارون علیہ السلام کے نافرمان ہوکر بچھڑے کی پوجا کرنے لگے تھے۔ اور اسی سورہ کی آیت نمبر ۹۷ میں سامری کے آسن مارنے کو موسیٰ علیہ السلام نے اس کے لئے فضول، موجب عذاب، اور کھلا شرک بتایا ہے۔ اور اسی کے سبب اسے دنیا و آخرت کے عذاب کی خبر سنائی۔ ۵

سورۂ انبیاء آیت نمبر ۵۲ میں سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ ذکر ہوا ہے۔ جب انہوں نے بت تراش آذر اور قوم سے فرمایا، یہ مورتیں کیا ہیں جن کے آگے تم آسن مارے ہوئے ہو۔

مَا هَٰذِهِ التَّمَاثِيلُ الَّتِي أَنتُمْ لَهَا عَاكِفُونَ ۶

یہی بیان سورہ الشعراء آیت نمبر ۹۷ سے شروع ہوا ہے۔ سیدنا خلیل اللہ کے پوچھنے پر آذر اور دوسرے لوگوں نے جواب دیا ہم بتوں کو پوجتے ہیں۔ پھر ان کے آگے آسن مارے رہتے ہیں ۷

نَعْبُدُ أَصْنَامًا فَنَظَلُّ لَهَا عَاكِفِينَ

سورۂ حج آیت نمبر ۲۵ میں مسجد حرام کی عمومیت اور تمام مسلمانان عالم کے لئے اس میں ایک سا حق ہونا بتایا گیا ہے۔ خواہ وہاں کے رہنے والے ہوں یا پردیسی ۸

جَعَلْنَاهُ لِلنَّاسِ سَوَاءً الْعَاكِفُ فِيهِ وَالْبَادِ ۸

سورہ فتح آیت نمبر ۲۵ میں مشرکین مکہ کی سرکشی اور خودسری کا ذکر ہے کہ انہوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کو مسجد حرام میں آنے اور قربانی کے جانور مقام ذبح تک لانے سے روکا۔

هُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْهَدْيَ مَعْكُوفًا أَن يَبْلُغَ مَحِلَّهُ ۹

اعتکاف اور احادیث مبارکہ

ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ

۲ البقرہ ۱۸۷ ۳ الاعراف ۱۳۸ ۴ طٰہٰ ۹۱ ۵ ایضاً ۹۷ ۶ الشعراء ۷۱ ۷ انبیاء ۵۲ ۸ الحج ۲۵ ۹ فتح ۲۵



رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے۔

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یعتکف العشر الاواخر من رمضان حتی توفاہ اللہ ثم اعتکف ازواجہ من بعدہ ۱؎

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری عشرے کا اعتکاف کیا کرتے تھے، حتی کہ آپ خدا کو پیارے ہو گئے۔ پھر آپ کے بعد آپ کی بیبیاں اعتکاف کرتیں۔

ابوداؤد ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں۔ فرماتی ہیں

السنۃ علی المعتکف ان لا یعود مریضا ولا یشہد جنازۃ ولا یمس امراۃ ولا یباشرھا ولا یخرج لحاجۃ الا لما لا بد منہ ولا اعتکاف الا بصوم ولا اعتکاف الا فی مسجد جامع ۲؎

سنت رسول سے ثابت ہے کہ معتکف نہ مریض کی عیادت کو جائے، نہ جنازہ میں حاضر ہو، نہ عورت کو ہاتھ لگائے، نہ اس سے مباشرت کرے، نہ کسی کام کے لئے نکلے مگر اس کام کے لئے جا سکتا ہے جو نہایت ضروری ہو۔ اور اعتکاف بغیر روزے کے نہیں۔ اور اعتکاف جماعت والی مسجد میں کرے۔

صحابہ یا صحابیات رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں سے جب کوئی یہ فرمائے کہ "سنت" یہ ہے تو اس کا مطلب یہ لیا جاتا ہے کہ یہ چیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت شدہ ہے۔ اس کا حکم حدیث مرفوع کا حکم ہوتا ہے

لہذا ام المؤمنین رضی اللہ عنہا سے جب فرمایا کہ اعتکاف کے معاملہ میں سنت یہ ہے تو پتہ چلا کہ اس عبادت کے سلسلہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد یا طرز عمل سے یہی چیزیں مشروع ہیں۔

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعتکف العشر الاواخر من رمضان

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے

۱؎ بخاری ج ۱ ص ۲۷۱۔

۲؎ ابوداؤد ج ۱ ص ۳۴۲۔

آخری دس دنوں میں اعتکاف کرتے تھے۔

ـــــ ترمذی وابوداؤد حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا ـــــ

کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعتکف فی العشر الاواخر من رمضان ولم یعتکف عاماً فلما کان العام المقبل اعتکف عشرین [۳] ـــــ

ـــــ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف فرمایا کرتے تھے۔ اور ایک سال اعتکاف نہیں فرمایا تو دوسرے سال بیس دن اعتکاف فرمایا۔

ـــــ سنن نسائی اور سنن ابوداؤد میں حضرت ابی ابن کعب کی روایت میں ہے کہ ایک سال سفر درپیش ہو جانے کے باعث حضور نے اعتکاف نہیں کیا تو دوسرے سال بیس دن اعتکاف فرمایا ـــــ

ـــــ حضرت سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ فرماتے ہیں ـــــ

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا اعتکف طرح لہ فراشہ اولیوضع لہ سریرہ وراء اسطوانۃ التوبۃ، رواہ ابن ماجۃ [۴] ـــــ

ـــــ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب اعتکاف کرتے تھے تو آپ کے لئے بستر بچھا دیا جاتا تھا۔ یا ستون توبہ کے پیچھے آپ کا تخت ڈال دیا جاتا تھا ـــــ

ـــــ دیلمی مسند فردوس میں حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بسند ضعیف راوی ہیں ـــــ

من اعتکف ایماناً واحتساباً غفر لہ ما تقدم ذنبہ [۵] ـــــ

ـــــ جس نے ایمان واحتساب کے ساتھ اعتکاف کیا اس کے پچھلے گناہ معاف ہوئے ـــــ

شیخ عبد الحق محقق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ـــــ

ـــــ ظاہر مذہب حنفیہ میں اعتکاف سنت مؤکدہ ہے اس لئے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمیشہ اعتکاف فرمایا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ اس دنیا سے تشریف لے گئے [۶]

معتکف کیا کرے

لا یتکلم الا بخیر ویلازم التلاوۃ والحدیث والعلم ودرسیۃ وسیر النبی صلی اللہ علیہ وسلم والانبیاء علیہم السلام واخبار الصالحین کذا فی الفتح القدیر [۷]

بات کرے تو بھلی بات کرے، تلاوت قرآن حدیث اور علم میں مشغول رہے، درس دے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور انبیاء علیہم السلام کی سیرت پڑھئے۔ نیز صالحوں کی زندگیوں کا مطالعہ کرے

ـــــ

[۳] ترمذی ابوداؤد۔ [۴] نیل الاوطار ج ۴ ص ۱۴۸ [۵] کنز العمال ج ۴ ص ۳۱۲ [۶] اشعۃ اللمعات ج ۲ ص ۱۱۸
[۷] فتاوی الہندیہ طبع مصر ج ۱ ص ۱۹۸

سیرتِ رسول اکرم اور اعتکاف

مسلمانانِ عالم کے لئے یہی از بس ہے کہ رسول خاتم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اعتکاف کا خود اہتمام فرمایا ہے۔ قرآن مجید نازل ہونے سے پہلے بھی آپ کو خدا کی یاد کرنے کے لئے گوشہ نشینی نہایت محبوب تھی۔ ذکر و فکر کے لئے دنیا سے ایک سو ہو بیٹھنا آپ کو بہت پسند تھا۔ آپ کئی کئی ماہ تک غارِ حرا میں خلوت گزیں ہو کر یادِ الٰہی سے لذت یاب ہوا کرتے تھے ـــــ دراصل روحانی سربلندی اور با خدا ہونے کے لئے دنیائے عوائق سے یک گونہ..... منقطع ہونا ضروری ہے۔ اور اعتکاف اس کی مسنون مثال ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم غار حرا میں معتکف تھے۔ اسی دوران آپ پر پہلی وحی کا نزول ہوا۔ اور حضرت سیدنا جبرئیل علیہ السلام سورۂ اقرأ کی ابتدائی آیات لے کر آئے

بیہقی اور ابن اسحاق کی روایات کے حوالے سے فتح الباری میں ہے کہ پہلی وحی نازل ہوئی تو وہ رمضان المبارک کا مہینہ اور اس کا آخری عشرہ تھا۔ اور شب قدر تھی۔ اعتکاف کے لئے رمضان المبارک اور اس کا آخری عشرہ اس مناسبت سے بھی مسلمانوں کے لئے منتخب ہوا

روح کی تربیت اور آلائش حیات سے اس کو پاکیزہ کرنے کا مبارک ترین موسم رحمت رمضان المبارک ہے۔ روزہ کے ذریعہ رب تعالیٰ ہمارے گندے اعمال ناموں کو صفائی اور لطافت عطا فرماتا ہے۔ بہیمی صفات کو مغلوب کر کے روح کی ملکومیت کو اجاگر فرماتا ہے۔ نفسانی مجاہدہ کا یہ کورس تو سال بھر میں ایک ماہ رب قدیر کی طرف سے ہر مسلمان کے لئے لازم اور ضروری ہے۔ روزہ انسان کو خوراک، غذا اور جماع کی لذت اندوزی سے باز رکھ کر روح کو جلا بخشنے کا بہترین قدرتی نظام ہے۔ اس اہم عبادت نے اہل ایمان کو حیوانی خصائل کو ملکوتی بندھن میں رکھنے کی نہایت نفیس اسکیم عطا کی ہے۔ اس کے بعد بندے کی روحانی ترقی۔ تو روزہ کی تربیت اور تزکیہ کے بعد مقصد تک لے جاتی ہے ـــــ اور خدا رسی کے قریب لاتی ہے وہ ہے گوشہ نشینی کی وہ عبادت ہے جسے اعتکاف کہتے ہیں

اعتکاف رب تعالیٰ کے اخص الخواص بندوں کی عبادت ہے۔ ہر مسجد میں بستی کا ایک مسلمان بھی معتکف ہو جاتا ہے تو سب کی ذمہ داریاں ساقط ہو جاتی ہیں ـــ اور اگر کوئی اعتکاف میں نہ بیٹھے تو سب ماخوذ ہوتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ چند خاص لوگوں کے باعث عام لوگوں پر بھی رب تعالیٰ کرم فرماتا ہے۔ اس اہم عبادت کے لئے وقت کا اہم ترین حصہ بھی خاص کیا گیا۔ اس طرح عبادت گذاری کا کیف اور نشہ ہو جاتا ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہر سال رمضان المبارک میں اعتکاف تو فرماتے ہی تھے۔ جس سال آپ کا وصال ہونے والا تھا۔ اس سال کے رمضان میں آپ نے بیس دن کا اعتکاف فرمایا۔ گویا حضور لقاء ربانی اور رفیق اعلیٰ سے وصال کے اشتیاق میں دنیا سے انقطاع کو زیادہ پسند فرما رہے تھے۔ حجۃ الاسلام امام غزالی کیمیائے سعادت میں لکھتے ہیں

حضور کی سنتوں میں سے مسجد میں اعتکاف کرنا بھی ہے۔ خصوصًا (رمضان کی) آخری دس راتوں میں کہ لیلۃ القدر انہیں راتوں میں ہوتی ہے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ان دس راتوں کے دوران سونا ترک کر دیتے تھے اور عبادت کے لئے کمر بستہ ہو جاتے تھے۔ آپ اور آپ کے اہل عبادت سے دم بھر آرام نہ کرتے تھے اور لیلۃ القدر رمضان شریف کی اکیسویں، تیئسویں، پچیسویں یا ستائیسویں راتوں میں سے ایک رات ہوتی ہے اور زیادہ تر امکان ستائیسویں رات ہے تاہم بہتر یہی ہے کہ اعتکاف ان دس راتوں کے دوران مسلسل جاری رہے۔[۱]

ناکردہ نیکیوں کا ثواب

یہ رب تعالٰی کا کتنا عظیم احسان و کرم ہے کہ کچھ عبادتیں جو بندہ نہیں کرتا، بعض عبادات ایسی بھی ہیں ــــ جن کی مشغولیت ناکردہ عبادات و حسنات کے ثواب بھی سمیٹ لاتی ہیں۔ ان ہی عبادت میں سے ایک عبادت اعتکاف بھی ہے

معتکف بیماروں کی عیادت و خدمت بیوی بچوں کی داشت و برداخت، غربا ر یتامیٰ اور حاجت مندوں کی حاجت روائی جنازہ کی شرکت وغیرہ ثواب سے بھرپور کاموں کو نہیں کر پاتا ــــ مگر ان سب نیک کاموں سے دور رہ کر بھی گوشۂ مسجد میں اس کی محبوسی خداوند تعالٰی کو ایسی پسند ہے کہ ان سب کاموں کا ثواب اس کے نامۂ اعمال میں درج فرماتا ہے

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے معتکف کے بارے میں ارشاد فرمایا۔

ھو یعتکف الذنوب ویجری لہ من الحسنات کعامل الحسنات کلھا[۲]

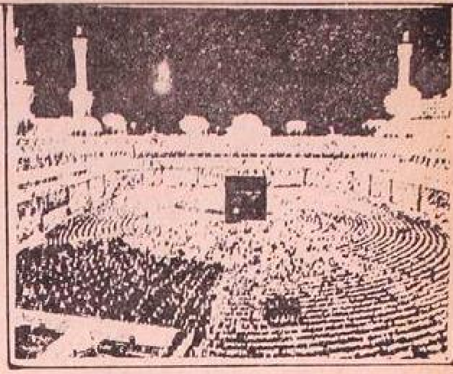
وہ گناہوں سے بچا رہتا ہے۔ اور اس کا نیکیوں کا حساب ساری نیکیاں کرنے والے کی طرح جاری رہتا ہے

احتیاط

روزے اور اعتکاف کے احکام بیان فرمانے کے بعد رب تعالٰی فرماتا ہے

۱ کیمیائے سعادت للغزالی ص ۹۶ر

۲ رواہ ابن ماجۃ



تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰہِ فَلَا تَقْرَبُوْهَا (بقرہ ۱۸۷)
یہ اللہ کی باندھی ہوئی حدیں ہیں ان کے قریب نہ جانا

احکاماتِ الٰہیہ اور فرامین خداوندی کی خلاف ورزی دین و دنیا دونوں عالم کے لئے تباہ کن اور مہلک ہیں۔ رب تعالیٰ نے حلال وحرام صاف صاف بیان کر دیئے ہیں اور اپنے پیارے رسول سیدنا محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے دینداری اور بے دینی، اسلام و ایمان اور کفر و شرک عبادات و اوامر اور بغاوت و نواہی کو کھول کھول کر واضح فرما دیا ہے۔ اب جن کاموں میں لگنے کا حکم دیا ہے ان سے مناسبت و موافقت کو بھی پسند کیا ہے اور جن باتوں سے باز رہنے کو فرمایا اس کی نزدیکی کو بھی محبوب گردانا ہے۔ کیونکہ جس مقام سے معصیت کی حد شروع ہوتی ہے اس کے آخری کناروں پر گھومتے رہنے والا حدوں توڑ بھی سکتا ہے۔ اس لئے آیتِ بالا میں مناہی میں صرف جا گرنے سے انہیں روکا گیا۔ بلکہ اس کی نزدیکی اور قربت سے بھی منع فرمایا گیا

اس کی تشریح اس فرمانِ رسول سے ہوتی ہے جس میں آپ نے ارشاد فرمایا

لِکُلِّ مَلِکٍ حِمًی اِنَّ حِمَی اللّٰہِ مَحَارِمُہٗ فمن رتع حول الحمٰی یوشک ان یقع فیہ

ہر بادشاہ کی ایک حمٰی (مخصوص چراگاہ) ہوتی ہے اور اللہ کی حمٰی اس کے محرمات ہیں تو جو حمٰی کے گرد ہی چرتا رہے گا۔ ہو سکتا ہے حمٰی میں جا پڑے

اعتکاف ہو یا روزہ یا اور دوسری عبادتیں ان میں کی آخری سرحد جہاں سے معصیت کے ڈانڈے ملتے ہیں۔ وہاں تک پہونچنا کیا ضروری ہے؟ بلکہ ان باریک سرحدی خطوط سے دور، دور ہی رہنا نفس پر قابو اور عبادات میں کامل انہماک کیلئے مفید ہوتا ہے

اعتکاف کے فضائل

ارشاد رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہے

من اعتکف یومًا ابتغاء وجہ اللہ عز وجل جعل اللہ بینہ وبین النار ثلاثۃ خنادق ابعد مما بین الخافقین ۱؎

جو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے واسطے ایک روز اعتکاف کرے اللہ تعالیٰ اس شخص اور جہنم کے درمیان تین خندقوں کا فاصلہ بنا دے گا۔ جن کا فاصلہ زمین و آسمان سے بھی زیادہ ہوگا۔

۱؎ کنز العمال ج ۴ ص ۳۱۲

حضرت سیدنا حسین ابن علی رضی اللہ عنہما کی ایک روایت ہے۔ رسول اعظم صلی اللہ تعالے علیہ وسلم فرماتے ہیں

مَنِ اعْتَكَفَ عَشْرًا فِي رَمَضَانَ كَانَ كَحَجَّتَيْنِ وَعُمْرَتَيْنِ

رمضان المبارک میں دس دن اعتکاف کرنے والے کا عمل دو حج اور دو عمرے جیسا ہے۔ گویا جتنا اجر و ثواب دو حج اور دو عمرے ادا کرنے والا اللہ تعالے کی طرف سے پاتا ہے، رمضان کے عشرۂ اخیرہ کا اعتکاف کرنیوالا اتنے ثواب سے نوازا جاتا ہے

اللہ کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد شریف (المسجد النبوی) میں ایک ستون ہے جس کا نام حدیث کی کتابوں میں "اسطوانۃ التوبہ" آیا ہے۔ اور اسی کو اسطوانۃ ابولعابۃ بھی کہتے ہیں۔ ہر سال رمضان المبارک کے آخری دس دنوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اعتکاف فرماتے تو آپ کا بستر شریف یا مبارک چارپائی اسی ستون کے پاس بچھائی جاتی۔

ابن ماجہ نے سیدنا عبداللہ ابن عمر کا واقعہ بیان کیا ہے کہ انہوں نے مسجد شریف میں حضور کے اعتکاف کی جگہ اپنے شاگرد حضرت نافع کو دکھائی۔ ۱؎

معتکف کا سر دھلوانا

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم جب اعتکاف میں ہوتے تو اپنا سر مبارک (مسجد میں رہتے ہوئے مسجد کے باہر) میری طرف جھکا دیتے۔ اور میں آپ کے سر مبارک میں کنگھی کر دیتی تھی۔ اور آپ گھر میں قضاء حاجت کے سوا کسی اور ضرورت سے تشریف نہیں لاتے تھے

ایک روایت میں ہے کہ اسی طرح سر بھی دھلوا لیا کرتے تھے۔ ایک اور روایت سے واضح ہوتا ہے کہ سر دھلواتے وقت حضور اقدس اور ام المومنین (صلی اللہ علیہ وسلم و رضی اللہ عنہا) کے درمیان دروازے کی چوکھٹ حد خاص ہوتی تھی۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ خدمات انجام دیتے وقت بعض دفعہ ام المومنین حیض کی حالت میں بھی ہوتیں ۲؎

اس سے یہ معلوم ہوا کہ معتکف مسجد کی طہارت و لطافت کا لحاظ رکھتے ہوئے کنگھی کر سکتا ہے۔ سر دھو سکتا ہے۔ ان کاموں میں دوسرے سے مدد بھی لے سکتا ہے اس کا یہ کام کوئی خارج مسجد رہ کر بھی انجام دے سکتا ہے۔ اپنی بیوی سے بھی یہ خدمت لے سکتا ہے اگرچہ وہ حیض کے عالم میں ہو اور معتکف کے جسم کا کوئی حصہ باہر نکل جانے سے اعتکاف نہیں ٹوٹتا

معتکف اور عبادت

معتکف کسی کی بیمار پرسی کے

۱؎ ابن ماجہ اردو ج ۲ ص ۲۶۶

۲؎ مصنف ابن شیبہ ج ۳ ص ۹۴

ارادے سے نہیں نکل سکتا مگر قضائے حاجت یا نماز جمعہ کے لئے آئے جائے، راستے سے الگ جاکر مریض کے پاس ٹھہرے بغیر اگر کسی کی مزاج پرسی یا عیادت کرے تو یہ جائز ہے۔

ام المؤمنین فرماتی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعتکاف کی حالت میں کسی مریض کے قریب سے گذرتے تو، راستہ سے ہٹے اور ٹھہرے بغیر، چلتے چلتے اس کا حال دریافت فرمایا کرتے تھے[۱]

اسی طرح اگر کوئی معتکف کے پاس دریافت حال، دینی مسائل پوچھے، کیا کوئی ضروری شئے دریافت کرنے کے لئے آئے تو آسکتا ہے۔ اور معتکف اس کا استقبال مثابقت حدود مسجد تک کرے تو یہ بھی جائز ہے۔

صحیح بخاری شریف میں ام المؤمنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے۔ فرماتی ہیں

وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لئے، جب سرکار اعتکاف میں تھے۔ مسجد میں آئیں۔ یہ رمضان المبارک آخری عشرہ کی بات ہے۔ اور کچھ دیر آپ کے پاس بیٹھ کر باتیں کرتی رہیں۔ پھر واپسی کے لئے کھڑی ہوئیں تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بھی کھڑے ہوئے۔ یہاں تک کہ جب وہ مسجد شریف کے دروازہ پر باب ام مسلمہ کے قریب پہونچیں تو دو انصاری صحابی وہاں سے گذرے۔ اور انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا۔ آپ نے ان سے فرمایا۔ ذرا ٹھہرو۔ یہ عورت صفیہ بنت حی تھیں۔ کوئی اور نہیں ــــ انہوں نے کہا سبحان اللہ یا رسول اللہ یہ بات انہیں ناگوار ہوئی (کہ حضور کو ہمارے بارے میں بدگمانی کا اندیشہ ہوا)

اس پر آپ نے ارشاد فرمایا۔ کہ شیطان انسان سے اتنا قریب ہے جتنا انسان کا خون اس سے نزدیک ہوتا ہے۔ اور مجھے خطرہ ہوا کہ وہ تمہارے دلوں میں کوئی بدگمانی نہ ڈال دے[۲]

سیدنا عمر کا اعتکاف نذر

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم طائف سے واپس ہوتے ہوئے جعرآنہ کے مقام پر تشریف فرما تھے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ سے دریافت کیا۔ کہ یا رسول اللہ! میں نے دور جاہلیت میں نذر مانی تھی کہ مسجد حرام میں ایک دن کا اعتکاف کروں گا۔ اس بارے میں آپ کی کیا رائے ہے۔؟ آپ نے ارشاد فرمایا ــــ

اذھب فاعتکف یوماً[۳] ــــ

جاؤ اور ایک روز کا اعتکاف کر لو ــــ

زمانۂ کفر کی نذر اسلام لانے کے بعد منسوخ ہے۔ مگر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر کو یہ اعتکاف کرنے کو فرمایا۔ کیونکہ اسلام میں بھی اعتکاف مشروع ہے۔ اور حضرت عمر نے ایک کار خیر کی اجازت مانگی تو حضور نے اجازت مرحمت فرمادی۔ اس سے ایک دن کے اعتکاف اور نذر اعتکاف کا ثبوت ملتا ہے۔

(۱ے مشکوۃ المصابیح) ۲۔ صحیح بخاری ۳۔ بخاری، مسلم

جب حضور نے حضرت عمر کو زمانہ کفر کے اعتکاف سے منع نہیں فرمایا تو اگر کوئی مسلمان اعتکاف کی منت مانے تو اسے یہ اعتکاف پورا کرنا واجب ہونا ہی چاہیئے

اعتکاف کے مقامات

(۱) سب سے افضل و اعلیٰ مقام اعتکاف کا مسجد حرام ہے (مکہ مکرمہ)

۲۔ دوسرے درجہ کی جگہ مسجد نبوی شریف (مدینہ طیبہ) ہے

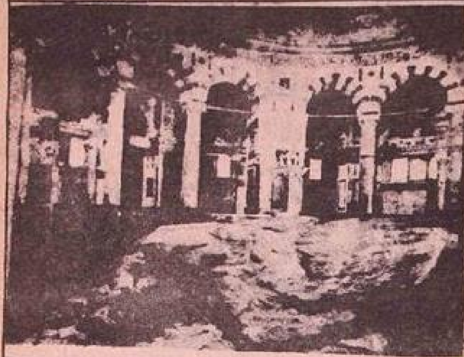
۳۔ تیسرے درجہ کی جگہ مسجد اقصیٰ (بیت المقدس) ہے

۴۔ چوتھے درجہ کی جگہ جامع مسجد ہے (یہاں کے معتکف کو نماز جمعہ کے لئے کہیں اور جانے کی بھی حاجت نہیں)

۵۔ پانچویں درجہ کی جگہ ہر وہ مسجد ہے جہاں نماز باجماعت ہوتی ہو

۶۔ آخری درجہ میں اس مسجد کے اندر بھی اعتکاف کر سکتے ہیں جہاں نماز باجماعت بھی نہ ہوتی ہو۔ مرد صرف مساجد ہی میں اعتکاف کر سکتے ہیں

عورت اپنے گھر میں اپنی عبادت کی مقررہ جگہ پر اعتکاف کرے۔ اگر گھر میں عبادت کی کوئی مخصوص جگہ نہ ہو تو کوئی کمرہ خاص کر لے اور وہیں اعتکاف کرے۔ منکوحہ عورت کو اعتکاف کے لئے شوہر سے اجازت بھی لینی چاہیئے اعتکاف کے لئے بھی عورت کا حیض و نفاس سے پاک ہونا شرط ہے



مسجد اقصیٰ کے اندرونی حصہ کا حسین و جمیل عکس

اقسام اعتکاف ازروئے شرع

اعتکاف کی تین قسمیں ہیں واجب، مسنون اور نفل

اعتکاف واجب:۔ وہ اعتکاف ہے جو نذر کرنے سے ضروری ہو جاتا ہے جیسے کسی نے منت مانی کہ اگر میرا فلاں کام ہو جائے تو میں تین دن کا اعتکاف کروں گا تو ایسی صورت میں نذر کرنے والے پر یہ اعتکاف واجب ہو جائے گا۔ اس اعتکاف کے لئے بھی روزہ شرط ہے

یا اعتکاف مسنون اگر کسی وجہ سے ٹوٹ جائے تو اس کو قضا کرنا بھی واجب ہوتا ہے

اعتکاف مسنون:۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جسے نہایت اہتمام اور پابندی سے کیا وہ رمضان المبارک آخری دس دن اکیسویں رات سے شروع ہو کر عید کا چاند ہونے تک کیا جاتا ہے۔ یہ اعتکاف سنت مؤکدہ علی الکفایہ ہے۔ محلہ یا بستی کے مسلمان باشندوں میں سے

[1] فتاویٰ شامی ج ۲ ص ۱۲۹

اگر ایک مسلمان بھی اس اعتکاف کو کرے تو پورے محلہ اور بستی کی طرف سے سنت ادا ہو جائے گی۔ اور اگر کسی نے بھی نہیں کیا تو سب لوگوں پر ترک سنت کا وبال آئے گا۔

اعتکاف نفل: ۔ ہر وقت کیا جا سکتا ہے یہ چند لمحوں کے لئے بھی ہو سکتا ہے۔ اور کئی دنوں تک بھی، بلکہ بہتر ہے کہ مسلمان جب بھی مسجدوں میں داخل ہوں تو اعتکاف کی نیت کر لیا کریں۔ مسجد میں داخلہ کے بعد کی جانیوالی عبادت کا ثواب تو ملیگا ہی اعتکاف کا ارادہ کر لینے سے اعتکاف کا ثواب بھی حاصل ہوگا

ان تینوں قسموں میں سے مسنون اعتکاف جو رمضان المبارک میں کیا جاتا ہے وہی زیادہ معروف ہے

اعتکاف کا اہتمام

بہتر یہ ہیکہ مسلمانوں کی تمام مسجدیں جہاں نماز باجماعت ہوتی ہے۔ وہاں مسلمان رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں اعتکاف کریں۔ اس سلسلہ میں چند باتوں پر پہلے ہی دھیان دیں۔

۱۔ ہر مسجد کے مصلیان آپس میں طے کر لیں کہ اعتکاف کون کرے گا۔ اگر ایسا نہیں کیا جائے گا تو ممکن ہے عین وقت پر معلوم ہوا کہ امسال کوئی اعتکاف میں نہیں اور مسجد خالی ہے۔ بہتر ہے کہ ۱۵ رمضان کے بعد ہی اس پر بات چیت کر لی جائے

مجبوراً دوسرے محلہ کا شخص بھی اعتکاف کر سکتا ہے۔ مگر اجرت پر کسی کو اعتکاف میں بٹھانا جائز نہیں

۲۔ جو لوگ اعتکاف کا ارادہ کریں بہتر ہیکہ وہ اپنے بال بچوں اور گھر، کاروبار کی لازمی ضروریات کا انتظام بیس رمضان المبارک کے عصر سے پہلے پہلے کر لیں تاکہ اس مدت میں وہ ان فکروں سے بالکل بے نیاز رہیں

۳۔ اعتکاف کے دوران جن چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے وہ تیار کر لیں۔ مثلاً کپڑے، مسواک تولیہ، مصحف شریف وظائف یا جو دینی کتب مقصود ہوں

۴۔ اعتکاف شروع کرنے سے پہلے معتکف کو حدود مسجد کا علم ہونا بھی ضروری ہے۔ عام طور پر مسجد بولنے سے مسجد کی مکمل عمارت اور پورا احاطہ سمجھا جاتا ہے۔ مگر شرع میں مسجد صرف وہ حصہ ہے جسے بانی مسجد نے مسجد قرار دیا ہو کہ وہاں نماز کے سوا کوئی دنیوی کام نہ ہو

عبد معبود کے دروازے پر

اعتکاف کرنے والا انسان وہ ہے جس نے سب داتاؤں کے داتا اور سب سخیوں سے بڑا سخی پروردگار عالم سے مغفرت اور کرم کی بھیک لینے کے لئے اس کے آستانہ پر ڈیرا ڈال دیا ہے اور زبان حال سے کہہ رہا ہوتا ہے کہ مالک و مولیٰ میں تیرا ہی حقیر بندہ ہوں، تیری ہی زمین پر جیتا ہوں، تیرا ہی دیا رزق کھاتا ہوں،

تیری ہی توفیق سے میری زندگی اور حاجات زندگی کارواں رواں دواں ہے۔ اور ایک دن مر کر تیرے ہی حضور آنا ہے۔ مولا بخش دے۔ درگزر کر دے۔ معاف فرما خطائیں اور گناہ جو مجھ سے ہوئے ان کو اپنے کرم کے چھینٹوں سے دھو ڈال مجھے اپنے مقربین کے صدقے اپنا قرب اور نزدیکی عطا فرما۔

معتکف سخی کے در پر بستر لگا کر اس پر توکل کا ثبوت دیتا ہے۔ تو رب کائنات تو صمد اور بڑا بے نیاز ہے۔ وہ اپنے متوکلین کو کب محروم رکھتا ہے۔ شرط یہ ہے کہ تو کل بھی صادق اور طلب بھی سچی ہو

تیرے میکدے میں کمی ہے کیا جو کمی ہے ذوق طلب میں ہے
جو ہوں پینے والے تو آج بھی وہی بادہ ہے وہی جام ہے

علماء فرماتے ہیں کہ اعتکاف اس مقصود اصل کے لئے کیا جاتا ہے کہ فانی دنیا کے جھمیلوں سے یک سوئی دلا کر دل اور روح کو رب تعالےٰ کے ساتھ وابستہ کیا جائے۔ ہر طرف سے کٹ کر اسی سے لگا جائے ہر خیال سے ذہن کو پاک کر کے اس کے پاکیزہ ترین تصور میں کھو جایا جائے۔ ہر شغل کو خیر کہہ کے محض خدا کے ساتھ مشغول ہو جایا جائے دنیا کے عارضی تماشوں سے مانوس ہو کر انسان انہیں چھوڑنا دشوار ہوتا ہے۔ حالت اعتکاف میں اگر اس کے مقصود کی ایک جھلک میسر آ جائے تو بندہ مومن کیوں نہ اس کے لئے متاعِ زندگی قربان کرنے کو تیار ہو

بھلا اس سے بھلی کیا بات ہوگی
انہیں کیساتھ دن اور رات ہوگی
ہم ان سے خود انہی کو مانگ لیں گے
مرادِ زیست یہ سوغات ہوگی

بدر

حضرت سیدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ ایک بار اعتکاف میں تھے۔ آپ کی خدمت میں کوئی ضرورتمند آیا۔ اور اپنا دکھڑا رو دیا اس کی بپتا سن کر آپ مسجد سے باہر نکلے اور اس کی حاجت پوری فرمادی۔ فقہی لحاظ سے یہ درست نہیں تھا اس لئے لوگوں نے ــــ اسی بات کا خیال کئے بغیر کہ اپنے مسلمان بھائی کی ضرورت کے لئے حضرت نے اعتکاف توڑ دیا ہوگا۔ اسے پھر پورا کر لیں گے۔ آپ سے پوچھا کہ آپ تو اعتکاف میں تھے۔ یہ اعتکاف شکن کام کیسے کر دیا۔ تو آپ نے جواباً ارشاد فرمایا۔ "کسی ضرورتمند بھائی کی حاجت پوری کرنا میرے نزدیک ایک ماہ کے اعتکاف سے افضل ہے"

اسی طرح حضور غوث الثقلین قطب الدارین شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے سوانح میں ہے کہ آپ مسجد میں معتکف تھے۔ کسی ضرورت مند نے اپنی ضرورت پیش کی۔ آپ اس کی ضرورت سن کر اعتکاف سے نکل آئے۔ اور ایک بندۂ مومن کی دستگیری پر اپنے اعتکاف کو نچھاور فرما دیا۔ مولا تعالےٰ ہم مسلمانوں کو اعتکاف کرنے اور اس کی برکتیں سمیٹنے کی سعادت سے بہرور فرمائے

آمین۔ برحمتک یا ارحم الراحمین

کائنات کا تصور اور قرآن

از:- سید احمد رضوی رحمۃ اللہ علیہ — المرسلہ سید قیصر — خالد فردوسی

ذہن انسانی کی رسائی ایک خاص دائرے سے آگے نہیں ہوتی ہے، جیسے جیسے علم میں اضافہ ہوتا جاتا ہے، ویسے ویسے ذہنی سطح اونچی ہوتی جاتی ہے، اور پھر وہ بات جسے عرصہ تک صحیح سمجھتا رہا ہو، علم کی روشنی میں غلط محسوس ہونے لگتی ہے اور اس کا اصل چہرہ نکھر کر سامنے آجاتا ہے آج سے ڈیڑھ ہزار سال قبل کتنی کتابوں میں سے کوئی بھی کتاب ایسی نظر نہیں آتی جو اپنی صحت کو قائم رکھ سکی ہو اس لئے قدیم اہل ہند کا خیال تھا کہ زمین گائے کے سینگ پر قائم ہے۔ اور جب گائے زمین کو ایک سینگ سے دوسرے سینگ پر منتقل کرتی ہے تو اس کی حرکت سے زلزلہ آجاتا ہے، ۱۴۷۳ء تک یہ نظریہ قائم تھا کہ سورج ساکن ہے اور زمین اس کے گرد گھوم رہی ہے، بقراط کے عہد میں یہ بھی نظریہ قائم تھا کہ زمین گول نہیں بلکہ چپٹی ہے، بارش کے متعلق یہ خیال کیا جاتا تھا کہ آسمان میں ایک دریا ہے۔ جس کے سیلاب کی وجہ سے بارش ہوتی ہے

بہرکیف کہنے کا منشاء یہ ہے کہ انسان اپنے اردگرد کے ماحول میں جو دیکھتا ہے اس کی زبان انہیں چیزوں کو دہرانے لگتی ہے۔ چنانچہ ڈیڑھ ہزار سال کی کوئی ایسی کتاب موجود نہیں جو غلطیوں کا مرکب نہ ہو

مگر ایک قرآن ہی ایسی کتاب ہے جو آج سے ڈیڑھ ہزار برس پہلے بھی برحق تھا اور آج بھی برحق ہے اور کل بھی برحق رہے گا۔ کیونکہ اس کی صداقت میں آج تک کوئی فرق نہ آسکا یہ ثبوت ہے کہ یہ کوئی ایسا کلام نہیں جو کسی ذہن انسانی کی اپچ میں ہو، یہ اس کا کلام ہو سکتا ہے جس کی نگاہ ازل سے ابد تک محیط ہو جو سارے حقائق کو اپنی اصل شکل میں جانتا ہو اگر یہ انسانی کلام ہوتا تو آج یہ بھی غلط ثابت کر دیا جاتا، جس طرح ہر انسانی کلام بعد کے زمانے میں غلط ثابت ہو چکا ہے، قرآن کے الہامی ہونے کا

پتہ جدید اور نئی نئی تحقیقات سے بھی چلتا ہے مثلاً سورۂ فرقان اور سورۂ رحمان میں پانی کا ایک خاص قانون بیان کیا گیا ہے۔ ملاحظہ ہو!

مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيٰنِ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيٰنِ (سورۂ رحمٰن رکوع ۱)

"اور اس نے چلائے دو دریا ملے ہوئے دونوں کے درمیان ایک آڑ ہے، جس سے وہ تجاوز نہیں کرتے"

دوسری جگہ یہ الفاظ ہیں

وَهُوَ الَّذِي مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ وَهٰذَا مِلْحٌ أُجَاجٌ ج وَجَعَلَ بَيْنَهُمَا بَرْزَخًا وَحِجْرًا مَحْجُورًا (سورۂ فرقان رکوع ۵)

"اور وہی جس نے ملائے دو دریا ایک کا پانی میٹھا اور خوشگوار ہے اور ایک کا کھاڑا اور تلخ اور دونوں کے درمیان ایک آڑ رکھ دی ہے"

گرچہ ان آیات میں جس مظہر فطرت کا ذکر کیا گیا وہ قدیم زمانے سے انسان کو معلوم تھا کہ دو دریاؤں کے پانی آپس میں مل کر بہنے کے باوجود ایک دوسرے میں شامل نہیں ہوتے مگر یہ ایسا ہوتا کیوں ہے اور کس قانون فطرت کے تحت واقع پذیر ہوتا ہے۔ وہ آج کی جدید تحقیقات سے معلوم ہوا کہ رقیق اشیاء میں سطحی تناؤ کا ایک خاص قانون ہے اور یہی دو قسم کے پانی کو آپس میں ملنے نہیں دیتا، کیونکہ دونوں سیالوں کا تناؤ مختلف ہوتا ہے اس لئے وہ دونوں کو اپنی اپنی حد میں روکے رہتا ہے

وہ رقیق اشیاء کی سطح کے سالمات اپنے ہی جیسے رقیق میں اس طرح مدغم رہتے ہیں کہ ان کے درمیان کشش اتصال بڑھ جاتی ہے اور قانون اتصال کے عمل کی وجہ سے پانی کی سطح پر ایک قسم کی لچکدار جھلی سی جیسے کسی پلاسٹک کی جھلی میں پسا ہوا نمک، یہی وہ اصول ہے جس کی بنا پر پانی اور تیل ایک دوسرے میں حل نہیں ہوتے اور یہی وہ "آڑ" ہے۔ جس کو قرآن پاک نے بتایا کہ دو دریا مل کر بہتے ہوئے بھی ایک دوسرے میں شامل نہیں ہوتے

پھر قرآن نے اس قدیم تصور کو توڑا کہ آسمان زمین کی چھت ہے جو پہاڑوں کی چوٹیوں پر کھڑی ہے۔ اور ستاروں کے بارے میں لوگوں کا عام خیال تھا، وہ چاندی کی چمکتی ہوئی کیلیں ہیں جو آسمان کے گنبد پر جڑی ہوئی ہیں۔ وغیرہ وغیرہ ارشاد ہوا

اللّٰهُ الَّذِي رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا (سورۂ رعد رکوع ۱)

اللہ وہ ہے جس نے آسمانوں کو بلند کیا بغیر ایسے ستونوں کے جنہیں تم دیکھ سکو

جدید ترین معلومات سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ اجرام سماوی ایک لامحدود خلاء میں بغیر کسی سہارے کے قائم ہیں اور ایک عمد غیر مرئی کشش ثقل میں انہیں بالائی فضائی میں سنبھالے ہوئے ہے"، اور پھر اسی آفتاب اور ستاروں کے بارے میں قرآن میں ہے

"سب کے سب ایک آسمان میں تیر رہے ہیں"

قرآن نے اس مادی آغاز و انجام کو ایک خاص تصور بخشا ہے اور یہ تصور آج سے تقریباً سو برس قبل تک نہ معلوم تھا مگر آج کی جدید تحقیقات نے اس کی تصدیق کر کے قرآن کے الہامی کتاب ہونے کا بیّن ثبوت پیش کر دیا ہے ،، ــــــــ

سائنسدانوں کا کہنا ہے کہ ابتدا میں کائنات کا مادہ سکونی حالت تھا ، اور یہ ایک سخت سکڑی ہوئی اور گھٹی ہوئی ایک بہت ہی گرم گیس تھی ، تقریباً بچاس کھرب سال پہلے یہ ایک دھماکے کی شکل میں پھٹ پڑی ، اور اس کے ٹوٹے ہوئے اجزار ادگرد پھیل گئے ، پھر اس کا پھیلاؤ روز بروز بڑھنے لگا ، جیسے جیسے ٹوٹے ہوئے اجزار دور ہوتے گئے ان کے درمیان باہمی کشش ایک دوسرے پر کم ہوتی گئی ،، ــــــــ

اب قرآنی ارشاد ملاحظہ ہو ــــــــ

اَوَلَمْ یَرَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ کَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰھُمَا ــــــــ

ــــــــ (سورۂ انبیار رکوع ۳)ــــــــ

کیا منکرین نہیں دیکھتے کہ زمین و آسمان ملے ہوئے تھے پھر ہم نے ان کو پھاڑ دیا ــــــــ

اور اس کے انجام کے بارے میں ارشاد ہوا اس دن لپیٹ دیں گے ہم آسمان کو جیسے لپیٹ دیتے ہیں طومار کاغذ کو ۔ ــــــــ

دور جدید کے ماہرین فلکیات اپنے مشاہدات اور ریاضیاتی انداز کے مطابق اس نتیجے پر پہونچے ہیں کہ زمین کے ابتدائی پیدائش کے وقت چاند زمین کے قریب تھا اور بعد میں



فلکیاتی نظام کے تحت موجودہ دوری دو لاکھ چالیس ہزار میل تک پہونچی ۔ مگر اجرام سماوی جس قانون کے تحت گردش کر رہے ہیں اس کے مستقبل بعید میں ایک وقت ایسا آنے والا ہے ۔ جب چاند زمین کے بہت قریب پہونچ جائیگا اور دو طرفہ کشش کی تاب نہ لاکر اس کے ٹکڑے زمین کے گرد فضا میں پھیل جائیں گے ــــــــ

اب سورۂ قمر کی یہ آیت ملاحظہ ہو ــــــــ

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَۃُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ وَ اِنْ یَّرَوْا آیَۃً یُّعْرِضُوْا وَیَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ ــــــــ سورۂ قمر رکوع ۱ ــــــــ

قیامت نزدیک آگئی ۔ اور چاند پھٹ گیا اور یہ لوگ کوئی نشانی دیکھتے ہیں تو اس سے اعتراض کرتے ہیں اور کہتے ہیں یہ جادو ہے جو ہمیشہ سے چلا آرہا ہے ــــــــ

بخوف طوالت میں نے بہت ساری آیتیں چھوڑ دی ہیں جن کی تصدیق آج کے جدید اور سائنسی دنیا سے ملتی ہیں ، ــــــــ

مختصراً قرآن کا یہ لسانی معجزہ بھی دیکھئے زمانے کبھی یکساں نہیں رہتے کیونکہ کائنات کا

اصول تغیر پذیر ہے، جو چیز کل تھی آج نہیں رہیگی زمانے کو بھی ثبات نہیں، جب یہ بدلتا ہے تو اس کے ساتھ ساتھ تہذیب و ثقافت، علم و تمدن، زبان لٹریچر کے پرانے اصول میں بھی تبدیلیاں واقع ہوجایا کرتی ہیں، مگر قرآن ہی ایسی کتاب ہے جو آج تیرہ سو برس گذر جانے کے بعد بھی ناقابل فہم نہیں اور اس وقت بھی ناقابل فہم نہ تھی، جب نزول قرآن ہوا۔ نزول قرآن کے اتنے عرصے گذر جانے کے بعد کوئی ایسی تبدیلی واقع نہیں ہوئی جس کی بنا پر قرآن کا... اوراک ناقابل فہم ہو۔ خود قرآن میں اس کے خالق نے فرمایا ہے کہ اس کی حفاظت کی ذمہ داری میرے ذمے ہے ——————

چنانچہ قرآن کا یہ نشانی معجزہ بھی قرآن کے الہامی کتاب ہونے کی تصدیق کرتا ہے۔

دنیا کا کوئی بھی مصنف بقیہ ہوش و ہواس اس بات کا دعویٰ نہیں کر سکتا کہ میری اس تصنیف کے مقابلے میں دنیا کا کوئی مصنف دوسری کتاب نہیں لکھ سکتا، کیونکہ ہر انسان کی تصنیف کے جواب میں اسی درجے کی دوسری انسانی تصنیف کی جا سکتی ہے۔ ——————

اب قرآنی چیلنج ملاحظہ ہو ——————

وَاِنْ كُنْتُمْ فِىْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ

—————— سورہ بقرہ رکوع ۳ ——————

اپنے بندے پر اپنا کلام جو ہم نے اتارا ہے اگر اس کے (کلام الہی ہونے) کے بارے میں تمہیں کوئی شک ہو اس کے جیسی ایک سورۃ لکھ کر لے آؤ اور خدا کے سوا اپنے تمام شہداؤں کو بھی بلا لو اگر تم اپنے خیال میں سچے ہو! ——————

قرآن کا چیلنج آج بھی بدستور قائم ہے صدیاں بیت گئیں مگر اب تک کوئی انسان ایسی کتاب تصنیف نہ کر سکا جو قرآن کے ہم پلہ ہو،، ——————

چنانچہ یہ تاریخی حقیقت شاہد ہے کہ قرآن ایک مافوق ہستی کا کلام ہے اور بلاشبہ یہ ایک الہامی کتاب ہے۔ ——————

ہے قول محمد قول خدا فرمان نہ بدلا جائیگا
بدلے گا زمانہ لاکھ مگر قرآن نہ بدلا جائیگا

بقیہ عیادت کی اہمیت

:۔ عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما من مسلم یعود مسلما فیقول سبع مرات اسئل اللہ العظیم رب العرش العظیم ان یشفیک الا شفی الا ان یکون قد حضر اجلہ (ابوداؤد و ترمذی)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ جو مسلمان کسی مسلمان کی عیادت کو جائے تو سات بار یہ دعا پڑھے۔ اسئل اللہ العظیم رب العرش العظیم ان یشفیک۔ اگر موت کا وقت نہیں آگیا ہے تو اسے ضرور شفا ہوگی۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ہم تمام مسلمانوں کو اعمال صالحہ کرنے اور تمام برائیوں سے دور رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین۔

میرے اللہ برائی سے بچانا مجھ کو ——————
نیک جو راہ ہو اس رہ پہ چلانا مجھ کو۔ ——————



محمد بدیع الزماں ۔ ہارون نگر، پٹنہ (بہار)

خدائے تعالیٰ نے انسان کو کان دیئے، آنکھوں کے ذریعہ خدا کی نشانیوں (آیات) کو دیکھنے اور ان پر غور کرنے کی قوتیں دیں، اور سوچنے سمجھنے والے دل (والافئدۃ) دیئے ان نعمتوں سے نوازے جانے کا ذکر سورۃ النحل ۱۶ کی آیت ۷۸، سورۃ المؤمنون ۲۳ کی آیت ۷۸، سورۃ الملک ۶۷ کی آیت ۲۳، اور سورۃ السجدہ ۳۲ کی آیت ۹ میں وارد ہوا ہے۔ جہاں تک دل، کا سوال ہے اس "گوشت کے ٹکڑے" کے متعلق فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے کہ ____

انسان کے جسم میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے۔ اگر وہ فاسد ہو جائے تو سارا جسم فاسد ہو جاتا ہے۔ اور اگر اس کی اصلاح ہو جائے تو سارے جسم کی اصلاح ہو جاتی ہے ____ آگاہ ہو جاؤ کہ وہ قلب ہے۔ (مشکوۃ شریف)

ایمان کا تعلق براہ راست دل سے ہونے پر فرمایا گیا ہے کہ ____

ایمان والے تو وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر یقین لائے (سورۃ النور ۲۴ آیت ۶۲)

یہ یقین اس وقت ممکن ہے جب دل سوچ سمجھ کر اس نتیجہ پر پہونچے۔ اللہ اور رسول پر یقین لانے کے لئے دل کے اسی فرض منصبی کی اہمیت اقبال نے "بال جبریل" کی غزل ۲۲ کے درج ذیل شعر میں ان معنوں میں بتائی ہے ____

تو عرب ہو یا عجم ترا لا الٰہ الا
لغتِ غریب، جب تک ترا دل نہ دے گواہی

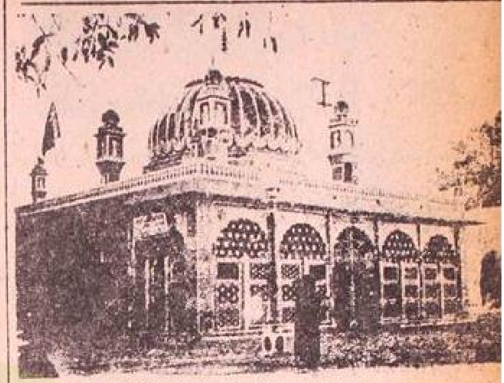
جس طرح دل کا تعلق ایمان سے ہے اس طرح نگاہ کا بھی تعلق ایمان سے ہے۔ انسان کی نگاہوں کے سامنے لکھو کھا نشانیاں (آیات) پھیلی ہوئی ہیں۔ جو شخص یقین کے لئے اپنے دل کے دروازے بند کر چکا ہو۔ اسے تو ان نشانیوں میں حقیقت کی طرف اشارہ کرنے والی کوئی نشانی ہی نظر نہ آئے گی۔ مگر جس کا دل تعصب سے پاک اور سچائی کے لئے کھلا ہوا ہے۔ وہ ان چیزوں کو دیکھ کر ہرگز یہ تصور قائم نہ کریگا کہ یہ سب کچھ کسی اتفاقی دھماکے کا نتیجہ ہے یا یہ سب چیزیں اتفاقی طور پر وجود میں آگئی ہیں۔ بلکہ اسے یقین آجائے گا کہ یہ کمال درجہ کی حکیمانہ صنعت ضرور ایک قادرِ مطلق اور دانا و بینا خدا کی تخلیق ہے۔ اور وہ خدا جس نے یہ زمین بنائی ہے نہ اس بات سے عاجز ہو سکتا ہے کہ وہ انسان کو مرنے کے بعد دوبارہ پیدا کرے اور نہ ایسا نادان ہو سکتا ہے کہ اسے شترِ بے مہار کی طرح چھوڑ دے

ایک صادق الایمان شخص کی یہ نگاہ جذبۂ عشق کی نگاہ ہے۔ دل و نگاہ دونوں کو مسلمان بنانے سے مراد ہے کہ نگاہِ شوق بھی شریکِ بینائی ہو جائے۔ یعنی اگر عشقِ رسول کی بدولت انسان اپنی باطنی حس یعنی بصیرت کو بیدار کرے تو اسے یہ دنیا صرف عناصر کا کھیل نظر نہیں آئے گا۔ بلکہ وہ اس حقیقت سے بھی آگاہ ہو جائے گا کہ یہ کائنات اسی لئے پیدا کی گئی ہے کہ ان پھیلی ہوئی نشانیوں کو دیکھ کر اپنے ایمان کو راسخ کرے اور انہیں اپنے تصرف میں لاکر اللہ تعالیٰ کے قانون کو نافذ کر کے بنی آدم کے لئے اسے رحمت بنادے۔ دل و نگاہ کے اس امتزاج سے ایک صادق الایمان مومن کا صرف ایمان ہی راسخ نہیں ہوتا بلکہ بقول اقبال ؎

کچھ اور ہی نظر آتا ہے کاروبارِ جہاں
نگاہِ شوق اگر ہو شریکِ بینائی!
(ضربِ کلیم، نگاہِ شوق)

مطلب یہ کہ کھلی آنکھوں سے اس کائنات پر نظر ڈال کر غور و فکر کرنے اور پورے ثبات سے ایمان کو دل میں داخل کر لینے کے بعد جب دل و نگاہ مسلمان ہو جاتے ہیں تو ایسے صادق الایمان مومن کی کیفیات سورۂ آل عمران ۳ کی درج ذیل آیات ۱۹۰ اور ۱۹۱ میں یہ بیان فرمائی گئی ہیں۔

"بے شک آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور رات اور دن کی باہم بدلیوں میں نشانیاں ہیں۔ عقلمندوں کے لئے جو اللہ کو یاد کرتے ہیں۔ کھڑے اور بیٹھے اور کروٹ پر لیٹے اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش پر غور کرتے ہیں، اے رب تو نے یہ بیکار نہ بنایا، پاکی ہے تجھے، تو ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچالے۔"



مخدوم حضرت صابر صاحب کا روضۂ مبارک کلیر شریف

زبانی دعویٔ ایمان رکھنے والوں کی ذہانتیں
ر سرگرمیاں ایک رہی ہیں۔ لوگ باوجود دعویٔ
یمان کے اپنے کو تمام اخلاقی بندشوں سے آزاد
کر کفر میں تیزگامی دکھاتے رہے ہیں۔ چنانچہ
ب موقع پر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم
مخاطب فرما کر ایسے لوگوں کے اس رویۂ فکر
ں کی وجہ یہ بتائی گئی کہ دل ان کے ایمان نہیں
ے۔ اور یہی ہے فرق زبانی دعویٔ ایمان اور
ں و نگاہ کو مسلمان بنانے کا۔ فرمایا گیا۔

اے رسول، تمہیں غمگین نہ کریں وہ جو
ر پر دوڑتے ہیں، جو کچھ وہ اپنے منہ سے
تے ہیں، ہم ایمان لائے اور ان کے دل مسلمان
ں، (سورۃ المائدۃ پ ۶، ع ۶)

اللہ پر ایمان سے مراد محض یہ مان لینا
ں ہے کہ اللہ موجود ہے بلکہ اس طریقے سے
مان لانا مراد ہے جس طرح اللہ نے خود رسول کے
ر اپنی کتاب کے ذریعہ سے بتایا ہے۔ اس
مان میں بالرسالت اور ایمان بالکتاب آپ

سے آپ شامل ہیں۔ بالفاظ دیگر ایمان لانے سے مراد سچے اور مخلص مومن کا سارویہ اختیار کرنا ہے۔ دل و نگاہ کو مسلمان بنانے کا مطلب یہ بھی ہیکہ دعویٔ ایمان کے ساتھ ایک اہل ایمان وہ طرز عمل اختیار نہ کرے جو کافروں کا ہے بلکہ کفر و شرک سے باز آکر اسلامی نظامی زندگی میں جاذب ہو جائے اور آخرت کی طلب میں اپنی زندگی کو خدا ترسی اور پاکیزگی اخلاق کا نمونہ بنائے۔ یعنی اسلام کو اپنے لئے ضابطۂ حیات کی حیثیت سے قبول کر لے اور یہ طے کر لے کہ اب وہ اسی کی پیروی میں زندگی بسر کرے گا

قرآن مجید میں ایک مسلمان کی پہچان اصولی طور پر یہ بتائی گئی ہے جن کے اندر اسلام کے دیئے ہوئے طریق فکر اور طرز زندگی کے خلاف کسی قسم کی مزاحمت باقی نہیں رہی ہے۔ بلکہ وہ اس کی اطاعت و اتباع کی راہ اختیار کر چکے ہیں۔ یعنی ان کی یہ اطاعت محض ظاہری نہیں ہے بلکہ دل سے وہ اسلام ہی کی رہنمائی کو حق جانتے ہیں۔ ان کا ایمان یہ ہے کہ فکر و عمل کا جو راستہ قرآن کریم اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے دکھایا ہے۔ وہی سیدھا اور صحیح راستہ ہے اور اسی کی پیروی میں ان کی فلاح ہے

حدیث میں نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایمان کی اسی صحیح کیفیت کو یوں بیان فرماتے ہیں

ایمان کا لذت شناس ہو گیا

باقی آئندہ

استاذ الاساتذہ و حالات و خدمات

منجانب :- **علامہ سید شاہد علی رضوی، رامپوری**

فتح پور تال نرجا ضلع اعظم گڈھ یوپی انڈیا میں ایک قدیم آبادی ہے، کہتے ہیں کہ اکبر کے دورِ حکومت میں فتح محمد خا[ں] نے اپنے بھائی عبد الحمید خاں کے ساتھ مل کر ان اطراف کے راجاؤں کو شکست فاش دی، پھر فتح محمد خاں نے "فتح پو[ر]" آباد کیا۔ اور عبد الحمید خاں نے "حمید پور" آباد کیا۔ دونوں گاؤں میں ۲ دو میل کا فاصلہ ہے۔

"تال نرجا" ایک قدرتی تالاب ہے جس کے شمالی ساحل پر فتح پور آباد ہے اور مغربی ساحل پر حمید پور آباد ہے اور جنوبی ساحل پر نظام الدین پور وغیرہ کئی آبادیاں ہیں۔

فتح پور خالص پٹھانوں کی آبادی ہے، البتہ ان زمیندار پٹھانوں نے مچھلی کا شکار کرنے کے لئے ملّاحوں کو آباد کیا او[ر] کچھ تیلی وغیرہ بھی آباد کئے۔

ولادت باسعادت :- اسی فتح پور تال نرجا میں شب عاشورا ۱۰ محرم الحرام ۱۳۵۲ھ میں نائب مفتی اعظم ہند حضرت علامہ مفتی شاہ الحاج محمد احمد جہانگیر خاں صاحب رضوی اعظمی دامت برکاتہم القدسیہ کی ولادت باسعادت ہوئی "محم[د]" نام رکھا گیا اور عرف جہانگیر قرار پایا۔ تخلص احمد فرمایا۔

آپ کے والد ماجد کا اسم گرامی فصاحت حسین خاں ہے۔ جناب فصاحت حسین خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ صوفی مش[رب] انسان تھے۔ عارف کامل حضرت مولانا سید شاہ علی حسین صاحب اشرفی جیلانی قدس سرہٗ کے مرید تھے اور ایسے پابندِ جماع[ت] تھے کہ پنجوقتہ اذان خود کہتے تھے اگر اتفاق سے کسی دن دوسرا شخص اذان کہہ دیتا تو سخت ناراض ہوتے۔

جناب فصاحت حسین خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں سات بیٹوں اور چار بیٹیوں کے بعد آپ آخری فرزن[د] ہیں۔ والد محترم اس قدر محبت اور شفقت فرماتے کہ بازار سے جب کوئی میٹھا وغیرہ نیاز و فاتحہ کے لئے لاتے یا بچو[ں] کے لئے پھل وغیرہ لاتے تو تین سال کی عمر ہو جانے کے بعد اپنے اسی فرزند کو تقسیم کا حکم فرماتے، آپ کا نام مبارک "مح[مد]" ہونے کی وجہ سے آپ کے سب بھائی اور بہن بھی پیار و محبت سے یہی چاہتے کہ آپ ہی کے مبارک ہاتھوں سے ہم [کو] تبرک ملے چنانچہ اس ننھی سی عمر میں اتنے عدل و انصاف سے تقسیم فرماتے کہ کسی کا حصہ کم و بیش نہ ہوتا اسی بنا پر سب لوگ آپ کو "جہانگیر عادل" کے نام سے پکارنے لگے۔

چار برس چار ماہ چار دن کی عمر ہونے پر "مجلس بسم اللہ شریف" منعقد ہوئی اس کے بعد والد محترم ہمیشہ اپنے سا[تھ] مسجد لے جاتے، آپ فرماتے ہیں کہ :

"والد صاحب کی برکت سے جہانگیر عادل بھی جماعت سے نماز پڑھنے کا پابند ہوگیا"

تعلیم :- ابتدائی تعلیم حضرت مولانا حافظ علیم اللہ خاں صاحب[1] نقشبندی علیہ الرحمہ سے پائی، قرآن کریم ناظرہ پڑھنے کے بعد حفظ بھی انہیں سے شروع کیا لیکن حفظ کی تکمیل مدرسہ انوار العلوم قصبہ جین پور ضلع اعظم گڑھ یوپی میں جناب حافظ ریاض الدین صاحب اعظمی علیہ الرحمۃ کی شفقت و محبت سے ہوئی۔

حافظ ریاض الدین صاحب آپ سے بے انتہا محبت فرماتے تھے۔ نماز کا وقت ہوتا تو خود نماز نہیں پڑھاتے۔ آپ سے پڑھواتے تھے۔ آپ اَلْاَمْرُ فَوقُ الْاَدَبْ کے تحت نماز پڑھاتے۔

حفظ کی تکمیل کے دوران ہی حضرت مولانا بدر[2] الدین صاحب رضوی خلیفہ حضور مفتئ اعظم ہند مصنف سوانح اعلیحضرت دامت برکاتہم القدسیہ سے فارسی کی پہلی اور دوسری پڑھی اور مولانا خلیل احمد صاحب کچھوچھوی علیہ الرحمۃ سے گلستاں سعدی، بوستاں سعدی، شرح مأۃ عامل اور ہدایۃ النحو تک کتابیں تین سال میں حفظ قرآن کریم کے ساتھ پڑھیں۔ پھر بریلی شریف حاضر ہوکر دار العلوم مظہر اسلام میں داخلہ لیا۔ جس استاذ کے پاس آپ کے اسباق تھے وہ آپ کے ہم سبق طلبہ سے کہتے کہ :

"جو لڑکا جین پور سے آیا ہے اس سے میری صرفی اور نحوی کمزوریاں دور ہو جائیں گی"

جب طلبہ نے ان کا یہ مقولہ آپ سے کہا تو آپ نے ایک ہفتہ کے بعد مظہر اسلام میں آنا چھوڑ دیا اور فوقانیہ کے مدرسین کی خدمت کرکے خارج اوقات میں ان کی قیام گاہ پر پڑھنے لگے۔ آپ فرماتے ہیں کہ :

"افقہ الفقہاء حضرت مولانا مفتی سید افضل حسین صاحب علیہ الرحمہ سے بہت فیض پایا، نور الایضاح پڑھنے کے زمانہ میں در مختار، رد المحتار اور عالمگیری وغیرہ سے مسائل استخراج کراتے جبھی سے فقہی بصیرت شروع ہوئی"

باقی تعلیم الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور میں ہوئی۔ اشرفیہ مبارکپور میں آپ متعلم بھی تھے اور معین المدرس کی حیثیت سے معلم بھی۔

چنانچہ اسی زمانہ میں آپ کے فارسی کی پہلی اور دوسری کے استاذ حضرت مولانا بدر الدین صاحب رضوی نے آپ سے شرح جامی اور تجوید و قرآت پڑھی، آپ فرماتے ہیں کہ :

"وہ مجھے سیدی کہتے جب کہ میں انہیں استاذی سے خطاب کرتا"

حضرت مولانا بدر الدین صاحب قبلہ رضوی کے شرکاء درس دورۂ حدیث شریف نے بھی آپ سے شرح جامی پڑھی۔ ان میں مشہور حضرات کے اسماء گرامی مندرجہ ذیل ہیں :

---

[1] حضرت مولانا حافظ علیم اللہ خانصاحب، حضرت مولانا شاہ محمد فضل الرحمٰن صاحب گنج مرادآبادی علیہ الرحمۃ کے مرید و خلیفہ اور اعلیٰ حضرت امام اہل سنت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے شیدائی تھے۔

[2] حضرت مولانا بدر الدین صاحب اس زمانہ میں شرح وقایہ یا قدوری وغیرہ پڑھ رہے تھے۔

۲ــ حضرت مولانا مفتی سید حامد اشرف صاحب رضوی، اشرفی کچھوچھوی صدر المدرسین دار العلوم محمدیہ بمبئی۔
۳ــ حضرت مولانا صوفی محمد نظام الدین صاحب شیخ الحدیث تنویر الاسلام امرڈوبھا۔
۴ــ حضرت مولانا کاظم علی صاحب شیخ الاسلام تدریس الاسلام بسڈیلہ۔

اسی دوران میں مندرجہ ذیل حضرات آپ سے کافیہ پڑھتے تھے:

۵ــ شہزادۂ شیر بیشۂ اہل سنت مناظر اسلام حضرت مولانا مفتی محمد مشاہد رضا خاں صاحب رضوی، حشمتی۔
۶ــ حضرت مولانا شمس اللہ صاحب۔
۷ــ حضرت مولانا نذیر صاحب۔ پیلی بھیتی۔
۸ــ حضرت مولانا عزیز الرحمٰن صاحب بستوی۔
۹ــ حضرت مولانا سید اظہار اشرف صاحب اشرفی جیلانی کچھوچھوی۔
۱۰ــ حضرت مولانا سید کمیل اشرف صاحب اشرفی جیلانی۔
۱۱ــ حضرت مولانا حکیم نعیم الدین صاحب گورکھپوری صدر المدرسین دار العلوم فیض الرسول براؤں شریف۔

مؤخر الذکر تینوں حضرات اس زمانہ میں شرح جامی بحث فعل کسی استاذ کے پاس پڑھتے تھے وہ استاذ چھٹی پر گئے ہوئے تھے یا انتظامی امور میں انہماک کی وجہ سے کچھ ایام کے لئے درس بند کر دیا تھا تو یہ تینوں حضرات آپ کے پاس کافیہ کے درس میں شریک ہوتے اور پھر ایسا تاثر ہوا کہ شرح جامی بحث فعل ترک کر کے باقاعدہ کافیہ کے درس میں شریک ہو گئے۔

عقد مسنون:۔ ۱۳۷۲ھ میں دوران تعلیم آپ کا عقد مسنون ہوا۔

فراغت:۔ اور ۱۳۷۳ھ میں دار العلوم شاہ عالم احمد آباد گجرات سے فراغت پائی اور سند فراغت سے سرفراز ہوئے۔

فتویٰ نویسی:۔ فتویٰ نویسی کی ابتدا زمانۂ تعلیم میں ۱۳۶۵ھ میں ہی ہو گئی تھی۔ بریلی شریف کے قیام کے زمانہ میں افقہ الفقہاء حضرت مفتی سید افضل حسین صاحب اور تاجدار اہل سنت سیدی حضور مفتی اعظم ہند الرحمۃ والرضوان سے اصلاح لیتے۔ تاجدار اہل سنت حضرت مفتی اعظم ہند نور اللہ مرقدہ آپ کے اس بچپن کے افتاء سے بہت خوش ہوتے اور صحت جواب پر دعائیں دیتے۔ آپ فرماتے ہیں کہ: "ان کی دعاؤں کی برکت ہمیشہ پاتا ہوں"

پھر اشرفیہ مبارکپور میں حضرت حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان کے حکم سے فتویٰ نویسی میں بھی آپ کو حصہ ملا وہاں آپ معین المدرس کے ساتھ معین المفتی بھی تھے۔

اس کے بعد آپ دار العلوم شاہ عالم احمد آباد میں بھی متعلم ہونے کے ساتھ ساتھ مفتی و مدرس بھی تھے۔

بیعت و خلافت:۔ ۱۳۶۴ھ میں فقیہ اعظم، صدر الشریعہ حضرت مولانا مفتی محمد امجد علی صاحب رضوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیعت ہوئے پھر وقتاً فوقتاً علم تصوف اور ہدایات سلوک بھی حضرت صدر الشریعہ سے لیتے رہے۔

۱۳۶۷ھ میں جب حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان کا وصال حق ہو گیا تو ۱۳۷۰ھ میں تاجدار اہل سنت

سیدی حضرت مفتیٔ اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان کی خدمت میں قلب مضطر کو لے کر حاضر ہوئے اور حصول فیض کے لئے طالب ہوئے۔ حضرت سیدی مفتیٔ اعظم ہند نور اللہ مرقدہٗ نے آپ کو اجازت وخلافت سے سرفراز فرمایا، پھر دوسری سند خلافت قلمی ۱۳۷۶ھ میں سیدی تاجدار اہل سنت حضرت مفتی اعظم ہند نور اللہ مرقدہٗ نے آپ کو عطا فرمائی۔

اساتذۂ کرام :- آپ کے مشہور اساتذۂ کرام کے اسمائے گرامی مندرجہ ذیل ہیں :

۱ــ فقیہ اعظم صدر الشریعہ حضرت علامہ مفتی محمد امجد علی صاحب رضوی اعظمی مصنف بہار شریعت وفتاویٰ امجدیہ وغیرہ۔

۲ــ تاجدار اہل سنت شہزادۂ اعلیٰ حضرت، مفتیٔ اعظم ہند حضرت علامہ محمد مصطفیٰ رضا خاں صاحب رضوی، نوری، بریلوی۔

۳ــ افقہ الفقہاء حضرت علامہ مفتی سید افضل حسین صاحب رضوی مصنف تصانیف کثیرہ۔

۴ــ حافظ ملت حضرت علامہ شاہ عبد العزیز صاحب رضوی امجدی بانی الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور۔

۵ــ شیخ العلماء حضرت علامہ غلام جیلانی صاحب گھوسوی۔

۶ــ حضرت علامہ مولانا عبد الرؤف صاحب عزیزی اعظمی۔

۷ــ حضرت علامہ مولانا عبد المصطفیٰ صاحب اعظمی، شیخ الحدیث دار العلوم فیض الرسول براؤن شریف۔

۸ــ حضرت علامہ مولانا محمد سلیمان صاحب بھاگلپوری۔ علیہم الرحمۃ والرضوان۔

اشاعت علوم اور درس وتدریس :- آپ کی ذات بابرکت کے ذریعہ اشاعت علوم کا آغاز تو اشرفیہ مبارکپور اور دار العلوم شاہ عالم گجرات میں زمانہ طالب علمی میں ہو چکا تھا جیسا کہ سطور بالا میں گزر چکا، مگر باقاعدہ مسند نشین درس انوار العلوم قصبہ جین پور ضلع اعظم گڈھ یوپی میں ہوئے۔

۱۳۷۴ھ میں صدر المدرسین کی حیثیت سے آپ انوار العلوم میں تشریف لے گئے تقریباً دو سال تک تدریسی خدمات انجام دیں۔

۱۳۷۵ھ کے اواخر میں مفسر اعظم ہند حضرت علامہ مولانا محمد ابراہیم رضا خاں صاحب قبلہ رضوی حامدی عرف جیلانی میاں علیہ الرحمۃ والرضوان نے دار العلوم منظر اسلام بریلی شریف میں طلب فرمالیا۔

از ۱۳۷۵ھ تا ۱۳۸۶ھ تقریباً بارہ سال تک مرکز اہل سنت دار العلوم منظر اسلام میں نائب صدر المدرسین اور نائب مفتی کے منصب پر آپ فائز رہے، اس بارہ سال کے عرصہ میں ہزاروں تشنگان علوم دینیہ آپ سے مستفید ہوئے۔ ان میں سے مشہور حضرات کے اسمائے گرامی مندرجہ ذیل ہیں :

۱ــ ریحان ملت، نبیرۂ اعلیٰ حضرت، حضرت علامہ مولانا مفتی محمد ریحان رضا خاں صاحب رحمانی مہتمم دار العلوم منظر اسلام

۲ــ فقیہ اسلام نبیرۂ اعلیٰ حضرت، حضرت علامہ مولانا مفتی محمد اختر رضا خاں صاحب ازہری جانشین مفتی اعظم ہند بریلی

۳ــ محدث کبیر، شہزادۂ صدر الشریعہ حضرت علامہ مولانا محمد ضیاء المصطفیٰ صاحب امجدی اعظمی شیخ الحدیث الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور

۴ــ حضرت علامہ مولانا حکیم نعیم الدین صاحب شیخ الحدیث دار العلوم فیض الرسول براؤن شریف۔

۵ــ حضرت علامہ مولانا زین الدین صاحب، شیخ الحدیث برہانپور۔

۶۔ حضرت علامہ مولانا غلام مجتبیٰ صاحب اشرفی مفتی وصدر المدرسین جامعہ دیوان شاہ بھیمڑی۔
۷۔ حضرت علامہ مولانا سید منظر امام حسن صاحب صدر المدرسین جامعہ رضویہ سیوان۔ بہار
۸۔ حضرت علامہ مولانا غلام رسول صاحب صدر المدرسین بحر العلوم کٹھیار۔
۹۔ حضرت علامہ مولانا عبد الحلیم صاحب مفتی جامعہ امجدیہ ناگپور۔
۱۰۔ حضرت علامہ مولانا سید محمد عارف صاحب رضوی شیخ الحدیث دار العلوم منظر اسلام بریلی شریف۔

پھر ۱۳۸۸ھ میں دار العلوم شاہ عالم احمد آباد گجرات تشریف لے گئے ۱۳۸۹ھ تک تقریباً دو سال وہاں تدریسی خدمات انجام دیں۔

۱۳۹۰ھ میں اراکین مدرسہ انوار العلوم قصبہ جین پورہ ضلع اعظم گڈھ کی دعوت پر دوبارہ انوار العلوم تشریف لے گئے۔ تقریباً دو سال تک وہاں تدریسی خدمات انجام دیں۔ وہاں کے مشہور شاگردوں میں حضرت مولانا عبد الجبار صاحب اعظمی امام العسکر کشمیر ہیں۔

۱۳۹۱ھ میں اراکین انجمن تعلیم الاسلام اودے پور کی دعوت پر مفتی اعظم راجستھان کی حیثیت سے تشریف لے گئے اور ۱۳۹۵ھ تک تقریباً پانچ سال وہاں فتویٰ نویسی کی خدمت انجام دیتے رہے۔

۱۳۹۷ھ میں مدرسہ تدریس الاسلام ضلع بستی تشریف لے گئے وہاں تقریباً ایک سال تدریسی خدمات انجام دیں۔

۱۳۹۸ھ میں ریحان ملت حضرت علامہ مولانا محمد ریحان رضا خاں صاحب قادری رضوی نے دار العلوم منظر اسلام میں بحیثیت شیخ الحدیث بلالیا۔

۱۳۹۸ھ کے آخر میں حضرت ریحان ملت سے مانگ کر بمبئی کے احباب مفتی اعظم بمبئی کی حیثیت سے مرکزی مینارہ مسجد لے گئے از ۱۳۹۹ھ تا ۱۴۰۱ھ تقریباً تین سال مینارہ مسجد بمبئی میں رہے۔

زیارت حرمین اور قطب مدینہ کی خدمت میں حاضری: ۔ ۱۴۰۱ھ میں بمبئی ہی سے زیارت و حج کے لئے فارم بھرا بفضلہ تعالیٰ منظوری آگئی از ۱۴ر شعبان المعظم ۱۴۰۱ھ تا ۲۵ر ذی الحجہ ۱۴۰۱ھ کا وقت سفر زیارت و حج میں گزرا۔ تین ماہ چار دن مدینہ منورہ میں قیام اور روضۃ الرسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر حاضری کا شرف حاصل ہوا، بے شمار برکتوں سے نوازے گئے۔

مدینہ منورہ میں قطب مدینہ حضرت مولانا ضیاء الدین صاحب مدنی خلیفہ اجل امام اہل سنت، اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نور اللہ مرقدہ ہما سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ قطب مدینہ نے اجازت وخلافت سے سرفراز فرمایا سند خلافت بھی عطا فرمائی۔ آپ فرماتے ہیں کہ:

"ایک شب میں نے قطب مدینہ سے عرض کیا کہ حضور دعا فرمادیں کہ میری موت مدینہ منورہ میں ہو اور جنت البقیع میں مدفون ہو جاؤں تو جلال آگیا اور ارشاد فرمایا:

"نہیں تم جاؤ، پھر آؤ، پھر جاؤ، پھر آؤ دس مرتبہ فرماکر کہا پھر مرو، ابھی تم سے ہندوستان میں بہت کام لینا ہے۔"

تصنیفات و تالیفات:- آپ کی زندگی کا بڑا حصہ تدریس و تقریر اور افتاء سے متعلق رہا۔ اس لئے تصنیفات و تالیف کی طرف متوجہ نہ ہو سکے۔ کاش کوئی ادارۂ تصنیفات و تالیفات آپ کو طلب کر کے کچھ کام لے اور اخیر عمر میں تصنیفات و تالیفات کا کچھ کام ہو سکے۔

اب تک جو کام ہوا ہے اس کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے:

۱۔ ترجمہ انباء الاذکیاء[1]، ۲۔ خطبات جہانگیر، ۳۔ ترجمہ قصیدۂ بردہ (مبیضہ) ۴۔ ترجمہ مطلب خیر المعتقد المنتقد (مسودہ نامکمل) ۵۔ حق پر کون ہے ۶۔ نامی کتاب کا رد حق پر ہم ہیں (مسودہ نامکمل)

زیارت حرمین شریفین کے مبارک موقع پر روضۃ الجنۃ میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سرہانے مبارک کی جانب بیٹھ کر ایک عام فہم ترجمہ قرآن کریم اور ترجمہ خلاصۃ الوفا شروع کیا۔

سورۂ فاتحہ کا ترجمہ وہیں بیٹھ کر مکمل لکھا یہ دونوں کام ابھی تک ملتوی ہیں، رب کریم بوسیلۂ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم ان کاموں کی تکمیل کی توفیق عطا فرمائے۔

خلفائے کرام:- آپ کے خلفاء میں مندرجہ ذیل اسمائے گرامی قابل ذکر ہیں:

۱۔ سید عبدالودود صاحب گورکھپوری، ۲۔ سید نظر محمد صاحب، ۳۔ حافظ عبدالکریم صاحب۔ امام مسجد میوہ فروشان، اودے پور۔ راجستھان۔

مرتب:- **فقیر نوری سید شاہد علی رضوی**
ناظم اعلیٰ الجامعۃ الاسلامیہ، گنج قدیم
رامپور

رپورٹ
دینی سرگرمیاں
مختصر و جامع
اور خوشخط فوراً
ارسال کریں
(ادارہ)

---

[1] طبع اول میں ایک ہزار ختم ہو کر طبع ثانی میں تین ہزار ختم ہو رہا ہے۔

خلیجی جنگ کا ذمہ دار کون؟

شاہ فہد یا صدام حسین

ابو عمار حامی بریلوی

یوں تو عام طور سے خلیجی جنگ کی تمام تر ذمہ داریاں صدر صدام حسین پر عائد کی جا رہی ہیں اور کھلے بندوں انہیں ظالم وجابر اور جارح قرار دیا جا رہا ہے۔ کیا واقعتہً ایسا ہی ہے؟ یہ ایک سوال ہے جس کا جواب دینا اب ناگزیر سا ہو گیا ہے۔

جہاں تک صدام حسین کی جابریت اور جارحیت کا سوال ہے تو بلا شبہ انہوں نے کویت پر قبضہ کر کے نہ صرف یہ کہ ایک جارحانہ اور جابرانہ قدم اٹھایا ہے بلکہ ارباب علم و دانش کے نزدیک ایک غیر دانشمندانہ اور طفلانہ حرکت کی ہے مگر ان کے اس اقدام کو حتمی طور پر غلط کہہ دینا میرے نزدیک زیادہ مناسب نہیں ہے کیونکہ وہ اس طرح کے قدم اٹھانے میں ایک طرح سے مجبور تھے۔ اور اس مجبوری کا سبب خود امیر کویت جابر احمد الصباح ہیں۔ کون نہیں جانتا کہ امیر کویت نے پی، ایل، او تنظیم کے ساتھ کئے گئے عہد و پیمان کے خلاف ورزی کرتے ہوئے تیل کے اخراج میں زیادتی اور سستے داموں اپنے مغربی آقا کو سپلائی کرتے رہے۔ جس سے نہ صرف یہ کہ تیل کی منڈی میں خلاف معمول نرمی آگئی بلکہ عراق کے واسطے سخت مالی اقتصادی بحران کا خطرہ لاحق ہوگیا۔ ظاہر ہے

کہ عراقی حکومت کا دارومدار ہی تیل پر ہے۔ پھر بھلا وہ کس طرح امیر کویت کی اس ملعون حرکت کو برداشت کرتے۔ چنانچہ صدام حسین نے امیر کویت کو ان ناپاک حرکت پر بار بار آگاہی دی۔ مگر انہوں نے کوئی شنوائی نہیں کی اور مسلسل اپنی ضد پر جمے رہے۔ تبھی صدام حسین نے غصہ میں جھنجھلاکر ۲ اگست ۹۰ء کو کویت پر قبضہ کر لیا۔ کیونکہ صدر صدام حسین کے لئے حکومت کویت کو اس کی اس ذلیل حرکت سے باز رکھنے کے لئے یہی ایک راستہ تھا۔ دوسرا راستہ یہ بھی تھا کہ وہ اپنا خون پیتے رہتے اور اف نہ کہتے۔ مگر یہ صدام حسین جیسے تندمزاج، جنگ جو شخص سے ناممکن تھا۔

ہمارے اس بیان سے جہاں یہ بات کھل کر سامنے آگئی کہ موجودہ خلیجی جنگ کا اولاً ذمہ دار امیر کویت ہے۔ تو وہیں یہ حقائق بھی بے غبار ہو کر رہ گئے کہ صدام حسین جو آج اس جنگ کو حق و باطل کی جنگ قرار دے رہے ہیں۔ جو اس میں خالص نہیں ہیں اور امریکہ جو یہ پروپیگنڈہ مچا رہا ہے کہ یہ جنگ کویت کی آزادی کے واسطے لڑی جا رہی ہے۔ قطعی غلط ہے۔ امریکہ اس ہولناک جنگ کے ذریعہ نہ صرف یہ کہ عراق سے انتقام لینا چاہتا ہے بلکہ اس کی بڑھتی ہوئی عظیم فوجی، دفاعی طاقت کو بری طرح تباہ کرنا چاہتا ہے۔ اور اس طرح بدستور کویت کے تیل ذخائر پر ہمیشہ کے لئے اپنا تسلط جمانا چاہتا ہے۔ تمام دنیا بھر کے مسلمانوں کی زبان میں اگر یوں کہا جائے کہ امریکہ در اصل اسلامی طاقت ہی کو کمزور کرنا چاہتا ہے تو غلط نہ ہوگا۔ کیونکہ تاریخ گواہ ہے کہ مغربی طاقتیں ہمیشہ ہی اسلام کے خلاف برسر پیکار رہی ہیں۔ انہیں اسلام کی ترقی ایک نظر نہیں بھاتی ہے۔ ابھی حال ہی میں۔۔۔ پاکستان کے لئے امریکی امداد کا معطل ہونا بھی اس پر شاہد ہے۔ یہ امداد محض اس خدشہ کے پیش نظر بند کی گئی ہے کہ پاکستان جوہری صلاحیت حاصل کر چکا ہے۔ بلکہ اس میں کامیاب بھی ہو گیا ہے۔

مگر قربان جائیے عربی لیڈروں سے کی سوجھ بوجھ پر کہ وہ نہ صرف یہ کہ اپنے ہاتھوں ایک اسلامی طاقت کو نیست و نابود کرنے کے درپے ہیں۔ بلکہ اس میدان میں غیر اسلامی، سامراجی طاقتوں کو بھی اتار لائے ہیں۔ جو عرب کے مقامات مقدسہ کی توہین کے ساتھ ساتھ عراق کے مقاماتِ مقدسہ بغداد شریف، کربلائے معلی، نجف اشرف وغیرہا مقامات پر اندھا دھند بھاری بمباری کر کے عراق کو کھنڈر بناتی جا رہی ہے اور اس طرح اپنی خباثت نفس کو تسکین دے رہی ہیں۔ کتنے مزے کی بات ہے کہ ایک

طرف تو یہ سب کچھ ہو رہا ہے۔ مگر دوسری طرف کوتاہ اندیش زعمار عرب یہ الاپ رہے ہیں کہ اگر اسرائیل اس جنگ میں ملوث ہوا تو پھر ہماری جنگ بجائے عراق کے اسرائیل سے ہو گی۔

دیکھا آپ نے یہ ہے ان کی ذہنیت جنہیں اتنا بھی معلوم نہیں کہ اسرائیل اور عیسائی دو، دو نہیں بلکہ ایک ہی باپ دادا کی اولاد ہیں۔ اسی بات کو کہ ہندی روزنامہ "امر اجالا" نے غالباً ۲۴ر جنوری ۱۹۹۱ء کے شمارہ کے اداریہ میں زعمار عرب کا خوب خاکہ اڑایا ہے۔ خاکہ اڑانے کی بات بھی ہے۔ کیوں کہ قرآن صاف صاف فرما چکا ہے کہ "اے ایمان والو یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ وہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں اور جو ان سے دوستی رکھے وہ انہیں میں سے ہے۔"

اسلام کے پاسبان شاہ فہد نے ۸ر اگست ۱۹۹۰ء کو امریکہ اور دیگر اسلام دشمن طاقتوں کو اپنے سینہ پر اتار کر اور موجودہ جنگ میں ان کے شانہ بہ شانہ لڑ کر یہ بات ثابت کر دی کہ واقعی ان کی سامراجی طاقتوں سے گہری دوستی ہے۔ ورنہ کیا وجہ ہے کہ اسلامی افواج کو چھوڑ کر ناپاک افواج کو بلایا گیا۔ اب قارئین خود ہی فیصلہ کر سکتے ہیں کہ خلیجی جنگ کا ذمہ دار کون ہے؟

شاہ فہد یا صدام حسین۔ ادھر امریکہ نے بھی اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کی اسرائیل کے خلاف قرارداد کے خلاف چھ بار ویٹو کر کے اور ۲۳ سال کے دوران برابر اس کی پیٹھ ٹھونک کر یہ ثابت کر دیا کہ ہم دو نہیں بلکہ ایک ہی ہیں۔ اور خود سلامتی کونسل کا مردہ پن بھی عیاں ہو گیا کیا وجہ ہے کہ جو سخت کارروائی عراق کے خلاف کی گئی ہے۔ وہی کارروائی آج تک اسرائیل کے خلاف کیوں نہیں کی گئی ہے جو برابر فلسطینی مسلمانوں پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑ رہا ہے یا پھر امریکہ سلامتی کونسل کی قرارداد کا غلط فائدہ اٹھا رہا ہے۔ جیسا کہ ابھی حال ہی میں جسٹس سروپ سنگھ نے انکشاف کیا ہے اگر ایسا ہی ہے تو پھر کیوں نہیں شرارتی کونسل کا سکریٹری جنرل کوئیار امریکہ اور اس کے اتحادیوں کو ان کی اس مردود حرکت سے روک رہا ہے۔ مگر اس کی تو امریکہ نے جیب گرم کر کے ایک بھاری پتھر اس کی پشت پر سوار کر دیا ہے۔ جس کی وجہ سے وہ ہل نہیں پا رہا ہے۔

پاکستان اور ایران پر ایک نظر

آؤ ذرا ایک نگاہ پاکستان اور ایران پر بھی ڈال لیں جو آج کل امن مشن میں سر

گرم دکھائی دے رہے ہیں۔ یوں تو نواز شریف نے کہا تھا کہ پاکستانی افواج مکہ و مدینہ کی حفاظت کے لیے بھیجی گئی ہیں۔ مگر یہ دعویٰ اب بالکل مردہ ہو کر رہ گیا ہے۔ کیونکہ پاکستانی فوج سعودی فوجوں کے ساتھ مدافعت میں اچھی طرح حصہ لے رہی ہے۔ اور مکہ و مدینہ کی چہار دیواری میں مقید نہیں ہے۔ میاں صاحب یاد رکھو اللہ و رسول مکہ و مدینہ کے خود ہی محافظ ہیں۔ تمہاری فوج کی انہیں قطعاً ضرورت نہیں۔ تاریخ گواہ ہے کہ حرمین شریفین کے خلاف سیکڑوں طاقتیں نبرد آزما ہوئی ہیں۔ مگر ہمیشہ منہ کی کھائی ہے میں پاکستانی حکومت سے پوچھنا چاہتا ہوں کیا عراق کے اندر مقامات مقدسہ نہیں ہیں؟ کیا وہاں اسلام کی جان امام اعظم، غوث اعظم، شجاع اعظم وغیرہ سیکڑوں اولیاء کرام، صحابہ کرام نہیں ہیں؟ وہاں پاکستانی فوج کیوں نہیں بھیجی گئی۔ ماننا پڑے گا ضرور اس میں کچھ راز ہے۔ اور وہ عقلا پر روشن ہو گیا ہے۔ اس جنگ نے ایران کے بھرم کو بھی کھول کر رکھ دیا جو آج تک یہی شور مچاتا رہا کہ اسے حضرت علی حسنین کریمین نجف اشرف اور کربلا شریف سے گہری عقیدت ہے۔ اے شیعہ لیڈرو کہاں مر گئی تمہاری عقیدت۔ کیا مذکورہ دونوں مقامات پر سخت بمباری کو برداشت کرنے کا نام ہی عقیدت ہے۔ کیا ان مقامات پر ایران اپنی فوج نہیں بھیج سکتا تھا۔ جیسا کہ پاکستان نے کیا ہے۔ ادھر جملہ عرب ممالک کی بھی قلعی کھل گئی جو یہ کہتے تھے کہ فلسطین کی آزادی کے لئے ہماری کوششیں مسلسل جاری ہیں۔ آج جب کہ صدام حسین نے فلسطین کی آزادی کی بات کہی ہے تو سب اس کو پھٹکار رہے ہیں۔ اور کہہ رہے ہیں کہ مسئلہ کویت کو فلسطین سے نہ جوڑیں۔ اور کویت کو بغیر کسی شرط کے خالی کر دیں۔ بجا ہے ان کے مغربی آقاؤں نے ان کے پیروں میں غلامی کی سخت بیڑیاں ڈال رکھی ہیں۔ اور انہیں ایسی نشہ آور شراب پلا دی ہے جس کا نشہ اسی وقت اترے گا کہ جب امریکہ وغیرہ ایک ایک کر کے ان سب کا صفایا کر دیگا۔ سچ تو یہ ہے کہ تمام اسلامی ممالک علی الخصوص عربی ممالک کو اس بات پر جتنی خوشی منانا چاہیے تھی وہ کم تھی کہ اسلامی ممالک میں ایک ایسی بھی طاقت ہے جو نہ صرف یہ کہ امریکہ جیسی مہاشکتی کو کچل دینے کی صلاحیت رکھتی ہے بلکہ دیگر جملہ سامراجی طاقتوں کو بھی ملیامیٹ کرنے کی طاقت رکھتی ہے۔ نہ صرف طاقت بلکہ بلند حوصلہ بھی رکھتی ہے۔ مگر یہاں تو یہ ہے کہ۔ ع اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

اب بھی وقت ہے کہ جملہ اسلامی ممالک ایک جٹ ہو کر اسلام دشمن قوتوں کا ڈٹ کر مقابلہ کریں اور ایک بار پھر یہ ثابت کردیں کہ اسلام ہی وہ ایک واحد طاقت ہے کہ جس کے آگے بم، بارود، توپ، میزائل اور ٹکنالوجی پناہ مانگا کرتی ہے

اللھم انصر دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم

تبصرہ

از :- حضرت علامہ محمد عبد الحکیم شرف قادری شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور (پاکستان)

نام کتاب : مفتیٔ اعظم اور ان کے خلفاء جلد اوّل
مصنف : مولانا محمد شہاب الدین رضوی بہرائچی
ناشر : رضا اکیڈمی علی عمر اسٹریٹ بمبئی ٣
قیمت : پچھتر روپے

محترم و مکرم مولانا محمد شہاب الدین رضوی صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ،

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ
مزاج شریف

آپ کا دل نواز اور روح پرور تحفۂ انیقہ مفتیٔ اعظم اور ان کے خلفاء کرام موصول ہوا، سبحان اللہ، ماشاء اللہ ـــ کتاب کا مطالعہ شروع کیا تو اول سے آخر تک دیکھتا ہی گیا ـــ مواد کی فراہمی، انداز تحریر، جدید تکنیک، باحوالہ انداز بیان ـ ہر چیز خوب سے خوب تر ـــ عقیدتمندی کے باوجود القاب کی بھرمار سے اجتناب ـ عبارت کی سلاست، مختصر عمر اور مختصر ترین وقت میں ایسی عمدہ اور ضخیم کتاب ـ جس نے بھی دیکھی بے ساختہ داد دی ـ ایک عرصہ پہلے راقم نے ایک کتاب تذکرۂ اکابر اہلسنت لکھی ـ پھر تعارف علمائے اہلسنت شائع کی ـ پھر دوسرے موجودہ دور کے عظیم مفکر اور ادیب پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد مدظلہٗ کے ساتھ راقم کو بھی شامل کر دیا، یہ آپ کا حسن ظن ہے، آپ کی محبت ہے، ورنہ راقم اس لائق کہاں ـ حضرت استاذ العلماء مولانا مفتی محمد عبد القیوم ہزاروی مولانا منشا تابش نے بھی اس کاوش کو خراج تحسین پیش کیا موضوعات کی طرف توجہ ہوگئی ـ لیکن یہ احساس شدت کے ساتھ موجود رہا کہ کاش کوئی صاحب قلم اہلسنت علماء و مشائخ کی جگمگ جگمگ کرتی ہوئی زندگیوں کو صفحات تاریخ میں محفوظ کرنے کی کوشش کرتا ـ الحمد للہ! کہ مولائے کریم نے یہ سعادت آپکے نام لکھ دی ـ آپ کو کیا بتاؤں کہ کتاب دیکھ کر اور پڑھ کر کتنی راحت ملی اور خوشی اور مسرت کیساتھ کتنے لوگوں کو دکھائی ـ دل سے دعائیں نکلیں کہ مولائے کریم اس سعادتمند نوجوان کو علم نافع، عمل صالح عطا فرمائے ـ اور عمر خضری مرحمت فرمائے اور اسے دین متین کی علمی اور قلمی خدمات انجام دینے میں صرف کرنے کی توفیق ارزانی فرمائے ـ اللہ تعالیٰ کی رحمتیں ہوں ان والدین پر جن کے گلشن میں ایسا قیمتی پھول کھلا، سلام ہو اس استاذ گرامی پر جس کی تربیت، تحریک اور سرپرستی میں موجودہ دور کا لائق صد آفریں ہونہار قلم کار تیار ہوا، جس کے بارے میں بجا طور پر توقع کی جا سکتی ہے کہ وہ مستقبل کا عظیم مصنف ہوگا، انشاء اللہ ـ باقی رہی نکتہ چینی تو اس سے دل برداشتہ نہیں ہونا چاہئے، کام کرنے والوں کے ساتھ یہی ہوتا ہے ـ ہاں اگر آپ بالکل کام نہ کریں تو آپکو کوئی بھی نہ پوچھے گا ـ مقصد رضائے الٰہی ہونا چاہئے ـ پھر لوگوں سے کس چیز کی توقع، نذریں آپ نے

خطوط آپ کے

سلام مسنون قبول باد

ماہنامہ سنی دنیا دستیاب ہوا۔ ہم اور ہمارے احباب میں خوشی کا پھول سے کھل گیا۔ عاشقان رسول و شیدائے اعلیحضرت آپ کو کامیابی کی دعائیں دے رہے ہیں

ناچیز احمد حسین، بنکی پور، یوپی

محترم و محتشم نازش صحافت!

آپ کا ماہنامہ "سنی دنیا" حاشیۂ ذہن پر حکومت کرنے میں کوئی قصر باقی نہیں رکھتا۔ میں آپ کی صحافتی جرأت کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں ــــ

"سنی دنیا" کے اس وسعتِ الفاظ و بیان کی فریفتگی نے مجھے پابندی کے ساتھ مطالعہ کرنے پر مجبور کر دیا۔ یہ مضمون بھی اسی کا عنایت کردہ ایک قیمتی تحفہ ہے۔ جو آپ کے پیش رو ہے۔

محمد جمال الدین مدرسہ عالیہ قادریہ بدایوں

فروری سنہ ۱۹۹۱ء کا سنی دنیا دستیاب ہوا۔ شکریہ! رسالے کے معیار میں دن بدن نور و نکہت کی انجمن فروزاں نظر آتی ہے۔

آپ کی کد و کاوش نے مرکز سے نکلنے والے رسالے کو عالم اسلام کے لئے محبوب بنا دیا دعا ہے کہ رب قدیر جزاء جزیل واجر عظیم عطا فرمائے

محمد نگیب جیبو دی مورشش افریقہ

ہدیۂ تسلیمات

عشق و محبت کی راجدھانی بریلی شریف سے شائع ہونے والا جریدہ "سنی دنیا"، بتوسطِ سیدا ولادِ رسول صاحب قادری عرس عزیزی میں باصرہ نواز ہوا۔ شمارہ کیا تھا؟ علمی رشحات قلم اور آفاق فکر و خیال کا گلدستہ جس کے دلکش پیکر میں دعوتِ فکر و عمل، عاشقِ صادق کی بیتاب آرزو، اسلامی تصوف کے حقائق و معارف، انقلاب دین کا فکر انگیز درس، اعجاز نوح و قلم کی اجارہ داری اور چمن چمن کے پھول ایک گلدستہ میں جمع کر لیا گیا ہے۔ اور بیساختہ یہ شعر نکل آیا۔ ؎

یہ چاند تانی ہے پھول ہے، نغمہ ہے، شعر ہے
اللہ رے حسن ذوق تیرے انتخاب کا

اتنے مختصر اوراق میں اتنے اچھے مضامین، جن میں اصلاحی پہلو غالب، یہ آپ ہی کی انتھک کوششوں کا ثمرہ ہے۔ اور ساتھ ہی بڑے افسوس کہ یہ بھی لکھنا پڑ رہا ہے کہ ہمارے اطراف واکناف میں سنی دنیا نہیں ملتا۔ لہذا شائع شدہ مضامین والا شمارہ روانہ فرما دیں تو کرم ہو گا۔ کچھ مضامین حاضر خدمت ہیں کسی قریبی شمارے میں جگہ عنایت فرمائیں تو نوازش ہو گی۔ خلوص کیش

۹۲ یعقوب اختر، اورنگ آبادی

The Monthly Sunni Dunia Bareilly

Regd. No. XI 7 (82) Vol-3 Annual Subscription Rs. 60/-

Per Copy Rs. 6/- Regd. Po No-B R. 157

اللہ ربّ محمد صلی علیہ وسلما ۔ نحن عبادُ محمدٍ صلی علیہ وسلما

۷۸۶
۹۲

دہلی میں

اہلسنت کے تمناؤں کی تکمیل بشکل دارالعلوم معینیہ نوریہ

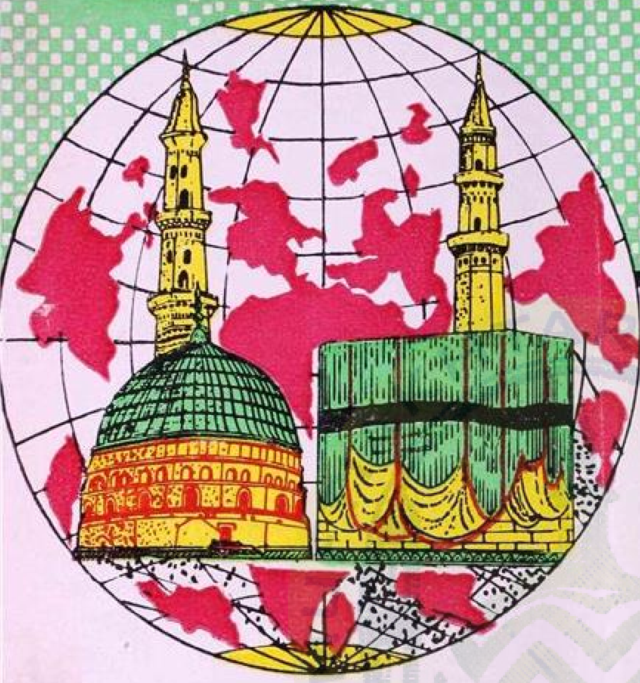
جس کی بنیاد مفتی اعظم علامہ ازہری نے رکھی

وہ دارالعلوم معینیہ نوریہ جو دہلی میں سنیوں کا محافظ و پاسبان ہے۔
وہ دارالعلوم معینیہ نوریہ جو دہلی میں اہلسنت کی نمائندگی کرتا ہے۔
وہ دارالعلوم معینیہ نوریہ جو ہندوستان کی راجدھانی میں سنیوں کا عظیم قلعہ ہے
وہ دارالعلوم معینیہ نوریہ جو دہلی میں اہلسنت کی آبرو ولاج ہے۔
وہ دارالعلوم معینیہ نوریہ جو دہلی میں سنیوں کے خوشنما خواب کی تعبیر ہے
وہ دارالعلوم معینیہ نوریہ جو دہلی کو وہابیت کے غلبہ سے بچا رہا ہے۔
وہ دارالعلوم معینیہ نوریہ جو اپنے طلبہ کے ذریعہ گھر گھر صلوٰۃ و سلام پھیلا رہا ہے
وہ دارالعلوم معینیہ نوریہ جو آپکی توجہ کا سب سے زیادہ مستحق ہے۔
وہ دارالعلوم معینیہ نوریہ جو تعلیم و تعمیر میں ترقی کے لئے آپ سے مدد مانگ رہا ہے
وہ دارالعلوم معینیہ نوریہ جو بہت جلد ترقی پاتا جارہا ہے۔

مفتی اعظم علامہ **ازہری میاں** کی سرپرستی میں چلنے والا **دارالعلوم** وقت کی بہت بڑی ضرورت پوری کر رہا ہے اہلِ خیر و سرمایہ دار حضرات آپ بھرپور توجہ دیں اور ہر موقعہ سے اسکی مدد کر کے مغلوب وہابیت سرزمینِ دہلی میں مسلکِ اعلیٰحضرت زیادہ سے زیادہ پھیلائیں العارض **محمد شرف عالم خان** خادم طلبہ دارالعلوم ہذا

ترسیلِ زر وخط و کتابت کا پتہ: دفتر دارالعلوم معینیہ نوریہ، پوربی پرانا سیلم پور گلی نمبر ۲ دہلی نمبر ۳۱

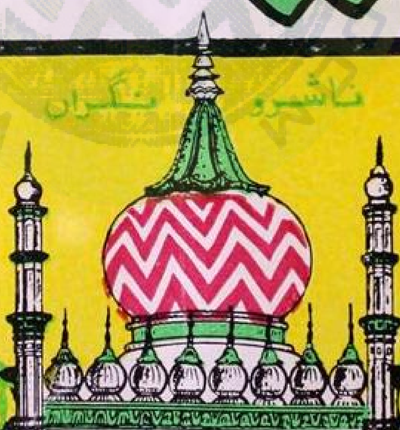
یادگار تاجدار اہلسنت مفتی اعظم ہند حضرت علامہ محمد مصطفیٰ رضا خاں صاحب علیہ الرحمہ



بریلی شریف

ی دنیا

ناشر و نگراں



ہ مفتی محمد اختر رضا خاں صاحب ازہری قائم مقام مفتی اعظم ہند بریلی شریف

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بیادگار: حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ

بظل عاطفت: حضور مفسر اعظم ہند علیہ الرحمہ

ماہنامہ سنی دنیا بریلی شریف

شمارہ ۱۰۴

جلد ۱۰

مئی ۱۹۹۱ء مطابق شوال ذیقعدہ ۱۴۱۱ھ

ایڈیٹر

محمد ذوالفقار علی خاں نوری

شرح خریداری

☆☆☆☆☆☆☆☆

قیمت فی شمارہ ———— ۶

سالانہ ———— ۶۰

غیر ممالک سے ———— ۳۰۰

رجسٹرڈ پوسٹ نمبر بی، آر، ۱۵۷

رجسٹریشن نمبر

REGDNOX 117 (82)

VOL-3

ون ———— ۲۱۶۶

ایڈیٹوریل بورڈ

(۱) مولانا قمر الحسن قمر بستوی

(۲) معمار ملت علامہ شبیہ القادری

۳. ڈاکٹر محمود حسین بریلوی

مقام اشاعت —— ۸۲، سوداگران رضا نگر —— بریلی شریف

مطبوعہ — نوری آفسیٹ پریس عقب آستانہ رضویہ، بریلی شریف

خط و کتابت اور ترسیل زر کا پتہ:

منیجر سنی دنیا

۸۲، سوداگران رضا نگر پوسٹ بکس ۲۳۵

بریلی شریف (یوپی)

اگر اس دائرے میں سرخ نشان
نظر آئے تو سمجھ لیں کہ آپ کا زر تعاون ختم
ہو چکا ہے۔ براہ کرم آئندہ کے لئے زر
تعاون ارسال فرمائیں۔
منیجر

آپ توجہ کریں

کون کہاں پر ہے

شعرائے کرام

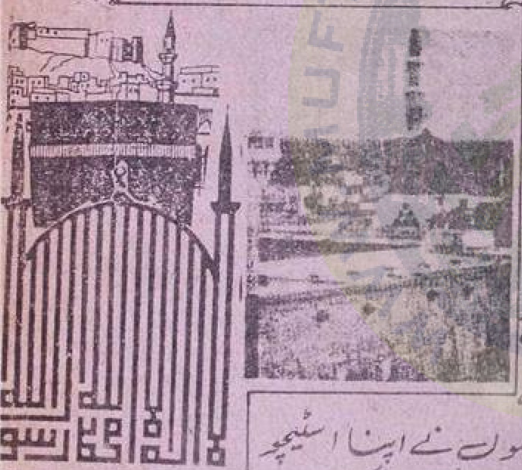
فرحانہ شاہین ، قیصر خالد دہلوی ، مولانا جمیل الرحمٰن۔

انتخاب اور مسلمان

اداریہ

محمد قمر الحسن قمر بستوی، ایم اے

مستقبل

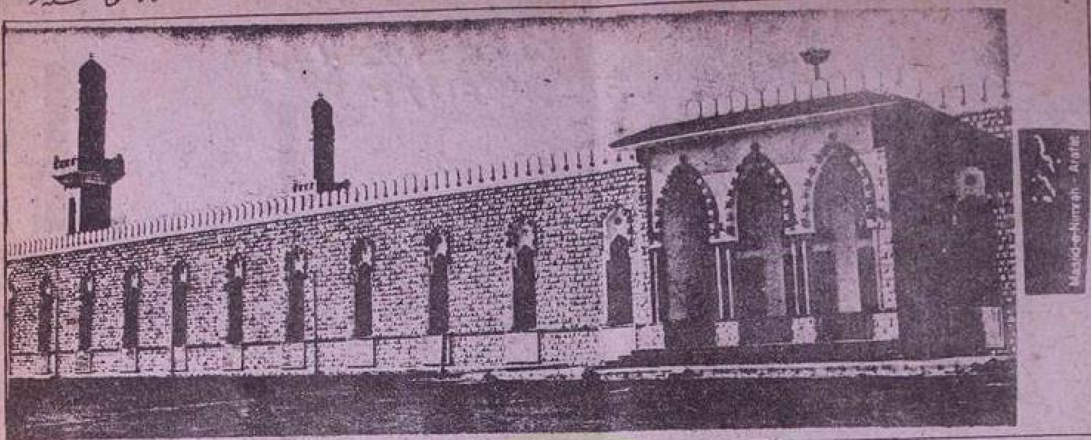


ہندوستان دنیا کے جمہوری ممالک میں سب سے بڑا ہے۔ اور آج تک یہاں جمہوری قدروں کو بہر حال اجاگر کیا جاتا رہا ہے چاہے وہ جس ڈھنگ سے بھی ہو۔ مگر ادھر چند سال سے اس کی جمہوریت روبہ زوال نظر آتی ہے خصوصیت کے ساتھ فسطائی تنظیموں کے جارحانہ کردار و عمل نے تو اس کی تمام ساکھ کو بلا کر رکھ دیا ہے۔ جب سے ان تنظیموں نے اپنا اسٹیچو (STATUE) سجایا اور بھانت بھانت کے رنگ و روغن لگے نعروں کے ساتھ منصۂ شہود پر آئی ہیں۔ اس وقت سے ملک لمحہ لمحہ بکھرتا رہا ہے۔ جس کا لازمی نتیجہ بدنظمی، انتشار، مہنگائی، قتل و غارت گری وغیرہ وغیرہ کی شکل میں ظاہر ہوا۔ ابھی ۸۹ء کا انتخاب عوام کے حاشیۂ ذہن سے بالکل بھی نہیں ہٹ سکا تھا کہ ۹۱ء مئی میں پھر انتخابی مہم جوئیوں کا اعلان کر دیا گیا۔ عوام بھوکے ہیں، ننگے ہیں، خانماں برباد ہیں، اور ملک شدید مسائل سے دوچار ہے۔ مگر ارباب سیاست کو اپنی کرسیوں سے عشق نے اس قدر اندھا کر دیا ہے کہ قوم کے مسائل سے نبرد آزما ہونا تو بہت بڑی

باتیں ہیں۔ یہ سیاسی پہلوان عوام کے لئے خود ایک مسئلہ بن کر رہ گئے ہیں۔ میدان سیاست کے بازیگروں نے ان کو اندھا تن آسانی، منفعت کوشی اور خود غرضی بنا دیا ہے۔ بساط سیاست کا ہر مہرہ ان کی نظر میں صرف اور صرف ان کی زندگی میں کسی تاج محل کی تعمیر کے لئے ہی خرچ کیا گیا ہے۔ جہاں یہ چین و سکون کی نیند سو رہے ہوں گے ــــــــ

جب کسی ملک کی معیشت تباہ و کمزور ہوتی ہے تو اس کے داخلی اور خارجی دونوں اثرات غیر معیاری ہو جاتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ مہنگائی،.......... اور انارکی عوام کا مقدر ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ اس وقت دنیا کی ایک بڑی طاقت سوویت روس اپنی معیشت کی کمزوری کی وجہ سے بکھر رہی ہے اور خدشہ ہے کہ کہیں ٹکڑے ٹکڑے نہ ہو جائے۔ کیونکہ معیشت کہ دراصل کسی ملک کی سالمیت اور استحکام کی ضامن ہوتی ہے۔ ایک طرف تو ملک میں سیاسی عدم استحکام ہے جس کی وجہ سے نظام حکومت میں لمحہ لمحہ تبدیلی آ رہی ہے۔ اور اسی وجہ سے ملک غریبی کی سطح پر بلند ہوتا جا رہا ہے ایک بار انتخاب ہونے میں عوام کی کمر لوہی دوہری ہو جاتی ہے جس کو پنج سالہ منصوبہ کے تحت کسی صورت پورا کیا جاتا ہے اور دوسری طرف جب ملک اپنی مقررہ میعاد سے پہلے ہی پھر انتخاب کی لہر میں ہو تو اس ملک کے عوام کیوں نہیں بکھر جائیں گے۔ دو سال کے اندر ڈبل بار الیکشن عوام کو کنگال بنا دے گا۔ اور ارباب سیاست اپنی جیبیں بھر کر پھر کسی ایرکنڈیشنڈ مکان میں مستی کر رہے ہوں گے۔ عوام کا لہو گرم ریگ زار وں میں جذب ہو رہا ہو گا ــــــــ

ہندوستان ایک ایسا ملک ہے جس میں انتخاب کے دوران پارٹی بدلنے کی وبا پھوٹ گئی ہے۔ اور ایک افراتفری کا ماحول پیدا ہو چکا ہے۔ انتخابی مہم کی آندھی چل رہی ہے۔ اور ہر شخص اپنی اپنی بولیاں بول رہا ہے۔ مگر مسلمانوں کے مستقبل سے کسی کو کوئی سروکار نہیں۔ ایک طرف کانگریس ہے جس نے آزادی کے بعد سے اب تک مسلسل ۴۴ سال مسلمانوں کا ووٹ لے کر انہیں سبوتاژ کیا ہے، اور ہر الیکشن میں سبز باغ، سنہرے خواب دکھا کر ووٹ حاصل کر کے ان کے جذبات کا استحصال کیا ہے۔ یہاں تک کہ ۱۹۸۶ء میں کانگریس ہی کی ملی بھگت سے بابری مسجد کا تالا کھول کر ہندوستان کے بیسوں کروڑ مسلمانوں کے جذبات کو کچلا گیا۔ اور ان کے قتل کے منصوبہ ساز پروگرام کی روشنی میں پورے ہندوستان کے مسلمانوں کو دہشت ناک ماحول سے گذرنا پڑا اور گذرنا پڑ رہا ہے۔ دوسری طرف جنتا دل ہے جس کے سیکولر چہرے پر مسلمانوں کے تحفظ کا غازہ اور اقلیتوں نیز چھوٹی ذات والوں کے ریزرویشن کا تمغہ لگا ہوا ہے۔ مگر چند ماہ کی حکومت میں



اگر بہ نظر غائر دیکھا جائے تو آزادی کے بعد مسلمانوں کا سب سے زیادہ آزمائشی وقت وی، پی سنگھ کی حکومت کے دوران گذرا ہے۔ اور رتھ یاترا کے پس پردہ مسلمانوں کے قتل نیز مسجد کو شہید کرنے کے جہد و بیہم کا گھناؤنا کھیل دیکھا جا سکتا ہے کہ جنتا دل نے اولاً آگ لگائی جب شعلے بھڑک اٹھے تو اس کے بجھانے کی ڈرامائی تدبیر کی جانے لگی۔ جس کا لازمی نتیجہ تھا، جنتا دل، ایک تیسری طرف دہشت گرد پارٹی بی، جے، پی ہے۔ جس کا ہر ہر عضو مسلمانوں کے خون میں ڈوبا ہوا ہے۔ اور جو رتھ یاترا کے دوران اپنے انتخابی نشان کو مذہب کی آڑ میں سیاست کے لئے کھیل رہی تھی۔ جس کا نعرہ یہ ہے کہ "اگر ہم کامیاب ہو گئے تو مسجد کو گرا کر مندر وہیں بنائیں گے۔

اب سوال یہ ہے کہ ۸۸ کروڑ چالیس لاکھ آبادی والے ملک میں سب سے بڑی اقلیت یعنی مسلمانوں کا مستقبل کیا ہے؟۔ یہ الیکشن اور لوگوں کے لئے تو ایک سیاسی بازیگری ہو سکتا ہے۔ مگر بھارتی مسلمانوں کا تعلق اس انتخابی مہم سے نہ صرف سیاسی ہے بلکہ مذہبی بھی ہوتا جا رہا ہے۔ کیونکہ اس بار جیسا کہ آثار و قرائن بتا رہے ہیں انتخاب کے دوران مسلمانوں پر کڑا وقت آ سکتا ہے۔ کیونکہ بھارتیہ جنتا پارٹی کی نگاہ خون آشام انتخاب کے مہم جو یانہ کردار میں دو کام کر سکتی ہے ایک تو اپنی پارٹی کی فلاح یعنی زیادہ سے زیادہ ہندو ووٹوں کا حصول اور دوسری طرف زیادہ سے زیادہ مسلمانوں کا قتل۔ کیونکہ بی، جے، پی کے نظریاتی منشور کا شاید ایک حصہ یہ بھی ہے کہ مسلمانوں کو زیادہ سے زیادہ قتل کیا جائے یا ان کو زیادہ سے زیادہ ہراساں کیا جائے۔ حکومت ایک تماشائی بنی دیکھتی رہتی ہے۔ اور ہمارے خون سے چمن کی آبیاری کی جاتی رہتی ہے۔ مگر یہ کب تک؟ اور کہاں تک ہوتا رہیگا؟ مسلمان تختۂ مشق بننے کے لئے نہیں ہے۔

ہم نے کبھی اس پر غور نہیں کیا کہ ہمارا ووٹ یہاں کی حکومت سازی میں کلیدی کردار کا حامل ہے۔ بلکہ چند شاطر سیاستدانوں کے ورغلانے پر اپنا قیمتی ووٹ ضائع کرکے چلے آتے ہیں مسلمانوں کو اپنے ووٹ سے متعلق اہم فیصلہ کرنا چاہئے۔ دو برائیوں میں سے اگر کسی سے بچ نہ سکنے کا راستہ نہ ہو تو جو کم تر درجہ کی برائی ہی اختیار کرنا دانشمندی ہے۔ اس وقت ہندوستان کے افق سیاست پر تین ستارے خصوصیت کے ساتھ رونما ہیں۔ مگر آپ کی عقلمندی یہی ہوگی کہ آپ کم تر برائی کا انتخاب کریں۔

آج بابری مسجد کا مسئلہ بین الاقوامی شہرت حاصل کرچکا ہے اور بابری مسجد ہندوستانی مسلمانوں کے وقار کا مسئلہ ہے۔ اگر بابری مسجد کے مسئلے کو سیوتاژ کیا گیا تو یہ لمحہ ہے کہ ہمارا تشخص ہندوستان کی تاریخ سے منعدم ہوچکا ہوگا۔ جب بی۔ جے۔ پی رام مندر کے نام پر قوم کو بیوقوف بنارہی ہے اور عام ہندوؤں کے ذہن میں ہندو کا زہر گھول رہی ہے تو مسلمانوں کو بہت دور اندیشی اور احتیاط سے کام لینا ہوگا۔ الیکشن کمیشن انتخابی مہم میں مذہب کے استعمال پر پابندی لگا چکا ہے۔ مگر حیرت بالائے حیرت یہ ہے کہ ملک کے مختلف گوشوں کو یہ پارٹی مذہب ہی کے نام پر اپنا الو سیدھی کرتی نظر آرہی ہے۔ لگتا ہے زہر کے بیتانے بانے بڑی گہرائی سے بنے گئے ہیں۔

ایک اور مسئلہ یہ ہے کہ یہاں جب کوئی نئی پارٹی جنم لیتی ہے تو عوام کا پسینہ تھوڑی دیر کے لئے یہ سوچ کر ضرور خشک ہوجاتا ہے کہ ایک نئی جہت ملے گی۔ اور عوام کو قدرے تسلی ہوگی مگر لوگ یہ نہیں سوچتے کہ جو پارٹی نئی ترنگ لے کر انتخابی منچ پر ابھر رہی ہے اس کے کردار کا پس منظر کوئی نیا نہیں ہے بلکہ وہی جانے پہچانے پرانے چہرے ہیں جو تبدیل والی پارٹی میں منہ کی کھاکر نیا سوانگ بھر کر نئی نہج کے ساتھ عوام کے سامنے ابھر رہے ہیں۔ اس کی روشنی میں آپ ہندوستان کی ہر پارٹی کا نیا اور پرانا چہرہ دیکھ سکتے ہیں۔ جنتا دل جب وجود میں آیا تو مسلمانوں میں قدرے سکون پیدا ہوا کہ کانگریس کی بالادستی، منافقت، اور غیر مہذب سیاست سے چھٹکارا ملا مگر اس میں جتنے چہرے تھے وہ کوئی نئے نہیں تھے سب پرانے تھے۔ جو کسی نہ کسی منزل پر عوام کے جذبات کا جارحانہ مذاق اڑا چکے تھے۔ پھر ان سے کوئی توقع کیسے کی جاسکتی تھی۔ ملائم سنگھ یادو کے دور اقتدار میں اتر پردیش میں مسلمانوں کا جتنا خون بہا وہ بھارت کی تاریخ کا ایک بے مثال دور ہے۔ مگر یادو صاحب اپنی کرسی کے لئے ہر قربانی دینے کو تیار تھے۔ سو وہ کرتے رہے۔ مگر مسلمانوں کے تحفظ کی ضمانت وہ بھی دے نہ سکے۔ اور مسلمان قسطوں میں قتل ہوتا رہا۔

اک کشمکش زیست ہے اک موت کا احساس ؛ ہم جی بھی نہیں سکتے ہیں مر بھی نہیں سکتے (قمر)

مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ متحد ہوکر ایک پلیٹ فارم پر جمع ہوں اور اپنے اتحاد کی قوت کا بھرپور مظاہرہ کریں، اپنے ووٹ کی اہمیت کو سمجھیں اور سمجھائیں تاکہ حکومت اس امر پر غور کرنے کے لئے

مجبور ہو جائے کہ اگر ہمارے ساتھ غیر مساویانہ دوہرا سلوک برتا گیا تو ہم کسی بھی حکومت کا تختہ پلٹ سکتے ہیں ہمارے ساتھ وہ تمام مراعات ہوں جو ایک ہندوستانی شہری کی حیثیت سے اوروں کو مل رہی ہیں، آج غربت، افلاس، بے روزگاری، بے کاری جس قدر مسلمانوں میں ہے کسی اور قوم میں دیکھنے میں نہیں آتی چونکہ حکومت خود متعصبانہ رویہ رکھتی ہے۔ حکومت کی مشینری کے تمام شعبوں میں ہمارا فی صد ہی کیا ہے ؟ اور تجارت کے معاملہ میں عوام پر اتنا بوجھ ڈال دیا جاتا ہے کہ عوام اس گراں باری کے نیچے دب کر پس جاتی ہے۔ نتیجہ ہاتھ آتا ہے "ڈھاک کے تین پات"، اگر اپنے اتحاد کی قوت کا صحیح مظاہرہ کیا گیا تو اور اپنے ووٹوں کی قدر کی گئی تو میں سمجھتا ہوں کہ ہندوستان میں جتنی بھی سیاسی پارٹیاں ہیں وہ ہمارے ساتھ تعاون کرنے اور جھکنے پر مجبور ہو جائیں گی۔ ایک اور بات ہے وہ یہ کہ کوئی حکومت آتی ہے اگر اس نے کوئی ایک کام کر دیا تو مسلم طبقہ اسکو جان مسیحا سمجھ کر فلک شگاف نعرے لگانے لگتا ہے۔ مگر اس کی نظر فہرست کے ان کے ان گنت امور کی طرف نہیں جاتی جس میں کا ہر ایک اس کی زندگی کا ملازمہ رکھتا ہے۔ اگر سو بڑے کاموں میں سے ایک کام کر بھی دیا گیا تو خوشیوں کا پہاڑ نہیں سر پہ اٹھا لینا چاہیے۔ مگر واقعہ یہ ہے کہ ناکافی تمنا نے اندر سے طبقہ مسلم کو اتنا توڑ دیا ہے کہ ہر ابھرتے ہوئے سائے کو حقیقت اور بہتے ہوئے تنکے کو نجات دہندہ تصور کر لیتا ہے۔ مسلمانوں کو ان تمام متفرق تصورات سے بالاتر ہو کر ایک ایسا منظم دستور مرتب کرنا ہوگا جو ۲۰۰۰ء کے بعد کی ناقدریوں کا بدل نہ ہو بلکہ اکیسویں صدی عیسوی کا کامیاب منشور رہو۔ ابنائے وقت کے فریب چہروں کو پہچاننا اور ایک اعلیٰ، روشن اور کامیاب مستقبل کی تعمیر کے لئے ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے کہ وہ خود اور معاشرہ کو نئی مفید جہت عطا کرے۔ ورنہ آر، ایس، ایس، بی، جے، پی، شیوسینا، بجرنگ وغیرہ فسطائی تنظیمیں اندر اندر اپنی ریشہ دوانیوں میں اتنی تیزی سے رو بہ عمل ہیں جن کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ گزشتہ انتخابات میں بی جے پی کی پوزیشن اور ۸۹ء کے انتخابات کی پوزیشن کا جائزہ لیجئے۔ آپ کے اوسان خطا کر جائیں گے کہ ان کی زمین دوز تحریک کتنی شدت سے سرگرم عمل ہے اور حیرت اس وقت ہوتی ہے جب کوئی کانگریسی اپنے چہرے سے کانگریس کا خول اتار کر فسطائی تنظیموں میں سے کسی ایک کا خول اپنے چہرے پر چڑھا کر سامنے آتا ہے

اس وقت مسلمانوں کو ورغلانے اور اپنا الو سیدھا کرنے کے لئے بہت سارے نام نہاد مسلمانوں کو فرنٹ پر رکھ کر اپنی سیاست کی دوکان چمکائی جائیگی۔ اور آپ کو اس منطقی طور پر باور کرایا جائیگا کہ آپ کا ذہن اس کو سچ ماننے کے لئے تیار ہو جائے گا مگر عقلمندی یہی ہے کہ آپ اس کی حقیقت کی گہرائی تک اتریں اور کھنگالیں کہ فلاں صاحب کے نام کی جو یاد دہانی کرائی جا رہی ہے کیا ایسا تو نہیں کہ اس کے پیچھے کوئی گندم نما جو فروش کا عمل انجام پا رہا ہے۔ آپ اپنے مطالبات ان سیاسی لوگوں کے سامنے رکھئے جو آپ کو تحفظ، روٹی، کپڑا، مکان اور عزت دے سکے ورنہ ؏

جس کھیت سے دہقاں کو میسر نہ ہو روٹی　　اس کھیت کے ہر خوشۂ گندم کو جلا دو　(اقبالؔ)

کلامِ امام

اعلیحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ





نعمتیں بانٹتا جس سمت وہ ذیشان گیا
ساتھ ہی منشیِ رحمت کا قلمدان گیا

لے خبر جلد کہ غیروں کی طرف دھیان گیا
میرے مولیٰ مرے آقا ترے قربان گیا

آہ وہ آنکھ کہ ناکام تمنا ہی رہی
ہائے وہ دل جو ترے در سے پرارمان گیا

دل ہے وہ دل جو تری یاد سے معمور رہا
سر ہے وہ سر جو ترے قدموں پہ قربان گیا

انہیں جانا انہیں مانا نہ رکھا غیر سے کام
للہ الحمد میں دنیا سے مسلمان گیا

اور تم پر مرے آقا کی عنایت نہ سہی
نجدیو! کلمہ پڑھانے کا بھی احسان گیا

آج لے ان کی پناہ آج مدد مانگ ان سے
پھر نہ مانیں گے قیامت میں اگر مان گیا

اف رے منکر یہ بڑھا جوش تعصب آخر
بھیڑ میں ہاتھ سے کمبخت کے ایمان گیا

جان و دل ہوش و خرد سب تو مدینے پہنچے
تم نہیں چلتے رضا سارا تو سامان گیا

یا ایہا الاستفتاء

فقیہ اسلام قائم مقام مفتی اعظم، علامہ اختر رضا خاں ازہری

استعانت و توسل جائز ہے

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص جو عالم مشہور ہے لکھتا ہے کہ غیر اللہ سے سوال قبیح لذاتہ ہے اور لکھتا ہے کہ غیروں سے مانگنا موجب ذلت ہے۔ اب ارشاد فرمایا ہے کہ برکات الامداد میں حضور پرنور اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سرکار نامدار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سوال کرنے کو حکم فرمانا لکھا ہے۔ پھر یہ کہ ان صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جنت میں رفاقت کا سوال کیا۔ سرکار نے منظور فرمایا اور کثرت سجود سے استعانت کا امر فرمایا۔ تو کیا نعوذ باللہ ایک قبیح اور موجب ذلت فعل کا حکم ارشاد فرمایا گیا۔ قبول فرمایا گیا بلکہ ہزار بار معاذ اللہ خود بھی عمل فرمایا گیا۔ یہ کس قدر ایمان سوز نتیجہ ہے۔ جو عالم مذکور کے بات سے نکلتا ہے اور کتنی کھلی گستاخی و اہانت ہے تمام حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی اور جملہ اولیائے کرام رحمہم اللہ اجمعین کی بارگاہ میں جہاں سوال کا حکم ہوا پورا فرمایا گیا۔ بلکہ خود بتا بھی گیا ارشاد ہو کہ زید کا عقیدہ کیسا ہے۔ زید کیا مسلمان ہے سنی ہے اور جو اس کے متبعین ہیں ان کو کیا کرنا چاہیے۔

المستفتی :۔ احسان الرحمٰن عزیزی

۷۸۶/۹۲۔ الجواب :۔ زید کا قول غلط و قبیح ہے اگر وہ اس سے توسل و استعانت پہ اولیاء کو باطل کیا چاہتا ہے حالانکہ قرآن کریم وسیلہ کا حکم فرماتا ہے ارشاد ہے۔ وابتغوا الیہ الوسیلۃ اور اسے (توسل کو) بزرگان دین کی سنت سنیہ بتاتا ہے۔ فرماتا ہے۔ اولٰئک الذین یدعون یبتغون الیٰ ربھم الوسیلۃ ایھم اقرب یعنی یہ کافر لوگ جنہیں پوجتے ہیں وہ خود رب کی طرف وسیلہ ڈھونڈتے ہیں کہ ان میں کون اللہ سے نزدیک تر ہے اور اسی کا یہ قول بلاشبہ انبیاء کرام بلکہ خدا کی جناب میں اہانت کو مستلزم ہے کہ جب خدا نے اپنے محبوبوں سے توسل کا حکم کیا تو اس کا حکم کیا تو اس کے طور پر معاذ اللہ قبیح لذاتہ کا حکم دیا۔ زید نے اپنے قول سے اپنی اہانت آشکارا کر دی لہٰذا ہر سنی کو اس سے اجتناب ضرور واللہ اعلم

فقیر محمد اختر رضا خاں ازہری قادری غفرلہ
۳ ربیع الآخر ۱۴۰۰ھ

صح الجواب :- انبیائے کرام و اولیائے عظام سے جو توسل کیا جاتا ہے وہ توسل بغیر اللہ نہیں ہے وہ فی الحقیقت استعانت باللہ ہے۔ حضرت شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی قدس سرہٗ فرماتے ہیں۔ اگر استعانت محض بجانب حق است و اورا کہ از خطا ہر عون دانستہ و نظر بکارخانہ اسباب حکمت او تعالٰی در آں نمودہ بغیر استعانت ظاہری نماید دور از عرفان نخواہد بود در شرع نیز جائز و روا است۔ انبیاء و اولیا ایں نوع استعانت بغیر کردہ اند و در حقیقت ایں نوع استعانت بغیر نیست بلکہ استعانت بحضرت حق است از غیر
(ص ۵۸)

سوال مطلق کو قبیح لذاتہ بتانا خلاف قرآن و حدیث ہے۔ قرآن و حدیث میں سوال کا حکم دیا گیا ہے۔ قال اللہ تعالٰی فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون ۰ کیا معاذ اللہ قرآن نے عظیم قبیح لذاتہ کا حکم فرماتا ہے۔ حدیث سائل نے جو تحریر سوال کی ہے اس سے بھی سوال کی اجازت ثابت ہے۔ پھر اسے قبیح لذاتہ کہنا غلط ہے اور باطل ہے ہاں سوال کا کوئی خاص فرد مراد ہو تو بیان کیا جائے۔
واللہ تعالٰی اعلم

قاضی عبد الرحیم غفرلہٗ

(بقیہ ضیائے قرآن)

یہ بشارت ہے۔ بشریٰ ہے۔ ان لوگوں کیلئے جو غلامیٔ مصطفٰے سے بہرہ یاب ہیں۔ یہ ان کیلئے نہیں ہے جو یکفر بالطاغوت پر عملدرآمد نہیں کرتے۔ بلکہ اور انہوں نے طاغوت کو پیشوا اور ہادی کر لیا ہے۔ نعوذ باللہ۔

اور ابلیس خود بھی شک میں پڑا ہے اور اپنے بندوں کو بھی شک میں ڈالا۔ کہ ترجمہ کیا آیہ کریمہ کا۔ ونحن لہ عٰبدون اور ہم اللہ کی غلامی اختیار کئے ہوئے ہیں۔

چونکہ طاغوت یہ سمجھتا تھا کہ ایسا ترجمہ کرو کہ غلامی مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کو شرک سمجھا جائے۔ تو اے غلامان محمد صلی اللہ علیہ وسلم قرآن پر عمل کرو۔ فمن یکفر بالطاغوت پر عمل ضرور کرو۔ اس کے بعد ہے۔ یؤمن باللہ۔ خود بھی اس طاغوت اکبر نے یہی ترجمہ کیا ہے اگرچہ چھپا کر۔ چھپا کر۔ پھر اگر وہ نہ مانیں تمہاری طرح (اختلافیات میں) تو وہ بھی ہدایت یافتہ۔ اور اگر نہ مانیں تو اختلاف و شقاق کے مجرم وہی لوگ ہیں۔ تو غلامی مصطفٰے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا مقام بالکل واضح ہے اور متفق علیہ ہے اور اسے شرک سمجھانے کے لئے ترجمۂ قرآن میں یہ خیانت کی۔ جو کسی نے بھی نہ کی۔ وہ ایجاد بندہ ہے۔

ایک حدیث ہے صرف اس کے ترجمہ پر اکتفا کرتا ہوں کہ

"میری مثال ایسی ہے جیسے کسی نے آگ روشن کی تو یہ کیڑے، چڑے، پتنگے اس میں گرنے لگے اور کھڑا ہوا ان کو روک رہا ہوں۔ اور پھر یہ غالب آئے جاتے ہیں۔ تو میں تمہاری کمر پکڑ کر آگ سے باز رکھ رہا ہوں۔"

باقی آئندہ



ضیاء القرآن

حضرت مفسر اعظم ہند علامہ مولانا محمد ابراہیم رضا جیلانی قدس سرہٗ

ترجمۂ آیت

پہلی قسط

اعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم

فان امنو بمثل ما امنتم بہ فقد اھتدوا وان تولوا فانما ھم فی شقاق فسیکفیکھم اللّٰہ و ھو السمیع العلیم ۔ صبغۃ اللّٰہ ومن احسن من اللّٰہ صبغۃ ۔ ونحن لہ عٰبدون ۔

پھر اگر وہ بھی یونہی ایمان لائے جیسا کہ تم لائے جب تو وہ ہدایت پا گئے ۔ اور اگر منہ پھیریں تو وہ نری ضد میں ہیں ۔ تو اے محبوب عنقریب اللّٰہ ان کی طرف سے تمہیں کفایت کرے گا ۔ اور وہی ہے سنتا اور جانتا ۔ ہم نے اللّٰہ کی رینی لی (رنگت) اور اللّٰہ سے بہتر کسی کی رینی ۔ اور ہم اسی کو پوجتے ہیں ۔

(کنز الایمان)

یہی لکھا تفسیر حسینی میں بھی ۔ پرستش ۔ یہی لکھا تفسیر موضح القرآن نے ونحن لہ عٰبدون اور ہم خدائے تعالےٰ کی بندگی کرتے ہیں (یعنی عبادت)

ترجمۂ تھانوی کا تقابل

اس آیت کا ترجمہ مولوی تھانوی نے جو کیا ہے وہ پیش نظر ہے اور اس پر ہلکا تبصرہ بھی ہے ۔

(تھانوی ترجمہ) سو اگر وہ بھی اس طریق سے ایمان لے آویں جس طریق سے تم (اہل اسلام) ایمان لاتے ہو تو وہ بھی راہ حق پر لگ جائینگے ۔ اور وہ روگردانی کریں تو وہ لوگ (ہمیشہ سے) بر سر مخالفت ہیں ہی تو (سمجھ لو کہ) تمہاری طرف سے عنقریب نمٹ لیں گے اللّٰہ تعٰ ۔ اور اللّٰہ تعٰ بہت سنتے اور جانتے ہیں ہم (دین کی) اس حالت پر ہیں جس میں (ہم کو) جس کے رنگ دینے کی حالت اللّٰہ تعٰ سے خوب تر ہو اور اسی لئے اس کی غلامی اختیار رہوتی ہیں ۔ تو ونحن لہ عٰبدون ۔ کا ترجمہ غلامی کا کیا یہ ہے تھانوی مرحوم کی کھلی ہوئی وہابیت ۔ اول تو یہ کہ چونکہ یہ آیت معیار اور کسوٹی ہے حق و باطل کی اور اس کسوٹی پر دیو رجیم کی مرجومیت بالکل واشگاف ہو گئی ہے ۔ کیونکہ حق تعالےٰ یہ فرماتا ہے ۔ کہ پھر وہ (اہل باطل) ایسا ہی بالکل مان لیں جیسا کہ تم نے مانا ہے تو وہ بھی ہدایت یافتہ ہوئے تو اہل اسلام ۔ اہلسنت جیسا بالکل مان رہے ہیں سنت کو، بدعت کو، فاتحہ کو، عرس کو، ایصال ثواب اور تعظیم نبی ۔ اور توسل کو صلی اللّٰہ علیہ وسلم ۔ ان جیسا خود مانیں تو ہدایت یافتہ ہوئے ۔ اگر نہ مانیں

تو وہی مخالفت و اختلافات کے مجرم ہیں۔ یہ آیت کسوٹی ہے۔ معیار حق و باطل ہے۔ کیسا کیسا جبا کر ترجمہ کیا ہے اس آیت کا تھانوی صاحب نے

غلامیٔ مصطفےٰ کا معنیٰ

آیت کے معنیٰ تو خیال میں رہیں۔ ایک حدیث بھی سن لو۔ من فارق شبرا من الجماعة فقد خلع ربقة الاسلام من عنقه۔ او کما قال جو ایک بالشت بھی جماعت سے (عقیدہ، عمل سے) ہٹا اس نے اسلام کا ڈورہ اپنی گردن سے نکال دیا۔ تو اب تھانوی ترجمہ کیا ہے۔ عُبدون کا۔ اسکی غلامی ۔۔۔۔ بندگی نہیں۔ پرستش نہیں۔ عبادت نہیں مگر اس کو انکار ہے غلامی مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے اگرچہ اہل سنت کے دلائل سے دیوبندی، وہابی ایسے عاجز ہوئے ہیں کہ بہت کو اقرار ہے غلامی مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا۔ صرف نزاع لفظی کی خاطر ڈٹے ہوئے ہیں کہ عباد مخصوص ہے اللہ تعالےٰ کیساتھ

غلامیٔ مصطفےٰ کو چھوڑنا ہے وجہ بربادی

کسی مترجم نے بھی غلامی مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ترجمہ نہیں کیا۔ پرستش، عبادت کا ترجمہ کیا۔ لیکن ابلیس کا کام ہے شک ڈالنا۔ جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے۔ ابلیس۔ اُبلِسَ سے ہے۔ اُبلِسَ محروم ہوا۔ کیونکہ غلامی مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا منکر ہوا۔ محروم عن الرحمۃ۔ دعا رحمت للعالمین سے۔ شفاعت للعالمین سے۔ غلامی رحمۃ للعالمین سے۔

ابلیس۔ اُبلِسَ۔ بے خیر ہونا۔ غمگین ہونا۔ من رحمۃ اللہ مایوس ہونا۔ متحیر ہونا۔ ٹاٹ، ٹاٹ بیچنے والا آدمی۔ مکروہ چہرے والا شخص۔

خیر۔ روز قیامت تو جو لوگ شیخ نجدی اور دیو رجیم کے بہکانے میں آگئے ہیں وہ لوگ شکی بھی ہوں گے اور شک میں ڈالتے بھی ہیں۔ وہ لوگ روز قیامت متحیر ہوں گے۔ مایوس ہوں گے۔ بے خیر بھی ہوں گے۔ اور مکروہ صورت، اور مکروہ سیرت اور مکروہ الصوت بھی ہوں گے۔

وہ اب بھی بے خیر ہی ہیں اور بروز قیامت تو اور بھی بے خیر ہوں گے۔ یہ خیال رہے کہ ابلیس کی صفت آتی ہے بے خیر اور قرآن نے فرمایا کسی موقعہ پر۔ اگر یاد رہا تو بتا دیا جائے گا۔ کہ کس موقعہ پر فرمایا ہے۔ لاخیر فی کثیر من نجواھم۔ یعنی منافقوں اور دیو کے بندوں کی اکثر سرگوشی چونکہ توہین نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہوتی ہے۔ اس لئے اکثر سرگوشی میں کوئی خیر نہیں ہوتی اس لئے دیو کا بندہ خود بھی بے خیر ہے۔

ارے توہین نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہوتی ہے ایسی سرگوشی میں۔ اور ایسی سرگوشی ہوتی ہے اپنوں اپنوں میں۔ ہمارے کان نا آشنا ہیں۔ تو بہتر ہے۔

قد تبین الرشد من الغی من یکفر بالطاغوت ویومن باللّٰہ فقد استمسک بالعروۃ الوثقیٰ لانفصام لھا واللّٰہ سمیع علیم ہ

سعادت ابدی کی راہ خوب ظاہر ہو چکی گمراہی کی راہ سے۔ پس وہ شخص جو انکار کرے طاغوت کا۔ شیخ نجدی کا۔ دیو کا اور ایمان لائے خدائے تعالےٰ پر تو اس کے دل میں مضبوط گرہ پڑ گئی محبت صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ اور بغض دشمنان مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی گرہ۔ لانفصام لھا۔ یہ گرہ کھلنے والی نہیں

باقی صلا پر۔

کلام حسن

از حضرت مولانا حسن رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ بریلوی

اگر قسمت سے میں ان کی گلی میں خاک ہو جاتا
غمِ کونین کا سارا بکھیڑا پاک ہو جاتا

جو اے گل جامۂ ہستی تری پوشاک ہو جاتا
تو خارِ نیستی سے کیوں الجھ کر چاک ہو جاتا

جو وہ ابرِ کرم پھر آبروئے خاک ہو جاتا
تو اس کے دو ہی چھینٹوں میں زمانہ پاک ہو جاتا

ہوائے دامنِ رنگیں جو ویرانہ میں آ جاتی
لباسِ گل میں ظاہر ہر خس و خاشاک ہو جاتا

لبِ جاں بخش کی قربت حیاتِ جاوداں دیتی
اگر ڈورا نفس کا ریشۂ مسواک ہو جاتا

ہوا دل سوختوں کو چاہیے تھی ان کے دامن کی
الٰہی صبحِ محشر کا گریباں چاک ہو جاتا

اگر دو بوند پانی چشمۂ رحمت سے مل جاتا
میری ناپاکیوں کے میل دھلتے پاک ہو جاتا

اگر پیوند ملبوسِ پیمبر کے نظر آتے
ترا اے حلۂ شاہی کلیجہ چاک ہو جاتا

جو وہ گل سونگھ لیتا ہوں پھول مرجھایا ہوا بلبل
بہار تازگی میں سب چمن کی ناک ہو جاتا

چمک جاتا مقدر جب درِ دنداں کی طلعت سے
نہ کیوں رشتہ گہر کا ریشۂ مسواک ہو جاتا

عدو کی آنکھ بھی محشر میں حسرت سے نہ مونھ تکتی
اگر تیرا کرم کچھ اے نگاہ پاک ہو جاتا

بہار تازہ رہتیں کیوں خزاں میں دھجیاں اڑتیں
لباسِ گل جو ان کی ملگجی پوشاک ہو جاتا

کماندارِ نبوت قادر اندازی میں یکتا ہیں
دو عالم کیوں نہ ان کا بستۂ فتراک ہو جاتا

نہ ہوتی شاق گر دَر کی جدائی تیرے ذرہ کو
قمر اک اور بھی روشن سرِ افلاک ہو جاتا

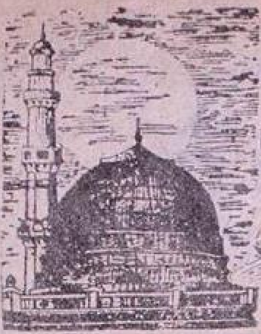
تری رحمت کے قبضہ میں ہے پیارے قلب ماہیت
مرے حق نہ کیوں زہرِ گنہ تریاک ہو جاتا

خدا تارِ رگِ جاں کی اگر عزت بڑھا دیتا
شراکِ نعلِ پاکِ سیدِ لولاک ہو جاتا

تجلی گاہ جاناں تک اجالے سے پہنچ جاتے
جو تو اے توسنِ عمرِ رواں چالاک ہو جاتا

اگر تیری پھبن اے ابرِ رحمت کچھ کرم کرتی
ہمارا چشمۂ ہستی ابل کر پاک ہو جاتا

حسن اہلِ نظر عزت سے آنکھوں میں جگہ دیتے
اگر یہ مشتِ خاک ان کی گلی کی خاک ہو جاتا





بہار حدیث

نیت کا بیان

ادارہ

تمام افعال و اعمال کا دار و مدار نیت پر
جیسی نیت ویسا ہی عمل ، نیک نیتی سے عمل مقبول ہے
اجر و ثواب ہے ۔ بد نیتی سے عمل مردود ہے ، موجب
اب و عتاب ہے ۔

قول ہو یا فعل ، اخذ ہو یا ترک ، از قبیل عبادات
یا معاملات ، کسی عمل پر بھی اجر و ثواب کا حصول حسن نیت
موقوف ہے ۔ اصول دین میں یہ اصل عظیم الاصل اصول ہے
کی مبارک تعلیم سید انبیاء محبوب کبریا محمد رسول اللہ صلی
علیہ وسلم نے اس حدیث میں دی ہے جس کو حضرت عمر
اب رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے ۔

حدیث) قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انما
الاعمال بالنیات وانما لامرئ مانوی فمن کانت
تہ الی اللہ ورسولہ فھجرتہ الی اللہ ورسولہ
ن کانت ھجرتہ الی دنیا یصیبھا او امرأۃ یتزوجھا
تہ الی ماھاجر الیہ ۔ (بخاری و مسلم)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا ، فرمایا رسول اللہ صلی
علیہ وسلم نے اعمال کا ثواب حسن نیت پر موقوف ہے
کے لئے وہی ہے جس کی نیت کی وہ شخص جس کی ہجرت اللہ
اس کے رسول کے لئے ہے اس کی ہجرت مقبول ہے ۔
س کی ہجرت حصول دنیا کے لئے ہے یا کسی عورت سے
ح کرنے کے لئے ہے اسکی ہجرت مردود ہے ۔

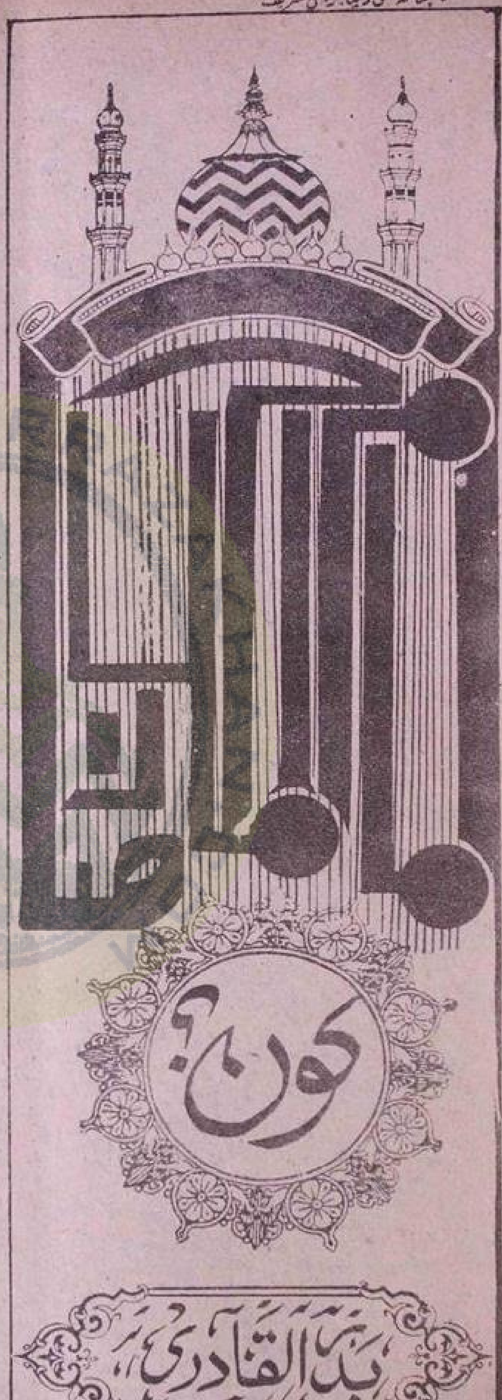
یعنی کوئی عمل بھی خواہ کیسا ہی عظیم الشان کیوں نہ ہو
جب تک وہ خالص اللہ اور اس کے رسول کے لئے نہ
کیا ہو معتبر نہیں ۔ عبرت کا مقام ہے کہ ہجرت جیسا عمل
بھی اگر رضائے الٰہی کے لئے نہیں تو مردود ہے

اس حدیث کی عظمت و فضیلت ، صحت و قوت پر تمام
محدثین کا اتفاق ہے ۔ کثرت رواۃ و کثرت طرق کا یہ عالم
ہے کہ بعض محدثین نے اس کو متواتر کہا ہے ۔

توضیح :۔ باعتبار لغت کے نیت قصد و ارادہ کا
نام ہے لیکن یہاں مراد تقرب الی اللہ کا قصد و ارادہ ہے
یعنی جو کام کرے اللہ کے لئے کرے ، اللہ کی فرمانبرداری
کے لئے ہو ۔ اسی کی رضا و خوشنودی مطلوب ہو ۔

تنبیہ :۔ نیت فعل قلب ہے ، زبان سے کہنے کی
ضرورت نہیں ۔ اگر زبان سے کہے تو بہتر ہے ۔ لیکن اگر
زبان سے کہا اور دل غافل ہے تو اس کا اعتبار نہیں ، اور
اگر دل میں نیت ہے اور زبان سے نہ کہا یا زبان سے اسکے
خلاف نکلا تو یہ نیت معتبر ہے ۔ مثلاً ظہر کی فرض نماز کی نیت
دل میں ہے اور زبان سے نہ کہا یا زبان سے عصر یا مغرب
نکلا تو نماز ظہر صحیح ہے ۔ اور اگر دل میں نیت نہیں یا عصر و
مغرب کی نیت ہے اور زبان سے نماز ظہر کہا تو
ظہر کی نماز نہ ہو گی ۔

(باقی آئندہ)



اپنی تاریخ سے چلمن کو ہٹاتا ہوں
ماضیٔ ہند کے اک دور کا نظارہ کرو
لرزے ہیں تخت مغلیہ ہے ادھر
جال عیاری کا پھیلائے ادھر اہلِ فرنگ
دام ہمرنگ زمیں
کتنے صیاد ہیں پوشیدہ کمیں گاہوں میں
حیف! ختم ہوتا ہے اقتدار مغلیہ کا علم
خون میں ڈوبے گا اب قلعۂ سرخ
مسجد شاہجہاں روئے گی خون
جلیانوالہ سے پر ہول تماشے کتنے
یہ زمیں دیکھے گی

رو چکی ارض سرنگا پٹنم
اپنے بے باک جواں مردوں کو
مرقدِ حیدر و ٹیپو اب تک
دے نہ پائی میری ملت کو نشان منزل
پھر نہ میسور نے پیدا وہ جواں مرد کیا
جس کی تکبیر سے افرنگ کی نیندیں ہو اچاٹ
حریت کے لئے مردانہ جو ہو جائے شہید
اس کے اپنوں ہی نے سازش کے بنے ایسے جال
جس سے تاریخ کا اک موڑ بھیانک ابھرا
چند افراد کی غداری و عیاری نے
چھین لی ہم سے ردائے عظمت
چھین لی سطوت و جاہ حشمت

الاسف! چھین لی ہم سے غیرت
ایسی ہی اور کئی خون بار، بھیانک بدلی
سر پہ یوں آئی کہ آتش برسی
جل گئی کشت تمنا ساری
کلکتہ کا وہ سراج الدولہ
زور افرنگ مٹانے جو اٹھا
اس کے اپنوں ہی نے غداری کی
زور افرنگ رہ گیا توڑتا خود ٹوٹ گیا
مادر ہند کو ہندیوں نے خود بیچ دیا
ایک قزاق کے ہاتھ

جب پنپتا ہے نیتوں میں فتور
کشتی قوم ڈگمگاتی ہے
ناؤ ہی میں چھپا ہو گر دشمن
ناؤ ساحل پہ ڈوب جاتی ہے

وقت بھی امتحاں لیتا ہے
آزمائش کی ساعت آتی ہے
جو وفادار عہد فطرت ہو
نصرت اس کو گلے لگاتی ہے

چشم گردوں نے بھی وہ دن دیکھے
جب کہ دہلی کا تاجدار مغل
دست افرنگ میں مقید تھا
اور مغلیہ علَم اتارا گیا
لال قلعہ کے برج اعلیٰ سے
کئی صدیوں کی مٹ گئی تاریخ

فضل حق انڈمان میں قید ہوئے
اور ہزاروں جواں شہید ہوئے
بلکہ حضرت علی بری خاتون
دشمنوں کے لئے جو تھی فولاد
مگر اس کے بھی شل ہوئے بازو
دشمنوں نے حصار توڑ دیا
حیف پنجابی ہندیوں نے خود
ربط افرنگیوں سے جوڑ لیا

اہل غیرت نے لے کے سیف جہاد
شور تکبیر بھی بلند کیا
بک چکے تھے مگر بہت سے لوگ
نام تھے جن کے مومنوں کی طرح
انہیں ملت کے باغیوں کے سبب
ہند کافر کے زیر دست ہوا
اور پھر ظلم کی وہ آندھی اٹھی
سر لگے ہر طرف قلم ہونے
سج گئے ہر جگہ یہ دار و رسن
دہلی اشراف کا بنی مقتل
کوئی جا امن کی رہی نہ کہیں
ظالم انگریزوں نے مچائی لوٹ
اہل ایماں پہ کوہ غم ٹوٹے
لٹ گئے مٹ گئے تباہ ہوئے
ماؤں بہنوں نے شرم و غیرت سے
جان دیدی، مگر بچائی حیا
پٹ گئے لاشوں سے کنوئیں کتنے
اس طرح خون میں رنگی دہلی

خونِ ناحق، وہ خوں ہمارا تھا
اہلِ دیں صاحبِ عقیدت کا
باوفا مردِ شرم و غیرت کا
خون تھا سرخ و گرم و تازہ خون
عزم کا عدل کا شجاعت کا
علم کا فضل کا مروت کا
صوفیِ باصفا کی نسبت کا
حافظانِ کتاب و سنت کا
ہاں وہی خون جو پاسِ حق کے لئے
کربلا کی سرزمیں سے بہتا ہوا
آج بھی ہے رواں دواں جولانے

دشمنِ اسلام کا اس رمز سے بے بہرہ نہ تھا
کہ مسلمان ہے وہ قومِ غیور
صلح باطل سے جو کر سکتی نہیں
اس لئے مکر سے شیطان نے مسلمانوں میں
نئی تفریق کی اسکیم رچی
فرقے سب اہلِ حدیث اور وہابی سلفی
قادیانی و بہائی و نیچری ندوی
اس کے پرچم تلے پروان چڑھے
عہدِ اسلامی میں روباہ جو تھے شیر بنے
بدعتی ٹھہرے جو اسلاف کے قدموں پہ رہے
نئے فرقے نئی تہذیب کا آغاز ہوا
نئی توحید نیا علمِ کلام آ نکلا
قاطعینِ رگِ توحید موحد ٹھہرے
پٹھو انگریز بہادر کے ہوئے غازی شہید
ریزہ خوارانِ فرنگی ہوئے شمس العلماء

اہلِ اسلام کے قاتل کو ملا غازی کا خطاب
باغیِ دینِ محمد کا لقب ٹھہرا شہید
طمع و حرص نے یوں غیرتِ ایمان چھینی
علم رخصت ہوا مفقود ہوئی حق بینی
لوگ انگریز کی خوشنودی کے دیوانے ہوئے
مئے توحید سے خالی سبھی پیمانے ہوئے
خانقاہوں میں دمِ حق کی جگہ عالمِ ہو
کون ملت کا کرے چاکِ گریباں رفو

ہند خواجہ کی زمیں مدفنِ اہلِ عرفاں
مرکزِ اہلِ صفا، مشہدِ اہلِ ایماں
چشتی و غازی و سرہندی و خسرو کا وطن
قطب و ابدال کا، اللہ کے ولیوں کا چمن
صدیوں جس خاک پہ اسلامی علم لہرایا
فیضِ زمزم سے جہاں گنگ و جمن نے پایا
نت نئے فتنے مسلمانوں میں پھیلائے گئے
اور تکفیر کے طوفان اٹھے
کذبِ سبحان کے امکان کی بحثیں اٹھیں
شانِ ختمِ رسالت کی، کھلی گستاخی
ہائے! کی جانے لگی
طعن و تشنیع کے تیر و نشتر
چار یاروں پہ، صحابہ پہ چلے
منکرِ ختمِ نبوت بن کر
کوئی بے باک اٹھا
قادیانی متنبی بن کر
کوئی دجال ابھرا
ترکِ تقلید کے عنوان نکلے



کانپ اٹھی ساری زمیں اور فلک تھرایا
امت ختم پیمبر میں وہ فتنہ آیا

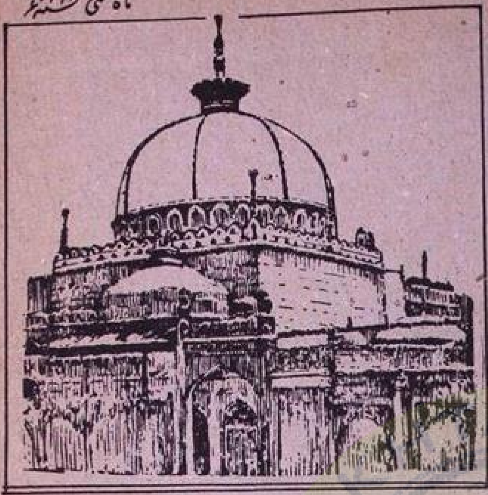
باغبان دیں کے ہاتھوں الاسف!
پائمالی شرع کی ہونے لگی
اتحاد و قومیت کے نام پر
مشرکوں سے ساز باز
جبہ و دستار کی لے لے کے آڑ
پیکر اسلام پر حملے مدام
جا بہ جا اور کو بہ کو
دشمنانِ مصطفےٰ علماء سوء
پھولنے پھلنے لگے
دشمنِ اکبر نے سب کو حق سے غافل کر دیا
چار دن کی زندگی پر سب کو مائل کر دیا
عظمت ذاتِ رسول
عزّ و شانِ مصطفےٰ
اور تکریمِ نبی
تھی متاعِ زندگی جو ملت مرحوم کی

حیف، شمع عشق گل کرنے چلے
جس کی لو سے شمس کا دیپک جلے
جس کے دم سے ہے بہاروں میں سرور
روشنی آنکھوں میں ، ذہنوں میں شعور
المدد یا مصطفےٰ خیر الوریٰ
مضطرب روحوں کا نعرہ گونج اٹھا

نسل اورنگ زیب عالم گیر گو رخصت ہوئی
زندہ باقی رہ گئی تھی کچھ سپاہ اس فوج کی
خواجۂ اجمیر کے مرقد سے اٹھی اک کرن
سرور بغداد کا روحانی آئینہ لئے
دہلی و اجمیر و مارہرہ سے لے کر روشنی
فضلِ رحمٰن فضلِ حق کے فیض سے
اک مجاہد جاگ اٹھا
ہے جس کا نام ”احمد رضا“
ساحرانِ دہر کا سارا فسوں
جس نے توڑا اپنی ضرب علم سے
فتنہ سامانوں کے سارے مکر و کید
مثل پر کاہ اس کی پھونکوں سے اڑے
جو بھی تھے بازیگرانِ دینِ نو
موت کی آغوش میں جا سو گئے
وہ مجاہد، وہ سپہ سالار، وہ مردِ جری
بزمِ دوشیں کی وہ شمع آخری
کفر کی ہر ایک چال
روبرو اس کے عیاں
جو اڑائے فتنہ و غوغا و شر کی دھجیاں

وہ نڈر احقاق حق میں، پیش باطل وہ قوی
دشمنان دین کے حق میں ذوالفقار حیدری
جرأت اس کے دل میں تھی
غیرت اس کی خو میں تھی
عشق و مستی جاں سپاری
حامل صدق و صفا کے پاک آب و گل میں تھی
وہ بلک جاتا تھا جب وہ دیکھتا
اہل دین کی بے بسی
لوگ لکھ کر بھیجتے تھے اس کو خط میں گالیاں
زندگی بھر وہ مگر ان کو دعا دیتا رہا
اس کے روز و شب دفاع حق میں ہوتے تھے بسر
عظمت سرکار ہوتی ہر گھڑی پیش نظر
بادۂ عشق نبی کا وہ عجب میخوار تھا
حاذق امت، شہ کونین کا بیمار تھا
مستعد ہر گام وہ قربان ہونے کے لئے
لیٹا نقش محمد بن کے سونے کے لئے

عمر بھر جو بیقرار مصطفیٰ بن کر جیا
عمر بھر جو پرچم اسلام لہراتا رہا
خون دل سے جس نے بزم دیں کو بخشی روشنی
ہند میں چاروں طرف ہے اس کے رخ کی چاندنی
روشنی ہی روشنی
تازگی ہی تازگی
عشق کی تابندگی
زندگی ہی زندگی
خوشبوئے ایماں لئے آئی نسیم آگہی
عشق سرور کی شمیم جانفزا ار



یوں چلی، مرجھائے غنچے کھل گئے
قافلے صحراؤں میں بھٹکے ہوئے
گنبد خضریٰ کے رخ پر چل پڑے

اے خدائے پاک، رب العالمیں
خالق افلاک و پہنائے زمیں
اہل مشرق کی ہر اک روح سعید
زیر بار منت درویش ہے
ہے رواں جب تک جہاں میں کاروان زندگی
پھول بن بن کر ہنسے گی اس چمن میں ہر کلی
مسجدوں میں ہیں نمازی جب تک اور ان مدرسوں میں قیل و قال
خانقاہوں میں ہے جب تک ذکر و فکر و، وجد و حال
تربت احمد رضا پر یاالٰہی برسیں پھول
حشر تک ہو تیری رحمت کا نزول

عظمت ختم الرسل پائندہ باد
یاالٰہی اہلسنت زندہ باد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

منقبت

امام احمد رضا فاضل بریلوی

از مداح الحبیب حضرت مولانا جمیل الرحمٰن صاحب رضوی بریلوی علیہ الرحمہ

آبروئے مومناں احمد رضا خاں قادری
رہنمائے گمرہاں احمد رضا خاں قادری

علم کے ہیں گلستاں احمد رضا خاں قادری
باغ دیں کے گلستاں احمد رضا خاں قادری

تیرا علم و فضل شان و شوکت و جاہ و حشم
شش جہت پر ہے عیاں احمد رضا خاں قادری

ہے عرب کے عالموں کا مدح خواں سارا جہاں
اور وہ تیرے مدح خواں احمد رضا خاں قادری

صدقۂ شاہ عرب تیرا نیو نامہ ہو بلند
تیری عزت کا نشاں احمد رضا خاں قادری

فتح دی حق نے تجھے اعدائے دیں پر دائما
تجھ پہ ہے حق مہرباں احمد رضا خاں قادری

حق اسے کہتے ہیں دیکھو رد نہ کوئی کر سکا
تیرا فتوائے اذاں احمد رضا خاں قادری

تھے وصی احمد محدث رحمۃ اللہ علیہ
آپ کے اک رتبہ داں احمد رضا خاں قادری

خاندانِ پاک برکاتیہ کا چشم و چراغ
کہتے تھے نوری میاں احمد رضا خاں قادری

شاہ جی تھیت کے حضرت محمد شیر خاں
تھے تمہارے مدح خواں احمد رضا خاں قادری

رامپوری صابری چشتی میاں ناصر ولی
جانتے تھے تیری شاں احمد رضا خاں قادری

حاضر و غائب ترے حق میں دعاؤں کے لئے
عمر بھر کھولی زباں احمد رضا خاں قادری

محی سنت اور مجدد اس صدی کے آپ ہیں
اے امام مفتیاں احمد رضا خاں قادری

یاد رکھیں گے قیامت تک غلامانِ رسول
تیرے جلسوں کا سماں احمد رضا خاں قادری

اے مرے اچھے کے اچھے مجھ کو بھی اچھا بنا
صدقۂ اچھے میاں احمد رضا خاں قادری

صدقۂ سرکار جیلانی پھلیں پھولیں مدام
مصطفےٰ حامد میاں احمد رضا خاں قادری

دے مبارکباد اُن کو قادری رضوی جمیل
جن کے مرشد ہیں میاں احمد رضا خاں قادری

حضور مفتی اعظم علیہ الرحمہ والرضوان

عشق و عرفان

علامہ خورشید الاسلام ازہری مصباحی

[illegible] فیض آبادی

نبی آخر الزماں خاتم پیغمبراں علیہ التحیۃ والثناء نے امت مسلمہ کی دنیوی و اخروی فوز وکامرانی کے لئے کتاب وسنت سے تمسک اور وابستگی کو لازم قرار دیا چنانچہ قرآن کریم کی آیات مبارکہ عہد رسالت ہی میں زینت قرطاس بن گئی تھیں۔ جس سلسلہ کی اہم کڑی مصحف عثمانی ہے۔ اور اس کی حفاظت و صیانت کو خود رب ذوالجلال نے اپنے ذمہ کرم میں لیا۔ ارشاد ربانی ہے

انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحفظون

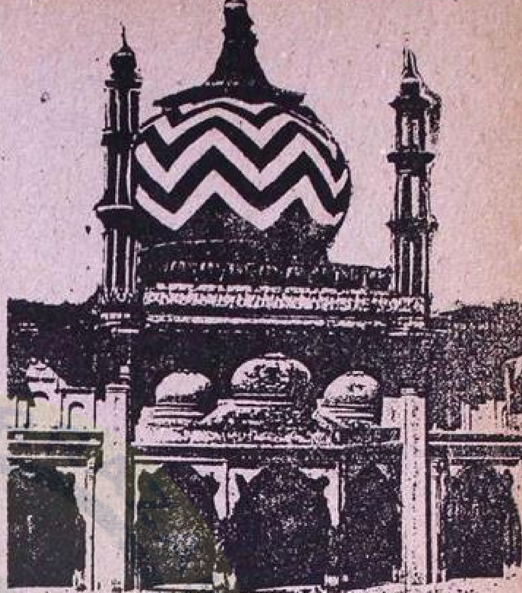
ہم نے ہی قرآن اتارا اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں گرچہ صدیاں گذر گئیں مگر آج بھی مکمل قرآن محفوظ اور

حضور مفتی اعظم ہند [illegible] زمانہ [illegible] کیفیت کی داستان تیری (ارغب) ہمارے پاس موجود ہے

پیغمبر اسلام علیہ الصلوۃ والسلام کا اسوۂ حسنہ قرآن کی تفسیر وتنویر ہیں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں۔

کان خلقہ القرآن۔ آپ کے اخلاق کریمانہ قرآن ہیں۔ چنانچہ اس کی بھی حفاظت فرمائی گئی۔ ارشاد قرآنی ہے۔ واللہ یعصمک من الناس اے محبوب اللہ تمہیں لوگوں سے بچائے گا

یوں تو ہر نبی اپنی جسمانی حیات کے ساتھ اپنی قبور میں زندہ اور نمازیں پڑھتے ہیں۔ مگر کسی کا پیغام اپنی اصل شکل وصورت



خانقاہ عالیہ رضویہ بریلی شریف کا دلکش نظارہ

میں باقی نہ رہا۔ ہاں اگر کچھ حصہ باقی ہے تو قرآن و احادیث کا جز وبنکر ____

حضرت انس رضی اللہ تعالے عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون

انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبوروں میں زندہ اور نمازیں پڑھتے ہیں۔ مگر رب کریم نے اپنے محبوب پاک صاحب لولاک علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات کی ذات اور پیغامات دونوں کی حفاظت فرمائی اور اتباع سنت و اطاعت رسول کو دارین کی فلاح و ظفر کا علامتی نشان بتایا۔ ارشاد الٰہی ہے ____

من یطع اللہ ورسولہ فقد فاز فوزاً عظیما

جس نے اللہ اور اس کے رسول کی پیروی کی اسے عظیم کامیابی ملی ___ یہی وہ سربستہ راز ہے۔ جس نے مقربان بارگاہ حق و محبوبان حاکم مطلق کو دنیوی عشرتوں اور نعمتوں سے بے نیاز اور دارین کی سعادتوں سے شاد کام کیا۔ انہیں بندگان خدا و محبوبان بارگاہ مصطفےٰ میں پندرہویں صدی ہجری کے وہ عظیم بزرگ ہیں جن کے پدر بزرگوار مجدد اعظم سیدنا سرکار امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمہ والرضوان بارگاہ خداوندی میں دعائیں کرتے ___ خداوندا مجھے ایسی صالح اولاد دے جو تیرے دین کی مدت دراز تک خدمت کرے اور گم گشتگان راہ کو اسلام کی شاہراہ پر لاکر کھڑا کرے۔ امام احمد رضا کی دعائے مستجاب بارگاہ یزدی میں قبول ہوئی اور جب کہ آپ اپنے بزرگان سلسلہ کی خانقاہ مارہرہ مطہرہ میں تھے۔ خواب دیکھا کہ گھر میں فرزند تولد ہوا ہے اور اس کا نام آل الرحمان رکھ دیا۔

بعد نماز عصر شیخ الشیوخ حضرت اقدس مولٰینا ابوالحسین نوری میاں قدس سرہٗ نے بشارت سنائی کہ

"آپ کے گھر پر بچے کی ولادت ہوئی ہے مجھے خواب میں اس کا نام آل الرحمٰن بتایا گیا ہے جب بریلی آؤں گا تو اسے ضرور دیکھوں گا۔"

دوسرے دن بریلی سے ولادت کی خبر پہونچی تو حضرت نوری میاں نے ابوالبرکات محی الدین جیلانی نام تجویز فرمایا محمد نام پر عقیقہ ہوا اور مصطفےٰ رضا سے مشہور روزگار ہوئے

حضور مفتی اعظم ابھی چھ ماہ کے شیر خوار تھے۔ حضرت نوری میاں بریلی شریف تشریف لے گئے اور دیکھ کر فرمایا

" یہ بچہ دین و ملت کی بڑی خدمت کرے گا اور خدا کی مخلوق کو اس کی ذات سے بہت فیض پہونچے گا۔ یہ بچہ ولی ہے اس کی نگاہ کیمیا اثر سے لاکھوں گمراہ انسان دین حق پر واپس آئیں گے اور یہ فیض کا دریا بہائے گا۔"

اور انگشت مبارک منہ میں ڈال کر داخل سلسلہ کر لیا نیز اسی وقت جملہ سلاسل کی اجازت وخلافت مرحمت فرمادی

(مفتی اعظم نمبر حجاز جدید ستمبر، اکتوبر ۱۹۹۰ء ص۹)

مرشد برحق کی بشارت عظمیٰ اور امام احمد رضا کی دعاؤں کی حسین تعبیر بن کر تاجدار اہلسنت حضور مفتی اعظم علیہ الرحمہ والرضوان نے فیض بخشیوں کے دریا بہائے اور آپ کے کردار و عمل، دینی و ملی خدمات اور تقویٰ و طہارت کو دیکھ کر عالم اسلام نے آل الرحمان ابوالبرکات محی الدین جیلانی مصطفےٰ رضا قدس سرہ النورانی مفتی اعظم علی الاطلاق تسلیم کیا

اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ علوم وفنون کے بحر زخار، متقی و پرہیزگار، خلوص و وفا، صبر و رضا اور حلم و بردباری کے لعل بدخشاں تھے۔ جس کی چمک سے ایک عالم منور ہے تبلیغ و ارشاد، وعظ و اصلاح کیلئے آپ کی حیات مستعار کا ہر ہر لمحہ وقف تھا۔

مہر و مروت ایسی کہ امت مسلمہ پر شبنمی پھوار رعب و جلال ایسا کہ گستاخان رسول پر غضب الہٰی کی مار، پیشانی اتنی منور کہ مشتاقان دید اپنی منزل دیکھ لیتے، اخلاق کریمہ کی تاثیر ایسی کہ بند گان خدا جوق در جوق زلف گرہ گیر کے اسیر بنتے۔ ان الذین اٰمنوا وعملوا الصالحات سیجعل لھم الرحمٰن ودًّا

جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کئے رحمان ان کے دلوں میں محبت پیدا کر دیتا ہے۔ یقیناً یہ عمل صالح کی غیر معمولی تسخیری قوت تھی جس نے ایک جہان کو تابع فرمان کر لیا

آپ کو ذکاوت و فطانت اور غیر معمولی ذہانت ورثہ میں ملی تھی ابھی نو عمری کا زمانہ تھا۔ رضوی دار الافتاء میں داخل ہوئے حضرت مفتی ظفر الدین صاحب قبلہ علیہ الرحمہ فتویٰ لکھ رہے تھے اور مراجعت کیلئے فتاویٰ رضویہ الماری سے نکالنے لگے۔ یہ دیکھ کر فرمایا

"میری نو عمری کا زمانہ تھا میں نے کہا فتویٰ رضویہ دیکھ کر جواب لکھتے ہو؟ مولانا نے فرمایا۔ اچھا تم بغیر دیکھے لکھدو تو میاں لکھنالوں میں نے فوراً لکھ دیا وہ رضاعت کا مسئلہ تھا،،

یہ آپ کا پہلا جواب تھا۔ اصلاح کیلئے امام احمد رضا کی بارگاہ میں پیش کیا۔ صحت جواب پر بہت خوش ہوئے۔ اصح الجواب بعون اللہ العزیز الوھاب لکھ کر توثیق فرمادی اور ابوالبرکات محی الدین جیلانی آل الرحمٰن محمد عرف مصطفےٰ رضا کی مہر بنوا کر عطا فرمائی

مفتی اعظم نمبر ستمبر، اکتوبر ۱۹۹۰ء ص۹۱

یہ مرشد برحق کی زبان حق ترجمانی کے الفاظ اور امام اہلسنت کی اعلیٰ تربیتوں اور دعاؤں کا ثمرہ تھا

کہ اٹھارہ سال کی چھوٹی سی عمر میں باضابطہ مسند افتا پر رونق افروز ہوگئے ___

حضور مفتی اعظم کی جرأت ایمانی بھی فقید المثال اور نابغۂ روزگار ہے، قرآن وحدیث کی روشنی میں جو فیصلہ صادر فرماتے اس استقامت کے ساتھ قائم رہتے۔ احقاق حق ابطال باطل میں کوئی مداہنت اور بے جا رعایت روا نہ رکھتے ___

۹۷-۱۳۹۶ھ/۷۷-۱۹۷۶ء میں جبری نسبندی کا طوفان الامان والحفیظ ___ حکومت ہند سے لوگ عاجز آچکے تھے۔ بیشتر علماء کو جیل کی سلاخوں میں ڈال دیا گیا، اور بہت سے طیب، طاہر نام کے مولویوں نے جواز کا فتویٰ دے دیا۔ جس کی اخبارات و ریڈیو کے ذریعہ خوب تشہیر کی گئی۔ ایسے ناگفتہ بہ پرآشوب دور میں اسلامیان ہند کی اداس نگاہیں ایسے میر کارواں کو ڈھونڈھ رہی تھیں، جو اندھیری راہ کے مسافروں کو راہ دے، ایمان و اعتقاد کی کھیتوں کو لالہ و زار بنا دے ___

الحاصل پاسبان ناموس شریعت، رہبر طریقت و معرفت اسلام کے عظیم مجاہد شمشیر بکف ہو کر اپنے ایمانی و روحانی وقار کے ساتھ جابر و ظالم سلطان کے روبرو اعلاء کلمۃ الحق کیلئے اٹھے اور اندیشۂ سود و زیاں سے بیخوف ہو کر نہایت بیباکی اور حق گوئی کے ساتھ فرمایا ___

" نسبندی حرام ہے۔ حرام ہے، حرام ہے۔ "

ذرائع ابلاغ پر حکومت کی آہنی گرفت تھی، سائیکلو سٹائل کاپی تیار کروا کے پورے ملک میں پھیلا دیا اور بارگاہ رسالت سے افضل الجہاد کلمۃ حق عند سلطان جائر کا تمغۂ ایمانی حاصل کر لیا آفاق میں بھی اس کی گونج سنائی دی اور لاکھوں کیلئے پیغام حیات بنا



یادگار مفتی اعظم رضا مسجد کی جدید تعمیر کی جھلک

۱۳۵۴ھ/۱۹۳۵ء میں سکھوں نے انگریز حکام کی پشت پناہی میں لاہور کی مسجد شہید گنج کو مسمار کر دیا تھا۔ ان کا دعویٰ تھا کہ یہ مقام اور عمارت گوردوارہ کی ہے۔ جس پر مسلمانوں نے غاصبانہ قبضہ کر لیا ہے۔ مسلمانان برصغیر انہدام مسجدوں پر تڑپ اٹھے اور جلسے جلوسوں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ مجلس احرار ہند نے اس خالص دینی تحریک کی مخالفت کی اور اس میں شمولیت کو ناجائز کہتے ہوئے اس تحریک میں ہلاک شدگان کو حرام موت کا نام دیا ___

چنانچہ ۲۷ ربیع الثانی موافق ۲۹ جولائی کو حضور مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ والرضوان کی خدمت اس تحریک اور اس کے ہلاکین کی شرعی حیثیت سے متعلق استفتاء پہونچا۔ جس کا جواب دلائل شرعیہ کی روشنی میں رقم فرمایا اور ثابت کر دیا ___

کہ اس تحریک میں حصہ لے کر مسلمانوں پر فرض ہے کہ مسجد کو سکھوں سے آزاد کرائیں۔

اور جو لوگ اس تحریک میں جان کا نذرانہ پیش کر چکے وہ شہید ہیں۔

(مفتیٔ اعظم نمبر ستمبر، اکتوبر سنہ ۹۰ء، ص۱۰۰)

یہ تو حضور مفتیٔ اعظم علیہ الرحمہ والرضوان کی پامردی وثبات قدمی اور جرأت ایمانی کے تحریری مناظر تھے۔ آپ کے کردار وعمل کے آئینہ میں امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے مناظر بھی ایمان افروز اور مردہ دلوں میں زندگی کی روح پھونکنے والے ہیں۔

آپ کے پرانے خادم ناصر میاں کا بیان ہے کہ ایک بار حضرت ٹرین میں سفر کر رہے تھے۔ اتفاق سے اسی ڈبہ میں ملٹری کے لوگ شراب پی رہے تھے۔ آپ سو کر بیدار ہوئے۔ منع فرمایا وہ باز نہیں آئے۔ تو ان کے ہیڈ کو زور سے ڈانٹا اور ایسا زناٹے دار تھپڑ رسید کیا کہ شراب کی بوتل دور گری اور اس کا منہ گھوم گیا۔ یہ منظر دیکھ کر میں گھبرا گیا

(مفتیٔ اعظم نمبر ستمبر، اکتوبر سنہ ۹۰ء ص۱۰۷)

شراب ام الخبائث ہے جو انسانیت کے نزدیک ناپسندیدہ ہے۔ اور شریعت مطہرہ نے اس کو حرام قرار دیا ہے۔ وہ لوگ خواہ کسی دھرم کے ہوں ماننے والے رہے ہوں۔ لیکن حضور مفتیٔ اعظم علیہ الرحمہ والرضوان نے انسانی تقاضوں کو پورا کیا اور سختی سے روکا

آئین جواں مرداں حق گوئی و بے باکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

آپ ایک بار جمشید پور بہار تشریف لے گئے

ایک صاحب نے (شرف الدین نامی) اپنی لاعلاج بیماری کا ذکر کرتے ہوئے تعویذ کی درخواست کی۔ آپ نے تعویذ دیتے ہوئے فرمایا۔

"کوئی وزنی چیز مت اٹھائیے گا، اور آپ کیسے وزنی چیز اٹھائیں گے جب ذرا سی ڈاڑھی کا بوجھ نہیں اٹھا سکتے۔"

اس بات کا ان پر اتنا اثر ہوا کہ پہلے تو خشخشی ڈاڑھی رکھتے تھے اور بعد میں پوری داڑھی چھوڑ دی

(مفتیٔ اعظم نمبر ستمبر، اکتوبر سنہ ۹۰ء ص۱۰۸)

یہ میری خوش بختی ہے کہ والد گرامی حضرت بسم اللہ احمد القادری علیہ الرحمہ اور والدہ کریمہ کو حضور مفتیٔ اعظم رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ سے شرف بیعت حاصل ہے۔ والدہ کریمہ فرماتی ہیں

"والد بزرگوار ایک بار حضرت کی زیارت کے لئے بریلی شریف پہونچے۔ مسجد میں نماز کے لئے گئے، اتفاق سے گلے کا بٹن کھلا ہوا اور آستین مڑی ہوئی تھی۔ پیر صاحب نے سختی سے منع کیا اور فرمایا کہ یہ کبر کی علامت ہے۔"

المختصر وعظ وارشاد، تبلیغ واصلاح اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر آپ کی طبیعت ثانیہ بن گئی تھی، ہر سچی بات برملا کہنا، قدم قدم پر لوگوں کو برائی سے روکنا، نیکی کی تلقین کرنا اور بلا جھجک غیر شرعی حرکتوں پر ٹوک دینا، آپ کی صالح طبیعت اور جذبۂ دینی کا تقاضہ تھا۔

رسول اکرم سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

کا فرمان گرامی ہے

من رأی منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبہ

یعنی تم میں کا جو بھی برائی دیکھے تو اسے اپنے ہاتھوں سے بدل ڈالے اور اگر اسکی طاقت نہ ہو تو زبان سے برائی بیان کر دے اور اور اگر اسکی بھی استطاعت نہ ہو تو دل میں برا جانے اور یہ ایمان کا کمترین درجہ ہے۔ اسی کی تائید میں آیت قرآنی ناطق ہے۔

کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر۔

تم بہترین امت ہو، لوگوں کے لئے بنائے گئے ہو تاکہ نیکیوں کا حکم دو اور برائیوں سے روکو

حضور مفتی اعظم علیہ الرحمہ والرضوان اس کے مظہر کامل تھے۔ کیونکہ یہ مسلمہ حقیقت ہیکہ جو شخص نیکیوں پر کاربند اور برائیوں سے مجتنب رہتا ہے۔ وہی امر و نہی کا استحقاق رکھتا ہے

حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہٗ النورانی رشد و ہدایت کے صدر نشیں تھے۔ آپ صرف ایک بزرگ انسان ہی نہ تھے بلکہ علوم و فنون کے بحر ذخار متقی و پرہیزگار، قائم اللیل و صائم النہار، عابد شب زندہ دار اور سرخیل کاروان امت احمد مختار تھے۔ عمر کے آخری اوقات میں ضعف و لاغری، نقاہت و ناتوانی اپنے شباب پر تھی

لیکن ادھر نماز کی تکبیر ہوتی ادھر نہایت مستعدی سے کھڑے ہو جاتے اور قیام و رکوع اور قعود کے ساتھ نماز ادا کرتے کہ کسی کے سہارے کی ضرورت نہ ہوتی

فرمانِ الٰہی ہے۔ "وانھا لکبیرۃ الا علی الخاشعین۔ نماز سخت اور گراں بار ہے مگر خشیت الٰہی اور خوف خداوندی رکھنے والوں کے لئے سخت و مشکل نہیں"۔

گویا نماز کی ساری مشقتیں خشیت ربانی میں تحلیل ہو کر رہ جاتیں اور شراب روحانی سے قوت ایمانی میں اضافہ ہو جاتا

آخری لمحات میں استغراق کی کیفیات میں اضافہ ہو گیا۔ اگر کچھ افاقہ ہوتا تو دریافت فرماتے کیا میں نے نماز پڑھ لی ہے؟ کیا نماز کا وقت ہو گیا، ہائے میری نماز انتقال کی شب جب کہ بہت سارے لوگ تیمارداری میں مصروف تھے، آنکھیں وا، فرمایا اور پوچھا کہ۔ "یہاں کوئی سید صاحب ہیں مجھے خوشبو محسوس ہو رہی ہے۔" لوگوں نے بتلایا حضور سید محمد حسین صاحب ہیں۔ لرزتی ہوئی آواز برآمد ہوئی۔ خدمت کر کے مجھے گنہگار نہ بنائیں آپ صرف میرے حق میں دعائے خیر فرمائیں اور بس۔"

یہ تھا نسبت رسول کا احترام اور سنتِ حبیب کا التزام جس نے آپ کو دارین کی سعادتوں سے شادکام کیا اور ۱۴ محرم الحرام کو مسکراتا ہوا آسمان ولایت کا ماہِ کامل روپوش ہو گیا۔ اور دنیا عشق و عرفان کے فانوس سے ہمیشہ کے لئے محروم ہو گئی۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون دعا ہیکہ پھر ہمیں گلشن رضا سے کوئی مصطفٰے رضا نصیب ہو۔ آمین





احمد حسین قادری کسٹم آفیسر بمبئی

سیاست اور علمائے کرام

نوٹ:- جناب بیکل اتساہی بلرامپوری جو نعت گوئی کی بزم سے ابھرے اور اپنی گونا گوں خوبیوں کے بدولت پدم شری کا خطاب حاصل کرلیا۔ ہند و پاک کے شاعروں نے انہیں ان کی مخصوص لب و لہجہ یعنی ترنم کی بنا پر آفاقی شاعر بنا دیا۔ اب راجیہ سبھا کے ممبر ہیں۔ دوسری شخصیت ہے حافظ مولانا عبید اللہ خاں اعظمی کی جو بمبئی اسٹیج پر آئے۔ شعلہ بار تقاریر کیں، مسلم پرسنل لا کے سلگتے ہوئے موضوع پر پورے ہندوستان میں تہلکہ خیز تقاریر کیں اور نتیجتاً راجیہ سبھا کے لئے منتخب کر لئے گئے۔ حال ہی میں پارلیمانی انتخاب کے موقع پر متعدد علماء کے اجتماع نے جنتا دل کی حمایت میں ایک سیاسی نعرہ لگایا۔ واضح رہے کہ اس سے قبل مولانا عبید اللہ خاں اعظمی آل انڈیا تبلیغ سیرت کے کلیدی عہدہ پر مامور رہے اب یہ کمیٹی جس کی شاخ بمبئی میں قائم ہے سید مثنیٰ میاں کی قیادت میں سیاسی سرگرمی دکھا رہی ہے جو وقت کا اہم تقاضہ ہے۔ اسی تحریک سے متاثر ہو کر ذیل کے مضمون میں مولانا نیاز فتح پوری کے منتشر پیراگراف سے استفادہ کر کے مذکورہ بالا عنوان پر سیر حاصل گفتگو کا آغاز کر دیا گیا ہے آیا کہ سنی علماء دورِ حاضر کی سیاست میں عملاً حصہ لیں یا نہیں۔ اخبارات میں مختلف افراد نے مختلف آراء پیش کر دیا ہے یہاں ہم اقتباس پیش کر کے قارئین سے فیصلہ کن جواب چاہتے ہیں۔

اسلامی تاریخ کا سیاست سے بہت گہرا تعلق ہے۔ ایک روایت کی رو سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل کے دور میں سیاست و جہانبانی کی ذمہ داری انبیاء کی ذمہ تھی، سرکار دو عالم

صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے کہ میرے بعد انبیاء نہ ہوں گے۔ ہمارے خلفاء ہمارے جانشین ہوں گے۔ اس روایت سے یہ ثابت ہوا کہ سیاست اہل ایمان کے لئے شجر ممنوعہ نہیں بلکہ انبیاء کرام کو بھی سیاست سے دور نہیں رکھا گیا۔ انہیں جہاں دعوت الی اللہ کا فریضہ سونپا گیا تھا، جہاں بانی و حکمرانی نیز تنظیم قوم و ملت کی ذمہ داریاں بھی دی گئیں، حضرت داؤد علیہ السلام حضرت سلیمان علیہ السلام، حضرت یوسف علیہ السلام یہ سارے حضرات اللہ کے محبوب انبیاء تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ پڑھ لیجئے ان کا کام صرف جنازہ پڑھا دینا یا نماز کی امامت کر لینا نہیں تھا بلکہ پڑھنے والے اچھی طرح جانتے ہیں کہ ان کی حیثیت داعی الی اللہ کے ساتھ ساتھ قومی رہبر اور منتظم کی بھی تھی اور انہیں اپنے قوم کی سیادت اور قیادت حاصل تھی۔

اور اس دعویٰ کے ثبوت کے دلائل بے شمار ہیں۔ علماء انبیاء کرام کے وارث ہیں تو کار سیاست و سیادت کے بھی وارث علماء کرام ہی ہیں ہمارے سرکار کی سیرت طیبہ (صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم) ہر ایک کے لئے بہترین نمونۂ عمل اور عملی سبق ہے۔ دنیا کے حکمرانوں کے لئے بھی ایک مکمل درس ہے۔ آپ نے دشمنوں سے مقابلے بھی کئے۔ فوجی تیاریاں بھی کیں۔ شاہان عالم سے رابطے بھی قائم کئے اور ان سے خط وکتابت بھی ہوئی۔ سفارتیں بھی آئیں اور گئیں معاہدے بھی ہوئے۔ قومی تنظیم بھی فرمائی، تنازعات کے فیصلے بھی فرماتے رہے اور قومی دولت جو



مختلف ذرائع سے اس اسلامی اسٹیٹ کو حاصل ہوتی تھی اس کے صحیح مصارف میں صرف فرماتے رہے۔ عدل و انصاف اور آئین جہانبانی کی عملی مثالیں بھی قائم فرمائیں اور وقتاً فوقتاً اس سلسلے میں مناسب احکام بھی صادر فرمائے

تاریخ اسلام گواہ ہے کہ جب تک مسلمان حکمرانی ان خطوط پر چلتے رہے کامیاب رہے اور اسلام کی ترقی بھی ہوتی رہی اور دنیا کو عدل وانصاف اور امن و سکون بھی ملا۔ صحابہ کرام نے بھی سیاست کا اعلیٰ معیار قائم کیا اور دنیا کے لئے ایک بہترین مثال چھوڑ گئے اور یہ بھی قابل غور پہلو ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بطور خاص خلفاء راشدین کے اتباع کا حکم دیتے ہوئے ان کے طریقہ کو سنت قرار دیا ہے۔

واضح رہے کہ یہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین حکومت کے سربراہ بھی تھے مذکورہ بالا بیان سے آپ پر یہ بخوبی واضح ہو گیا کہ سیاست کے زریں باب کو اسلام سے خارج کرنے کا کوئی جواز نہیں البتہ یہ ضروری ہے کہ اہل اسلام کی سیاست اسلامی

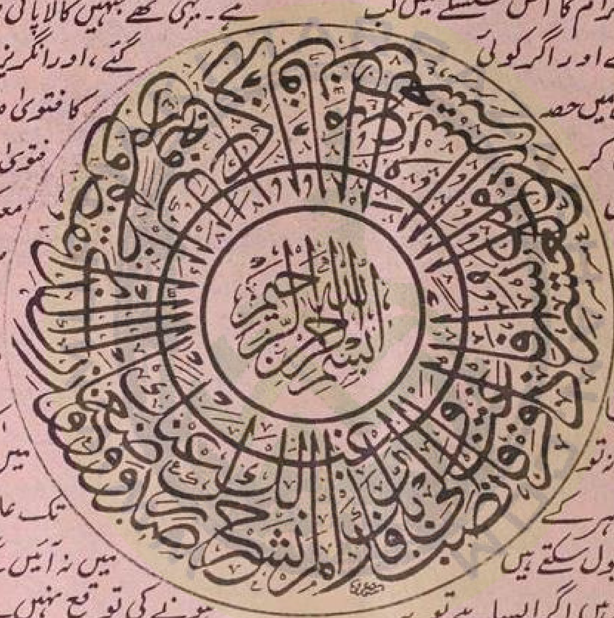
قوانین کے مطابق ہو ورنہ سے

"جدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی"

اس صورت حال میں جب کہ سیاست کا اسلامی تعلیمات اور تاریخ اسلامی سے قریبی تعلق اور گہرا ربط ہے۔ یہ بڑے تعجب کی بات ہے کہ اسے خالص دنیاداری سمجھا جائے اور دین سے تعلق رکھنے والے علماء کرام کا اس سلسلے میں لب کشائی بھی جرم قرار پائے اور اگر کوئی عالم دین سیاسی معاملات میں حصہ لے تو آخر یہ معیوب کیوں کر قرار دیا جاسکتا ہے۔ اس کے پس پشت شاید یہ نظریہ بنالیا گیا ہے کہ دین صرف مسجدوں تک محدود ہے اور اس کے باہر کی دنیا صرف دنیاداری ہے لہٰذا تو مسجد و مدرسہ والے باہر کے معاملات میں کچھ سوچ یا بول سکتے ہیں نہ باہر والے اندر جا سکتے ہیں اگر ایسا ہے تو یہ فکر و نظر کی کجی بلکہ گمراہی ہے جب کہ سیاست کا دائرہ کار اسلام سے خارج نہیں تو بحیثیت مسلمان کے مسجد والے بھی برابر کا حصہ لے سکتے ہیں۔ اسلام نے انہیں لا مذہب نہیں بنایا کہ گوشہ نشیں ہو کر بیٹھے رہیں اور بس بلکہ وہ تو وارث انبیاء ہیں اور ... حقیقت یہ ہے کہ سب سے پہلا حق انہیں کا ہے۔ آگے بڑھیں اور امت کی صحیح رہنمائی فرمائیں۔

اسلام دین و دنیا کی اس تفریق کا قائل نہیں نہ ہی خادمان دین کو اس نے محصور اور مقید بنایا ہے۔ تاریخ آزادی کے پڑھنے والے واقف ہیں کہ یہ حضرات علماء کرام ہی تھے جو سب سے پہلے انگریزوں کے مقابلہ میں نبرد آزما ہوئے، سولیوں پر چڑھے، مقدمات کا سامنا کیا۔

مولانا عبدالکافی مرادآبادی، صدر الافاضل مرادآبادی، علامہ فضل حق خیرآبادی کا نام سرفہرست ہے۔ یہی تھے جنہیں کالا پانی پہونچایا گیا۔ جلاوطن کیے گئے، اور انگریزوں کے خلاف برملا جہاد کا فتویٰ صادر کر دیا۔ اور صرف فتویٰ ہی نہ دیا بلکہ آمنے سامنے معرکہ آرائی بھی کی۔ اس صورت میں کس طرح کہا جاسکتا ہے کہ علماء کا منصب یہ نہیں ہے کہ سیاست میں نہ بڑھیں۔



میں تو یہ بھی کہتا ہوں کہ جب تک علماء کھل کر میدان سیاست میں نہ آئیں گے تو کوئی مفید نتیجہ برآمد ہونے کی توقع نہیں ہے نہ ہی موجودہ دور کی سیاست جو تمام بدعنوانیوں اور بداخلاقیوں کی آماجگاہ ہے کسی صورت کوئی اصلاح یا نظام لانا ہی ممکن ہے۔ افراط و تفریط انتہا پسندی اور تشدد کے ذریعہ سیاست کی کاد بازاری کرنیوالے تو یہی چاہتے ہیں کہ علماء دور رہیں اور کرسیاں حاصل کر کے اصل جمہوری روح کو اقتدار کی کرسی پر بیٹھ کر روند ڈالا جائے

اسلام کا جامع نظام حیات انسانی زندگی کے تمام معاملات کا احاطہ کرتا ہے اور زندگی سے

گذارنے کے تمام طریقوں کے متعلق واضح ہدایت اسلام ہی نے مہیا کی ہے۔ یہاں تک کہ عموماً جن امور کو خالص دنیوی معاملات میں اور اس کے علاوہ سیاست و جہانبانی دشمنوں سے جنگ و جدال اور مقابلہ آرائی، گھریلو، قومی تنازعات میں درپیش مسائل انسانوں کے درمیان پیدا شدہ خصوصیات کا تصفیہ اجیر اور ملک کے ایک دوسرے پر حقوق خرید و فروخت تجارتی۔ غرض کہ ایسے تمام معاملات جن کے متعلق ایک عام ذہن یہ ہوتا ہے کہ ان کا دین و مذہب سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ خالص دنیوی معاملات ہیں اور اس کے بعد یہ سوچتا ہے کہ ان کے متعلق ہمیں اختیار رہے جس طرح چاہیں سرانجام دیں۔ کسی آسمانی ہدایت کی نہ تو فرصت ہے نہ مذہبی اصولوں کا کوئی انہیں دخل۔ تبھی تو آج کی نام نہاد جمہوری حکومت چند مسائل کا حل تلاش کرتی ہے تو درجنوں نئے مسائل سر ابھارنے لگتے ہیں اور پلان منصوبہ دھرے کے دھرے رہ جاتے ہیں۔ اسلام کی نگاہ میں یہ انداز فکر باطل اور بے ہودہ ہے۔ ہم جن معاملوں کو خالص دنیادی سمجھتے ہیں وہ تمام کے تمام اسلامی اصولوں اور شرعی قوانین کی حدود میں شامل ہیں۔

مثال کے طور پر سیاست کو ہی لے لیجئے۔ سیاست کو اصلاً حکومت اور جہانبانی کا نام ہے اور اسلام نے اس سلسلہ میں بڑی تفصیل کے ساتھ احکام بتائے اور مسلمانوں کو ان کا پابند کیا ہے۔ مگر آج عام طور سے یہ دیکھا جاتا ہے کہ بہت سے حضرات شاید یہ سمجھتے ہیں کہ اسلام سے سیاست کا کوئی تعلق نہیں، گویا اس میدان میں آنے کے بعد انسان انسان نہ رہا بے لگام گھوڑا ہو گیا۔ جدھر کو منہ اٹھے بھاگ نکلے اور جسے چاہے روندے اور کچل دے۔

دراصل یہ مذہبی تعلیمات سے عدم واقفیت یا پھر قلت تدبیر کا نتیجہ ہے ورنہ حقیقت تو یہ ہے کہ جسے ہم سچی اور انسانیت کے حق میں مفید سیاست کہہ سکتے ہیں وہ اسلامی تعلیمات کے علاوہ کہیں بھی نہیں۔ اسلام نے اس سلسلہ کے تمام نشیب و فراز سے نہ صرف یہ کہ آگاہ کر دیا ہے بلکہ اس کے تعلق سے ایک ایک جز کو اس حد تک واضح کر دیا ہے کہ انھیں جان لینے کے بعد کسی قسم کے مغالطے کا کوئی امکان ہی نہیں رہ جاتا۔

ایک اور بات اس ضمن میں واضح کرتا چلوں کہ بازار کو شر بقاع الارض کہا گیا ہے۔ یعنی زمین کا بدترین خطہ۔ لیکن یہ مطلب نہیں کہ انسان وہاں جائے ہی نہیں کہ بازار میں عموماً احکام الٰہی کی خلاف ورزی کی جاتی ہے۔ حالانکہ صحابہ کرام کے علاوہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی بازاروں میں جانا ثابت ہے۔ اس لئے اگر کوئی بازار گیا اور اس نے شرع کے قوانین و آداب کی پیروی کی تو یہ اعمال اسے بازار میں رہ کر بھی اسے مقبول بنا دیں گے۔ اور یہ اس کے دین کا حصہ ہو گا۔ شرع کی پابندی اصل دین ہے

علماء کرام کو سیاست میں سرگرم عمل رہنا چاہئے۔ یہ کوئی معیوب بات نہیں نہ ہی شجر ممنوعہ بلکہ علماء کا متحدہ محاذ انتخاب کرے اور منتخب علماء سیاسی عالم کو میدان سیاست کی باگڈور سونپے۔ ظاہر ہے جہانبانی حکمرانی بازیچہ اطفال نہیں اس لئے ہر کس و ناکس کو اس میدان کا

بقیہ صفحہ ۴۵ پر

وہ شخص جو راضی ہوا اس بات پر کہ اللہ ہی اس کا رب ہو اور اسلام ہی اس کا دین ہو اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی اس کا رسول ہو۔

(مسلم شریف)

تم میں کوئی شخص مومن نہیں ہوتا جب تک کہ اس کی خواہشِ نفس اس چیز کے تابع نہ ہو جائے جسے میں لایا ہوں

(شرح السنہ)

یعنی وہ محض مان کر جانے والا نہ ہو بلکہ عملاً اطاعت کرنے والا ہو۔ ایک موقع پر ایمان لائے ہوئے لوگوں کو جو ظاہری دعوئ ایمان تو رکھتے تھے مگر ان کا دل مسلمان نہیں ہوا تھا مخاطب کرکے فرمایا گیا

کیا ایمان والوں کا ابھی وہ وقت نہ آیا کہ ان کے دل جھک جائیں اللہ کی یاد اور ان کے حق کے لئے جو اترا۔ اور ان جیسے نہ ہوں جن کو پہلے کتاب دی گئی پھر ان پر مدت دراز ہوئی تو ان کے دل سخت ہو گئے اور ان میں بہت فاسق ہیں

سورۃ الحدید، ۵۷ آیت ۱۶

زبانی دعوئ ایمان کے ساتھ دل و نگاہ کے مسلمان بنانے کی ضرورت کے تحت سورۃ التوبہ ۹ کے رکوع ۸ اور ۹ میں منافقوں کے زبانی دعوئ ایمان اور سچے دل سے ایمان لانے والوں کے فرق کا نفسیاتی تجزیہ پیش کرتے ہوئے آیت ۶۴ میں منافقوں کے متعلق فرمایا گیا ہے

"منافق ڈرتے ہیں کہ ان پر کوئی سورۃ ایسی اترے جو ان کے دلوں کی چھپی بتا دے، تم فرماؤ، ہنسے جاؤ، اللہ کو ضرور ظاہر کرنا ہے جس کا تمہیں ڈر ہے۔"

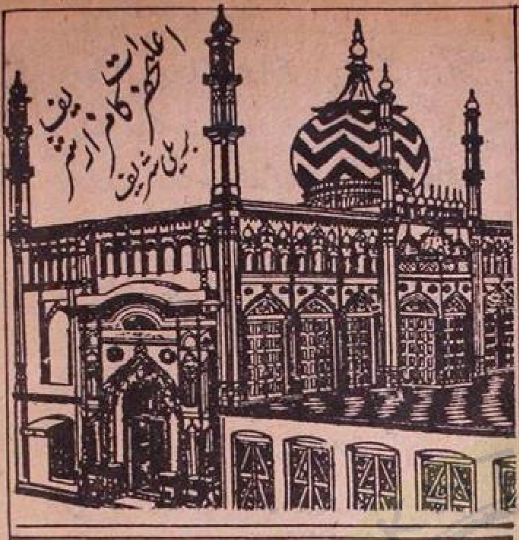
اگرچہ ایمان کا ظاہری اقرار اور اسلام کی پیروی کا خارجی اظہار منافقوں اور اہل ایمان دونوں گروہوں میں مشترک ہے لیکن دونوں کے مزاج، اخلاق، اطوار، عادات اور طرز فکر و عمل ایک دوسرے سے بالکل مختلف ہیں۔ جہاں زبان پر ایمان کا دعویٰ ہے مگر دل سچے ایمان سے خالی ہیں وہاں زندگی کا سارا رنگ ڈھنگ ایسا ہے جو اپنی ایک ایک ادا سے دعوئ ایمان کی تکذیب کر رہا ہو۔ بخلاف اس کے جہاں ایمان اپنی اصل حقیقت کے ساتھ موجود ہوگا وہاں صادق الایمان مسلمانوں کا اخلاقی مزاج اور رنگ طبیعت اور ہوگا۔ گرچہ اسلام و ایمان کے عرفی نام بہ ظاہر دونوں گروہوں کو ایک امت بنا دیتے ہیں مگر فی الواقع جن کے دل اور جن کی نگاہ مسلمان نہیں ان میں خدا سے غفلت، برائی سے دل چسپی، نیکی سے بعد اور خیر سے عدم تعاون جیسے خصائل فروغ پاتے ہیں۔ چہ جائیکہ زبانی دعوئ ایمان کے ساتھ جن کے دل اور جن کی نگاہ مسلمان ہو چکے ہیں ان کی زندگی کا وتیرہ خدا اور رسول کی مکمل اطاعت ہوگی۔ خواہ اس سے ان کی دنیا کیوں نہ جاتی

ماہ اپریل کا تفسیر، دل و نگاہ مسلماں نہیں تو کچھ بھی نہیں (علامہ بدیع الزماں)

رہے۔ کیوں کہ قرآن کی رو سے مسلم اسے کہتے ہیں جو خدا کے آگے سر اطاعت خم کر دے، خدا ہی کو اپنا مالک، آقا، حاکم اور معبود مان لے جو اپنے آپ کو بالکلیہ خدا کے سپرد کر دیئے اور اس ہدایت کے مطابق دنیا میں زندگی بسر کرے جو خدا کی طرف سے آئی ہو۔ قرآن کی اصطلاح میں اسلام اس دین حق کا نام ہے جو اللہ نے نوع انسان کے لئے نازل کیا ہے جس کے مفہوم میں ایمان اور اطاعتِ امر دونوں شامل ہیں اور اس لئے مسلم وہ ہے جو سچے دل سے مانے اور عملاً اطاعت کرے۔

قرآن مجید میں اسی لئے سورۃ المدثر ۷۴، کی آیت ۳۱ میں منافقوں کو "دل کے روگی،، کا نام دیا گیا ہے۔ "دل کے روگ،، سے مراد شک کی بیماری ہے۔ صرف زبانی دعوائے ایمان رکھنے والے کبھی بھی قطعیت کے ساتھ خدا، آخرت، رسالت اور جنت و دوزخ کا انکار نہیں کرتے۔ مگر چونکہ انہوں نے اپنے دلوں اور اپنی نگاہوں کو مسلمان نہیں بنایا اس لئے وہ ان سب کے متعلق شک میں مبتلا رہ کر فسق و فجور میں مبتلا رہتے ہیں۔

زبانی دعوائے ایمان رکھتے ہوئے "دل کے روگیوں،، اور زبانی دعوائے ایمان کے ساتھ اپنے دل اور اپنی نگاہ کو بھی مسلمان بنا رکھنے والے صادق الایمان مومنوں دونوں کا تقابلی جائزہ اور نفسیاتی فرق کئی مواقع پر اس طرح فرمایا گیا ہے



اور کچھ لوگ کہتے ہیں ہم اللہ اور پچھلے دن پر ایمان لائے اور وہ ایمان والے نہیں۔ فریب دینا چاہتے ہیں اللہ اور ایمان والوں کو۔ اور حقیقت میں فریب نہیں دیتے مگر اپنی جانوں کو اور انہیں شعور نہیں۔ ان کے دلوں میں بیماری ہے تو اللہ نے ان کی بیماری کو اور بڑھایا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے بدلہ ان کے جھوٹ کا

(سورۃ البقرہ ۲۔ ع ۲)

اور کچھ آدمی اللہ کی بندگی ایک کنارہ پر کرتے ہیں۔ پھر اگر انہیں کوئی بھلائی پہنچ گئی جب تو چین سے ہیں اور جب کوئی جانچ آکر پڑی منہ کے بل پلٹ گئے۔ دنیا اور آخرت دونوں کا گھاٹا یہی ہے صریح نقصان۔

(سورۃ الحج ۲۲۔ آیت ۱۱)

وہی جس نے تم پر کتاب اتاری اس کی کچھ آیتیں صاف معنیٰ رکھتی ہیں۔ وہ کتاب کی اصل ہیں اور دوسری وہ ہیں جن کے معنی میں اشتباہ ہے۔ وہ جن کے دلوں میں کجی ہے وہ اشتباہ والی کے پیچھے پڑے رہتے ہیں۔ گمراہی چاہتے اور اسی کا پہلو ڈھونڈھنے کو اور اس کا ٹھیک پہلو اللہ ہی کو معلوم ہے۔ اور پختہ علم والے کہتے ہیں ہم اس پر ایمان لائے۔ سب ہمارے رب کے پاس سے ہے اور نصیحت مانتے مگر عقل والے۔

(سورۂ آل عمران ۳۔ آیت ۷)

ایمان والے وہی ہیں کہ جب اللہ یاد کیا جائے ان کے دل ڈر جائیں ان کا ایمان ترقی پائے اور اپنے رب پر بھروسہ کریں

(سورۃ الانفال ۸۔ آیت ۲)

ایمان کا جو معاملہ بندے اور خدا کے درمیان قرآن کی رو سے طے ہے اسے سورۃ التوبہ ۹ کے رکوع ۱۴ میں بیع سے تعبیر کیا گیا ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ ایمان محض ایک مابعد الطبیعاتی عقیدہ نہیں ہے بلکہ فی الواقع ایک معاہدہ ہے۔ جس کی رو سے بندہ اپنا نفس اور اپنا مال خدا کے ہاتھ فروخت کر دیتا ہے اور اس کے معاوضہ میں خدا کی طرف سے اس وعدے کو قبول کر لیتا ہے کہ مرنے کے بعد دوسری زندگی میں اسے جنت عطا کرے گا۔ اس بیع کے لحاظ سے جب ایک مسلمان اقرار باللسان کے ساتھ اپنے دل اور اپنی نگاہ کو بھی مسلمان بنا دیتا ہے تو وہ حقیقی اسلامی رویہ زندگی پر گامزن ہو کر اپنے زندگی کے ہر شعبے میں خدا کی مرضی کا تابع بن کر کام کرتا ہے اور اس کے رویہ میں کسی جگہ بھی۔ خود مختاری کا رنگ نہیں آنے پاتا اور ہر قدم پر اس کو صحیح اور غلط، حق و باطل، راست و ناراست کی تمیز حاصل ہو جاتی ہے۔ اور اس تمیز کے مطابق راست روی پر ثبات اور کجروی سے اس میں پرہیز کی طاقت ہو جاتی ہے اور اس کے اخلاق اور معاملات کفار سے مختلف ہو جاتے ہیں

بالفاظ دیگر اس کا ایمان محض ماننے لینے کے معنی میں نہیں ہوتا بلکہ اس ایمان کا ہوتا ہے جو سیرت و کردار کی روح بن گئی ہے اور جس کی طاقت سے اس کے اخلاق و اعمال میں صلاح کا ظہور ہونے لگتا ہے

دعویٰ ایمان کے ساتھ دل و نگاہ کو مسلمان بنانے پر، قرآن کی ان ہی ساری زیر تجزیہ تعلیمات اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرمودات کے پیش نظر اقبال نے (ضرب کلیم) کی نظم (التصوف) کے درج ذیل شعر میں ایمان کا یہ کلیہ مرتب کیا ہے کہ

خرد نے کہہ بھی دیا لا الٰہ تو کیا حاصل
دل و نگاہ مسلماں نہیں تو کچھ بھی نہیں

عظمتِ والدین



محمد جمال الدین، متعلم جمالیہ قادریہ بدایوں

اللہ تعالےٰ ارشاد فرماتا ہے ــــــ

وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَ
بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۭ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَ
كَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ
لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا
كَرِيْمًا ؀ ، سورہ بنی اسرائیل ع ۲۔) ــــــ

اور تمہارے رب نے حکم فرمایا کہ اس کے سوا کسی کو نہ پوجو، اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ اگر تیرے سامنے ان میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہونچ جائیں تو ان سے "ہوں،، نہ کہنا ــــــ اور انہیں نہ جھڑکنا اور ان سے تعظیم کی بات کہنا ــــ (کنز الایمان) ــــ

جیسے جیسے دنیا ترقی کرتی جارہی ہے ویسے ہی نسل انسانی کی ارتقار کا بھی عروج ہوتا جارہا ہے۔ آج کے اس تہذیب یافتہ دنیا کے بہت ہی کم گھر ایسے ہونگے جس کے بسنے والے سکھ اور چین کی گھڑی میں زندگی بسر کر رہے ہوں ــــ سکھ سے میرا مقصد یہ نہیں کہ دولت کی افراط ہو، رہنے بسنے کے لئے جگہ، فرنیچر موٹر سرونٹ (نوکر) مہیا ہوں اور بے فکری کی زندگی گذار رہے ہوں ــــ بلکہ سکھ سے میرا مقصد روح کی تسکین قلب کی مسرت اور شادمانی ہے ــــــــــــ

اکثر دیکھا گیا ہے کہ دولت کی بہتات ہے دنیا کا عیش خریدا جارہا ہے ــــ مگر کوئی نہ کوئی اندرونی خلش ایسی ضرور ہے جو انہیں ہمیشہ بے چین کئے رہتی ہے ــــ یا یہ تفکرات میں گھرے

رہتے ہیں۔ یا یہ حال دیکھا گیا ہے کہ ان کی ناخلف اولاد ان کا سرمایہ حیات بے دریغ لٹا رہی ہے اور ان کی سمٹی سمٹائی ہوئی دولت طوائفوں کے کوٹھوں کی زینت بنتی جا رہی ہے۔ یہ کیفیت اب اوسط درجے کے لوگوں میں بھی نظر آنے لگی ہے۔ اور تو اور غریب اور مفلسوں کے گھر میں بھی آج روحانی مسرت اور شادمانی کا کہیں پتہ نہیں چلتا یہ سب آخر کیوں۔ ہے

ماں باپ کی غلط روی کا انجام اور اولاد کا والدین کی جانب سے انحراف، نافرمانی، مذہب اسلام اور اطاعت والدین سے کوسوں دور بھاگنے کا برا اثر ہے۔ کاش! ہم قرآن شریف کو سمجھتے اور اس پر عمل پیرا ہوتے۔ تو آج ہمارا گھر سکھ اور استقلال کا گہوارہ بن جاتا۔ اور ہم روحانی مسرت سے ہمکنار ہوتے اور ہر جگہ خوشی ہی خوشی نظر آتی۔ خدائے عزوجل اپنے کلام پاک میں ارشاد فرماتا ہے

فلا تقل لھما اف ولا تنھرھما وقل لھما قولا کریما ۃ

یعنی ان سے (والدین) سے ہوں، نہ کہنا اور انہیں نہ جھڑکنا۔ اور ان سے تعظیم کی بات کہنا

اللہ پاک نے جو مدارج اور حقوق مقرر کر دیئے ہیں نہ تو وہ کسی صورت میں ضائع کئے جا سکتے ہیں اور نہ کسی کے ہٹانے سے ہٹ سکتے ہیں۔ ماہرین نفسیات اور فطرات کا متفقہ فیصلہ ہے کہ قدرت کا ہر وہ حکم جو اس نے اپنی مخلوق پر جاری کیا۔ خلاف فطرت و عقل نہیں ہے۔ لہذا قدرت نے والدین کریمین کو جو درجہ عطا کیا ہے وہ اتنا برمحل واقع ہوا ہے کہ اس سے بڑھ کر یا کم ہو ہی نہیں سکتا ہے۔! جن حقوق کو مابین والدین اور اولاد کے تقسیم کئے گئے ہیں اس میں چون و چرا کی گنجائش ہی باقی نہیں رہتی!

مسلمانو! ماں باپ کی فرمانبرداری اور ان کی خوشنودی کا خیال میدان جہاد سے لڑنے سے بہتر ہے۔ جو منزلیں مجاہدہ سے طے نہیں ہوتی وہ ماں باپ کی خدمت سے طے ہوتی ہیں۔ چونکہ والدین کا احترام فرض ہے۔ والدین کا مرتبہ تمام عزیز داروں سے بڑھ کر ہے

اس لئے مومنو! والدین کے ساتھ اچھا سلوک کر کے انہیں راضی رکھنے کی کوشش کرو ساری عمر ان کی اطاعت کر کے انہیں خوش رکھو ان کے وصال کے بعد دعائے مغفرت، ایصال ثواب، فاتحہ وغیرہ کیا کیجئے۔ باپ سے بڑھ کر ماں کا حق ہے اس لئے ماں کو خوش کر کے دعا لیا کیجئے۔

اولاد کے حق میں والدین کی دعا ایسی ہوا کرتی ہے۔ جیسے انبیاء علیہم السلام کی دعا امت کے حق میں ہے۔ والدین کا راضی ہونا تو آخرت کے علاوہ دنیا میں بھی خوشگوار زندگی نصیب ہوتی ہے

رسول کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد

گرامی ہے کہ رد خوشنودی اللہ تعالیٰ در خوشنودی مادر و پدر راست ،،

ایک جنگ میں جب کہ جہاد کا بازار گرم تھا صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین خوشی بخوشی اپنے آپ کو میدان جنگ کے لئے پیش کر رہے تھے۔ شمع اسلام کے پروانے اپنی بے لوث قربانی کی خاطر اپنی جان و مال کی بازی لگانے کے لئے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارد گرد جمع ہو رہے تھے۔ اتنے میں ایک صحابی جوش جہاد میں بھاگے بھاگے حاضر خدمت ہوئے۔ آپ نے ان کے ذوق و شوق کو بہ نظر غور دیکھا اور فرمایا

کیا تمہاری ماں موجود ہے؟ صحابی نے عرض کیا۔ ہاں۔ آپ نے فرمایا۔ جاؤ پہلے ان کی خدمت اور فرمانبرداری کرو۔ کیونکہ بہشت ماں کے قدموں کے نیچے ہے۔ اور یہ تمہارے لئے جہاد سے افضل ہے۔ چنانچہ آپ نے اسے گھر لوٹا دیا

جب کہ دشمنان اسلام مسلمانوں کو صفحۂ ہستی سے مٹانے پر تلے ہوں۔ اس نازک موقع پر آپ نے ایک اسلام کے فدائی کو۔۔ میدان جنگ میں جانے سے روک دیا۔ صرف بوڑھی ماں کی خدمت کے لئے۔ جہاد جس سے بڑھ کر مسلمانوں کے لئے کوئی قربان گاہ نہیں اور جہاد جہاں مسلمانوں کے ایمان کا امتحان لیا جاتا ہے۔ اس میں جانے سے روک دیا گیا۔ اس سے ثابت ہوا کہ خدا اور اس کے رسول کے بعد۔ اگر کوئی ذات قابل اطاعت ہے۔ تو صرف وہ ذات والدین کریمین کی ہے

میرے ملت کے نوجوانو! والدین کی خدمت بڑی سعادت ہے۔ والدین کی خدمت بہت بڑی دولت ہے۔ اس سعادت اور دولت کے حاصل کرنے میں ذرہ برابر بھی کوتاہی نہیں کرنی چاہیئے۔ اور ادب کا اتنا خیال رکھنا چاہیے کہ۔ ان کی آواز پر اپنی آواز بلند نہیں ہونے چاہیئے۔ قربان جایئے! اپنی مشفقہ والدہ کی ان تکالیف و مصائب پر کہ جن تکالیف و مصائب کے بارے میں قرآن کریم کا یہ ارشاد

حملته امه وهنا علىٰ وهن

گواہی پیش کرتا ہوا نظر آ رہا ہے۔ یعنی ماں عہد حمل میں اپنے بچے کو تھکی تھکی اٹھائے پھری۔ واقعی ماں کو اپنی اولاد کے لئے جن تکالیف کا سامنا کرنا اور جن مصائب سے دوچار ہونا پڑا۔ شاید باپ کے خیال میں بھی نہ گزرے جب ہم میں ہلنے جلنے کی طاقت نہ تھی۔ بصورتِ دیگر ہماری حیثیت ایک گوشت کے لوتھڑے سے بڑھ کر نہ تھی۔ اس کسمپرسی اور بے چارگی کے عالم میں کوئی تڑپ اٹھتا تھا۔ تو وہ صرف ماں کا حساس دل تھا۔ اس نے ایک ننھی سی جان کی خاطر کیا کیا دکھ و تکلیف نہ سہے۔ کڑکڑاتے جاڑے، چلچلاتی دھوپ، لو کے جھلسا دینے والی تھپیڑے اپنے اوپر

لئے ہمیں بچا بچا کر رکھا اس کے احسانات بے پایہ ہیں۔ اس نے دودھ پلایا، تربیت دی۔ اس نے بیماری میں تیمارداری کی، اس نے پڑھا لکھا کر انسان بنایا۔ غرض وہ بیک وقت ماں بھی تھی، اناّ بھی، مہربان طبیبہ بھی اور باکمال معلمہ بھی۔ اسی لئے کسی نے کہا ہے کہ The Mother is a first teacher of the children.

ماں بچوں کے لئے پہلی معلمہ ہے
تو جن کے اتنے احسانات ہوں۔

اور جن کی اتنی نوازشات ہوں۔ جس نے ایک ننھی سی جان کے لئے اتنی کچھ صعوبتیں جھیلیں ہوں کیا وہ اس قابل نہیں ہے کہ ربوبیت صغریٰ سے خطاب کیا جائے۔ کیا وہ اس لائق نہیں کہ اس کے ہر حکم جائز پر لبیک کہا جائے۔ کیا وہ اتنی حیثیت بھی نہیں رکھتی کہ اس کی ہر نصیحت پر آمنا وصدقنا کہا جائے۔

دراصل ماں باپ کی خوشنودی خدا اور اس کے رسول کی خوشنودی کے مترادف ہے۔ یہاں تک فرمایا گیا ہے کہ ماں باپ کی جائز خوشنودی کے لئے اپنی محبوب بیوی تک کو طلاق دینے میں تامل نہ کرو۔

اب ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ ان دونوں میں کس کا درجہ ایک دوسرے پر افضل ہے مخبر صادق علیہ السلام کے بے شمار احادیث کریمہ سے پتہ چلتا ہے کہ اولاد پر ماں کا حق بہ نسبت باپ کے درجۂ امتیاز رکھتا ہے۔

ایک مرتبہ دریافت کیا گیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ حق کس کا ہے فرمایا۔ ماں کا۔ دوبارا پوچھا گیا۔ جواب ملا ماں کا۔ سہ بارہ پوچھا گیا۔ پھر کس کا وہی جواب ملتا ہے۔ ماں کا۔ چوتھی مرتبہ دریافت کیا گیا۔ پھر کس کا۔ جواب ملا۔ باپ کا۔ پھر سوال کیا گیا۔ باپ کے بعد کس کا۔ جواب ملا۔ دوسرے قرابت داروں کا درجہ بدرجہ — حدیث مبارکہ اس بات کا کھلا اعلان کر رہی ہے کہ ماں کا حق باپ سے کئی درجات بلند ہیں

ہمیں چاہیئے کہ والدین کو ہر حال میں خوش رکھیں۔ ان کی ہر تکالیف کو اس طرح محسوس کریں جس طرح کہ اس نے ہمارے بچپن میں محسوس کیا تھا۔ اور ان کا حکم بجالانے میں ذرا بھی کوتاہی سے کام نہ لیں۔ چونکہ ان کی اطاعت میں خوشخبری، اور نافرمانی میں وعید کا بیان ہے

چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ، سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اپنے ماں باپ کا فرماں بردار ہوگا۔ اس کے لئے جنت کے دروازے کھول دیئے جائیں گے۔ اور اگر والدین میں سے کسی ایک ہی کا فرمانبردار ہو تو اس کے لئے جنت کا ایک ہی دروازہ کھلے گا۔

اور جو شخص اپنے والدین کا نافرمان ہوگا

اس کے لئے جہنم کے دروازے کھول دیئے جائیں گے۔ اور اگر والدین میں سے ایک ہی کا فرمان ہو تو ایک ہی دروازہ دوزخ کا کھلے گا۔ یہ سن کر ایک آدمی نے کہا۔ اگرچہ ماں باپ اولاد پر ظلم کرتے ہوں۔ تو حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اگرچہ دونوں اس پر ظلم کرتے ہوں۔ اگرچہ دونوں اس پر ظلم کرتے ہوں۔ اگرچہ دونوں اس پر ظلم کرتے ہوں۔ (تین بار اس لفظ کو فرمایا) (مشکوٰۃ شریف ج ۲ ص ۴۲۱)

آیات قرآنیہ کی تاکید اور احادیث کریمہ کی تفصل سے پتہ چلتا ہے کہ۔ اپنے والدین کی خدمت واطاعت اور ان کو راضی رکھنا بلاشبہ جنت میں لے جانے والا عمل۔ اور بہشت کی کنجیوں میں سے ایک بہت بڑی اہمیت والی کنجی ہے۔ اور جنت کی شاہراہوں میں سے ایک بڑی شاہراہ ہے

آج کل کی اولاد اپنے اس فریضہ سے بہت زیادہ دور و غافل نظر آتی ہے۔ مگر ان کو یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ ماں باپ کے ساتھ بدسلوکی کرنے والے کو تو جنت مل ہی نہیں سکتی اور دنیا میں یہ خطرہ ہر وقت سر پہ سوار ہے کہ جو اولاد ماں باپ کے ساتھ برا سلوک کریگی تو اس کو سمجھ لینا چاہیئے۔ کہ میں جیسا سلوک اپنے ماں و باپ کے ساتھ کر رہا ہوں، میری اولاد بھی میرے ساتھ ایسا ہی سلوک کرے گی۔

اس لئے سب مسلمانوں کو چاہیئے کہ ماں باپ کے ساتھ بہترین سلوک کر کے ان کو راضی رکھنا بے حد ضروری اور بہت بڑا کارنامہ ہے

مولا تعالٰی سے دعا ہے کہ اپنے حبیب کے صدقے سب کو اطاعت والدین کی توفیق رفیق بخشے۔ آمین

وجہ تخلیق دنیا و دیں آپ ہیں

از سید فیض خالد رضوی بریلوی

اولین آپ ہیں آخریں آپ ہیں
پیکر صدق حق الیقیں آپ ہیں

منفرد دے بدل جن کا طرز عمل
وہ نبی رحمت العالمیں آپ ہیں

اسم ایسا کہ نقطہ نہیں ایک بھی
جسم ایسا کہ سایہ نہیں آپ ہیں

فخر کرتا ہے جس پر یہ ہفت آسماں
ناز کرتی ہے جس پر زمیں آپ ہیں

حکم قد جاءکم سے عیاں ہو گیا
نور رب العلےٰ بالیقیں آپ ہیں

جن کا ثانی نہ سایہ نہ ہمسر کوئی
وہ خدائی میں سب سے حسیں آپ ہیں

آپ ہوتے نہ گر ہوتا کچھ بھی نہیں
وجہ تخلیق دنیا و دیں آپ ہیں

ناز کیونکر نہ ہو عاصیوں کو شہا
حشر میں شافع مذنبیں آپ ہیں

اللہ اللہ معراج کی رات میں
عرش اعظم پہ مسند نشیں آپ ہیں

میرے آقا کے اوصاف کو دیکھ کر
بولے کفار بیشک امیں آپ ہیں

درس دیتا ہے قرآن قیصر یہی
اک مکمل کتاب مبیں آپ ہیں

مفتی نظام الدین صاحب کے نام کھلا خط

مفتی ظہور حسن رضوی

جناب حضرت مفتی محمد نظام الدین صاحب ...... السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عوافیٔ مزاج

چند دنوں قبل سفر میں استقامت پر سرسری نظر پڑی، جس میں لاؤڈ اسپیکر سے نماز درست ہو جانے کے سلسلے میں آپ کا فتویٰ دیکھا اور ثبوت میں حضور حافظ ملت اور حافظ عبدالرؤف صاحب رضی اللہ تعالےٰ عنہما کی نہایت مختصر عبارت چند سطور میں پیش کی گئی تھی مدرسہ پہونچا تو مزید معلوم ہوا کہ جواز کے بارے آپ کی ایک کتاب بھی چھپ کر منظر عام پر آچکی ہے یہ سن کر اور بڑا تعجب ہوا۔ لوگوں میں اس کا اچھا اثر تو کیا بلکہ کافی خراب حد تک انتشار دیکھا۔ طرح طرح کی چہ میگوئیاں سنی، تاہنوز یہ سلسلہ جاری ہے۔ مجبوراً یہ چند سطور کے ساتھ حاضر ہو رہا ہوں۔ امید کہ ان معروضات کے جواب سے نوازینگے

اور مطمئن کریں گے در حقیقت عوام کا تاثر قلمبند [illegible] کر رہا ہوں، تلخی تو ضرور ہوگی مگر بے غرض نہیں۔

کبھی یوں ہی بے قابو ہوتی ہے زباں

اس وقت میرا روئے سخن اس طرف نہیں ہے کہ آپ نے جائز کیوں کہا۔ اس کے دلائل کیا ہیں۔ کون سقیم ہیں، کس میں نقص ہے کون کس کے معارض ہے۔ اس میں کتنے اور کون کون سے لوگ آپ کے ساتھ ہیں، اور اب تک اس کے کیا کیا جوابات دیئے گئے۔ اپنے علما نے کیا کیا بحثیں کیں۔ کون سا فیصلہ سامنے آیا سب نے مل کر کس کو اپنا موقف قرار دیا۔ اور کس کو چھاپنے کا اعلان ہوا۔ اور نہ ہی اس طرف ہے کہ صدا اور آواز میں کیا فرق ہے۔ آواز

کم ہے یا کیف، لاؤڈ اسپیکر کی آواز عین آواز متکلم ہے یا غیر، اس وقت تلقن من الخارج لازم آتا ہے یا نہیں، تلقن من الخارج کا صحیح مطلب فقہاء نے کیا لیا ہے، متکلم کسی زبان میں بولتا ہے آواز نہ کسی اور زبان کی نکلتی ہے اس کی کیا وجہ ہو سکتی ہے وغیرہ وغیرہ اور نہ میں اس لائق ہوں نہ ضرورت محسوس کرتا ہوں — بلکہ میری گفتگو وقت کی زبوں حالی اور جماعت کے انتشار سے متعلق ہے اور اس پر ہے کہ اسوقت اہم ضرورت ایمانیات پر گفتگو ہے یا اعمال پر۔ اور ایسے مسئلے کی چھیڑ خانی جماعت کی ترقی دور صرف اس پر قائم رہنے ہی کے حق میں سخت مضر و مہلک ہے۔ اس پر اگر چوک گئے تو اس میں ہوئے خسارے کی بھرپائی کبھی نہ ہو سکے گی بلکہ "مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی،، کے مترادف ہوگا۔

قطع نظر اس کے کہ حقیقتاً یہ مسئلہ مختلف فیہا بننے کی صلاحیت بھی رکھتا ہے یا نہیں جب کہ "یکے دیگرے" کی وجہ سے مختلف فیہا سمجھا ہی جانے لگا تو یہ اختلاف تو ماضی قریب کے خلف میں تھا۔ مابعد جن کو ان کے اتباع کے سوا کچھ چارہ نہ تھا تو اس کی صورت یہ کیوں نہ ہو سکتی تھی کہ ناجائز و جائز کا ٹکراؤ ہو تو احوط ناجائز ماننے میں ہے نہ جائز ٹھہرانے میں اور عملاً نجات ناجائز ماننے میں ہے یہ کیا وجہ ہے کہ ماضی کے ان بزرگوں نے اس میں طول نہ دیا نہ اس مسئلہ میں طول دینا مناسب جانا گیا۔ وہ کون سی علتیں تھیں جن کی وجہ سے مجوزین بزبان خود نے ایک جائز و مباح چیز کو عام نہیں کیا۔ اور مفتی اعظم ہند مع معتبر ہم عصر کے فتووں کے مقابلہ میں اپنے کو ہیچ جانا اور انہیں ہی راجح سمجھا۔ جب کہ وہ مجوزین بزبان خود مباح ہی جان رہے تھے اور جب کبھی ایسا کرنا چاہا تو کتنے شخصیتی و جماعتی فساد ابھرے۔ تو یہ سب عمل و ردعمل آپ کے نزدیک اگر عدم جواز کہنے کے متقاضی نہ تھے تو کیا کم از کم وقت کا لحاظ کرتے ہوئے سکوت کے متقاضی بھی نہ تھے حالانکہ آپ کے نزدیک بھی فرض یا واجب نہیں بلکہ صرف جائز و مباح ہی ہے۔ یہ سب آپ کو پتہ تھا پھر بھی چھیڑ چھاڑ میں راز کیا ہے؟

حضور مفتی اعظم کی بات آپ کے نزدیک راجح نہ تھی نہ سہی۔ مگر ان کی حیات میں ان سے ایک جائز گفتگو کر لینے میں کون سی چیز مانع تھی ان کی بات سمجھ میں نہ آئی تو اپنے شبہات ان سے پیش کئے جا سکتے تھے اور پھر انہیں کو شائع کرنے میں اتنی بات نہ ہوتی مگر سمجھ میں بات نہیں آتی کہ کس چیز نے آپ کو اس کی مہلت نہ دی اور کون سی شئی یہ کہہ سینے میں آڑے رہی کہ "میرا فتویٰ بھی وہی ہوتا ہے جو بریلی کا ہے،، مرعوب ہو رہنے سے تو آپ کے حق میں یہ زیادہ اچھا تھا کہ جیتے جی دریافت کر لیتے ہوتے لیکن آج تک ایسی کوئی بات دیکھنے یا سننے میں نہ آئی

بڑے بڑے شبہات اس بارگاہ سے لوگوں نے دور کئے بہت ممکن تھا کہ آپ کے شبہات بھی دور ہو جاتے پھر بھی اسوقت دور رہنا واجب اور اس وقت چھیڑنا ضروری سمجھا گیا تعجب ہے؟ اس سے بھی زیادہ تعجب اس پر ہے کہ اپنے لئے تو واجب جانا ہی گیا تھا دوسروں کو زبردستی اس

پر عمل کروانا بھی ضروری سمجھا گیا۔ تبھی تو بیوقت چھیڑا گیا اور وہ بھی اس زور توڑ کے ساتھ کے جب کوئی ماہنامہ اٹھاؤ تو جلی قلم سے "لاوڈ اسپیکر کا شرعی استعمال از حضرت مفتی محمد نظام الدین صاحب اشرفیہ" لکھا نظر آئے۔ کیا وقتی فرعی کو شرعی۔ شرعی کہہ کہہ کے اہمیت دکھائی گئی ہے۔ خدا جانے یہ کیسی شرعی کیسی فرعی ہے!

ہندوستان جیسے سیاسی و مذہبی بحران سے دوچار ہونیوالے ملک میں فی الحال کن مسئلوں کی اہم ضرورت اور کن کو اولیت حاصل ہے جب کہ اس مسئلہ میں سکوت تھا۔ اور ماسوا کے، جگہوں کے ماحول بھی پرسکون تو چھیڑنا چہ معنی دارد۔ آپ کے دار الافتاء سے ان سوالوں کا جواب فوری طور پر دیدیا جاتا ہے جو عوام کی طرف سے جھگڑا اور فساد کی نوبت تک پہونچ کر آپ کے پاس لکھے جاتے ہیں یا مدتوں فائل میں پڑے سڑتے رہتے ہیں۔ ادھر عوام انتظار میں کٹ مرتی ہے اور غیر ضروریات کو کسی مخفی راز کے پیش نظر بے دھڑک بلا تاخیر دھڑوس مشورہ چھاپ دیئے جاتے ہیں۔

ماضی قریب و حال کے جن جن مقتدر و معتبر مرجح و مرجع الفتاوی علماء و مشائخ کے حکم عدم جواز اپنے اپنے دستخط کے ساتھ چھپ چکے تھے یا اکثریت آپ کے نزدیک کیوں معتبر نہ ٹھہری اور اقل قلیل کو ہی راجح سمجھ کر مجوزین کی فہرست میں آنے کے لئے جان توڑ کی بازی لگا دی حالانکہ قبل کے مجوزین بھی اس سختی کے ساتھ عمل کروانے پر مصر نہ تھے۔ جب ذرا چاہا تھا



اہل دیانت نے مقبولیت نہ دی پھر چپ رہے ایسے کہ پھر نہ ابھرے۔ یعنی کوشش کے باوجود عام مقبولیت نہ ہو سکی اس کی کیا وجہ تھی ایسا تو نہیں کہا جا سکتا کہ آپ کو مطلق اس کی خبر نہ تھی پھر کس بڑی طاقت نے آپ کو مجبور کیا۔؟

اہم الفرائض کی رعایت کرتے ہوئے اگر اس کا استعمال نہ کیا جائے تو شرعاً کیا حرج تھا اور اس کے بغیر پڑھنا دشوار بھی نہیں جب کہ اس پر پڑھنے میں مشینری نہ کہ غیر یقینی آلہ کے تحت خطرات کا قوی احتمال ہے۔ اور نہ اس پر پڑھنے میں کوئی عذر شرعی یا ایسا داعی کہ نہ پڑھے تو امت گنہگار رہے بخلاف اس کے کہ جب سے جواز پر ذرا زور دیا گیا جماعتی فساد بڑھے اور اب آپ نے زخم پر نمک چھڑکنے کا فرض انجام دیا اور جماعت تلملا اٹھی۔ آخر کس ہوس میں جماعت کا شیرازہ بکھیر دیا جا رہا ہے۔

ان کی دلیلوں میں کیا تشنگی تھی جس تشنگی نے جماعت کو تشنہ کر دیا۔ ابھی ٹی۔ وی کے مسئلہ سے جو اثر پڑا تھا وہ سرد بھی نہیں پڑا کہ آپ اسے لئے آدھمکے جو بحث ہو چکنے کے لحاظ سے پرانا ہو چکا تھا۔ اگر حضرت مدنی میاں اپنے مسئلہ کی وجہ سے متہم کئے جانے کے مستحق ہیں

تو آپ کیوں کر اس سے بری کہلائیں گے۔ اتنی بڑی شخصیت پر لے دے ہوسکتی ہے آپ پر کیوں نہیں؟

ماقبل کے بزرگوں کے زمانے میں اندیشۂ فتنہ اتنا نہ تھا اور اب ہزار گنا ہے وہ شخصیتیں بھی ایسی تھیں حلقے بھی ویسے تھے اور معتقدین میں قبول کی صلاحیت بھی تھی وہ بجھانے کی صلاحیت بھی رکھتے تھے پھر بھی ۔۔۔۔ دور کا خیال رکھا برخلاف اب کہ کوئی کسی کی بات ماننے کو تیار نہیں چاہے کتنی بڑی شخصیت ہی کیوں نہ ہو۔ آج ناجائز کو ناجائز بتانے پر بھی بدعملی و بے پروائی کا وہ حال ہے کہ بے دھڑک جاتے ہیں جب جائز بتادی جائے گی کتنا بڑا بہانہ مل جائے گا

جب علمار کی میٹنگ بلائی گئی اور شرعی بورڈ کی تشکیل بھی ہوئی تو بعد بحث و مباحثہ کسی ایک ہی موقف کا اعلان پوری جماعت کیلئے ہونا چاہئے تھا مگر وہیں سے ہی دو رخ اختیار کرلیا جو سراسر غرض مقصود کے خلاف ہوا۔ خدا رحم فرمائے ہمارے تجربہ کار معاملہ فہم ان بزرگوں پر جنہوں نے عدم جواز کو تسلیم کرتے ہوئے بھی اسکی دلیلوں میں تشنگی محسوس کی اور متاخرین موجودین کو مزید غور و فکر کرنے کو کہا گیا اور اس میں غیر متحمل بے قابو زبان و قلم والوں کو دخیل رکھا بلکہ آنکھیں بند کرکے ان پر سونپ دیا۔ اس طرح کرنا اگرچہ دیانتاً صحیح رہا ہو مگر نتیجتاً اس کا الٹا ہی ظہور آمد ہوا اور اس میں تنقیح کے نام پر تفریق ہوگئی اور تشنہ سمجھنے کی سزا مل گئی۔ میٹنگ سے پہلے اس کی چاہے کوئی سی مجبوری رہی ہو لیکن اس کے

بعد جو مجبوری آئی وہ اس سے کہیں بڑھ کر ہے اس کو مفتی اعظم کی کرامت ہی کہئے گویا فرما رہے ہیں لوگو! نجات مختصر دلیل دینے میں ہے نہ تفصیل چاہنے میں زیادہ غور و فکر کروگے مسئلہ پرپیچ ہوتا جائے گا اور جو فساد جائز جاننے میں ہے وہ ناجائز میں نہیں چنانچہ تم مشاہدہ کر رہے ہو۔ یہ کیسے کہا جاسکتا ہے کہ تجربہ کار حضرات اس انجام کو نہ جان رہے ہوں یا سنبھالنے کی صلاحیت نہ تھی۔ اس کی کیا دلیل ہے کہ آپ کے ساتھ یا پیچھے دوسرے کی شبہ نہ رہی ہو جب کہ وہ اس کے پورے پورے ذمہ دار کہے جاتے ہیں۔ اور اہم ادارہ اشرفیہ میں مسئلہ میں بار ہا اقرار پھر رجوع کی تاریخ ادول سے نکلے وقتی مسائل سے عوام کو زبردست نقصان کے حصے اشرفیہ کے لئے نیک نامی تھی یا بدنامی؛ یہ تو بالکل مسلم ہے کہ جس جگہ سے قوم کو زیادہ سے زیادہ فائدہ پہونچتا ہے اگر کوئی غلطی سرزد ہوئی تو نقصان بھی اس سے عظیم ہے جس کا کسی کو انکار نہیں اس میں اشرفیہ ذمہ دار کیوں نہیں؟ ۔۔۔ بالغرض اگر اس میں شہرتِ اشرفیہ مقصود رہی ہو تو اس کی کوئی ضرورت نہ تھی یہ تو اکناف عالم میں شان سے لہرا رہا تھا۔ مزید کی ضرورت ہی تھی تو اور راستہ کیوں نہ اختیار کئے گئے۔ یہ تو آپ بھی جانتے ہیں کہ کمال نام میں نہیں نیک نام میں ہے۔ بدنام بھی کیا کوئی نام ہے؟ باہر آکر دیکھئے کہ آج فساد کا کیا حال ہے ۔۔ کنارے سے کبھی اندازہ طوفان ہو نہیں سکتا ۔۔۔ طوفان سے کبھی سابقہ پڑے تب سمجھ میں آئے کہ فساد کیا بلا ہے اس پر قابو پانا کیسے جوانوں کا کام ہے عوام کی ضد کا حال محدود دائرے

میں محصور رہ کر اندازے میں نہیں آسکتا۔ ذرا
اُس ملی کہ بے گناہ بھی گناہ میں مبتلا ہوئے۔

یہ تو آپ کو بھی معلوم تھا کہ شرع میں بہت
سے مسائل وہ ہیں کہ اس کے خلاف میں شرع سے
گرفت کے باوجود عموم بلوی یا فساد امت کی وجہ سے
خموشی اختیار کی گئی بلکہ یہاں تک کہا گیا کہ چھیڑنے
والا عاقل نہیں پھر بھی مجھے شعلوں کو ہوا دیکر محفوظ
گھروں تک کیوں پہونچا دیئے گئے؟ آپ نے اس کی
ابتدا کر کے لگام بے لگام سب کو موقع دیدیا
جو آپ سے سیکھ کر کیا کیا گل کھلائیں گے پھر بحیثیت
مسئلہ شرعی مسائل کی کوئی وقعت رہ جائے گی؟

تعجب ہے آپ جیسے آدمی کو کس
چیز نے مجبور کیا بدنام ہونے سے گمنام رہنا
بہتر تھا کیونکہ اس میں فائدہ نہیں تو نقصان بھی
نہیں ___ دیہات میں جمعہ پڑھنے کی واضح مثال
آپ کے سامنے ہے ___ یہ صحیح ہے کہ سائنسی
ایجادات کو خواہ مخواہ بلا دلیل ناجائز نہیں کہہ سکتے
مگر ایسا بھی نہیں کہ تمام ایجادات کو ہر کام کے لئے
خم ٹھوک کر اصل الاشیاء اباحۃ کے تحت جائز کہتے
چلے جائیں چاہے وہ مخرب دین ہو یا مفسد معاشرہ
اصل الاشیاء اباحۃ کا صحیح محل اور شرطیں کیا ہیں؟
اب تک یہ معلوم نہ ہوسکا کہ دلیل موجود تھی تو مان لینا
پڑا یا پہلے جائز مان لیا گیا پھر کھینچ تان کے دلیل
پیدا کر لی گئی۔

آپ پر مخفی نہیں کہ دور کے نئے اور
باریک پیچیدہ مسائل میں مفتی اعظم رضی اللہ تعالے
عنہ کی وہ بالغ نظری تھی کہ ان کے سامنے مثبت و
منفی دونوں گوشے ہوتے اور ایسا عمدہ حل فرماتے
کہ دوسروں کی نظر تک نہ پہونچتی اور یہ خاص انہیں کا
حصہ رہا ہے۔ دور کیوں جائیے پاکستان میں ہوئے
رویت ہلال کے مسئلہ کا اختلاف اظہر من الشمس ہے
کتنا پر پیچ تھا، سبحان اللہ! ایسا حل فرمایا کہ لوگ
قبول پر مجبور ہوئے اور بڑے بڑے سائنسداں
جو زندگی بھر سائنس میں ڈوبے رہے اس وقت
جان سکے کہ ۲۷، ۲۸ کو بھی چاند دیکھا جاسکتا ہے۔ اس
کا مشاہدہ بھی اپنی آنکھوں سے کر لیا۔ اس سے پہلے
کھوج آلات کے موجدین کو بھی اس کا تحقیق پتہ نہ تھا۔ تو کیا
لاؤڈ اسپیکر کے آواز کی عینیت وغیریت اور نماز
واقتدا کے مسائل وحقیقت سے ناآشنا کہا جاسکتا
ہے؟ جب کہ زبان وعمل دونوں میں ایسا محتاط
کہ بال برابر بھی شریعت میں انیس بیس ہو؟ بلکہ
کانٹے کی تول تولتے۔ تو یہ محض دعوی ہی ہوگا کہ ایک
جائز چیز کو حضور مفتی اعظم ہند نے بلا قوی دلیل کہ
بے دریغ ناجائز کہہ دیا ہو ایسی کوئی مثال ان
کی زندگی میں نظر نہیں آتی۔ ایسا تو لوگ آپ
کے بارے میں سوچ سکتے ہیں مگر ان کے بارے
میں گمان بھی نہیں کرسکتے۔ کوئی ایسی بحث تو
چھو کے دیکھئے تو جو آج تک کوئی نہ چھو پایا ہو۔
امت کو اس وقت بہت سے ایسے مسائل کی
حل کی ضرورت ہے جس کا جزیہ بصراحۃ کتب فقہ
میں نہیں مل پاتا۔ ایسے دو چار بھی حل کر دیئے
ہوتے تو امت پر آپ کا احسان رہتا، بعض
وجوہ سے ٹی وی کے مسئلہ سے کم نقصان نہیں
پہونچ رہا ہے اور ان سے کم الزام آپ پر نہیں
آرہا ہے کہ دیکھئے! ابھی ابھی مادنی میاں کو کہہ
رہے تھے۔ اور یہ بھی اس کا شکار بنے۔ جن کو

جلد ہونا تھا ہو چکے تھے اس نئی چھیڑ چھاڑ نے نئے لوگوں میں بھی یہ آگ بھڑکا دی۔

مفتی اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے فتوے کے بعد یہ ایک طرح مردہ ہو چکا تھا جن کو قُم بِاِذْنِی کی کرامت سے آپ نے زندہ کیا تاکہ دفینے لوگوں کو ہاتھ آئے۔ حضرت؟ لگائے وہ جو بجھا سکتا ہو اگر ایک بھی جھگڑا مٹانے کی نوبت آئی تو قیامت تک کے لئے ایسے اختلاف کے قریب نہ آنے کی قسم کھالیتے۔ دیہات میں جمعہ پڑھنے کا مسئلہ کس فتنے کے پیش نظر عام نہ کیا گیا۔ نہ سختی برتی گئی بلکہ چھیڑنے والا آج عاقل نہیں حالانکہ اختلافی بھی نہیں متفقہ ہے

آخر میں عرض ہے کہ اگر یہ طرز تحریر آپ کو بری لگے تو یہ سوچ کر معاف کر دیجئے گا کہ جیسے میرے تحریر کے خلاف یہ ہے ویسے ہی میری مفتی اعظم کے خلاف ہے اگر مجھے اس سے تکلیف ہو رہی ہے تو میری ہے مفتی اعظم پر تکلیف ہو رہی ہوگی یہ کوئی نئی بات نہیں وہی ہے جس کی ابتداء آپ نے کی ہے اور غرض بھی وہی ہے کہ " یوسف کے خریداروں میں ہو میرا بھی نام"

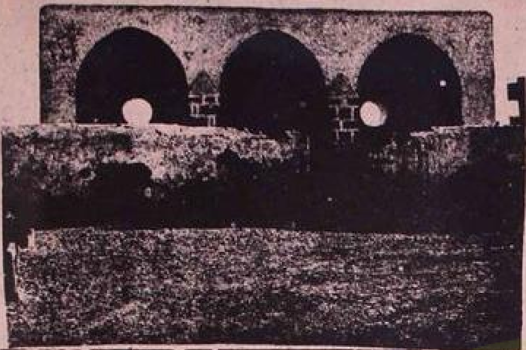
اور بدنامی ہوگی تو کیا میرا نام نہ ہوگا

اس میں شاید کچھ اختلاف کم ہو کہ ہمارے موجودہ بزرگ حضرات اپنے موقف سے صاف صاف صراحتہً آگاہ فرمائیں اور لوگوں کو اپنی رائے سے مطلع فرمائیں، تاکہ یہ آندھی ذرا تو کم ہو سکے برا نہ مانیے گا عوام کا ترجمان کیا ہوں الفاظ ہمارے ہیں باتیں ان کی جواب سے نوازیں تو کرم ہوگا

فقط

محمد ظہور الحسن رضوی

دارالعلوم حبیبیہ جوڑیا بندر جام نگر، گجرات، ۱۰ دسمبر ۱۹۹۰ء



بقیہ سیاست اور علمائے کرام

رخ کرنا اچھا نہیں۔ سربراہی کے لئے رہنمائی اور قیادت کے لئے جو علماء منتخب کئے جائیں صرف وہی علماء اپنی علمی و فنی صلاحیت کو بروئے کار لاکر حکمت عملی سے کام لیں۔ اور مسلمانوں کی سیاست و قیادت کا معیار قائم کریں۔ گندی سیاست سے باز رہ کر خدمت خلق کریں یہ بڑا ہی نیک کام ہے

اسلامی معاشرہ کی تشکیل نو میں علماء کا مخصوص کردار رہا ہے۔ اس لئے اسلامی سیاست کے پیش نظر سیاست کے فیلڈ میں مظلوموں کا حق دلوائیں۔ ظلم و ناانصافی کے خلاف صدائے احتجاج بلند کریں۔ ہرگز ہرگز اپنی ضمیر اور قوم کی آبرو اور مفاد سودا قطعی نہ کریں۔ بلکہ مجبوراً سیاست گندی سیاست کا رخ موڑ کر صداقت کے پلیٹ فارم پر لائیں۔ وطن پرستی کے ساتھ ساتھ مسلم اقلیت کے تحفظ، بقا اور فروغ کا کوئی کارنامہ انجام دے کر دونوں جہاں کی سرخروئی حاصل کریں

وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہِ ...

میخانہ و رہا کبھی ساقی نہیں رہا

محمد یعقوب اختر اورنگ آبادی فیض العلوم جمشید پور

اے خطیب اہلسنت السلام ــــــ
ــــــ اے نقیب ملک و ملت السلام
کردیا بوڑھا بڑوں کی موت نے ــــــ
ــــــ آہ نظامی شان ملت السلام

دنیا میں شب و روز نہ جانے کتنے منصۂ مشہود پر جلوہ گر ہوتے ہیں۔ اور پیوند خاک ہوجاتے ہیں۔ کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں۔ جن کے چلے جانے کے بعد دنیا میں ان کا نام و نشان تک باقی نہیں رہ پاتا اور دنیا انہیں ہمیشہ کے لئے فراموش کر دیتی ہے۔ مگر کچھ ایسی بھی ہستیاں ہوتی ہیں۔ جن کے گذر جانے کے بعد دنیا ماتم کدہ بن جاتی ہے۔ لوگ کف افسوس ملتے ہیں۔ ان کی کمی شدت سے محسوس ہوتی ہے ــــــ

ان ہی تاریخ ساز شخصیتوں میں۔ خطیب مشرق، پاسبان ملت کی ذات ستودہ صفات ہے۔ جن کے چلے جانے بعد دنیا بلکتی اور سسکتی نظر آرہی ہے۔ ہماری نگاہیں اشکبار ہیں۔ ہمارے دل حسرت و یاس کے جذبات سے نڈھال ہیں۔ درد و کسک کا شدید احساس ہے۔ ہمارا وجود لرزرہا ہے۔ ہم اپنی کیفیت کرب کو لفظی پیکر نہیں دے سکتے۔ یقین جانئے دل حکایتوں سے لبریز ہے۔ مگر زبان درماندہ کو یارائے سخن نہیں۔ ہم اپنے جذبات پنہاں کی تصویر اتار سکتے تو صفحۂ قرطاس پر نوک قلم سے روشنائی کے بجائے لہو کی بوند ٹپکتی ہے ــــــ

سوکھی ہیں بہت دیر سے پلکوں کی زبانیں
بس آج تو دل بھر کے رلائے کوئی آکر

پاسبان ملت کیا گئے، فضل و کمال کا ایک باب بند ہوگیا۔ اسلامی علوم و فنون کا ایک روشن آفتاب اوجھل ہوگیا، علوم شرعیہ کا دانش کدہ سونا ہوگیا، اخلاق و محبت،

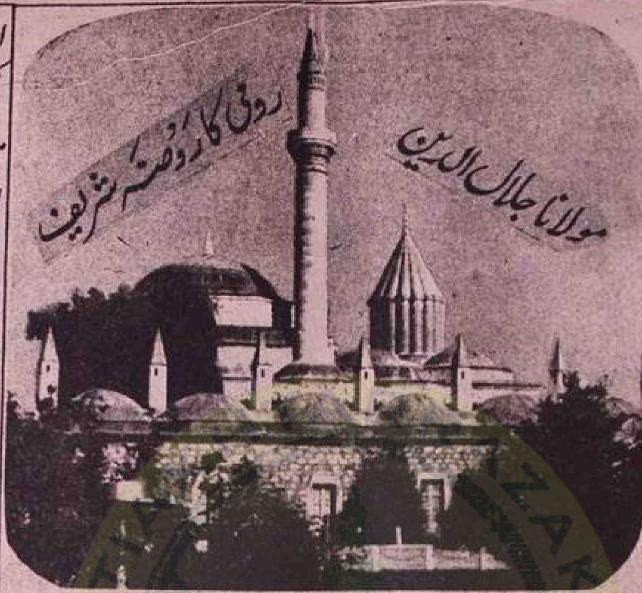
شفقت مروت، رواداری و وضع داری کے پیکرِ مجسّم نے بزم امکاں سے منہ موڑ لیا محفلِ علم سے قہقہے روٹھ گئے اور دنیائے سنیت ہمیشہ کے لئے یتیم ہوگئی ؎ ـــــــ

پارسائی، زہد و تقویٰ، علم و فن جس پر نثار
الاماں وہ آج بحرِ بیکراں جاتا رہا

ـــــــ پاسبان ملت کی شخصیت فقط ایک شخصیت نہ تھی۔ ایک عہد کی پہچان، ایک تہذیب کا نشان، ایک تمدن کا گہوارہ، تعلیم و ارشاد کا محور، علم و ادب کا مرکز، قول و عمل کا سنگم، اور شریعت و طریقت کا ایک حسین امتزاج تھی۔ پاسبان ملت فرد کی صورت میں ایک انجمن تھے۔ انجمن کے اندر شمع.. انجمن تھے۔ علم ظاہر و باطن کے ایسے سنگم تھے جہاں پر پیاسے کو پانی ملے۔ ایک ایسا عابد شب زندہ دار کہ زہد و پارسائی جس کے دامن کی حسین جھالر۔ لباس میں ایسی سادگی جس سے عالمانہ وقار پھوٹ پھوٹ کر برستا ہو، ایسے مقرر کہ خطیب مشرق ان کا لقب ایسے کامیاب مصنف کہ شرق تا غرب جن کا شہرہ۔ ایسے حاضر جواب مناظر کہ ہر مجلس مناظرہ کے میر مجلس، ایسے کریم و شفیق، کہ بچے ان کو پاکر ماں کی آغوش بھول جائیں۔ (جن کی زندہ و جاوید مثال علامہ انوار احمد نظامی ہیں) اپنے اسلاف کے ایسے ادب شناس کہ نام سنتے ہی سر جھکالیں سنت مصطفےٰ کے اتنے پابند کہ خلوت ہو یا جلوت دن کا اجالا ہو یا رات کی تاریکی ہر لمحہ سنت رسول کی عملی تفسیر، گفتار میں ایسی حلاوت و طراوت گویا ہونٹوں سے پھول جھڑ رہے ہوں، ظریف و خوش طبع ایسے کہ روتا بلکتا، بسورتا اور غم و اندوہ سے نڈھال، ان کی شادماں محفل میں زعفران زار ـــــــ بن گویا۔ ؏ ـــــــ

وہ بھیڑ میں جائے تو تنہا دکھائی دے

اور کیوں نہ ہو؟ حضرت محرم علی نے جنہیں بارگاہ غریب نواز سے طلب فرمایا۔ جنہیں حضور مجاہد ملت نے اپنا خون جگر پلایا۔ سرکار مفتی اعظم نے بے پناہ شفقتوں سے نوازا، محدث اعظم نے اپنے دل کی دھڑکنوں سے قریب تر رکھا۔ شمس العلماء مفتی نظام الدین صاحب نے سرمایۂ حیات سمجھ کر اپنی آغوش محبت میں پروان چڑھایا، حضور حافظ ملت علیہم الرحمہ نے بلائیں لی۔ اور ایک موقع پر حضور حافظ ملت نے ان کی بے لوث خدمت دین کی جنون انگیز مصروفیت کو دیکھ کر، تنہائیوں میں نہیں بلکہ فرزندان توحید کی آماجگاہ "باغ فردوس" میں اعلان فرمایا تھا۔ کہ ہم اپنوں پر کس طرح روئیں، علامہ نظامی جیسا مخلص عالم اگر غیروں کو مل جائے تو پورے ہندوستان پر قبضہ کرلیں، اور آگے چل کر فرمایا۔ تم مجھے کیا کہتے ہو، اگر نظامی صاحب کے پیر میں درد ہوجاتا ہے تو میرے پورے جسم میں درد ہوجاتا ہے ـــــــ اور کسی نے کیا خوب کہا ہے۔ ؎



ع
داماں نگہ تنگ و گل حسن تو بسیار
گلچیں بہار تو ز داماں گلہ دارد

پاسبان ملت نے بذات خود کبھی ساحل سے نظارہ نہیں کیا، اور کبھی پیچھے مڑ کر نہیں دیکھا اور انجام کی پرواہ کئے بغیر باطل قوتوں کو للکارتے رہے ؎

باطل سے دبنے والے اے آسماں نہیں ہم
سو بار کر چکا ہے تو امتحاں ہمارا

جب اہلسنت کے اسٹیج سے اغیار کو للکارتے ہیں تو عشق رسول کی جیتی جاگتی تصویر بن جاتے ہیں۔ ایکمرتبہ کسی مناظرہ میں جب فریق مخالف کے مناظر نے شان رسالت میں نازیبا الفاظ استعمال کئے تو یہ عاشق رسول گرج اٹھا اگر گالیاں بکے بغیر تمہیں چین نہیں ملتا تو مجھ کو گالیاں دے لیا کرو۔ اللہ کے محبوب کی شان میں زبان درازی کرتے ہوئے شرم نہیں آتی

میں نے کسی مناظرے میں پاسبان ملت کو نہیں دیکھا، لیکن جن لوگوں نے دیکھا ان کا کہنا ہے کہ ایسے کسی موقع پر آپ اس مرد قلندر کو دیکھیں تو لرز اٹھیں، سراپا جلالی۔

ع
خزاں میں رکھے کہ جلال مومن سے
نگاہیں بدل کر عالم میں انقلاب ہوا

اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ کی حیات طیبہ دنیائے سنیت کے لئے ایک عظیم نعمت تھی۔ لیکن صد افسوس کہ وہ نعمت اب ہم میں نہ رہی۔ وہ شمع گل ہو گئی جس کی روشنی میں دنیائے سنیت کا درماندہ کارواں بہت تیزی سے اپنی منزل طے کر رہا تھا، آہ! ہمیں جگانے والا آلارم خاموش ہو گیا، باطل کے خلاف اٹھنے والی تلوار پابند نیام ہو گئی، اور باطل کے حملوں سے ہمیں محفوظ رکھنے والا آہنی قلعہ منہدم ہو گیا۔ اے ردائے دلفگاراں۔ ہم تیرے احسانات کا بدلہ نہیں چکا سکتے، اے گدائے بے نوا اشکوں کا نذرانہ لیکر حاضر ہو رہا ہے جس کے پاس اس کے علاوہ کیا ہے کہ اپنے ٹوٹے ہوئے دل کا آبگینہ تیرے قدموں پر ڈال دے اور بس ؎

کچھ پاس نہیں ہے میرے کیا نذر کروں میں تجھکو
اک ٹوٹا ہوا دل ہے اور گوشۂ تنہائی

رب قدیر۔ انکے لگائے ہوئے گلشن دار العلوم غریب نواز کو سرسبز و شاداب رکھے اور ان کی قبر انور پر رحمت و نور کی بارش برسائے، آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

ابر رحمت ان کی مرقد پر گہر باری کرے
حشر تک شان کریمی ناز برداری کرے

از، مولانا مفتی محمد ابوالکلام فیض مصباحی، شیب پور ہوڑہ ۲

امینِ قوم و ملت

میری زبان و قلم میں اتنی ہمت و طاقت کہاں کہ اس تاریخ ساز شخصیت، جامع علم و حکمت، گلزار سنیت حضور سیدی مولانا شاہ الحاج محمد امین الدین حامدی صاحب قبلہ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی کماحقہٗ تعریف و توصیف کرسکوں۔ مگر اپنی کم علمی و کم مائگی کے پیش نظر ان کی زندگی کے چند گوشے قارئین حضرات کی خدمت میں اس لئے رکھ رہا ہوں کہ دفتر عمل میں کسی نیکی کا اضافہ ہو جائے جو میرے لئے میدان قیامت میں نجات کا سبب بن سکے

حضرت امین ملت کی شخصیت ہندوستان کے ان مقدس اولیاءِ کاملین میں سے تھی جو آسمانِ معرفت پر آفتاب ہدایت اور مہر منیر بن کر چمکے جن کے فیضان کرم سے بنگال کی دھرتی ہی نہیں بلکہ ہندوستان کا چپہ چپہ فیضیاب ہو رہا ہے اور صبح قیامت تک مستفیض ہوتا رہے گا۔ آیئے ذرا انکے مہر و وفا، یگانیت و موانست اور اخلاق و مروّت کی داستانیں سنیں

آپ کی ولادت یکم مئی ۱۹۰۷ء ضلع بلیا کے مشہور و معروف موضع بھوجپور میں ہوئی۔ آپکے والد ماجد کا نام محمد اسلام تھا جو نہایت متقی و پرہیزگار، عابد شب زندہ دار اور اپنے گاؤں کے سرپنچ (مکھیا) تھے۔ آپکی والدہ ماجدہ آسیہ خاتون صوم و صلوٰۃ کی پابند، بڑی پارسا، عفیفہ، نیک طینت تھی۔ دو بھائی عبدالکریم[1] عبدالرؤف[2] اور ایک بہن زیب النساء[3] تھی۔ ان تمام میں آپ سب سے بڑے تھے

جب آپ کی عمر شریف چار سال چار مہینے

۱۔ عبدالکریم جو اپنے حسن و اخلاق کے اعتبار سے نہایت شریف اور نمازی تھے عالم جوانی ہی میں للوا واک شوپ میں ملازمت اختیار کرلی تھی مگر حالات نے ساتھ نہ دیا، بادن کا بچھی میں صبح کی نماز پڑھ کر جو چادر اوڑھ کر سوئے تو پھر اپنے مالک حقیقی سے جاملے۔

۲۔ حضرت علامہ حافظ عبدالرؤف صاحب قبلہ (منجھلے بھائی) جو الجامعۃ الاشرفیہ مصباح العلوم مبارک پور کے نائب شیخ الحدیث رہ چکے ہیں۔ آپ کی زندگی سادہ ناموری و شہرت گیری سے دور تھی۔ آپ ہی کے بارے میں استاذ العلماء حافظ ملت علیہ الرحمہ اکثر فرمایا کرتے تھے "یہ اشرفیہ کی قلب و روح اور ہمارے داہنا باز و ہیں"۔ آپ فرماتے ہیں مولٰے تعالٰے اگر تھوڑی سی زندگی اور عطا فرمادی تو فلسفہ کی بنیاد پر اشرفیہ کی چھت سے راکٹ اڑاؤنگا۔ آپ نے اپنے شفیق و عزیز استاد استاذ العلماء کی شفقت و رحمت کے سائے میں رہ کر ابلاغ دین کا ایسا کارہائے نمایاں انجام دیا اور ایسے ضیائے فرزند پیدا کئے جو آج بھی ہند کی مشہور درسگاہوں کی

بقیہ آگے صفحہ

چار دن ہوئی تو سلف صالحین کے دستور کے مطابق رسم بسم اللہ کرائی گئی، ناظرہ اور عربی فارسی کی ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد سے حاصل کی اس کے بعد والد ماجد نے سوکھ پورا اسکول بعدہٗ گڈوارا اسکول میں داخلہ کرایا وہاں عربی فارسی کے ساتھ ساتھ انگریزی وغیرہ کی بھی تعلیم حاصل کی اور وہاں سے نورمل کا درجہ (جو آج کل اردو ٹیچر ٹریننگ کے مساوی ہے) پاس کیا۔ پھر مزید علوم وفنون پر عبور حاصل کرنے کی غرض سے مدرسہ حنفیہ جونپور میں داخلہ لیا۔ شب وروز انہماک اور تگ و دو کاوش کے ساتھ ساتھ شاہراہ ترقی پر گامزن ہوتے چلے گئے۔ اسی دوران علی الترتیب الہ آباد سے منشی، کامل، عالم، فاضل کا امتحان دے کر اچھے نمبروں سے کامیابی حاصل کی۔ مخلص اساتذہ اور والدین کریمین کی دعاؤں کے طفیل سے ۱۹۲۷ء میں مدرسہ حنفیہ جونپور سے علوم عقلیہ ونقلیہ سے فراغت پائی اور اپنے وطن عزیز بھوجپور پہنچ کر حکومت یوپی کے منظور شدہ اسکول میں بحیثیت معلم مقرر ہو گئے آپ پڑھاتے مگر دل بیقرار، جگر مضطرب رہتا معلوم پڑتا کہ کوئی شئی ہم سے چھوٹ رہی ہے یہ سلسلہ ۱۹۴۵ء تک جاری رہا۔ اس کے بعد استعفا دیکر اپنے دل کی خلش دور کرنے کے لئے تجارت کے سلسلے میں سیتار امپور (جو آسنسول کے قریب ہے) آئے۔ آپ کی نگاہوں سے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ حدیث شریف گذری تھی "سچا امانت دار تاجر انبیاء صدیقین، شہداء کے زمرہ میں اٹھایا جائے گا" ؎۴

اسی حلقہ میں داخل ہونے کے لئے تجارت کا آغاز کیا مگر یہ سلسلہ کچھ ہی دنوں تک رہا پھر کلکتہ آگر ہوڑہ بخشی ہائی اسکول میں ملازمت کر لی

معمولی سی رقم اسی میں گذر بسر کرتے۔ مگر قلب وجگر میں ایک ہیجان تھا جو غم کھائے جا رہا تھا۔ آنکھیں نمناک رہتیں، دل بیتاب ومضطرب تھا۔ اے امین جس علم کو تم نے اپنے بزرگوں سے بطور امانت لیا ہے۔ کیا تم اسے فی سبیل اللہ بخدمتِ مخلوق اللہ ... وقف نہیں کروگے۔؟

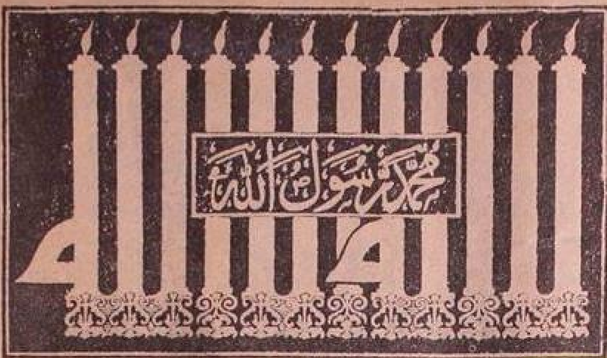
"وہ علم جو انبیاء کرام کا ترکہ ہے اور اس کے وارثین علماء ربانین ہیں" ؎۵ —

جیسا کہ ارشاد نبوی خیر الانام علیہ التحیۃ والسلام العلماء ورثۃ الانبیاء ؎۶ تم اس علم (ترکہ) کو حاصل کر چکے ہو۔ کیا اب بھی وہ دن قریب نہیں آپہونچے کہ جس ترکہ (علم) کو اپنے وارثین (طالبان علم) میں تقسیم کر سکو اس اضطراب وغم کو ختم کرنے کے لئے ۱۹۴۷ء

زینت تبریک ہیں۔

؎۳ ان کی پہلی شادی کے ابھی چند ہی ایام گذرے تھے کہ شوہر کا انتقال ہو گیا تو دوسری شادی جناب عبد الغفور صاحب سے ہوئی۔ یہ بھی اخلاق وحمیت، تقویٰ وطہارت کی زندہ مثال تھی۔

؎۴ مشکوٰۃ شریف ص ۲۴۳ ؎۵ ابوداؤد بحوالہ مشکوٰۃ شریف ص ۳۴ ؎۶ بخاری شریف ج ۱ ص ۱۶



میں ہوڑہ بخشی ہائی اسکول سے استعفا دے دیا۔ جب کہ معلمین و معاونین حضرات کہتے رہے حضور آپ استعفا واپس لے لیجئے۔ یہ بہت اچھا مقام ہر کس و ناکس کو نہیں ملتا پھر اسکیل (تنخواہ) بھی اچھی خاصی ہے۔ خدمت خلق کر کے خاندان اور نہ ہی خود کے لئے معقول طعام و قیام کا انتظام کرسکتے ہیں آپ نے فرمایا توکلت علی اللہ میں نے تو اللہ پر بھروسہ کرلیا ہے جو نہ ہمیں اور بچوں کو شدت بھوک سے بیتاب دیکھے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے

نحن نرزقکم وایاھم [1]

ہم تمہیں اور انہیں سب کو رزق دیں گے [2]

آپ فن حکمت جاننے کے ساتھ ساتھ شاندار شاعر بھی تھے مگر ان کی شاعری تفریح طبع نہیں تھی۔ ان کی شاعری میں عشق و محبت کے سوتوں کو چھیڑنے، خوابیدہ صلاحیتوں و مخفی قوتوں کو بروئے کار لانے کا جذبہ، نئی نئی تعبیرات، اور دبی ہوئی چنگاریوں کو شعلۂ جوالا بنانے کا عنصر پایا جاتا تھا۔ ان کے کلام اتنے سخت بھی نہیں ہوتے کہ صنائع بدائع سے پُر ہوں اور اسے صرف دقیق النظر ادیب ہی سمجھیں بلکہ خشک مغز ہوں یا عقل سلیم حضرات دونوں بخوبی سمجھ جاتے تھے۔ انہوں نے فن شاعری میں اپنا تخلص "حامدی" رکھا تھا۔ جو ایک طرف شاعر کے تخلص ہونے کی حیثیت سے جانا جاتا تھا۔ تو دوسری جانب سلسلۂ حامدیہ کی عبقریت کو بھی ظاہر کرتا تھا۔ انہوں نے اپنی عمر کے اخیر حصے میں حفظ قرآن کی تکمیل کی وہ اکثر فرماتے تھے

وہ لوگ جو ایمان و یقین سے خالی ہیں ضمیر انسانی سے عاری، حاشیۂ اخلاق سے محروم، خلوص و محبت کے مفہوم سے ناآشنا، انسانیت کے شرف و احترام سے غافل ہیں۔ وہ حقیقت میں غافل ہیں، وہ حقیقت میں غافل ہیں۔ اگر انہیں زندگی چاہئے تو علم و عمل سے مسلح ہو کر شب زندہ داری، سیم و زر سے لا پرواہی، دنیا سے بے رغبتی کریں تو وہ خوابیدہ صلاحیتیں عزت و سرفرازی مل سکتی ہے۔۔

ان کے حسن و اخلاق کا یکساں برتاؤ عوام الناس کا اژدہام ہو یا خواص کا طبقہ ہر ایک کو یہی خیال گزرتا کہ حضرت امین ملت شفقت و رأفت صرف ہمارے لئے ہے اس کی اصل وجہ یہ تھی کہ ان کا سادہ یا نہ برتاؤ سر

[1] سورۂ انعام ع ۵ [2] ترجمہ خزائن العرفان

چشمۂ مہر و مروت حضور آقائے نعمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ملتا تھا۔ جس نے کمزور و بے بس کو آن و بان سے زندگی گزارنے والے امرا اور رؤسا کو ایک صف میں رکھ کر اخلاق کے نورانی قندیلوں کو اجاگر کیا۔ ے

دربار مصطفےٰ ہے یکہ خالق کی بارگاہ
جو مرتبہ غریب کا وہ شہریار کا

آپ کی زندگی سنت نبوی کی عملی تفسیر تھی مجال نہیں کہ ایک قدم بھی غیر شعوری طور پر خلاف سنت اٹھ جائے۔ سفر ہو یا حضر نماز تہجد کبھی بھی قضا نہیں ہوتی تھی۔ وہ طبیب بھی تھے۔ اور طبیب اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ان اداؤں کو سامنے رکھ کر کھانا تناول کرتے۔ راقم سطور (محمد ابوالکلام غفرلہٗ) کو ان سے عرصۂ دراز تک شرف تلمذ رہا۔ آنکھوں نے یہی دیکھا کہ کھانے سے پہلے اور بعد دونوں ہاتھوں کو خوب صاف سے دھوتے اور لقمہ اچھی طرح چبا کر کھاتے طبیعت کے موافق کھانا ہو یا نہ ہو اس پر عیب گیری نہ کرتے۔ کھانے کے فوراً بعد پانی نہ پیتے بلکہ کچھ وقفہ کے بعد مشرب مار کرتے۔ یہی معمول استاذ العلماء کا بھی تھا

تقریباً نوے سال کی عمر ہو چکی تھی مگر آنکھوں کی بینائی اچھی طرح محفوظ تھی۔ حضرت کے بالکل قریبی ڈاکٹر محمد نصیب صاحب انصاری تھے جو برابر علاج و معالجہ کرتے رہتے۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا حضور آپ کی آنکھوں میں موتیابند کی شکایت ہے۔ آپریشن کرا لیجئے ورنہ یہ آنکھوں کے لئے مضر ثابت ہو گی۔ اس پر حضرت نے ازراہ شفقت ڈاکٹر صاحب سے کہا۔ سنئے! میں اپنے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمودہ دعا پڑھ لی ہے۔ جسے ورد کرنے کے بعد آنکھوں کی بصارت محفوظ رہتی ہے۔

حلیہ شریف

گندمی رنگ، دبلا پتلا بدن، میانہ قد، کشادہ پیشانی، کاندھے پر گچھا، آنکھوں سے جلال بدن سے شانِ ولایت اور فضل و کمال ظاہر تھا۔

بیعت و خلافت

آپ حضور حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا خاں علیہ الرحمہ سے مرید تھے۔ اور حضرت نے آپ کو اجازت و خلافت سے بھی شرفیاب فرمایا مگر کبھی بھی کسی کو مرید نہیں کیا۔ لوگوں کا جم غفیر آتا عرض کرتے حضور! داخل سلسلہ کر لیا جائے آپ یہی فرماتے ابھی آبروئے سنیت حضور مفتی اعظم قدس سرہٗ باحیات ہیں جلدی کرو اور ان سے مرید ہو جاؤ۔ حضور سیدی و مرشدی مفتی اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان ہماری ظاہری نگاہوں سے اوجھل ہو گئے۔ لوگ عرض کرنے لگے حضور اب تو داخلہ سلسلہ کر لیا جائے۔ آپ فرماتے ابھی پاسبانِ قوم و ملت حضور مجاہد ملت قدس سرہٗ باحیات ہیں ان سے مرید ہو جاؤ۔ آخری عمر تک محبین و مخلصین کی یہی تمنا رہی کاش داخل بیعت کر لیتے مگر آپ ہمیشہ اس سے اجتناب شہرت و

ناموری سے دوری اختیار کرتے رہتے ——

شادی

سنت نبوی کے مطابق پہلی شادی ۱۹۲۷ء میں مجیدن بیگم بنت علی حسین صاحب سے کی جن سے دو بیٹے شیخ مصطفےٰ الحاج محمد مرتضیٰ ہوئے جو ابھی ایک عظیم عہدے پر فائز المرام ہیں پہلی بیوی کے انتقال کے بعد دوسری شادی ۱۹۴۹ء میں فصیح النسار بنت حافظ علی حسین صاحب سے کی جن سے دو بیٹے، محفوظ عالم، محبوب عالم اور ایک لڑکی حسن آرار ہوئی یہ لوگ بھی اپنے بچوں کی کفالت کرتے ہوئے اچھے منصب پر فائز ہیں۔



حج بیت اللہ

ان کے پاس دست غیب تھا ورنہ معمولی رقم سے تین مرتبہ زیارت کعبہ کر لینا یہ بعید از قیاس ہے۔ عام انسان کا ذہن و دماغ... اذعان و ایقان نہیں کرتا۔ پہلا حج ۱۹۵۹ء میں دوسرا حج ۱۹۶۶ء میں تیسرا حج ۱۹۸۵ء میں کیا تیسرا حج جس میں شامل حاجی عبدالعزیز و حاجی سراج الدین و حاجی عبدالرحمٰن صاحبان تھے۔ ان حضرات سے روضۂ محبوب صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے قریب بیٹھ کر اپنے وصال کے بارے میں کہنے لگے۔ جانتے ہیں ۱۹۸۷ء پورا بھی نہیں ہو پائیگا کہ میں اپنے محبوب حقیقی سے جا ملوں گا۔ یہ ایک اندوہ ناک خبر تھی جو منتشر ہوئی تھی ——

لوگو! مجھے پہچانو میں کون ہوں میں چند یوم کا مہمان ہوں۔ جیسے جو لینا ہو لے سکتا ہے۔ خود اپنے شاگردوں سے فرماتے پکے ہوئے آم کا کیا بھروسہ کہ کب نسیم سحری کے چلنے سے اپنی شاخ کو چھوڑ کر زمین پر آگرے ——

قرب وصال

جیسے جیسے لمحات قریب سے قریب تر ہوتے گئے لوگوں کی امانتیں واپس کرتے ایمان پر خاتمہ بالخیر کی دعائیں کراتے آخر کار قوم وملت کے لئے وہ لمحۂ جانکاہ آیا کہ جس ۳۰ مارچ... ۱۹۸۷ء دوشنبہ کے دن چار بج کر ۳۰ منٹ پر صبح صادق کے وقت سینے میں ایک معمولی سی درد اٹھنے کے بعد اپنے فرزند اکبر شیخ مصطفےٰ کی آغوش میں تھے کہ نسیم سحری نے پیغام وصال دیا اور ملت کا امین وصل کا جام پی کر ہمیشہ کے لئے خاموش ہو گیا۔

—— انا للہ وانا الیہ راجعون ——

اے متاع زندگی جس نے لٹا دی جان رحمت پر
خدا کی رحمتوں کے پھول برسے ان کی تربت پر

الحق پکارے گا

بدر القادری، اسلامک اکیڈمی ہالینڈ،

شرا ٹے سے خون کی دھاریں بہہ نکلیں اور پوری سڑک لالہ زار بن گئی، ایک نوجوان کی لاش زمین پر تڑپ تڑپ کر ٹھنڈی ہو گئی۔ دیکھنے والوں نے دیکھا مگر انجان بن کر منہ پھیر گئے

پولیس، تفتیش......... سکون، قاتل

انہیں سڑکوں پر دندناتا پھر رہا ہے، غرور و نخوت کے ساتھ تکبر و تمکنت کے ساتھ، لوگ اس کو جھک جھک کر سلام کر رہے ہیں۔ اس کی فطرت دہشت پسندی، آوارہ گردی، قتل و غارت گری روز بروز ترقی پذیر ہے

انسانی قانون اسے گرفتار کرنے سے قاصر ہو تو ہو، قانون قدرت کے رجسٹر میں اس کے ظلم و عدوان کا پورا پورا حساب مندرج ہے

سیکڑوں اور ہزاروں جانوں کا قاتل بستیوں، شہروں اور ملکوں کی زندگیوں سے کھیلنے والوں سے اگر صرف ان کی اکیلی جان لے لی جائے تو سزا کا مکمل حق ادا نہیں ہو سکتا۔

عالم آخرت، دار المکافات، موت کے بعد ایک ایسی تخلیق کائنات جس میں ایک ایک حبہ نیکی اور ایک ایک حبہ برائی سامنے آجائے گی اور ہر محسن کو اس کے احسان کا پورا پورا بدل نیز ہر مجرم کو اس کے جرم کی پوری پوری سزا ملے گی

ایک مجرم، قاتل، اگر سو کی جان لے کر آج دندناتا پھر رہا ہے تو کل اس کا جسم سو [۱۰۰] انسانوں کے جسم کے مقابل بڑا ہو جائے گا۔ ایک ایک سے جو کچھ ظلم و زیادتی کی ہے اس کا بھگتان ہو گا، یہ تو سماجی اور تمدنی معاملات کے دشمن ہیں۔ اپنے اور کائنات کے خالق کا انکار، توحید، رسالت بعث قیامت، اور ما جاء بہ الحق میں سے کسی ایک اصل کا باغی ان تمام بغاوتوں میں ملوث ہونے والے سے زیادہ خطرناک ہے قرآن مقدس اس قسم کے مجرمین کی سنگینی

خطاؤں کی دردناک سزاؤں کا ذکر فرما رہا ہے

واذا القوا منہا مکانا ضیقا مقرنین دعوا
ھنالک ثبورا لا تدعوا الیوم ثبورا واحدا
وادعوا ثبورا کثیرا ۔ ـــــــــ

اور جب مجرم جہنم کی تاریک وادیوں میں زنجیروں سے جکڑے ہوئے ڈال دیئے جائیں گے تو وہ لوگ اسوقت سخت دردناک عذاب سے بچنے کے لئے موت کی دعا کریں گے۔ لیکن انہیں جواب ملے گا کہ تم ایک موت کی آس نہ رکھو بلکہ تمہیں بے شمار موتوں کا عذاب چکھنا ہے ـــــ

دوسری جگہ کفار کے بارے میں ہے

ان الذین کفروا بایتنا سوف نصلیھم
نارا کلما نضجت جلودھم بدلنھم جلودا
غیرھا لیذوقوا العذاب ان اللہ کان
عزیزا حکیما ۔ ـــــــــ

جن لوگوں نے ہماری آیتوں کا انکار کیا عنقریب انہیں دوزخ کی سخت آگ جلائے گی جسوقت ان کے جسم کی جلدیں جل جائیں گی۔ تو انہیں دوسری جلدیں دی جائیں گی۔ تاکہ پورا پورا عذاب چکھیں۔ تحقیق اللہ تعالیٰ غالب حکمت والا ہے ـــــــ

لہذا! اے خدا کے وجود اسکی قدرت کاملہ اس کے دین اور انبیاء و کتب سے بغاوت کرنے والو اور اس عالم کو برباد کرنے والو! ہوشیار! ابھی وقت ہے کہ جرائم سے استغفار و توبہ کے ذریعہ پاک ہو جاؤ۔ ورنہ وہ وقت دور نہیں جب ـــــــ

ع لہو پکارے گا آستیں گا

نعت شریف



جاں بخش ہیں بطحا کے سب لیل و نہار اے نبی
صحرا پہ بھی تو چھائی ہوئی ہے بہار اے نبی
دیرینہ آرزو میں ہیں اشکبار اے نبی
پیش نظر ہو آپ کا اقدس مزار اے نبی
تعریف آپ کی کرے خود خالق ارض و سما
مدحت کرے یہ کیا بھلا مشت غبار اے نبی
اصحاب جان و دل سے تھے سرکار آپ پہ فدا
دنیا میں اب کہاں ہیں ایسے جاں نثار اے نبی
آپ کی توصیف میں آتا ہیں شل میرے قلم
اوصاف کیونکہ آپ میں ہیں بے شمار اے نبی
دشمن کے غم میں بھی شریک آپ روز و شب رہے
تھے آپ کتنے اہل درد و غمگسار اے نبی
شاہین کیوں ہو گردش ایام سے بیزار آج
مغموم دل کو آپ سے جب ہے قرار اے نبی

فرحانہ شاہین
ریسرچ اسکالر (اردو ڈیپارٹمنٹ)
مگدھ یونیورسٹی
بودھ گیا

قاضی محمد قاسم صاحب کا پیغام

سعودی یہود کے نام

الحمد للّٰہ رب العٰلمین الذی ارشدنا طریق الرسول باتباع اہل السنن کرام الصٰلحین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سیدنا و مولینا محمد ان المصطفٰی علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم الیٰ یوم الدین فبعد قال اللّٰہ تبارک وتعالےٰ یاایھا الذین اٰمنوا اتقوا اللّٰہ وکونوا مع الصٰدقین ٥

اس میں کوئی شک نہیں نمود اسلام اور اس سے قبل حضرات انبیاء سابقین علیہم السلام کے دور میں بھی حق و باطل کا امتیاز مومنین کے لئے من جانب اللّٰہ ظاہر کیا جاتا رہا ہے۔ اور حق کا معیار انبیاء کے اتباع میں لوگوں کے اعمال کی پرکھ رکھی گئی تھی۔ یہاں تک کہ ہمارے آقا و مولےٰ سیدنا المصطفٰی علیہ التحیۃ والثنا کی بعثت صرف ایک محدود زمانہ یا زمین کے کسی مخصوص حصے کے لئے بحیثیت نبی و رسول نہ ہو کر تمام کائنات کے لئے ابد الآباد یعنی صبح قیامت تک آپ کی ہی نبوت و رسالت موجود رہے گی۔ خاتم نبوت بھی آپ، خاتم رسالت بھی آپ، رزق و نعمت الٰہی کے قاسم بھی آپ، اب اگر کسی کو صراط مستقیم پر گامزن ہونا ہے۔ اللّٰہ کریم کا مقبول و پسندیدہ بندہ بننا ہے تو اسے چاہئے کہ وہ اس نظام حیات کے فرمودات و مندرجات پر عمل پیرا ہو جائے جو رسول کائنات اپنے ساتھ لے کر آئے اور جس کو قرآن حکیم کے نام سے جانا جاتا ہے اور قرآن پاک کے ارشادات کی مفصل و مدلل تفسیر و تشریح دیکھئے اور سمجھنے کی طلب ہو تو اللّٰہ کریم نے اپنے بندوں پر کرم فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے کہ

من یطع الرسول فقد اطاع اللّٰہ

یعنی جس نے رسول کی اطاعت کی گویا اس نے اللّٰہ کی اطاعت کی اور خود رسول کائنات کی شان میں رب کائنات یہ بیان فرماتا ہے کہ

وما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحیٰ

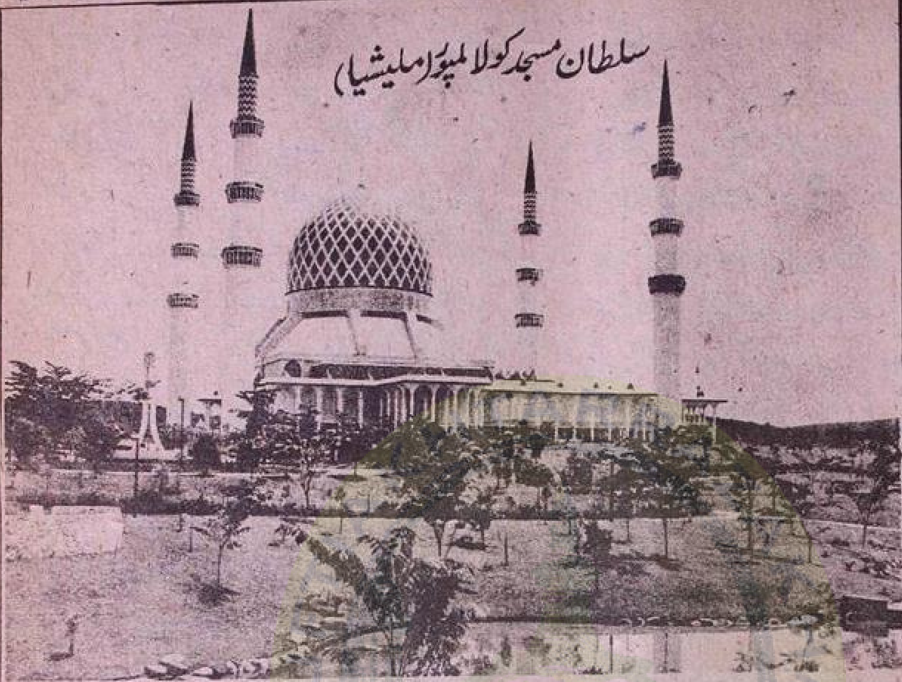
یعنی یہ رسول کریم اپنی ہوائے نفس سے کچھ ارشاد

نہیں فرماتے، بلکہ جو کچھ فرماتے ہیں وہ وحیٔ الٰہی ہوتا ہے تو یہ بات صاف ہو گئی کہ جو شخص قرآنی منار رجات پر رسول کائنات کے اتباع میں عمل پیرا ہو جائے تو بآسانی راہِ ہدایت پر چل سکتا ہے، فی الوقت ہم جس دور سے گذر رہے ہیں یہ ایک طرح سے انسانیت کی بقا و فنا کے امتحان کا دور ہے لیکن اگر ہم مومن ہیں تو ہمارے لئے یہ امتحان کوئی مشکل چیز نہیں، ہم اپنی تہذیب، اپنا تمدن، اپنا کلچر اور اپنے وجود کو باقی رکھ سکتے ہیں۔

دیکھئے قرآن پاک فرماتا ہے، اے ایمان والے لوگو! اللہ سے ڈرو اور اپنے آپ میں تقویٰ پیدا کرو! ہاں تقویٰ تمہارا خود ساختہ نہ ہو بلکہ رسول کائنات صلی اللہ تعالےٰ علیہ والہ وصحبہ وبارک وسلم نے جو تعلیم اپنے صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین کو بطور تقویٰ عطا فرمائی اور صحابہ سے تابعین و تبع تابعین اور ان سے مجتہدین و اولیائے کاملین کو ملی تو کوئی غوث اعظم، کوئی امام اعظم، کوئی خواجۂ اعظم، کوئی مجدد اعظم غرض کہ جس نے جس انداز سے تقویٰ کی جو تعلیم امت کی ضرورت کے اعتبار سے ضروری تھی حاصل کی اور رسول کائنات کے بحرِ علم سے ہر طالب صادق کو ویسا ہی متقی بنا کر ہمارکی رہنمائی کے لئے مینارۂ ہدایت بنا کر حبِّ خدا و حبِّ مصطفےٰ کا ذریعہ بنا دیا گیا اور سمجھا دیا گیا کہ انہیں اولیائے کاملین و علمائے ربانیین کے آستانوں پر جبیں سائی کرنے پر جو تقویٰ کی تعلیم تمہیں حاصل ہو اس پر عمل پیرا ہو جاؤ تب جا کر وکونوا مع الصادقین کے زمرے میں تمہارا شمار ہو گا

جب ہی تم پر فضل پروردگار ہو گا۔ اور رسولِ مختار شفیعِ روزِ شمار نبی کی رحمتِ بے شمار کے تم حقدار ہو سکو گے۔ بنظرِ غائر ہم دیکھیں تو آج خود ساختہ متقی بہت نظر آتے ہیں، اپنے کو صاحب کمال سمجھنے والوں کی بھی کمی نہیں۔ لیکن قرآن کے فرمان کی روشنی میں اگر جائزہ لیا جائے اور صاحب قرآن صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی کو پیش نظر رکھ کر انہیں دیکھئے تو ان ظاہری متقیوں کے لباس تقویٰ کو تار تار ہوتے ہوئے دیر نہیں لگتی۔ دیکھئے آپ حضرات اکثر دیکھتے ہوں گے۔ آپ ہی کی بستی میں آپ ہی کی مسجد میں بعض لوگ جو بظاہر بڑے متقی بڑے پرہیزگار نظر آتے ہیں۔ ٹولیوں کی شکل میں نمودار ہوتے ہیں اور آپ کو نماز پڑھنے پڑھانے اور دین کی باتیں کرنے کے حسین بہانے سے اپنے قریب بلاتے ہیں پھر جب آپ قدرے مانوس ہو جائیں گے تب وہ جو کچھ پڑھاتے اور بتاتے ہیں وہ سب کچھ دیکھ سن کر ایک صاحب ایمان مسلمان کا دل لرزہ براندام ہو جاتا ہے کہ یا اللہ یہ کیسا دین ہے جس میں اللہ کے نبی کے مرتبہ کو گاؤں کے چودھری کے برابر رکھا ہوا اور محفل میلاد کو کنہیا کے جنم دن کی طرح سمجھانے کی مذموم کوشش کی گئی اور اولیائے کرام کے مزارات کی حاضری کو گناہ سمجھا گیا ہو! جن کے ذریعہ ہم تک اسلام پہونچا اس احسان کا بدلہ تو یہ ہونا چاہئے تھا کہ ہم ان کی کرم نوازی و غریب نوازی و دستگیری کے گن گاتے مگر یہاں تو ان آستانوں کی حاضری کو بت پرستی سے منسوب کر کے اچھے بھلے خوش عقیدہ مسلمان کو دانستہ طور پر کسی سوچی سمجھی اسکیم

سلطان مسجد کولالمپور (ملیشیا)



کے تحت دائرۂ اسلام سے خارج کرنے کا ایک منصوبہ ہے جس پر تقویٰ کا لباس پہن کر عمل کیا گیا ہے قرآن پاک تو فرماتا ہے۔ وکونوا مع الصادقین یعنی سچوں کے ساتھ ہو جاؤ اور اولیاء کرام جو صحیح معنی میں مبلغین رہے ہیں۔ جن کا تذکرہ بطور نمونہ ابھی کچھ دیر پہلے ہوا ان سے سچا کون ہوگا اور بحمد اللہ تعالےٰ مسلمانوں کی اکثریت اسلاف سے لے کر آج تک امت مصطفےٰ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے جملہ اولیائے عظام کی عظمت اپنے دلوں میں محفوظ کئے ہوئے ہے۔ اور رہے گی۔ انشاء اللہ تعالےٰ اس کے برخلاف یہ بظاہر متقی اور سچے نظر آنیوالے ایسے لوگوں کے ساتھ ہونے کی تلقین کرتے ہیں جنہوں نے صاحب قرآن صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم ہی کو بے اختیار (معاذ اللہ) اور نبی ہونے کے باوجود امت کے احوال سے بے خبر ہونے کا الزام لگا کر بے علم ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی۔ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ، انہیں نظر نہیں آتا پھر دیکھئے رب کریم تو اپنے محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو رحمت اللعلمین فرما رہا ہے اور یہ ناخلف امتی اپنے اس نبی کو معاذ اللہ، مر کر مٹی میں مل جانے والا مانتے ہیں۔ بقول ان گستاخوں کے جیسا مر کر مٹی میں مل گئے تو اب رحمت کیسی اور کس پر اور کیونکر۔ جب قرآن فرماتا ہے کہ اے لوگو تم اپنے نبی سے اخلاق حسنہ سیکھو، اور نبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں اخلاق حسنہ کی تکمیل کے لئے ہی مبعوث ہوا ہوں لیکن یہ ظاہری روزہ نماز کے عامل لوگ جب اس خلق مجسم رحمت عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم پر سلام پڑھنے کو بدعت بتائیں ایسے نبی کو بے اختیار مانیں، ایسے نبی کو مر کر مٹی میں مل جانے والا جانیں نیز صالحین و اولیاء امت کے وسیلے کو ناجائز بلکہ شرک کہیں۔ اب ایک مسلمان قرآن کے فرمان کے صحیح مطالب کہاں سے سیکھے اور سمجھے۔ کیا یہ نیچے کرتے اونچے پاجامے سر پر نماز کا ٹھپہ لگا کر آنے

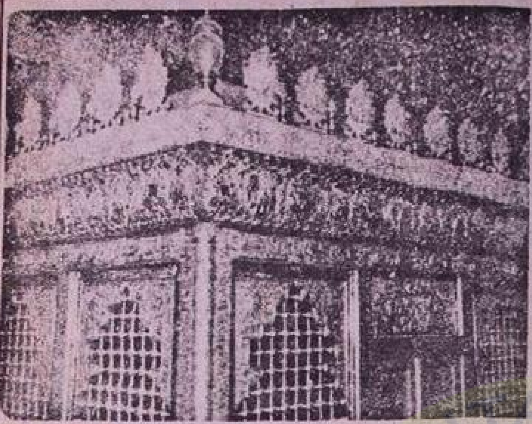
والوں سے جن کے اکابر کفریات بکتے بکتے مر کر مٹی میں مل گئے اور اپنے گندے عقیدے بھولے بھالے عوام میں پھیلا کر ایمان کی دولت چھیننے میں کلی طور پر بے اختیار رہے اور ان کی شیطانی ذریت بھی انشاء اللہ صبح قیامت تک بے اختیار ہی رہیگی یہ امر مسلمہ ہے کہ ایسے لوٹے اور اس قسم کے ناپاک عقائد کے لوگ ہرگز ہرگز مسلم قوم کے مقتدا و رہبر نہیں ہو سکتے، جن کے کفریات کی گواہی قرآن پاک فرمائے۔ اب ایک وہ اکثریت والا ناجی گروہ ہے جو بحکم قرآن سچوں کی غلامی کی تعلیم دینے والا گروہ ہے۔ میرے خیال سے ہر عاقل مسلمان اپنے ایمان کی عظیم دولت کی حفاظت کے لئے ما انا علیہ واصحابی کے فرمان عالیشان کو دل وجان سے قبول کر کے سواد اعظم اہلسنت و جماعت ہی کے ساتھ اپنے کو منسلک رکھے گا۔ کیونکہ یہی گروہ ہے وہ جو الحمد للہ آج پوری دنیا میں نہ صرف سچوں کے ساتھ ہی ہے بلکہ بمصداق ید اللہ علی الجماعت، اکثریت کے ساتھ وہ لوگ ہیں جن کے مومن ہونے کی دلیل قرآن پاک دے رہا ہے اور یہی لوگ متقی یعنی اللہ سے ڈرنے والے ہیں انکے سچا ہونے کو خدا بیان فرماتا ہے۔ نیز اس کی سچائی کی حقانیت۔ ان کی کرامت اور اختیارات کو اس مادی دور ترقی میں لوگ اپنے سر کی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں یہ الگ بات ہے کہ ختم اللہ علیٰ قلوبہم کی وجہ سے ایمان نہ لائیں کیونکہ ایمان کی لازمی شرط حب مصطفٰے ہے صلی اللہ علیہ وسلم مثال کے طور پر اس وقت پوری دنیا میں مسلمان دو گروپ میں تقسیم ہو چکا ہے اور یہ بات اب بآسانی سمجھ میں آسکتی ہے کہ وفادار باایمان مومن کون ہے اور غدار بے ایمان کافر کون دیکھئے ایک گروپ وہ جو یہاں تو وارث النبی عطائے رسول غریب نواز خواجۂ اعظم رضی اللہ عنہ کی غلامی کو باعث صد افتخار جانتے ہیں اور اُدھر غوث صمدانی قطب ربانی حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے مسکن پاک یعنی بغداد کو اپنا روحانی مرکز سمجھتے اور علی الاعلان اس کے طرفدار ہیں کیونکہ یہ وہی عراق ہے جہاں سے رسول کائنات کے نواسے شہید اعظم رضی اللہ عنہ نے اعلاء کلمۃ الحق کیلئے عظیم قربانی پیش کی تھی اور آج بھی یزیدی مشن کے علم بردار حسینی پیغام کو مٹانے کیلئے جمع ہو چکے ہیں ان جماعت والوں کے روزی رسالوں کا بناوٹی اسلام اسوقت دیکھنے کے قابل ہے ایک طرف تو حرمین شریفین پر غاصب ہو کر خادم الحرمین کہلائیں اور جس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان مقامات کو کفر سے پاک کر کے شراب سے پاک کر کے زنا سے پاک کر کے خنزیر سے پاک کر کے خون بہانے سے پاک کر کے حرمین بنایا اور قیامت تک مشرک ناپاک کو حدود حرم میں داخلے کو قرآن پاک کے فرمان سے حرام قرار دیا کیونکہ غیب داں نبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے علم میں تھا کہ چودھویں صدی کے غاصب اپنے کو محافظ حرم کہلوائیں گے مگر نبی کے فرمان کو نہ مانیں گے بلکہ لوگوں کو بیوقوف بنائیں گے اپنے کو سب سے بڑا موحد بنا کر پیش کریں گے۔ اسی لئے پہلے خدائے پاک نے فرمایا کہ اب اس اعلان کے بعد کوئی کافر مشرک مجوسی یہودی ناپاک حدود حرم میں داخل نہ ہو پھر مصطفٰے

نے منع فرمایا مگر دنیا آج اپنی آنکھوں سے دیکھ رہی ہے کہ ان سعودی خبثاء نے اپنے یہودی بھائیوں کو حدود حرم میں داخل کر کے معاذاللہ وہاں پر خنزیر کا گوشت بھی کھلایا شراب پلوائی زناء عام کروایا کس کس بات کا تذکرہ کیا جائے بس یہ سمجھ لیجئے کہ تمام کفار ملکر کویت کو بہانا بنا کر بغداد پاک پر حملہ آور ہو چکے ہیں ۔

مولائے کائنات حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالےٰ عنہ، حضرت سیدنا امام عالی مقام حسین رضی اللہ تعالےٰ عنہ، حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالےٰ وجملہ اہلبیت نبوت و اولیائے کاملین کے مزارات پر اور بے گناہ عوام پر دشمنان دین کفار اشرار، سعودیین یہودین و نصرانین وجملہ شیاطین نے مل کر حملہ کیا ہے سعودی اور اس کے دینی بھائی بش یہودی کی منشاء صرف اور صرف یہی ہے کہ دنیا سے ان سچے لوگوں کے نشانات مٹا کر تہس نہس کر دو پھر پوری دنیا پر ہماری حکمرانی ہو جائے گی۔ اس غرض سے مذکورہ متبرک مقامات پر بے حد و بے اندازہ بمباری کی جارہی تھی مگر شیطانی طاقتیں اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو سکیں۔ بلکہ ہمارے اکابرین کی حقانیت وکرامت دیکھئے کہ اب تک جملہ آثار اسلام جوں کے توں محفوظ ہیں ۔

مٹ گئے مٹتے ہیں مٹ جائیں گے اعدا (تیرے)
پر نہ مٹا ہے نہ مٹے گا کبھی تیرا (چرچا)

یہ میرے رب کی حفاظت ہے کیونکہ وہ ہمہ فرماتا ہے ۔



بغداد شریف میں غوث پاک کا روضہ مبارک

وکونوا مع الصادقین، یعنی سچوں کے ساتھ ہو جاؤ اور سچوں کے مٹانے والے انشاء اللہ خود مٹ جائیں گے اور یہ سچے انشاء اللہ باقی رہیں گے تاکہ لوگ قیامت تک ان کی سچائی کو دیکھ کر اسلام کی سچائی پر یقین کر کے غول در غول اسلام میں داخل ہوتے رہے۔ ان کے بالمقابل ابنائے یہود کی ایک مثال اور لیجئے، آپ نے ہندی و اردو اخبارات میں پڑھا ہوگا کہ سعودی ریال سے پروردہ دارالعلوم دیوبند میں امریکہ اور اس کے حوارین کی کامیابی اور غوث پاک و امام حسین رضی اللہ تعالےٰ عنہما کے نام لیواؤں کی ناکامی کی غرض سے یوم دعا منایا جارہا تھا۔ مذکورہ نام نہاد دارالعلوم کے مولوی لوگ قرآن خوانی و دعاخوانی کا اہتمام کر رہے تھے۔ اس صورت حال کو دیکھ کر وہاں کے طلباء نے مذکورہ نام نہاد دارالعلوم کے صدر دروازہ کے سامنے جمع ہو کر امریکہ کے صدر بش کے پتلے کو نذر آتش کیا اور صدر عراق کے حق میں زندہ باد کے نعرے لگائے۔ جب اس صورتحال کا

عِلم وہاں کے مولکیوں کو ہوا تو اپنے ہی طلبار سے سراسیمہ ہوگئے اور دبک کر بیٹھ گئے اور دعاخوانی ہی بھول گئے سچ ہے

الفضل ما شہدت بہ الاعداء

یعنی حقانیت و فضیلت وہی ہوتی ہے۔ جس کی شہادت عدو بھی دینے کو مجبور ہو جائے۔ یہ میرے واجب الاحترام شہدائے کربلا میرے امام اعظم میرے غوث اعظم وغیرہ جملہ اولیا کی حقانیت و کرامت ہی ہے کہ جو آج اپنی عظمت کا لوہا اعدا سے بھی منوا رہی ہے اور انشاء اللہ تا صبح قیامت منواتی رہے گی۔ یقیناً یہ فقیر اس انتباہ میں بھی حق بجانب ہے کہ اے غلامان سعود و یہود ابھی توبہ کا دروازہ بند نہیں ہوا ہے۔ ہوش میں آؤ! اپنی عاقبت درست کرنا ہو تو بارگاہ ایزدی میں توبہ کرو جیسی توبہ رب تعالیٰ پسند فرماتا ہے کہ

ولو انہم اذ ظلموا انفسہم جاؤک

یعنی اے محبوب انہیں فرمائیں کہ اگر انہوں نے گناہ کرکے اپنی جانوں پر ظلم کرلیا ہو اور اب یہ تائب ہونا چاہیں تو یہ لوگ آپ کو وسیلہ بنائیں آپ کی بارگاہ میں آکر توبہ کریں نیز آپ ان کے سفارش فرمائیں تو یہ لوگ اللہ کو توبہ قبول فرمانے والا مہربان پائیں گے۔ یہودی اور صیہونی طاقتیں جو بظاہر فہد اور جابر کی مدد کو یکجا ہوئی یہ ہرگز ہرگز کبھی اسلام کی معاون نہ ہو کر اسلام و مسلمانوں کی بیخ کنی کی غرض سے ہی جمع ہوئی ہیں اگر کویت کا عراق میں انضمام غلط ہے تو کیا

وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖۤ اِخْوَانًا

برطانیہ کی مدد سے ۱۹۲۰ء میں حرمین شریفین پر بزور شمشیر غاصبانہ قبضہ جائز تھا اور اس مبارک علاقہ کو اس وقت تک حجاز مقدس کے نام سے جانا جاتا تھا۔ مگر غاصبوں نے اپنے ذاتی نام سے منسوب کر کے حجاز شریف کے نام کو المملکۃ العربیۃ السعودیۃ رکھ دیا گیا۔ گویا یہ حجاز مرکز اسلام نہ ہو کر غلامان یہود یعنی سعودی کی ذاتی جاگیر ہو گئی اور کیا ۱۹۶۷ء میں امریکہ کی مدد سے فلسطین کو یروشلم میں بدلنا جائز تھا ترکی میں قبیلی حکم النول کی شہ پہ ۱۹۱۴ء میں خادم الحرمین محمدیہ شاہ خاں بن عبد المجید خاں کو معزول کر کے تین روز قید رکھا اور پھر انہیں ترکی چھوڑنے پہ مجبور ہونا پڑا۔

اور ۱۹۶۰ء کے بعد برطانیہ کی مدد سے عراق کے ایک حصہ کو کویت کے نام سے الگ کروانا کیا مسلمانوں میں تفریق پیدا کرنے کی غرض سے پہلا قدم نہیں تھا اور کیا فلسطینیوں کو ان کا حق ملکیت واپس دلوانے کی خاطر اسرائیلوں کی ناکہ بندی کر کے لاکھوں ٹن بمبارمنٹ کر کے اس کو حملہ سان کرنے کی یا جس طرح سے آج عراق کو تباہ و برباد کرنے کی غرض سے چوبیسوں گھنٹے بم گرائے جا رہے تھے ایسا ہی رویہ اسرائیلیوں کیخلاف اختیار کیا گیا تھا۔ کیونکہ وہ غیر مسلم بلکہ اسلام دشمن جماعت تھی، لہذا اسکی طاقت

کو اور زیادہ مضبوط کرنا ہی امریکہ، برطانیہ، فرانس وغیرہ صلیبی حکومتوں کا منشا رہا اس وقت سے آج تک اقوام متحدہ کو انسانی ہمدردی کا جذبہ کیوں نہ پیدا ہوا اور اب یہ تو خود مسلمانوں کو سوچنا اور سمجھنا ہے کہ کیا وہ یہودی غنڈوں کی چالوں میں آکر اپنی جان اپنے مال وجملہ جہان کی نعمتوں سے زیادہ عزیز ترین دولتِ اسلام و آثار اسلام کو اپنی آنکھوں کے سامنے مٹتے دیکھنا گوارہ کرنے کو تیار رہیں، نہیں ہرگز نہیں۔

لہذا۔ اے اہل ایمان یہی وقت ہے کہ تم اپنے اسلاف کے سچے عقائد پر قائم ہو جاؤ اپنی مسجدوں کو نمازیوں سے بھر دو اور دعا فرماؤ کہ اللہ کریم کفر کا موہنہ کالا اور اسلام کا بول بالا فرمائے

آمین ثم آمین بجاہ حبیبہ الکریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم

آخری میں یہ فقیر قادری اپنے تمام خوش عقیدہ مسلمانان اہلسنت والجماعت سے پُر خلوص التماس کرتا ہے کہ آپ جملہ حضرات اپنے اسلاف کے عقائد حقہ پر عمل پیرا ہو کر اولیاء اللہ سے اپنے کو وابستہ رکھیں۔ چشتی، قادری، سہروردی نقشبندی، حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی، نہروں سے شراب حدایت نوش فرمائیں۔ تو انشاء اللہ رحمت مصطفے صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے دریائے رحمت کے چھینٹوں سے ضرور فیضیاب ہوں گے۔

پھر آپ سے گذارش ہے اس فقیر بے توقیر کے حق میں بھی دعائے خیر فرمائیں اور یہ بھی کہ مولےٰ تعالےٰ اس دنیا میں جب تک ہمیں زندہ رکھے اپنے سچے بندوں کی غلامی میں زندہ رکھے اور خاتمہ بالخیر فرمائے۔ سوالات قبر آسان فرمائے



مسجد نبوی کے اندرونی دالان کا دلکش منظر

صالحین کے ساتھ حشر ہو آمین یارب العٰلمین۔ بحرمت طٰہٰ و یٰسین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم،،

اس لئے محبان سعود کو چاہیئے کہ وہ خداوند کریم کے فرمان پر عمل کرتے ہوئے اپنے دل میں خوف خدا پیدا کریں اور

وکونوا مع الصادقین

کے مطابق سچوں کے ساتھ ہو کر اپنی دنیا و آخرت کو سنواریں اللہ کریم اپنے حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے طفیل قبولِ حق کی توفیق عطا فرمائے

آمین ثم آمین

آج لے انکی پناہ آج مدد مانگ ان سے
کل نہ مانیں گے قیامت میں اگر مان گیا

العبد القادری محمد [illegible] غفرلہ
خادم [illegible] ضلع ناگور
صدر تنظیم الائمہ و خطیب شاہی جامع مسجد راجستھان

قاضی محمد تاج عثمانی قادری [illegible]

حضرت مولانا سید انوار حسین رضوی شاہجہانپوری وصال فرما گئے

(ادارہ)

ہندوستان کے جلیل القدر عالم،

بے مثال خطیب، ماہر حکیم حضرت علامہ مولانا سید انوار حسین رضوی شاہجہانپوری ایک ہفتہ کی مختصر مدت میں علیل رہ کر وصال فرما گئے۔

اناللہ وانا الیہ راجعون

۷ رمضان المبارک ۱۴۱۱ھ / ۲۴ مارچ ۱۹۹۱ء بروز اتوار بارہ ۱۲ بج کر پچیس منٹ پر دستی ضلع تھانہ مہاراشٹر کے محلہ کولی واڑہ، سلمی منزل میں جہاں حضرت سید انوار حسین مرحوم کا قیام گذشتہ دو سال سے اپنے فرزندان کے ہمراہ تھا۔ آپ گلے کی خراش کی تکلیفوں سے پریشان ہوئے۔ علاج و معالجہ کی تمام تدابیر ناکام ثابت ہوئیں۔ اسی دن بعد نماز مغرب سنی قبرستان کولی واڑہ دستی میں آپ کی تدفین عمل میں آئی۔ نماز جنازہ آپ کے مرید مولانا قمر سلطانپوری نے پڑھائی۔ وصال کے وقت آپ کی عمر شریف اسی (۸۰) برس تھی۔

آپ تاحیات اپنے روحانی اکابرین مارہرہ شریف، مسلک امام احمد رضا فاضل بریلوی کے زبردست مبلغ اور ترجمان رہے، اور تاجدار اہلسنت حضور مفتی اعظم علامہ مولانا الشاہ مصطفیٰ رضا نوری بریلوی علیہ الرحمہ والرضوان سے اجازت و خلافت بھی حاصل تھی۔ آپ ہمہ گیر صفات کے مالک تھے۔ ایک عظیم مقرر و مدبر کی حیثیت سے دنیائے سنیت یاد رکھے گی۔

آپ کے پسماندگان میں اہلیہ محترمہ اور تین بیٹے اور دو بیٹیاں ہیں۔

ادارہ "سنی دنیا" حضرت سید انوار حسین رضوی مرحوم کے سانحہ ارتحال پر گہرے رنج و غم کا اظہار کرتا ہے۔ اور بارگاہ رب العزت میں دعا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مولانا مرحوم کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ و طفیل میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور ان کے متعلقین و صاحبزادگان کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

خطوط آپ کے

جناب ایڈیٹر "سنی دنیا" السلام علیکم رحمۃ اللہ برکاتہ،

وسط رمضان المبارک میں ہفتہ عشرہ کے لئے اناؤ چلا گیا تھا۔ اناؤ سے واپسی پر مارچ و اپریل ۱۹۹۱ء کے دو شماروں سے ملاقات ہوئی دل باغ باغ ہوگیا۔ یوں تو آج ہندوستان میں بے شمار رسائل منظر عام پر ہیں اور ایک سے ایک خوب تر مگر آپ کا رسالہ "سنی دنیا" اس وقت نہ صرف ہندوستان بلکہ پورے برصغیر میں اپنا وہ مقام بنا چکا ہے جو صدیوں پرانے رسائل آج تک حاصل نہ کر سکے۔ اور یہ سب برکت ہے بزرگان بریلی کی خصوصی توجہ حضور ازہری میاں قبلہ کی عظیم سرپرستی اور آپ کی بے لوث پاکیزہ اور بیباک قیادت اور ادارت کی۔

مضامین کا تحقیقی اور معلوماتی ہونا، مقالات کا علمی فکری اور ادبی ہونا۔ منتخبات کا دلکش و دلچسپ ہونا۔ خصوصاً اداریہ کا سبق آموز نکتہ رس اور ندرت بیانی کا شاہکار اور فکر و خیال کی بلندیوں کا شہر یار ہونا، انفرادیت و امتیاز کی یہ وہ خصوصیات ہیں جن کی بنا پر آپ کا مقبول عام رسالہ "سنی دنیا" دنیائے سنیت کے تمام رسائل و جرائد میں منفرد و ممتاز نظر آتا ہے۔

کیا حسن ہے جمال ہے کیا رنگ و روپ ہے
وہ بھیڑ میں بھی جائے تو تنہا دکھائی دے

قیام رسالہ کا اصل مقصد اور اسکی صحیح غرض مجدد اعظم امام احمد رضا فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علمی، دینی، قلمی اور فکری ورثہ کے تحفظ اور ان کے اشاعتی مشن کو مربوط پروگرام کے تحت بین الاقوامی فارم پر آگے بڑھانا ہے۔ میرے مخلص محترم آپ کے بروقت اور خوبصورت تحقیقی اور معلوماتی اداریئے بلاشبہ اسکو غیر معمولی تقویت و طمانیت پہونچا رہے ہیں۔ مولائے قدیر آپ کو اپنے حبیب پاک صاحب لولاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صدقہ و طفیل اور بزرگان اہلسنت کے فیضان کرم اس سے سنگلاخ راہ پر ہمیشہ ثابت قدم رکھے آمین۔ بلاشبہ سواد اعظم اہلسنت وجماعت کو آپ سے بے شمار امیدیں وابستہ ہیں۔ مولا عزوجل امیدوں کی ان خشک کھیتوں پر آپ کو ابر حیات بنائے۔ آمین بجاہ حبیبہ سید المرسلین علیہ التحیۃ والتسلیم

جملہ احباب اہلسنت کی خدمت میں سلام مسنون کہدیں حضور آقائے نعمت سیدی و سندی سرکار ازہری میاں صاحب قبلہ کی خدمت میں ہدیۂ سلام مسنون اور دعائیہ التماس پیش کردیں۔ والسلام آپ کا خیر اندیش

زاہد قادری، سلامی (مراد آباد، یوپی)

مولانا صغیر اختر کا خط "اشرفیہ مبارکپور"

اپریل کا شمارہ ملا پڑھ کر دل جھوم اٹھا بڑی مسرت و شادمانی ہوئی کہ مختصر سی مدت میں اسقدر رسالہ معیاری اور معلوماتی ہوگیا۔ حضرت نقیبہ الہند کو میرا مؤدبانہ سلام عرض کریں

اپریل کا شمارہ میرے سامنے ہے، بہت ہی دیدہ زیب ٹائیٹل مضامین معیاری معلوماتی ادبی اور چاشنی سے پر۔ رسالہ کو پڑھ کر دل سے بے ساختہ دعائیں نکلتی ہیں۔ ظہیر الدین خاں کلکتہ۔

تازہ شمارہ نظر نواز ہوا شکریہ! مضامین و منظومات بہت ہی پسند ہیں۔ رسالہ دن بدن ترقی کی راہ پر گامزن ہوتا ہوا نظر آرہا ہے۔ محترم کسی چیز کی کامیابی کے لئے محنت شاقہ شرط ہے، اپنے وقت پر رسالہ مل رہا ہے، دعاگو محمد زاہد علی ہاشمی

The MonthlY Sunni Dunia, BAREILLY
Regd No xl 7 (82) Vol-3 Annual Subscription Rs. 60/-
Per Copy Rs. 6/- Regd Po No-B R. 157

اَللّٰہُ رَبُّ مُحَمَّدٍ صَلّٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَا ۔ نَحْنُ عِبَادُ مُحَمَّدٍ صَلّٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَا

۷۸۶
۹۲

دہلی میں

اہلسنت کے تمنّاؤں کی تکمیل، بشکل **دارالعلوم معینیہ نوریہ**

جس کی بنیاد مفتیٔ اعظم علامہ ازہری نے رکھی

وہ دارالعلوم معینیہ نوریہ جو دہلی میں سنیوں کا محافظ و پاسبان ہے۔
وہ دارالعلوم معینیہ نوریہ جو دہلی میں اہلسنت کی نمائندگی کرتا ہے۔
وہ دارالعلوم معینیہ نوریہ جو ہندوستان کی راجدھانی میں سنیوں کا عظیم قلعہ ہے
وہ دارالعلوم معینیہ نوریہ جو دہلی میں اہلسنت کی آبرو ولاج ہے۔
وہ دارالعلوم معینیہ نوریہ جو دہلی میں سنیوں کے خوشنما خواب کی تعبیر ہے
وہ دارالعلوم معینیہ نوریہ جو دہلی کو وہابیت کے غلبہ سے بچارہا ہے۔
وہ دارالعلوم معینیہ نوریہ جو اپنے طلبہ کے ذریعہ گھر گھر صلوٰۃ وسلام پھیلا رہا ہے
وہ دارالعلوم معینیہ نوریہ جو آپکی توجہ کا سب سے زیادہ مستحق ہے
وہ دارالعلوم معینیہ نوریہ جو تعلیم و تعمیر میں ترقی کے لئے آپ سے مدد مانگ رہا ہے
وہ دارالعلوم معینیہ نوریہ جو بہت جلد ترقی پاتا جارہا ہے

مفتیٔ اعظم علامہ **ازہری میاں** کی سرپرستی میں چلنے والا **دارالعلوم** وقت کی بہت بڑی ضرورت پوری کر رہا ہے اہلِ خیر و سرمایہ دار حضرات آپ بھرپور توجہ دیں اور ہر موقعہ سے اسکی مدد کر کے مغلوب وہابیت سرزمینِ دہلی میں مسلک اعلیٰحضرت زیادہ سے زیادہ پھیلائیں۔ العارض محمد شرف عالم خان خادم طلبہ دارالعلوم ہذا

ترسیلِ زر وخط وکتابت کا پتہ: دفتر دارالعلوم معینیہ نوریہ، پوربی پرانا سلیم پور گلی نمبر ۳ دہلی ۵۳

۹۲/۶۸۶

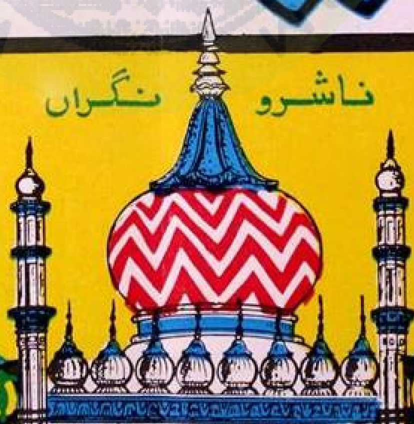
دگار تاجدار اہلسنت مفتی اعظم ہند حضرت علامہ محمد مصطفےٰ رضا خاں صاحب علیہ الرحمہ



ی دنیا

بریلی شریف

ناشر و نگراں



فتی محمد اختر رضا خاں صاحب ازہری قائم مقام مفتی اعظم ہند بریلی شریف

ماہنامہ

سنی دنیا

بریلی شریف

جلد ۱۰ — شمارہ ۳/۴ — ۱۰۳/۴

ذیقعدہ ذی الحجہ ۱۴۱۱ھ — جون جولائی ۱۹۹۱ء

یادگار
حضور مفتی اعظم تاجدار اہلسنت حضرت علامہ
مولانا مصطفےٰ رضا خاں
نوری، نور اللہ مرقدہٗ

بطلِ عظمت
مفسر اعظم ہند علامہ مولانا
محمد ابراہیم رضا خاں
جیلانی علیہ الرحمہ

مالک و نگراں
جانشین مفتی اعظم فقیہ اسلام
حضرت علامہ مولانا مفتی
محمد اختر رضا خاں صاحب
قبلہ مد ظلہٗ

زر اشتراک
فی شمارہ ـــــ ۶ روپے
سالانہ ـــــ ۶۰
غیر ممالک سے ـــــ ۲۰۰ ہندوستانی
رجسٹرڈ پوسٹ نمبر بی، آر ۱۵۷
رجسٹریشن نمبر (۸۲) REGD No. 117
VOL 3

مقام اشاعت
۸۲ سوداگران رضا نگر بریلی شریف
مطبوعہ:- نوری آفسیٹ پریس
عقب آستانہ رضویہ رضا نگر
ـــ بریلی شریف
کتابت:- محمد اختر رضا، بانسی پورنوی

خط و کتابت و ترسیل زر کا پتہ
ایڈیٹر
ماہنامہ سنی دنیا
۸۲ سوداگران رضا نگر
ـــ بریلی شریف
فون نمبر ـــ ۷۲۱۶۶

ضروری اعلان ○ اس دائرے میں سرخ نشان نظر آئے تو سمجھ لیں کہ آپ کا زر تعاون ختم ہو چکا ہے۔ براہ کرم آئندہ کیلئے زر تعاون ارسال فرمائیں

اشاریات

ہندوستان کے موجودہ مسائل اور مفتیٔ اعظم کا نقطۂ نظر

اداریہ

از: محمد شہاب الدین رضوی، اختری

کچھ ایسے لوگ ہوتے ہیں جو دنیا سے جانے کے بعد بھی زندہ و تابندہ رہتے ہیں۔ حضور مفتیٔ اعظم علامہ الشاہ مصطفیٰ رضا نوری قدس سرہٗ اسی طرح کی ایک عظیم ہستی ہیں وہ محض ایک فرد ہی نہ تھے بلکہ وہ وسیع النظری پہ مبنی رجحانات، انداز فکر و نظر اور اسلام کے داعی بھی تھے۔ انہوں نے مسلمانوں کے سیاسی اور معاشی زندگی سدھارنے کے لئے تن من کی بازی لگا دی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہر مسلمان کی زندگی کا ایک اٹوٹ حصہ ہیں۔ تاجدار اہلسنت حضور مفتیٔ اعظم قدس سرہٗ نے اپنی زندگی اور کارناموں نیز اپنے خیالات و افکار سے ہندوستان ہی نہیں بلکہ پورے عالم اسلام کے مسلمانوں کے ورثے کا حسین امتزاج پیش کیا۔

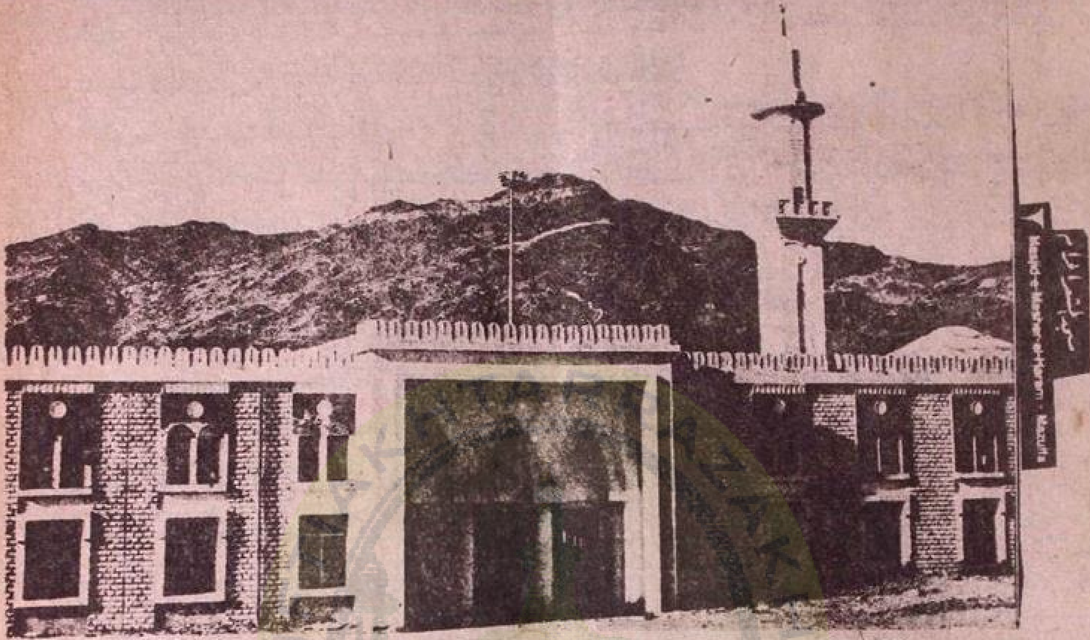
حضور مفتیٔ اعظم قدس سرہٗ کے والد ماجد امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ کے زمانے میں بڑی بڑی تحریکیں چلیں۔ اور مسلمانوں کا استحصال کیا گیا۔ تحریک خلافت قائم ہوئی۔ اس تحریک کا مقصد ظاہر طور پہ یہ بتایا گیا اور اس کو خوب ہوا دی گئی کہ سلطنت عثمانیہ اور سلطان عبد الحمید کو مضبوط بنایا جا رہا ہے۔ مگر اندرون خانہ کانگریس سے ساز باز کر رکھا تھا جمعیۃ العلماء قائم ہوئی کہ مسلمانوں کو ایک پلیٹ فارم پہ لایا جائے۔ مگر یہ تحریک کانگریس کے ہاتھ پر بک گئی۔ تحریک جہاد کا نعرہ لگایا کہ اس وقت مسلمان بے دست و پا ہیں۔ ان کو انگریزوں سے لڑا کر ختم کر دیا جائے اور جو بھی وہ اس جہاد کی نذر ہو جائے۔ تحریک ترک موالات چلی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی نے ان ساری تحریکوں کے مضر اثرات مسلمانوں کے سامنے

رکھ دیئے۔ اور مسلمانوں کے استحصال کرنے والی سبھی تحریکوں کا ڈٹ کر تعاقب کیا، پنڈت شردھانند نے ۱۹۲۳ء میں شدھی سنگٹھن تحریک چلائی۔ متعصب و تنگ نظر ہندو لیڈروں نے اسکو اس طرح پیش کیا کہ "جب ہندوستان پر مسلمانوں کی حکومت تھی اس وقت ان بادشاہوں نے طاقت کے بل بوتے پر ہندو بھائیوں کو زبردستی مسلمان بنایا گیا اور بیچارے ہندو طاقت و حکومت کے آگے کچھ نہیں کر سکتے تھے۔ وہ مسلمان ہو گئے ہم انہیں ہندو بھائیوں کو اپنے پہلے مذہب کی طرف واپس کرنا چاہتے ہیں۔ ان میں چھوٹے ہوئے مذہب کی روح پھونکنا چاہتے ہیں۔ تاکہ وہ خود کو پہچان سکیں، پرکھ سکیں اور اسے قبول کریں" اگر ایسا ہوتا کہ مسلمان بادشاہوں نے بزور شمشیر لوگوں کو مسلمان کیا تو سن لیجئے آج سے کئی صدی پہلے پوری دنیا پر ہماری ہی حکومت تھی ہم پورے عالم کو مسلمان کر سکتے تھے۔ اگر تلوار سے ہم اسلام منوانا چاہتے تو آج دنیا میں مذہب اسلام کے علاوہ اور کوئی مذہب نہ ہوتا۔ کسی دوسرے مذہب کا وجود بھی نہ ہوتا۔ مگر اسلام تلوار کے زور سے نہیں پھیلا بلکہ اخلاق کے ذریعہ اسلام پروان چڑھا۔ اور آج بھی افق عالم پر چھایا ہوا ہے۔ اور پھل پھول رہا ہے۔

تحریک شدھی زور پکڑتی گئی، ہندوستان کے مسلمان مضطرب تھے کہ ایک دم حضور مفتی اعظم قدس سرہ نے لبیک کہہ کر عنان قیادت اپنے ہاتھوں میں لی۔ اور تحریک شدھی سے نمٹنے کے لئے میدان عمل میں کود پڑے۔ آگرہ کی طرف زیادہ زور تھا۔ وہاں پہونچے اور مسلمانوں کو مرتد ہونے سے بچا لیا اور اس تحریک کا قلعہ قمع کر دیا۔ مگر اے بھولے بھالے مسلمانوں! یہ نہ سمجھو کہ شدھی سنگٹھن تحریک ختم ہو گئی۔ نہیں! وہ آج بھی برسرپیکار ہے۔ مگر اس کا نام بدل دیا گیا ہے۔ بدل کر بی۔ جے۔ پی، بجرنگ دل، وشو ہندو پریشد اور آر، ایس، ایس وغیرہ رکھ دیا گیا ہے۔ آج حضور مفتی اعظم جیسے جرأت و جواں مردی، ہمت و حوصلہ کی ضرورت ہے۔

مسلمانوں متحد ہو جاؤ اپنے شیرازہ کو منتشر نہ ہونے دو، وہ بہادری کا مظاہرہ کرو جو آج سے سیکڑوں سال پہلے صلاح الدین ایوبی، محمد بن قاسم، سلطان غوری حضرت اورنگ زیب عالم گیر، ٹیپو سلطان شیر میسور نے پیش کر دیا تھا۔ انہوں نے اسلامی جذبہ کو دنیا کے سامنے رکھ دیا۔ اور انہوں نے نہیں بلکہ غیروں نے بھی ان کی بہادری دلیری مجاہدانہ عزیمت کی داد دی ہے۔ اور آج کے دور میں صدر عراق صدام حسین جیسا عزم بلند ہمتی پیش کرو۔

بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا۔



حضور مفتیٔ اعظم قدس سرہ کے زمانہ میں کبھی مضر تحریکیں چلیں۔ گاندھی نے ودیا مندر اسکیم چلائی تو مفتیٔ اعظم نے ان سب تحریکوں کے غلط رجحانات کو مسلمانوں کے سامنے پیش کرنے کے لئے اور ان مضر اثرات سے بچنے کے لئے جماعت رضائے مصطفےٰ اور جماعت انصار الاسلام قائم کی، جس نے اس دور میں اہم خدمات انجام دیں۔ جماعت انصار الاسلام کی نظامت حضرت علامہ حسنین رضا خاں بریلوی علیہ الرحمہ کو سپرد کی گئی۔ علامہ حسنین رضا خاں بریلوی نے اس کے لئے اپنی زندگی وقف کی۔ انہوں نے کانگریس کی چال بازیوں سے دور رہنے کے لئے مسلمانوں کو آگاہ کیا، مسلمانوں میں شعور بیدار کیا۔ علامہ حسنین رضا ہندوستان کے سماجی و ثقافتی نوعیت کو بخوبی سمجھتے تھے۔ اس ضرورت کو پورا کرنے کے لئے سیاسی اتحاد اور سیاسی استحکام ضروری تھا۔ یہ بات یاد رہے کہ ہمارے علماء و مشائخ گندی سیاست سے بہت دور رہتے تھے، وہ کتابوں کے بے حد دلدادہ تھے اور قلم کے دھنی تھے، نیز انہوں نے اپنی تحریروں، تقریروں اور بیانات سے عوام الناس کی اس انداز سے رہنمائی کی کہ وہ ان کے گرویدہ ہو گئے۔ علامہ حسنین رضا بریلوی ایک عالم گیر انسان تھے۔ مگر افسوس صد افسوس ہم ان کی خدمات کو متعارف نہ کرا سکے اور وہ تاریخی دستاویزات نذر طاق ہو کر رہ گئیں۔

اپنے علماء و مشائخ کا تذکرہ نہ کرنے کے مضر اثرات آج ہماری زندگی کو کھوکھلا کر رہے ہیں۔

پورے ملک کے سنجیدہ عوام بھارتیہ جنتا پارٹی کے طرز عمل سے فکر مند اور مستقبل سے خوف زدہ ہیں، تمام سیاسی پارٹیاں ان کی تنگ نظری سے فائدہ اٹھا کر خود بھی بی، جے، پی کا ہوا ان کے سامنے پیش کر رہی ہے۔ فضا اور ماحول کی شدت بڑھتی جارہی ہے۔ اور ملک کا مستقبل پہلی مرتبہ یقینی طور پر داؤں پر لگ گیا ہے۔ موجودہ صورت حال کی مثال اس طرح ہے کہ جب تک مرض کی صحیح تشخیص نہیں ہوگی کوئی علاج کارگر نہیں ہو سکتا۔

حضرت شیخ سعدی شیرازی علیہ الرحمہ نے اپنی حکایتوں میں ایک مریض کا واقعہ لکھا ہے کہ وہ حکیم کے پاس اس حال میں پہونچا کہ پیٹ کے درد سے تڑپ رہا تھا۔ اور اب تک کوئی دوا اس کا مداوا نہیں کر سکی تھی۔ حکیم صاحب نے پوچھا آج تم نے کیا کھایا ہے۔ مریض نے جواب دیا سوکھی اور جلی ہوئی روٹی، بات سمجھ میں آگئی۔ حکیم نے اس مریض کو آنکھ کی دوا دی اور کہا اگر تیری آنکھ ٹھیک ہوتی تو سوکھی اور جلی ہوئی روٹی کھا کر تو اپنے آپ کو اس مصیبت میں مبتلا نہ کرتا۔

اب آج کل سیاسی حالات کو سمجھنے کے لئے یہ واقعہ کافی ہے۔ وہ فرقہ پرست پارٹیاں برسر اقتدار آنے کیلئے اپنے پورے اثر و رسوخ کا استعمال کر رہی ہیں۔ خصوصاً بھارتیہ جنتا پارٹی نے ہندوستان کو تباہی کے دہانے پر لاکر کھڑا کر دیا ہے۔ اسی پارٹی نے رتھ یاترا شروع کر کے کارسیوا کا آغاز کیا۔ جس کے سبب میں ملک کے اندر مختلف شہروں میں تشدد کی جو وارداتیں ہوئیں وہ بھی اسی پارٹی کی دین ہے۔ ہندوستان کی حکومت بس الفاظ تک محدود جملے کہتی کہ اگر ایسا ہوا تو ایسا..... کر دیا جائے گا۔ اور اصل مجرم کا پتہ لگنے کے بعد بھی کھلے چھوٹے رہ جاتے ہیں۔ اگر اس فرقہ پرست پارٹی کو کیفر کردار تک پہونچا دیا جائے تو کوئی بات نہیں کہ تشدد بند ہو جائے۔ اور ہندوستان میں لوگ امن و چین کی زندگی گذارنے لگیں۔

طوفان جب اٹھا تھا اس وقت نہ تھا کوئی
ایک بھیڑ ہے ساحل پر جب ڈوب گیا کوئی

بابری مسجد کی کہانی کی مظلومیت مسلمانوں کو پکار رہی ہے کہ جس پارٹی نے مجھے مظلوم کیا میرے اندر اپنے ایک منصوبے کے تحت ۱۹۴۹ء میں راتوں رات اچانک بت رکھوا دیئے گئے اس کا ساتھ مت دینا" نہرو اور نہرو کی کانگریس حکومت کو معلوم تھا کہ بابری مسجد ہندوستان کی چند قدیم ترین مساجد میں سے ہے۔ وہ جانتے تھے کہ اس مسجد پر ہمیشہ مسلمان قابض رہے ہیں۔ اس

إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنتُمْ تُوعَدُونَ

لئے اگر یہ ان کی ہی سازش نہ ہوتی تو اسی وقت مورتی کو مسجد سے باہر نکلوا دیتے۔ بجائے ایسا کرنے کے مسجد جو غیر متنازعہ تھی اسکو متنازعہ بنا دیا گیا۔ اور مسجد میں تالا ڈال دیا گیا۔ کیا اگر ہندوستان کی ساری مسجدوں میں شرپسند لوگ مورتیاں رکھ دیں تو سیکولر ہندوستان کے قانون کیمطابق ہر مسجد میں تالا لگا دیا جائے گا تا فیصلۂ عدالت ایسی مسجد میں کوئی نہ جائے، اور عدالت کا فیصلہ کیسے ہو جب کہ حکومت چاہتی ہی نہیں، چالیس سال تک مقدمے کی شنوائی نہیں ہوئی تو فیصلہ کیسے ہو سکتا ہے؟ اگر مسجد کو متنازعہ ماننا ہی تھا تو مورتیاں نکلوا دی جاتیں۔ اور کہا جاتا ہے کہ وہ لوگ جو اسے مندر کہہ رہے ہیں وہ عدالت کو رجوع کریں۔ اور تا فیصلۂ عدالت مسجد کے قریب نہ جائیں۔

لیکن مقصد تو مسلمانوں کے جذبات کا استحصال کرنا تھا جب نہرو کے نواسے راجیو گاندھی کا دور حکومت آیا تو انہوں نے اپنے چہیتے چیف منسٹر اور چہیرے بھائی کی سرکردگی میں اچانک اپنے منصف سے حکم نامہ دلوا کر مسجد کا تالا کھلوا دیا اور پوجا شروع کرا دی، مسلمان بیچارے کیا کرتے۔ آخر راجیو گاندھی ہی نے اپنے دور کے آخری ایام میں اکتوبر ۱۹۸۹ء میں تیواری کی سرپرستی اور بوٹا کے تعاون سے شیلانیاس کرایا۔ اسے بار بار ٹی وی پر دکھا کر اس کی تشہیر کی۔

آج بابری مسجد کا تقدس مسلمانوں کو آوازیں دے رہا ہے کہ اس حکومت نے اللہ کے گھر کو بت خانہ بنا دیا ہے۔ آج بابری مسجد کی پاکیزگی مسلمانوں کو پکار رہی ہے کہ خدا کے لئے اس گروہ کا ساتھ نہ دینا جس نے مسجد کو مندر بنانے میں مدد کی۔

اس وقت انتخابات اپنے شباب پر ہیں، اقتدار میں آنے کے لئے تینوں پارٹیاں تن من دھن سے کام کر رہی ہیں، بی جے پی جہاں تشہیر سے کام لے رہی ہے وہیں ذہنوں و فکر میں یہ سوال ابھر رہا ہے کہ کیا حقیقتاً بی جے پی ہندوستان کا اگلا اقتدار حاصل کر سکتی ہے یہ سوال ساکنانِ ہند کے اذہان پر گردش کر رہا ہے بہت سے غیر جانبدار صحافیوں کی یہی رائے ہے کہ بی جے پی کے اکثریت حاصل کرنے کے امکانات بالکل معدوم ہیں اور سابقہ تعداد کی برقراری بھی تقریباً ناممکن ہے۔ چونکہ ہندوستان ایک جمہوری ملک ہے یہاں پر ہر طبقہ کے

لوگ آباد ہیں، ہر مکتب فکر کے ماننے والے ہیں۔ اور اڈوانی "صرف "ہندو راشٹر" اور "رام راج" کے قیام کے لئے جد و جہد کر رہے ہیں۔ اور یہ جد و جہد جمہوریت نہیں کہلاتی بلکہ ایک اکثریت والے طبقے کو خوش کر کے اس کے ووٹ حاصل کرنا ہے۔ اور بعد میں اقتدار کی کرسی پر بیٹھ کر اپنے گھنونے قسم کے عزائم کو پایۂ تکمیل تک پہونچانا ہے۔ ۱۹۶۷ء میں (جن سنگھ) بی جے پی ۴۷ ۹۰ فیصد ووٹ اور ۳۵ نشستیں حاصل کی تھیں۔ لیکن ۱۹۸۹ء کے انتخابات میں بھی وہ اس سے بہتر تناسب حاصل نہیں کر سکی۔ اگرچہ اسے ۸۸ نشستوں پر کامیابی حاصل ہوئی ۱۹۶۷ء، ۱۹۷۷ء اور ۱۹۸۹ء میں اس نے غیر کانگریس آئی پارٹی کے ساتھ مل کر اتحاد کے ذریعہ ووٹ حاصل کئے تھے۔ جب کہ اس مرتبہ وہ تن تنہا "ہندو رام اور رام جنم بھومی" کے نام پر ووٹ مانگ رہی ہیں۔ اس پس منظر میں جون ۱۹۹۱ء کے انتخابات میں بی جے پی کا اکثریت حاصل کر کے اقتدار میں آنا ممکن ہے

۱۵ اگست ۱۹۴۷ء میں ہندوستان آزاد ہوا اور پہلے وزیر اعظم پنڈت جواہر لال نہرو بنے۔ اس وقت سے کانگریس کی پے در پے ۴۴ سال تک حکومت رہی، ہر الیکشن کے موقع پر یہ نعرہ بلند کیا گیا کہ مسلمانوں کو ملازمت دی جائے گی، مگر فتح و کامرانی کے بعد اپنے کئے وعدے بھول جاتے۔ ۱۱ ماہ جنتا دل وی پی سنگھ کی حکومت رہی۔ وی پی سنگھ نے جب ہندوستان کی باگ ڈور سنبھالی تو کچھ اہم مسائل ایسے الجھے پڑے تھے جو بہت پیچیدہ تھے۔ وہ اس میں الجھ کر رہ گئے۔ وی پی سنگھ نے یہ تو کیا کہ اقلیتوں کے لئے منڈل کمیشن لاگو کیا۔ مگر اس کانگریس نے بھی کچھ اپنے وعدے پورے نہیں کئے۔ میں وی پی سنگھ کی بھی حمایت نہیں کرتا۔ اس لئے کہ انہوں نے کشمیر کی سبز زار زمین جگموہن کو بھیج کر خون سے نہلوا دی۔ اور مسلمانوں کو ایسی بے دردی اور ظالمانہ سفاکانہ انداز میں قتل کیا جس کی مثالیں تاریخ ہندوستان میں نہیں ملتی۔

راجیو گاندھی نے ملک کے وزیر اعظم کا عہدہ ۱۹۸۴ء میں ایسے وقت سنبھالا تھا جب ان کی والدہ اندرا گاندھی کو قتل کر دیا گیا تھا۔ راجیو گاندھی اپنے عہدہ کا دوسرا الیکشن ہار گئے۔ جنتا دل حکومت آ گئی۔

آخر کار ۲۱ مئی ۱۹۹۱ء کی شب دس بجکر دس منٹ پر راجیو گاندھی کو مدراس کے علاقہ میں قتل کر دیا گیا۔ اب ہندوستان کی حالت اور بھی خراب تر ہو گئی ہے۔

آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا

حمد باری تعالیٰ

(مولانا حسن رضا خاں بریلوی)

ہے پاک رتبہ فکر سے اس بے نیاز کا
کچھ دخل عقل کا ہے نہ کام امتیاز کا

شہ رگ سے کیوں وصال ہے آنکھوں سے کیوں حجاب
کیا کام اس جگہ خرد ہرزہ تاز کا

لب بند اور دل میں وہ جلوے بھرے ہوئے
اللہ رے جگر ترے آگاہِ راز کا

غش آ گیا کلیم سے مشتاق دید کو
جلوہ بھی بے نیاز ہے اس بے نیاز کا

افلاک و ارض سب ترے فرماں پذیر ہیں
حاکم ہے تو جہاں کے نشیب و فراز کا

اس بیکسی میں دل کو مرے ٹیک لگ گئی
شہرہ سنا جو رحمتِ بیکس نواز کا

مانند شمع تیری طرف لو لگی رہے
دے لطف میری جان کو سوز و گداز کا

تو بے حساب بخش کہ ہیں بے شمار جرم
دیتا ہوں واسطہ تجھے شاہِ حجاز کا

بندے پہ تیرے نفس لعیں ہو گیا محیط
اللہ کر علاج مری حرص و آز کا

کیوں کر نہ میرے کام بنیں غیب سے حسنؔ
بندہ بھی ہوں تو کیسے بڑے کارساز کا

اِنَّ ھٰذَا الْقُرْاٰنَ یَھْدِیْ لِلَّتِیْ ھِیَ اَقْوَمُ



مفسر اعظم حضرت مولانا ابراہیم رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ

دوسری اور آخری قسط

سبق آموز واقعہ :- اس حدیث کی روشنی میں مرقوم ہے سبع سنابل شریف میں۔ ایک مجلس میں کچھ اصحاب بیٹھے تھے۔ اس حدیث کا ذکر ہوا۔ ایک شخص نے اپنے شبہ و شک کا اظہار کیا تو ایک شخص نے یہ کہا۔ ابھی تجربہ کرو۔ میں یہ دعا کرتا ہوں کہ رسول پاک صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم تمہاری کمر چھوڑ دیں۔ تم بھی آمین کہو۔ تو اسی وقت اس شخص نے اسی مجلس میں صلیب کو سجدہ کیا۔ اور کافر ہو گیا۔ تو روحانیت حضرت رسالت کی ہمہ وقت شرک و کفر سے بچاتی ہے اور راہِ ہدایت سے برگشتہ ہونے نہیں دیتی۔

تو اسی طرح سے یہ معلوم ہوا کہ جو منافق ہوا وہ بے فیض ہوا۔ وہی کافر ہو سکتا ہے اور مشرک بھی۔ تو یہ علماء سو رجہ بے فیض ہوتے ہیں اس سرکار سے۔ اب بھٹک رہے ہیں میدان شرک و نفاق میں۔

یہ طبقہ اپنے کو موحد کہتا ہے اور ہم کو مشرک قرار دیتا ہے۔ یہی غلط ہے۔ کیونکہ سرکار کی حدیث ہے کہ شیطان مایوس ہوا ہے کہ میری امت میں مشرک نہیں ہوگا روز قیامت تک۔ اور مسلمانوں سے ایک جدا گانہ راہ بنائی ہے۔ تو سب مسلمانان عالم تو اللہ کی توحید کا اس درجہ خیال رکھتے تھے کہ کبھی صیغۂ جمع اور تثنیہ خدائے تعالٰے کی شان میں استعمال نہیں کرتے تھے۔ یہی ادب خدا تھا کہ اس کی توحید کا اس قدر التزام رکھتے ہیں۔

اب ان بے ادبوں نے موحد بن کر شرک کا اہتمام کیا ہے کہ جھوٹے ادب کی خاطر وہ ادب جو اہل سنت کا طریقہ تھا صیغہ جمع سے صیغہ تثنیہ کی ضمائر خوب راجع فرماتے ہیں خدائے تعالٰی کی طرف۔ چنانچہ تھانوی جی نے اس آیت کا ترجمہ کیا ہے ھو السمیع العلیم " اور اللہ تعالٰی سنتے ہیں اور اللہ تعالٰی جانتے ہیں"

یہ ایک موحد مرحوم کا ترجمہ ہے یہ کھلا شرک ہے کہ اللہ تعالٰے کئی ایک ہیں (معاذ اللہ) سب سنتے رہیں سب جانتے ہیں

موحد قابل تقلید تھا اعلٰی حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمہ ہے "اللہ تعالٰے سنتا ہے اور جانتا ہے"

دوسری بات یہ ہے کہ درود کے بجائے صلعم رض لکھنا بے ادبوں کا بے دینوں کا طریقہ ہے۔ یونہی اللہ تعالٰے کے بجائے یہ اختصار اللہ تعہ۔

عبد اور غلام :-

غلام کی اضافت اور نسبت اللہ کے ساتھ مشروع نہیں۔ بلکہ ادب الٰہی کے بھی خلاف ہے۔ اور عبداللہ کہنا چاہئے۔ لیکن غلام اللہ نہیں کہنا چاہئے۔ تم بزعم خویش تو موحد ہو۔ تو توحید الٰہی کے سبق ابتدائی سے ناآشنائے محض ہو۔ تو توحید کا درس مومن سے سیکھو۔ کیونکہ غلام کے معنی فارسی میں ہیں عبد، بندہ غلام عربی میں ہیں نوجوان بیٹا۔ ایسا کلمہ خدا کی شان کے خلاف ہے جس میں ابہام ہو۔ کہ خدائے تعالےٰ کے بھی بیٹا ہے۔ تو ثابت ہوا کہ غلام کی نسبت و اضافت غیر اللہ کی طرف تو ہو سکتی ہے نہ خدائے تعالےٰ کی طرف۔ جبکہ عبد کی نسبت و اضافت خدائے تعالےٰ کی طرف اور غیر خدائے تعالےٰ کی طرف قرآن سے ثابت ہے کہ ہو سکتی ہے۔

الحر بالحر العبد بالعبد

اس میں عبد سے مراد ہماری عبید ہیں۔

دیکھئے ہمارا رسالہ "نور الصفا"

اتباع غیر سبیل مومنین کا انجام

ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین لہ الھدیٰ و یتبع غیر سبیل المومنین نولہ ما تولی و نصلہ جھنم و ساءت مصیرا۔

اور جو رسول کا خلاف کرے اس کے بعد کہ اس پر راہ ہدایت خوب واضح ہو چکی ہے۔ اور مسلمانوں کی راہ سے ایک جدا گانہ راہ چلے تو ہم اسے اس کے حال پر چھوڑ دیں گے اور اسے دوزخ میں داخل کریں گے۔ اور کیا بری جگہ ہے وہ پلٹنے کی (معاذ اللہ)

اب بغور دیکھو ان دونوں آیتوں میں سے کہ ایمان لاؤ اس طرح کہ جیسے مسلمان من حیث الکل ایمان لائے تو متبوع ہوئی جماعت مسلمین۔ معیار ایمان ہو بمثل ما آمنتم بہ۔ ورنہ شقاق و خلاف کے ملزم و مجرم و برا اختلاف کرنیوالے ٹھہرے قرآنی شہادت کی رو سے یہ نہ صرف مسلمانوں سے بلکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی ومن یشاقق الرسول۔ اور خلاف کرے رسول کا کہ جماعت مسلمین کا خلاف رسول اللہ کا ہی خلاف ہے اور اس آیت میں بھی مذکور ہی ہے۔ ویتبع غیر سبیل المومنین۔ نولہ ما تولی۔ جو شقاق کرے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے بعد کہ اس پر راہ ہدایت خوب روشن ہو چکی اور اتباع غیر سبیل مومنین کا تو ہم اسے پھیر دیں گے وہ جدھر پھریگا۔

تو اتباع سبیل مومنین واجب ہے وہی ہے راہ سلوک فی الدین۔ اور گمراہی کسے کہتے ہیں۔ مگر اسی راہ سے برگشتہ ہو جانا۔

ولا یجادل عن الذین یختانون ان اللہ لا یحب من کان خوانا اثیما۔ ولا یستخفون من اللہ وھو معھم اذ یبیتون ما لا یرضیٰ من القول و کان اللہ بما یعملون محیطا۔

اور ان کی طرف سے نہ جھگڑو (جنہوں نے توہین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارتکاب کیا ہے) جو اپنی جانوں کو خیانت میں ڈالتے ہیں (توہین نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارتکاب سے) بے شک اللہ نہیں دوست رکھتا کسی دغاباز گنہگار کو۔

توضیح و تفسیر

آدمیوں سے تو چھپتے ہیں اور اللہ سے نہیں چھپتے اور اللہ ان کے پاس ہے۔ جب اندھیری رات میں وہ بات کرتے ہیں کہ اللہ راضی نہیں ہے اس کے قول سے اور اللہ تعالےٰ ان کے کاموں کو محیط ہے (گھیرے ہوئے ہے)

ھا انتم ھٰؤلاء جادلتم عنھم فی الحیوۃ الدنیا فمن

وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین

یجادل عنہم یوم القیامۃ ام من یکون علیہم وکیلا۔ سنتے ہو۔ یہ جو تم ہو تو دنیا کی زندگی میں ان کی طرف سے خوب جھگڑے تو ان کی طرف سے کون جھگڑے گا روز قیامت۔ یا کون ان کا وکیل ہوگا۔

ابتدائے آیت میں ان کی طرف داری کرنے سے باز رکھا گیا۔ یہ وہی لوگ ہیں لاخیر فی کثیر نجوھم اب کہا گیا ان کو ان اللہ لا یحب من کان خوانا اثیما۔ اپنی سرگوشی میں یہ جماعت سب کی سب بے خبر ہے۔ کیونکہ نبی کی توہین کی بات کی سرگوشی کرتی ہے اور اسی کو سوچتی ہے تو ایسی جماعت کی طرف داری میں نہ جھگڑو بلکہ ایک ذات بلکہ ایک دل رہو۔ بے شک سخت ناپسند کرتا ہے دغاباز گنہگار کو۔

اور دغاباز بولا جاتا ہے وفادار کے مقابلہ میں۔ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وفادار نہیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دغا کرنیوالے ہیں۔ تو اللہ کسی دغاباز کی طرفداری نہیں کرتا بلکہ ایسے دغابازوں کی دفاداری سے سخت ناخوش بھی ہے۔ اور اس جماعت کا حال یہ ہے کہ لوگوں سے تو چھپتے ہیں اور اللہ سے نہیں چھپتے تو یہ بے ادب بے ایمان درحقیقت خدائے تعالیٰ سے نہیں ڈرتے کہ اس کے حبیب کی شان میں یہ بے ادبیاں کرتے ہیں۔ اور نہیں جانتے ہیں کہ اللہ راضی نہیں ہے اس بات سے جو کہ انہوں نے دل میں ٹھانی ہے یا انہوں نے چپکے سے کہی ہے۔

سنتے ہو اے طرفدار و منافقوں کے کہ تم نے خوب جھگڑا کیا اہلسنت سے اشرف علی مرحوم کے بارے میں اب روز قیامت کون جھگڑا کریگا اللہ سے اللہ کے فرشتوں سے توہین نبی کریم کرنے والوں کی طرفداری میں۔

تشریح لغات

بیت کہتے ہیں اس کوٹھری کو کہ آدمی اس میں رات گزارتا ہے اور وہ کوٹھری آرام و اطمینان کی جگہ ہوتی ہے اور خلوت کا مقام

بات۔ یہیں سے ہے۔ وھو معھم اذ یبیتون مالا یرضٰی من القول:۔ اور اللہ تعالیٰ ان کے پاس ہے جب رات گذارتے اپنے بیت میں ایسی باتوں میں جس کا کہنا اللہ کو ناپسند ہے۔ بے شک اللہ پسند نہیں کرتا دغاباز کو گنہگار کو۔

تو قرآن کی آیت سے یہ ابہام ہے کہ علاوہ بے ایمان دغاباز اور کچھ بھی باز ہے اور کچھ اور بازی۔ خدائے تعالےٰ کا انتقام ہے جو توہین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سزا ہے

حدیث شریف

اس محل میں ایک حدیث بھی یاد آرہی ہے کہ حضور فرماتے ہیں کہ جب تو دیکھے اپنے دشمن کو کہ کسی فحش کا ارتکاب کر رہا ہے تو سمجھ لے کہ تیرا انتقام ہے جو عنقریب لیا جائیگا تو توہین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایسا جرم ہے کہ اس دغابازی کے صلہ میں تشو بازی کا الزام عائد ہوتا ہے اور سزا بھی بھگتی جاتی ہے۔ استغفر اللہ والعیاذ باللہ

برکاتِ حدیث

(۱۷۱۴)

وعن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المرء علی دین خلیلہ فلینظر احدکم من تخال۔ رواہ احمد والترمذی وابوداؤد والبیہقی وقال النووی اسنادہ صحیح۔

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرد بر دین دوست خود است یعنی ہر کہ دوست کسے را البتہ بہ مذہب رسیدن آدمی باشد۔ پس باید کہ نظر و اندیشہ کند یکے از شما کہ کرا دوست می دارد (حضرت شیخ محدث دہلوی ثم البخاری)

کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مرد اپنے دوست کا ہم مذہب ہو جاتا ہے۔ تو بغور دیکھو اپنے دوست کو کہ اس سے دوستی کرنا چاہئے یا نہیں۔ یہ بلا کسی تشریح کے لکھی گئی ہے۔ چنانچہ تمام علماء اہلسنت مودت اور موالات غیر اہل سنت سے منع کرتے آرہے ہیں یہ دین ہے یا ایمان ہے تو اسے بچانا ہے تو غیر اہل سنت کی ہم نشینی سے اور دوستی سے بچو۔

اسی طرح وہ حدیث ہے جو ابن سیرین رضی اللہ عنہ سے آئی ہے۔ ابن سیرین کبار تابعین میں سے ہیں۔

الحب فی اللہ والبغض فی اللہ

قال ان ھذا العلم دین فانظروا عمن تاخذون دینکم۔

اس کے نیچے حضرت شیخ نے لکھا۔ پس نگاہ بکنید و بنیید کہ از چہ کس مے گیرید دین خود را۔ اشارت است باہتمام و احتیاط در معرفت حال راوی (معلم، شارح، مفسر) در وثوق دیانت و حفظ و ورع، و سنت تا نباید گرفت از ہر کہ روایت کند۔ خصوصاً اہل غرض از اہل ہوائے و بدعت کہ دیانت نہ دارند و برائے مذہب خود وضع و افترا زا نیند۔ اور کہا ابن سیرین نے کہ علم وہی دین ہے پس بغور دیکھو کہ کس سے دین کو یعنی علم دین کو حاصل کر رہے ہو۔ خصوصاً ارباب غرض سے اور اہل ہوائے اور اہل بدعت سے دین کے بارے میں کچھ بھی نہ سیکھو۔ نہ ان کی کتابیں پڑھو۔ نہ ان کی تقریروں میں جاؤ۔ اگر دین پر قائم رکھنا ہو تو اہل دین سے سیکھو۔ اہل بدعت سے نہ سیکھو۔ علم وہی دین ہے تو تفسیر و حدیث و فقہ اہل دین سے حاصل کرو۔ اور اہل بدعت سے کچھ بھی حاصل نہ کرو۔

بَابُ الاستفتاء

مفتی اعظم حضرت علامہ اختر رضا خاں ازہری

مکرمنا المحترم قبلہ جناب فبلہ ازہری صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بعد آداب وتسلیم ذیل کے سوالات کے جواب وضاحت کے ساتھ عطا فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

۱۔ لکڑی کے تختہ پر جو پالش کی جاتی ہے اس سالحہ میں اسپرٹ ملائی جاتی ہے وہ تختہ پاک ہے یا ناپاک اگر ناپاک ہے تو اس کے پاک کرنے کا طریقہ تحریر فرمائیں۔

۲۔ پائجامہ، تہبند یا پتلون ٹخنے سے نیچے تک ہو تو نماز ہوگی یا نہیں اور جو نماز کے وقت اوپر چڑھا لیتے ہیں یا موڑ لیتے ہیں ان کی نماز ہوگی یا نہیں۔ مسجدوں میں جو چٹائی یا دریاں بچھائی جاتی ہیں ان کو پلٹ کر پڑھ سکتے ہیں۔ یا نہیں۔

المستفتی، حافظ سید محمد قادری برکاتی

مقام و پوسٹ زائر مد ضلع سورت۔

الجواب: ناپاک ہے مگر اسپرٹ سریع الزوال شے ہے لہذا اس تخت کے مسلسل ڈھلتے رہنے سے اس کی پاکی کا حکم ہوگا اور مسلسل ڈھلتے رہنا کوئی شرط طہارت نہیں بلکہ آپ بسیار تیز رفتار سے ایک مرتبہ ڈھلجانا کافی اور اگر تیز بہتا پانی میسر ہو تو تین مرتبہ یوں دھو دینا بس کہ ہر بار قطرہ ٹپک کر موقوف ہوجائے اور رنگ کا زائل نہ ہونا اس کی طہارت پر اثر انداز نہ ہوگا اور اس کی نظیر نجس رنگ سے رنگے کپڑے اور نجس مہندی سے رچا ہوا ہاتھ یا بدن اور یوہیں گدا ہوا بدن کا حصہ ہے کہ یہ سب محض ڈھلنے سے پاک ہوجائیں گے اور ازالہ لون لازم کچھ لازم نہیں تنویر درمختار میں ہے۔

"وکذا یطھر محل نجاسۃ اما عینھا فلا تقبل الطھارۃ (مرئیۃ) بعد جفاف کدم بقطعھا ای بزوال عینھا واثرھا ولو بمرۃ او بماؤق ثلث فی الاصح ولا یضر بقاء اثر کلون وریح لازم فلا یکلف فی ازالتہ الی ماء حار او صابون ونحوہ بل یطھر ما صبغ او خضب بنجس بغسلۃ ثلثا الخ۔

ردالمحتار میں ہے۔

قولہ (ولو بمرۃ) یعنی ان عین النجاسۃ ان زال بمرۃ واحدۃ یطھر سواء کانت تلک الغسلۃ الواحدۃ

فی ماء حار و بالصب الخ اسی میں ہے یستفا ومما مر حکم الوشم فی نحو ید وانہ کالاختضاب العسیح بالمتنجس لانہ اذا عزرت الید او اشفقۃ مثلا بأبرۃ ثم حشی محلھا بکملۃ او ضلۃ ینحصر تنجس الکمل بالدم فاذا جمد الدم والدم الحمر وبقی محلہ احمر فاذا غسل طھر لانہ اثر یشق زوالہ لانہ لا یزال الا بسلخ الجلد او جرحہ فاذا کان لا یکلف بازالۃ الاثر الذی لا یزول بماء حار او صابون فعدم التکالیف ھنا اولی وقد صرح بہ فی القنیۃ فقال ولو اتخذ فی یدہ وشما لا یلزم السلخ"

اسی طرح نجس تیل کے اثر کا کپڑے یا کھال میں باقی رہ جانا قارح طہارت نہیں اور اس کا ازالہ لازم نہیں درالمختار میں ہے۔

"ولا یضر اثر دھن الا دھن ودک میتۃ لانہ عن النجاسۃ حتی لا یدبغ جلد بل یشعج بہ فی غیر مسجد"

ردالمحتار میں ہے۔

"قولہ (حتی لا یدبغ بہ جلد) ای لا یحل ذلک وان کان لو دبغ ثم غسل طھر قال فی القنیۃ اللیمخت المدبوغ بدھن الخنزیر اذا غسل یطھر ولا یضر بقاء الاثر وفی الخلاصۃ اذا دبغ الجلد بالدھن النجس بالماء ویطھر والتشرب عفوا اھ"

اور تخت کی ناپاکی کا حکم اس وقت ہے جبکہ آدمی رنگ میں اسپرٹ ملنا آنکھوں سے دیکھے یا اسے کسی عدول نے خبر دی ہو کہ اس عدول کے سامنے فلاں نے اس خاص رنگ میں اسپرٹ ملایا ہے پھر یہ تخت اس شخص کے لیے ناپاک ٹھہرے گا اور ناواقف کے لئے پاک قرار پائے گا اور اگر اس نے نہ خود اسپرٹ ملتے آنکھوں سے دیکھا نہ کسی عدل نے اپنا معائنہ بیان کیا تو اس تخت کی ناپاکی کا حکم نہ دیں گے کہ طہارت ونجاست ودیانات سے ہے اور اس میں بازاری افواہ کا اعتبار نہیں اور تفصیل کے لیے الاعلی من السکر دیکھئے واللہ تعالی اعلم۔

۲۔ نماز ہو جائے گی مگر ایسا کرنا مکروہ تنزیہی بھی ہے بوجہ تکبر نہ ہو ورنہ تحریمی ہے۔ ہندیہ میں ہے اسعال الرجل ازارہ الفل من الکعبین ان لم یکن للخیلاء ففیہ کراھۃ التنزیہ اور پڑھانا یا موڑنا مکروہ تحریمی ہے کہ کف ثوب ہے۔ اور کف ثوب ممنوع ہے۔ درمختار میں ہے۔

"وکرہ کفہ ای رفعہ ولو لتراب کمشمر کم او ذیل قولہ (ای رفعہ) ای سواء کان من بین یدیہ او من خلفہ عند الانحطاط السجود بحر وحرر الخیر الرملی علی ما یفید ان الکراھۃ تحریمیۃ اھ" واللہ تعالے اعلم اور نماز اس صورت میں واجب الاعادہ ہوگی۔

درمختار میں ہے۔

"کل صلاۃ ادیت مع کراھۃ التحریمہ تجب اعاد" اور چٹائی پلٹ کر نماز پڑھنے میں کوئی کراہت نہیں واللہ تعالے اعلم۔

فقیر محمد اختر رضا خاں ازہری قادری غفرلہٗ ۲۹ محرم ۱۴۰۰ھ

الجواب ... واللہ تعالیٰ اعلم
محسن ... غفرلہ

اسپرٹ شراب کی ایک قسم ہے اور وہ نجس ہے اگر شرعی طور پر رنگوں میں اس کی آمیزش ثابت ہو جائے تو تین بار اس کا دھونا کپڑوں کی طہارت کے لیے کافی ہے بلکہ اس پر باقاعدہ پانی کا بہا دینا بھی کافی ہے اور اگر رنگوں میں اسپرٹ کی آمیزش شرعی طور پر ثابت نہ ہو تو وہ رنگ۔ اور اس سے رنگی ہوئی لکڑیاں پاک ہیں۔

ما جواب صحیح واللہ تعالیٰ اعلم۔
ضیاء المصطفیٰ قادری غفرلہ
یکم صفر المظفر ۱۴۱۲ھ

مومن وہ ہے جو اُن کی عزت پہ مرے دل سے

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی

سونے کو تپائیں جب کچھ میل ہو یا کچھ میل
کیا کام جہنم کے دھرے کو کھرے دل سے

آتا ہے ... والا یوں ذوق طواف آنا
دل جان سے صدقے ہو سر گرد پھرے دل سے

اے ابر کرم فریاد فریاد جلا ڈالا
اس سوزش غم کو ہے ضد میرے ہرے دل سے

دریا ہے چڑھا تیرا کتنی ہی اڑائیں خاک
اتریں گے کہاں مجرم ... عفو ... دل ...

مومن وہ ہے جو اُن کی عزت پہ مرے دل سے
تعظیم بھی کرتا ہے نجدی تو مرے دل سے

واللہ وہ سن لیں گے فریاد کو پہنچیں گے
اتنا بھی تو ہو کوئی جو آہ کرے دل سے

بچھڑی ہے گلی کیسی بگڑی ہے بنی کیسی
پوچھو کوئی یہ صدمہ ارمان بھرے دل سے

کیا اس کو گرائے دہر جس پر تو نظر رکھے
خاک اس کو اٹھائے حشر جو تیرے گرے دل سے

بہکا ہے کہاں مجنوں لے ڈالی بنوں کی خاک
دم بھر نہ کیا خیمہ لیلیٰ نے پرے دل سے

کیا جانیں یم غم میں دل ڈوب گیا کیسا
کس تہ کو گئے ارمان اب تک نہ ترے دل سے

کرتا تو ہے یاد اُن کی غفلت کو ذرا روکے
للہ رضا دل سے ہاں دل سے ارے دل سے

کلامِ امام

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ

عرش حق ہے مسند رفعت رسول اللہ کی
دیکھنی ہے حشر میں عزت رسول اللہ کی

قبر میں لہرائیں گے تا حشر چشمے نور کے
جلوہ فرما ہوگی جب طلعت رسول اللہ کی

کافروں پر تیغ والا سے گری برق غضب
ابر آسا چھا گئی ... ہیبت رسول اللہ کی

لا و ربّ العرش جس کو جو ملا ان سے ملا
بٹتی ہے کونین میں نعمت رسول اللہ کی

وہ جہنم میں گیا جو ان سے مستغنی ہوا
ہے خلیل اللہ کو حاجت رسول اللہ کی

سورج الٹے پاؤں پلٹے چاند اشارے سے ہو چاک
اندھے نجدی دیکھ لے قدرت رسول اللہ کی

تجھ سے اور جنت سے کیا مطلب وہابی دور ہو
ہم رسول اللہ کے جنت رسول اللہ کی

ذکر روکے فضل کاٹے نقص کا جویاں رہے
پھر کہے مردک کہ ہوں امت رسول اللہ کی

نجدی اس نے تجھ کو مہلت دی کہ اس عالم میں ہے
کافر و مرتد پہ بھی رحمت رسول اللہ کی

ہم بھکاری وہ کریم ان کا خدا ان سے فزوں
اور نا کہنا نہیں عادت رسول اللہ کی

اہل سنت کا ہے بیڑا پار اصحاب حضور
نجم ہیں اور ناؤ ہے عترت رسول اللہ کی

خاک ہو کر عشق میں آرام سے سونا ملا
جان کی اکسیر ہے الفت رسول اللہ کی

ٹوٹ جائیں گے گنہگاروں کے فوراً قید و بند
حشر کو کھل جائے گی طاقت رسول اللہ کی

یارب اک ساعت میں دھل جائیں سیہ کاروں کے جرم
جوش پر آجائے اب رحمت رسول اللہ کی

ہے گلِ باغ قدس رخسار زیبائے حضور
سروِ گلزار قدم قامت رسول اللہ کی

اے رضا خود صاحب قرآں ہے مداح حضور
تجھ سے کب ممکن ہے پھر مدحت رسول اللہ کی

کلام حسن

حضرت علامہ حسن رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ

جو ہو سر کو رسائی اُن کے در تک
تو پہنچے تاج عزت اپنے سر تک

وہ جب تشریف لائے گھر سے در تک
بھکاری کا بھرا ہے در سے گھر تک

دہائی ناخدائے بیکساں کی
کہ سیلابِ الم پہنچا کمر تک

الٰہی دل کو دے وہ سوزِ الفت
پھنکے سینہ جلن پہنچے جگر تک

نہ ہو جب تک تمہارا نام شامل
دعائیں جا نہیں سکتیں اثر تک

گزر کی راہ نکلی رہ گزر میں
ابھی پہنچے نہ تھے ہم ان کے در تک

خدا یوں ان کی الفت میں گما دے
نہ پاؤں پھر کبھی اپنی خبر تک

بجائے چشم خود اٹھ۔ تا نہ ہو آڑ
جمالِ یار سے تیری نظر تک

تری نعمت کے بھوکے اہلِ دولت
تری رحمت کا پیاسا ابرِ تر تک

نہ ہوگا دو قدم کا فاصلہ بھی
الٰہ آباد سے احمد نگر تک

تمہارے حسن کے باڑے کے صدقے
نمک خوارِ ملاحت ہے قمر تک

شبِ معراج تھے جلوے پہ جلوے
شبستانِ دنیٰ سے ان کے گھر تک

بلائے جان ہے اب ویرانیٔ دل..!
چلے آؤ کبھی اس اجڑے گھر تک

نہ کھول آنکھیں نگاہِ شوقِ ناقص
بہت پردے ہیں حسنِ جلوہ گر تک

جہنم میں دھکیلیں نجدیوں کو
حسن بھولوں کو یوں پہنچائیں گھر تک

رویت ہلال کی شرعی حیثیت

از: معمار ملت علامہ شبیہ القادری، پوکھریرہ وی۔ سیوان

اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا ہے۔

یسئلونک عن الاھلۃ قل ھی مواقیت للناس والحج

ترجمہ: اے محبوب تم سے لوگ ہلال کے بارے میں سوال کرتے ہیں تم فرما دو کہ لوگوں کے کاموں اور حج کے لئے اوقات ہیں۔ اسی لئے حضور اکرم نے ارشاد فرمایا۔ صوموا لرؤیتہ وافطروا لرؤیتہ یعنی چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر روزہ چھوڑو۔ ان غم علیکم فاکملوا ثلثین۔ اور اگر بادل ہو اور تم چاند نہ دیکھ سکو تو تیس پورے کر لو۔

چونکہ دین امور کی اہمیت ہے۔ بالخصوص روزہ نماز عید تراویح وغیرہ اور جو چیز جتنی اہم ہوتی ہے اتنا ہی تعزیرات کا پہرہ بٹھایا جاتا ہے۔ اسی لئے انیس رمضان المبارک کو عید کے ثبوت رویت ہلال کے لئے فرمایا گیا دو مرد عادل عاقل بالغ یا ایک مرد اور دو عورتوں کی شہادت معتبر ہوں گی لیکن رمضان المبارک کے لئے ابر و باد ہو تو ایک عادل آدمی کی شہادت معتبر ہوگی۔ جس کو قرآن پاک نے یوں فرمایا ہے۔

واستشھدوا شھیدین من رجالکم فان لم یکونا رجلین فرجل وامراتن ممن ترضون۔

ترجمہ: اور دو گواہ کر لو اپنے مردوں میں سے پھر اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں گواہ جن کو پسند کرو تم اور ہمارے علماء تو اسی کو حق اور درست کہتے ہی ہیں۔ مگر مولوی اشرف علی تھانوی دیوبندی نے لکھا ہے کہ اگر آسمان صاف ہو تو چار آدمی کے کہنے سے بھی چاند ثابت نہ ہوگا۔ رمضان کا چاند ہو تو عید کا البتہ اتنی کثرت سے لوگ دیکھنا بیان کریں کہ دل گواہی دینے لگے یہ سب بات بنا کر نہیں آئے ہیں۔ بہشتی زیور حصہ سوم

ہے دل میں طوفان وفا آنکھوں میں سیل اشتیاق
عشق سے پہلے مذاق عاشقی پیدا کرو

اب رہی شہادت تو شہادت کی حیثیت شرع نے متعین کر دی ہے۔ اگر کسی نے یہ شہادت دی کہ فلاں فلاں آدمی نے چاند دیکھا ہے تو یہ شہادت نہیں ہوگی بلکہ فلاں فلاں کے چاند دیکھنے کا یہ تذکرہ ہے جس کو خبر

تو کہہ سکتے ہیں۔ مگر شہادت نہیں کہہ سکتے۔ خبر کہتے ہی
ہیں اس چیز کو جس میں سچ یا جھوٹ کا شبہ ہو یعنی یہ بات
سچ بھی ہو سکتی ہے اور جھوٹ بھی ہو سکتی ہے۔ جیسے جے
پی کے مرنے کا اعلان ہوا پھر گھنٹہ دو گھنٹہ کے بعد معلوم
ہوا کہ یہ زندہ ہے اس لئے دنیاوی عدالت بھی ایسی
شہادت کو نہیں مانتی ہے۔ جیسے کسی کے وکیل نے عدالت
میں کسی سے پوچھا کہ تم نے فلاں کو قتل کرتے دیکھا تو گواہ نے
کہا کہ دیکھا نہیں بلکہ فلاں نے مجھے بتایا یا سنا ایسی صورت
میں وکیل اور جج دونوں برہم ہو گئے اور کہا کہ تم نے
دیکھا نہیں تو کس لئے کیوں گواہی دینے چلا آیا
دنیاوی عدالت امکان نقص شہادت میں اتنی
چاق و چوبند ہے تو شرعی عدالت کب اسے روا
رکھے گی جس سے فرائض و واجبات ادا ہوتے ہیں؟

سمجھ سکتا ہے کون اس راز کو جز اہل میخانہ
لباس صبح میں کتنی بھیانک شام ہے ساقی

صاحب درمختار نے بھی بیان کیا لولا
شہدوا برویتہ غیرہم لانہ حکایۃ۔
اگر دوسرے لوگ چاند دیکھنے کی شہادت دیں تو
قابل اعتبار نہیں اس لئے کہ یہ شہادت نہیں یہ حکایت
ہے اس توضیح سے معلوم ہوا کہ ریڈیو، ٹیلیفون، اور
ٹیلی ویژن اور جنتری وغیرہ کی خبر رویت ہلال کے
سلسلہ میں بالکل غیر معتبر ہے اس لئے کہ صرف
یہ خبر اور حکایت ہے شہادت مطلق ہمارے
علماء کی زبان اور قلم تو اس معاملہ میں محتاط ہے
مولوی رشید احمد گنگوہی نے بھی لکھا کہ گواہ عادل
اور متدین ہو
فقط نماز پڑھنے سے عادل نہیں
ہوتا بلکہ عادل وہ جو سب کبائر سے مجتنب اور صغائر

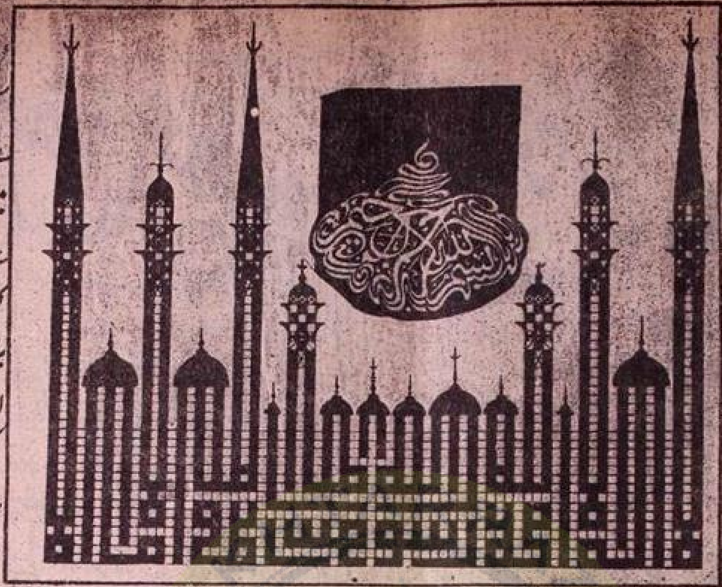
پر مصر نہ ہو وہی شہادت کے لائق ہے۔ اب
بتائیے کہ ریڈیو پر خبر دینے والے بفرض غلط شہادت
دینے والے کتنے آدمی ہیں جو نمازی کے ساتھ
ساتھ عادل اور متدین بھی ہوں۔ اور مولوی رشید احمد
گنگوہی نے یہ بھی لکھا ہے کہ کوئی خبر کافر سے سنی جائے
تو واجب عدم قبول ہو جاتی ہے۔

فتاویٰ رشیدیہ ۳۶۵

یعنی واجب ہو جاتا ہے کہ اس کی اطلاع نہ مانی
جائے اب آپ ہی بتائیے کہ ریڈیو اسٹیشن پر سارے
کافر ہی رہتے ہیں اگر مان بھی لیا جائے کہ چند مسلمان
بھی رہتے ہیں۔ تو وہ فاسق ضرور رہتے ہیں۔ جس کی اطلاع مولوی رشید احمد
گنگوہی نے اور ان کے یہاں بھی بالکل غیر معتبر ہے۔

ہے۔ ٹپک اے شمع آنسو بن کے پروانوں کی آنکھوں سے
سراپا درد ہو حسرت بھری ہے داستاں میری

میں اپنی ابتدائی تعلیم مدرسہ حمیدیہ
دربھنگہ کے اپنے ایک بد عقیدہ ہم سبق اور دیوبندیوں
کی امارت شرعیہ کے قاضی جناب مجاہد الاسلام سے
پوچھنا چاہتا ہوں کہ جب آپ کے علماء کافر کی توسط
کے بعد خبر کو بھی غیر معتبر کہتے ہیں تو پھر آپ کیوں ٹاٹا
اور دربھنگہ سے ٹیلیفون کی خبر کو خلاف شرع شہادت
سمجھ لیتے ہیں جب کہ شریعت کا قانون ہے کہ عین
شہادت خود قاضی اور مفتی کے پاس قضا میں آکر
شہادت دے پردے کی شہادت نہیں تسلیم
کی جائے گی۔ دراں حالیکہ ریڈیو پر سیکڑوں میل
کے پردے حائل رہتے ہیں پھر اس کی خبر بفرض
غلط شہادت کیسے درست ہو سکتی ہے۔
آپ کے مندرجہ ذیل دیوبندی اور
غیر مقلد کے علماء بھی تار ٹیلیفون ریڈیو، وائرلیس



ٹائکل، خط، جنتری اور بازاری افواہ وغیرہ کو رویت ہلال کے سلسلہ میں غیر معتبر سمجھتے ہیں۔ جیسے مولوی رشید احمد گنگوہی، مولوی اشرف علی تھانوی، مولوی شفیع، مفتی دیوبندی مولوی کفایت اللہ دیوبندی دہلی، محمود الحسن مفتی سہارنپوری مولوی احمد سعید دیوبندی، مولوی سلیمان ندوی، مولوی عبد الخبیر بقول خود اہل حدیث پٹنہ وغیرہ۔

ہوا ہے مدعا کا فیصلہ اچھا مرے حق میں
زلیخا نے خود کیا پاک دامن ماہ کنعاں کا

یہ کتنی بڑی آپ کی سعادت مندی ہے کہ آپ اپنے اسلاف کے مدفن پر ان کے خلاف عمل کر کے اپنے اقتدار کا محل تعمیر کرنا چاہا ہے۔

دیکھ مسجد میں شکست رشتۂ تسبیح شیخ
بت کدہ میں برہمن کی پختہ زناری بھی دیکھ

بہر حال آپ تو خود فریب خوردہ ہیں بیچاری سنی عوام کو ریڈیو پر رویت کی خبر دلوا کر ان کے ایمان و ایقان کو تباہ مت کیجئے۔ ہمیشہ سے آپ اپنے مسلک کے بنیادی محور کے تقاضے کے مطابق شب و روز پھلواری شریف کے خانقاہ کے سارے شعار سے برسر پیکار رہے ہیں تاہم رویت ہلال کے معاملہ میں آپ اپنے مکر سے خانقاہ سے سٹ گئے ہیں جس سے عوام دھوکہ کھا جاتی ہے اور سمجھتی ہے کہ پھلواری شریف خانقاہ سے بھی اعلان ہو رہا ہے بیچاری سنی عوام کیا جانتی ہے کہ پھلواری شریف میں جو امارت شرعیہ ہے اس کے سارے کل پرزے دیوبندیوں کے ہیں اور دیوبندی مشن کی تبلیغ وہاں سے ہوتی ہے۔ آپ کا خانقاہ سے سٹنا دال میں کالا ہونے کی حیثیت سے ہے۔ اسکو ہمارے علماء حق ہی خوب سمجھتے ہیں۔

کفر کی تلقین واعظ کی زباں پر الاماں
رہبری کی آڑ لے کر رہزنی بڑھتی گئی

اب مزید سلسلہ کلام فضول ہے اتنا یاد رکھئے ٹیلیفون اور تار کی شہادت کو رویت ہلال کے سلسلہ میں مطلق ناجائز سمجھتے ہیں۔ اور آپ کے اسلاف بھی نادرست سمجھتے ہیں لہذا اس کے خلاف کر کے فریب میں مت ڈالئے۔

تیر و سنان و خنجر و شمشیر آرزو ست
با من میا کہ مسلک شیرم آرزو ست

بہر حال بقول حضرت علامہ مفتی شریف الحق صاحب امجدی مبارکپوری، ریڈیو سے روزہ چھوڑنے نماز عید پڑھنے والے چار گناہوں کے مرتکب ہیں۔

۱۔ ایک یہ ہے کہ غیر شرعی طریقے کو شرعی طریقہ جان کر اس پر اعتماد کیا۔

۲۔ دوم یہ ہے کہ دوسرے دن تیس رمضان کی تاریخ تھی اس لئے اس دن روزہ رکھنا فرض تھا

بقیہ صفحہ ۹۰ پر

حضور مفتی اعظم ہند اپنے فتاویٰ کی روشنی میں

ادارہ

اللہ رب العلمین جل وعلا کا امت مسلمہ پر یہ احسان عظیم رہا ہے کہ جب کبھی مسلمانوں کا جہاز بھنور میں پھنسا ہے اس کی حفاظت اور سالمیت کا انتظام فرمایا ہے۔ جب کبھی حضور دو عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے غلاموں کو مصائب و آلام نے آگھیرا ہے تو اللہ تبارک وتعالےٰ نے ان کی نجات اور چھٹکارے کی کوئی نہ کوئی راہ نکال دی ہے۔ اللہ جل شانہ نے اپنے کامل و اکمل ومکمل دین کی خدمت اور حفاظت مجتہدین، مصلحین اور مفتیان شرع متین سے کراتا رہا ہے ابتداء اسلام سے آج تک اسلامی تعلیمات کے زیر اثر جن مردان حق نے بھی راحت و آرام کی زندگی کو چھوڑ کر نہایت پامردی اور جرأت کے ساتھ تکالیف و مصائب برداشت کیں دین حق کی عظمت و سربلندی کے لئے اپنی دماغی صلاحیتوں کو صرف کیا بلکہ اپنی جان کی بازی لگادی ان کی اس بے لوث خدمت اور خلوص کی بدولت ان گرامی قدر ہستیوں کے مبارک نام آج بھی تاریخ کے صفحات پر سنہرے حروف سے لکھے ہوئے ہیں۔

زہد وتقوٰی کے نیر جہانتاب، جود و کرم کے سحاب فضائے عظمت کے عقاب، خلق کی روشنی کتاب حضور بقیۃ السلف حضرت علامہ مولانا الحاج الشاہ آل رحمٰن محی الدین محمد مصطفےٰ رضا خاں صاحب نوری قادری رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی ذات بابرکات بھی ان حضرات میں شمار ہوتی ہے۔ آپ کی شخصیت بڑی پروقار، علم و فضل میں شہرۂ آفاق، تفقہ و تدبر میں یگانۂ روزگار اور صلاح و تقویٰ کی شاہ کار تھی یہاں تک کہ اس ذات گرامی نے اپنا سارا سرمایۂ حیات، اپنی پوری توانائیاں، اپنی ساری صلاحیتیں اپنی زندگی کا ایک ایک لمحہ اور ایک ایک سانس خداوند عالم جل وعلا کی خوشنودی اور دین اسلام کی سربلندی کے لئے وقف کردیا تھا۔

آج کی اس نورانی بزم میں میرے مقالے کا عنوان "حضور مفتی اعظم ہند اپنے فتاویٰ کی روشنی میں" ہے فطرت انسانی کی دو قسمیں ہیں۔ ایک تو وہ فطرت ہے جس پر انسان پیدا کیا گیا ہے۔ اور ایک وہ جسے اس نے اپنا لیا ہے۔ مثلاً ایک شخص منطق و فلسفہ پڑھتا ہے۔ اس کے اصول وضوابط کو یاد کرتا ہے۔ نصاب میں، داخل شدہ کتابوں کے ورق ورق سطر سطر اس کی نظر ہوتی ہے تب کہیں وہ منطقی اور فلسفی کہلانے کا حقدار ہوتا ہے مگر ایک شخص وہ بھی ہے جس نے منطق وفلسفہ کے اصول مرتب کئے۔ اس کی اصطلاحیں وضع کی قانون بنایا اس کو امثال سے واضح کیا تو معلوم ہوا کہ پہلا شخص پڑھ لکھ کر منطقی اور فلسفی ہوا ہے مگر اس کے برعکس دوسرا شخص پڑھ لکھ کر منطقی نہیں ہوا ہے بلکہ قدرت نے اسے اسی فطرت پر پیدا کیا ہے کہ اس نے اپنی عقل اور دانائی سے منطق و فلسفہ کے اصول مرتب کئے بس کچھ ایسی ہی مثال حضور مفتی اعظم ہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہے کہ ان کے ہم عصر علمائے کرام نے فقہ میں دسترس تو حاصل کیا مگر پڑھ کر۔ اس کے جزئیات وکلیات یاد کرکے قیاس کے طریقہ سیکھ کر لیکن حضور مفتی اعظم ہند رضی اللہ

تعالےٰ عنہ کا تفقہ فی الدین صرف حاصل کردہ نہیں تھا بلکہ ان کی سرشت اور فطرت اسی سانچے میں ڈھلی ڈھلائی تھی۔ وہ اسی فطرت پر پیدا کئے گئے تھے۔ مثال کے طور پر ہم جیسے لوگ اخلاق دیکھتے ہیں۔ محاسن کو تلاش کرتے ہیں جیسن وغیرہ، اچھائیوں اور برائیوں میں فرق پیدا کرنے کے لئے ذہنی تگ ودو کرتے ہیں مگر اس کے برعکس رسول مکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم اخلاق کو ڈھونڈتے نہیں ہیں بلکہ ان کا ہر قول وفعل اخلاق کا سرچشمہ ہے اسی کو اخلاق کا معیار کہا جاتا ہے جیسا کہ رب قدیر ارشاد فرماتا ہے۔

آیت کریمہ کا ترجمہ ہے۔ اے مصطفےٰ آپ خلق عظیم پر پیدا کیگئے پتہ چلا کہ رسول مکرم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا اخلاق دوسروں سے حاصل کردہ نہیں تھا بلکہ خلق عظیم ان کی سرشت اور فطرت تھی۔ بس اسی طرح حضور مفتی اعظم ہند رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا فقہ اور ان کی فتویٰ نویسی عطیہ الٰہی اور فیضان رسالت پناہ ہے جیسا کہ سید عالم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

یہی وجہ ہے کہ علمائے معاصرین کسی مسئلہ کے ثبوت میں دلائل کے انبار لگا دیئے ہیں مگر حضور مفتی اعظم ہند رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا ایک انکار ان کے سیکڑوں دلائل پر بھاری ہوتا ہے اس لئے کہ یہ علماء مسائل کو دلائل کی روشنی سے دیکھ رہے ہیں لیکن انکار کرنے والا فنی دلائل کے ساتھ ضمیر کی آواز بھی رکھتا ہے اور اس اور اک وجدان بھی جو ان دلائل پر پہاڑ سے زیادہ وزنی ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر لاؤڈ اسپیکر پر نماز کے جائز ہونے کی بہت سے علماء کی نئی نئی دریافتیں اور دلائل وبراہین کے انبار ایک طرف ہیں اور حضرت کا انکار ایک طرف جس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص نہیں انکار کر رہا ہے بلکہ شرعی فطرت انکار کر رہی ہے ایسا کیوں ؟ صرف اس لیئے کہ حضور مفتی اعظم ہند رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے علم فقہ پڑھا تھا اور اس کے ساتھ ساتھ آپ کی فطرت وسرشت شرعی سانچے میں ڈھلی ڈھلائی بھی تھی۔

ایک مرتبہ حضرت دار الافتاء میں تشریف لے گئے۔ ملک العلماء مولانا ظفر الدین صاحب بہاری فتویٰ نویسی کے کام میں مصروف [illegible] بہاری نے الماری سے فتاویٰ رضویہ نکالا اور اس میں کچھ تلاش کرنے لگے۔ مفتی اعظم نے فرمایا کیا فتاوی رضویہ سے جواب لکھتے ہیں ؟ ملک العلماء نے فرمایا بغیر دیکھے ہی لکھ دیں۔ مفتی اعظم نے اسی وقت قلم اٹھا کر فتویٰ دیا۔ رضاعت کے سلسلہ میں فتویٰ تھا اصلاح کی غرض سے حضور مجدد دین وملت اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی بارگاہ میں پیش ہوا۔ جواب درست پاکر اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالےٰ عنہ از حد مسرور ہوئے اور صح الجواب بعون الملک الوہاب لکھ کر تصدیق فرمادی۔ اور آپ کو ابو البرکات محی الدین ال رحمٰن محمد عرف مصطفےٰ رضا خاں کی مہر بنوا کر عطا فرمائی۔ اس وقت آپ کی عمر شریف ۱۳ سال اور بعض روایات سے ۱۸ سال کی تھی۔ اور اسی وقت سے آپ کی فتویٰ نویسی کا آغاز ہوا جو آخر عمر تک جاری رہی۔

سیدنا اعلیٰ حضرت کا وہ شہزادہ جس نے دار العلوم منظر اسلام میں دوران تعلیم پہلا فتویٰ تحریر فرما کر مفتی کی حیثیت سے منصب افتاء پر فائز ہوا جب آپ کے علم وفن کی صلاحیت اور فقہی مہارت اجاگر ہوتی چلی گئی تو آپ مفتی اعظم ہند کہلائے اور ایسے کہلائے کہ یہ لقب ہی گویا آپکا اسم ہو گیا۔ جہاں مفتی اعظم ہند بولا گیا وہاں صرف آپ ہی کی ذات مراد لی گئی اور آپ کی فقہی عظمت صرف ہندوستان ہی تک محدود نہ رہی بلکہ وہ وقت بھی آیا جب آپ مفتی اعظم عالم بن کر جلوہ فگن ہوئے آپ کے پاس عرب، افریقہ، امریکہ، انگلینڈ، عراق مصر، لنکا، ملیشیا، بنگلہ دیش اور پاکستان سے ہزاروں آئے اور آپ نے ان سب کا جواب تحریر فرمایا رضی اللہ تعالیٰ عنہ



جشن صد سالہ

حضور مفتی اعظم کے منصوبوں پر اس وقت صرف ہندوستان ہی نہیں بلکہ دنیا کے مختلف شہروں میں کچھ بنیادی کام ہوئے جیسے مساجد، لائبریریاں، ہال، دواخانہ، لڑکوں کے نام اور سبیل نوری کا انعقاد ہو چکا ہے۔ ان منصوبوں کو رضا اکیڈمی بمبئی کے بانی حضرت مولانا محمد سعید نوری صاحب قبلہ نے ترتیب دیا تھا۔ انہیں منصوبوں میں سے ایک منصوبہ پر عمل کرتے ہوئے سنی رضوی برادران بمبئی نے ایک عظیم الشان سنگ مرمر کی سبیل نوری، محمد علی روڈ بمبئی میں تعمیر کی جس کی چوڑائی تقریباً سات فٹ اور اونچائی بارہ فٹ ہے۔ اس سبیل کی خاص خوبی یہ ہے کہ اس میں پانی پینے کی نشستیں بنائی گئی ہیں۔ اس کا افتتاح جانشین حضور مفتی اعظم تاج الاسلام حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں قبلہ ازہری اور شہزادہ ریحان ملت حضرت مولانا قاری تسلیم رضا خاں کے مبارک ہاتھوں سے ہوا۔

خصائص و کمالات رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

سید محمد بن علوی مالکی
ترجمہ: سید اسرار بخاری

خصائصِ رسول

اللہ تعالیٰ نے سیدنا محمد علیہ افضل التحیۃ والسلام کو کئی فضائل و کرامات سے نوازا تھا، جن میں سے ہم مشہور و معروف کا اختصار کے ساتھ یہاں ذکر کریں گے اگرچہ ہم نے بعض کے بارے میں اس کتاب کے متفرق مقامات پر تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ اس باب میں ہم ان سب کو اکٹھا کرتے ہیں۔

آپ کی پہلی خصوصیت یہ ہے کہ آپ انبیاء کرام علیہم السلام میں سب سے پہلے تخلیق کیے گئے۔ اور آپ اس وقت نبی تھے جب کہ آدم روح و جسم کے درمیان تھے۔

خدا تعالیٰ نے تمام نبیوں سے یہ عہد لیا تھا کہ وہ اس پر ایمان لائیں گے اور اس کی تائید کریں گے۔ جیسا کہ قول باری تعالیٰ ہے:

اِذْ اَخَذَ اللّٰہُ مِیْثَاقَ	اور یاد کرو جب اللہ نے پیغمبروں
النَّبِیّٖنَ لَمَآ اٰتَیْتُکُمْ	سے ان کا عہد لیا، جو میں تم کو کتاب
مِّنْ کِتٰبٍ وَّحِکْمَۃٍ ثُمَّ	اور حکمت دوں پھر تشریف لائے
جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ	تمہارے پاس وہ رسول کہ تمہاری
لِّمَا مَعَکُمْ لَتُؤْمِنُنَّ	کتابوں کی تصدیق فرمائے تو تم
بِہٖ وَلَتَنْصُرُنَّہٗ۔	ضرور بر ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور ضرور اس کی مدد کرنا۔

آپ کے بارے میں سابقہ کتابوں میں بشارت دی گئی، اور یہ کہ آپ کے نسب میں آدم علیہ السلام تک کوئی غلام نہیں گزرا۔

آپ کی والدہ ماجدہ نے آپ کی ولادت کے وقت اپنے اندر سے ایک نور نکلتا ہوا دیکھا جس کی روشنی میں انہیں شام کے محلات نظر آئے۔

گرمیوں کی دھوپ میں ایک بادل آپ پر سایہ کیے رہتا، ایک درخت کی ٹہنیں آپ پر جھک گئیں جب آپ اس کی طرف [illegible] آپ کے سینہ مبارک کو شق کیا گیا۔

جبریل علیہ السلام نے ابتداء وحی سے پہلے تین بار زور سے بھینچا، اللہ نے قرآن کریم میں آپ کے ایک ایک عضو کا ذکر فرمایا، قلب اطہر کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

مَا کَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰی	دل نے جھوٹ نہ کہا جو دیکھا
نَزَلَ بِہِ الرُّوْحُ الْاَمِیْنُ عَلٰی قَلْبِکَ	اسے روح الامین نے اتارا کر تمہارے دل پر

زبان کے بارے میں فرمایا:

وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی	اور وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے۔
فَاِنَّمَا یَسَّرْنٰہُ بِلِسَانِکَ	تو ہم نے اس قرآن کو تمہاری زبان میں آسان کیا۔

آپ کی آنکھوں کے بارے میں فرمایا:

مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی	آنکھ نہ کسی طرف پھری، نہ حد سے بڑھی

چہرۂ انور کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

قَدْ نَرٰی تَقَلُّبَ وَجْھِکَ فِی السَّمَآءِ۔	ہم دیکھ رہے ہیں بار بار تمہارا آسمان کی طرف منہ کرنا

آپ کے ہاتھ اور گردن کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

وَلَا تَجْعَلْ یَدَکَ مَغْلُوْلَۃً اِلٰی عُنُقِکَ	اور اپنا ہاتھ اپنی گردن سے بندھا ہوا نہ رکھ۔

آپ کی پشت مبارک اور سینہ مطہر کا ذکر یوں فرمایا:

اَلَمْ نَشْرَحْ لَکَ صَدْرَکَ	کیا ہم نے تمہارا سینہ کشادہ
وَوَضَعْنَا عَنْکَ وِزْرَکَ	نہ کیا اور تم پر سے تمہارا وہ بوجھ
الَّذِیْٓ اَنْقَضَ ظَھْرَکَ	اتار لیا جس نے تمہاری پیٹھ توڑی تھی۔

اور اللہ عز اسمہ نے آپ کا نام اپنے اسم محمود سے مشتق کیا جیسا کہ حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کہ:

وشق لہ من اسمہ لیجلہ

فذو العرش محمود وھذا محمد صلی اللہ علیہ وسلم

(آپ کی عزت افزائی کی خاطر اللہ نے اپنے نام سے آپ کا نام مشتق کیا، پس عرش والا محمود اور آپ محمد)

آپ سے پہلے کسی کا نام احمد نہیں رکھا گیا۔

آپ رات کو بھوکے رہ جاتے اور سیر ہو کر اٹھتے کہ آپ کا رب کھلا پلا دیتا۔

آپ کو پیچھے کی طرف سے بھی سامنے کی طرح نظر آتا تھا، جیسے روشنی میں دیکھتے اسی طرح تاریکی میں بھی دکھائی دیتا۔ آپ کا لعاب دہن کڑوے پانی کو میٹھا کر دیتا تھا۔

سماعت اور آواز میں اس قدر قوت تھی جو کسی اور کو حاصل نہیں۔

آپ کی آنکھیں سو جاتیں مگر دل جاگتا رہتا، آپ کو کبھی جمائی نہیں آئی۔

آپ کو کبھی احتلام نہ ہوا کیونکہ انبیاء علیہم السلام اس سے پاک ہیں۔

پسینہ مشک سے بڑھ کر خوشبودار تھا۔

طویل القامت شخص کے ساتھ چلتے تو اس سے طویل دکھائی دیتے۔

شب اسراء کو آپ کے پاس براق پر زین اور لگام لگا کر لایا گیا، بیان کیا جاتا ہے کہ آپ کے علاوہ انبیاء علیہم السلام براق کی ننگی پیٹھ پر سوار ہوتے تھے، آپ براق پر مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ اور وہاں سے بلند ترین مقام کی طرف تشریف لے گئے اور آپ کو اللہ نے اپنی بڑی نشانیاں دکھائیں، انبیاء علیہم السلام کی امامت کا منصب آپ کو عطا ہوا، اور آپ معراج کی شب انبیاء و ملائکہ کو نماز پڑھائی، آپ کو جنت اور دوزخ دکھائی گئی۔

آپ کلام اور رویت باری تعالیٰ سے فائز ہوئے، موسیٰ علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ نے پہاڑ پر کلام کیا تھا۔

آپ جدھر تشریف لے جاتے ملائکہ آپ کے پیچھے چلتے رہتے، اور غزوۂ بدر و حنین میں آپ کے ساتھ کفار کے خلاف جہاد میں بھی شریک ہوئے تھے۔

ہم پر واجب ہے کہ ان کی ذات اقدس پر درود و سلام بھیجیں جیسا کہ اللہ کا ارشاد ہے:

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ	بے شک اللہ اور اس کے فرشتے
عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ	درود بھیجتے ہیں اس غیب بتانے
اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ	والے (نبی) پر۔ اے ایمان والو!
وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا	ان پر درود اور خوب سلام بھیجو۔

آپ کو اللہ نے اپنی محکم کتاب قرآن عطا فرمائی جب کہ آپ اُمّی تھے، اللہ نے آپ پر نازل کیے گئے کلام کی خود حفاظت فرمائی جیسا کہ ارشاد ہے:

لَا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ	باطل کو اس کی طرف راہ نہیں، نہ
يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ	اس کے آگے سے نہ اس کے
تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ	پیچھے سے، اتارا ہوا حکمت والے
حَمِيْدٍ	سب خوبیوں سراہے کا۔

اور فرمایا:

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ	بیشک ہم نے اتارا ہے یہ قرآن
وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ۔	بیشک ہم خود اس کے نگہبان ہیں

یعنی اللہ اس کتاب کی تحریف، کمی بیشی سے خود حفاظت فرماتا ہے، اگر کوئی اس کتاب میں ایک نقطے یا ایک حرف کی تبدیلی کرے گا تو دنیا پکار اٹھے گی کہ وہ جھوٹا ہے حتیٰ کہ اگر کوئی بارعب بزرگ سے ایک حرف کی غلطی ہو جائے تو بچے اسے کہہ دیتے ہیں کہ شیخ آپ نے غلطی کی صحیح یوں ہے، الغرض ایسی حفاظت کسی اور کتاب کو حاصل نہیں ہوئی، الحادی قوتوں، یہود، نصاریٰ اور دیگر گمراہ لوگوں نے اپنی پوری کوشش کی مگر وہ اس کتاب مبین کو بدل نہ سکے، اور نہ ہی اسے کوئی نقصان پہنچا سکے۔

اللہ تعالیٰ قرآن کریم کے یاد کرنے والوں پر اس کا یاد کرنا آسان فرما دیتا ہے جیسا کہ ارشاد فرمایا:

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ	اور بیشک ہم نے آسان کیا قرآن

یہ ایک حقیقت ہے کہ قرآن مجید حفظ کرنے والے بچے بآسانی تھوڑی ہی مدت میں اسے یاد کر لیتے ہیں جب کہ دوسری قوموں کے افراد میں سے ایک بھی اپنی کتابوں کو یاد نہیں کر سکا، ہماری سہولت کے لیے قرآن مجید کو سات قراءتوں میں نازل کیا گیا، بلاشبہ قرآن حکیم رہتی دنیا تک اللہ کا باقی رہنے والا نشان ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آیۃ الکرسی کے ساتھ مخصوص فرمایا گیا اور اسی طرح انہیں مفصل، مثانی اور سبع طوال کے ساتھ تخصیص دی گئی۔ مفصل سورتوں میں سے آخری سورۂ والناس ہے جب کہ اس کی پہلی سورت میں اختلاف ہے۔ امام نووی نے سورۂ حجرات کو مفصل سورتوں میں سے پہلی سورت قرار دیا ہے۔ مثانی سے مراد سورۂ فاتحہ ہے اور سبع طوال کی پہلی سورۃ بقرہ اور آخری سورۃ انفال ہے۔

آپ کو مفاتیح خزائن عطا کی گئیں۔ بعض کا خیال ہے کہ مفاتیح خزائن سے مراد اسباب عالم ہیں تاکہ وہ لوگوں کو ان کی ضرورت کے مطابق نکال نکال کر عطا کریں۔ اللہ تعالیٰ ہر کسی کو دست محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے رزق عطا فرماتا ہے، جن کے ہاتھ سب کچھ دیں ہیں۔ آپ کو مفاتیح غیب بھی عطا کی گئیں، اور آپ جوامع الکلم عطا کیے گئے، اور آپ کو تمام عالم کے لوگوں کے لیے بھیجا گیا۔

جابر کی روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا: نبی اپنی ایک خاص قوم کے لیے بھیجا جاتا تھا جب کہ مجھے تمام سرخ و سیاہ (یعنی دنیا کی تمام قوموں) کے لیے مبعوث کیا گیا۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس قدر رعب عطا فرمایا تھا کہ ایک ماہ کی مسافت پر آپ کا رعب طاری ہو جاتا تھا، آپ کے لیے اموال غنیمت کو حلال کیا گیا جب کہ آپ سے پہلے کسی کے لیے حلال نہیں ہوئے اور اللہ نے آپ اور آپ کی امت کے لیے ساری زمین کو سجدہ گاہ اور پاکیزہ بنا دیا۔

آپ کا معجزہ روز قیامت تک باقی رہے گا جب کہ تمام انبیاء کرام کے معجزات وقتی تھے، قرآن کریم رہتی دنیا تک قائم و باقی ہے اور آپ کا معجزہ ہے

آپ تمام انبیا اور رسل علیہم السلام میں سے آخری ہیں۔

آپکے تمام معجزات تمام انبیاء علیہم السلام سے زیادہ ہیں۔

آپ کی شریعت قیامت تک جاری رہے گی۔ اور سابقہ تمام شریعتوں کو منسوخ کرتی ہے، اور روز قیامت آپ کے پیروکاروں کی تعداد تمام انبیاء کے پیرکاروں سے زیادہ ہوگی، اگر انبیاء علیہم السلام آپ کا زمانہ پاتے تو ان پر آپ کی اتباع واجب ہوتی، آپ کو جنوں کے لیے بھی مبعوث کیا گیا اور ایک روایت میں ہے کہ آپ کو ملائکہ کے لیے بھی بھیجا گیا۔ آپ کو رحمۃ للعلمین کے اعزاز سے نوازا گیا۔

قرآن کریم میں تمام انبیاء علیہم السلام کو اللہ نے ان کے اسماء گرامی کے ساتھ مخاطب کیا جیسے یا آدم۔ یا نوح یا ابراھیم یا داؤد۔ یا زکریا۔ یا یحیی اور یا عیسی مگر آپ کو کہیں نام لے کر نہیں مخاطب کیا بلکہ یوں خطاب فرمایا:

یا یھا الرسول۔ یایھا النبی۔ یایھا المزمل اور یا یھا المدثر

آپ کا نام لے کر پکارنا آپ کی امت کے لیے حرام قرار دیا گیا۔ جیسا کہ فرمایا:

لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا

رسول کے پکارنے کو ایسا نہ ٹھرا لو جیسا تم میں ایک دوسرے کو پکارتا ہے۔

یعنی تم اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نام لے کر مت پکارو جیسے آپس میں ایک دوسرے کو پکارتے ہو اور نہ ہی آواز بلند کیا کرو، بلکہ نہایت عجز و انکساری اور عزت و احترام کے ساتھ یا رسول اللہ اور یا نبی اللہ کہہ کر ان سے مخاطب ہوا کرو۔

آپ سے بلند آواز کے ساتھ مخاطب ہونے کو بھی منع کیا گیا، جیسا کہ قرآن بیان کرتا ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ۔

اے ایمان والو اپنی آوازیں اونچی نہ کرو نبی کی آواز سے اور ان کے حضور بات چلا کر نہ کہو جیسے آپس میں ایک دوسرے کے سامنے چلاتے ہو کہ کہیں تمہارے عمل اکارت نہ ہو جائیں، اور تمہیں خبر نہ ہو۔

آپ کے حجرات کے باہر آواز لگانے پر اللہ نے یوں تادیب فرمائی:

اِنَّ الَّذِيْنَ يُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ

بے شک وہ جو تمہیں حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں ان میں اکثر بے عقل ہیں۔ اور اگر وہ صبر کرتے یہاں تک کہ تم آپ ان کے پاس تشریف لاتے تو یہ ان کے لیے بہتر ہے۔

آپ حبیب اللہ ہیں، آپ اللہ کے حبیب بھی تھے اور دوست بھی۔

اللہ نے آپ کی رسالت، زندگی، شہر اور زمانے کی قسم کھائی۔

آپ سے وحی کی تمام اصناف میں کلام کیا گیا۔

آپ سے اسرافیل علیہ السلام ملاقات کے لیے آئے جب کہ اس سے پہلے کسی نبی سے نہیں ملے، ابن عمر کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ مجھ پر ایک فرشتہ ایسا آسمان سے اترا جو مجھ سے قبل کسی نبی پر نازل نہیں ہوا اور نہ ہی میرے بعد کسی پر اترے گا، اور وہ فرشتہ اسرافیل علیہ السلام ہے اور اس نے مجھ سے کہا: میں اللہ کی جانب سے آپ کے پاس اس لیے آیا ہوں کہ آپ کو اطلاع دوں کہ اگر آپ چاہیں تو انسانی جامے میں پیغمبر بنا کر بھیجوں اور اگر پسند کریں تو فرشتے کے لباس میں آپ کو مبعوث کیا جائے، یہ سن کر میں نے جبریل کی طرف دیکھا تو اس نے کہ: انکساری اختیار کرنے کا اشارہ کیا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اولاد آدم کے سردار ہیں۔ مسلم نے روایت کیا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، روز قیامت میں اولاد آدم کا سردار ہوں گا اور لواء الحمد میرے ہاتھ میں ہوگا، اور یہ بھی اس پر کوئی فخر نہیں۔

آپ کے لیے اگلے پچھلے ذنب معاف فرما دیے گئے، قرآن شاہد ہے:

لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ

تاکہ اللہ تمہارے سبب سے گناہ بخشے تمہارے اگلوں کے اور تمہارے پچھلوں کے

بیضاوی نے آیت کی تشریح میں کہا، یعنی وہ تمام گناہ جو آپ سے بلا ارادہ ہوئے ہوں جن پر آپ کو عتاب کیا جا سکتا ہے

آپ اللہ کے نزدیک سب سے بڑھ کر صاحب عزت و کرامت ہیں، لہٰذا آپ تمام مرسلین اور ملائکہ مقربین سے افضل ہیں

میت سے قبر میں آپ کے بارے میں سوال ہوگا

آپ کی ازواج مطہرات کا آپ کے بعد کسی سے نکاح حرام کیا گیا ارشاد خداوندی ہے:

وَاَزْوَاجُهٗٓ اُمَّهٰتُهُمْ

اور ان کی بیبیاں ان کی مائیں ہیں

یعنی آپ کی ازواج مطہرات، آپ کے بعد سب لوگوں پر حرام ہیں جیسے ان کی مائیں ان پر حرام ہیں اور یہ تحریم آپ کی تکریم و عزت کی خاطر ہے۔

یہ بھی آپ ہی کی خصوصیت ہے کہ آپ کی بیٹیوں کی اولاد کو آپ سے منسوب کیا جاتا ہے جیسا کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے بارے میں آپ نے فرمایا: بے شک میرا یہ بیٹا سید و سردار ہے، اور قیامت کے دن ہر نسب منقطع ہو جائے گا سوائے میرے نسب کے، اور آپ نے فرمایا: ہر قرابت اور نسب قیامت کو منقطع ہو جائے گا سوائے میرے قرابت اور نسب کے۔

انبیاء علیہم السلام پر آپکی فضیلت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلتوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آپ کی صاحبزادی کی موجودگی میں ان پر دوسرا عقد کرنا جائز نہیں کیونکہ یہ امر ان کی اذیت کا باعث تھا ان کو اذیت پہنچانا بالاتفاق حرام ہے۔

مسور بن مخرمہ سے روایت ہے کہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے ابوجہل کی بیٹی سے نکاح کرنا چاہا جب کہ ان کے ہاں ان کی زوجہ بنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم موجود تھیں۔ جب سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اس کی خبر ہوئی تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں اور کہا: آپ کی برادری کے لوگ کہتے ہیں کہ آپ اپنی بیٹیوں کے بارے میں کسی پر ناراضگی کا اظہار تک نہیں کرتے، علی کو دیکھیں کہ وہ ابوجہل کی بیٹی سے نکاح کرنے والا ہے، مسور راوی یہ بیان کرتا ہے کہ سیدہ فاطمہ کی بات سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھے اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے بھی انہیں سنا کہ آپ نے یہ خطبہ ارشاد فرمایا: "امابعد — میں نے اپنی ایک بیٹی ابوالعاص ابن ربیع کے نکاح میں دی، اس نے مجھ سے جو بات کی وہ پوری کر دکھائی اور فاطمہ، محمد کی بیٹی میرا ٹکڑا ہے میں یہ ناپسند کرتا ہوں کہ کوئی اسے مصیبت میں ڈالے، اور بلاشبہ اللہ کے رسول کی بیٹی، اللہ کے دشمن کی بیٹی کے ساتھ ایک شخص کی نکاح میں کبھی جمع نہ ہوں گی راوی بیان کرتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ خطبہ چھوڑ کر چلے گئے

اور شیخین کی روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ میری بیٹی میرا ٹکڑا ہے جو چیز اسے بے چین کرے وہ مجھے بے چین کرتی ہے اور جس سے اسے ایذا پہنچے وہ میرے لیے بھی دکھ کا باعث ہوتی ہے

جس نے آپ کو خواب میں دیکھا اس نے واقعتاً آپ ہی کی زیارت کی کیونکہ شیطان آپ کی صورت میں نہیں آسکتا۔ اور مسلم کی روایت ہے کہ آپ نے فرمایا جس نے مجھے خواب میں دیکھا وہ عنقریب مجھے بیداری میں بھی دیکھے گا۔

کسی کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ آپ کی کنیت اختیار کرے، اس کا نام چاہے محمد ہو یا نہ ہو، دونوں صورتوں میں جائز نہیں۔ یہ امام شافعی کا مسلک ہے جب کہ امام مالک نے اسے جائز ٹھہرایا ہے

جس شخص نے ایک لحظہ بھی آپ کی خدمت اقدس میں گزارا وہ فضیلت صحابیت سے مشرف ہوا، جب کہ تابعی ہونے کے لیے کافی عرصہ تک صحابی کی صحبت میں رہنا ضروری ہے، یہ اہل اصول کا متفقہ موقف ہے۔

یہ آپ کے نبوت اور منصب عظیم کا اعجاز ہے کہ ایک نگاہ کرم سے جاہل واجڈ بدوی کو حکمت و دانش کی دولت سے مالا مال فرمایا۔

آپ کے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین تمام کے تمام عادل ہیں۔ آپ کی خدمت میں موجود صحابہ کو اللہ تعالیٰ نے یوں خطاب فرمایا:

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا	اور بات یونہی ہے کہ ہم نے تمہیں سب امتوں میں افضل کیا۔

یہاں وسطاً سے مراد عدول ہے، آپ کا ارشاد گرامی ہے: "تم میں سے اگر کوئی احد کے برابر سونا اللہ کی راہ میں خرچ کر ڈالے تو بھی میرے صحابہ کے مقام کے نصف تک کو نہیں پہنچ سکتا" اور آپ کا قول ہے "بہترین لوگ میرے قرن کے ہیں پھر وہ

آپ کے خصائص میں سے یہ بھی ہے کہ نمازی نماز کے دوران آپ کو یوں خطاب کرتا ہے، السلام علیک ایہا النبی۔ جب کہ آپ کے علاوہ کسی کے لیے ایسا نہیں نیز آپ ہی کی فضیلت ہے کہ اگر آپ کسی کو نماز کے دوران مخاطب کریں تو وہ نماز کے دوران آپ کو جواب دینے کا پابند ہے۔ آپ کے بارے میں جھوٹ بولنا ایسے نہیں جیسے دوسروں کے بارے میں، بلکہ ایسا کرنے سے راوی کی روایت قبول نہیں کی جاتی، چاہے وہ توبہ بھی کرلے یہ اصولیوں کے ہاں تسلیم شدہ امر ہے۔

آپ صغیرہ و کبیرہ گناہوں سے پاک ہیں، چاہے عمداً ہوں یا سہواً اور انبیاء علیہم السلام معصوم عن الخطا ہوتے ہیں۔

جس نے آپ کی شان میں گستاخی کی یا آپ کی ذات میں نقص ڈھونڈا اس کی سزا قتل ہے۔

یہ آپ کا حصہ ہے کہ جسے اس سے چاہتے مخصوص فرما دیتے جیسا کہ آپ نے خزیمہ رضی اللہ عنہ کی گواہی کو دو مردوں کی گواہی کے برابر قرار دیا، نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اعرابی سے گھوڑا خریدا، جس سے اعرابی پھر گیا، اتنے میں خزیمہ گواہی دیتا ہے تو میں تسلیم کرتا ہوں کہ میں نے گھوڑا بیچا ہے لہٰذا مجھے گھوڑے کی قیمت دے دیں، پھر آپ نے فرمایا اے خزیمہ! تو نے یہ سودا دیکھا نہیں گواہی کیسے دیتے ہو، خزیمہ نے عرض کیا، میں آسمان کی خبر پر آپ کی تصدیق کرتا ہوں تو کیا اس اعرابی کی خبر پر آپ کی تصدیق نہیں کروں گا۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خزیمہ کی گواہی کو دو مردوں کی گواہی کے برابر قرار دے دیا، یہی وجہ ہے کہ اسلام میں سوائے خزیمہ کے کسی عادل گواہ کی گواہی دو مردوں کے برابر نہیں۔

آپ پر حزن، طول غشی اور اندھاپن نہیں آسکتا کیونکہ یہ نقص ہے اور انبیاء علیہم السلام بے عیب ہوتے ہیں۔

یہ آپ ہی کی خصوصیت ہے کہ آپ نے ام عطیہ کو نوحہ کرنے کی اجازت دی، مسلم کی روایت ہے کہ ام عطیہ نے کہا جب یہ آیت نازل ہوئی،

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ يُبَايِعْنَكَ عَلٰٓى اَنْ لَّا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَيْـًٔا	اے نبی! جب تمہارے حضور مسلمان عورتیں حاضر ہوں اس پر بیعت کرنے کو کہ اللہ کا کچھ شریک نہ ٹھہرائیں گی۔

تو میں نے عرض کیا یارسول اللہ: سوائے آل فلاں کے، کیونکہ انہوں نے جاہلیت میں میری مدد کی، اب میرے لیے ضروری ہے کہ میں بھی ان کے ساتھ مدد کروں، تو آپ نے اجازت دی کہ ہاں سوائے آل فلاں کے

اسی ضمن میں یہ واقعہ بھی ہے کہ آپ نے اسماء بنت عمیس کو سیاہ لباس پہن کر سوگ منانے کی اجازت عطا فرمائی۔ ابن سعد نے روایت کیا کہ اسماء بنت عمیس نے کہا: جعفر بن ابی طالب کی موت پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: تین روز سیاہ لباس پہن کر سوگ مناؤ، پھر جو چاہو کرو۔

اسی طرح ابوبردہ بن نیار کو بکری کے ایک سال سے کم عمر بچے کی قربانی

سینے کی اجازت دی۔

ایک شخص کو صرف ایک سورت قرآن یاد ہونے پر ایک عورت سے نکاح فرمایا اور ساتھ یہ فرمایا کہ تیرے بعد کسی کے لیے یہ تاقیامت جائز نہ ہوگا۔

جب آپ اس جہانِ فانی سے پردہ فرما گئے تو لوگوں نے بغیر امام اور بغیر دعا کے جنازہ کے آپ کی نمازِ جنازہ گروہ در گروہ پڑھی، تین روز تک آپ کی تدفین نہیں کی گئی اور قبر مبارک میں آپ کے لیے مخمل کی چادر بچھائی گئی، جب کہ یہ دونوں امور جائے حق میں مکروہ ہیں۔

آپ کا جسدِ اطہر بوسیدہ نہیں ہو سکتا، اور اسی طرح دیگر انبیاء علیہم السلام کا۔

آپ کی میراث نہیں، اور اسی طرح تمام انبیاء علیہم السلام کی بھی میراث نہ تھی۔

آپ کا ارشاد گرامی ہے "ہم انبیاء کا گروہ کسی کو اپنا وارث نہیں بناتے۔"

آپ کے روضۂ اقدس پر ایک فرشتہ صرف اس لیے مقرر ہے کہ آپ تک لوگوں کے درود و سلام پہنچائے۔

حاکم کی روایت ہے کہ آپ نے فرمایا اللہ کے کچھ فرشتے زمین میں چلتے پھرتے رہتے ہیں جو میری امت کے سلام مجھ تک پہنچاتے ہیں، اور اصبہانی حمار سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا، اللہ کا ایک فرشتہ ہے جسے تمام بندوں کے سلام سننے کی طاقت عطا کی گئی ہے اور وہ ہر درود و سلام بھیجنے والے کے درود و سلام مجھ تک پہنچاتا ہے۔

آپ پر تمام امت کے اعمال پیش کیے جاتے ہیں اور آپ ان کے لیے بخشش طلب کرتے رہتے ہیں۔

یہ بات ثابت ہے کہ ہر روز آپ کی خدمت میں صبح و شام امت کے اعمال پیش کیے جا[تے ہیں]۔

آپ کا منبر مبارک حوضِ کوثر کے کنارے ہے، جیسا کہ روایت ہے کہ آپ نے فرمایا، میرا منبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ میں ہے، علماء میں سے کسی نے اس میں اختلاف نہیں کیا، اور آپ نے جس قدر امورِ غیب کے بارے میں ہمیں اطلاع دی ان پر ایمان رکھنا واجب ہے۔

آپ کے روضۂ اطہر اور منبر کے درمیان جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔

آپ کی قبر مبارک روزِ قیامت سب سے پہلے کھلے گی، جیسا کہ فرمایا، مجھ پر سے زمین سب سے پہلے پھٹے گی۔

روزِ قیامت آپ ستر ہزار ملائکہ کے جھرمٹ میں ہوں گے، ہر روز ستر ہزار فرشتے صبح کو آپ کے روضۂ اطہر پر حاضر ہوتے ہیں اور شام کو آسمانوں کی طرف چلے جاتے ہیں، پھر ستر ہزار ملائکہ کے جھرمٹ اترتے ہیں اور یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا تا آنکہ آپ ستر ہزار فرشتوں کے ساتھ میدانِ حشر میں ہوں گے۔ جو آپ کی عزت و تکریم کریں گے۔

آپ صراط پر سے سب سے پہلے گزرنے والے ہوں گے۔

حافظ سلفی نے روایت کیا کہ حشر کو آپ براق پر سوار ہوں گے۔

قیامت کے دن آپ نے جنت کا بہترین لباس زیبِ تن فرمایا ہوا ہوگا۔

آپ کا ارشاد ہے کہ "روزِ قیامت جب لوگوں کو اکٹھا کیا جائے گا تو میں اور میری امت ایک اونچے ٹیلے پر ہوں گے اور مجھے میرا رب سبز پوشاک پہنائے گا۔"

آپ عرش کے دائیں جانب کھڑے ہوں گے جہاں کوئی نہیں پہنچ سکے گا، اولین و آخرین اس مقام پر رشک کریں گے۔

آپ کو مقامِ محمود عطا کیا جائے گا۔

تمام انبیاء کرام علیہم السلام پر جو فضیلت سید الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے ان میں سے پہلی فضیلت یہ ہے کہ آپ کو تمام انبیاء علیہم السلام پر تخلیقِ نفس کے اعتبار سے اولیت حاصل ہے۔ آپ کی تخلیق کو سب سے پہلے وجود میں آنا اس روایت سے بھی ثابت ہوتا ہے جیسا کہ عمرو بن العاص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا کہ آپ نے فرمایا: اللہ نے لوگوں کی تقدیریں زمین اور آسمانوں کی تخلیق سے پچاس ہزار سال پہلے اس وقت لکھیں جب کہ اس کا عرش پانی پر کھڑا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں آپ کو خاتم النبیین ٹھہرایا جیسا کہ مسلم نے تخریج کی کہ بے شک محمد خاتم النبیین ہیں۔

ایک روایت میں آپ نے فرمایا، میں اس وقت بھی اللہ کے ہاں نبی تھا جب آدم مٹی کے خمیر میں تھے۔ اسے احمد، بیہقی اور حاکم نے روایت کیا اور اس کی سند کو صحیح مانا۔

ایک روایت میں یوں ہے کہ آپ سے استفسار کیا گیا کہ آپ کو کب نبوت عطا کی گئی؟ تو آپ نے فرمایا: "جب آدم روح و جسد کے درمیان تھے۔" ترمذی نے اسے روایت کیا اور حسن کہا۔

ایک روایت ہے: "میں تخلیق کے لحاظ سے تمام انبیاء سے پہلے اور دنیا میں مبعوث ہونے کے اعتبار سے آخری ہوں۔" اسے ابو نعیم نے دلائل النبوۃ میں، ابن ابی حاتم نے اپنی تفسیر میں اور ابن لال نے روایت کیا اور ترمذی نے اسے حسن کہا۔

یہ آپ ہی کی فضیلت ہے کہ آپ کے لیے انبیاء علیہم السلام سے میثاق لیا گیا جیسا کہ ارشادِ رب العالمین ہے:

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِیْثَاقَ	اور یاد کرو جب اللہ نے پیغمبروں
النَّبِیّٖنَ لَمَاۤ اٰتَیْتُكُمْ	سے ان کا عہد لیا جو میں تم کو کتاب
مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ	اور حکمت دوں پھر تشریف لائے
جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ	تمہارے پاس وہ رسول کہ تمہاری
لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ	کتابوں کی تصدیق فرمائے تو تم ضرور
بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ۔	بالضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور ضرور
	بالضرور اس کی مدد کرنا۔

انبیاء علیہم السلام کو آپ کا پیرو بنایا گیا اور ان کو آپ کی اطاعت کے لیے کہا گیا کہ وہ آپ کے زمانہ کو پاتے تو آپ کی اتباع ان پر واجب ہوتی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "اگر موسیٰ زندہ ہوتے تو میری بھی اتباع کرتے۔"

اللہ نے آپ کے ذکر کو انبیاء کے ذکر پر اولیت دی جیسا کہ فرمایا،

إِنَّا أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ كَمَا أَوْحَيْنَا إِلَىٰ نُوحٍ وَالنَّبِيِّينَ مِنْ بَعْدِهِ ۔ بیشک اے محبوب ہم نے تمہاری طرف وحی بھیجی جیسے نوح اور اس کے بعد کے پیغمبروں کو بھیجی۔

اللہ نے ہر نبی کو ان کے نام سے پکارا جیسے "يَا آدَمُ اسْكُنْ" "يَا نُوحُ اهْبِطْ" "يَا إِبْرَاهِيمُ أَعْرِضْ" "يَا مُوسَىٰ إِنِّي اصْطَفَيْتُكَ عَلَى النَّاسِ" "يَا دَاوُودُ إِنَّا جَعَلْنَاكَ" "يَا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ" "يَا زَكَرِيَّا إِنَّا نُبَشِّرُكَ" "يَا يَحْيَىٰ خُذِ الْكِتَابَ" مگر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تعظیماً نام سے نہیں پکارا بلکہ یوں خطاب فرمایا: "يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ" اور "يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ"۔ اسی طرح جب اللہ نے آپ کے تعارف کی خاطر آپ کا نام لینا چاہا تو اسے رسالت کے ساتھ ذکر کیا، جیسا کہ فرمایا: "وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ" اور "وَآمَنُوا بِمَا نُزِّلَ عَلَىٰ مُحَمَّدٍ وَهُوَ الْحَقُّ" جب ابراہیم خلیل اللہ کے ساتھ ان کا ذکر فرمایا تو خلیل اللہ کا ان کے نام کے ساتھ اور آپ کا لقب کے ساتھ ذکر فرمایا۔ قول باری تعالیٰ ہے: "إِنَّ أَوْلَى النَّاسِ بِإِبْرَاهِيمَ لَلَّذِينَ اتَّبَعُوهُ وَهَٰذَا النَّبِيُّ"۔

اللہ جل جلالہ نے اس بات کی خبر دی کہ سابقہ امتیں اپنے نبیوں کو ان کے اسمائے گرامی سے پکارتی تھیں جیسے "يَا هُودُ مَا جِئْتَنَا بِبَيِّنَةٍ" "يَا صَالِحُ قَدْ كُنْتَ فِينَا مَرْجُوًّا قَبْلَ هَٰذَا" "يَا مُوسَى اجْعَلْ لَنَا إِلَٰهًا كَمَا لَهُمْ آلِهَةٌ" اور "يَا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ هَلْ يَسْتَطِيعُ رَبُّكَ" جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو منع کیا کہ وہ آپ کو آپ کے اسم عالی کے ساتھ خطاب کریں، جیسا کہ فرمایا:

لَا تَجْعَلُوا دُعَاءَ الرَّسُولِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا ۔ رسول کے پکارنے کو آپس میں ایسا نہ ٹھہرا لو جیسا تم میں ایک دوسرے کو پکارتا ہے۔

اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا، کہ تم یا محمد نہ کہو بلکہ کہو یا رسول اللہ۔

تمام انبیاء علیہم السلام اپنی قوم کی طرف سے لگائے گئے الزامات سے خود اپنا دفاع کرتے تھے، جیسا کہ قوم نوح نے کہا:

إِنَّا لَنَرَاكَ فِي ضَلَالٍ مُبِينٍ ۔ ہم تمہیں کھلی گمراہی میں دیکھتے ہیں۔

تو نوح علیہ السلام نے اپنے دفاع میں کہا:

لَيْسَ بِي ضَلَالَةٌ ۔ مجھ میں گمراہی کچھ نہیں

قوم ہود نے کہا:

إِنَّا لَنَرَاكَ فِي سَفَاهَةٍ ۔ بیشک ہم تمہیں بے وقوف سمجھتے ہیں۔

تو انہوں نے جواب دیا:

لَيْسَ بِي سَفَاهَةٌ ۔ مجھے بے وقوفی سے کیا تعلق

فرعون نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا:

إِنِّي لَأَظُنُّكَ يَا مُوسَىٰ مَسْحُورًا ۔ اے موسیٰ! میرے خیال میں تو تم پر جادو ہوا۔

تو موسیٰ علیہ السلام نے کہا:

إِنِّي لَأَظُنُّكَ يَا فِرْعَوْنُ مَثْبُورًا ۔ اور میرے گمان میں تو اے فرعون تو ضرور ہلاک ہونے والا ہے۔

مگر اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے خود ان کا دفاع فرمایا، اور جب کفار نے آپ کے بارے میں کہا کہ: "وہ شاعر ہے" تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف سے یوں جواب دیا:

وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ ۔ اور ہم نے ان کو شعر کہنا نہ سکھایا

جب کفار نے آپ کو کاہن کہا تو اللہ نے فرمایا:

وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ ۔ اور نہ کسی کاہن کی بات

کفار نے آپ کو معاذ اللہ گمراہ کہا تو اللہ نے فرمایا:

مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ ۔ تمہارے صاحب نہ بہکے نہ بے راہ چلے۔

کفار نے آپ کو مجنون کہا تو اللہ نے فرمایا:

مَا أَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُونٍ ۔ تم اپنے رب کے فضل سے مجنون نہیں۔

کفار نے کہا:

إِنَّمَا أَنْتَ مُفْتَرٍ ۔ کہ تم تو یہیں تم خود دل سے بنالاتے ہو۔

اللہ نے ان کا رد فرماتے ہوئے کہا:

بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ قُلْ نَزَّلَهُ رُوحُ الْقُدُسِ ۔ بلکہ ان میں اکثر کو علم نہیں تم فرماؤ اسے پاکیزگی کی روح نے اتارا۔

اور فرمایا:

إِنَّمَا يَفْتَرِي الْكَذِبَ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْكَاذِبُونَ ۔ جھوٹ بہتان وہی باندھتے ہیں جو اللہ کی آیتوں پر ایمان نہیں رکھتے اور وہی جھوٹے ہیں۔

کفار نے کہا:

إِنَّمَا يُعَلِّمُهُ بَشَرٌ ۔ یہ تو کوئی آدمی سکھاتا ہے۔

تو اللہ نے ان کا یوں رد فرمایا:

لِسَانُ الَّذِي يُلْحِدُونَ إِلَيْهِ أَعْجَمِيٌّ وَهَٰذَا لِسَانٌ عَرَبِيٌّ مُبِينٌ ۔ جس کی طرف ڈھالتے ہیں اس کی زبان عجمی ہے اور یہ روشن عربی زبان۔

حق سبحانہ وتعالیٰ نے آپ کی زندگی کی قسم کھائی:

ابن عباس سے روایت ہے: اللہ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ بزرگی و شرافت والا کوئی پیدا ہی نہیں فرمایا، اور میں اللہ کو آپ کے علاوہ کسی کی زندگی کی قسم

کھاتے نہیں سنا، اللہ نے آپ کے بارے میں فرمایا:

اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ	وہ جو تمہاری بیعت کرتے ہیں وہ تو
اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ	اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں

اور آپ کے شہر کے بارے میں قسم کھاتے ہوئے اللہ نے فرمایا:

لَآ اُقْسِمُ بِھٰذَا الْبَلَدِ	مجھے اس شہر کی قسم کہ اے محبوب
وَاَنْتَ حِلٌّۢ بِھٰذَا الْبَلَدِ	تم اس شہر میں تشریف فرما ہو۔

میرے خیال میں اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ یہ فرماتا ہے کہ اے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں اس شہر مکہ کی قسم نہیں، اس لیے نہیں کھاتا کہ یہ عظیم ہے اور تم اعلم، یعنی تو اس شہر سے زیادہ صاحب مجد و شرف ہے، لہٰذا قسم کھاتا ہوں اس کی جو ان دونوں میں سے عظیم ہے یعنی آپ۔

اللہ نے انبیاء علیہم السلام کے احوال کی طرف اشارہ پہلے فرمایا اور بعد میں ان کی قبولیت توبہ کا ذکر کیا، جیسا کہ فرمایا:

وَعَصٰۤی اٰدَمُ رَبَّہٗ فَغَوٰی	اور آدم سے اپنے رب کے حکم میں
ثُمَّ اجْتَبٰہُ رَبُّہٗ	لغزش واقع ہوئی تو جو مطلب چاہا
فَتَابَ عَلَیْہِ وَ	تھا اس کی راہ نہ پائی، پھر اسے
ھَدٰی۔	اس کے رب نے چن لیا، تو اس پر
	اپنی رحمت سے رجوع فرمائی اور
	اپنے قرب خاص کی راہ دکھائی۔

موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں فرمایا:

اِنِّیْ قَتَلْتُ مِنْھُمْ نَفْسًا	میں نے ان میں ایک جان مار ڈالی ہے۔

پھر موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا یا رب مجھے معاف فرمادے اور اسے اللہ نے معاف فرمادیا۔

داؤد علیہ السلام کے بارے میں فرمایا:

لَقَدْ ظَلَمَکَ بِسُؤَالِ	داؤد نے فرمایا بیشک یہ تجھ پر زیادتی
نَعْجَتِکَ اِلٰی نِعَاجِہٖ وَاِنَّ	کرتا ہے کہ تیری دنبی اپنی دنبیوں
کَثِیْرًا مِّنَ الْخُلَطَآءِ	میں ملانے کو مانگتا ہے اور بیشک
لَیَبْغِیْ بَعْضُھُمْ عَلٰی بَعْضٍ	اکثر ساجھے والے ایک دوسرے
	پر زیادتی کرتے ہیں۔

اور پھر فرمایا:

فَغَفَرْنَا لَہٗ ذٰلِکَ	تو ہم نے اسے معاف فرمایا

سلیمان علیہ السلام کے بارے میں فرمایا:

وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَیْمٰنَ	اور بیشک ہم نے سلیمان کو جانچا

لیکن یہ آپ کی فضیلت ہے کہ اللہ نے آپ کی خطا کی بخشش کا ذکر بغیر ذکر خطا کے ذکر نہیں فرمایا۔ جیسا کہ ارشاد فرمایا:

لِیَغْفِرَ لَکَ اللّٰہُ مَا تَقَدَّمَ	تاکہ اللہ تمہارے سبب سے گناہ بخشے
مِنْ ذَنْۢبِکَ وَمَا تَاَخَّرَ۔	تمہارے اگلوں کے اور تمہارے پچھلوں کے۔

ابراہیم علیہ السلام نے بتوں کو توڑا جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہبل نامی بت کو کعبہ کی چھت سے نیچے گرایا اور فتح مکہ کے روز ۳۶۰ بتوں کی طرف اشارہ کیا تو وہ گر پڑے، جیسا کہ صحیح روایتوں سے ثابت ہے۔

حضرت ہود علیہ السلام کو پچھوائی ہوا کے ذریعے دشمنوں کے خلاف مدد دی گئی تو آپ کو پُروائی ہوا کے ذریعے دشمن کے خلاف مدد دی گئی جس نے غزوۂ خندق میں آپ کے دشمنوں کو تتر بتر کر دیا۔

حضرت صالح علیہ السلام کو اللہ نے ناقہ عطا فرمائی، جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اونٹوں نے سجدہ کیا۔

حضرت یوسف علیہ السلام کو نصف حسن عطا کیا گیا تھا اور آپ کو اللہ نے کل حسن سے نوازا تھا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے پتھر میں سے چشمہ نکلا، جب کہ آپ کی انگشت ہائے مبارک میں سے پانی کے چشمے اُبل پڑے، پتھر میں سے پانی کا نکلنا کوئی زیادہ تعجب کی بات نہیں، تعجب بالائے تعجب تو یہ ہے کہ پانی، گوشت اور خون میں سے پھوٹ نکلے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو معجزاتی عصا عطا کیا گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھجور کے خشک ستون میں سے رونے کی آواز آئی، اور یہ انتہائی حیرت انگیز بات ہے، اور کھجور کے تنے کی فریاد کا قصہ صحیح سے ثابت ہے، اتفاق یوں ہے کہ آپ کھجور کے ایک ستون سے ٹیک لگا کے خطبہ دیا کرتے تھے۔ جب آپ کے لیے منبر تیار کیا گیا تو آپ نے اس ستون کو چھوڑ دیا، جس پر ستون میں سے رونے کی آواز آئی اور اس کے رونے کی آواز اس اونٹنی کی فریاد سے مشابہ تھی جس کا بچہ گم ہو چکا ہو۔

حضرت داؤد علیہ السلام تسبیح کرتے تو ساتھ پہاڑ بھی شامل ہو جاتے تھے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مٹھی میں کنکریوں نے تسبیح بیان کی۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کو پوری دنیا کی حکومت دی گئی تھی اور آپ کے سامنے زمین کے خزانوں کی کنجیاں پیش کی گئیں مگر آپ نے انکار فرمایا:

حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے ایک ایسی ہوا مسخر کی گئی جس کے آنے اور جانے میں ایک ایک ماہ لگتا تھا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیت المقدس رات کے کچھ وقت میں پہنچے جب کہ وہ ایک ماہ کا فاصلہ تھا۔

آپ کا رعب و دبدبہ اس قدر تھا کہ ایک ماہ کی مسافت پر طاری ہو جاتا تھا جیسا کہ صحیح حدیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا: "میری مدد ایک ماہ کی مسافت پر طاری ہو جانے والے رعب کے ساتھ کی گئی" اور آپ کو عرش کی بلندی پر لے جایا گیا جہاں تک پہنچنے کے لیے پچاس ہزار برس درکار ہیں۔

حضرت سلیمان علیہ السلام پرندوں کی بولی سمجھ جاتے تھے، اور آپ نے اس اونٹ کی بات سمجھ لی تھی جو آپ کے پاس اپنے مالک کی زیادتی کی شکایت لے کر حاضر ہوا تھا اسی طرح آپ نے اس پتھر کی زبان سمجھ لی تھی جب اس نے آپ کو سلام کیا، اور اسی طرح کی

اور کئی روایات ہیں۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس تسخیر جنات تھی جب کہ آپ کے پاس جنوں کے ایک گروہ نے حاضر ہو کر اسلام قبول کیا، جیسا کہ قرآن کریم میں مذکور ہے۔

جنوں میں سے جو بھی حضرت سلیمان علیہ السلام کی نافرمانی کرتا وہ اسے قید میں ڈال دیتے تھے مگر جب عفریت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ کیا تو آپ نے اس پر قابو پایا اور اسے قید کر لیا بعد میں یہ کہہ کر آپ نے اسے رہا کر دیا کہ اگر میرے بھائی سلیمان نے یہ دعا کی ہوتا کہ،

وَهَبْ لِي مُلْكًا لَا يَنْبَغِي	اور مجھے ایسی سلطنت عطا کر جو
لِأَحَدٍ مِنْ بَعْدِي	میرے بعد کسی کو لائق نہ ہو۔

تو میں اسے مسجد کے ستون سے باندھ دیتا اور بچے اس کے ساتھ کھیلتے یہ روایت صحیح میں وارد ہے۔

جب حضرت سلیمان علیہ السلام کے مددگار ستے جو ان کی خدمت میں لگے رہتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد فرشتے کرتے جو آپ کے سامنے جہاد کرتے اور آپ کے دشمنوں کو مارتے تھے، جیسا کہ بدر وحنین میں واقع ہوا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام غیب کی خبریں بتاتے تھے جب کہ اکثر آپ لوگوں سے غیب کی باتیں کرتے تھے اور یہ ثابت ہے۔

آخرت میں آپ کے مخصوص فضائل

قیامت کے روز——— سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے روضۂ اطہر سے اٹھیں گے۔

سب سے پہلے شافع آپ ہوں گے۔

سب سے پہلے آپ کو بارگاہ خداوندی میں سجدہ کرنے کی اجازت دی جائے گی۔

سب سے پہلے آپ اللہ کا دیدار فرمائیں گے، جب کہ باقی لوگ اس وقت حجاب میں ہوں گے۔

سب سے پہلے آپ کی امت کا حساب ہوگا۔

سب سے پہلے آپ کی امت صراط پر سے گزرے گی۔

سب سے پہلے آپ جنت میں داخل ہوں گے۔

سب سے پہلے آپ کی امت جنت میں داخل ہوگی۔

اس کے علاوہ کئی نعمتوں، فضیلتوں اور انعامات الٰہیہ سے آپ کو روز حشر بطور خاص نوازا جائے گا۔ مثلاً آپ سوار حالت میں اٹھیں گے، آپ مقام محمود میں ہوں گے، لواء الحمد آپ کے ہاتھ میں ہوگا جس کے نیچے آدم اور دوسرے انبیاء علیہم السلام ہوں گے، یہ آپ کی تخصیص ہے کہ آپ عرش کے سامنے اللہ کے حضور سجدہ ریز ہوں گے، اور ہر سجدے میں اللہ کی جانب سے آپ کو وہ فضل وانعام عطا ہوگا

جو نہ آپ سے پہلے کسی کو حاصل ہوا ہوگا اور نہ آپ کے بعد کسی کو عطا کیا جائے گا، اس روز اللہ آپ سے یوں ہمکلام ہوگا کہ اے محمد! سر اوپر اٹھا کر کہو تمہاری بات سنی جائے گی مانگو تمہیں عطا ہوگا، شفاعت کرو، تمہاری شفاعت قبول ہوگی اور اس سے بڑھ کر اور کیا فضیلت ہوگی کہ آپ اپنے رب کو دیکھیں گے۔

آپ بار بار سجدہ کریں گے، اور بار بار اللہ آپ سے فرمائے گا کہ اے محمد! سر اٹھاؤ، کہو، تمہاری بات سنی جائے گی، مانگو تمہیں عطا کیا جائے گا، شفاعت کرو تمہاری شفاعت قبول ہوگی۔ اور ہر سجدے میں آپ پر انعامات خداوندی کی بارش ہوگی۔

یہ آپ ہی کا مقام ہے کہ قیامت کو آپ عرش کے دائیں طرف ہوں گے اور خلائق میں سے کسی کو وہاں کھڑا ہونا نصیب نہ ہوگا یہ ایسا مقام ہوگا جس پر اولین وآخرین رشک کریں گے۔

آپ انبیاء علیہم السلام اور ان کی امتوں پر گواہی دیں گے اور وہ آپ سے شفاعت کے طلب گار ہوں گے، اسی طرح جن لوگوں کو دوزخ میں لے جانے کا حکم ہوگا ان کی بھی آپ شفاعت فرمائیں گے۔ تمام مومنین صرف آپ کی شفاعت پر ہی جنت میں داخل ہوں گے۔

آپ لوگوں کے ان درجات کی بلندی کے لیے بھی سفارش کریں گے جن تک وہ اپنے اعمال کے لحاظ سے نہیں پہنچ پائیں گے۔ آپ صاحب وسیلہ ہوں گے اور یہ جنت میں بہت بڑا مقام و مرتبہ ہے، اور آپ کو اللہ تعالیٰ میدان حشر میں تمام مخلوقات میں تعظیم تکریم اور شرف وعزت سے نوازیں گے، بے شک یہ اللہ کا فضل ہے وہ جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے، اور اللہ صاحب فضل عظیم ہے۔

بروز حشر آپ کے روضۂ اقدس سے سب سے پہلے اٹھنے سے متعلق ملاحظہ ہوں چند احادیث مبارکہ۔

مسلم ابوہریرہ کی ایک روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میں بروز قیامت اولاد آدم کا سردار ہوں گا، سب سے پہلے میری قبر کھلے گی، اور میں شافع اول اور شفاعت کیا جانے والا اول ہوں گا۔

ابو سعید کہتے ہیں کہ آپ نے فرمایا، میں بروز حشر اولاد آدم کا سردار ہوں گا، میرے ہاتھ میں لواء الحمد ہوگا مگر مجھے اس پر کوئی فخر نہیں، تمام انبیاء اس روز میرے پرچم تلے ہوں گے، سب سے پہلے میں زمین سے اٹھوں گا مگر مجھے اس پر کوئی فخر نہیں، ترمذی نے روایت کیا اور حسن صحیح قرار دیا۔

ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے پہلے مجھ سے زمین پھٹے گی، اس کے بعد ابوبکر اور اس کے بعد حضرت عمر سے زمین پھٹے گی (یعنی وہ لوگ اپنی قبروں سے برآمد ہوں گے) اور اس کے بعد میں جنت البقیع میں مدفون لوگوں کے پاس آؤں گا، وہ سب میرے ساتھ اکٹھے ہوں گے، پھر میں اہل مکہ کا انتظار کروں گا یہاں تک کہ ہم سب حرمین کے درمیان جمع ہوں گے۔ اسے ابو حاتم نے روایت کیا، اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن غریب ہے۔

حضرت انس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا روزِ قیامت سب سے پہلے میں نکلوں گا اور میں سب کی قیادت کروں گا، جب وہ خاموش ہوں گے تو میں ہی ان میں خطیب ہوں گا، اور میں ان کا شفیع ہوں گا جب ان کو روک لیا جائے گا، میں ان کو خوش خبری دینے والا ہوں گا جب کہ وہ مایوس ہو چکے ہوں گے بزرگی اور مفاتیح اس روز میرے پاس ہوں گے، لواء الحمد میرے ہاتھ میں ہوگا اور میں اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ بزرگی و عزت والا ہوں گا، اور ایک ہزار خادم مثل سفید موتیوں کے میری خدمت میں ہوں گے۔ اس روایت کو دارمی و ترمذی نے روایت کیا اور اسے غریب کہا۔

ایک روایت میں ہے جسے صاحب کتاب حادی الارواح علامہ ابن قیم نے روایت کیا یہ مذکور ہے کہ قیامت کے روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اٹھیں گے تو حضرت بلال ان کے سامنے اذان دے رہے ہوں گے۔

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کو تمام انبیاء علیہم السلام مختلف سواریوں پر سوار ہوں گے اور میں براق پر بلال جنت کی اونٹنیوں میں سے ایک اونٹنی پر سوار ہوں گا اور اذان دے رہا ہوگا جب وہ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ پر پہنچے گا تو تمام اگلے اور پچھلے مومنین اس کے ساتھ ہی گواہی دیں گے۔

کعب احبار کہتے ہیں کہ جب وہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہونے لگا اس موقع پر انہوں نے کہا، ہر صبح ستر ہزار فرشتے اترتے ہیں، اور آپ کے روضۂ اطہر کے گرد جمع ہو کر آپ پر درود و سلام پڑھتے ہیں، اسی طرح شام کو ستر ہزار اور ملائکہ روضۂ اطہر کے گرد جمع ہو کر آپ پر درود و سلام پڑھتے ہیں، اسی طرح شام کو ستر ہزار اور ملائکہ آپ پر صبح تا شام تک صلوٰۃ و سلام پیش کرتے ہیں، اور یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا اور جب آپ روضۂ اطہر سے قیامت کو نکلیں گے تو ستر ہزار فرشتے آپ کی خدمت میں ہوں گے۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا: جنت میں میرے حوض کی وسعت ایک ماہ کی مسافت کے برابر ہے، اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید، خوشبو مشک سے بڑھ کر اور اس کے کٹورے آسمان کے تاروں کی مانند ہوں گے، جو ایک بار پی لے گا اس کو کبھی اس کے بعد پیاس نہ لگے گی۔

حضرت ابوذر کی روایت میں یوں ہے کہ حوض میں جنت سے دو پرنالے گرتے ہیں گے۔

حضرت انس کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا یا رسول اللہ! روزِ قیامت میری شفاعت فرمائیں، آپ نے فرمایا، ان شاء اللہ میں تمہاری سفارش کروں گا، میں نے عرض کیا، میں آپ کو وہاں کس جگہ دیکھوں، آپ نے فرمایا، سب سے پہلے مجھے پل صراط پر ڈھونڈنا، میں نے عرض کیا اگر وہاں بھی آپ کو نہ پاؤں تو کہاں دیکھوں آپ نے فرمایا، پھر میزان کے پاس، میں نے عرض کیا اگر وہاں بھی آپ کو نہ پاؤں، آپ نے فرمایا: پھر حوض کے پاس۔ ترمذی نے روایت کیا اور اسے حسن کہا۔

مانے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حوض عطا فرمایا، اور اس حوض کا نام، اس کی ہیئت اور اس کے پانی کی صفت، مشہور احادیث میں مذکور ہے اور ان تمام احادیث کے بارے میں قطعی علم موجود ہے، ان احادیث کو بکثرت روایت کیا گیا ہے اور کتب میں موجود ہیں۔

مسلم کی ایک روایت میں ابوہریرہ سے مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میری امت میرے پاس حوض پر آئے گی، اور میں لوگوں کو اس سے اس طرح ہنکاؤں گا جیسے کوئی شخص اپنے اونٹوں کو پانی پر سے ہنکاتا ہے، صحابہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ! آپ ہمیں پہچان لیں گے؟ فرمایا: ہاں تمہاری ایسی علامت ہوگی جو اوروں کی نہ ہوگی اور تم میرے پاس چمکتی ہوئی پیشانیوں کے ساتھ اس حال میں آؤ گے کہ جیسے تم پر وضو کے آثار ہوں گے۔

حضرت انس کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے حوض کے چار حصے ہیں۔ پہلا حصہ ابوبکر، دوسرا عمر، تیسرا علی اور چوتھا عثمان کے ہاتھ میں ہوگا۔ جو شخص ابوبکر سے محبت رکھے گا اور عمر سے بغض اسے ابوبکر حوض میں سے نہیں پلائے گا اور جو شخص علی سے محبت اور عثمان سے بغض رکھے گا اسے علی نہیں پلائیں گے۔ اسے ابوسعید نیشاپوری نے روایت کیا۔

آپ کی یہ فضیلت کہ آپ صاحب مقام محمود ہیں، اس سے متعلق ملاحظہ ہو آیت مبارکہ:

عَسٰۤى اَنْ یَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا	قریب ہے کہ تمہیں تمہارا رب ایسی جگہ کھڑا کرے کہ جہاں سب تمہاری حمد کریں۔

مفسرین کے ہاں مذکورہ آیت میں مقام محمود کی تشریح سے متعلق مختلف اقوال ہیں تاہم اس بات پر سب کا اتفاق ہے جو واحدی نے کہی اور فخر الدین رازی نے جس کو ترجیح دی۔

پہلا قول:

علامہ واحدی کہتے ہیں کہ مقام محمود سے مراد مقام شفاعت ہے، اور اس مفہوم کی تائید میں بخاری کی یہ حدیث ہے: ابن عمر کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مقام محمود کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: وہ شفاعت ہے، اور ابن عمر ہی کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بلاشبہ لوگ روزِ قیامت جماعتوں میں بٹ جائیں گے یعنی مختلف امتوں میں تقسیم ہو جائیں گے، اور ہر نبی کے پیچھے پیچھے اس کی امت ہوگی جو یہ کہے گی کہ اے فلاں ہماری شفاعت کیجیے، یہاں تک کہ شفاعت کا یہ سلسلہ مجھ تک پہنچے گا، اور وہ مقام محمود ہے۔ اس بات کی مزید تائید اس دعا سے بھی ہوتی ہے کہ:

وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدَا یَّغْبِطُهٗ فِیْهِ الْاَوَّلُوْنَ وَالْاٰخِرُوْنَ	اے اللہ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مقام محمود میں جگہ دے

قول ثانی:

حذیفہ نے کہا: اللہ تعالیٰ لوگوں کو ایک میدان میں جمع فرمائے گا جہاں ...

وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہوں گے۔ جو یہ کہیں گے لبیک: میں تیرے لیے بار بار حاضر ہوں بھلائی تیرے ہاتھ ہے، شر کو تیری طرف راہ نہیں، ہدایت یافتہ وہ ہے جسے تو نے ہدایت بخشی، تیرا بندہ تیرے حضور تیرے لیے اور تیرے ساتھ حاضر ہے، تیرے سوا کوئی پناہ گاہ نہیں، تو صاحب برکت ہے، تو بلند ہے، تو پاک اور رب کعبہ ہے۔

حذیفہ کہتے ہیں کہ آپ کا سب سے پہلے اللہ کے حضور بلایا جانا اور آپ کا حاضر ہونا یہی مقام محمود ہے۔

ابن مندہ نے اس حدیث کے بارے میں کہا کہ اس کی صحت اسناد اور ثقاہت رجال پر اتفاق ہے۔

قول ثالث۔

مقام سے یہ مراد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عاقبت تعریف کے لائق ہوگی، اور اس کی تعریف کی جائے گی۔

اگر یہ کہا جائے کہ مقام محمود سے مراد شفاعت ہے تو اس شفاعت سے مراد کیسی شفاعت ہے، ہم جواباً یہ کہیں گے کہ مقام محمود سے متعلق جس شفاعت کا ذکر احادیث مبارکہ میں وارد ہے وہ دو طرح سے ہے، پہلی شفاعت عام ہے جس کا تعلق فصل قضاء سے ہے اور دوسری قسم کی شفاعت کا تعلق گناہ گاروں کو دوزخ سے نکالنے سے ہے۔

لیکن بعض لوگ ان تمام اقوال کو شفاعت عام کی طرف لے جاتے ہیں اور ان کے نزدیک لواء الحمد کا عطا ہونا، آپ کا اللہ کی ثناء اور اس کے روبرو کلام کرنا یہ تمام اسی مقام محمود کی صفات ہیں جس میں وہ خلق کی شفاعت روز قیامت کو کریں گے، اور آپ کا گنہگاروں کو دوزخ سے نکالنے کے لیے شفاعت کرنا بھی انہی صفات میں سے ایک ہے۔

گنہ گار مسلمانوں کی شفاعت سے متعلق احادیث تواتر کی حد تک پہنچی ہوئی ہیں ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے یہ دکھایا گیا کہ کس طرح میری امت میرے بعد بد اعمالیوں اور ایک دوسرے کے خون بہانے میں پڑ جائے گی، تو اس منظر نے مجھے مغموم کر دیا، اور اللہ کی طرف سے ان پر وہ کچھ واقع ہوگا جو امم سابقہ کو پیش آیا تو میں نے اللہ سے دعا کی کہ مجھے قیامت کو ان کی شفاعت کی اجازت عطا فرمائے اور اللہ نے میری یہ دعا قبول فرمائی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں ہے کہ ہر نبی کے لیے ایک دعا مستجاب ہوتی ہے جو وہ اللہ کے حضور پیش کرتا رہتا ہے اور میں یہ چاہتا ہوں کہ اپنی دعا کو قیامت کے روز اپنی امت کی شفاعت کے لیے پوشیدہ رکھوں، اور حضرت انس کی روایت میں یوں ہے کہ میں نے شفاعت امت کے لیے اپنی دعا کو مختص کر دیا،

یہ آپ کی ہم پر مزید شفقت اور حسن تصرف ہے کہ آپ نے اپنی مستجاب دعا کو ہمارے انتہائی کٹھن وقت کے لیے خاص فرما دیا، اللہ تعالیٰ ہماری طرف سے انہیں بہترین جزا عطا فرمائے۔

امام نووی کہتے ہیں کہ شفاعتیں پانچ قسم کی ہیں، پہلی قسم قیامت کے خوف و

جنت میں داخل کرنے سے ہے، تیسری قسم میں ان لوگوں کی شفاعت ہے جن کا حساب ہوا اور انہیں مستحق عذاب قرار دیا گیا، اور ان کو عذاب سے نجات دینے کے لیے شفاعت کریں گے، چوتھی قسم میں وہ سرکش شامل ہیں جنہیں جہنم میں داخل کیا گیا ہوگا، اور پانچویں قسم کی شفاعت کا تعلق جنت میں درجات کی بلندی سے ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلی دو انہیں مختص ہیں۔

آپ کو یہ فضیلت حاصل ہوگی کہ سب سے پہلے آپ ہی جنت کے دروازے پر دستک دیں گے اور آپ ہی سب سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے، صحیح مسلم کے

کتاب الایمان میں حضرت انس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "قیامت کو سب سے زیادہ پیروکار میرے ہوں گے اور سب سے پہلے میں ہی جنت کے دروازے پر دستک دوں گا"۔

صحیح مسلم ہی کی ایک روایت ہے کہ آپ نے فرمایا: "میں قیامت کے روز جنت کے دروازے پر پہنچوں گا، اسے کھلواؤں گا تو خازن جنت کہے گا کہ تم کون ہو، میں کہوں گا، محمد، وہ کہے گا: مجھے یہی حکم ہے کہ آپ سے پہلے کسی کے لیے دروازہ نہ کھولوں۔ آپ کی عزت و توقیر کے نتیجے میں آپ کی طرح آپ کی امت بھی سب امتوں سے پہلے جنت میں داخل ہوگی۔

آپ کو کوثر عطا ہونے کی جو فضیلت حاصل ہے وہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے پوچھا کیا تم جانتے ہو کہ کوثر کیا ہے صحابہ کہتے ہیں کہ ہم نے عرض کیا، اللہ اور اس کا رسول زیادہ باخبر ہے۔ آپ نے فرمایا وہ ایک نہر ہے جس کا اللہ نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے اور اسے پانی کی کثرت بلحاظ قدر اور خیر کے سبب کوثر کہا گیا۔ حافظ ابن کثیر نے کہا کہ حدیث کوثر تواتر کی حد [illegible] کو پہنچی ہوئی ہے

[illegible] نے عبد اللہ بن عمرو بن العاص سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم مؤذن کی اذان سنو تو اسے ساتھ ساتھ دہراؤ پھر مجھ پر درود بھیجو، کیونکہ جس نے مجھ پر ایک بار درود بھیجا اللہ تعالیٰ کے بدلے دس بار اس پر درود بھیجے گا پھر میرے لیے اللہ سے وسیلہ کی دعا کرو کہ وہ جنت میں ایک درجہ ہے جو اللہ کے بندوں میں ایک بندے کے لیے ہے اور مجھے یہ امید رکھتا ہوں کہ وہ بندہ میں ہو جاؤں، تو جس نے میرے لیے اللہ سے وسیلہ مانگا اس کے لیے میری شفاعت روا ہوگی۔

وسیلے سے مراد اللہ کے نزدیک ایک درجہ و مقام ہے جس کا ذکر کہ جنت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ٹھکانہ ہے اور جنت میں عرش سے قریب ترین جگہ ہے۔

چوں کہ آپ کی عبودیت، خشیت اور محبت الٰہی کے لحاظ سے سب سے برگزیدہ ہیں، اور یہی جنت میں اعلیٰ ترین مقام ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا امت کو یہ حکم دینا کہ اس مقام کے لیے ان کے حق میں دعا کریں تو اس سے مؤمنین کے ایمان میں اضافہ مقصود ہے۔

قرآنِ کریم میں فضائلِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

قرآنِ کریم میں بہت سی آیاتِ کریمہ میں آپ کی قدر و منزلت، رفعت ذکر، اعلیٰ مرتبت اور بلند درجات کا ذکر ہے، اسی ضمن میں قرآن کریم کی آیت ہے :

اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا

بیشک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اس غیب بتانے والے نبی پر اے ایمان والو ان پر درود اور خوب سلام بھیجو۔

اس آیت میں یہ بتایا گیا کہ ملاءِ اعلیٰ میں اللہ اور اس کے فرشتے آپ کی تعریف بیان کرتے ہیں اور اس میں یہ بھی بتایا گیا کہ نہ صرف ملاءِ اعلیٰ بلکہ عالم زیریں والوں کو بھی یہ حکم ہے کہ وہ آپ پر صلوٰۃ و تسلیم بھیجیں۔

قرآن میں آپ کی فضیلت سے متعلق ایک آیت یہ ہے :

اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ

اے محبوب بیشک ہم نے تمہیں بے شمار خوبیاں عطا فرمائیں۔

اس آیت مبارکہ میں آپ کی ایک واضح منقبت ہے جس کو ماضی کے صیغہ سے بیان کیا گیا اور یہ نہیں کہا گیا کہ ہم عنقریب آپ کو عطا کریں گے، بلکہ یوں کہا کہ ہم نے آپ کو عطا کر دیا تاکہ یہ ثابت ہو کہ یہ عطاء آپ کو زمانہ ماضی میں ہی حاصل ہو گئی گویا اللہ نے یوں فرمایا :

اے محمد! ہم نے تیرے لیے اسبابِ سعادت اس دنیا میں آنے سے پہلے ہی تیار کر رکھے ہیں آپ جب اس دنیا میں آجائیں گے، اللہ تعالیٰ کی عبودیت میں داخل ہو جائیں گے تو اس وقت سے مقدم کریم : تمہارا کیا مقام ہوگا، بے شک ہم نے یہ فضلِ عظیم تیری طاعت و عبادت کے بدلے میں عطا نہیں کیا بلکہ ہم نے آپ کو صرف اپنے فضل و احسان کے لیے بغیر کسی شرط کے عنایت ...

اللہ نے آپ کی قدر و منزلت کو اور بلند کرتے ہوئے ان اوقات کی قسم کھائی جو آپ کے لیے پیدا کی گئی ہیں

وَالضُّحٰى وَالَّيْلِ اِذَا سَجٰى مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى

چاشت کی قسم اور رات کی، جب پردہ ڈالے کہ تمہیں تمہارے رب نے نہ چھوڑا اور نہ مکروہ جانا۔

اسی ضمن میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے :

اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ

کیا ہم نے تمہارا سینہ کشادہ نہ کیا۔

آپ کے لیے عتاب کا ذکر کرنے سے پہلے ہی عفو کا ذکر کیا گیا، جیسا کہ فرمایا :

عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ

اللہ تمہیں معاف کرے تم نے انہیں کیوں اذن دے دیا۔

یہ بھی آپ کی فضیلت ہے کہ اللہ و رسول ... جنہوں نے آپ کی اطاعت کی تمنا کریں گے

قول باری تعالیٰ ہے :

يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوْهُهُمْ فِى النَّارِ يَقُوْلُوْنَ يٰلَيْتَنَآ اَطَعْنَا اللّٰهَ وَاَطَعْنَا الرَّسُوْلَا

جس دن ان کے منہ الٹ الٹ کر آگ میں تلے جائیں گے کہتے ہوں گے ہائے کسی طرح ہم نے اللہ کا حکم مانا ہوتا اور رسول کا حکم مانا ہوتا۔

قرآن مجید میں ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام کے ہاتھوں بیت اللہ کی تعمیر سے متعلق تذکرہ میں اللہ نے آپ کی رسالت کی گواہی دی، ارشاد فرمایا :

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ وَاَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ

اے رب ہمارے ہم سے قبول فرما بیشک تو ہی ہے سنتا جانتا اے رب ہمارے اور کر ہمیں تیرے حضور گردن رکھنے والا اور ہماری اولاد میں سے ایک امت تیری فرماں بردار ہمیں ہماری عبادت کے قاعدے بتا اور ہم پر اپنی رحمت کے ساتھ رجوع فرما بیشک تو ہی ہے بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان اے رب ہمارے اور بھیج ان میں ایک رسول انہیں میں سے کہ ان پر تیری آیتیں تلاوت فرمائے اور انہیں تیری کتاب اور پختہ علم سکھائے اور انہیں خوب ستھرا فرمائے بے شک تو ہی ہے غالب حکمت والا۔

اللہ نے ان کی یہ دعا قبول فرمائی اور اس کے مطابق اہل مکہ میں ایک رسول ان ہی میں سے مبعوث فرمایا، تمام مفسرین کا اس پر اتفاق ہے کہ اس آیت سے آپ ہی مراد ہیں اور ... کی تائید اس قول نبوی سے ہوتی ہے کہ آپ نے فرمایا "میں اپنے والد ابراہیم کی دعا ... عیسیٰ کی بشارت ہوں" دعا سے آپ کی مراد مذکورہ بالا آیت مبارکہ تھی اور بشارت سے اس آیت کی طرف اشارہ تھا۔

وَمُبَشِّرًاۢ بِرَسُوْلٍ يَّاْتِىْ مِنْۢ بَعْدِى اسْمُهٗۤ اَحْمَدُ

اور ان رسول کی بشارت سناتا ہوا جو میرے بعد تشریف لائیں گے ان کا نام احمد ہے۔

اللہ تعالیٰ نے مومنین میں آپ کو بھیج کر ان پر احسان فرمایا جس کا ذکر اس آیت میں ہے :

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ

بیشک اللہ کا بڑا احسان ہوا مسلمانوں پر کہ ان میں انہیں میں سے ایک رسول بھیجا جو ان پر اس کی آیتیں

اٰیٰتِهٖ وَیُزَکِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْکِتٰبَ۔
پڑھتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے

اللہ کی طرف سے مومنین پر اس سے بڑھ کر کوئی بڑا احسان نہیں کہ ان میں آپ جیسے برگزیدہ پیغمبر کو مبعوث کیا، جو ہدایت حق دیتا اور صراط مستقیم پر گامزن کرتا ہے۔ اور اس میں شبہ نہیں کہ اس امت پر اس سے زیادہ بڑی نعمت کوئی نہیں ہو سکتی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس میں بھیجا گیا، کیوں کہ اسی نعمت کے ذریعے تمام دنیاوی نعمتوں کی جو تکمیل ہو گئی اور اسی کے سبب اللہ کا وہ دین مکمل ہو گیا جو اس نے اپنے بندوں کے لیے پسند فرمایا۔

فضیلت مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق چند آیات کریمہ،

اِنَّآ اَرْسَلْنٰکَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا وَّدَاعِیًا اِلَی اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا
اے غیب کی خبریں بتانے والے نبی بیشک ہم نے تمہیں بھیجا حاضر ناظر اور خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلاتا اور چمکا دینے والا آفتاب

لٰکِنِ اللّٰهُ یَشْهَدُ بِمَآ اَنْزَلَ اِلَیْکَ اَنْزَلَهٗ بِعِلْمِهٖ وَالْمَلٰٓئِکَةُ یَشْهَدُوْنَ وَکَفٰی بِاللّٰهِ شَهِیْدًا
لیکن اے محبوب! اللہ اس کا گواہ ہے جو اس نے تمہاری طرف اتارا، وہ اس نے اپنے علم سے اتارا ہے اور فرشتے گواہ ہیں، اللہ کی گواہی کافی ہے

اللہ نے تمام مخلوقات کے لیے آپ کو رسول بنا کر بھیجا، ارشاد فرمایا،

قُلْ یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا
تم فرماؤ: اے لوگو! میں تم سب کی طرف اس اللہ کا رسول ہوں

اور فرمایا۔

وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا کَآفَّةً لِّلنَّاسِ۔
اور اے محبوب ہم نے تم کو نہ بھیجا مگر ایسی رسالت سے جو تمام آدمیوں کو گھیرنے والی ہے۔

آپ کو سراپا رحمت بنا کر بھیجنے سے متعلق ارشاد باری تعالیٰ،

وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ
اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہان کے لیے۔

اللہ جل وعلا نے آپ کو اپنے دو ناموں سے موسوم فرمایا، ارشاد ہے،

لَقَدْ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ
بیشک تمہارے پاس تشریف لائے تم میں سے وہ رسول جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے تمہاری بھلائی کے نہایت چاہنے والے مسلمانوں پر کمال مہربان۔

ابن عباس نے کہا، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نیک اور بد دونوں کے لیے رحمت ہیں کیوں کہ جس نبی کی تکذیب کی جاتی ہے اللہ کی تکذیب کرنے والے کو ہلاک کر دیتا ہے مگر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم مومنین کے لیے ہدایت کی صورت میں رحمت ہیں، منافقین کے لیے امان کی صورت اور کافروں کے لیے عذاب الٰہی میں تاخیر کی صورت میں رحمت ہیں جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے،

وَمَا کَانَ اللّٰهُ لِیُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِیْهِمْ۔
اور اللہ کا کام نہیں کہ ان پر عذاب کرے جب تک اے محبوب تم ان میں تشریف فرما ہو۔

قرآن کریم میں اللہ نے آپ کی یہ فضیلت بیان فرمائی کہ رسالت و نبوت آپ پر ختم ہو چکی اور اب آپ کے بعد کوئی رسول آئے گا اور نہ کوئی نبی۔

مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ
محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں، ہاں اللہ کے رسول ہیں، سب نبیوں میں پچھلے

اللہ تعالیٰ نے خبر دی کہ پہلی کتابوں یعنی توراۃ و انجیل میں بھی آپ کی رسالت کا ذکر موجود ہے۔

اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الَّذِیْ یَجِدُوْنَهٗ مَکْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِیْلِ
وہ جو غلامی کریں گے اس رسول، بے پڑھے غیب کی خبریں دینے والے کی جسے لکھا ہوا پائیں گے اپنے پاس توریت اور انجیل میں

قرآن آپ کے ان درجات اخلاق کا ذکر کرتا ہے جن کے کمال تک آپ نے رسائی حاصل کی،

وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ
اور بے شک تمہاری خوبو بڑی شان کی ہے۔

آپ کے اخلاق کریمہ کی طرف سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس طرح اشارہ فرمایا، آپ کا خلق قرآن ہے۔ ام المومنین کا یہ قول قرآن ہی کی تفسیر ہے، گویا آپ کے علوم علوم قرآن ہیں، آپ کا ارادہ و اعمال قرآن کی تعلیمات و ہدایات کے مطابق تھا، آپ ہر اس شے سے دور رہے جس سے قرآن نے منع کیا، اور ہر اس چیز کی طرف راغب ہوئے جس کی قرآن نے رغبت دلائی، اور قرآن کے اوامر و نواہی پر کاربند رہے۔ سیدہ عائشہ نے قرآن سے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی کامل آگاہی کی بنیاد پر انتہائی خوبصورتی سے آپ کے اخلاق کے بارے میں کہا وَکَانَ خُلُقُهُ الْقُرْاٰنُ۔

اللہ نے چاشت کے وقت یعنی ضحیٰ کی قسم کھائی کیوں کہ ضحیٰ آپ کے لیے اللہ کی طرف سے نعمت تھی۔

وَالضُّحٰی وَالَّیْلِ اِذَا سَجٰی مَا وَدَّعَکَ رَبُّکَ وَمَا قَلٰی۔
چاشت کی قسم اور رات کی جب پردہ ڈالے کہ تمہیں تمہارے رب نے نہیں چھوڑا اور نہ مکروہ جانا

اور یہ سورۃ اس لیے نازل ہوئی کہ آپ کے دشمنوں نے یہ مشہور کر دیا تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کے رب نے چھوڑ دیا ہے کیوں کہ کچھ عرصے کے لیے ابتدا میں وحی میں وقفہ آ گیا تھا، لہٰذا اللہ نے قرآن میں آپ کی فضیلت واضح فرما

دی اور فرمایا کہ نہ تو اس نے اپنے نبی کو چھوڑا اور نہ اس سے ناراض ہوا، یعنی اے نبی جب میں نے تجھے اپنی قربت کا مرکز بنایا پھر تجھے کبھی چھوڑا نہیں، اور جب سے تجھے اپنی محبت سے نوازا، پھر کبھی تجھ سے ناراض نہیں ہوا اور فرمایا:

وَلَلْآخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْأُولَىٰ — اور بیشک پچھلی تمہارے لیے پہلی سے بہتر ہے۔

اس آیت مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر وہ حالت جس کی طرف آپ ترقی فرماتے ہیں وہ پہلی حالت سے بہتر ہوتی ہے جیسا کہ دار الآخرۃ آپ کے لیے اس جہان سے زیادہ بہتر ہے۔

اللہ نے آپ سے وعدہ فرمایا کہ آپ کو وہ چیز عطا ہوگی جو باعث شرح صدر اور تقریب ہوگی، حضور کو اس قدر عطا کیا جائے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔

صحیح روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے فرمایا: ہم تمہیں تمہاری امت میں ہرگز رسوا نہیں ہونے دیں گے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے ؎

قرانا فی الضحیٰ ولسوف یعطی — فسر قلوبنا ذاک العطاء
وحاشا یا رسول اللہ ترضی — وفینا من یعذب او یساء

ترجمہ: ہم نے سورۃ والضحیٰ میں پڑھا کہ عنقریب انہیں عطا کیا جائے گا، تو ہمارے دل اس عطا پر خوش ہو گئے۔

اور یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ ہرگز اس بات سے راضی نہ ہوں گے کہ ہم میں سے بعض کو عذاب دیا جائے یا وہ غمگین ہوں۔

پھر اللہ نے آپ کو اپنی نعمتیں یاد دلائیں، اور آپ کو حکم دیا کہ ان پر ان کے مطابق شکر ادا کریں، جیسا کہ فرمایا:

أَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيمًا فَآوَىٰ وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدَىٰ وَوَجَدَكَ عَائِلًا فَأَغْنَىٰ فَأَمَّا الْيَتِيمَ فَلَا تَقْهَرْ وَأَمَّا السَّائِلَ فَلَا تَنْهَرْ وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ — کیا اس نے تمہیں یتیم نہ پایا پھر جگہ دی، اور تمہیں اپنی محبت میں خود رفتہ پایا تو اپنی طرف راہ دی، اور تمہیں حاجت مند پایا پھر غنی کر دیا، تو یتیم پر دباؤ نہ ڈالو، اور منگتا کو نہ جھڑکو، اور اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو۔

اللہ نے آپ کی سچائی اور خواہش نفسانی سے منزہ ہونے پر قسم کھائی:

وَالنَّجْمِ إِذَا هَوَىٰ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوَىٰ وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ — اس پیارے چمکتے تارے محمد کی قسم جب یہ معراج سے اترے، تمہارے صاحب نہ بہکے نہ بے راہ چلے، اور وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کہتے۔

اللہ نے اس بات پر کہ دشمنوں نے آپ پر گمراہ ہونے کا الزام رکھا، ستاروں کی قسم کھائی۔ اللہ کے قول "ما ضل صاحبکم" پر غور کیجیے کہ ما ضل محمد نہ کہا، تاکہ کفار پر یہ حجت قائم کی جائے کہ وہ ان کو تمام لوگوں سے زیادہ ان کے اقوال و افعال کو جانتے ہیں اور وہ انہیں جھوٹ، گمراہی اور سرکشی پر نہیں دیکھتے

جیسا کہ اللہ نے انہیں اپنے اس قول میں تنبیہ فرمائی کہ:

أَمْ لَمْ يَعْرِفُوا رَسُولَهُمْ — یا انہوں نے اپنے رسول کو نہ پہچانا

پھر اللہ نے نطق رسول کو خواہش سے منزہ قرار دیتے ہوئے فرمایا:

وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ — اور وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے، وہ تو نہیں مگر وحی جو انہیں کی جاتی ہے۔

اوزاعی نے حسان بن عطیہ کے بارے میں بیان کیا کہ انہوں نے کہا: جبریل علیہ السلام قرآن کے علاوہ آپ کو کئی زبانیں بھی سکھاتے تھے، اور اللہ نے جبریل کے بارے میں فرمایا:

عَلَّمَهُ شَدِيدُ الْقُوَىٰ ذُو مِرَّةٍ — انہیں سکھایا سخت قوتوں والے طاقت ور نے

اور اس میں کوئی شک نہیں کہ آیت کریمہ میں جبریل علیہ السلام کے علم کی بات ہے اور اس میں شبہ نہیں کہ معلم کی مدح متعلم کے لیے بھی ہوتی ہے جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

ذِي قُوَّةٍ عِندَ ذِي الْعَرْشِ مَكِينٍ — جو قوت والا ہے، مالک عرش کے حضور عزت والا۔

اور فرمایا:

فَأَوْحَىٰ إِلَىٰ عَبْدِهِ مَا أَوْحَىٰ مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَأَىٰ — اب وحی فرمائی اپنے بندے کو جو وحی فرمائی، دل نے جھوٹ نہ کہا جو دیکھا۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے آپ کے قلب کی سچائی بیان فرمائی یوں کہ آپ کی آنکھوں نے جو کچھ دیکھا دل نے اس کی تصدیق کی، اور دل آنکھوں کی تائید کرتا۔ آپ کے حق کو دیکھنے اور اخذ کرنے کی قوت سے متعلق ارشاد ربانی ہے:

فَلَا أُقْسِمُ بِالْخُنَّسِ الْجَوَارِ الْكُنَّسِ وَاللَّيْلِ إِذَا عَسْعَسَ وَالصُّبْحِ إِذَا تَنَفَّسَ إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ ذِي قُوَّةٍ — تو قسم ہے ان کی جو الٹے پھریں سیدھے چلیں، تھم رہیں، اور رات کی جب پیٹھ دے اور صبح کی جب دم لے، بے شک یہ عزت والے رسول کا پڑھنا ہے جو قوت والا ہے۔

اور سورۂ والنجم میں فرمایا:

عَلَّمَهُ شَدِيدُ الْقُوَىٰ — انہیں سخت قوتوں والے نے

یعنی قوت والے نے آپ کو سکھایا آپ اس کے ذریعے شیاطین کو روکتے ہیں کہ وہ آپ کے قریب آئیں اور فرمایا:

عِندَ ذِي الْعَرْشِ مَكِينٍ — مالک عرش کے حضور عزت والا

اس آیت میں آپ کی عزت، بزرگی اور تعظیم کا ذکر ہے اور فرمایا "مطاع ثم امین" وہاں مقرب ملائکہ آپ کی اطاعت کرتے ہیں اور فرمایا "امین" یعنی آپ اللہ کی وحی کے امین ہیں اور اللہ نے آپ کو خیانت و لغزش سے معصوم و محفوظ فرمایا ہے

اللہ نے دشمنوں کے الزام کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

وَمَا صَاحِبُكُمْ بِمَجْنُونٍ	اور تمہارے صاحب مجنون نہیں

جبریل علیہ السلام کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عیاں دیکھا، اس بارے میں قرآن کریم کہتا ہے:

وَلَقَدْ رَآهُ بِالْأُفُقِ الْمُبِينِ	اور بیشک انہوں نے اسے روشن کنارہ پر دیکھا۔

اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جبریل علیہ السلام موجود فی الخارج ایک فرشتہ ہے، جنہیں آنکھوں سے عیاں دیکھا جا سکتا ہے۔

اور فرمایا:

وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ	اور یہ نبی غیب بتانے میں بخیل نہیں

ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں ضنین سے مراد یہ ہے کہ آپ نازل شدہ وحی میں بخیل نہیں ہیں، تمام مفسرین کا اتفاق ہے کہ غیب سے مراد قرآن و وحی ہے۔ ایک قرات میں ضنین کی جگہ ظنین بھی ہے یعنی آپ وحی کے سلسلے میں متہم و مشکوک نہیں بلکہ امین ہیں، اسے گھٹاتے بڑھاتے نہیں۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کی زندگی کی قسم کھائی، فرمایا:

لَعَمْرُكَ إِنَّهُمْ لَفِي سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُونَ	اے محبوب تمہاری جان کی قسم بیشک وہ اپنے نشہ میں بھٹک رہے ہیں

آپ کے شہر کی قسم کھائی، ارشاد ہوا:

لَا أُقْسِمُ بِهَذَا الْبَلَدِ وَأَنْتَ حِلٌّ بِهَذَا الْبَلَدِ	مجھے اس شہر کی قسم کہ اے محبوب تم اس شہر میں تشریف فرما ہو۔

یہاں بلد سے مراد ام القریٰ مکہ مکرمہ ہے۔

آپ کے زمانے کی قسم کھائی، فرمایا:

وَالْعَصْرِ إِنَّ الْإِنْسَانَ لَفِي خُسْرٍ	اس زمانہ محبوب کی قسم بیشک آدمی ضرور نقصان میں ہے

اللہ نے اپنے کلام میں آپ کو نور اور سراج منیر کہا:

قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُبِينٌ	بیشک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور آیا اور روشن کتاب

اطاعت الٰہی کی طرح آپ کی پیروی کا حکم یوں دیا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ	اے ایمان والو! اللہ کا حکم مانو اور رسول کا حکم مانو۔

خدائے عزوجل نے آپ کی اطاعت کو اپنی اطاعت اور اپنی بیعت قرار دیا:

إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللَّهَ	وہ جو تمہاری بیعت کرتے ہیں وہ تو اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں

بارگاہ نبوی کے آداب سکھاتے ہوئے قرآن گویا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ	اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو۔

یعنی تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے بڑھ کر اپنی رائے نہ دو، جب تک کہ اللہ تعالیٰ ان کی زبان سے کوئی فیصلہ صادر نہ فرمائے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو دیکھیے کہ بارگاہ نبوی میں کس قدر با ادب رہتے تھے، جب وہ نماز پڑھا رہے تھے اور آپ مسجد میں تشریف لے آئے تو وہ پیچھے ہٹ گئے، اور کہا کہ ابن ابی قحافہ کا کیا مقام ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آگے بڑھے اور دیکھیے کہ کس طرح اللہ نے ابوبکر صدیق کو آپ کے بعد آپ کی جانشینی اور امامت عطا فرمائی۔

ضحاک نے کہا کہ مذکورۃ الصدر آیت کا مفہوم یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر کسی امر کا فیصلہ مت کرو، اور ان کے علاوہ لوگوں نے یہ کہا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ کسی امر کے بارے میں امر و نہی کا اجراء نہ کرو جب تک کہ وہ ایسا نہ فرمائیں۔ تقاضائے ادب بھی یہی ہے کہ ان کے سامنے کسی امر یا نہی میں پہل نہیں کرنی چاہیے جیسا کہ اللہ نے آیت مذکورہ بالا میں ارشاد فرمایا اور یہی حکم قیامت تک جاری رہے گا۔ الغرض آپ کے طریق میں آپ سے آگے بڑھنا آپ کے بعد بھی اسی طرح بے ادبی ہے جیسے آپ کی زندگی میں اور صاحب دانش کے نزدیک ان دونوں حالتوں میں کوئی فرق نہیں۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کی مجلس کے آداب سکھاتے ہوئے فرمایا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ	اے ایمان والو! اپنی آوازیں اونچی نہ کرو اس نبی کی آواز سے اور ان کے حضور بات چلا کر نہ کہو جیسے آپس میں ایک دوسرے کے سامنے چلاتے ہو۔

یعنی مومنین کو چاہیے کہ وہ آپ سے اس طرح گفتگو نہ کریں جیسے غلام اپنے مالک سے گفتگو کرتا ہے بلکہ اس سے بھی دھیمے انداز میں بات کریں، جب آپ کے سامنے آواز اونچی کرنے سے اعمال ضائع ہو جاتے ہیں تو آپ کی سنت اور طریق کے خلاف رائے زنی اور گستاخیاں کرنے سے کس قدر نقصان ہوگا۔

روایت ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ کی خدمت میں عرض کیا، خدا کی قسم! یا رسول اللہ! میں آج کے بعد آپ سے سرگوشی میں گفتگو کروں گا، اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی آپ سے سرگوشی میں گفتگو کرتے تھے، اور اس آیت کے نازل ہونے کے بعد ان کی گفتگو اس قدر دھیمی ہوتی تھی کہ آپ ان سے دوبارہ پوچھتے تھے کہ کیا کہا۔

کہتے ہیں کہ امیر المومنین ابوجعفر امام مالک سے مسجد نبوی میں بحث کر رہے تھے تو امام مالک نے ان سے کہا، اے امیر المومنین! اس مسجد میں اپنی آواز بلند نہ کریں کیونکہ اللہ نے لوگوں کی تادیب کرتے ہوئے فرمایا:

لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ	اپنی آوازیں اونچی نہ کرو نبی کی آواز سے۔

اور اللہ نے لوگوں کی تعریف فرماتے ہوئے کہا:

إِنَّ الَّذِينَ يَغُضُّونَ أَصْوَاتَهُمْ عِندَ رَسُولِ اللَّهِ
بیشک وہ جو اپنی آوازیں پست کرتے ہیں رسول اللہ کے پاس

اور اللہ نے لوگوں کی مذمت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

إِنَّ الَّذِينَ يُنَادُونَكَ مِن وَرَاءِ الْحُجُرَاتِ
بیشک وہ جو آپ کو حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں۔

بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد ان کی عزت اور ان کا ادب کرنا ویسا ہی ہے جیسا کہ ان کی زندگی میں۔ یہ سن کر ابو جعفر نے فوری عمل کیا۔

آداب بارگاہ نبوت سے یہ بھی ہے کہ ان کو اس طرح سے نہ پکاریں جیسے کہ آپس میں ایک دوسرے کو پکارتے ہیں، اس ضمن میں یہ آیت کریمہ ہے:

لَا تَجْعَلُوا دُعَاءَ الرَّسُولِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُم بَعْضًا
رسول کے پکارنے کو آپس میں نہ ٹھہرالو جیسا تم میں ایک دوسرے کو پکارتا ہے۔

اس آیت کی تفسیر میں مفسرین کے دو قول ہیں، پہلا یہ کہ انہیں ان کا نام لے کر مت پکارو جیسے آپس میں ایک دوسرے کو پکارتے ہو بلکہ یوں کہو کہ یا رسول اللہ، یا نبی اللہ، اور یہ کہتے ہوئے عاجزی و تواضع سے کام لو اور دوسرا قول یہ ہے کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں پکاریں تو اسے آپس کے کسی پکارنے والے کے پکارنے کی طرح نہ سمجھو کہ اگر مخاطب چاہے تو جواب دے اور چاہے تو جواب نہ دے، بلکہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی کو پکاریں تو جواب لازمی ہے اس کے سوا کوئی چارہ ہی نہیں رہ جاتا کیونکہ آپ کو جواب دینے میں جلدی کرنا واجب ہے اور آپ کی اجازت کے بغیر لوٹنا حرام ہے۔

یہ بھی آداب میں سے ہے کہ صحابہ کرام جب بھی آپ کے پاس خطبہ، جہاد یا کسی اہم معاملے کے سلسلے میں بیٹھے ہوتے تو ان میں سے کوئی بھی اپنا فرض آپ سے اجازت لئے بغیر نہیں جاتا تھا۔ جیسا کہ ارشاد رب العزت ہے:

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَإِذَا كَانُوا مَعَهُ عَلَىٰ أَمْرٍ جَامِعٍ لَّمْ يَذْهَبُوا حَتَّىٰ يَسْتَأْذِنُوهُ۔
ایمان والے تو وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر یقین لائے اور جب رسول کے پاس کسی ایسے کام میں حاضر ہوئے ہوں جس کے لیے جمع کیے گئے ہوں تو نہ جائیں جب تک ان سے اجازت نہ لے لیں۔

یہ آداب میں سے ہے کہ آپ کا قول شبہہ قرار نہیں دیا جا سکتا بلکہ لوگوں کی آراء آپ کے قول سے مشتبہ ہو جاتی ہیں۔ آپ کی کسی بات کا قیاس کے ساتھ مقابلہ نہیں کیا جا سکتا بلکہ قیاس کو آپ کے قول کے مقابلے میں ترک کرنا ہوگا۔ آپ کے کلام میں کسی کے خیالات تجربے کے پیش نظر تحریف نہیں کی جا سکتی چاہے اس کا عمل اور ان کو قبول کرنے کو موقوف نہیں کیا جا سکتا، کیونکہ یہ تمام باتیں آپ کے ادب کے منافی ہیں، عین ادب یہ ہے کہ آپ کی بات کو من وعن کامل اطاعت کے ساتھ قبول کر لیا جائے، کیونکہ آپ پر لوگوں کی آراء کو مقدم سمجھا جائے۔ الغرض جس طرح رسول کے بھیجنے والے کو بس فقط عبادت کے لائق سمجھا جانا ضروری ہے اسی طرح تمام لوگوں کے مقابلے میں رسول کے قول کو ماننے اور صرف اسی کی اطاعت کرنے کے سوا چارہ نہیں، گویا یہ دو توحیدیں ہیں جن کے بغیر نجات ممکن نہیں۔

قرآن کریم آپ کا ادب سکھانے کی ہدایات سے بھرا پڑا ہے، جب مشرکین نے کہا:

يَا أَيُّهَا الَّذِي نُزِّلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ إِنَّكَ لَمَجْنُونٌ
اے وہ جن پر قرآن اترا بیشک تم مجنون ہو

تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی جانب سے آپ کے دشمن کو براہ راست جواب دیا:

ن ۚ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُونَ مَا أَنتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُونٍ
قلم اور اس کے لکھے کی قسم تم اپنے رب کے فضل سے مجنون نہیں۔

کفار نے کہا:

أَفْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَم بِهِ جِنَّةٌ
[illegible] اللہ پر جھوٹ باندھا [illegible] اسے سودا ہے۔

تو آپ کی طرف سے اللہ جل جلالہ نے [illegible] جواب دیا:

بَلِ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ فِي الْعَذَابِ وَالضَّلَالِ الْبَعِيدِ
[illegible] آخرت پر ایمان نہیں [illegible] عذاب اور دور کی گمراہی میں ہیں

کفار نے کہا:

لَسْتَ مُرْسَلًا
تم رسول نہیں

اللہ نے فرمایا:

يس ۝ وَالْقُرْآنِ الْحَكِيمِ إِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ
قسم ہے قرآن باحکمت کی بیشک آپ تمہ [?] پیغمبروں سے ہیں

کفار نے کہا:

أَئِنَّا لَتَارِكُو آلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُونٍ
اور کہا ہم اپنے خداؤں کو چھوڑ دیں ایک دیوانہ شاعر کے کہنے سے

اللہ نے فرمایا:

بَلْ جَاءَ بِالْحَقِّ وَصَدَّقَ الْمُرْسَلِينَ
بلکہ وہ تو حق لائے ہیں اور انہوں نے رسولوں کی تصدیق فرمائی۔

اور اس کے بعد آپ کے دشمنوں کو عذاب کی وعید سناتے ہوئے فرمایا:

إِنَّكُمْ لَذَائِقُو الْعَذَابِ الْأَلِيمِ
بیشک تمہیں ضرور دکھ کی مار چکھنی ہے۔

أَمْ يَقُولُونَ شَاعِرٌ نَتَرَبَّصُ بِهِ رَيْبَ الْمَنُونِ — یا کہتے ہیں یہ شاعر ہے، ہمیں ان پر حوادث زمانہ کا انتظار ہے

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْبَغِي لَهُ إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ وَقُرْآنٌ مُبِينٌ — اور ہم نے ان کو شعر کہنا نہ سکھایا اور نہ وہ ان کی شان کے لائق ہے وہ تو نہیں مگر نصیحت اور روشن قرآن۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں کفار کا یہ قول بیان کیا:

إِنْ هَٰذَا إِلَّا إِفْكٌ افْتَرَاهُ وَأَعَانَهُ عَلَيْهِ قَوْمٌ آخَرُونَ — اور کافر بولے یہ تو نہیں مگر ایک بہتان جو انہوں نے بنا لیا ہے، اور اس پر اور لوگوں نے انہیں مدد دی ہے۔

پھر اللہ نے جواباً فرمایا:

فَقَدْ جَاءُوا ظُلْمًا وَزُورًا — بے شک وہ ظلم اور جھوٹ پر آئے۔

اور کفار کے اس قول کو اساطیر الاولین ہیں، کے جواب میں فرمایا:

قُلْ أَنْزَلَهُ الَّذِي يَعْلَمُ السِّرَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ — تم فرماؤ اسے تو اس نے اتارا ہے جو آسمانوں اور زمین کی ہر چھپی بات جانتا ہے۔

جب کفار نے کہا کہ شیطان آپ کو بتا جاتا ہے تو اللہ نے فرمایا:

وَمَا تَنَزَّلَتْ بِهِ الشَّيٰطِينُ — اور اس قرآن کو لے کر شیطان نہ اترے۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار کے سامنے پچھلوں کی خبریں قرآن کریم سے بیان کیں تو نضر بن حارث نے کہا

لَوْ نَشَاءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هَٰذَا إِنْ هَٰذَا إِلَّا أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ — ہم چاہتے تو ایسی ہم بھی کہہ دیتے یہ تو نہیں مگر اگلوں کے قصے

اللہ تعالیٰ نے اس کے جواب میں فرمایا:

قُلْ لَئِنِ اجْتَمَعَتِ الْإِنْسُ وَالْجِنُّ عَلَىٰ أَنْ يَأْتُوا بِمِثْلِ هَٰذَا الْقُرْآنِ لَا يَأْتُونَ بِمِثْلِهِ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيرًا — تم فرماؤ اگر آدمی اور جن سب اس بات پر متفق ہو جائیں کہ اس قرآن کی مانند لے آئیں تو اس کا مثل نہ لا سکیں گے اگرچہ ان میں ایک دوسرے کا مددگار ہو۔

ولید بن مغیرہ نے کہا:

إِنْ هَٰذَا إِلَّا سِحْرٌ يُؤْثَرُ إِنْ هَٰذَا إِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ — یہ تو وہی جادو ہے اگلوں سے سیکھا، یہ نہیں مگر آدمی کا کلام

اللہ تعالیٰ نے اسے جواب دیا اور نیز آپ کو تسلی دینا مقصود تھا:

كَذَٰلِكَ مَا أَتَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِنْ رَسُولٍ إِلَّا قَالُوا سَاحِرٌ أَوْ مَجْنُونٌ — یونہی جب ان سے اگلوں کے پاس کوئی رسول تشریف لایا تو یہی بولے کہ جادوگر ہے یا دیوانہ۔

کفار نے خبر دی کہ محمد سے ان کا رب ناراض ہو گیا تو اللہ نے یوں جواب دیا:

مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلَىٰ — کہ تمہیں تمہارے رب نے نہ چھوڑا اور نہ مکروہ جانا۔

کفار نے کہا:

مَالِ هَٰذَا الرَّسُولِ يَأْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِي فِي الْأَسْوَاقِ — اس رسول کو کیا ہوا کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا ہے۔

وَمَا أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِينَ إِلَّا إِنَّهُمْ لَيَأْكُلُونَ الطَّعَامَ وَيَمْشُونَ فِي الْأَسْوَاقِ — اور ہم نے تم سے پہلے جتنے رسول بھیجے سب ایسے ہی تھے کھانا کھاتے اور بازاروں میں چلتے۔

اللہ کے دشمن یہودیوں نے آپ پر حسد کرتے ہوئے کہا، اس کا مقصود تو نقص نکالنا ہی ہوتا ہے۔

تو اللہ کی جانب سے انہیں یہ جواب ملا:

أَمْ يَحْسُدُونَ النَّاسَ عَلَىٰ مَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ فَقَدْ آتَيْنَا آلَ إِبْرَاهِيمَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَآتَيْنَاهُمْ مُلْكًا عَظِيمًا — یا لوگوں سے حسد کرتے ہیں اس پر جو اللہ نے انہیں اپنے فضل سے دیا تو ہم نے تو ابراہیم کی اولاد کو کتاب اور حکمت عطا فرمائی اور انہیں بڑا ملک دیا

کفار نے اس بات کو امر مستبعد سمجھا کہ اللہ نوع بشریہ سے رسول بھیجے جیسا کہ قرآن کریم نے ان کی بات بیان کی ہے:

وَمَا مَنَعَ النَّاسَ أَنْ يُؤْمِنُوا إِذْ جَاءَهُمُ الْهُدَىٰ إِلَّا أَنْ قَالُوا أَبَعَثَ اللَّهُ بَشَرًا رَسُولًا — اور کس بات نے لوگوں کو ایمان لانے سے روکا جب ان کے پاس ہدایت آئی مگر اسی نے کہ بولے کیا اللہ نے آدمی کو رسول بنا کر بھیجا

اور وہ یہ بھول گئے کہ ہم جنس ہونا باعث انس اور غیر ہم جنس ہونا باعث دوری ہوتا ہے

بہرحال اللہ کی طرف سے یہ جواب ہے کہ:

قُلْ لَوْ كَانَ فِي الْأَرْضِ مَلَائِكَةٌ يَمْشُونَ مُطْمَئِنِّينَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِمْ مِنَ السَّمَاءِ مَلَكًا رَسُولًا — تم فرماؤ اگر زمین میں فرشتے ہوتے چین سے چلتے تو ان پر ہم رسول بھی فرشتہ اتارتے۔

یعنی جب تم بشر ہو تو تمہارے لیے رسول بھی ضروری ہے کہ نوع بشر ہی سے ہونا چاہیے اور اگر تم ملائکہ ہوتے تو تمہارا رسول بھی کوئی فرشتہ ہوتا

در منقبت حضور مفتی اعظم

جانشین مفتی اعظم فقیہ اسلام علامہ محمد اختر رضا خاں ازہری

چل دیئے تم آنکھ میں اشکوں کا دریا چھوڑ کر
رنج فرقت کا ہر اک سینہ میں شعلا چھوڑ کر

لذت مے لے گیا وہ جام و مینا چھوڑ کر
میرا ساقی چل دیا خود مے کو تشنہ چھوڑ کر

ہر جگہ میں درد اپنا میٹھا میٹھا چھوڑ کر
چل دیئے وہ دل میں اپنا نقش والا چھوڑ کر

جامہ مشکیں لئے عرش معلے چھوڑ کر
فرش پر آئے فرشتے بزم بالا چھوڑ کر

عالم بالا میں ہر سو مرحبا کی گونج تھی
چل دیئے جب تم زمانے بھر کو سونا چھوڑ کر

موت عالم سے بندھی ہے موت عالم بے گماں
روح عالم چل دیا عالم کو مردہ چھوڑ کر

ہو سکے تو دیکھ اختر باغ جنت میں اسے
وہ گیا تاروں سے آگے آشیانہ چھوڑ کر

فلسفۂ قربانی

از غزالئ دوراں علامہ سید احمد سعید کاظمی پاکستان

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم۔

غالباً ۵۰ء میں مروجہ قربانی کے خلاف لاہور میں ایک پمفلٹ میری نظر سے گزرا تھا، جسکے
ف نے انکار حدیث کو اپنے دعویٰ کی اصل بنیاد قرار دے کر اسلام کے ایک عظیم الشان شعار
وجہ قربانی کا شدید انکار اور اس کی اشد ترین توہین کی تھی، نہ صرف توہین بلکہ دیندار مسلمانوں کے
جذبات کو مشتعل کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا تھا۔ میں نے اسی وقت نہایت متانت
دگی کے ساتھ [illegible] وعقل کی روشنی میں اس کا مدلل جواب لکھ کر شائع کر دیا تھا، جسے اہل علم کی
ن پسند طبائع نے بہت پسند کیا اور اسے پڑھ کر طالبان حق کے قلوب مطمئن ہو گئے۔

اب اس کے پانچ سال بعد اسی فتنہ نے دوبارہ سر اٹھایا ملک کے مشہور انگریزی اخبار
ن ٹائمز (مجریہ ۱۷ جولائی ۵۵ء) نے ان ہی فرسودہ اور پامال شدہ ہتھکنڈوں سے کام لیکر
وجہ قربانی کے خلاف زہر اگلا ہے جو مقدس اسلام کا عظیم ترین نشان اور بہترین شعار ہے۔

اس فتنہ کی اصل بنیاد حجیت حدیث کے اثبات کے بغیر ناممکن ہے اور اس کے بغیر قربانی کے
ے پر کچھ کہنا چنداں مفید نہیں ہو سکتا لیکن سردست حجیت حدیث پر نہایت مختصر اجمالی تبصرہ
نے ہوئے اصل [illegible] پر کچھ عرض کرتا ہوں، انشاء اللہ العزیز اس اختصار و اجمال کی تفصیل
ریح علیحدہ [illegible] میں بہت جلد ہدیۂ قارئین کی جائے گی۔ وما توفیقی الا باللہ العزیز

پمفلٹ مذکور اور پاکستان ٹائمز کے مضمون کے بنیادی خطوط میں کوئی فرق نہیں۔ ایک
ے کا چربہ معلوم ہوتا ہے، اجمال و تفصیل کا معمولی سا تفاوت نظر آتا ہے۔ اصل مقصد اور
ے طریق اثبات میں کوئی فرق نہیں پایا جاتا۔ اسی لیے پاکستان ٹائمز کے زیر نظر مقالے کے
دیں پمفلٹ مذکور کے جواب سے کہ بخاص مختلف طرز بیان کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی
۔ بیان کے معمولی تفاوت کے ساتھ سابق جواب سابق کے اہم اجزا اور اصولی ابحاث
کر دینا کافی سمجھتا ہوں۔ البتہ حسب ضرورت بعض مقامات پر چند مفید امور کا اضافہ کر دیا
ے گا۔

پاکستان ٹائمز کے مقالہ نویس نے تو بہت اختصار و اجمال کیساتھ کلام کیا ہے لیکن پمفلٹ
لف نے کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی۔ اسی پمفلٹ میں بتایا گیا ہے کہ ہر ہر شہر و قریہ میں قربانی
رآن نہیں۔ قربانی صرف مکہ میں ہونی چاہیے۔ وہ بھی اتنی ہی جتنی استعمال میں آسکے زائد خلاف
ہے۔ خلاف ایمان ہے، اور خلاف عقل ہے۔ جانور کے علاوہ نقد و جنس، صدقہ اور
بی وہی درجہ رکھتے ہیں، مسلمان جو روپیہ قربانی پر صرف کرتے ہیں، اس کی وجہ سے روز بروز
سے زیادہ پلیدی، گندگی، عذاب اور سزا کے مستوجب ہوتے جاتے ہیں۔ قربانی کرنے والے

تمام مسلمان عقل سے بیزار اور بے ایمان ہیں، مسلمان قوم کا کروڑہا روپیہ جو ہر سال قربانی پر بیجا
صرف ہوتا ہے، اگر کشمیر فنڈ یا استحکام پاکستان یا امداد مہاجرین وغیرہ قومی و ملکی ضرورتوں پر خرچ
کیا جائے تو کیا اچھا ہو۔

پمفلٹ مذکور میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ قربانی کی مروجہ صورت بالکل بے سود بلکہ سخت نقصان کا
موجب ہے۔ قربانی سے نسل ضائع ہوتی ہے اس لیے قربانی کرنے والے مفسد ہیں، قربانی اسراف و
تبذیر ہونے کے علاوہ قوم کی صحت کے لیے بھی نہایت مضر ہے۔ پمفلٹ زیر نظر میں سب سے
زیادہ زور اس بات پر دیا گیا ہے کہ مروجہ قربانی قطعاً خلاف عقل و حکمت ہے۔ مضمون نگار صاحب
نے قرآن کریم کو اپنے مذکورہ بالا خیالات کا مؤید قرار دیتے ہوئے لکھا ہے کہ قرآن حکیم نے صرف
مکہ کو قربان گاہ قرار دیا ہے۔ تاکہ ایام حج میں غذائی سہولتیں بہم پہنچ سکیں، قربانی صرف حاجیوں
پر ہے، وہ بھی ہر حاجی پر نہیں، بلکہ جس حاجی کو مندرجہ ذیل تین وجوہات میں سے کوئی وجہ درپیش
ہو جائے۔ اسی پر قربانی لازم ہے، جن کی تفصیل یہ ہے:

۱۔ حج کا ارادہ کرنے کے بعد کسی مرض یا دشمن کی وجہ سے رک جانا۔

۲۔ ارکان حج کی تکمیل سے پہلے کسی مرض یا خاص تکلیف کی وجہ سے سر منڈانا۔

۳۔ حج عمرہ ملا کر کرنا۔

ان وجوہات کے علاوہ کسی وجہ سے کسی پر قربانی لازم نہیں ہوتی پھر ان صورتوں میں بھی یہ لازم نہیں کہ قربانی ہی ہو، بلکہ حسب توفیق کچھ ہدیہ نقد و جنس کی قسم سے کعبہ فنڈ میں بھیج دیا جائے۔ قربانی کا درجہ روزہ و صدقہ سے قطعاً زیادہ نہیں، مؤلف صاحب نے سورۂ بقرہ، سورۂ مائدہ، اور سورۂ حج کی آیتوں کا حوالہ دے کر اپنے اس بیان کی تائید کی ہے۔ اس کے بعد لکھا ہے کہ صحاح ستہ کی متفقہ روایت ہے کہ آنحضرت مدینہ سے مکہ اپنی قربانی کے جانور بھیجتے تھے اور بقول ابن عباس آنحضرت نے حدیبیہ کے سال بہت سے اونٹ مکہ کو بھیجے اور بقول نافع ابن عمر بھی اپنے قربانی کے جانور کو کعبہ بھیجا کرتے تھے۔

زیر نظر پمفلٹ کے مضمون کا یہ خلاصہ تھا جو ناظرین کرام کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ مضمون نویس صاحب نے اس بیان میں شعائر [illegible] دین کی تضحیک و تمسخر اڑانے میں بھی کسی قسم کی کوتاہی نہیں فرمائی۔ بخوف طوالت میں نے ان جملوں کو نقل نہیں کیا۔

مسئلہ قربانی پر اظہار خیال سے پہلے مناسب سمجھتا ہوں کہ مؤلف صاحب کی اصولی غلط فہمیوں کا ازالہ کر دوں تاکہ مسئلہ کا ہر پہلو بے نقاب ہو جائے اور اصل مقصد تک پہنچنا آسان ہو، اس ضمن میں چند بنیادی چیزیں ہیں۔ جن کے بغیر کسی شرعی مسئلہ کا حل ہونا قطعاً ناممکن ہے۔ سب سے پہلے اس امر کا لحاظ ضروری ہے، کہ قرآن کریم ایک ایسا جامع قانون ہے جو تمام دینی و

دنیوی ضروریاتِ انسانیہ پر مشتمل مسائل کو حاوی ہے ہر مسئلہ کی اصل قرآن حکیم میں موجود ہے، لیکن مسائل کی تفصیلات کے لیے ہمیں اس قانون کی تشریح درکار ہے۔ ظاہر ہے کہ صاحب قانون ہی اپنے قانون کی تشریح کا حق رکھتا ہے۔ لہٰذا عقل سلیم کی روشنی میں ہمیں یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ جس معبود حقیقی نے اپنے رسول پر قرآن نازل کیا ہے اس نے اس کی تشریح بھی بذریعہ وحی اپنے رسول پر اتاری ہے۔ قرآنی اصطلاح میں اس کو حکمت سے تعبیر فرمایا ہے۔

ارشاد ہوتا ہے :

وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ کتاب قانون ہے اور حکمت اس کی تشریح جسے دوسرے لفظوں میں حدیث کہیے۔

اسی طرح سورۂ حشر میں فرمایا :

وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا۔

جو کچھ تمہیں رسول دے دے وہ لے لو، اور جس سے وہ روک دے اس سے باز آجاؤ۔

سورۂ تحریم میں مذکور ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت حفصہ[1] سے ایک راز کی بات کہی، انھوں نے اس کا افشا کر دیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی کہی ہوئی ایک بات انہیں بتائی تو حضرت حفصہ بولیں، من انبأک ھٰذا - آپ کو کس نے بتایا کہ میں نے افشاء راز کیا ہے تو آنحضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا، نبّأنی العلیم الخبیر مجھے علیم خبیر نے خبر دی، اگر قرآن کے علاوہ وحی الٰہی کا انکار صحیح مان لیا جائے، تو قرآن سے آیت نکالیے، جس میں اس بات کا ذکر ہو کہ حضرت حفصہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا راز فاش کر دیا۔ لیکن قرآن مجید میں ایسی کوئی آیت موجود نہیں جس میں اس خبر کا تذکرہ ہو معلوم ہوا کہ نبّأنی العلیم الخبیر میں جس چیز کا ذکر ہے، وہ قرآن میں نہیں بلکہ حدیث میں ہے جو بلاشبہ حقیقت وحی الٰہی ہے۔

ایک جگہ ارشاد ہوتا ہے :

قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ۔

حبیب! کہہ دو اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو، تو میری اتباع (پیروی) کرو، تم اللہ کے محبوب ہو جاؤ گے۔

ہر شخص جانتا ہے کہ رسول کی پیروی ناممکن ہے، جب تک ان کے اقوال و افعال اخلاق و سیرۃ کی تفصیلات ہمارے علم میں نہ ہوں۔ ان ہی کے مجموعہ کو حدیث کہتے ہیں۔

نیز قرآن حکیم میں ارشاد فرمایا :

وَمَنْ يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللّٰهَ۔

جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔

اطاعت قول و فعل کی ہوتی ہے اور رسول کا قول و فعل حدیث ہے، معلوم ہوا کہ حدیث پر عمل کرنا عین عمل بالقرآن ہے اور کیوں نہ ہو جب کہ قرآن مجید میں صاف اور غیر مبہم الفاظ میں فرما دیا، وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحٰى۔

رسول[2] اپنی خواہش سے نہیں بولتا، ان کا بولنا وحی الٰہی میں منحصر ہے۔

قرآن حکیم میں رسول[3] کو معلم کتاب قرار دینے کے یہی معنی ہیں کہ بیان رسالت کے بغیر فہم قرآن ممکن نہیں۔ یہ اور کہ حدیث میں وضع و جعل پایا جاتا ہے۔ اس لیے وہ معتبر نہیں! تو مجھے اس اعتراض کرنے والوں کی بے بصری پر انتہائی افسوس ہوتا ہے اور ادنیٰ سمجھ والا انسان اس حقیقت کو آسانی سے سمجھ سکتا ہے کہ جس قانون کی تشریح دنیا میں موجود نہ ہو، وہ قانون کس کام کا ہے اور قرآن کریم سے یہ بات واضح ہو گئی کہ رسول معلم کتاب ہے۔ رسول کی پیروی فرض ہے۔ رسول کا بولنا وحی الٰہی ہے! رسول کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے۔ رسول کا بیان قرآن کی تشریح ہے۔ تو اب جعل و وضع کی آڑ میں حدیث رسول کو لایعنی ذخیرہ کہہ کر رد کر دینا قرآن کریم کو ناقابل عمل قرار دینا نہیں تو اور کیا ہے! اس میں شک نہیں کہ واضعین کاذبین نے روایات کا موضوعہ بنانے میں کمی نہیں کی۔ لیکن یہ بھی صداقت رسول کی روشن دلیل بلکہ ہادی عالم کا روشن ترین معجزہ ہے کہ بے پناہ کذب و وضع کی ظلمتوں کے باوجود بھی رسول معظم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کی چمکتی ہوئی ادائیں اہل بصیرت کی آنکھوں سے اوجھل نہ ہو سکیں اور پرکھنے والوں نے کھوٹے کھرے کو پرکھ کر موضوع کو غیر موضوع سے اور صحیح کو ضعیف سے ممتاز کر ہی لیا، کذب و افتراء اور وضع و جعل کی تاریکیوں میں بھی اس نور مجسم کی ادائیں چمکتی ہی رہیں۔ علم الاسناد اسماء الرجال اصول حدیث سے ادنیٰ تعلق رکھنے والے انسان کو ایک آن کے لیے بھی اس بیان میں شک نہیں ہو سکتا۔ راویان حدیث کی چھان بین، شرائط صحت کی پابندی محدثین کرام کی احتیاط پر تفصیل سے گفتگو کی جائے تو بڑے بڑے دفتر پر ہو جائیں۔ اس مختصر مضمون میں اس کی گنجائش کہاں، اس مقام پر بس اس قدر کہہ دینا کافی ہے، کہ رسول کی اداؤں کا محفوظ رکھنا قانون قدرت کے مطابق تھا۔ اس لیے قدرت نے سیرۃ رسول[4] کے تحفظ کی خاطر وہ انتظام کیا کہ پانچ لاکھ انسانوں کو ادائے حبیب کا نقشہ اتارنے اور اس کو محفوظ کرنے کے لیے متعین کر دیا۔ یوں کہیے کہ سابقہ آسمانی کتابوں کو اس طرح محفوظ رکھنے کا سامان مہیا نہیں کیا گیا۔ جس طرح سیرۃ رسول کی حفاظت کے لیے اسباب پیدا کیے گئے، جس کی وجہ صرف یہی تھی کہ تمام کتب سابقہ کی حقیقتیں قرآن میں رکھ دی گئی تھیں اور قرآن پر عمل کرنا ممکن تھا جب تک کہ معلم قرآن کی سیرۃ سامنے نہ ہو اس لیے سیرۃ رسول کا تحفظ ضروری تھا۔

یہاں ایک شبہ ہو سکتا ہے کہ قرآن اپنے قابل عمل ہونے میں حدیث کا محتاج ہو گیا اور قرآن کی یہ شان نہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن محتاج نہیں، بلکہ قرآن پر عمل کرنے کے لیے ہم حدیث کے محتاج ہیں۔ کیونکہ قانون عمل کرنے والوں کا محتاج نہیں ہوتا۔ بلکہ عمل کرنے والے قانون کے محتاج ہوتے ہیں۔ دیکھئے! خدا کی معرفت رسول کے بغیر ناممکن ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ خدا تعالیٰ اپنی معرفت کرانے میں رسولوں کا محتاج ہے۔ نہیں بلکہ معرفت خداوندی حاصل کرنے کے لیے ہم رسول کے محتاج ہیں۔ اس سلسلہ میں مجھے یہ بات بھی بتانی ہے کہ بعض لوگ کہہ دیا کرتے ہیں کہ جو حدیث قرآن کے موافق ہو وہ قبول کی جائے گی اور جو روایت نص

---

[1] حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔

[2] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم۔ [3] سیرۃ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم۔

کے خلاف ہو۔ وہ مردود قرار پائے گی۔ اس مسئلہ میں کسی مسلمان کو اختلاف نہیں کہ قرآن کوئی روایت قابل قبول نہیں! لیکن موافق اور مخالف کا مفہوم کیا ہے! کون سی کو قرآن کے موافق کہیں گے اور کس کو مخالف قرآن قرار دیں گے؛ یہ ایسا سوال ہے جواب منکرین حدیث کے نظریہ کے موافق صرف یہ ہے کہ جو بات قرآن میں مذکور نہیں حدیث میں اس کا ذکر آجائے تو وہ حدیث قرآن کے مخالف ہے اور اگر ایسی ہو کہ جس بات کا ذکر قرآن میں ہے بعینہٖ اسی کا ذکر بغیر کسی فرق کے حدیث میں بھی ہو وہ حدیث قرآن کے موافق ہوگی۔

لیکن قائلین حدیث کے نزدیک مخالف و موافق کا یہ مفہوم قطعاً غلط ہے۔ ہمارے نزدیک قرآن کی تشریح و تفسیر ہے۔ ظاہر ہے کہ متن و شرح کے الفاظ و عبارات میں کوئی فرق دونوں میں کیا امتیاز ہوگا؟ اور ایسی صورت میں شرح و تفسیر سے کیا فائدہ مرتب ہو سکتا ہے نظریہ کے مطابق وہ حدیث قرآن کے مخالف قرار پائے گی۔ جس میں قرآن مجید کی کسی نفی صریح کے۔ مقابلہ میں اثبات یا امر طلب کیا جائے یا مضمون حدیث سے مضمون قرآن کی تردید ۔ مثلاً قرآن میں ہے اقیموا الصلوٰۃ۔ اگر کسی روایت میں لا تقیموا الصلوٰۃ ہے تو وہ روایت قرآن کے خلاف ہوگی۔ اور اگر کسی روایت میں مضمون قرآن کی تشریح تو اس کو قرآن کے مخالف کہنا انتہائی گمراہی اور بے دینی ہے، دیکھئے قرآن کریم نے اقیموا تو فرمادیا۔ لیکن اقامۃ الصلوٰۃ کی تمام تفصیلات بیان نہیں فرمائیں کہ کس نماز کی رکعتیں ہوں، کون سی نماز آہستہ پڑھی جائے کون سی بلند آواز سے ادا کی جائے وغیرہ۔ تو اب جن احادیث میں یہ تفصیلات مذکور ہیں وہ قرآن کے مخالف نہیں بلکہ اس کی تفسیر ہیں۔ مضمون نگار کی سب سے پہلی اصولی غلط فہمی یہ ہے کہ انہوں نے مروجہ قربانی سے متعلق تمام احادیث کو قرآن کے مخالف سمجھا۔ حالانکہ وہ قرآن کے کسی مضمون کی تردید نہیں بلکہ ایک قرآنی حکم کی تشریح و تفسیر کر رہی ہیں۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ۔

حبیب! اپنے رب کے لیے نماز پڑھو اور اسی کے لیے قربانی کرو۔

جس طرح نماز کی تفصیلات قرآن کریم میں نہیں اسی طرح قربانی کی تفصیلات بھی قرآن حکیم میں نہیں حدیث میں دونوں کی تشریح و تفسیر کی گئی ہے۔ اگر قربانی کی حدیثیں قرآن کے مخالف ہیں تو اصل صلوٰۃ کی حدیثوں کو بھی خلاف قرآن کہنا چاہیے! پھر اگر کوئی ...... وہ بن کہا مجھے نماز کے متعلق حدیثوں کو بھی قرآن کے خلاف سمجھتا ہوں تو اس سے ...... جائے کہ اگر تو دعوے میں سچا ہے تو احادیث صلوٰۃ سے الگ رہتے ہوئے نماز پڑھ کر دکھا جس ت سے تو اقامۃ الصلوٰۃ کرے گا۔ اس صورت کو قرآن کی عبارۃ النص سے ثابت ہوگا۔ لیکن میں دعوے سے کہتا ہوں کہ احادیث سے قطع نظر کرکے کوئی شخص نہ نماز پڑھ سکتا ہے، نہ روزہ رکھ سکتا ہے، نہ حج کر سکتا ہے، نہ زکوٰۃ دے سکتا ہے، حتیٰ کہ ایمان جو عبادات کا اصل ہے۔ بغیر استعانت بالحدیث کے حاصل نہیں کرسکتا! بہرحال جس چیز کا ذکر قرآن میں نہ ہو اور حدیث میں اس کی تفصیلات مذکور ہوں تو اس حدیث کو قرآن کے مخالف

قرار دینا گمراہی کی بنیاد ہے، دیکھئے قرآن عظیم میں خنزیر کے گوشت کے علاوہ کسی چیز کو حرام نہیں بتایا حرمت خنزیر کا ذکر جہاں بھی آیا ہے وہاں لحم الخنزیر کا لفظ ہے تو مؤلف صاحب کو چاہیے کہ لحم الخنزیر کے علاوہ خنزیر کے تمام اجزا کو حلال طیب تصور فرمائیں اور جو شخص اس کی چربی وغیرہ کی حرمت کا قول کرے اس کی بات کو خلاف قرآن قرار دے کر اعلان کردیں کہ چونکہ قرآن کریم میں صرف لحم الخنزیر فرمایا ہے۔ اس لیے سوائے گوشت کے خنزیر کی ہر چیز حلال اور پاک ہے۔

قرآن کریم نے کتے، بلی، چوہے وغیرہ حشرات الارض اور سباع بہائم و طیور کی حرمت کی تفصیلات کسی جگہ بیان نہیں کیں۔ احادیث میں ان چیزوں کا حرام ہونا تفصیل سے مروی ہے۔ اس مسئلہ میں بھی مضمون نویس صاحب کا فرض اولین ہے کہ ان تمام احادیث کو خلاف قرآن قرار دیکر کتے، بلیاں، چوہے وغیرہ تناول فرمانے لگیں اور ملک کے اصحاب بصیرت و ارباب حکومت سے التجا کریں کہ یہ لوگ جو بکریاں، بھیڑیں خریدنے اور ان کا گوشت کھانے پر کروڑوں روپیہ صرف کرتے ہیں سب اسراف و تبذیر گندگی ہے یہ لوگ عذاب و سزا کے مستوجب ہیں کیوں نہیں مفت کا گوشت حاصل کرتے ...... کس لیے ان جانوروں کو بلاوجہ ضائع کر رہے ہیں۔

لیکن میں سمجھتا ہوں کہ مضمون نویس صاحب کتے، بلی، چوہے وغیرہ حرام جانوروں اور خنزیر کی چربی وغیرہ کو حرام ہی جانتے ہوں گے۔ حالانکہ ان کی حرمت قرآن میں مذکور نہیں۔ بلکہ حدیث میں مروی ہے، اگر میرا حسن ظن درست ہے تو میری حیرت کی کوئی انتہا نہیں کہ وہ قربانی جس کا حکم قرآن کریم میں موجود ہے۔ صرف اس کی تفصیلات اور احادیث میں مذکور ہوئی ہیں اس کو تو خلاف قرآن قرار دیں اور جن جانوروں کی حرمت کا قرآن کریم میں کسی جگہ کوئی ذکر نہیں بلکہ ان کی حرمت کے ثبوت کا دار و مدار صرف احادیث پر ہے۔ اس کی صحت و ثبوت پر ایمان لے آئیں! ایں چہ بوالعجبی ست۔

الغرض! مؤلف صاحب قربانی کے مسئلہ میں احادیث صحیحہ کثیرہ اور تمام امت مسلمہ کے تعامل کو نظر انداز کرکے ایک زبردست غلط فہمی کا شکار ہوگئے۔ اگر وہ میرے بیان سابق پر غور کریں تو مجھے امید ہے کہ اپنے خیالات سے رجوع کریں گے۔

دوسری بنیادی غلطی جس پر مؤلف صاحب کا سارا زور بیان ختم ہوگیا ہے۔ مروجہ قربانی کا خلاف عقل و حکمت ہونا ہے۔

اس کے متعلق مضمون نگار صاحب نے جو کچھ حوالہ قلم کیا ہے وہ ان کی اپنی کج فہمی اور کوتاہ اندیشی کا مظاہرہ ہے۔ وہ کون سا مسلمان ہے؟ جو قرآن و اسلام کو خلاف عقل سمجھتا ہے ہمارا ایمان ہے کہ تمام تعلیمات اسلامیہ عقل سلیم کے مطابق ہیں۔ لیکن درجات عقل کا تفاوت ایک حقیقت ثابتہ ہے۔ مسائل شرعیہ کے مطابق عقل ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ نسل انسانی کے ہر گروہ اور ہر فرد کی عقل و سمجھ کے مطابق ہوں، بکثرت مسائل عقلیہ ایسے ہیں جو عقل سلیم کے معیار پر صحیح اترنے کے باوجود بھی عقلا میں مختلف فیہ ہیں۔ جس کی وجہ مراتب عقل کے تفاوت کے سوا کچھ نہیں۔ تمام کائنات میں سب سے زیادہ کامل العقل انبیاء علیہم السلام ہیں ان کے بعد جس کو بارگاہ نبوت سے جس قدر زیادہ قرب ہے اسی قدر وہ زیادہ عقل کا حامل ہے۔ بارگاہ نبوت سے صادر ہونے والے حکم کو اگر ہم ناقص عقل کی ترازو میں تولیں گے۔ تو ممکن ہے کہ اس کا وزن صحیح طور پر ہمیں معلوم نہ ہو سکے۔ ایسی صورت میں بجائے اس کے کہ ہم

اس حکم کو خلاف حکمت قرار دیں۔ اپنی عقل کے ناقص ہونے کا اقرار کریں تو ہمارے ایمان اور سلامتی عقل کی دلیل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم نازل کر کے ہماری عقلوں کو بھی آزمایا ہے۔ جو لوگ تعلیمات نبوت کے مقابلہ میں اپنی ناقص عقل پر اعتماد کرتے ہیں وہ اس امتحان میں کامیاب نہیں ہوتے۔ مسئلہ معراج میں صدیق اکبر کا مشہور واقعہ اس حقیقت کو اچھی طرح واضح کر رہا ہے۔ جو شخص کسی کام کی پوشیدہ حکمت سے بے خبر ہوتا ہے وہ اس پر اعتراض کرتا ہے۔ لیکن بندے کو خدا کے مقابلہ میں یہ جرأت کسی طرح زیب نہیں دیتی۔ اگرچہ اس کی بعض حکمتیں عزوہ ہم سے پوشیدہ ہیں۔ لیکن جب اس کے حکیم مطلق ہونے پر ہمارا ایمان ہے تو اب ہمیں اس بات کی کوشش نہ کرنی چاہیے کہ ہم اس کی حکمت کو خواہ مخواہ دریافت کریں۔ ممکن ہے کہ اس کا دریافت کرنا حکیم مطلق کی منشاء کے خلاف ہو۔ اسی لیے الذین یومنون بالغیب فرما کر ایمان بالغیب لانے والوں کی تعریف فرمائی۔

پاکستان ٹائمز کے مقالہ نویس نے بڑے طمطراق کے ساتھ لکھا ہے کہ قربانی کا سنت ابراہیمی ہونا ایسی بات ہے جس کی کوئی تصدیق نہیں پائی جاتی۔

جواباً عرض ہے کہ جن لوگوں کے مذہب میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت بھی جائز نہیں، ان کے نزدیک سنت ابراہیمی کی کیا قدر و قیمت ہو سکتی ہے! ملاحظہ فرمایئے! منکرین حدیث کے مقتداء اور پیشوا غلام محمد پرویز نے اپنی کتاب معارف القرآن جلد ۴ ص۶۹۶ پر صاف لکھا ہے کہ

"اطاعت صرف خدا کی ہو سکتی ہے، کسی انسان کی نہیں حتیٰ کہ رسول بھی اپنی اطاعت کسی سے نہیں کرا سکتا" (منقول از مقام حدیث پرویز)

رہا یہ امر کہ اس کی تصدیق پائی جاتی ہے یا نہیں؟ تو اس کے متعلق سردست اتنا عرض کر دینا کافی ہے کہ تصدیق کرنے والوں کے لیے تو اس کی تصدیق اللہ تعالیٰ کے سچے رسول حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فداہ ابی و امی کے کلام فیض ترجمان میں واضح طور پر موجود ہے۔ مسند امام احمد اور ابن ماجہ میں سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ "صحابہ کرام نے عرض کیا کہ حضور! یہ قربانیاں کیا ہیں؟ تو سرکار نے ارشاد فرمایا کہ تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے"

لیکن معترضین اس کے جواب میں یہی کہیں گے کہ یہ حدیث رسول ہے۔ ہم اسے نہیں مانتے ہمیں قرآن میں اس کی تصدیق دکھاؤ۔

اس کے متعلق گزارش ہے کہ اگر تصدیق کے یہی معنی ہیں کہ جس بیان کی تصدیق مطلوب ہو اس کا ایک ایک لفظ قرآن کریم میں پایا جائے تو میں دعوے سے کہوں گا کہ مخالفین اپنے دعوے کی کوئی تصدیق قرآن مجید سے پیش نہیں کر سکتے!

مثال کے طور پر اسی مسئلہ کو لے لیجئے، پاکستان ٹائمز کے مقالہ نویس نے لکھا ہے کہ "ایام حج میں صرف مکہ میں قربانی ہو سکتی ہے"

مقالہ نویس سے میں دریافت کرتا ہوں کہ اگر آپ خود اپنے ہی ارشاد کے مطابق مکہ معظمہ جا کر ایام حج میں قربانی کرنا چاہیں تو کون سے مہینے کی کن تاریخوں میں قربانی کریں گے؟ کیا قرآن کریم سے آپ ماہ ذی الحجہ کے نام اور اس کی مخصوص تاریخوں کی تصدیق پیش کر سکتے ہیں!

نہیں اور یقیناً نہیں پھر آپ ہی بتایئے کہ آپ کا دعویٰ خود آپ ہی کے مقرر کردہ معیار کے مطابق کہاں تک سچا ثابت ہوا۔ اگر اس کے جواب میں آپ یہ کہیں کہ ذی الحجہ کی تاریخوں میں عام مسلمان حج کرتے ہیں اس کی وہی تاریخیں ایام حج قرار پائیں گی تو میں عرض کروں گا کہ اگر عامۃ المسلمین کا عمل آپ کے نزدیک کوئی دلیل شرعی ہو سکتا ہے تو وہ قربانی کی مخالفت آپ کیوں فرما رہے ہیں۔ جو امت مسلمہ عہد رسالت سے لے کر آج تک ذی الحجہ کی خصوص تاریخوں میں حج کے ارکان مخصوصہ مکہ میں ادا کرتی رہی۔ وہی قوم عرب و عجم، مشرق و مغرب، جنوب و شمال میں اپنے اپنے شہروں قصبوں اور بستیوں میں قربانی کرتی چلی آ رہی ہے۔ پھر یہ کیا بات ہے کہ امت مسلمہ کا ایک عمل آپ کے نزدیک دلیل شرعی اور قرآن کے مطابق ہے اور دوسرا صریح گمراہی اور خلاف قرآن، حالانکہ آپ کے معیار کے مطابق دونوں کی تصدیق قرآن کریم میں موجود نہیں۔

علی ہذا القیاس مکہ معظمہ کو قربانی کی جگہ قرار دینا بھی ایسا دعویٰ ہے جس کی کوئی تصدیق آپ اپنے خود ساختہ معیار کے مطابق قرآن کریم سے پیش نہیں کر سکتے۔ "ھدیا بالغ الکعبۃ اور ثم محلھا الی البیت العتیق" سے آپ کا مدعا ثابت نہیں ہو سکتا۔ اس لیے کہ "بیت عتیق" اور "کعبہ" کا ترجمہ "مکہ" نہیں کعبہ معظمہ ایک خاص گھر اور مخصوص عمارت کا نام ہے اور مکہ ایک معظم شہر کو کہتے ہیں۔ تمام مسلمان جانتے ہیں کہ کعبہ شریف اور بیت العتیق میں آج تک کوئی قربانی نہیں ہوئی۔ لہٰذا اگر آپ کے اصول کو صحیح تسلیم کر لیا جائے تو لازم آئے گا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر آج تک کسی مسلمان کی قربانی صحیح نہیں ہوئی۔ مکہ یہ سب قربانیاں معاذ اللہ خلاف قرآن ہوئیں۔ اس لیے کہ قرآن کعبہ اور بیت عتیق کو قربان گاہ قرار دیتا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر آج تک کسی نے کعبہ میں قربانی نہیں کی۔ بلکہ وہاں کے تمام مسلمان منیٰ میں اپنی قربانیاں کرتے چلے آئے۔ اب آپ ہی بتایئے کہ آپ کے دعوے کا وہ کون سا جزو ہے۔ جس کی تصدیق آپ کے اصول کے مطابق قرآن مجید سے ہوتی ہو۔

مقالہ نویس صاحب کے انداز تحریر کے پیش نظر تو مجھے ان سے قبول حق کی کوئی امید نہیں، لیکن اپنے ناظرین کرام سے مؤدبانہ التماس کروں گا کہ وہ از راہ انصاف فیصلہ کریں کہ مقالہ نویس صاحب کا بیان قرآن کریم کی روشنی میں کس قدر لغو اور بے معنی ہے۔

پاکستان ٹائمز کے مقالہ نویس نے جو چار باتیں لکھی تھیں ان میں سے پہلی بات کا جواب پوری تفصیل سے دے چکا ہوں۔ دوسری بات یہ ہے کہ قربانی کے مذبوحہ جانوروں کو استعمال کرنا چاہیے۔ ان کو دفن کرنا خلاف قرآن ہے۔ اس کے متعلق عرض ہے کہ قربانی کے جانوروں کے متعلق استعمال کا حکم تو قرآن کریم میں کہیں وارد نہیں ہوا، البتہ اطعموا وارد ہوا ہے جس کے معنی استعمال کرنے کے نہیں بلکہ کھلانے کے ہیں۔ استعمال کا مفہوم کھلانے کے مفہوم سے عام ہے۔ قربانی کے جانوروں کے کھانے کھلانے سے کون روک سکتا ہے۔ جس نے یہ قرآن سے استدلال کی زحمت گوارا فرمائی گئی، البتہ اتنی بات کا انکار کوئی اہل علم نہیں کر سکتا کہ کھانا اور کھلانا اسی وقت متصور ہوگا۔ جب اس سے کوئی امر مانع درپیش نہ ہو اور اگر کوئی امر مانع درپیش ہو جائے تو ان کو دفن کرنے کی ممانعت قرآن کریم میں کہیں وارد نہیں ہوئی۔ بلکہ معترض نے جو اطعموا کا ترجمہ استعمال کیا ہے

ں کے علوم میں تو دفن بھی آسکتا ہے۔ اس لیے کہ دفن کے بعد بھی ان جانوروں کے بوسیدہ زاء کو بہت سے کاموں میں استعمال کیا جاسکتا ہے۔ اس لیے مقالہ نولیس کی یہ بات ں ناقابل اعتنا ہے۔

تیسری بات مقالہ نولیس نے یہ کہی ہے کہ یہ قربانی خدا تک نہیں پہنچتی اور نہ اللہ تعالیٰ اس ں پر خوش ہوتا ہے کہ کسی کا خون بہایا جائے۔ خدا کو تو صرف پاکی مقبول ہے۔

قرآن کریم میں کسی جگہ نہیں آیا کہ قربانی خدا تک نہیں پہنچتی۔ البتہ یہ ضرور فرمایا گیا ہے کہ نی کے جانوروں کا گوشت اور خون بارگاہ خداوندی میں نہیں پہنچتا۔ افسوس ہمارے معترض صاحب ر اتنا بھی پتا نہیں کہ قربانی کسے کہتے ہیں! میں ان کو بتانا چاہتا ہوں کہ قربانی کے جانور اور قربانی ے چیز نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قربانی کے جانوروں کا خون نہیں پہنچتا لیکن قربانی ضرور پہنچتی ہے۔ رہا یہ امر قربانی کیا ہے؟ معترض کو معلوم ہونا چاہیے کہ قربانی دراصل وہی تقویٰ ہے جس کے متعلق للہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ۔ کہ جانوروں کا گوشت اور خون تو میری بارگاہ میں ہیں پہنچتا۔ لیکن تمہارا تقویٰ مجھے ضرور پہنچتا ہے۔ لیکن یاد رکھیے تقویٰ زبانی جمع خرچ کا نام ہیں۔ بلکہ آیت کریمہ میں تقویٰ سے یہی مراد ہے۔ کہ محض گوشت کھانے کھلانے اور خون رانے سے رضائے الٰہی حاصل نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ جانور ذبح کرکے گوشت کھانے کھلانے ا سلسلہ تو لوگوں میں ہمیشہ ہی جاری رہتا ہے۔ جسمانی لذتوں، دنیاوی عیش و طرب اور اہشات نفس کی خاطر شب و روز جانور ذبح کیے جاتے ہیں۔ گوشت اور خون کو رضائے لٰہی سے کیا تعلق؟ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی تو اسی وقت حاصل ہوسکتی ہے جب بندہ ام لذات جسمانی اور خواہشات نفسانی سے الگ ہوکر نہایت خوش دلی اور جوش محبت کے ساتھ قیمتی اور نفیس جانور حکم خداوندی کے ماتحت اس کے نام پر ذبح کرے۔ اور عمل ذبح کے ساتھ دل میں یہ جذبہ بھی موجود ہو کہ جس طرح ہم نے یہ جانور تیرے نام پر ذبح کیا ہے ی طرح ہم خود بھی تیری راہ میں قربان ہونے کے لیے تیار ہیں، یہی قربانی کی حقیقت ہے۔ اسی کا نام آیت زیر بحث میں تقویٰ رکھا گیا ہے

اس مختصر بیان سے معترض کی اس غلط فہمی کا بھی ازالہ ہوگیا کہ اللہ تعالیٰ خون بہانے سے راضی ں ہوتا، ہم نے بتلادیا کہ اللہ تعالیٰ اسی خون بہانے سے راضی نہیں ہوتا، جو تقویٰ کے بغیر ہو۔ ر تقویٰ کے ساتھ خون بہانا بھی اللہ تعالیٰ کی رضا کا موجب نہ ہو تو بقول معترض لازم آتا ہے کہ ر حج میں خاص مکہ معظمہ میں بھی جانوروں کا ذبح کرنا رضائے الٰہی کے خلاف اور بے فائدہ ہو۔

رہی چوتھی بات کہ ایام حج میں باہر سے جانور لاکر مکہ معظمہ میں ذبح کیے جائیں۔ یں طرح حج مکہ کے سوا کہیں نہیں ہوسکتا۔ اسی طرح قربانی بھی مکہ کے علاوہ اور کہیں نہیں سکتی، تو اس مسئلہ میں ان شاء اللہ العزیز آگے چل کر ہم تفصیلی گفتگو کریں گے۔ سردست اتنی عرض کردینا کافی ہے کہ مکہ میں قربانی کا انکار کس نے کیا ہے۔ جو آپ اس کو ثابت کرنے لیے جلے سرپا گفتگو کر رہے ہیں، بحث تو اس امر میں ہے کہ مکہ معظمہ کے علاوہ کسی جگہ نی ہوسکتی ہے یا نہیں؟ تو

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ آپ قرآن کریم کی ایک آیت ایسی پیش نہ کرسکے۔ جس میں اللہ تعالیٰ نے مکہ مکرمہ کے سوا دوسری جگہ قربانی کی ممانعت فرمائی ہو۔ حج کی اضافت بیت کی طرف قرآن مجید میں وارد ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا۔

لہٰذا بیت اللہ کے بغیر کسی جگہ حج نہیں ہوسکتا، لیکن قربانی کی اضافت قرآن مجید میں کسی جگہ بیت اللہ یا مکہ و منیٰ کی طرف ثابت نہیں۔ اس لیے اس کو مکہ معظمہ کے ساتھ خاص کرنا قرآن مجید میں تحریف کرنا ہے۔ ہدی کے متعلق ہم بھی جانتے ہیں کہ وہ بیت اللہ کی طرف منسوب ہے۔ لیکن وہ ہدی ہے، قربانی (اضحیہ) نہیں۔ ان دونوں کا فرق ان شاء اللہ دلائل کی روشنی میں آئندہ بیان کیا جائے گا۔

علاوہ ازیں جن آیات سے معترضین نے قربانی کے جانوروں کا صرف مکہ میں ذبح کیا جانا سمجھا ہے۔ ان آیات میں قربانی کے جانور (اضحیہ) مراد نہیں۔ بلکہ وہاں تمتع دم احصار، اور دم جنایت مراد ہے۔ جس کو مروجہ قربانی سے دور کا تعلق بھی نہیں۔ آئندہ چل کر یہ تفصیل آپ کے ذہن نشین ہوجائے گی۔

اب رہی مروجہ قربانی! تو مضمون نولیس صاحب کی نظر اس حکمت تک نہیں پہنچی! میں اپنے مخاطب پر اس حقیقت کو واضح کردینا چاہتا ہوں کہ وہ قربانی جسے آپ خلاف عقل کہہ رہے ہیں۔ ملت ابراہیمی اور دین اسلام کا شعار عظیم ہے۔ اس اجمال کی تفصیل بڑی شرح و بسط کو چاہتی ہے۔ مگر میں نہایت اختصار اور جامعیت کے ساتھ اس کو بیان کرنے کی کوشش کروں گا۔

ہر مسلمان جانتا ہے کہ اصل دین توحید ہے اور شرک توحید کی ضد ہے۔ ہمارے رسول حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جس شدید ظلمت اور تاریکی کے دور میں پیدا ہوئے کسی سے مخفی نہیں ملت ابراہیمی کی حقیقت کفر و شرک کی تاریکیوں میں گم ہوکر رہ گئی تھی۔ ایک خدا کی بجائے ہزاروں نہیں، بلکہ لاکھوں خداؤں کی پوجا ہونے لگی تھی۔ پرستش اور بندگی کے جتنے طریقے اللہ تعالیٰ کے لیے ہوسکتے تھے۔ وہ سب باطل خداؤں اور بتوں کے لیے مخصوص ہوچکے تھے۔

عبادت کی تمام صورتیں جو اللہ تعالیٰ کے شایان شان تھیں بتوں کے لیے اختیار کی جاتی تھیں، جن کا مختصر بیان یہ ہے کہ مشرکین اپنے معبودان باطلہ کا نام لے کر ان کی بندگی اور بڑائی بیان کیا کرتے تھے۔ اپنے بتوں کے لیے سجدہ کرتے تھے، بتوں سے مدد مانگتے تھے بتوں کو الٰہ جاننے کی وجہ سے ان کو جانداروں کی جان کا مالک سمجھتے تھے۔ اور اسی وجہ سے ان کے نام پر جانور ذبح کرتے تھے، بتوں کے نام پر دور دور سے جانور بھیجے جاتے تھے مختصراً یوں کہیے کہ مالی اور بدنی عبادتیں بتوں کے لیے مخصوص تھیں۔ مشرکین اپنے بتوں کی جو بدنی عبادت کرتے تھے۔ اس میں تین چیزیں بہت نمایاں ہوتی تھیں

۱۔ سجدہ ۲۔ دعائیں

۳۔ اپنی زبان سے ان کی بندگی اور بڑائی بیان کرنا اور عبادت مالی میں جو چیز سب سے زیادہ نمایاں تھی وہ بتوں کے نام پر جانوروں کا ذبح کرنا تھا۔

دین اسلام جس کی بنیاد خالص توحید پر تھی، شرک کو بیخ و بن سے اکھاڑے بغیر قائم نہیں ہو سکتا تھا، جس کی صورت یہی ہو سکتی تھی کہ عبادت مالی اور بدنی صرف اللہ تعالیٰ کیلئے خاص کر دی جائے اور اس خصوصیت کا نشان ہر فرد مسلم کے پیش نظر ہو۔ عام اس سے کہ وہ مسلمان مکہ میں ہو، یا ہو مدینہ میں۔ کسی شہر میں ہو یا کسی قریہ میں توحید کا نشان اس کے سامنے ہونا چاہیئے! تاکہ مرد مسلم ہر قدم پر اسلام کے آثار و علامات اور عَلَمِ توحید کے سایہ میں اپنے دین و ایمان کو لیے ہوئے اسلامی زندگی بسر کر سکے، اس حکمت بالغہ کے تحت ہر شہر و قریہ میں مساجد اور ان میں پنج گانہ اذان اور نماز با جماعت مقرر کی گئی جو عبادت بدنی کے تمام شعبوں پر حاوی اور متعدد شعائر دین کا مجموعہ ہے اور اسی حکمت کے مطابق عبادت مالی کا نمایاں پہلو (معبودوں کے نام پر جانور ذبح کرنا) بتوں سے ہٹا کر معبودِ برحق اللہ تعالیٰ اجل مجدہٗ کے لیے مخصوص کیا گیا اور ایک شعار دینی کی صورت میں اجتماعی عبادت کی شکل دے کر ہر ہر شہر و قریہ میں اس کو جاری کر دیا گیا۔۔۔۔

چونکہ عبادت مالی اور بدنی! عبادت ہونے میں دونوں شریک ہیں۔ اس لیے جس طرح عبادت بدنی میں انفرادی اور اجتماعی دونوں صورتیں عام کی گئیں کہ سنن و نوافل اور وتر وغیرہ ہر شخص الگ الگ پڑھ لیتا ہے مگر عیدین، جمعہ اور جماعت سب مل کر ادا کرتے ہیں، بالکل اسی طرح عبادت مالی کا حال ہے۔ کہ ہر شخص جب بھی کوئی جانور اپنی ذاتی ضروریات یا مذہبی حاجت کی بنا پر ذبح کرے، وہ اللہ ہی کے نام پر ذبح کرے۔ اگر ایام قربانی میں تمام امت مسلمہ اجتماعی صورت میں یہ عبادت بجا لائے۔ جس طرح اذان نماز با جماعت، جمعہ، عیدین، شعائر اللہ میں داخل ہیں۔ اسی طرح ہر قصبہ میں قربانی بھی شعائر دین میں سے ہے۔

اب بتائیے! مروجہ قربانی شرک کی تباہی اور توحید کے دوام و لقاء پر دال ہے یا نہیں دوسرے لفظوں میں یوں کہیئے کہ شرک کے مٹنے اور توحید کے قائم ہونے کی وہ عظیم الشان یادگار ہے۔ جو ساڑھے تیرہ سو برس سے آج تک چلی آرہی ہے اور ان شاء اللہ تعالیٰ اس وقت تک رہے گی۔ جب تک کہ خدا کی زمین پر لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھنے والا ایک شخص بھی قائم رہے گا۔ آپ ایڑی چوٹی کا زور لگا لیجئے۔ آپ کے مٹانے سے دین کا یہ شعلہ مٹ نہیں سکتا۔ یریدون لیطفئوا نور اللہ بافواھھم واللہ متم نورہ ولو کرہ المشرکون۔

آپ کے نزدیک قربانی کا فلسفہ اجتماع حج کے موقع پر غذائی سہولت ہے، ٹھیک ہے۔ اسیران شکم کو شکم پروری کا فلسفہ نہ سوجھے تو کیا سوجھے! فکر ہر کس بقدر ہمت اوست! عبادات اسلامیہ کا منتہا! شکم پروری ہونا کیا کہنا ہے؟ پیٹ بھر لینا تو کتوں، بلیوں کے لیے بھی مشکل نہیں۔ آپ نے انسانوں کا کمال اسی میں منحصر کر دیا۔ ع

این کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

اسلام نے کھانے پینے کا مقصد عبادت قرار دیا ہے۔ آپ عبادت کا مقصد کھانا پینا قرار دے رہے ہیں! ع

ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا

کسی حکومت کے قومی جھنڈے کو اتارنے کی کوشش کرنا اس حکومت کے نزدیک ناقابل برداشت جرم ہے، آپ حکومت خداوندی کی علامت کو مٹانے کی کوشش کر رہے ہیں کچھ سوچیئے! حکومت کی پختگی، استحکام، بقاء و دوام کے لیے جو روپیہ خرچ کیا جائے۔ ایک جاہل کی نظر میں وہ ضرور قابل اعتراض ہوگا۔ لیکن ارباب حکومت سے پوچھا جائے تو وہ کیا جواب دیں گے! دین متین کے برقرار رہنے۔ توحید کے بقاء و دوام کی خاطر قربانی پر جو روپیہ ہر سال خرچ ہوتا ہے۔ وہ بے خبر لوگوں کی نظر میں قابل اعتراض ہونا ہی چاہیئے۔ لیکن استحکام سلطنت پر روپیہ خرچ کرنے والے کو مطعون کرنے کا مزہ اسی وقت آئے گا جب دفاعی لائن کمزور ہونے کی وجہ سے دشمن سر پر آ پہنچے گا اور قتل و غارت کا بازار گرم ہونے لگے گا۔ بالکل اسی طرح شعائر دین کو باقی رکھنے کے لیے روپیہ صرف کرنے پر جو لوگ اعتراض کرتے ہیں انہیں اسی وقت اس کا پتا چلے گا۔ جب مسلمانوں کی لاپرواہی کے سبب شعائر دین ختم ہو جائیں گے اور توحید کی جگہ شرک لے گا۔ دین ختم ہو کر کفر و بے دینی کا دورہ ہوگا اور اسی وقت عذاب الٰہی کی گرفت سخت ہو جائے گی۔

میری سمجھ میں نہیں آتا کہ قربانی پر جو روپیہ صرف ہوتا ہے اس کو خلاف عقل و حکمت قرار دیا جا رہا ہے۔ لیکن قربانی سے لاکھوں بلکہ کروڑوں درجہ زیادہ سینماؤں، تھیٹروں، کلب گھروں قحبہ خانوں اور اسراف و تبذیر کی بے شمار مدوں پر مسلمانوں کے گاڑھے پسینے کی کمائی کا جو روپیہ خرچ ہو رہا ہے۔ اس کے متعلق آپ کے دل میں درد کی کوئی کسک پیدا نہیں ہوتی۔ قربانی پر آپ کا دل اس قدر دکھا کہ دکھی دل کی التجائیں سنانے کے لیے آپ چیخ رہے ہیں۔ استحکام پاکستان اور کشمیر فنڈ کا خیال آپ کو تڑپا رہا ہے۔ لیکن ان تمام بداخلاقیوں میں جو کروڑوں سے زیادہ روپیہ خرچ ہو رہا ہے۔ قوم کے اخلاق، صحت، تہذیب غرض سب کچھ تباہی کی بھینٹ چڑھ رہے ہیں۔ جس کی وجہ سے پاکستان کو بھی ضعف پہنچ رہا ہے۔ کبھی آپ کو خیال نہ آیا کہ قوم اور حکومت کو اس طرف توجہ دلائیں۔ اور وہ روپیہ جو ان سیاہ کاریوں پر صرف ہو رہا ہے اسی سے اسلحہ خریدا جائے اور کشمیر فنڈ کی امداد کی جائے۔ کیا کہنے ہیں۔ آپ کے دکھی دل کے، چھری بکری پر چلتی ہے مگر دکھ درد آپ کو ہوتا ہے۔

حافظ شیرازی خوب کہہ گئے ہیں۔ ؎

نہاں کے ماند آں رازے کزو سازند محفلہا

حقیقت یہ ہے کہ آپ کے دل میں استحکام پاکستان کی خواہش ہے۔ نہ کشمیر فنڈ کی امداد کا جذبہ۔ درحقیقت آپ اسلام اور شعائر اسلام کے دشمن ہیں، یہی وجہ ہے کہ کسی معصیت پر روپیہ خرچ کرنے سے آپ کے دل میں درد نہیں ہوتا۔ لیکن اطاعت و عبادت پر صرف مال آپ کے دل کو دکھا رہا ہے۔

آج آپ نے قربانی پر ہاتھ صاف کیا ہے، مجھے ڈر ہے کہ جس دلیل سے آپ قربانی کو خلاف عقل و حکمت اور خلاف ایمان کہہ رہے ہیں۔ کل حج، زکوٰۃ، صوم و صلوٰۃ، جمعہ، عیدین، اذان و مساجد، بقیہ شعائر دین کو بھی اسی دلیل سے گندگی، رجس اور موجب عذاب سزا کہہ دیں گے اور اپنے دکھی دل کی التجا لوگوں کو سنانے لگیں گے۔ تعمیر مساجد میں روپیہ صرف کرنا بھی خلاف حکمت قرار پائے گا۔ کیونکہ بغیر مسجد کے بھی نماز ہو سکتی ہے۔ بلکہ نمازیں بھ

پانچوں وقت، وقت صرف کرنا آپ کے نزدیک حماقت قرار پائے گا! حج میں تو ہر سال قربانی سے بھی زیادہ روپیہ صرف ہوتا ہے۔ اس سے بھی آپ کے دل کو ضرور دکھ پہنچتا ہوگا۔ ہر سال حج کر جانا اور کروڑوں روپیہ صرف کرنا آپ کے دکھی دل پر نشتر کا کام کرتا ہوگا۔ کاش یہ روپیہ استحکام پاکستان کشمیر فنڈ اور اسلحہ خریدنے پر خرچ کیا جاتا۔

روزہ رکھنا بھی بظاہر کمزوری کا سبب ہے یہ جنگ کے لیے تیاری کا زمانہ ہے۔ اس وقت روزہ رکھ کر کمزور ہونا خلاف عقل و حکمت ہونا چاہیئے۔ زکوٰۃ دینا بھی بے معنی ہوگا۔ کیونکہ حکومت نے عوام پر جو متعدد قسم کے ٹیکس عائد کیے ہوئے ہیں۔ ان کے بعد زکوٰۃ دینے کی کوئی ضرورت نہیں رہتی۔ غرض کہ سہ

قیاس کن ز گلستانِ من بہارِ مرا

آپ کے پمفلٹ کا مضمون آپ کے عزائم و مقاصد کو اہل بصیرت کے سامنے بے نقاب کر رہا ہے۔

آپ فرماتے ہیں کہ اسلام عین قربانی ہے۔ یعنی اسلام میں داخل ہونے کے بعد قربانی کا مفہوم خود بخود ادا ہو جاتا ہے۔ پھر اس رسمی قربانی کی کیا ضرورت ہے۔ قربانی کے خلاف کیا اچھی دلیل ہے۔

اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ اسلام عین قربانی ہے۔ پھر مسلمانوں کو اس رسمی قربانی کی کوئی حاجت نہیں۔

اگر اس کے ساتھ اتنی بات اور کہہ دی جاتی کہ اسلام کے معنی ہیں گردن نہادن بطاعت یعنی اسلام عین سجدہ اور طاعت ہے لہٰذا اس رسمی سجدہ اور طاعت کی کوئی حاجت نہیں تو قصہ ہی ختم ہو جاتا۔

قربانی کے نقائص بیان کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں کہ معدے پر یہ بار گراں ہر سال حکیموں ڈاکٹروں کی گرم بازاری کا سبب ہوتا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اگر آپ کی اس موہومہ گرم بازاری کو صحیح تسلیم کر لیا جائے تو اس کا سبب قربانی کرنا نہیں۔ بلکہ قربانی کے بعد مسنون طریقہ اس کے گوشت کی عدم تقسیم ہے۔ اگر ارشاد نبوی کے موافق عمل کیا جائے تو کسی گھر میں گوشت اتنی مقدار میں باقی نہیں رہ سکتا، جس کی بناء پر آپ کو اس اعتراض کا موقع ملے۔ یوں تو ہر مذہبی کام کی ادائیگی میں بعض ناواقف لوگوں سے کوئی ایسی غلطی ہو جاتی ہے۔ جس کی وجہ سے اس قسم کے مفاسد لازم آ جاتے ہیں۔ لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ایسے غلط کار کو مذہبی فریضہ سے روک دیا جائے بلکہ اس کی غلطی کی اصلاح کرنی چاہیئے۔ آپ نے قرآن کریم کی آیت لن ینال اللہ لحومھا ولا دماؤھا سے بھی قربانی کی تردید فرمائی ہے۔ لیکن ہر ذی شعور انسان سمجھ سکتا ہے۔ کہ لحومھا ولا دماؤھا جس کا ترجمہ ہے۔ اس کے گوشت اور خون! قربانی کیے بغیر ان کا گوشت و خون کیسے متحقق ہوگا! یہ الفاظ قربانی کا اعلان کر رہے ہیں۔ رہا یہ امر کہ اللہ تعالیٰ کو ان کا خون اور گوشت نہیں پہنچتا۔ تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ قربانی کرنا بے سود ہے۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ قربانی کرتے وقت تمہارے دل میں تقویٰ اور پرہیزگاری کا ہونا ضروری ہے۔ یہی چیز تمام اعمال صالحہ کی بنیاد ہے ایک قربانی کیا۔ ہمارا کوئی عمل بھی تقویٰ کے بغیر بارگاہِ الٰہی میں مقبول نہیں ہوتا۔ اب اس سے یہ نتیجہ نکال لینا کہ اعمال صالحہ بے کار ہیں۔ بس تقویٰ ہی تقویٰ ہونا چاہیئے۔ تو یہی

گھر میں نہیں آتا کہ نماز ہو نہ روزہ، نہ حج ہو، نہ زکوٰۃ ہو، کوئی نیکی اور عبادت نہ ہو۔ مگر اس کے باوجود آدمی متقی اور پرہیزگار ہو جائے۔ بغیر دولت کے امیر بے ملک کا نواب، بے عمل متقی آپ ہی کے یہاں ہوتے ہوں گے! ہم تو اس فلسفہ کو سمجھنے سے قاصر ہیں۔

آپ نے یہ بھی خوب کہا کہ مکہ کے سوا قربانی کہیں جائز نہیں۔ سارے ... دیا جاتی ہے کہ ایام حج میں عہد رسالت سے لے کر اب تک منیٰ میں قربانی ہوتی چلی آئی ہے، جو مکہ سے کئی میل دور ہے، یعنی آپ کے نزدیک کسی حاجی کی قربانی ہی آج تک نہیں ہوئی۔

اس مسئلہ میں مضمون نگار کی تیسری بنیادی غلطی یہ ہے کہ انہوں نے اضحیہ اور ھدیٰ میں فرق نہیں کیا۔ جنہیں تین وجوہ کی بناء پر انہوں نے سورۂ بقرہ، سورۂ مائدہ اور سورۂ حج کی آیتوں سے ایام حج میں قربانی کا ذکر کیا ہے۔ وہ اضحیہ نہیں ... بلکہ ھدیٰ ہیں ھدایا اور ضحایا میں جو فرق ہے وہ کتب معتبرہ سے بیان کرتا ہوں ناظرین کرام اس کو اچھی طرح سمجھ لیں۔

ھدیٰ "اصل میں اس جانور کو کہتے ہیں جو ذبح کرنے کے لیے کعبہ کی طرف بھیجا جائے پھر محاورات عرب میں اس لفظ کا اطلاق ہر اونٹ پر ہونے لگا۔ عام اس سے کہ وہ کعبہ کی طرف بھیجا جائے یا نہ بھیجا جائے۔

مجمع بحار الانوار ص۱۴۱ میں ہے،

الھدیۃ بالتشدید کالھدی مخففۃ وھو ما یھدی الی الکعبۃ لینحر فاطلق علی جمیع الابل وان لم یکن ھدیا الخ

اور اضحیہ لغۃ میں اس جانور کا نام ہے، جو ایام اضحیٰ میں ذبح کیا جائے۔ یہ تسمیۃ از قبیل تسمیۃ الشیٔ باسم وقتہ ہے اور اصطلاح شرع میں اضحیہ ایسے حیوان مخصوص کے ذبح کو کہتے ہیں، جو وقت مخصوص میں بہ نیتِ قربت ذبح کیا جائے۔

درمختار جلد اول ص۲۶۶ میں ہے،

الاضحیۃ اسم لما یذبح ایام الاضحیٰ من تسمیۃ الشیٔ باسم وقتہ وشرعاً ذبح حیوان مخصوص بنیۃ القربۃ فی وقت مخصوص۔ اھ

اس تشریح سے معلوم ہوا کہ ھدیٰ کے مفہوم میں مکان مخصوص (الی الکعبۃ) معتبر ہے اور اضحیہ کے مفہوم میں مخصوص زمانہ (ایام اضحیٰ ۱۰، ۱۱، ۱۲۔ ذی الحجہ) کا اعتبار ہے ... مروجہ قربانی اضحیہ ہے نہ ہدی۔ مؤلف صاحب نے جن آیات سے قربانی یعنی اضحیہ سمجھا وہ بالکل غلط ہے۔ ان آیات میں دم احصار، دم تمتع یا دم جنایت کا ذکر ہے۔ جس کو بعض ... میں ہدی کہہ سکتے ہیں۔ مگر اضحیہ نہیں کہہ سکتے!

وہ قربانی جس کو اضحیہ کہا جاتا ہے اس کا ذکر ان آیات میں نہیں۔ جنہیں مؤلف صاحب نے اپنے دعوے کی تائید میں پیش کیا ہے۔ اضحیہ کا ذکر سورۂ الکوثر کی اس آیۃ میں ہے:

فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ۔

حبیب اپنے رب کے لیے نماز پڑھو اور اسی کے لیے قربانی کرو۔

جن احادیث میں مروجہ قربانی کا ذکر تفصیل سے آیا ہے۔ ان کو قرآن کے خلاف کہنا سخت بے ... اور گمراہی ہے۔ وہ تمام احادیث وانحر کی تشریح و تفسیر کا درجہ رکھتی ہیں۔ احادیث ...

کو خلاف قرآن کہنا اس وقت درست ہوتا۔ جب کہ قرآن کریم میں اضحیہ کی ممانعت ہوتی۔ مؤلف صاحب نے احادیث اضحیہ کو خلاف قرآن تو کہہ دیا مگر کوئی آیت اضحیہ کے خلاف پیش نہ کرسکے۔

یہاں ایک شبہ پیدا ہوسکتا ہے کہ انحر کے متعدد معنی کئے گئے ہیں۔ جو حسب ذیل ہیں

۱۔ دو سجدوں کے درمیان اس طرح بیٹھنا کہ سینہ ظاہر ہو جائے۔

۲۔ نماز میں سینہ پر ہاتھ باندھنا۔

۳۔ نماز میں رفع یدین کرنا۔

۴۔ قربانی کرنا۔

جب تک قربانی کرنے کے معنی دوسرے معنی پر راجح ہونا ثابت نہ ہو۔ اس وقت آیت مبارکہ کو قربانی پر محمول کرنا درست نہیں۔

اس کے جواب میں تفسیر کبیر سے امام فخر الدین کے بیان کا خلاصہ نقل کرتا ہوں، جو اس شبہ کو بیخ و بن سے اکھاڑ دینے کے لیے کافی ہے۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر کبیر میں اس آیت کے تحت فرماتے ہیں:

اکثرین اور عامۃ المفسرین کا قول یہ ہے کہ انحر سے قربانی مراد ہے اور یہ معنی باقی معانی سے اولیٰ ہیں۔

اولویت کے پانچ وجوہ ہیں۔

اوّل یہ کہ اللہ تعالیٰ نے جب بھی نماز کا امر فرمایا ہے۔ زکوٰۃ کا بھی ساتھ ہی امر فرما دیا ہے لہٰذا آیت کریمہ فصل لربك وانحر میں لفظ وانحر سے قربانی مراد لی جائے گی عبادت مالی ہونے کی وجہ سے بمنزلہ زکوٰۃ کے ہے۔

دوم یہ کہ مشرکین اپنے بتوں کے لیے صلوٰۃ اور قربانی کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے دونوں کاموں کو اپنے لیے خاص فرما دیا (اگر وانحر کے معنی قربانی نہ ہوں تو قربانی کا اللہ تعالیٰ کے لیے خاص ہونا ثابت نہ ہوگا)

سوم یہ کہ نماز میں سینہ پر ہاتھ باندھنا اور رفع یدین وغیرہ امور نماز کے آداب و ابعاض سے ہیں۔ وانحر، فصل کا معطوف ہے اور کسی شئی کے بعض کا عطف اس کے جمیع پر امر بعید ہے (لہٰذا وانحر سے قربانی مراد لینا ضروری ہوا۔ تاکہ کلام الٰہی میں یہ قباحت لازم نہ آئے۔

چہارم یہ کہ فصل میں امر الٰہی کی تعظیم اور وانحر میں شفقۃ علیٰ خلق اللہ کی طرف اشارہ ہے اور جملہ حقوق عبودیت ان دو اصولوں سے خارج نہیں اس لیے قربانی کے معنی مراد لینا اولیٰ ہے۔ فصل میں امر الٰہی کی تعظیم ہونا ظاہر ہے۔ قربانی میں شفقۃ علیٰ خلق اللہ کے کئی پہلو ہیں۔ ایک یہ کہ قربانی کے جانور ذبح ہونے کے بعد حدیث صحیح کے مطابق جنت میں جائیں گے۔ اس پہلو سے جانوروں پر شفقت ہوئی اور قربانی کرنے والے قربانی کی وجہ سے ثواب اخروی کے مستحق ہوں گے۔ ان کے حق میں شفقت ہے، پھر عام غربا اور مساکین دنیا میں قربانی کا گوشت کھائیں گے یہ بھی شفقت کا ایک پہلو ہے)۔

اس لیے کلام الٰہی کا حمل اسی معنی پر واجب ہے۔

جلالین میں ہے۔ وانحر نسکك صاوی حاشیہ جلالین میں ہے،

وانحر نسكك اى هدايالك وضحايالك روح المعانی میں ہے۔

وقيل المراد بها صلوٰة العيد وبالنحر التضحية۔

اس کے بعد فرمایا:

والاكثرون على ان المراد بالنحر نحر الاضاحى

یعنی اکثر مفسرین کا مذہب یہ ہے کہ نحر سے مروجہ قربانی مراد ہے۔

اس بیان سے یہ امر روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ مروجہ قربانی کا حکم قرآن کی آیت ... فصل لربك وانحر میں موجود ہے۔ البتہ اس کی تشریح احادیث میں وارد ہے۔ مضمون نویس صاحب دبے لفظوں میں اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ جو حدیث قرآن حکیم کے مخالف نہ ہو۔ وہ قبول کی جائے گی۔ ہم نے ثابت کر دیا کہ احادیث قربانی کسی آیت قرآنی کے مخالف نہیں۔ بلکہ حکم ربانی وانحر کی تشریح و تفسیر ہیں۔ اب ان احادیث میں سے چند حدیثیں ہدیہ ناظرین کرتا ہوں۔

۱۔ ترمذی کی روایت ہے، حضرت ابن عمر فرماتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں دس سال رہے۔ دراں حالیکہ قربانی فرماتے تھے۔

۲۔ امام احمد ابن ماجہ زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

صحابہ نے عرض کیا حضور! یہ قربانیاں کیا ہیں؟ سرکار علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔ تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے۔ (الحدیث)

۳۔ امام بخاری و مسلم و اصحاب سنن اربعہ نے براء بن عازب سے روایت کی کہ قربانی کے دن حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں ہمیں خطبہ سنایا اور فرمایا کہ قربانی کے دن ہمارا پہلا کلام یہ ہے کہ ہم نماز پڑھیں۔ پھر واپس آکر قربانی کریں۔ جس نے ایسا کیا وہ ہماری سنت و شریعت کو پہنچ گیا اور جس نے نماز عید سے پہلے قربانی کر لی تو وہ گوشت ہے جو اس نے اہل و عیال کے لیے گوشت حاصل کرنے کے لیے بعجلت تمام ذبح کر لی گئی ہے، قربانی سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔

۴۔ ابن عمر سے امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (مدینہ منورہ میں) عیدگاہ میں اونٹ اور دوسرے جانوروں کی قربانی فرماتے تھے۔

۵۔ امام بخاری و مسلم حضرت جندب بن عبداللہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں عید اضحیٰ کے دن سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام نے نماز عید پڑھی۔ نماز سے فارغ ہو کر دیکھا تو چند قربانیاں نماز سے پہلے ہو چکی

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جس نے نماز سے پہلے قربانی کر دی اسے چاہیئے کہ اس کی بجائے دوسری کرے۔

ان کے علاوہ بے شمار احادیث صحیحہ مروجہ قربانی کے متعلق وارد ہیں، جن کو ن کیا جا سکتا۔ صحابہ کرام، خصوصاً خلفائے راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین مکہ معظمہ کے علاوہ مدینہ طیبہ اور دوسرے مقامات میں ہمیشہ قربانیاں کرتے رہے۔ حضرت علی مرتضیٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت کے مطابق حضور کی طرف سے بھی قربانی کیا کرتے تھے۔ عہد صحابہ سے لے کر آج تک مسلمان اسی شعار دینی کو قائم رکھتے چلے آئے، یہ علیحدہ بات ہے کہ کسی نے سنت سمجھ کر قربانی کی اور کسی نے واجب جان کر۔ مگر اصل قربانی کے مشروع ہونے میں آج تک امت مسلمہ کے کسی فرد نے اختلاف نہیں کیا۔ یہی سبیل مومنین ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

ومن یتبع غیر سبیل المؤمنین نولہ ما تولی ونصلہ جہنم۔

جس نے سبیل مومنین کے علاوہ کوئی اور راستہ تلاش کیا ہم اسے جہنم رسید کریں گے

علامہ شامی نے علائی سے نقل کیا ہے کہ اصل اضحیہ کا انکار کفر ہے۔ مؤلف صاحب جو اضحیہ قربانی کو خلاف عقل وحکمت، خلاف ایمان، گندگی، رجس، موجب سزا و عذاب قرار دے رہے ہیں۔ انہیں سوچنا چاہیئے کہ آپ کا یہ حکم کہاں تک پہنچتا ہے، میں عرض کر چکا ہوں کہ عہد صحابہ سے لے کر آج تک امت مسلمہ کا ہر فرد اصل اضحیہ کا قائل رہا ہے اور ابتدائے اسلام سے اب تک تمام قربانی کرتے چلے آئے ......

مؤلف صاحب کے نزدیک نعوذ باللہ وہ سب گمراہ بے ایمان، مستحق عذاب و جہنم سبیل مومنین کے خلاف چل کر نجات کا متمنی ہونا دین کے ساتھ تمسخر نہیں تو اور کیا ہے۔

رہیں وہ احادیث جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے قربانی کے جانوروں کا کعبہ کی طرف بھیجنا مروی ہے۔ تو میں آپ کو پہلے بتا چکا ہوں کہ وہ جانور ضحایا نہیں بلکہ ہدایا ہیں۔ کوئی مسلمان ان کا منکر نہیں۔ دم تمتع، دم جنایت، دم احصار، تینوں قسم کے جانور منیٰ وغیرہ میں ذبح کیے جاتے ہیں۔ اور ان ہی میں بعض صورتیں ایسی ہیں جن میں فدیہ یا روزہ جانور ذبح کرنے کے قائم مقام ہو سکتا ہے۔ ضحایا کو ہدایا اور ان میں سے ایک کے احکام کو دوسرے پر قیاس کرنا آپ جیسے حضرات ہی کا کام ہے۔

قبل ازیں پوری تفصیل کے ساتھ اس حقیقت کو واضح کر چکا ہوں۔ اب آخر میں پھر عرض کر دوں کہ قرآن ایک قانون کی حیثیت رکھتا ہے اور حدیث اس کی تشریح ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام کی تشریح اپنے رسول کو سکھائی اور قرآن مجید میں ہمیں حکم دیا کہ:

ما آتکم الرسول فخذوہ وما نہاکم عنہ فانتہوا۔

رسول تمہیں جو کچھ دے دیں تم اسے لے لو، اور جس چیز سے وہ تمہیں روک دیں اس سے رک جاؤ۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب کا معلم صرف اپنے رسول کو بنایا ہے۔ ایسا نہیں کیا کہ ہر کس و ناکس کو اسی کی الٹی سیدھی سمجھ کے مطابق قرآن سمجھنے کی اجازت دے دی ہو۔ اس لیئے کہ اس قسم کی آزادی قرآن کریم کو بازیچہ اطفال اور دین متین کا مضحکہ بنا دینے کے مترادف ہے۔ ہر شخص جانتا ہے کہ بنی نوع انسان اپنی عقل وفہم میں مختلف الحال ہیں۔ ایسی صورت میں ہر شخص اپنی سمجھ کے موافق قرآن کا مطلب اخذ کرے گا اور جس طرح چاہے گا اپنے اغراض وخواہشات پر قرآن کریم کو منطبق کرنے کی کوشش کرے گا۔ جو نزول قرآن کی حکمت اور مصالح دین کے قطعاً منافی ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے قرآن فہمی کے لیے تمام دنیا کو تعلیم رسول کا پابند کر دیا۔ تاکہ کوئی شخص مصالح خداوندی کے خلاف قرآن کریم کو استعمال نہ کر سکے۔ اس زمانہ میں جس قدر فتنے رونما ہو رہے ہیں ان سب کی علت یہی ہے کہ فتنہ پردازوں نے تعلیم رسالت اور بیان نبوت سے الگ ہو کر اپنی ناقص فہم سے قرآن کو ... کی کوشش کی۔ پاکستان ٹائمز کے مقالہ نویس نے لفظ "ملا" بول کر

جس چیز کی توہین و تحقیر کی ہے۔ در حقیقت وہ یہی تعلیمات رسالت ہیں جن کو قرآن کریم ویعلمہم الکتاب والحکمۃ کی روشنی میں بار بار پیش کر رہا ہے اور اسی تعلیم نبوی کی طرف علماء دین امت مسلمہ کو دعوت دے رہے ہیں۔ منکرین زمانہ لفظ ملا کی آڑ میں تعلیمات نبویہ کی جو توہین و تنقیص کر رہے ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کے ساتھ اپنے بغض وعداوت کا مظاہرہ کرتے ہوئے قرآن کریم کا جو مذاق اڑا رہے ہیں۔ وہ دین پسند طبقہ سے مخفی نہیں۔ اس وقت اس خباثت کا وبال ظاہر ہو یا نہ ہو۔ لیکن ان شاء اللہ آگے چل کر ان بے دینوں کو عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ اس کا انجام کیا ہوتا ہے۔

وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون۔ (الشعراء - ۲۲۷)

فصل لربک وانحر

پس نماز پڑھو واسطے اپنے پروردگار کے اور قربانی کر

مراسلات و اعلانات

خوشخط ارسالے

کریں

(ادارہ)

عجائباتِ حج

از:-
علامہ محمد منشا تابش قصوری
(لاہور)

داستانِ حج: ایک بزرگ غلافِ کعبہ پکڑے بارگاہِ الٰہی میں عرض گزار ہیں الٰہی! اس گھر کی زیارت کو حج کہتے ہیں اور کلمۂ حج میں دو حرف ہیں۔ ح اور ج

الٰہی ح سے تیرا حلم اور ج سے میرے جرم مراد ہیں تو تُو اپنے حلم سے میرے جرم معاف فرما۔

آواز آئی اے میرے بندے تو نے کیسی عمدہ مناجات کی۔ پھر کہو۔

موصوف دوبارہ نئے انداز سے یوں گویا ہوئے۔

اے میرے غفار! تیری مغفرت کا دریا گنہگاروں کی مغفرت و بخشش کے لیے رواں دواں ہے۔ اور تیری رحمت کا خزانہ ہر سوالی کے لیے کھلا ہے

الٰہی: اس گھر کی زیارت کو حج کہتے ہیں اور حج میں دو حرف ہیں ح اور ج اگر ح سے میری حاجت اور ج سے تیرا جود مراد ہے تو تُو اپنے جود و کرم سے اس مسکین کی حاجت پوری فرما۔

آواز آئی! اے جود فرد تو نے کیا خوب حمد کی پھر کہہ۔ اس نے کہا۔

اے خالقِ کائنات تیری وہ ذاتِ پاک ہے جس نے حلاوت کا پردہ مسلمانوں کو مرحمت فرمایا۔

اس گھر کی زیارت کو حج کہتے ہیں اور حج میں دو حرف ہیں۔ ح اور ج الٰہی! اگر ح سے میری ایمانی حلاوت اور ج سے تیری جہانداری کی جلالت مراد ہے تو تُو اپنی جہانداری کی جلالت کی برکت سے اس ضعیف کے ایمان کی حلاوت کو شیطان کی گھات سے محفوظ رکھ۔ آواز آئی!

اے میرے مخلص اور عاشق صادق بندے! میرے حلم، میرے جود، میری جہانداری کی جلالت سے جو کچھ تو نے طلب کیا۔ میں نے تجھے عطا فرمایا۔ ہمارا تو کام یہی ہے کہ ہر مانگنے والے کا دامنِ مراد بھر دیں۔ مگر کوئی مانگے تو سہی۔ ؎

ہم تو مائل بہ کرم ہیں کوئی سائل ہی نہیں
راہ دکھلائیں کسے، راہرو منزل ہی نہیں

تحفۂ حج: حضرت شیخ یحییٰ قدس سرہٗ جب حج سے فارغ ہوئے تو واپسی پر خانہ کعبہ کے دروازہ پر آکر یوں التجا کی۔

الٰہی شاہانِ دنیا کا دستور ہے کہ وہ اپنے غلام کو بوقتِ رخصت خدمت گاری کے صلہ میں بیش قیمت تحائف اور گرانقدر انعام و اکرام سے عزت افزائی کرتے ہیں۔ اور جب وہ خدام اپنے خویش و اقربا، احباب و رفقاء سے ملتے ہیں تو ان سے تحائف کے خواہشمند ہوتے ہیں اور وہ خادم بادشاہ کے حاصل شدہ انعام و تحائف میں سے اپنے احباب و اقارب کو دے کر مسرت و شادمانی کی دولت سے مالا مال کرتے ہیں۔

خداوندا! میں تیرا بندہ اور تو بادشاہوں کا بھی حاکم و مالک ہے۔ الٰہی میں چند روز تیرے اس حرمت والے گھر کی خدمت سے مشرف ہوا ہوں اب میری واپسی قریب ہے۔ کچھ تحائف تیرے آستانِ فیض رساں سے لے جانے کا طالب ہوں تاکہ وہ رحمت و مغفرت کے تحفے جب میں صحیح و سالم لیکر گھر پہنچوں تو اپنے خویش و اقارب کے مطالبہ پر پیش کر سکوں اور کہوں!

عزیزو! میں دربارِ الٰہی سے تمہارے لیے رحمت و مغفرت کے وہ تحفے لایا ہوں۔

اے میرے مولا! مجھے وہ تحفے عطا فرما تاکہ مجھے ان کے سامنے شرمسار نہ ہونا پڑے۔ آواز آئی!

اے یحییٰ! جو تحفے تو نے طلب کیے ہیں۔ میں نے عطا فرمائے ان کو میری رحمت و مغفرت کی بشارت سنا دیجئے۔ بیشک میں کریم ہوں۔ جب گدا اور بے نوا کریم کے دروازے پر جاتا ہے تو کریم اس کی مراد پوری کرتا ہے۔ اس کی حاجت بر لاتا ہے اور اس محتاج کی ضروریات پوری کرتا ہے۔ جاؤ میں نے اپنے جود و کرم کے بے پایاں دریا سے تجھے ایمانداروں کے لیے شفاعت و مغفرت کے تحفے عطا فرمائے۔

افسوس کہ اس کے برعکس آج کل کے حجاج کرام سے ان کے خویش و اقربا

اور احباب کی فرمائش ہوتی ہے کہ ہمارے بیے وہاں سے گھڑیاں ، ٹیپ ریکارڈ ، سونا، چاندی ، زیورات ، کپڑا ، ریڈیو وغیرہ تحفہ لائیں ۔ یا خود معاشرتی دباؤ کے تحت حجاج کرام میں اکثر اپنی ناک رکھنے کی خاطر ان تکلفات میں پڑے ہیں ۔ باوجود قانونی پابندیوں کے پھر بھی مختلف حربوں سے اور ہر ممکن طریقے سے ان اشیاء کو اپنے ساتھ لانے کی کوشش کرتے ہیں ۔ کئی مرتبہ تو کسٹم پر چیکنگ کے دوران کئی حاجی صاحبان سمگلنگ کے جرم میں قید و بند کی نوبت تک بھی پہنچ جاتے ہیں ۔ یا پھر کسٹم اسٹیشن پر متعین شریف عملہ کی مٹھی گرم کیے بغیر جان نہیں چھوٹتی ۔ اگر ایسے واقعات جو کسٹم اسٹیشن پر حجاج کرام کو چیکنگ پر پیش آتے ہیں قلم بند کر کے انہیں کتابی شکل دی جائے اور بعد از سماعت حج و زیارت پر جانے والے حاجیوں میں تقسیم کیا جائے تو اس طریقہ سے ان جرائم کا خاتمہ ہو سکتا ہے بشرطیکہ کسٹم کا شریف عملہ بھی ایثار و قربانی پر کامزن ہو سکے ۔ یوں بھی حامان دنیا کی طلب سے کہیں زیادہ توشۂ آخرت کی فکر کرنی چاہیے ۔

لا لبیک

حضرت مالک بن دینار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں متواتر چودہ سال تک حج کی سعادتِ عظمیٰ سے سرفراز ہوتا رہا ۔ اور ہر سال ایک درویش کو کعبہ معظمہ کا دروازہ پکڑے دیکھا ۔ جب وہ لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ کہتا تو غیب سے آواز سنائی دیتی ۔ لَا لَبَّیْکَ میں نے چودھویں سال اس شخص سے پوچھا ۔

اے درویش ! تو بہرہ تو نہیں ؟

اس نے کہا میں سب کچھ سن رہا ہوں ۔ میں نے کہا پھر یہ تکلیف کیوں اٹھاتا ہے ؟ ۔

اس نے کہا یا شیخ میں حقیقت بیان کرتا ہوں اگر بجائے چودہ سال کے چودہ ہزار سال میری عمر ہو اور بجائے سال کے ہر روز ہزار بار یہ جواب لا لبیک سنائی دے تو بھی اس دروازہ سے نہ اٹھوں گا

آپ فرماتے ہیں کہ ابھی ہم میں یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ اچانک آسمان سے ایک کاغذ اس کے سینہ پر گرا ۔ اس نے وہ کاغذ میری طرف بڑھا دیا ۔ میں نے پڑھا اس میں درج تھا ۔

اے مالک !

تو میرے بندے کو مجھ سے

جدا کرتا ہے ۔ لیکن میں نے اس کے

چودہ سال کے حج قبول نہیں کیے !

ایسا نہیں بلکہ اس عرصے میں آنے والے تمام حاجیوں کے حج بھی اس کی پکار کی برکت سے قبول کیے ہیں تا کہ میری درگاہ سے کوئی آپ نہ جائے !

شنیدم کہ در روز امید و بیم
بداں را بہ نیکاں ببخشد کریم

یا رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم

مری بربادِ بستی کو بسا دو یا رسول اللہ
کنارے پر مری کشتی لگا دو یا رسول اللہ

مرے تاریک دل پر نور کی برسات ہو جائے
مرے قلبِ سیہ کو جگمگا دو یا رسول اللہ

یہ آنکھیں آپ کے دیدار کی طالب ہیں مدت سے
رخِ پُر نور سے پردہ اٹھا دو یا رسول اللہ

گھرا ہوں بحرِ عصیاں میں گرفتارِ مصائب ہوں
مجھے اس قید سے چھٹکارا دو یا رسول اللہ

پریشاں حال ہوں للہ نگاہِ لطف ہو جائے
سنو آہ و فغاں غم کو مٹا دو یا رسول اللہ

رحیم بیکساں تم ہو حکیم دردمنداں ہو
طبیبِ مرضِ عصیاں ہو دوا دو یا رسول اللہ

فدائے شوق سے بیدار ہیں عاشق مدینے کے
مجھے بھی خوابِ غفلت سے جگا دو یا رسول اللہ

مرا مسکن مدینہ ہو مرا مدفن مدینہ ہو
مرا سینہ مدینہ ہی بنا دو یا رسول اللہ

سرِ میدانِ محشر بارِ عصیاں سے پریشاں ہوں
مجھے مژدہ شفاعت کا سنا دو یا رسول اللہ

مری تقدیر بن جائے مری قسمت سنور جائے
مریضانِ محبت میں بٹھا دو یا رسول اللہ

یہی ہے آرزوئے زندگی تابش قصوری کی
دمِ آخر رخِ زیبا دکھا دو یا رسول اللہ

محمد منشا تابش قصوری

طریقۂ حج

از:- علامہ ماہر القادری

سب سے پہلے چند ضروری باتیں سمجھ لیجئے تاکہ آسانی سے آپ حج کے تفصیلی پروگرام کو سمجھ سکیں اور اس پر عمل کر سکیں۔

۱- **میقات:** اس مقام کو کہتے ہیں جہاں سے احرام باندھا جاتا ہے۔

نوٹ: بحری جہاز سے جانے والے انڈیا اور پاکستانی حاجیوں کا میقات یلملم پہاڑ ہے جو کامران سے آگے اور جدہ سے دو دن منزل پہلے پڑتا ہے جہاز والے پیشتر ہی اس کی اطلاع حاجیوں کو دیتے ہیں۔ مگر ہوائی جہاز سے جانیوالے حاجیوں کو اپنے ملک کے ایئرپورٹ ہی سے احرام باندھ لینا چاہیئے۔ کیونکہ ہوائی جہاز میں نہ میقات ہی کا پتہ چلتا ہے اور نہ غسل و طہارت، تبدیل لباس اور نماز وغیرہ کی سہولت وہاں میسّر آسکتی ہے!

۲- بہ نیتِ حج باوضو بغیر سلی ہوئی سفید لنگی پہن کر ایک سفید چادر اوڑھ کر دو رکعت نماز بہ نیتِ احرام پڑھنا اور سلام پھیرنے کے بعد حج کی نیت کرنا احرام کہلاتا ہے۔

نوٹ: عورت اپنے سلے ہوئے کپڑوں ہی میں احرام کی نیت کرے گی۔

(۳) حج تین طرح کا ہوتا ہے۔ افراد۔ تمتّع۔ قِران۔

صرف حج کا احرام باندھنا "افراد" کہلاتا ہے۔ صرف عمرہ کا احرام باندھنا اور مکہ معظمہ پہنچ کر عمرہ کرنا اور احرام کھول دینا اور پھر مکہ ہی میں حج کا احرام باندھنا "تمتّع" کہلاتا ہے۔ میقات سے حج اور عمرہ دونوں کا ایک ہی ساتھ احرام باندھنا "قِران" کہلاتا ہے۔

نوٹ: قران اگرچہ سب سے افضل حج ہے۔ لیکن اس میں احرام کی پابندیاں بہت طویل مدت تک برداشت کرنی پڑتی ہیں۔

احرام باندھنے کے بعد لَبَّیْکَ ۔ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ ۔ لَا شَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ ۔ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَکَ وَالْمُلْکَ ۔ لَا شَرِیْکَ لَکَ ۔ بلند آواز سے پڑھنے کا نام تَلْبِیَہ کہلاتا ہے اور اسے عام بول چال میں لَبَّیْکَ پڑھنا بھی کہتے ہیں۔

۵- خانہ کعبہ کے گرد سات چکر لگانا طواف کہلاتا ہے۔

۶- طواف کے پہلے تین پھیروں میں بہادروں کی طرح شانہ ہلاتے اور جلد جلد چھوٹے چھوٹے قدم رکھتے ہوئے چلنے کا نام "رَمَل" ہے۔

۷- طواف میں احرام کی چادر داہنی بغل کے نیچے کر کے دونوں پلو بائیں مونڈھے پر ڈالنا "اِضْطِبَاع" کہلاتا ہے۔

نوٹ: طواف میں عورت کے لیے رَمَل اور اِضْطِبَاع نہیں ہے۔

۸- مکہ میں صفا اور مروہ نام کی دو پہاڑیاں ہیں ان کے درمیان سات بار دوڑتے ہوئے آنے جانے کا نام "سَعْی" ہے۔

نوٹ: عورت کے لیے دوڑنا نہیں ہے۔ صرف معمولی رفتار سے چلنا ہے۔

۹- طواف اور سعی کا نام "عمرہ" ہے۔

۱۰- رُکْنِ اَسْوَدْ خانہ کعبہ کے اس کونے کو کہتے ہیں جہاں حجرِ اسود (سیاہ پتھر) چاندی کے ایک گول دائرہ میں نصب ہے۔

۱۱- خانہ کعبہ کی جنوبی دیوار کو مستجاب کہتے ہیں۔ جو رکن اسود اور رکن یمانی کے درمیان ہے۔ یہاں دعاؤں پر آمین کہنے کے لیے ستر ہزار فرشتے ہر وقت کھڑے رہتے ہیں۔

خانہ کعبہ کے ارد گرد کی وہ زمین جس میں طواف کیا جاتا ہے اسے مطاف کہتے ہیں۔

۱۳- خانہ کعبہ کی شمال دیوار کے باہر چھوٹے سے احاطے میں ایک جگہ گھیر دی گئی ہے اسے حطیم کہتے ہیں۔ پرانے زمانے میں یہ خانہ کعبہ ہی کا حصہ تھا۔ ——— اس لیے اس میں داخل ہونا خانہ کعبہ ہی میں داخل ہونا ہے

۱۴- حجر اسود کو منہ سے چومنا یا ہاتھوں یا کسی لکڑی سے چھو کر ہاتھ اور لکڑی کو چوم لینا اِسْتِلَام کہلاتا ہے۔

۱۵- بال منڈانا حلق کہلاتا ہے اور کترانے کو "قصر" کہتے ہیں

۱۶- خانۂ کعبہ کے دروازے کے سامنے شیشے کے فریم میں ایک پتھر رکھا ہے جس میں حضرت سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے دونوں قدموں کے گہرے نشانات ہیں۔ اس کو "مقام ابراھیم" کہتے ہیں۔

نوٹ: یہ نشانات اس وقت کے ہیں جب آج سے ڈھائی تین ہزار برس پیشتر آپ اس پتھر پر برہنہ پا کھڑے ہو کر خانۂ کعبہ کی دیوار چن رہے تھے۔ یہ خدا کا قدرتی انتظام ہے کہ اس نے اپنے خلیل کی ایک مقدس نشانی کو آج تک محفوظ ہی نہیں رکھا ہے بلکہ قرآن میں اس کی طرف نماز پڑھنے کا حکم دے کر اس کی تعظیم و توقیر کا اعتقاد بھی بندوں کے دل میں اتار دیا ہے۔

۱۷- صفا و مروہ کے درمیان دو سبز رنگ کے پتھر نصب ہیں جنہیں میلین اخضرین کہتے ہیں۔ انہی دو پتھروں کے درمیانی حصے میں ہلکی دوڑ دوڑنا پڑتا ہے۔

منیٰ: مکہ سے چار پانچ میل کے فاصلے پر پہاڑوں سے گھرا ہوا ایک میدان خطہ ہے۔ جسے منیٰ کہتے ہیں۔ یہاں ۸ ذی الحجہ کو ہر حاجی کے لیے ظہر سے لیکر صبح تک قیام کرنا اور پانچ وقت کی نماز پڑھنا ضروری ہے۔

۱۹- منیٰ میں ایک جگہ تھوڑے تھوڑے فاصلے پر گارے اور پتھر سے تین چھوٹے بڑے پلر (یعنی ستون) بنا دیئے گئے ہیں۔ جنہیں عام بول چال میں شیطان کہا جاتا ہے۔ انہی شیطانوں کو چھوٹے چھوٹے کنکر مارنا "رمی جمار" کہلاتا ہے۔

نوٹ: اسلام میں یہ روایت مشہور ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے اکلوتے صاحبزادے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو اپنے ہمراہ لیے ہوئے منیٰ کے اسی راستے سے قربان گاہ کی طرف جا رہے تھے کہ اپنے بیٹے کو خدا کے حکم کے مطابق ذبح کریں تو راستہ میں تین جگہ شیطان نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ورغلایا تھا۔ اور انہوں نے ہر بار اسے پتھر مار کر دفع کیا تھا۔ انہی تینوں جگہوں پر شیطان کی نسبت سے پتھر کے ستون بنا دیئے گئے ہیں۔

۲۰- عرفہ یا عرفات اس میدان کو کہتے ہیں جہاں نویں ذی الحجہ کو وقوف یعنی قیام کیا جاتا ہے۔ جو حج کا سب سے بڑا رکن ہے۔ اگر یہ چھوٹ جائے تو حج ہی نہیں ہوتا۔ یہاں ظہر کے وقت ہی میں عصر کی نماز باجماعت پڑھی جاتی ہے اور غروب آفتاب کے بعد مغرب کی نماز پڑھے بغیر عرفات کا میدان چھوڑ دینا پڑتا ہے، اور مزدلفہ پہنچ کر مغرب کی نماز پڑھی جاتی ہے۔

احرام باندھتے ہی مندرجہ ذیل چیزیں آپ پر قطعاً حرام ہو گئیں۔ اب ان سے سخت اجتناب کیجیے۔ ورنہ حج کا فریضہ صحیح طور پر ادا نہ ہو گا۔

عورت کے ساتھ صحبت یا بحالتِ شہوت وہ سارے کام جو صحبت سے پہلے کیے جاتے ہیں۔ جنگل جانوروں کا شکار کرنا یا ذبح کرنا یا ان کاموں میں کسی طرح کی اعانت کرنا۔ یہاں تک کہ بیچنا یا خریدنا۔ اپنا یا دوسرے کا ناخن کترنا یا کتروانا۔ اپنا یا دوسرے کا بال مونڈنا یا منڈوانا یا اکھاڑنا یا اکھڑوانا۔ منہ یا سر کو کسی کپڑے وغیرہ سے چھپانا۔ البتہ یا کپڑے کی بقچی یا گٹھری وغیرہ سر پر رکھنا۔ عمامہ باندھنا یا دستار یا موزہ پہننا یا ایسا جوتا جس سے قدم کا درمیانی حصہ چھپ جائے۔ سِلا ہوا کپڑا پہننا۔ خوشبو بالوں، بدن یا کپڑوں میں لگانا یا خوشبو دار کپڑا پہننا، مشک، زعفران، عنبر، جاوتری، لونگ، الائچی، دارچینی وغیرہ کھانا یا زیتون یا تل یا کوئی بھی خوشبو دار تیل وغیرہ استعمال کرنا یا ایسی چیزوں کو اپنے آنچل میں باندھنا جن میں خوشبو ہو یا گوند وغیرہ سے بال جمانا۔ اپنی یا دوسرے کی جوئیں مارنا یا مارنے کا اشارہ کرنا۔ یا کوئی ایسا کام جس سے جوئیں مارنا مقصود ہو۔ (بہار شریعت)

نوٹ: چند چیزیں ایسی ہیں جو احرام کی حالت میں مردوں کے لیے حرام ہیں لیکن عورتوں کے لیے جائز ہیں۔ جیسے سر چھپانا۔ سلے ہوئے کپڑے پہننا، سر پر بستہ یا بقچہ اٹھانا۔ گوند وغیرہ سے بال جمانا، دستانے اور موزہ پہننا۔

نوٹ: احرام کی حالت میں منہ چھپانا عورت کو بھی حرام ہے۔

اب احرام باندھیئے!

بمبئی سے لگاتار کئی دن اور رات چلتے رہنے کے بعد اب آپ کا جہاز کامران سے نکل کر یلملم کے محاذات کی طرف بڑھ رہا ہے۔ لہٰذا ابھی سے غسل وغیرہ کی تیاری کیجیے۔ غسل اور وضو وغیرہ سے فراغت کے بعد سلے ہوئے کپڑے اتار دیجیے اور ایک سفید رنگ کی بے سلی لنگی پہن لیجیے اور ایک سفید رنگ کی چادر اوڑھ لیجیے۔ احرام کے کپڑے پہنتے وقت خوشبو استعمال کرنا سنت ہے۔

اس کے بعد بہ نیت احرام دو رکعت نماز نفل پڑھیئے۔ نماز پڑھتے وقت چادر سر پر ڈال لیجیے۔ لیکن سلام کے بعد نیت کے الفاظ کہتے ہی چادر سر سے ہٹا رکھیے۔ پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ اور دوسری رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ پڑھیے سلام پھیرنے کے بعد ان الفاظ میں حج کی نیت کیجیے۔

اگر قران کی نیت کرنا چاہتے ہیں تو اس کے الفاظ یہ ہیں۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ الْعُمْرَةَ وَالْحَجَّ فَيَسِّرْهُمَا لِیْ وَتَقَبَّلْهُمَا مِنِّیْ نَوَیْتُ الْعُمْرَةَ وَالْحَجَّ وَاَحْرَمْتُ بِهِمَا مُخْلِصًا لِلّٰهِ تَعَالٰی

اور اگر تمتع کی نیت کرنا چاہیں تو اس کے الفاظ یہ ہیں۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ الْعُمْرَةَ فَيَسِّرْهَا لِیْ وَتَقَبَّلْهَا مِنِّیْ نَوَیْتُ الْعُمْرَةَ

وَاَحْرَمْتُ بِهِمَا مُخْلِصًا لِلّٰهِ تَعَالٰی۔

اور اگر افراد کی نیت کرنا چاہیں تو اس کے الفاظ یہ ہیں۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ الْحَجَّ فَیَسِّرْهُ لِیْ وَتَقَبَّلْهُ مِنِّیْ نَوَیْتُ الْحَجَّ

وَاَحْرَمْتُ بِهٖ مُخْلِصًا لِلّٰهِ تَعَالٰی۔

نوٹ: اگر کسی کی طرف سے حج بدل کر رہے ہیں تو نیت کرتے وقت مِنّی کے بعد اس شخص کا نام لیجئے جس کی طرف سے حج بدل کر رہے ہیں۔

نیت کے الفاظ کہنے کے بعد آواز بلند تین بار لبیک پڑھئے لبیک کی پوری دعا پہلے گزر چکی ہے۔

اگر آپ نے قران کی نیت کی ہے تو لبیک کے بعد اتنا اور کہئے۔

لَبَّیْكَ بِالْعُمْرَةِ وَالْحَجِّ

اور اگر تمتع کی نیت کرنا چاہیں تو لبیک بالعمرۃ کہئے۔ پھر درود شریف پڑھئے اور یہ دعا مانگئے۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ رِضَاكَ وَالْجَنَّةَ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ غَضَبِكَ وَالنَّارِ۔

اب آپ محرم ہو گئے اس لئے اٹھتے بیٹھتے اترتے چڑھتے لبیک کی کثرت کیجئے اور جب بھی لبیک کہئے تین بار کہئے اور بلند آواز سے کہئے اور احرام باندھنے کے بعد جو چیزیں آپ پر حرام ہو گئی ہیں ان سے سختی کے ساتھ بچئے۔ یلملم سے آگے چند منزلیں طے کرنے کے بعد جدہ شہر کی عمارتیں دور ہی سے چمکنے لگیں۔ اب آپ کا جہاز سمندر کے ساحلی خطے میں آہستہ آہستہ داخل ہو رہا ہے۔ اب لیجئے انتظار کی زحمت ختم ہوئی۔ اب آپ کا جہاز جدہ کے مقدس ساحل پر لنگر انداز ہو گیا۔

جدہ کی پاک سرزمین پر قدم رکھتے ہوئے آپ خدا کی بارگاہ میں سجدہ شکر ادا کیجئے آپ گیتی کے اس نورانی خطے میں پہنچ گئے جہاں سے اسلام کا سورج طلوع ہوا تھا اور جس با عظمت سرزمین نے پیغمبر اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم چومے ہیں۔ ایک نئے ملک میں داخل ہونے کے بعد اب آپ کا کسٹم ہوگا۔ اور آپ سے دریافت کیا جائے گا کہ آپ کا معلم کون ہے۔ آپ اپنے معلم کا صحیح نام بتائیے ہر معلم کے وکیل وہاں کھڑے رہتے ہیں۔ نام سنتے ہی وہ آپ کو اپنی تحویل میں لے لیں گے۔

پاسپورٹ اور دیگر امور سے متعلق سرکاری ضابطوں کی خانہ پری مکمل ہو جانے کے بعد بس یا ٹیکسی کے ذریعہ معلم کے آدمی آپ کو مکہ معظمہ پہنچانے کا انتظام کریں گے۔!

کافی انتظار کے بعد اب آپ کی سواری کا مرحلہ طے پا گیا۔ لبیک کی صدا بلند کرتے ہوئے سوار ہو جائیے۔ اپنی قسمت پر ناز کیجئے کہ اب آپ مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہو رہے ہیں۔ وہی مکہ معظمہ جو روئے زمین پر ابن آدم کی پیشانیوں کا باجگزار وقت خراج روزانہ وصول کرتا ہے۔ جو خدا کے واحد و جبار کے انوار و تجلیات کا گہوارہ ہے۔ جو دنیا کے ایک ارب مسلمانوں کا مرکز احترام ہے۔ جو اسلام کی عالمگیر برکتوں کا اولین سرچشمہ ہے اور جو رحمت و مغفرت، نعمت و ثواب اور جلال و جبروت کا سب سے بڑا شہر ہے۔ آج خطۂ ارضی کے چپے چپے سے لاکھوں کی تعداد میں حاجیوں کے قافلے اس بے خودی کے عالم میں مکے کی طرف دوڑ رہے ہیں جیسے چراغ پر پروانے ٹوٹتے ہیں۔

کافی دیر تک چلتے رہنے کے بعد اب آپ کی سواری حدیبیہ کی وادی سے گزر رہی ہے۔ اسلام کی شوکت و فتح کی ایک عظیم تاریخ اس وادی سے وابستہ ہے۔ یہی وہ مبارک وادی ہے جہاں مدینہ شریف سے مکے آتے ہوئے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے کئی سو صحابۂ کرام کے ساتھ قیام فرمایا تھا اور ایک درخت کے نیچے کھڑے ہو کر ان سے بیعت لی تھی۔ قرآن مجید میں بیعت رضوان کے نام سے اس بیعت کا ذکر کیا گیا ہے۔ اسی رخ پر خدائے پاک نے اپنے محبوب کے دست مبارک کو اپنے دست قدرت سے تعبیر کیا تھا اور یہیں پر اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِیْنًا کی بشارت آیت نازل ہوئی تھی اور فتح و نصرت کی اس عظیم بشارت پر صحابۂ کرام کے قلوب عشق و یقین کی بشاشتوں سے معمور ہو گئے تھے۔ اب حدیبیہ کی وادی سے آگے بڑھنے کے بعد وہ دیکھئے پتھر کی ایک تختی زمین پر نصب ہے۔ یہاں سے حرم کی سرحد شروع ہو جاتی ہے اس حد کے اندر کوئی غیر مسلم داخل نہیں ہو سکتا۔ یہاں شکار کھیلنا۔ جانوروں کا خون بہانا حدود کے اندر گھاس اکھاڑنا، درخت کاٹنا، شاخ توڑنا سب منع ہے۔

چند گھنٹے کے بعد وہ دیکھئے مکہ کی پہاڑیاں نظر آنے لگیں۔ عمارتوں کے نشانات چمکنے لگے۔ حرم کعبہ کے قرب کے تصور سے دل کی دھڑکنیں تیز ہوتی جا رہی ہیں اسلام و ایمان کی زندگی کی کتنی مقدس یادگاریں یہاں کی پہاڑیوں، وادیوں اور ریگزاروں سے وابستہ ہیں۔ اب آپ کی سواری شہر محترم میں داخل ہو رہی ہے۔ جلالت ربانی کے احترام میں گردن جھکا لیجئے۔ قلب و نظر ادب کے سانچے میں ڈھل جائیں، کہ جلال و جبروت کا وہ شاہی دربار قریب آ رہا ہے جس کی سطوت سے پہاڑوں کے دل دہلتے ہیں اور جس کے آگے یہ پوری کائنات سر بسجود ہے۔

حرم شریف میں پہلی حاضری: اب اپنی قیام گاہ پر پہنچ کر سب سے پہلے غسل کر کے حرم شریف میں چلنے کی تیاری

کیجئے۔ اپنے اور تمام مسلمانوں کے لیے فلاح دارین کی دعا کرتے اور لبیک پڑھتے ہوئے حرم شریف کے لیے چلیے۔ یہ حرم شریف کا دروازہ ہے یہ دربار خداوندی کا پہلا آستانہ ہے۔ اسے عجز و نیاز کے ساتھ سب سے پہلے بوسہ دیجئے اور یہ دعا پڑھتے ہوئے داہنا قدم رکھیے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ ذُنُوْبِیْ وَافْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِکَ

اس کے ساتھ یہ دعا بھی ملا لیجئے۔

اَللّٰھُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْکَ السَّلَامُ وَاِلَیْکَ یَرْجِعُ السَّلَامُ حَیِّنَا رَبَّنَا بِالسَّلَامِ وَاَدْخِلْنَا دَارَ السَّلَامِ تَبَارَکْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَیْتَ یَاذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَام

اس کے بعد ادب سے سر جھکائے لرزتے کانپتے شرم گناہ سے آنکھیں نیچی کیے اور ہیبت الٰہی سے ڈرتے ہوئے قدم آگے بڑھایئے۔ بندگی کے عجز و نیاز کا احساس آپ کی ہستی پر اس طرح چھا جائے کہ دل خیال غیر سے بالکل پاک ہو جائے اور آپ یقین کے کیف میں بالکل ڈوب جائیں کہ خدائے ذوالجلال کے سامنے حاضر ہو رہے ہیں۔ وہ خدائے ذوالجلال جو آپ کی زندگی کے تمام چھوٹے بڑے گناہوں سے باخبر ہے اور آپ کس ارادے سے یہاں تک آئے ہیں اور آپ کے دل کی اس وقت کیا کیفیت ہے یہ ساری چیزیں اس پر روشن ہیں۔

جب خانہ کعبہ پر پہلی بار نظر پڑے تو تین بار اللہ اکبر اور تین بار لا الٰہ الا اللہ کہئے اور یہ دعا پڑھیے۔

رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔

اَللّٰھُمَّ ھٰذَا بَیْتُکَ وَاَنَا عَبْدُکَ اَسْئَلُکَ الْعَفْوَ وَالْعَافِیَةَ فِی الدِّیْنِ وَالدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ لِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ۔

ہوشیار خبردار کہ اب آپ دربار خداوندی کے سامنے ہیں۔ جلال و جبروت کا گھر آپ کے پیش نظر ہے۔ یہ وہی گھر ہے جو سارے عالم کا قبلہ ہے جس کی طرف بن دیکھے آپ نے ہزاروں میں سے لاکھوں سجدے کیے ہیں۔ اب آج فضل خداوندی سے وہ گھر دیکھ رہی ہیں۔ پریشانیوں کا وہ کعبۂ مقصود آپ کی نظر کے سامنے ہے۔

پہلا طواف:

اگر آپ نے قران یا تمتع کا احرام باندھا ہے تو سب سے پہلے عمرہ کا طواف کیجئے۔

خانہ کعبہ کے قریب پہنچ کر حجر اسود والے کونے سے رکن یمانی کی طرف تھوڑا سا آگے بڑھ کر خانہ کعبہ کی طرف رخ کرکے کھڑے ہو جایئے اور احرام کی چادر کو داہنی بغل سے نکال لیجئے کہ داہنا مونڈھا کھل جائے اور چادر کے دونوں کنارے بائیں مونڈھے پر ڈال لیجئے۔ اس کے بعد طواف کی نیت کیجئے۔ نیت کے الفاظ یہ ہیں۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ طَوَافَ بَیْتِکَ الْمُحَرَّمِ فَیَسِّرْہُ لِیْ وَتَقَبَّلْہُ مِنِّیْ۔

اگر کسی دوسرے کی طرف سے طواف کرتے ہیں تو مِنِّیْ کی جگہ پر مِنْ کے بعد اس کا نام لیجئے۔

نوٹ: طواف کے ہر چکر کے لیے اور ہر مقام کے لیے الگ الگ دعائیں ہیں اگر وہ دعائیں یاد نہ ہو سکیں تو ہر چکر میں اور ہر مقام پر درود شریف کا ورد رکھئے۔ یہ ساری دعاؤں کا بدل اور سب کا جامع ہے۔ یہ درود غوثیہ بہت بابرکت مختصر اور مقبول درود کا صیغہ ہے۔ اسے یاد کر لیجئے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ مَّعْدِنِ الْجُوْدِ وَالْکَرَمِ وَاٰلِہِ الْکِرَامِ وَصَحْبِہِ الْعِظَامِ عَلَیْھِمْ اَجْمَعِیْنَ۔

یا پھر یہ دعائے جامع ہر جگہ پڑھیے۔

رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔

نیت کر چکنے کے بعد اب آپ اپنے داہنی طرف اس طرح مڑ جائے کہ خانہ کعبہ آپ کے بائیں ہاتھ پر ہو جائے۔ چونکہ اس طواف میں آپ کو رمل بھی کرنا ہے اس لیے پہلے تین پھیروں میں شانہ ہلاتے ہوئے تیز تیز اور چھوٹے چھوٹے قدم اٹھایئے۔

نوٹ: یہ بات یاد رکھیئے کہ طواف کے لیے پہلی بار جس مقام سے آپ نے چلنا

شروع کیا تھا۔ خانہ کعبہ کے گرد گھومتے ہوئے اس مقام پر جب پہنچ جائیں تو اسے ایک پھیرا کہا جائے گا۔

اب آپ بسم اللہ پڑھ کر قدم کو حرکت دیجئے۔ چند ہی قدم کے بعد آپ حجر اسود کے بالمقابل پہنچ جائیں گے۔ وہاں پہنچ کر آپ اپنے دونوں ہاتھ کانوں تک اس طرح اٹھائیں کہ ہتھیلیاں حجر اسود کی طرف رہیں اور یہ دعا پڑھیے۔

بِسْمِ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ ۝

وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ۝

اس کے بعد چاندی کی پیٹ نما حصے میں منہ ڈال کر حجر اسود کو اس طرح بوسہ دیجئے کہ چومنے کی آواز نہ نکلے۔ تین بار ایسا ہی کیجئے۔ اگر یہ موقعہ نصیب ہو جائے تو کمال سعادت ہے۔ کیونکہ جس پتھر سے آپ کے ہونٹ لگے ہیں یقین کیجئے کہ یہ وہی جگہ ہے جس سے حضور پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کے لب پاک مس ہوئے تھے۔ ایک مرد مومن کی اس سے بڑی سعادت اور کیا ہو سکتی ہے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے جس پتھر کو اپنے لب پاک کا شرف بخشا۔ اسے اپنی آنکھوں اور ہونٹوں سے لگانے کی عزت حاصل ہو رہی ہے

اگر ہجوم کے سبب منہ سے چومنے کا موقعہ نہ مل سکے تو ہجوم میں نہ اوروں کو ایذا دیجئے اور نہ خود کو تکلیف میں ڈالیے بلکہ ہاتھ سے چھو کر اپنے ہاتھ ہی کو چوم لیجئے اور ہاتھ بھی نہ پہنچ سکے تو کسی لکڑی سے چھو کر اس لکڑی ہی کو چوم لیجئے۔ اور اس کا بھی موقع نہ مل سکے تو ہاتھوں سے اس کی طرف اشارہ کر کے اپنے ہاتھوں کو چوم لیجئے۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ قیامت کے دن اس پتھر کو آنکھیں دی جائیں جن سے وہ دیکھے گا۔ زبان دی جائے گی جس سے وہ کلام کرے گا اور اس کے حق میں وہ گواہی دے گا جس نے حق کے ساتھ اس کو بوسہ دیا۔ اسی لیے بزرگوں نے کہا ہے کہ حجر اسود کا بوسہ لیتے وقت دل کو پاکیزہ خیالات سے معمور رکھنا چاہیے۔

طواف کرتے ہوئے جب رکن یمانی کے سامنے پہنچئے تو اسے جی دونوں ہاتھوں سے یا داہنے ہاتھ سے چھو کر چوم لیجئے۔ جب اس سے آگے بڑھیے اور مستجاب کے سامنے پہنچئے تو یہاں اپنے سب اور جملہ اہل اسلام کے لیے دعائے خیر کیجئے۔ کہ یہاں ستر ہزار فرشتے دعا پر آمین کہنے کے لیے کھڑے رہتے ہیں۔ اسی طرح خانہ کعبہ کے گرد سات بار چکر لگائیے۔ یاد رکھیے کہ رمل صرف پہلے تین پھیروں ہی میں ہے۔ اس کے بعد حسب عادت آہستہ آہستہ قدموں سے پُر سکون ہو کر چلیے۔

ساتویں پھیرے میں خصوصیت کے ساتھ پھر حجر اسود کا بوسہ لیجئے۔ اگر اس کا موقع نہ مل سکے تو وہی کیجئے جو پہلے کیا تھا۔

نوٹ: جو لوگ قران یا تمتع کا احرام باندھ کر آئے ہیں اُن کے لیے یہ طواف عمرہ کا طواف ہے لیکن جو لوگ افراد کا احرام باندھ کر آئے ہیں ان کے لیے یہ طواف طوافِ قدوم ہے۔ یعنی دربار میں حاضری کا نذرانہ! طوافِ قدوم سب کے لیے ضروری ہے۔ قران اور تمتع والے عمرہ سے فارغ ہو کر طوافِ قدوم کا فریضہ ادا کریں گے۔

طواف سے فارغ ہونے کے بعد مقامِ ابراہیم کے پاس آئیے اور آیت کریمہ۔

وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى ۝

پڑھ کر دو رکعت نماز بہ نیت طواف پڑھیے۔ پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد قُلْ يٰۤاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ اور دوسری رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝ پڑھیے۔ ہر طواف کے بعد یہ نماز چونکہ واجب ہے اس لیے پابندی کے ساتھ اسے ضرور ادا کرنی چاہیے۔ البتہ مکروہ وقت ہو تو کراہت کا وقت نکل جانے کے بعد اسے پڑھ لینا چاہیے۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو مقام ابراہیم کے پاس دو رکعتیں پڑھے اس کے اگلے پچھلے گناہ بخش دیے جائیں گے۔

اگر بھیڑ کی وجہ سے آپ کو مقام ابراہیم میں نماز پڑھنے کا موقعہ نہ مل سکے تو حرم شریف میں جہاں بھی پڑھ لیں واجب ادا ہو جائے گا۔ مقامِ ابراہیم کے پاس نماز اور دعا سے فارغ ہو کر مُلتَزَم کے پاس آئیے مُلتَزَم خانہ کعبہ کے دروازہ پاک اور رکن اسود کے درمیان کی دیوار کو کہتے ہیں۔

وہاں پہنچ کر دیوار سے کبھی لپٹیے کبھی اپنا سینہ اور پیٹ اس سے ملیے۔ کبھی اپنا داہنا رخسار کبھی بایاں رخسار اور منہ اس پر رکھیے اور اپنے دونوں ہاتھ سر سے اونچے کر کے دیوار پر پھیلایئے اور ایک محتاج اور ذلیل بھکاری کی طرح اپنے خالق و مالک کی چوکھٹ پر کھڑے ہو کر دونوں جہان کی خیر و برکت اور نعمت و سعادت کی بھیک مانگیے اپنے رب کی دہلیز عزت پر آج آپ کو کھڑا ہونے کا موقعہ مل گیا ہے تو اپنے گناہوں پر پھوٹ پھوٹ کر رو دیجئے۔ بلک بلک کر آہ و زاری کیجئے۔ لوٹ کر تڑپتے اور اس طرح مچل مچل کر فریاد کیجئے کہ رحمت و کرم کی بارگاہ سے بخشش مغفرت اور رحمت و خوشنودی کا پروانہ مل جائے گا۔

مُلتَزَم کی خاص دعا یہ ہے۔

يَا وَاجِدُ يَا مَاجِدُ لَا تُزِلْ عَنِّيْ نِعْمَةً اَنْعَمْتَهَا عَلَيَّ ۝

حدیث پاک میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اکثر میں جبرئیل کو دیکھتا ہوں کہ وہ ملتزم سے لپٹے ہوئے یہ دعا مانگ رہے ہیں۔

نوٹ: نمازِ طواف کے بعد ملتزم کے پاس آنا اس طواف کے ساتھ خاص ہے جس کے بعد سعی ہے اور جس طواف کے بعد سعی ہو اس میں نماز سے پہلے ہی ملتزم سے لپٹئے پھر مقامِ ابراہیم کے پاس جا کر دو رکعت نماز پڑھیے۔

ملتزم پر دعا مانگنے کے بعد زمزم پر آئیے اور کعبہ کی طرف رُخ کر کے تین سانس میں پیٹ بھر کر جتنا پیا جائے کھڑے ہو کر پیجیے ہر بار بِسْمِ اللّٰهِ سے شروع کیجیے اور اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ پر ختم کیجیے۔ پینے کے بعد کچھ پانی بدن پر اور سر پر ڈال لیجیے اور پیتے وقت جو دل چاہے دعا کیجیے کہ یہ قبولیتِ دعا کا بہترین وقت ہے۔ حضور نے ارشاد فرمایا کہ زمزم جس مقصد سے پیا جائے اُس کے لیے کفایت کرتا ہے۔

صفا و مروہ کے درمیان اب سعی کے لیے چلیے۔

زمزم سے سیراب ہو چکنے کے بعد اب سعی کی تیاری کیجیے۔ سعی کے لیے صفا و مروہ کی طرف چلنے سے قبل پھر حجرِ اسود کے پاس آیئے اور اسی طرح تکبیر کہہ کر اس کا بوسہ لیجیے اور اگر اس کا موقعہ نہ مل سکے تو اس کی طرف منہ کر کے اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ اور درود شریف پڑھتے ہوئے فوراً بابُ الصفا سے صفا کی جانب روانہ ہو جایئے۔ دروازے سے پہلے بایاں پاؤں باہر نکالیے۔ صفا کی سیڑھیوں پر چڑھنے کے بعد یہ دعا پڑھیے۔

اَبْدَأُ بِمَا بَدَأَ اللّٰهُ بِهٖ اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ

پھر کعبہ معظمہ کی طرف منہ کر کے دونوں ہاتھ کاندھوں تک دعا کی طرح پھیلائے ہوئے اٹھایئے اور اتنی دیر تک اٹھائے رکھیے جتنی دیر میں سورۂ بقرہ کی پچیس آیتیں پڑھی جا سکتی ہیں۔ یہ موقعہ بھی محلِ اجابت ہے۔ اس لیے نہایت خشوع و خضوع اور رقتِ قلب کے ساتھ اپنے لیے اور جملہ اہلِ اسلام کے لیے دعا کیجیے۔ دعا کے دوران اپنی ہتھیلیاں آسمان کی طرف کھلی ہوئی رکھیے۔ جب دعا ختم ہو جائے تو ہاتھ گرا لیجیے اور سعی کی نیت کیجیے۔ نیت کے الفاظ یہ ہیں۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اُرِيْدُ السَّعْيَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ فَيَسِّرْهُ لِيْ وَتَقَبَّلْهُ مِنِّيْ۔

نوٹ: اگر سعی دوسرے کی طرف سے کر رہے ہیں تو مِنِّیْ نہ کہیے بلکہ اس کی جگہ مِنْ کے بعد اس شخص کا نام لیجیے۔

نیت کے بعد صفا سے اتر کر حسبِ عادت درمیانی چال سے درود شریف پڑھتے ہوئے مروہ کی طرف چلیے۔ جب پہلا سبز پتھر آئے تو وہاں سے دوڑنا شروع کیجیے۔ جب دوسرا سبز پتھر آجائے تو دوڑنا موقوف کر دیجیے اور معمولی چال سے مروہ تک چلئے۔ مروہ پر پہنچنے کے بعد پہلی سیڑھی پر کھڑے ہو کر کعبہ کی طرف کر کے یہاں بھی کاندھوں تک ہاتھ اٹھا کر درود شریف پڑھیے اور اتنی ہی دیر تک دعا مانگیے جتنی دیر تک صفا پر مانگی تھی۔ یہ ایک پھیرا ہوا اسی طرح مروہ سے صفا اور صفا سے مروہ آتے جاتے چھ پھیرے اور لگایئے ہر پھیرے میں دو سبز پتھروں کے درمیان دوڑ لگایئے باقی راستے معمولی رفتار سے طے کیجیے ہر پھیرے میں صفا و مروہ پر پہنچ کر اسی طرح دعا بھی مانگیے۔

نوٹ: آپ نے اگر تمتع کا احرام باندھا ہے تو صفا و مروہ کی سعی مکمل ہو جانے کے بعد آپ اپنا احرام کھولدیں یعنی سر مونڈالیں یا بال کتروالیں لیکن سر منڈانا افضل ہے۔ عورتوں کے لیے احرام کی حالت سے نکلنے کے لیے صرف چار انگل بال کتروالینا کافی ہے۔ احرام کے بعد جتنی چیزیں آپ پر حرام ہوگئی تھیں اب سب حلال ہو گئیں۔

لیکن جن لوگوں نے قِران کا احرام باندھا ہے وہ ابھی احرام نہ کھولیں۔ وہ دسویں ذی الحجہ کو رمی جمار کے بعد ہی احرام کی حالت سے باہر نکلیں گے۔ قِران والوں کو سعی کے بعد ایک اور طواف کرنا ہوگا جسے طوافِ قدوم کہتے ہیں۔ تمتع والوں پر طوافِ قدوم نہیں ہے اور افراد والوں نے حرم شریف میں داخل ہونے کے بعد پہلی بار جو طواف کیا تھا وہی ان کا طوافِ قدوم ہو گیا۔ وہ بھی رمی جمار کے بعد ہی احرام سے باہر نکلیں گے۔

طوافِ قدوم میں اگرچہ رمل، اضطباع و صفا و مروہ کے درمیان سعی نہیں ہے لیکن قِران والے اگر طوافِ قدوم میں رمل، اضطباع اور اس کے بعد سعی کر لیں تو حج کے بعد طوافِ زیارت میں ان چیزوں کی ضرورت نہیں رہے گی۔ صرف سادہ طواف کافی ہو جائے گا۔ حجرِ اسود کا پہلا بوسہ لیتے ہی تمتع والے لبیک موقوف کر دیں۔ لیکن قِران اور افراد والوں کو لبیک دسویں ذی الحجہ کو رمی جمار کے وقت ختم ہوگی۔ اب آپ آٹھویں ذی الحجہ تک مکہ میں جب تک

رہیں بغیر رمل، اضطباع اور سعی کے نفل طواف کرتے رہیں کہ باہر والوں کے لیے یہ سب سے بہترین عبادت ہے اور نفل طواف میں بھی ہر سات پھیروں پر مقام ابراہیم پر دو رکعت نماز طواف ضرور پڑھتے رہیے۔

آٹھویں ذی الحجہ کا پروگرام:

ذی الحجہ کی آٹھویں تاریخ کو یوم الترویہ بھی کہتے ہیں۔ آپ نے اگر تمتع کا احرام باندھا تھا تو آپ کو یاد ہوگا کہ آپ نے عمرہ کرنے کے بعد اپنا احرام کھول دیا تھا اس لیے آج صبح کو غسل کر کے خوشبو لگا کر حرم شریف میں آیئے اور خانہ کعبہ کا طواف کیجئے۔ اس کے بعد مقام ابراہیم کے سامنے طواف کی دو رکعت نماز پڑھیے۔ پھر دو رکعت سنت احرام کی نیت سے پڑھیئے۔ اس کے بعد حج کی نیت کیجئے۔ حج کی نیت کے الفاظ پہلے گزر چکے ہیں وہاں دیکھ لیجئے نیت کے الفاظ ادا کرتے ہی باواز بلند تین بار لبیک کہیے۔ اب آپ کی لبیک بھی دسویں ذی الحجہ کو رمی جمار کے وقت ختم ہوگی۔

اس کے بعد جب آفتاب نکل آئے تو منی کی طرف چلئے ظہر کی نماز کے وقت تک وہاں پہنچ جانا ضروری ہے۔ کیونکہ ظہر سے لے کر صبح تک پانچ وقت کی نماز وہاں ادا کرنا ضروری ہے۔

خدا توفیق دے تو منی اور عرفات کا راستہ پیدل طے کیجئے کہ ہر قدم پر سات کروڑ نیکیاں آپ کے نامۂ اعمال میں لکھی جائیں گی۔ اس حساب سے مکہ کی واپسی تک آپ کی نیکیاں المختصر کھرب چالیس ارب ہو جائیں گی۔ اس طرح جتنی نیکیاں آپ فضل خداوندی کے بل پر یہاں صرف پانچ دن میں جمع کر لیں گے۔ ساری عمر میں بھی اتنی نیکیاں شاید ہی آپ جمع کر سکیں۔

منی پہنچ کر مسجد خیف میں ظہر سے لے کر صبح تک پانچ وقت کی نماز ادا کیجئے نجدی اماموں کے پیچھے نماز نہیں ہوتی کیونکہ وہ بدعقیدہ اور گستاخ رسول ہیں۔ اس لیے اپنی الگ جماعت کیجئے اور اس کا موقع نہ مل سکے تو تنہا نماز پڑھ لیجئے۔ بے خبر لوگ جماعت کے لالچ میں اصل نماز سے ہی ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو ہم معذور سمجھتے ہیں۔ کیونکہ نجدیوں کے بارے میں انہیں صحیح معلومات نہیں ہیں۔ ان کے بدعقیدہ اور گستاخ رسول ہونے کے بارے میں علمائے دیوبند نے بھی کتابیں لکھی ہیں۔ مولوی حسین احمد مدنی کی کتاب الشہاب الثاقب اس موضوع پر ایک دستاویز کی حیثیت رکھتی ہے۔ مگر افسوس کہ دیال کی لالچ میں یہ لوگ بھی ان کے پیچھے اپنی نمازیں برباد کرتے ہیں۔ اگر مسجد خیف میں نماز پڑھنے کا موقع نہ ملے تو منی میں جہاں آپ قیام کریں وہیں پڑھیئے۔ نویں ذی الحجہ کی رات بڑی اہم رات ہے۔ اس لیے یہ رات عبادات و مناجات اور تلاوت و درود میں گزاریئے۔

ایک عجیب و غریب دُعا:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے جو شخص نویں ذی الحجہ کی رات میں یہ دُعا ہزار بار پڑھے گا تو جو کچھ اللہ تعالیٰ سے مانگے گا پائے گا۔ بشرطیکہ کوئی ناجائز سوال نہ کرے۔ وہ دُعا یہ ہے۔

سُبْحَانَ الَّذِیْ فِی السَّمَاءِ عَرْشُہٗ سُبْحَانَ الَّذِیْ فِی الْاَرْضِ مَوْطِئُہٗ سُبْحَانَ الَّذِیْ فِی الْبَحْرِ سَبِیْلُہٗ، سُبْحَانَ الَّذِیْ فِی النَّارِ سُلْطَانُہٗ، سُبْحَانَ الَّذِیْ فِی الْجَنَّۃِ رَحْمَتُہٗ، سُبْحَانَ الَّذِیْ فِی الْقَبْرِ قَضَاؤُہٗ سُبْحَانَ الَّذِیْ فِی الْھَوَاءِ رُوْحُہٗ سُبْحَانَ الَّذِیْ وَضَعَ الْاَرْضَ سُبْحَانَ الَّذِیْ لَا مَلْجَأَ وَلَا مَنْجَاءَ مِنْہُ اِلَّا اِلَیْہِ ؀

نویں ذی الحجہ کا پروگرام:

نویں ذی الحجہ کو یوم عرفہ ہے جو ایام حج کا سب سے بڑا دن ہے۔ آج مستحب وقت میں صبح کی نماز پڑھ کر لبیک اور ذکر و درود میں مشغول رہیئے۔ جب آفتاب کچھ بلند ہو جائے تو عرفات کی طرف چلیے۔ آج دل کو خیال غیر سے پاک کیجئے اور بندگی کے عجز و خلوص اور ندامت و انابت میں اپنی ہستی کو ڈبو دیجئے کہ آج دریائے رحمت میں تلاطم کا دن ہے۔ آج شیطان بھی مستعد ہے کہ آپ کو جھگڑے لڑائی اور نفس کی شرارتوں میں مبتلا کر کے حضور قلب کی نعمت سے محروم کر دے۔ اور آپ اُبلتے ہوئے چشمۂ نور کے کنارے پہنچ کر بھی اپنے دل کا سیاہ ورق اُجلا نہ کر سکیں۔ اس لیے ہر طرف سے کٹ کر آج صرف عنایت خداوندی کو اپنی توجہ کا مرکز بنایئے۔ آج کی شام تک آپ چمکنے لگیں گے۔

اب اپنے دل کی انجمن کو یقین کے نور سے معمور کر کے اُٹھیے اور عرفات کی طرف جانے والی شاہراہ پر فیلوانہ وار چل پڑیئے۔ عشق جنوں انگیز کا والہانہ کردار دیکھنا ہو تو ذرا شاہراہوں کی طرف نظر اٹھایئے۔ ہر طرف دیوانوں کا ایک ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر اُمنڈ رہا ہے۔ آج بڑھنے والے عنایت و کرم کی بارگاہ کی طرف اس شان سے بڑھ رہے ہیں کہ ہر قدم پر ستر کروڑ نیکیوں کا ذخیرہ ان کے نامۂ اعمال میں

جمع ہو جا رہا ہے۔ دوپہر سے پہلے پہلے لاکھوں انسانوں کی بھیڑ عرفات کے لق و دق میدان میں جمع ہو گئی اور کئی میل کے رقبہ میں خیموں اور شامیانوں کا ایک شہر بس گیا۔

یہ وہی میدانِ عرفات ہے جہاں سیدنا ابو البشر حضرت آدم علیٰ نبینا و علیہ السلام کی توبہ قبول ہوئی تھی اور سینکڑوں برس کی طویل مدتِ فراق کے بعد یہیں حضرت آدم اور ان کی رفیقۂ حیات حضرت حوا یکجا ہوئے تھے۔

وہ دیکھیے عرفات کے میدان میں پہنچتے ہی حاجیوں کا ہجوم جبلِ رحمت کی طرف دوڑتا جا رہا ہے۔ جبلِ رحمت وہ مقدس پہاڑ ہے جس کی بلند چوٹی سے آج رحمتوں کی گھٹا اُمڈے گی اور میدانِ عرفات کے ایک ایک چپے پہ جھوم جھوم کر برسے گی۔

دوپہر ڈھلتے ہی مسجدِ نمرہ میں ظہر کی جماعت کھڑی ہو رہی ہے۔ سارا عرفات نمازیوں کی صفوں سے بھر گیا۔ عجز و نیاز کی جس رقت انگیز کیفیت میں ڈوب کر لوگ آج نماز ادا کر رہے ہیں۔ عمر بھر اس کی لذتیں یاد رہیں گی۔

یہاں ایک حیرت انگیز واقعہ یہ دیکھنے میں آیا کہ نمازِ ظہر کا سلام پھیرتے ہی بغیر کسی وقفے کے عصر کی جماعت بھی کھڑی ہو گئی۔ لوگ حیرت سے ایک دوسرے کا منہ تک رہے ہیں کہ یہ کیا ہو گیا آج عصر کی نماز ظہر کے وقت میں کیسے پڑھی جا رہی ہے جبکہ شریعت کے ضابطے کے مطابق ہر نماز اپنے وقت پر ہی ادا کہلاتی ہے۔ وقت سے پہلے یا وقت گزر جانے کے بعد جو نماز پڑھی جائے اُسے قضا کہا جاتا ہے۔ ادا کوئی نہیں کہتا۔ آج کا یہ معمہ سمجھ میں نہیں آ رہا ہے۔ پاس ہی بیٹھے ہوئے ایک صاحب سمجھا رہے ہیں کہ یہ معمہ نہیں ہے بلکہ عرفات کے میدان میں عصر کی نماز کا وقت ہی یہ ہے اور یہ ہمارے پیغمبر کے تشریعی اختیارات کی ایک زندۂ جاوید نشانی ہے۔ اب قیامت تک ہر حاجی یہاں سے یہ عقیدہ لے کر جائے گا کہ ہمارے سرکار کو جہاں قانون بنانے کا اختیار ہے وہاں قانون بدلنے کا بھی اختیار ہے۔

ظہر اور عصر کی نماز سے فارغ ہو کر اب تشنگانِ رحمت کا یہ گروہ عرفات کے میدان میں چاروں طرف بکھر گیا ہے جہاں جگہ ملی بیٹھ گیا۔ آسمانوں کے دروازے کھل گئے۔ رحمتوں کی گھٹائیں ہر طرف چھا گئیں۔ اب نور کی بارش میں جنم جنم کے داغ دھل رہے ہیں۔ آہ و گریہ اور نالہ و بکا کی چیخوں میں آنکھیں برس رہی ہیں۔ قلوب پگھل رہے ہیں۔ آج خاکدانِ گیتی کے گنہگار اپنے رب کے حضور میں ٹوٹ کے گر پڑے ہیں۔ بال بال خوفِ الٰہی کی دہشت سے کانپ رہا ہے اور دل کا گوشہ گوشہ اُمید کی کرن سے معمور ہے۔

اب آپ بھی کسی گوشے میں بیٹھ جائیے اور پھوٹ پھوٹ کر اپنے گناہوں پر ماتم کیجیے۔ درد کی کسک سے بلک بلک کر تڑپیے اور مچل مچل کر اتنے آنسو بہائیے کہ خود رحمت کا دامن بھیگ جائے۔ غروبِ آفتاب تک دُعا مناجات کی محویتوں میں گم رہیے اور مغرب کے بعد جیسے ہی نقارۂ کوچ بجے نماز ادا کیے بغیر مزدلفہ کے لیے روانہ ہو جائیے۔

عرفات کے میدان سے واپس ہوتے وقت یقین کا یہ چراغ ہر وقت جلتا ہوا رکھیے کہ وعدۂ الٰہی کے مطابق آج آپ اپنے چھوٹے بڑے گناہوں سے اس طرح پاک صاف ہو گئے جیسے آج ہی آپ کی ماں نے آپ کو جنم دیا ہے۔ یہ یقین اس لیے ضروری ہے تاکہ رحمت و نور کی بارش میں زندگی کا جو داغ دھل کر سفید ہو گیا ہے اب اُس پر گناہوں کا کوئی سیاہ دھبہ نہ پڑنے پائے۔

مزدلفہ ایک جگہ کا نام ہے جہاں رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے آج کی رات قیام فرمایا تھا۔ آپ جب تک مزدلفہ نہ پہنچ جائیں مغرب کی نماز نہ پڑھیں۔ بلکہ مزدلفہ پہنچتے پہنچتے عشاء کا وقت بھی ہو جائے۔ جب بھی مغرب کی نماز وہیں پڑھیں کہ آج مغرب کی نماز کا وقت یہی ہے۔ بلکہ بالفرض کوئی مغرب کے وقت میں یہاں پہنچ گیا جب بھی مغرب کی نماز عشاء ہی کے وقت میں پڑھے اور یہ بھی سرکار مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریعی اختیار کا ایک کھلا ہوا ثبوت ہے کیونکہ یہاں بھی وقت کی تبدیلی کا کوئی حکم قرآن میں نہیں ہے۔ بلکہ حدیث میں ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ خدا نے اپنے رسول کریم کو نماز کا وقت تبدیل کرنے کا بھی اختیار مرحمت فرمایا ہے۔

عرفات کے میدان میں خدا کے حقوق کی معافی کا وعدہ تھا۔ یہاں بندوں کے حقوق کی معافی کا وعدہ کیا گیا ہے۔ اس لیے یہاں کی رات اجابتِ دُعا اور نزولِ رحمت و برکت کی عظیم رات ہے۔ پوری رات عبادت و مناجات اور ذکر و لبیک میں گزاریے اور صبح کی نماز اول وقت میں پڑھیے اور ذکر و دُعا میں مصروف رہیے۔

جب طلوعِ آفتاب میں دو رکعت نماز پڑھنے کا وقت باقی رہ جائے تو منیٰ کے لیے چلیے اور رمی جمار کے لیے یہاں سے کھجور کی گٹھلی کے برابر سات چھوٹی کنکریاں پاک جگہ سے چن لیجیے اور اگر چاہیں تو تینوں دن جمروں پر مارنے کے لیے کل کنکریاں یہیں سے چن لیں جن کی تعداد ۴۹ انچاس ہے۔ ساری کنکریوں کو دھو لیجیے۔ راستے میں بھرپور ذکر و دُعا اور درود و لبیک میں مصروف رہیے۔

دسویں ذی الحجہ کا پروگرام:

منیٰ پہنچ کر سیدھے اس جمرہ کے پاس آئیے جو ادھر سے جانے میں سب سے آخر میں اور مکہ کی طرف سے آتے ہوئے سب سے پہلے پڑتا ہے

جمرہ سے کم از کم پانچ ہاتھ کے فاصلے پر کھڑے ہو کر ایک ایک کر کے سات کنکریاں چٹکی میں لے کر سیدھا ہاتھ اوپر اٹھا کر ماریئے اور ہر ایک کنکری پر مارتے وقت یہ دعا پڑھیئے۔

بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ رَغْمًا لِّلشَّيْطَانِ رِضَاءً لِّلرَّحْمٰنِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ حَجًّا مَّبْرُوْرًا وَّسَعْيًا مَّشْكُوْرًا وَّذَنْبًا مَّغْفُوْرًا ۔

بہتر ہے کہ کنکریاں جمرہ تک پہنچیں ورنہ تین ہاتھ کے فاصلے تک گریں اگر اس سے زیادہ فاصلے پر گریں تو انہیں شمار نہیں کیا جائے گا۔ اسی لیے کنکریاں مقررہ تعداد سے زیادہ ساتھ میں رکھنا چاہیئے تاکہ کوئی کنکری ضائع ہو گئی تو کنکریوں کی کمی نہ پڑے۔ کیونکہ ماری ہوئی کنکریاں اٹھانا جائز نہیں ہے۔

سات کنکریاں مارنے کے بعد وہاں سے پلٹ آیئے۔ آج ایک جمرے پر کنکری ماری جاتی ہے گی پہلی کنکری مارنے کے بعد سے لبیک موقوف کر دیجئے۔

رمی سے فارغ ہو چکنے کے بعد اب قربان گاہ کی طرف چلئے اور کوئی فربہ جانور خرید کر اس کی قربانی کیجئے۔ یہ قربانی وہ نہیں ہے جو بقر عید کے موقع پر کی جاتی ہے۔ کیونکہ وہ مسافر پر واجب نہیں ہے بلکہ یہ حج کا شکرانہ ہے۔ یہ قربانی قران اور تمتع والوں پر واجب ہے۔ لیکن افراد والوں کے لیے مستحب ہے اس قربانی کے جانوروں کے لیے بھی وہی شرطیں ہیں جو بقر عید کے قربانی کے جانوروں کے لیے ہوتی ہیں۔ قربانی سے فارغ ہو کر اپنے اور تمام مسلمانوں کے لیے حج اور قربانی کے قبول ہونے کی خوب عاجزی کے ساتھ دعا کیجئے۔

اس کے بعد قبلے کی طرف منہ کر کے بیٹھ جایئے اور اپنے سر کے بال منڈا لیجئے یا کتروا لیجئے۔ مگر منڈوانا افضل ہے۔ عورتوں کے لیے بال منڈانا حرام ہے۔ صرف چار انگل بال کتروا لینا کافی ہے۔ جس کے سر پر بال نہ ہوں اسے سر پر استرا یا سیفٹی پھروانا واجب ہے۔

بال مونڈ لینے یا کتروا لینے کے بعد سوائے عورت کے احرام کی حالت میں جتنی چیزیں حرام تھیں وہ سب حلال ہو گئیں۔ اب احرام کے کپڑے کھول دیں اور سلے ہوئے کپڑے پہن لیں۔

نوٹ: اگر کوئی بال نہ منڈائے یا نہ کتروائے تو جو چیزیں احرام کی حالت میں حرام تھیں قطعاً حلال نہ ہوں گی۔

اس کے بعد افضل ہے کہ آج ہی طواف زیارت کے لیے مکہ جایئے اور خانہ کعبہ کا طواف کیجئے۔ یہ طواف حج کا دوسرا رکن ہے۔ اگر یہ چھوٹ گیا تو حج نہ ہوگا۔ اس طواف میں بھی سات پھیرے کیے جائیں گے۔

اگر بھیڑ کی وجہ سے دسویں کو طواف زیارت نہ کر سکیں تو گیارہویں کو کیجئے اور اگر گیارہویں کو بھی نہ کر سکیں تو بارہویں کو کیجئے۔ اس کے بعد بلا عذر تاخیر گناہ ہے اس طواف کے بعد عورتیں بھی حلال ہو گئیں۔

نوٹ: اگر قران اور افراد والوں نے طواف قدوم میں اور تمتع والے نے احرام باندھنے کے بعد کسی نفل طواف میں حج کے رمل اور سعی کر لیے ہوں تو اس طواف میں نہ رمل ہے اور نہ سعی۔ صرف سادہ طواف کافی ہے۔ ورنہ اس طواف میں رمل بھی کرنا ہوگا اور طواف کے بعد سعی بھی کرنی ہوگی۔

جو شخص دس یا گیارہ کو طواف زیارت کے لیے مکہ جائے اسے شام ہوتے ہوتے منیٰ واپس آجانا ضروری ہے۔ کیونکہ دس اور گیارہ کی راتیں منیٰ میں بسر کرنی ہوں گی۔

گیارہویں ذی الحجہ کا پروگرام:

آج دوپہر کے بعد تینوں شیطانوں کو سات سات کنکریاں مارنی ہیں۔ مسجد خیف کے پاس جو جمرہ ہے اور جسے جمرۂ اولیٰ کہتے ہیں۔ یعنی پہلا شیطان۔ وہیں سے کنکری مارنے کا آغاز کیجئے۔ جب کنکری مار چکیں تو کچھ آگے بڑھ کر قبلہ رو کھڑے ہو کر اور ہتھیلیوں کو کعبہ کی طرف پھیلا کر خوب دیر تک نہایت عاجزی اور رقت قلب کے ساتھ دعا و استغفار، درود و سلام اور حمد و ثنا میں مصروف رہیئے۔

اس کے بعد آگے بڑھیئے اور بیچ والے شیطان یعنی جمرۂ وسطیٰ پر کھڑے ہو جایئے اور یہاں بھی سات کنکریاں ماریئے۔ جب کنکریاں مار چکیں تو کچھ آگے بڑھ کر قبلہ رو کھڑے ہو کر اور خانہ کعبہ کی طرف ہاتھ پھیلا کر یہاں بھی خوب دیر تک دعا کیجئے۔

اس سے آگے بڑھیئے اور آخری شیطان یعنی جمرۂ عقبہ پر کھڑے ہو کر کنکریاں ماریئے۔ فارغ ہوتے ہی دعا مانگتے ہوئے الٹے پاؤں واپس لوٹ آیئے۔

کنکریاں مارنے کا جو طریقہ اور جو دعا پہلے دن آپ کو بتایا گیا ہے وہی دعا اور طریقہ آج بھی کیجئے۔ آج کا پروگرام ختم ہو گیا۔

بارھویں ذی الحجہ کا پروگرام:

آج بھی دوپہر کے بعد اسی ترتیب اور اسی طریقے کے ساتھ تینوں شیطانوں کو سات سات کنکریاں ماریئے۔ جس ترتیب اور جس طریقے سے کل آپ نے تینوں شیطانوں کو کنکریاں ماری تھیں۔ تینوں شیطانوں کو کنکریاں مار چکنے کے بعد آج کا پروگرام بھی ختم ہو گیا۔

نوٹ: دسویں ذی الحجہ کو دوپہر سے پہلے کنکریاں مارنا جائز ہے۔ لیکن گیارہویں اور بارہویں ذی الحجہ کو دوپہر سے پہلے کنکریاں مارنا جائز نہیں۔ گیارہویں اور بارھویں کو دوپہر کے بعد سے صبح تک کنکری مارنے کا وقت ہے رات میں کنکری مارنا

اگرچہ جائز ہے لیکن مکروہ ہے۔ لہٰذا پہلی تین تاریخوں یعنی دسویں، گیارہویں اور بارہویں کو اگر کسی نے دن کے وقت کنکریاں نہ ماری ہوں تو رات کو کنکریاں مار لے۔

آج بارہ ذی الحجہ کو غروب آفتاب سے پہلے پہلے مکہ واپس جائیے۔ یہاں کا سارا کام ختم ہوگیا۔ اگر بارہ ذی الحجہ کو شام سے پہلے نہیں گئے اور منیٰ ہی میں آفتاب ڈوب گیا تو رات میں نہ جائیں بلکہ وہ رات منیٰ ہی میں گزاریں اور تیرہویں ذی الحجہ کو دوپہر کے بعد تینوں شیطانوں کو بدستور کنکریاں مارنے کے بعد مکہ واپس آجائیے۔

مکہ واپس ہونے کے بعد جب تک وہاں قیام کا موقعہ میسر آئے نفلی طواف اور نفلی عمرہ کرتے رہیے۔ کبھی اپنی طرف سے کبھی اپنے والدین کی طرف سے کبھی حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے آل و اصحاب، حضور غوث پاک، خواجہ غریب نواز اور اپنے مشائخ و اساتذہ کی طرف سے۔

نوٹ: مکہ معظمہ سے شمال کی جانب تین میل کے فاصلہ پر تنعیم نام کی ایک جگہ ہے وہیں سے عمرہ کا احرام باندھا جاتا ہے۔ وہاں ایک چھوٹی سی مسجد ہے جہاں احرام کا دوگانہ پڑھتے ہیں۔

مکہ کے قیام کے دوران میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مولد مبارک یعنی جہاں آپ پیدا ہوئے تھے اور جنت المعلیٰ یعنی مکے کے قبرستان جس میں ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ اور دیگر صحابہ و اولیائے کبار کے مزارات ہیں اور جبل ثور، غار حرا، مسجد جن، مسجد جبل ابو قبیس اور دیگر مقاماتِ مقدسہ کی بار بار زیارت کیجئے۔
اگرچہ نجدی حکومت نے مقامات مقدسہ توڑ دیئے ہیں اور بہت سی زیارت گاہوں کے نشانات مٹا دیئے ہیں۔ لیکن آپ کھود کھود کر لوگوں سے پوچھئے اور پتہ لگا کر وہاں پہنچنے کی کوشش کیجئے۔

نوٹ: موسم حج میں سینکڑوں بدعقیدہ مولوی جو نجدی حکومت کے تنخواہ دار ایجنٹ ہیں جگہ جگہ لوگوں کو جمع کرکے تقریریں کرتے ہیں اور اپنی تقریروں میں بدعقیدگی کی تعلیم دیتے ہیں اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور اولیاء اللہ کی شان میں گستاخی کے الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ ان کی باتیں ہرگز ہرگز نہ سنیئے کہ ایمان کے بگڑ جانے کا اندیشہ ہے اور نفس کا شیطان بڑا عیار ہے۔

مکہ معظمہ سے رخصتی کے وقت کا پروگرام:

جب مکہ سے رخصت ہونے کا وقت آئے تو طوافِ رخصت یا طوافِ وداع کی نیت سے خانۂ کعبہ کا طواف کریں اس طواف میں رمل، سعی اور اضطباع کچھ بھی نہیں ہے۔ سات پھیروں پر مشتمل ایک سادہ طواف ہے۔ البتہ طواف کے بعد مقام ابراہیم کے سامنے بدستور دو رکعت نماز طواف ضرور پڑھنی ہے۔

نوٹ: طوافِ رخصت انہی لوگوں پر واجب ہے جو حرم یا میقات کے اندر رہنے والے نہیں ہیں۔ یہاں تک کہ اگر کوئی طواف رخصت کئے بغیر مکہ سے چلا گیا تو جب تک میقات کے اندر ہے واپس چلا آئے اور جب واپس ہو تو عمرہ کا احرام باندھ کر واپس ہو اور عمرہ سے فارغ ہوکر طواف رخصت بجا لائے اور اگر میقات سے باہر ہو گیا تو واپس نہ آئے حرم شریف میں جانور کی قربانی کر دے۔

طوافِ رخصت سے فارغ ہونے کے بعد زمزم پر آئیے اور اسی طرح پانی پیجئے اور کچھ پانی بدن پر ڈالیے۔ پھر دروازۂ کعبہ کے سامنے کھڑے ہوکر آستانۂ پاک کو بوسہ دیجئے اور قبولیتِ حج و زیارت اور بار بار حاضری کی دعا مانگئے اور یہ دعا پڑھئے۔

اَلسَّائِلُ بِبَابِكَ يَسْأَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ وَمَغْفِرَتِكَ وَيَرْجُوْ رَحْمَتَكَ۔

پھر ملتزم پر آکر غلاف کعبہ تھام کر خوب لپٹئے اور نہایت آہ و زاری کے ساتھ دعا کیجئے اور خصوصیت کے ساتھ اس وقت یہ دعا پڑھئے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ هَدَانَا لِهٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَا اَنْ هَدَانَا اللّٰهُ اَللّٰهُمَّ فَكَمَا هَدَيْتَنَا لِهٰذَا فَتَقَبَّلْهُ مِنَّا وَلَا تَجْعَلْ هٰذَا اٰخِرَ الْعَهْدِ مِنْ بَيْتِكَ الْحَرَامِ وَارْزُقْنِي الْعَوْدَ اِلَيْهِ حَتّٰى تَرْضٰى بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ

پھر حجر اسود کے پاس آئیے اور اسے بوسہ دیجئے اور خوب پھوٹ پھوٹ کر روئیے اور یہ دعا پڑھیئے۔

يَا يَمِيْنَ اللّٰهِ فِيْ اَرْضِهٖ اِنِّيْ

شْهِدُكَ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا اِنِّىْ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَاَنَا اُوْدِعُكَ هٰذِهِ الشَّهَادَةَ لِتَشْهَدَ لِىْ بِهَا عِنْدَ اللّٰهِ تَعَالٰى فِىْ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ يَوْمِ الْفَزَعِ الْاَكْبَرِ اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اُشْهِدُكَ عَلٰى ذَالِكَ وَاُشْهِدُ مَلٰٓئِكَتَكَ الْكِرَامِ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ ٥

پھر الٹے پاؤں کعبے کی طرف منہ کر کے پیچھے ہٹتے اور بار بار کعبہ کو حسرت سے دیکھتے جاتے اور اس کی جدائی پر آنسو بہاتے اور اگر آنسو نہ نکل سکیں تو رونے کی طرح منہ بنا لیتے اور پیچھے ہٹتے جاتے۔ جب خانہ کعبہ نگاہوں سے اوجھل ہو جائے تو سیدھے ہو جائیے اور حرم شریف کے دروازہ سے پہلے بایاں پاؤں باہر نکالیے اور یہ دعا پڑھتے ہوئے باہر نکل آئیے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ وَرَحْمَتِكَ ٠

حاجیو آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو
کعبہ تو دیکھ چکے کعبے کا کعبہ دیکھو

دیارِ حبیب کا سفر:

سرکار مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ پاک کی زیارت روح ایمان اور دنیا و آخرت کی جملہ سعادتوں کی جان ہے۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث میں ارشاد فرمایا جو میری قبر کی زیارت کرے اس کے لیے میری شفاعت واجب ہے۔

دوسری حدیث میں ارشاد فرماتے ہیں۔ جس نے حج کیا اور میرے وصال کے بعد میری زیارت کی تو گویا اس نے میری زندگی میں زیارت کی اور جو مسلمان حرمین میں فوت ہوا۔ وہ قیامت کے دن امن والوں میں اٹھے گا۔

تیسری حدیث میں ارشاد فرماتے ہیں کہ جس نے حج کیا اور میری زیارت نہ کی اس نے میرے اوپر ظلم کیا۔

انتظار کرتے کرتے اب وہ سعود گھڑی آہی گئی جب عشاق کے قافلے مدینے کی طرف رواں ہو رہے ہیں۔ آہ! پوچھنا کیا ہے دل کی مسرتوں کا عالم! مدینے کا رخ کرتے ہی آرزوؤں کے چمن میں بہار آگئی۔ امیدوں نے پھول برسائے شوق نے چراغ جلایا۔ خوش بختیوں نے آواز دی اور زائروں کا کارواں کعبۂ مقصود کی طرف بڑھنے لگا۔ منزل پہ منزل بدلتی جا رہی ہے ریگستانوں کے طویل فاصلے گھٹ رہے ہیں۔ پہاڑوں اور وادیوں کا دامن سمٹتا جا رہا ہے۔

اب بے آب و گیاہ پہاڑیوں کا سلسلہ ختم ہوا۔ اب یہاں سے مدینے کی سرحد شروع ہو گئی۔ زمین ناز کر رہی ہے۔ آسمان فخر سے سر اونچا کر رہا ہے۔ موسم بدل گیا اب فضاؤں میں مستی ہے۔ ہواؤں میں خنکی ہے اور نظاروں میں دلکشی ہے۔ ہر طرف سبزہ و لالہ کی بہار ہے، ریگستانوں کا اجڑا ہوا چہرہ بھی اب کسی کے فیضانِ قدم سے لالہ زار ہے۔ یہ دیارِ حبیب ہے۔ رحمت و جمال کی راجدھانی جیتابی شوق میں قافلہ رفتار ہے یہاں تک کہ مدینہ قریب آگیا۔ خبر ملی کہ سامنے والے پہاڑ پر چڑھنے کے بعد سبز گنبد نظر آئے گا۔

یہ سنتے ہی خوشی سے سب کے چہرے کھل گئے عمر بھر کی پیاسی آنکھیں انتظار شوق میں افق پر پھیل گئیں۔ جونہی قافلہ چوٹی پر پہنچا سامنے گنبدِ خضرا چمک رہا ہے۔ بیخودی میں سوکھی زبانیں درود و سلام کے نغموں سے تر ہو گئیں اور یا رسول اللہ کے نعروں سے سارا ماحول معطر ہو گیا۔

منزل پر پہنچتے ہی بوسۂ عقیدت کے لیے سب کی پیشانیاں زمین پر جھک گئیں آج کا کل و رخ کے غلام اپنی قسمت پر نازاں ہیں کہ آج آرزوؤں کی معراج کا دن ہے۔ اب دیوانے اُن راہوں سے گزر رہے ہیں جہاں کی خاک چہرۂ ایمان کا غازہ ہے اپنی اپنی قیام گاہوں پر پہنچنے کے بعد اب شہنشاہ کونین کے دربار میں حاضری کے لیے سب نے غسل کیا۔ نئے کپڑے بدلے۔ خوشبو سے معطر ہوئے اور عالم شوق میں روضۂ پاک کی طرف بڑھے۔

اب وہ عالم کیف بار احاطۂ تحریر سے باہر ہے۔ جب بچھڑے ہوئے غلام اپنے آقا کی چوکھٹ پر کھڑے ہیں۔ سر جھکائے، آنکھیں نیچی کیے ہاتھ باندھے ہوئے سارا عرب و عجم آج تاجدارِ کونین کے حضور میں حاضر ہے۔

کتنا دلکش سماں ہے کہ غائبانہ یا نبی سلام علیک پڑھنے والے آج ان کے روبرو درود و سلام کا نذرانہ پیش کر رہے ہیں۔ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)

آپ کو حج و زیارت کی یہ عظیم سعادتیں مبارک ہوں کہ خدا کی طرف سے زندگی کا یہ سب سے بڑا انعام ہے۔

ایمان افروز واقعات

از: حافظ قاری محمد حسن خاں قادری نانپاروی

شیخ التجوید، دارالعلوم منظر اسلام، بریلی شریف

سخاوت

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں ایک عرب امیر سعید بن عاص کا ہاتھ سخاوت میں اس حد تک کھلا تھا کہ جب کوئی حاجت مند آتا اور پاس کچھ موجود نہ ہوتا تو اسے مطلوبہ رقم کا پرونوٹ لکھ دیتے۔ ان کے انتقال کے بعد اس قسم کی رقم کا حساب کتاب ہوا تو پتہ چلا کہ تین لاکھ میں ہزار کی رقم واجب الادا ہے۔ کسی طرح اس کی اطلاع امیر معاویہ کو بھی ہو گئی۔ آپ نے از راہ ہمدردی یہ رقم مرحوم امیر کے بیٹے عمرو بن سعید کو بھیج دی اور کہلوایا کہ اسے تقسیم کر کے مرحوم کا بوجھ ہلکا کرو۔ عمرو بن سعید نے شکریہ کے ساتھ یہ رقم امیر معاویہ کو واپس بھیج دی اور جواباً کہلوادیا: "امیر المومنین! اگر میں یہ رقم قبول کر لوں گا تو اس سے میرے مرحوم والد کی سخاوت پہ حرف آجائے گا!"

امیر معاویہ نے دریافت کیا: "پھر تمہارے والد کا بوجھ کس طرح اترے گا؟"

عمرو بن سعید نے جواب دیا: "امیر المومنین میرے والد کا محل اسی رقم میں خرید لیں، میں اسے لوگوں میں تقسیم کر کے والد مرحوم کا بوجھ اتار دوں گا!"

امیر معاویہ نے محل خرید لیا اور عمرو بن سعید نے یہ رقم اس طرح تقسیم کر دی گویا انہیں ملی ہی نہ تھی۔

عالی ظرف

نظام الملک طوسی کے پاس ایک شخص کسی ایسے عہدیدار کی شکایت لے کر آیا جو بہت بڑے منصب پر فائز تھا اور شکایت یہ تھی کہ عہدے دار کو کچھ مغرور ہو گیا ہے۔ طوسی نے جواب دیا: "ایسا نہیں ہو سکتا کیونکہ میں اس شخص سے واقف ہوں وہ بہت شریف اور عالی ظرف ہے!"

شکایت کرنے والے نے کہا: "کیوں! کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ کوئی شخص اپنے اعلیٰ منصب پر اترانے اور غرور کرنے لگے"

"یہ ممکن تو ضرور ہے" طوسی نے جواب دیا۔ "لیکن اس کا اطلاق ہر شخص پر نہیں ہو سکتا۔ میں اس شخص سے خوب اچھی طرح واقف ہوں۔ اس کی شرافت اور اعلیٰ ظرفی کا جواب نہیں ہے۔"

اگر تیز آندھیاں پہاڑوں کو ہلا سکتی ہیں تو وہ شریف اور اعلیٰ ظرف انسان اپنے اعلیٰ منصب پر مغرور اور مست ہو سکتا ہے۔

جعفر برمکی

جعفر برمکی اور عامل مصر کے تعلقات کشیدہ اور دونوں میں نامہ و پیام کا سلسلہ بند ہو چکا تھا۔ اس دوران میں ایک شخص نے جعفر برمکی کی طرف سے عامل مصر کے نام ایک جعلی سفارشی خط لکھا اور اس خط کو لے کر خود ہی عامل مصر کے پاس پہنچ گیا۔ عامل مصر کو خط کے جعلی ہونے پر شک ہو گیا۔ اس نے خط کی بابت جعفر کو ایک خفیہ خط لکھا اور پوچھا: "براہ کرم اس خط کے جعلی یا حقیقی ہونے کی وضاحت فرمائیں تاکہ اس کے مطابق کارروائی کی جائے!"

جعفر برمکی نے اپنے مشیروں کے سامنے یہ خط رکھ دیا اور ان سے مشورہ طلب کیا: "ہمیں کیا کرنا چاہیے؟"

ایک مشیر نے کہا: "اس جعل ساز کو قید کرا دیجیے۔"

دوسرے نے مشورہ دیا: "چونکہ اس شخص نے اتنا بڑا فریب اپنے ہاتھ سے کیا ہے لہٰذا اس کے ہاتھ کٹوا دیجیے۔"

جعفر برمکی نے عامل مصر کو جواب میں لکھا: "خط ہمارا ہے اور وہ شخص ہمارا ندیم و مصاحب رہ چکا ہے۔ اس کا کام کر دیا جائے۔"

مشیروں نے جعفر برمکی کو حیرت سے دیکھا اور عرض کیا:

"رموز مملکت خسرواں دانند۔"

جعفر برمکی نے کہا: "ہاں تم ٹھیک کہتے ہو ایک عرصے سے عامل مصر سے میرے تعلقات ناخوشگوار چلے آرہے تھے لیکن جعل ساز کے طفیل یہ تعلقات پھر قائم ہو گئے۔ تعلقات کی بحالی کا کوئی انعام تو اسے ملنا ہی چاہیے۔"

خوف آخرت

ایک بار حضرت عمر بن عبد العزیز اپنے عم زاد خلیفہ سلیمان بن عبد الملک کے ساتھ سفر پر نکلے سب نے سامان اور خیمے وغیرہ پہلے سے آگے بھجوا دیے تھے منزل پر پہنچے تو ہر شخص اپنے خیمے میں چلا گیا۔ اتفاق سے حضرت عمر بن عبد العزیز نے اپنے لیے خیمہ آگے نہ بھیجا تھا۔

خلیفہ نے حضرت عمر کو ادھر ادھر دیکھا مگر وہ کہیں نظر نہ آئے، چنانچہ انہیں تلاش کرنے کا حکم صادر ہوا ڈھونڈنے پر دیکھا گیا کہ وہ ایک درخت کے نیچے بیٹھے رو رہے ہیں۔ سلیمان کو اطلاع دی گئی تو اس نے آپ کو بلا کر پوچھا۔

"ابن عم! رو کیوں رہے تھے؟"

حضرت عمر نے فرمایا: "امیر المومنین! رونے کا سبب یہ ہے کہ مجھے قیامت کا دن یاد آگیا۔ دیکھیے میں نے گھر سے کوئی چیز نہیں بھیجی تھی، مجھے یہاں کچھ نہیں ملا۔ اسی طرح قیامت میں بھی جس نے جو چیز آگے بھیجی ہوگی وہ اسے ملے گی۔"

نعت شریف

آسنا

سرکارِ اعلیٰحضرت فاضلِ بریلوی رضی اللہ عنہ القوی

جانِ مسیح اپنے مسیحا کی ذات ہے
مردے جلانا ان کے حضور ایک بات ہے

یکتا ریاض دہر میں اس گل کی ذات ہے
بلبل ہزار بات کی یہ ایک بات ہے

کیوں طائرانِ قدس نہوں اسکی بلبلیں
یہ پھول حاصلِ چمن کائنات ہے

کیا غم رضا ہوں عبدِ خدا امتِ نبی
آلِ رسول پر ہی طریق نجات ہے

پیش کردہ: حضرت الحاج قاری امانت رسول رضوی نوری، پیلی بھیت

شیرازۂ ہند میں اسلام

مبلغ

سید مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی علیہ الرحمۃ

علامہ بدر القادری، اسلامک اکیڈمی ہالینڈ

جن کے پاک نفوس اہل اللہ کے دم سے جونپور اور اس کے گرد و نواح اضلاع مثلاً فیض آباد، اعظم گڈھ، دیوریا، گورکھپور، بنارس وغیرہ میں اسلام کی اشاعت کا نیا دور شروع ہوا۔ ان میں نامی گرامی شخصیت شہنشاہِ سمناں حضرت غوث العالم سید اشرف جہانگیر سمنانی کچھوچھوی علیہ الرحمہ کی بھی ہے۔ آپ کے فیضانِ عام کا سلسلہ صدیوں پیشتر سے آج تک جاری و ساری ہے۔

آپ کی ولادت سمنان میں ہوئی۔ والد گرامی سمنان کے بادشاہ تھے۔ جن کا اسم گرامی سلطان محمد ابراہیم تھا[1]۔ اور والدہ رابعۂ عصر ولیۂ مشہور بزرگ خواجہ احمد حسین یسوی کی صاحبزادی تھیں جن کا نام خدیجہ بیگم تھا۔ حضرت بی بی خدیجہ بیگم صائم الدہر اور قائم اللیل خاتون تھیں جن کی نماز تہجد کبھی قضا نہ ہوئی[2]۔

سلطان سمنان کے گھر تین بیٹوں کے بعد

[1] لطائف اشرفی ج ۲ ص ۸۔ [2] لطائف اشرفی ج ۲ ص ۹

چھٹے بچے کی ولادت کے آثار نمودار ہوئے تو انہی دنوں شہر سمنان کی فصیلوں کے باہر، جب کہ شہر کا دروازہ مقفل ہو چکا تھا ایک دیوانہ بآواز بلند پکارتا سنا گیا۔ کہ لوگو! خبردار ہو جاؤ۔ شہنشاہ ولایت غوث العالم کی تشریف آوری ہونے والی ہے شہر پناہ کے دربانوں نے یہ آواز بار بار سنی مگر شہر کا دروازہ نہیں کھولا۔ اچانک وہ کیا دیکھتے ہیں کہ وہی مست دیوانہ شہر کے اندر صدائیں بلند کر رہا ہے۔ وہ در اصل ایک مجذوب بزرگ ابراہیم شاہ تھے۔ جنہوں نے بادشاہ حضرت جہانگیر سمنانی کی ولادت کا مژدۂ جانفزا سنایا اور اس سے بہت پہلے آپ کے نانا خواجہ احمد یسوی نے بھی اپنی صاحبزادی کو یہ بشارت دی تھی کہ تمہارے گھر میں ایک فرزند کی ولادت ہوگی جو اپنے نور ولایت سے دنیا کو روشن کرے گا۔

ان تمام اہل باطن کی پیشن گوئیوں کا ثمرہ بن کر آپ نے ۶۸۸ھ میں اس عالم میں جلوہ افروز فرمائی۔

صرف سات سال کی عمر میں آپ نے قرآت سبعہ کے ساتھ قرآن مجید کا حفظ کر لیا۔ اور چودہ سال میں علوم ظاہر و باطن حاصل کر کے پورے عراق میں شہرت حاصل کر لی۔ آپ ابھی زیر تعلیم ہی تھے کہ آپ کے والد سلطان محمد ابراہیم کا وصال ہو گیا۔ اور حکومت کی ذمہ داریاں آپ پر آن پڑیں۔

آپ نے حکومت کی ذمہ داریوں کے ساتھ ساتھ یاد الٰہی کی مشغولیات کو برقرار رکھا۔ اور زیادہ سے زیادہ وقت عبادت و مجاہدہ میں صرف کرنے لگے۔ مؤلف لطائف اشرفی نے بیان کیا ہے کہ آپ کا زمانۂ حکومت عدل و انصاف اور امن و آسائش کا بہترین نمونہ تھا۔ اور یاد حق کی شمع آپ کے رگ و پے کو گرمائے رکھتی تھی۔ اس زمانے میں حضرت خواجہ اویس قرنی نامی بزرگ کی خواب میں زیارت ہوئی اور انہوں نے آپ کو ذکر الٰہی کی تلقین کی۔ آپ اس ذکر میں مشغول ہوئے۔ اور تھوڑے عرصہ بعد وہ وقت مسعود آیا کہ حضرت خواجہ خضر علیہ السلام سے ملاقات نصیب ہوئی۔ اور انہوں نے فرمایا ایک وقت میں دو قسم کی سلطنت دشوار ہے۔ خدا کی طلب ہے تو ہندوستان کا سفر کرو۔

خواب میں حضرت خضر علیہ السلام کی ملاقات نے آپ کو امور دنیا سے متنفر کر دیا۔ اور راہ خدا کی کشش ہر فکر پر غالب آنے لگی۔ والدہ ماجدہ کے حضور حاضر ہوئے جو آپ کی مربی، اور اس گوہر شب تاب کی پرورش میں مصروف تھیں۔ بیٹے کی بات سن کر فرمانے لگیں۔ بیٹے تمہاری ولادت سے بہت پہلے ہی تمہارے نانا جان کے ذریعہ مجھے اس بات کی خوشخبری پہونچ چکی تھی۔ رب تعالے کا شکر و احسان ہے کہ وہ ساعت سعید آگئی۔ جاؤ خدا تمہارا حافظ و ناصر ہو۔ رضائے مولا کا یہ سفر تمہیں مبارک ہو والدہ ماجدہ کی مرضی پا کر آپ آمادۂ سفر ہوئے۔ اور سلطنت، اپنے بھائی سلطان محمد اشرف کے سپرد کی اور حقوق العباد نیز رموز حکمرانی بطور نصیحت انہیں سمجھائے اور ہندوستان کی طرف رخت سفر باندھا۔ مملکت دنیوی کو خیر آباد کہہ کر۔ مملکت فقر کے اس مسافر کی مشایعت کے لئے بارہ ہزار سپاہی مع لوازمات آداب شاہی ہمراہ چلے۔ مگر اس راہ میں کر و فر کی کہاں گنجائش، آپ نے

سب کو رخصت کیا۔ اور محض ایک کالا کمبل اور ایک پیالہ لے کر تنہا وادیٔ عشق حق میں قدم رکھا۔ ہندوستان کی سرزمین آپ کے قدوم میمنت لزوم کے لئے سراپا منتظر تھی۔ یہاں کے اہل باطن مدتوں سے آپ کی راہ میں انتظار کے چراغ جلائے ہوئے تھے۔ آپ

اُچ شریف، سید جلال الدین بخاری مخدوم جہانیاں جہاں گشت کی خانقاہ کے قریب پہونچے۔ تو حضرت مخدوم جہانیاں اپنے اہل ارادت کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ اور اولیاء کے نوری صعوبتوں کا ذکر کر رہے تھے یک بیک اٹھے۔ اور خانقاہ کے باہر یہ کہتے ہوئے آئے

زمانۂ دراز کے بعد کسی طالب صادق کی نزہتِ جانفزا محسوس ہو رہی ہے۔

ان کے ساتھ ان کے معتقدین بھی خانقاہ کے باہر نکلے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک کمبل پوش فقیر گرد و غبار میں اٹا ہوا دور دراز سفر کی صعوبتیں اٹھائے خانقاہ کی جانب چلا آرہا ہے۔ حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت آگے بڑھے اور سید مخدوم اشرف کو گلے سے لگالیا۔ پیشانی کو چوما اور فرمایا۔

سیادت کے باغ پر بہار مدتوں بعد نسیم آئی ہے۔ میرے عزیز! تیرا آنا مبارک۔ اور ہمت مردانہ کے ساتھ اس راہ میں قدم بڑھانا مبارک۔ جلد آگے بڑھو کہ برادرم علاء الدین تمہاری راہ دیکھ رہے ہیں

وہاں سے حضرت مخدوم اشرف بلا تاخیر پنڈوہ شریف ضلع مالدہ کے لئے چل پڑے۔ جہاں ان کے روحانی مربی، محبوب الٰہی خواجہ نظام الدین اولیاء کے مشہور خلیفہ شیخ سراج اخی عثمان کے روحانی نور نظر شیخ علاء الدین علاء الحق لاہوری ثم بنگالی اپنی مسند ارشاد و ہدایت، آراستہ کئے ہوئے تھے۔ حضرت شیخ علاء الحق کے تمام اہل خانوادہ بڑے بڑے عہدوں پر فائز تھے۔ مگر آپ نے سب سے الگ ہو کر اپنے لئے راہ فقر کا انتخاب کیا۔ آپ جید عالم دین بھی تھے اور عظیم روحانی پیشوا بھی۔ آپ کا جود و سخا بھی بڑے بڑے امیروں اور رئیسوں کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیتا تھا۔ آپ کے علمی روحانی اور فیضان کریمانہ سے متمتع ہونے کے لئے اہل حاجت کا تانتا بندھا رہتا۔ ادھر سے حضرت مخدوم اشرف نے اپنے روحانی رہنما تک پہونچنے کے لئے سفر شروع کیا۔ وہاں شیخ کامل نے حلقۂ حاضرین میں فرمایا۔

جس کے انتظار کی گھڑیاں میں دو سال سے شمار کر رہا ہوں اور ملنے کی راہ دیکھ رہا ہوں وہ آنیوالا امروز و فردا میں پہونچنا چاہتا ہے۔

دوپہر کا وقت شیخ علاء الحق قیلولہ کرتے کرتے ایک دم اٹھ بیٹھے۔ اور فرمایا۔

بوئے یار می آید

شیخ کے پاس ان کے پیر و مرشد کا عطا کردہ ایک محافہ (فنس) تھا۔ وہ لایا گیا۔ تشریف فرما ہوئے خانقاہ کے تمام حاضر باش مریدین و معتقدین ہمراہ چلے۔ جن کے پاس گھوڑے اور سواریاں تھیں۔ وہ سواریوں پر، اور بہت سوں نے پیدل شیخ علاء الحق کے ہمراہ ایک کوس آگے بڑھ کر مخدوم اشرف کا استقبال کیا۔ آپ کی نظر جب شیخ پر پڑی تو بے تحاشہ دوڑ کر قدموں پر گر پڑے۔ رشد طریقت نے والہانہ انداز میں گلے سے لگایا۔ محافہ پر برابر بٹھایا۔ اور خانقاہ پہونچے، اس موقع پر شیخ علاء الحق نے فرمایا



چہ خوش باشد کہ بعد از انتظارے
بامیدے رسد امید وارے

اہل خانقاہ نے حضرت مخدوم اشرف کی خوب آؤ بھگت کی۔ کیوں نہ ہو کہ جس فرزند روحانی کی ملاقات کے واسطے سالہاسال سے خود مرشد مشفق اس قدر مشتاق تھے۔ اور جس کے استقبال میں خانقاہ سے چل کر اتنی دور اتنی عزت و توقیر سے گئے۔ اہل خانقاہ کیوں نہ ان کی راہ میں اپنی آنکھیں بچھاتے۔ سچ ہے۔

بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

اسی دن بعد مغرب حضرت شیخ علاء الحق والدین نے حضرت مخدوم اشرف کو بیعت کیا۔ بیعت کے وقت مرید صادق وفور جذبات سے بے ساختہ تھے۔ آنسوؤں کی لڑی تھی کہ ٹوٹتی ہی نہ تھی۔ یقیناً پیر و مرشد کے ذریعہ معرفت کی نعمتِ لازوال ملنے پر یہ خوشی کے آنسو رہے ہوں گے۔

ع۔ اشرف نہنگ دریا دریا بسینہ دارد

بیعت کے بعد آپ نے بارہ سال تک پیر و مرشد کی خدمت کی۔ اس کے بعد خرقہ خلافت اور جہانگیر کے لقب سے سرفراز ہوئے۔

مملکت جونپور

اس کے بعد آپ نے اپنے پیر و مرشد کی اجازت سے جونپور کا رخ کیا۔ حضرت مخدوم صاحب کے حالات میں جس جونپور کا ذکر ہوا ہے اس کی حیثیت آج کے شہر جونپور یا صرف ضلع جونپور کی حیثیت نہیں تھی۔ بلکہ اس زمانہ میں جونپور ایک مستقل حکومت اور ریاست کی حیثیت رکھتا تھا۔ اور شرقی خانوادہ کا علم دوست علماء نواز بادشاہ۔ ابراہیم شرقی سریر آرائے سلطنت تھا۔ اس باخدا بادشاہ کے زمانے میں ہی خطۂ پورب کو اسلامی علم و آگہی کی روشنی سے منور ہونے کا موقع ملا۔ انشاء اللہ العزیز اس کا تذکرہ ہم خطۂ پورب میں اسلامی علوم و آگہی کے تحت کریں گے۔

اس زمانے میں جونپور مرکز علم و علماء تھا۔ اس کے علاوہ چریاکوٹ، محمد آباد، گھوسی، ظفرآباد، بنارس، گورکھپور وغیرہ تک میں جگہ جگہ مسلمان آباد ہو چکے تھے۔ پیر و مرشد کے فرمان کے بموجب آپ نے مملکت جونپور کو اپنی تبلیغ و ارشاد کا مرکز بنایا۔ اور اس کے بہت سے شہروں اور قصبات میں آپ کے سوز تنفس سے اسلام کی اشاعت و تبلیغ کا نمایاں کام ہوا۔

اس ضمن میں بہت سے اہل ظاہر علماء سے آپ کی بحثیں بھی ہوئیں۔ اور آپ پر فتوے لگائے گئے مگر۔ آپ کے باطنی تصرف اور ایمانی و عرفانی کمالات نے بالآخر ان علماء پر بھی آپ کی صداقت و کرامت آشکارا کر دی۔

محمد آباد میں ورود

ضلع اعظم گڈھ میں آج بھی محمد آباد نامی

مشہور قصبہ ہے جہاں مسلمان بکثرت آباد ہیں۔ اس زمانے میں بھی وہاں علماء و اہل دانش خاصی تعداد میں پائے جاتے تھے۔ لطائف اشرفی میں ہے کہ حضرت مخدوم صاحب محمد آباد تشریف لائے۔ تو یہاں کے علماء نے آپ پر اعتراض کیا کہ آپ نے اپنی ایک کتاب میں جو خلفاء راشدین کے بارے میں لکھی گئی تھی مولائے کائنات حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی اور خلفاء ثلثہ کے بالمقابل زیادہ تعریف بیان کی ہے جس سے آپ پر رفض کا الزام عائد ہوتا ہے۔ دوسرے روز جمعہ تھا۔ تمام علماء اور مفتیان کرام کا اجتماع ہوا۔ اور سب نے مذکورہ اعتراض پیش کیا۔ محمد آباد میں اسوقت سب سے بڑے مفتی اور سربراہ علماء مولانا مفتی سید خان تھے۔ انہوں نے علماء کی بات کا جواب اس طرح دیا کہ حضرت مخدوم صاحب صحیح النسب سید ہیں۔ اور حضرت مولائے کائنات ان کے جد اعلیٰ ہیں۔ انہوں نے اگر اپنی جد اعلیٰ کی شان میں کچھ زیادہ توصیفی کلمات تحریر فرمائے ہیں۔ تو اس سے خلفائے ثلثہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی توہین کہاں لازم آتی ہے؟۔ اس طرح تمام علماء نے اپنے اعتراض واپس لئے۔ اور حضرت مخدوم صاحب کی دعاؤں سے سرفراز ہوئے۔

ظفر آباد میں آمد

محمد آباد اعظم گڈھ سے آپ ظفر آباد تشریف لے گئے

درمیانی علاقوں میں آپ نے کہاں کہاں قیام فرمایا ہمیں اس کا سراغ نہیں ملا۔ ظفر آباد میں بھی علماء کی خاصی تعداد موجود تھی۔ ان لوگوں کو حضرت کے آنے کی خبر ملی تو کچھ لوگوں نے آپ کا علمی امتحان لینا چاہا۔ اور مشکل سوالات مرتب کرکے آپ سے پوچھنے کا پروگرام بنایا۔

آپ نے اپنے باطنی علم سے ان لوگوں کے منصوبے کو جان لیا۔ اور از خود ان کے مجمع میں پہونچ گئے اور ان سے سوالات معلوم کئے بغیر جوابات کی تقریر فرمانے لگے۔ اور ہر مسئلہ کو اتنی وضاحت سے بیان فرمایا کہ سننے والے حیران و ششدر رہ گئے۔ علمائے ظفر آباد میں شیخ کبیر سہروردی بڑے پائے کے عالم تھے انہوں نے ہی سوالنامہ مرتب کیا تھا۔ حضرت مخدوم کی تقریر، جس میں علم و معرفت کے موتی جگمگا رہے تھے، سن کر شیخ کبیر نہایت شرمندہ ہوئے۔ یہ بھی روایت ہے کہ آپ نے مجمع میں پہونچ کر جب سوال کیا کہ کم از کم میں اس شخص کو تو دیکھوں جس نے اعتراضات و سوالات قلمبند کئے ہیں۔ تو شیخ کبیر نے اپنا ہاتھ بلند کیا۔ پھر بلند ہاتھ کو انہوں نے سیدھا کرنا چاہا تو ہاتھ بلند ہی رہ گیا۔ آپ نے اپنی تقریر مکمل کر لی تو ان سے پوچھا کیا کوئی سوال باقی رہ گیا ہے۔ تو انہوں نے شرمساری سے پانی ہوتے ہوئے جواب دیا۔

اے اہل سلوک کے امام! میں نے علم کا دعویٰ کیا تھا۔ سو شرمندہ ہوا۔ میں معذرت پیش کرتا ہوں زمین نے میرے پیروں کو باندھ لیا ہے اور ہاتھ فضاء میں معلق ہے۔ رحم فرمائیے۔

آپ نے فرمایا جا میں نے درگذر کیا۔ اس کے بعد شیخ کبیر کے ہاتھ پاؤں بحال ہوئے۔ انہوں نے جبہ و دستار پھینک کر۔ دریدہ لباس، پھٹے حالوں، ننگے پاؤں ننگے سر بھاگ دوڑ کر حضرت مخدوم کی بارگاہ میں حاضری دی اور معافی کے خواستگار ہوئے۔ اس حال میں دیکھ کر حضرت مخدوم نے انہیں سینے سے لگایا۔ اپنی غلامی میں داخل کیا۔

بالآخر وہ آپ کے خلیفہ ہوئے۔

حضرت مخدوم اور اشاعت اسلام

ہندوستان کے اصل ہندو باشندوں میں پرانے زمانے سے بڑے بڑے سادھو سنت، جوگی ہوتے آئے ہیں جو اپنی برسوں کی تپسیا اور نفس کشی کی کوششوں سے سحر اور جادو میں کمالات حاصل کر لیا کرتے تھے۔ مخالف نفس ایک ایسا معمول ہے کہ بے دین انسان بھی اسے اپناتا ہے تو اسے اس کے کچھ نہ کچھ فوائد ضرور نظر آجاتے ہیں۔ ہندوستان میں اسلام کی جڑوں کو مضبوط فرمانے والے اولیائے اسلام۔ اور بزرگان دینِ حنیف میں سے اوائل دور کے بزرگوں نے اپنے روحانی کمالات اور باطنی قوات سے اس قسم کے جوگیوں اور ہندو مذہب کے اکابرین کو شکست دی۔ اور انہیں باور کرایا کہ اصل روحانی کمالات کا سرچشمہ صرف اسلام ہے۔ چنانچہ خواجہ خواجگان سلطان الہند خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رضی اللہ تعالے عنہٗ اور کثیر بزرگوں نے اطراف و جوانب ہند میں پھیل کر اپنے روحانی کمالات کے ذریعہ اسلام کی اشاعت فرمائی۔

قدیم مملکت جونپور اور موجودہ صوبہ اتر پردیش کے شمالی مشرقی حصوں میں حضرت مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی رضی اللہ تعالے عنہٗ نے بھی تبلیغ اسلام کے لئے وہی طریقہ اپنایا۔


مشرق وسطیٰ کی ایک حسین مسجد

پیرو مرشد کے ہاتھوں آپ کو جس مملکت میں روحانی سیادت عطا کی گئی تھی آپ نے اس کا دورہ فرمایا تو مبلغی ہوتے ہوئے اس زمانے کے کسی گاؤں ا بچھرنڈ میں آپ کا گذر ہوا۔

وہاں پر ملک الامرا محمود نامی رئیس موجود تھے۔ انہوں نے حضرت کا استقبال کیا۔ وہاں ایک بہت بڑا مندر تھا جس سے لگے ہوئے چھوٹے چھوٹے پانچ سو مندر اور بھی تھے۔ وہاں ایک مشہور پنڈت جوگی رہتا تھا۔ جس کے بارے میں مشہور تھا کہ وہ ہوا میں پرواز کرتا تھا۔ مندروں کے گردونواح اونچی اونچی فصیلیں بنی ہوئی تھیں۔ اس علاقے میں کسی بھی مسلمان کا داخلہ ممنوع تھا۔ وہاں کے مسلمانوں نے بتایا کہ جوگی ایک دن نماز کے وقت مسلمانوں کی مسجد میں جاتا دیکھا گیا۔ مسلمانوں نے سوچا معلوم نہیں کس ارادے سے آیا ہے۔ اس کے پیچھے مسجد میں داخل ہوئے تو کسی کو نہیں پایا۔ البتہ دیکھا کہ صحن میں ایک اژدہا کنڈل مارے بیٹھا ہے اور اس کے منہ سے شعلے ابل رہے ہیں۔

حضرت مخدوم اشرف نے یہ حالات و واقعات سنے اور تن تنہا مندر کی طرف چل پڑے مندر کے دروازے پر بہت سے گماشتے پہرہ دے رہے تھے۔ انہوں نے پوچھا۔ کیا یہاں کوئی اژدہا رہتا ہے جس کے منہ سے آگ نکلتی ہے۔

یہ سن کر کچھ لوگ آپ پر حملہ کرنے کے لئے بڑھے۔ مگر سب کے پیروں کو زمین نے پکڑ لیا۔ جو بھی انہیں دیکھتا اپنی جگہ جم جاتا۔ آپ مندر کے اندر پہونچے۔ جوگی اپنی پوجا میں مصروف تھا۔ اس نے آپ کو دیکھا تو غصہ سے لال پیلا ہوگیا۔ اور کہا اب تم یہاں سے زندہ بچ کر نہیں جا سکتے۔

اور جوگی چمگادڑ کے مانند فضا میں اڑنے لگا۔ مگر تھوڑی ہی دیر بعد وہ چھوٹا سا کیڑا بن کر زمین پر آگرا۔ اور تڑپنے لگا۔ چند لمحے تڑپنے اور بلکنے کے بعد آپ نے اسے انسانی شکل میں لوٹایا تو وہ اس وقت تیز تیز سانسیں کھینچ رہا تھا۔ آپ نے اس کے کندھے پر اپنا ہاتھ لگایا۔ اسے فوراً سکون و راحت نصیب ہوئی۔ جوگی نے بلاتاخیر آپ کے قدموں میں سر رکھ دیا۔ اور اقرار کیا کہ میرا علم سراسر ظلمت تھا اور آپ کا علم نور ہی نور ہے، مجھے اپنا غلام بنا لیجئے۔ اس نے صدق دل سے توبہ کی اور اپنے پانچ ہزار چیلوں کے ساتھ مشرف با سلام ہوگیا۔

سچ ہے۔ ع۔

نگاہ مرد مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

اسلام لانے کے بعد جوگی نے بابا کمال کے نام سے شہرت پائی۔ اور آپ کی خلافت سے مالا مال ہوا۔ ظفر آباد میں بہت سے لوگ آپ سے بیعت ہوئے ان میں شیخ کبیر کا نام مشہور ہے۔ اس بات سے شیخ چراغ ہند سہروردی کو ناگواری ہوئی۔ اور انہوں اور انہوں نے شیخ کبیر کو جواں مرگی کی بد دعا دی۔ مگر حضرت مخدوم اشرف کی دعا ان کے ساتھ تھی اس لئے ان پر بد دعا کوئی اثر نہیں ہوا اور بہت ضعیف ہو کر ان کا انتقال ہوا۔

بنارس ساری دنیا میں ہندو مذہب کا مرکز مانا جاتا ہے۔ وہاں کے پنڈتوں اور برہمنوں کو دنیا بھر کے اہل ہنود بہت عزت و تکریم کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ دور قدیم کے کسی مسلمان شاعر نے کہا تھا۔ ع

ہر برہمن پسر لچھمن و رام است ایں جا

حضرت مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی رضی اللہ عنہ ایک بار بنارس تشریف لے گئے تو انہیں بتایا گیا کہ یہاں فلاں مندر میں ایک بت ہے جو از خود آنکھیں کھولتا ہے۔ اور اس کی آنکھ سے روشنی نکلتی ہے آپ مندر پہونچے۔ وہاں کے طلسماتی کارخانہ میں آپ کے پہونچنے سے کھلبلی مچ گئی۔ جادوگر جوگیوں سے آپ کا مقابلہ ہوا۔ آپ کی کرامت سے نظر فریب پتھر کا بت خاک کا ڈھیر بن گیا۔ اور پھر آپ نے پجاری جوگی سے کہا کہ تم بھی پتھر ہو اور یہ بت بھی پتھر ہے آپ کا کہنا تھا کہ پجاری پتھر کے مورت کی مانند منجمد ہو گیا۔ اور بڑے بت کی روشنی دینے والی آنکھوں کی جگہ دو گڈھے رہ گئے۔ یاتریوں کی آمد و رفت کا زمانہ تھا۔ آپ تو وہاں سے اپنی قیام گاہ پر چلے آئے۔ چشم زدن میں یہ خبر ہر طرف پھیل گئی۔ تمام باکمال اہل ہنود نے بہت کوشش کی پجاری جوگی کسی طرح اصل حالت میں آئے مگر ناکام رہے بالآخر حضرت مخدوم کی خدمت میں التجا کرتے ہوئے پہونچے کہ پجاری کی گستاخی معاف کر دیجئے آپ نے کہا جاؤ اپنے جنتر منتر اس پر آزماؤ۔ وہ لوگ رات بھر پھر آگ جلانے اور منتر پڑھنے میں مشغول ہوئے اب یہ ہوا کہ پجاری کے جسم پر جگہ جگہ آبلے پڑ گئے یہ دیکھ کر وہ اور پریشان ہوئے اور رونے گڑگڑاتے حضرت مخدوم اشرف کے قدموں پر گر پڑے آپ کو رحم آگیا اپنے مریدوں

اور پجاری کے چیلوں کے ہمراہ آپ مندر پہونچے بڑے پجاری کا ہاتھ آپ نے جوں ہی اپنے ہاتھ سے مس کیا وہ ہوش میں آگیا۔ حواس درست ہوتے ہی آپ کے ہاتھوں کو بوسہ دیا اور فوراً مشرف باسلام ہو گیا۔

لطائف اشرفی میں ہے کہ اس روز آپ کی زندہ کرامت دیکھ کر ایک ہزار لوگوں نے اسلام قبول کیا۔

مہکی ہوئی ہیں راہیں گذرے ہیں وہ جدھر سے

آپ نے اجودھیا میں بھی قدم رنجہ فرمایا۔ اور وہاں کے اہل عقیدت و محبت کو راہ سلوک دکھائی اودھ کے حاکم نواب سیف خاں کو بھی حضرت مخدوم سے والہانہ عقیدت تھی آپ نے انہیں بھی علوم باطن کی تلقین سے سرفراز فرمایا۔ اور خرقۂ خلافت سے نوازا۔

اودھ میں مولانا شمس الدین نامی ایک متدین عالم تھے۔ جو زبان و بیان میں نہایت فصیح و بلیغ تھے۔ انہیں بھی حضرت کی صحبت کے فیض نے کیمیا بنا دیا۔

ردولی کی طرف یہ ابر کرم بڑھا تو وہاں شیخ صفی الدین اور شیخ بہار الدین نامی اہل سعادت نے حضرت مخدوم سے حصول فیض کیا۔ آپ نے حضرت صفی الدین کے حق میں نورانیت کی دعا فرمائی تو ان کے چہروں میں ایسا نور پیدا ہوا کہ لوگ زیارت کے لئے آیا کرتے تھے۔ نیز ان کے حق میں یہ بھی دعا فرمائی کہ ان کی اولاد میں علم ہمیشہ رہے۔ حضرت مخدوم کو ان سے اتنی محبت تھی کہ خاص ان کی تعلیم کے لئے


بسم الله الرحمن الرحيم
من محمد رسول الله

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک نادر مکتوب جس کا ابھی حال ہی میں انکشاف ہوا ہے۔

آپ نے چالیس روز تک ردولی میں قیام فرمایا اور وہ بھی ایسے لائق و فائق کہ محنت لگن اور اطاعت و انقیاد کے ذریعہ آپ کے اجلہ خلفاء میں شمار ہوئے اسی سفر کے دوران آپ نے آس متو میں نزول اجلال فرمایا تو وہاں کے ایک ہزار اشراف نے آپ کی بیعت کا شرف حاصل کیا۔

قصبہ جائس میں قدم مبارک پہونچا تو وہاں کے تین ہزار مسلمانوں نے غلامی اختیار کی۔ آپ نے وہاں کے جید عالم و فقیہ مولانا غلام الدین کو اپنی خلافت سے نوازا

یہ آفتاب معرفت قصبہ انہونہ کے مطلع پر جلوہ گر ہوا، تو وہاں کے تمام سادات کرام نے بیعت کی سعادت پائی۔ حضرت مخدوم اشرف نے ان کی آرام دہ زندگی کے لئے دعا فرمائی۔

یہ قافلۂ نورانی چلتا چلا تا سرھور کے

قصبہ میں اقامت گزیں ہوا تو وہاں کے اجلۂ علماء شیخ خیر الدین اور قاضی محمد نے سعادت میزبانی پائی۔ شیخ خیر الدین نے بعض مسائل شرعیہ میں حضرت مخدوم اشرف سے رہنمائی چاہی اور مطمئن ہو کر مرید ہو گئے۔ اس وقت وہاں کے اور بارہ (۱۲) آدمیوں نے بیعت کی دولت پائی۔ وہاں کے قاضی ابو محمد اور مذکورہ بالا دونوں بزرگوں کو حضرت مخدوم کی جانب سے اجازت و خلافت بھی مرحمت کی گئی۔

حضرت مخدوم اور قاضی شہاب الدین

سلطنت شرقیہ کے قاضی القضاۃ حضرت علامہ قاضی شہاب الدین دولت آبادی علم و فضل کے وہ نیر تاباں ہیں جن سے خطۂ اودھ اور پورب کو علوم اسلامیہ کی دولت لازوال حاصل ہوئی اور ہمارے علاقے کے قصبات و قریات تک میں قال اللہ و قال الرسول کے نغمات لاہوتی پہونچانے میں اس عالم ربانی کو بڑا دخل ہے۔ ان ہی کے فیضان نے خطۂ پورب کو شیراز ہند بنا دیا۔

سلطان ابراہیم شرقی کے زمانہ میں قاضی صاحب کے علم کا آفتاب نصف النہار پر تھا۔ حضرت مخدوم اشرف جب خطۂ جونپور میں تشریف لائے تو قاضی صاحب ان کی بارگاہ میں نہایت ادب و احترام کے ساتھ حاضر ہوتے با ادب بیٹھتے، قاضی القضاۃ تھے۔ شاہی سواری سے ہر دوسرے تیسرے دن حضرت مخدوم کی زیارت کو آتے تو، قیام گاہ سے کافی فاصلے ہی پر سواری سے اتر جاتے۔ مصاحبین اور خدام کو وہیں روک دیتے تھے۔ حضرت مخدوم کی قیام گاہ نظر آتی تو پا پیادہ ہو جاتے اور عمامہ سر سے اتار کر گلے میں ڈال لیتے۔ بایں انداز حاضری دیتے۔ حضرت مخدوم اشرف بھی اس عالم ربانی کی بڑی قدر کرتے۔ قاضی صاحب ہی کے توسط سے سلطان ابراہیم شرقی نے بھی حضرت مخدوم کے بارگاہ میں حاضری کا ارادہ کیا۔ قاضی صاحب نے سلطان کو لانے سے پیشتر حضرت مخدوم سے اجازت طلب کی۔ اور کہا کہ حضرت کی ذات ثمردار درخت کے مانند ہے جس سے غرباء کی طرح امراء کو بھی متمتع ہونے کا موقع عنایت فرمایا جائے۔ قاضی صاحب کی خوش گفتاری سے حضرت مخدوم اشرف بہت مسرور ہوئے۔ اور سلطان شرقی کی آمد کا مقصد سنے بغیر ہی فرمایا سلطان آنا چاہتا ہے تو آئے مگر ہم تمہاری خاطر داری کے لئے قلعہ اس کے حوالے کرتے ہیں

بات دراصل یہ تھی کہ ان دنوں کسی مضبوط قلعہ کی تسخیر کے لئے فوج روانہ کی تھی۔ مگر کامیابی نہیں ہو رہی تھی سلطان حاضر دربار ہوا۔ ادھر حضرت مخدوم نے فتح قلعہ کی پیشین گوئی کی۔ ادھر قاصد نے فتح کا مژدہ سنایا۔ سلطان دل و جان سے آپ کا معتقد ہو گیا۔ اور اپنے تین صاحبزادوں کو حضرت کی بیعت میں دیا۔ اور گزارش کی کہ حضرت جونپور میں قیام فرمائیں۔ حضرت مخدوم نے سلطان کی درخواست اس طرح قبول فرمائی کہ شہر جونپور میں تو نہیں۔ مگر مملکت جونپور ہی میں قیام کروں گا۔ اور اگر کسی علاقۂ غیر میں قیام پذیر بھی ہوں گا تو وہ کھینچ کر عملداری جونپور میں شامل ہو جائے گا۔

سلطان ابراہیم شرقی کے تینوں صاحبزادگان حضرت کے مرید ہوئے۔ ان کے اطوار و آداب دیکھ

کہ حضرت مولانا نے فرمایا تمہارے صاحبزادے خوش نصیب ہیں کہ قاضی شہاب الدین جیسے ملک العلماء سے علم و تربیت پا رہے ہیں۔ اسی روز سے قاضی صاحب ملک العلماء کے خطاب سے پکارے جانے لگے۔

حضرت مخدوم کی صحبت نے ملک العلماء قاضی شہاب الدین کے علم و فضل میں چار چاند لگا دیئے ہیں۔ وہ علوم ظاہری شرعی کے ساتھ ساتھ علوم باطنی کے بھی شناور ہو گئے۔ اور حضرت کی خلافت سے سرفراز ہوئے۔

مال و زر سے اجتناب

حضرت مخدوم ارباب حکومت و سلطنت سے ان کی اصلاح و تربیت کے لئے ربط رکھتے تھے۔ ورنہ ان کی دولت و ثروت کی جانب آپ نے کبھی ایک آنکھ بھی اٹھا کر نہ دیکھا۔ ایک بار اودھ کے نواب سیف خاں نے نذر میں ایک گاؤں پیش کرنا چاہا۔ جس کی آمدنی اس زمانے میں ایک لاکھ ٹنکہ تھی۔ آپ نے قبول نہیں کیا۔ اور فرمایا کہ فقیر زمین کے ٹکڑوں میں خود کو مقید نہیں کر سکتے۔

سلطان ابراہیم نے آپ کے دو ماہ قیام جونپور کے دوران بیش قیمت تحائف دینا چاہا مگر آپ نے لینے سے انکار کر دیا۔

سیر و سیاحت اور اکتساب فیوض



جامع الخلفاء بغداد شریف

حضرت غوث العالم مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روئے زمین پر سیر و سیاحت خوب کی۔ اور عجائب عالم کا مشاہدہ کیا مقامات مقدسہ، مزارات انبیاء و اولیاء کی زیارت سے شادکام ہوئے۔ تذکرہ نویسوں کی روایت کے بموجب آپ نے ایک سو نوے اولیاء کرام سے حصول فیض کیا۔ حج کئے، مدینہ طیبہ، روضۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر حاضری دی۔ سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیٰ نبینا و علیہ السلام کے مزارات کی زیارت کی۔ کربلائے معلیٰ، نجف اشرف اور کاظمین پر حاضری دی۔ بغداد شریف میں بابُ الشیخ پر حاضر ہو کر فیضان قادری سے مالا مال ہوئے۔ امام اعظم ابو حنیفہ، اور حضرت معروف کرخی کے مزارات سے حصول فیض کیا۔ قونیہ ترکستان میں مولوی معنوی شیخ جلال الدین رومی کے آستانہ پر حاضری دی اور وہاں کے دیگر مشہور آستانوں پر مراقبے کئے

ایک سفر بیت اللہ میں شیخ بدرالدین مدار آپ کے ہمراہ تھے۔ وہ تو حج سے واپس آ گئے۔ مگر حضرت مخدوم سفر زیارت پر روانہ ہو گئے

اور مدینہ شریف سے نجف اشرف، کربلائے معلیٰ روم ہوتے ہوئے شام پہونچے دمشق میں شیخ قمر الدین عراقی کی زیارت کی، وہاں سے پھر مکہ شریف زمانۂ حج میں پہونچے، حج ادا فرمایا۔ پھر بغداد شریف کی زیارتوں کے لئے روانہ ہوئے۔ وہاں سے کاشان پہونچے جہاں شیخ عبدالرزاق کاشانی سے شرف لقا ملا۔ وہاں سے اپنے وطن سمنان وارد ہوئے۔ اسوقت آپ کی ہمشیرہ حیات تھیں۔ ان سے ملاقات کی۔ وہاں سے روانہ ہو کر مشہد مقدس امام علی رضا کے روضے پر معتکف ہوئے۔ اسی دوران امیر تیمور گورگانی زیارت کو آیا تھا۔ اس کے مصاحبین نے زائرین سے آستانہ کو خالی کرانے کے لئے ان پر بہت ستم ڈھائے۔ آپ کو بھی روضہ سے باہر کرنا چاہا مگر آپ کی روحانی کمال نے ان کو بے بس کر دیا۔ اور تیمور وہاں سے آپ کی عقیدت سے شرمسار ہو کر لوٹا آپ وہاں سے ہرات شیخ بہاء الدین نقشبندی کی صحبت میں پہونچے۔ ان سے خرقۂ خلافت حاصل کی پھر ترکستان گئے جا کر اپنے ننہالی لوگوں سے ملے۔ وہاں سے بخارا قندھار غزنی اور کابل ہوتے ہوئے ملتان آئے۔ ملتان کے اہل کمال سے اکتساب فیض کرتے ہوئے اجودھن بابا فرید گنج شکر کے مزار پر پہونچے۔ وہاں سے دہلی کے اولیاء و مشائخ کی زیارت کرتے ہوئے اجمیر شریف سلطان الہند خواجہ غریب نواز کے در دولت پر حاضری دی اور روحانی تحائف سمیٹ کر وہاں سے دکن خواجہ سید محمد گیسو دراز کی زیارت کو گلبرگہ گئے وہاں سے سراندیپ پھر گجرات ہوتے ہوئے اپنی خانقاہ روح آباد تشریف لائے۔

لطائف اشرفی میں آپ کی سیر و سیاحت کے ذکر میں بہت سے معروف و غیر معروف علاقوں جزیروں اور کوہستانوں کے نام بھی ملتے ہیں مثلاً "جزیرہ صحف، ایلاق، سیلان، جبل الفتح، بیت المقدس، جبل لبنان، جبل النہاوند، جبل الطور، جبل القلزم گازرون، جبل القاف، حضلان، جبل الالبواب، ولایت خفخاق، جبل القرون وغیرہ۔"

حضرت مخدوم کی بہار شریف حاضری بھی آپ کے سوانح کا ایک روشن باب ہے، عام روایتوں کی رو سے تو لگتا ہے کہ آپ ترک سلطنت کر کے عازم ہند ہوئے تو اوچ شریف کے بعد بہار تشریف لے گئے تھے۔ مگر کچھ کا خیال ہے کہ پیر و مرشد کی صحبت سے شادکام ہونے کے بعد قیام روح آباد (کچھوچھہ) کے زمانہ میں آپ نے بہار شریف کا سفر کیا۔ اور وہاں پہونچے تو مخدوم الملک شرف الدین یحییٰ منیری علیہ الرحمہ والرضوان کا جنازہ رکھا ہوا تھا۔ انہوں نے وصیت کی تھی کہ میرے جنازے کی نماز ایسا شخص پڑھائے گا۔ جو تمام صفات حضرت مخدوم کی تھیں۔ آپ نے نماز پڑھائی۔ پھر ان کے مزار پر مراقب ہو کر حصول فیض کیا۔

روح آباد کچھوچھہ جس کا ذکر پہلے آچکا ہے بیان کیا جاتا ہے کہ اس کو روح آباد کے نام سے آباد کیا گیا۔ جسے آج کل کچھوچھہ شریف کہا جاتا ہے۔ وہاں آپ کے حکم سے کثرت آباد کے نام سے ایک خانقاہ بنائی گئی۔ جس میں "وحدت آباد" کے نام سے آپ کے لئے خاص حجرہ بنایا گیا۔ اسی کے مشرقی حصے میں ایک جگہ بیٹھ کر آپ اپنے اہل ارادت کو سلوک و طریقت کی تعلیم دیا کرتے تھے۔ اس جگہ کو دارالامان کہا جاتا تھا۔ شمالی جانب ایک پر رونق جگہ جہاں لوگ حضرت مخدوم سے اکتساب فیوض کرتے تھے۔

روح افزا کے نام سے موسوم ہوئی۔ اسی علاقہ میں آج طریقت و روحانیت کا وہ عظیم تاجور شاہانہ کروفر سے رونق افروز ہے۔ آج بھی اس کے آستانۂ عالیہ پر شیاطین، اجنہ، ارواح خبیثہ اور سحر کے ستائے ہوئے مظلوم دنیا بھر سے سمٹ کر آتے ہیں۔ اور قطب العالم کے دربار عالی سے ہر ظالم کو انصاف کی روحانی ہتھکڑی ڈال کر مظلوم کی دادرسی کی جاتی ہے۔

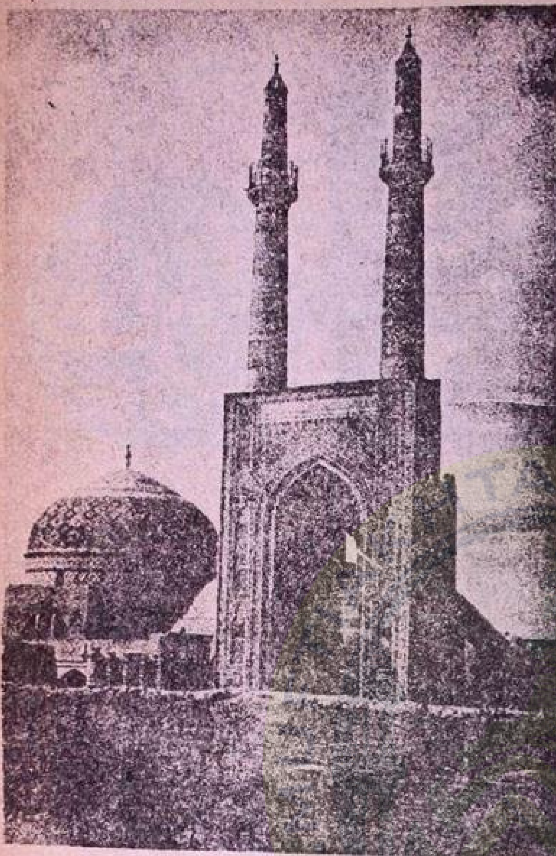
وصال آپ کا وصال تقریباً ایک سو بیس سال کی عمر میں بتایا جاتا ہے۔ تذکرۃ العابرین میں ہے کہ ۸۰۸ھ میں آپ کا انتقال ہوا۔ آخر دم تک رشد و ہدایت کا سلسلہ جاری رہا۔ یوم وفات اپنے جانشین حضرت نور العین قدس سرہٗ اور دیگر معتقد و خلفاء اور اہل ارادت اور اکابرین کو بلا کر سب کے مناسب حال نصائح فرمائے۔ حضرت نور العین کو اپنے تبرکات اور بزرگان سلسلہ کی متبرک نشانیاں عطا کر کے اپنا جانشین مقرر کیا۔ ان کے فرزندوں کو بلا کر دعاؤں سے نوازا۔ ظہر کی نماز ادا فرمائی اور قوالوں کو محفل میں آنے کا حکم دیا۔ قوالوں نے حضرت شیخ سعدی شیرازی علیہ الرحمہ کا کلام پڑھنا شروع کیا۔

جب اس شعر پہ پہونچے

گر بدست تو آمدست اجلم
قد رضینا بما جری القلم

تو آپ پر وجد طاری ہوا۔ قوالوں نے آگے کے اشعار پڑھے تو آپ مرغ بسمل کی طرح تڑپنے لگے۔

خوب تر زیں دگر نباشد کار
یار خنداں رود بجانب یار
سر بیند جمال جاناں را



جان سپار و نگا خنداں را

اور اسی عالم میں آپ کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

آپ کے ارشادات و ملفوظات میں علم و معرفت کا گنج گرانمایہ پوشیدہ ہے۔ آپ نے تصنیفات بھی کی ہیں۔ شاعری بھی فرماتے تھے۔ تخلص اشرف تھا۔

آپ نے خدمت خلق کو عبادات نافلہ سے افضل فرمایا ہے۔ عمر بھر رشد و ہدایت اور تعلیم و تزکیہ فرماتے رہے اور بعد وصال بھی آپ کا آستانہ مرجع خلائق اور کیمیا اثر ہے۔

امام احمد رضا کے خلیفہ اور حضور مفتی اعظم کے تلمیذ خاص

برہان ملت مفتی محمد برہان الحق رضوی جبلپوری

پہلی قسط

حیات و خدمات کا ایک جائزہ

از: محمد شہاب الدین رضوی بہرائچی

ولادت:- برہان الملت والدین مولانا مفتی محمد برہان الحق رضوی جبل پوری بن مولانا الشاہ عبد الاسلام عبد السلام رضوی بن مولانا الشاہ محمد عبد الکریم حیدر آبادی کی ولادت بروز یکشنبہ ۲۱ ربیع الاول شریف ۱۳۱۰ھ / ۱۸۹۲ء کو نماز فجر کے وقت ہوئی۔ نماز فجر کے بعد جد امجد مولانا عبد الکریم قدس سرہ تلاوت فرما رہے تھے، جب دادی صاحبہ نے ولادت کی خبر دی تو اس وقت

بسم اللہ الرحمن الرحیم ــــــــ

قَدْ جَاءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ

تلاوت فرما رہے تھے سنتے ہی فرمایا ــــــــ

الحمد للہ! برہان آگیا ــــــــ

جد کریم محمد عبد الکریم نے مفتی محمد برہان الحق جبل پوری کی ولادت پر مادۂ تاریخ بھی ارشاد فرمایا، جو والد ماجد مفتی محمد عبد السلام رضوی نے اپنی یادداشت میں اس طرح تحریر فرمایا ہے ــــــــ

ــــــــ بسم اللہ الرحمن الرحیم ــــــــ

تاریخ ولادت برخوردار، فرخندہ آثار، قرۃ العیون میاں محمد برہان الحق مدعمرہٗ ــــــــ

ــــــــ از ــــــــ

ریختہ کلک گوہر سلک جد امجد ش مدظلہٗ ــــــــ

حبذا مولود خوش از فضل حق ــــــــ

جادہ گر شد در فضا ر آب و گل ــــــــ

بست و یک از اول ماہ ربیع ــــــــ

صبح روز پنجشنبہ متصل

فکر تاریخ ولادت گفت اے

آمدہ برہانِ حق درخانہ دل

۱۳۱۰ھ

حضرت مفتی عبد السلام جبل پوری نے مادۂ تاریخ ولادت قرآن پاک کی اس آیۂ کریمہ سے نکالا ہے

وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ (۱۳۱۰ھ) (۱)

تسمیہ خوانی

مولینا مفتی محمد برہان الحق رضوی قدس سرہٗ جب پانچ سال کے ہوئے تو ۲۱ ربیع الاول شریف ۱۳۱۵ھ کو جدِ امجد مولینا عبد الکریم حیدر آبادی نے بسم اللہ شریف کی افتتاح فرمائی۔ اور مبارک دعاؤں نیک تمناؤں کے ساتھ آپکو پڑھایا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، اللھم رب یسر ولا تعسر وعلی وتمم بالخیر یا فتاح یا علیم افتح باسمک

ا، ب، ت، ث، ج، الحمد للہ ما انعم علی واحسن الیّ (۲)

تعلیم وتربیت

مفتی محمد برہان الحق قدس سرہ کے جد امجد بے انتہا ضعیف اور بصارت سے بالکل معذور ہو چکے تھے اس لئے والد ماجد مفتی عبد السلام قدس سرہٗ نے تمام ذمہ داریاں خود سنبھال لیں۔ مفتی محمد برہان الحق کی تعلیم صبح ۷ سے ۱۲ بجے اور ظہر کے بعد سے عصر تک

اور عشاء کے بعد سے ۱۰ بجے تک ہوتی، مدرسہ برہانیہ جبل پور میں تحصیل علم کیا۔ عربی مفتی عبد السلام رضوی سے، فارسی چچا بشیر الدین سے جاری رہی درس کے درمیان اکثر دوران گفتگو میں اعلیحضرت امام احمد رضا بریلوی کا ذکر ہوتا تو مفتی محمد برہان الحق کا دل زیارت اور قدمبوسی کی تمنا میں بے تاب ہو جاتا

خواب اور تعویذ

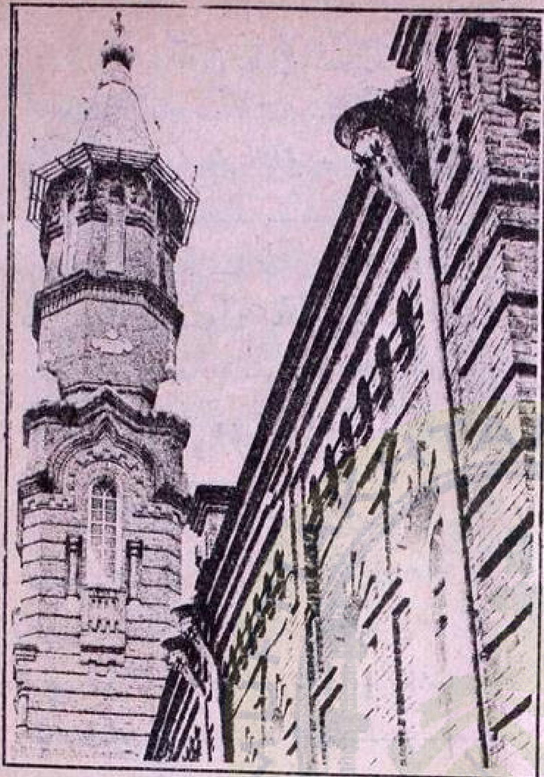
۱۳۱۸ھ میں جبل پور میں پلیگ کی وبا نے ایک ہنگامہ برپا کر دیا تھا، مفتی محمد برہان الحق نے خواب دیکھا کہ

میں بیمار ہوا، اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے پاس سے تعویذ آیا، میں اچھا ہو گیا

اس خواب کا مفتی محمد برہان الحق علیہ الرحمۃ نے والد اور چچا سے ذکر کیا، انہوں نے وہم کہ کر اور سمجھا کر ٹال دیا، اور آپ بھی خواب کو بھول گئے، دو تین ہفتے گذر گئے، ۷ ذی الحجہ ۱۳۱۸ھ/۱۹۰۱ء کو شام گلٹی کے ساتھ بخار آیا، ۸ ذی الحجہ کو بخار تیز ہو گیا اور گلٹی میں درد چڑھ گیا، حکیم عبد الرحیم کا علاج شروع ہوا، مفتی عبد السلام رضوی قدس سرہٗ سے والدہ اور چچا نے مفتی برہان الحق علیہ الرحمۃ کے خواب کا ذکر کیا۔ امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ کو تار دیا گیا۔ مفتی برہان الحق کا مرض بڑھتا

(۱) محمد برہان الحق رضوی، مفتی، اکرام امام احمد رضا ص ۵۲ (ترتیب وتحشیہ پروفیسر محمد مسعود احمد) مطبوعہ مرکزی مجلس رضا لاہور ۱۴۰۱ھ/۱۹۸۱ء

(۲) محمد برہان الحق رضوی جبل پوری، مفتی، اکرام امام احمد رضا ص ۵۲، ۵۳



گیا، بقرعید کا دن غفلت بیہوشی میں اور گھر میں تمام حضرات کا روتے ہوئے پریشانی میں گذرا عید کی نماز قربانی وغیرہ سب بہتے آنسوؤں کے ساتھ ادا کئے گئے۔ ۱۱ رذی الحجہ ۱۳۱۸ھ ۱۹۰۱ء کو دوپہر کے وقت مفتی برہان الحق کو ایسا محسوس ہوا کہ

"میری گردن پر کوئی ہاتھ لگا"

کچھ ہوش آیا، آنکھ کھلی، دیکھا بڑے چچا گلے پر کچھ باندھ رہے ہیں، والدین اور گھر کے تمام لوگ بھائی بہن چاروں طرف کھڑے رو رہے ہیں مفتی برہان الحق نے پوچھا کیا ہے؟ جواب دیا "وہی جو تم نے خواب دیکھا تھا، اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کا تعویذ آیا ہے وہ باندھ رہا ہوں"، تعویذ کی برکت سے بفضلہ تعالیٰ مفتی برہان الحق اچھے ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے نئی زندگی عطا فرمائی۔ (۱)

امام احمد رضا سے پہلی ملاقات

شوال المکرم ۱۳۲۲ھ/۱۹۰۴ء کو بریلی شریف سے مفتی محمد عبدالسلام جبل پوری کے پاس امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کا تار آیا، جس میں حرمین طیبین کے قصد اور دعا کے لئے فرمایا۔ بمبئی سے جہاز کی روانگی کی تاریخ لکھی تھی۔ مفتی عبدالسلام رضوی قدس سرہٗ نے مشایعت کیلئے بمبئی جانے کا قصد فرمایا مگر جہاز جانے کے بعد پہنچے اس لئے ارادہ ملتوی فرما دیا

ربیع الاوّل شریف ۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵ء کو امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ کے سفر مبارک سے مراجعت کی اطلاع ملی، مفتی عبدالسلام نے استقبال کے لئے بمبئی کا قصد کیا۔ مفتی محمد برہان الحق نے خواہش ظاہر کی تو والد ماجد مفتی برہان الحق کو بھی ساتھ لے گئے۔ بمبئی پہونچنے کے بعد اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ عقیدت مندوں کا ہجوم تھا۔ سلام کی

(۱) محمد برہان الحق رضوی جبل پوری، مفتی، اکرام امام احمد رضا ص ۵۳، ۵۴

آواز پر جواب کے ساتھ امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ کی نظر مفتی عبد السلام پر پڑتے ہی کھڑے ہو گئے اور دو تین قدم بڑھ کر معانقہ فرماتے ہوئے دعا پڑھی، مفتی عبد السلام نے اپنے فرزند مفتی برہان الحق کو خدمت میں پیش کیا۔ امام احمد رضا نے مفتی برہان الحق کو سینے سے لگایا، پیشانی پر لب مبارک رکھ کر دعاؤں سے سرفراز فرمایا۔ مدتوں سے جو تمنا اور آرزو دل میں تڑپ رہی تھی، جو مفتی برہان الحق کی تمناؤں کا مرکز بنا ہوا تھا آج اسے سر کی آنکھوں سے خوب دیکھ رہے تھے، مفتی برہان الحق کی امام احمد رضا سے یہ پہلی ملاقات تھی، بمبئی تقریباً دس دن قیام پذیر رہے (۱)

بریلی شریف حاضری

جب مفتی محمد برہان الحق رضوی جبل پوری کی پہلی بار بریلی شریف حاضری ہوئی اس وقت عمر دس سال کی تھی، بریلی حاضری کی یہ صورت ہوئی کہ ۱۳۳۲ھ/۱۹۱۲ء میں مسئلہ اذان ثانی کے سلسلے میں مخالفین نے اعلیٰ حضرت پر مقدمہ دائر کر دیا مفتی عبد السلام کے نام اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کا تار آیا تو مفتی عبد السلام بریلی روانہ ہوئے اور مفتی برہان الحق بھی ساتھ ہی روانہ ہو گئے، دوران سفر میں مفتی برہان الحق نے فارسی میں چند اشعار کا سلام بھی لکھا، بریلی حاضر ہوئے اور قدم بوسی کا شرف حاصل کیا، یہ بریلی میں پہلی حاضری تھی

امام احمد رضا سے اکتساب فیض

دوران قیام بریلی والد ماجد نے مفتی برہان الحق کو امام احمد رضا بریلوی کی خدمت میں اکتساب فیض و تہذیب و ترتیب اور تکمیل علوم ظاہری و باطنی و روحانی کیلئے بھیجنے کی اجازت چاہی، مفتی برہان الحق ہفتے بریلی رہ کر جبل پور چلے آئے پھر شوال ۱۳۳۲ھ کے دوسرے ہفتے میں بریلی تشریف لائے، مفتی برہان الحق زیادہ تر دار الافتاء میں رہتے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کی خدمت میں بیٹھ کر امام احمد رضا کے ارشادات لکھتے۔ وقت ملتا تو دار العلوم منظر اسلام میں صدر مدرس شمس العلماء مولینا ظہور الحسین مجددی رامپوری کے پاس بھی درس میں شریک ہوتے، حضرت مفتی اعظم مولینا مصطفے رضا نوری بریلوی، صدر الشریعہ مفتی محمد امجد علی رضوی اعظمی اور مفتی برہان الحق قدس سرہم تینوں ساتھ ہی کھانا کھاتے تھے اور ان شخصیتوں کا زیادہ وقت دار الافتاء ہی میں گذرتا تھا۔

رضیہ طلعت، زکیہ طلعت، صبیحہ نور اور لمعان الحق کا انتقال

شوال المکرم ۱۳۳۲ھ کو مفتی برہان الحق جبل پوری

(۱) محمد برہان الحق رضوی جبل پوری، مفتی: اکرام امام احمد رضا ص ۴۲

بریلی شریف پہونچے اور امام احمد رضا بریلوی کے پاس کم و بیش تین سال رہے۔ آپ کے دوران قیام بریلی مفتی عبدالسلام رضوی بھی تشریف لائے تھے۔ جبل پور سے مفتی محمد برہان الحق کی ایک بچی رضیہ طلعت کے انتقال کا تار آیا، اعلحضرت امام احمد رضا کو معلوم ہوا، چہرۂ مبارک پر رنج کے آثار نمایاں ہوئے، مفتی برہان الحق کو دیکھا، آنکھوں میں آنسو دیکھ کر فرمایا

"برہان میاں درود شریف پڑھو"

پھر یہ جملہ پڑھا،

انا للہ وانا الیہ راجعون، اللھم اجرنی فی مصیبتی واخلف لی خیرا منھا عسیٰ ربنا ان یبدلنا خیرا منھا انا الیٰ ربنا راغبون

۱۳۳۹ھ/۱۹۲۱ء کو مفتی برہان الحق جبل پوری بریلی تشریف لے گئے، صرف دو ہفتہ بریلی رہ کر جبل پور آ گئے، رمضان المبارک کے بعد امام احمد رضا بریلوی کی طبیعت ناساز ہو گئی، اور گرمی کی شدت کے سبب بھوالی تشریف لے گئے۔ جبلپور میں برہان الحق کی بڑی لڑکی زکیہ طلعت اور سب سے پہلا لڑکا محمد ملعان الحق دونوں ایک ہی دن انتقال کر گئے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کو خبر کی گئی تو آپ نے مندرجہ ذیل تعزیت نامہ ارسال فرمایا اس مکتوب سے امام احمد رضا کے لطف و کرم غمخواری، دلداری کا پتہ چلتا ہے۔ جو غمزدول کے لئے تریاق واکسیر کا حکم رکھتا ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

جان پدر نور بصر جعلہ اللہ تعالیٰ کا برہان الحق المبین وعزیزہ وعفیفہ ام زکیہ سلمہا اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

انا للہ وانا الیہ راجعون، انا للہ وانا الیہ راجعون، انا للہ وانا الیہ راجعون ان للہ ما اخذ وما اعطیٰ وکل شئ عندہ باجل وانما المحروم من حرم الثواب وانما یوفی الصٰبرون اجرھم بغیر حساب

میرے عزیز بچو! مولیٰ تعالیٰ تمہیں صبر جمیل واجر جزیل ونعم البدل عطا فرمائے تمہارا رب عزوجل فرماتا ہے۔ "اور ضرور ہم تمہیں آزمائیں گے کچھ ڈر اور بھوک سے اور مالوں اور جانوں اور پھلوں میں کمی کر کے، اے محبوب خوش خبری دو ان صبر کرنے والوں کو کہ جب انہیں کوئی مصیبت پہونچے تو کہیں انا للہ وانا الیہ راجعون ہم اللہ ہی کی ملک ہیں اور ہمیں اسی کی طرف پھر جانا ہے۔ جو ایسا کہیں

(۱) محمد برہان الحق رضوی جبل پوری، مفتی: اکرام امام احمد رضا ص ۶۰

ان پر ان کے رب کی درودیں ہیں اور رحمت اور وہی لوگ ہدایت پر ہیں۔

اللہ کی بشارت، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بشارت، اللہ کی درودیں اللہ کی رحمت، اللہ کی ہدایت۔ یہ نعمتیں ایسی ہیں کہ آدمی لاکھ جانیں دے کر لے تو سستی ہیں۔ بے صبری سے جو چیز گئی آ نہیں سکتی، مگر یہ عظیم دولتیں ہاتھ سے جاتی ہیں۔ صحیح حدیث میں ہے

جب فرشتے مسلمان کے بچے کی روح قبض کر کے بارگاہِ الٰہی میں لے جاتے ہیں۔ وہ فرماتا ہے۔ کہا تم نے میرے بندے کے بچے کی روح قبض کر لی؟ عرض کرتے ہیں ہاں۔ فرماتا ہے گواہ رہو کہ میں نے اسے بخش دیا اور اس کے لئے جنت میں ایک مکان بناؤ اس کا نام بیت الحمد رکھو۔"

آپ دونوں صاحب اللہ کے سچے وعدوں پر پورے اطمینان کے ساتھ کہیں: الحمد للہ انا للہ وانا الیہ راجعون عسیٰ ربنا ان یبدلنا خیراً منہا انا الی ربنا راغبون، اللّٰھم اجرنی فی مصیبتی واخلف لی خیراً منہا۔

صحیح حدیث میں ہے "اس کا کہنے والا اس گئی ہوئی چیز سے بہتر بدلا پائے گا۔"

والسلام

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ

۹ر صفر ۳۴ھ

تحصیل علم توقیت

۱۳۳۷ھ/۱۹۱۹ء میں جب امام احمد رضا بریلوی جبل پور تشریف لے گئے تو مفتی برہان الحق کے دوران قیام جبل پور علم توقیت سے آپ کا شوق ملاحظہ فرمایا تھا۔ جبل پور ہی میں آپ کے لئے فن توقیت میں رسالہ تصنیف فرمایا۔ رات کی نشست کے بعد آرام فرمانے سے پہلے آدھ گھنٹہ مفتی برہان الحق کو فن توقیت میں رسالے کے نکات تعلیم فرماتے۔ امام احمد رضا کی بریلی مراجعت کے بعد مفتی برہان الحق نے "جدول تعدیل النہار" بنا کر امام احمد رضا کی خدمت میں حاضر کیا تو بڑی مسرت کا اظہار فرمایا۔

جدول کی تصحیح فرمائی، باشارہ المولیٰ، ابتدائی کام

دستار فضیلت اور سند اجازت و خلافت

۱۳۳۷ھ/۱۹۱۹ء میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ جبل پور تشریف لے گئے تو ۲۶ جمادی الآخر ۱۳۳۷ھ/۱۹۱۹ء بروز چہارشنبہ کو بعد نماز مغرب عیدگاہ کلاں میں عام جلسہ ہوا، تین چار ہزار کا مجمع تھا، سلطان الواعظین مولانا عبدالاحد پیلی بھیتی، علامہ وصی احمد محدث سورتی، پھر حجۃ الاسلام مفتی محمد حامد رضا خاں رضوی بریلوی نے تقریر فرمائی

(باقی آئندہ)

منتخبات

پیش کردہ: صاحبزادہ عجمل رضا خاں قادری

ہمارے پاس تھا ہی کیا جسے قربان کر دیتے
یہ ایک ٹوٹا ہوا دل ہے جو تم ہوں گی نچھاور ہے
غضب ہی کر دیا حسنین طیبہ سے پلٹ آئے
مدینے ہی کی جنت ہے وہ جنت سے بھی بہتر ہے

حضرت علامہ حسنین رضا خاں بریلوی

جس کو کہتے ہیں قیامت حشر جس کا نام ہے
درحقیقت تیرے دیوانوں کا جشن عام ہے
عظمت فرق شہ کونین کیا جانے کوئی
جس نے چومے پائے اقدس عرش اس کا نام ہے

حضرت مولانا تحسین رضا خاں بریلوی

مجھے عصیاں کے باعث جب حیا آئے گی محشر میں
تو بڑھ کر میں چھپا لوں گا شہ والا کی چادر میں

حضرت مولانا حبیب رضا خاں بریلوی

دل سے جو بھی یا رسول اللہ تمہارا ہو گیا
خلق کا محبوب وہ خالق کا پیارا ہو گیا

مولانا محمد انور علی بہرائچی

تحفۂ رحمٰن اور عیدِ قربان



از عطا محمد اترولوی گونڈوی
جامعہ اشرفیہ — مبارکپور

بوڑھے والد کے مضبوط ہاتھ میں تیز چھری آفتاب میں چمچاتے ہوئے آئینہ کے مانند آفتاب کی شعاؤں پر چم چم کر رہی ہے فرزند ارجمند سراپا پیکر ادب بن کر تسلیم و رضا کا مظاہرہ کر رہا ہے، عنقریب ہی وہ چھری آرزوئے دیرینہ جگر پارے کے حلقوم پر چلنے والی ہے وادی منیٰ کا یہ دلفریب منظر بلکہ سموات حیرت واستعجاب سے دیکھ رہے ہیں کہ آج یہ کون سا واقعہ صفحۂ ہستی پہ پہلی بار رونما ہونے والا ہے کہ وہ بوڑھا باپ جس نے بارگاہِ مولیٰ میں رو رو کر جس ولد عزیز کو سو سال کی عمر میں حاصل کیا تھا۔ آج آنکھوں پر پٹی باندھے ہوئے تیز چھری گردن پر رکھ دی ہے۔ اللہ اللہ یہ کیا ہو رہا ہے؟ اور کیوں؟ آخر ایسے فرزند پر یہ تو کوئی بہت صالح اور فرمانبردار بیٹا معلوم ہوتا ہے! خود ہی راضی ہے!

باپ جان جو چاہیں کریں — خدا کا حکم ہے خدا نے اپنے خلیل کی کئی بار آزمائش کی ہے آج یہ کوئی جدید واقعہ نہیں ہے۔ کبھی بشکل آتش غرور کبھی بحکم رب جلیل خدا کے خلیل نے چہیتی بیوی اور نور نظر فرزند کو وطن سے دور گھر سے بے گھر، اپنی نگاہوں سے اوجھل کر دیا، ایسے ریتیلے پہاڑی علاقہ میں جہاں کوئی نہ آدم زاد ہے — نہ کوئی مومن ہے۔ صرف خدا کا حکم ہے اور خدا کا بھروسہ اور آج یہ ایسا امتحان ہے کہ بڑے سے بڑے ہمت ور بہادر کا کلیجہ دہل جائے اور حالت دگرگوں ہو جائے — مگر یہ اللہ کا ایسا ڈاون (Daan) صابر بندہ ہے کہ آتش نمرود کی باری آئی تو پرواہ نہیں، ترک وطن کی باری آئی تو کوئی خوف نہیں، آج یہ مرحلہ سب سے اہم ہے سب سے پیارا — آنکھوں کا تارا۔ بڑھاپے کی مانگ۔ بڑھاپے کا سہارا — لاڈلا بیٹا اسمٰعیل ہی تھا — اس کو بھی راہِ خدا میں قربان کرنے کا حکم آ گیا۔ ابراہیم نے کچھ نہ سوچا کیوں! خدا کا حکم تھا — ایک خوشگوار صبح کو آسمان کے دروازے وا ہو گئے۔ عالم قدس کے فرشتے مکہ پر نور فضا میں پرواز کرنے لگے اسی عالم میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے لختِ جگر حضرت اسمٰعیل کو اپنے قریب بلایا۔ اور بڑے ہی پیار بھرے انداز میں کہتے ہیں۔ قال یٰبنیّ انی اریٰ فی المنام انی اذبحک فانظر ماذا تریٰ۔ پدر بولا بیٹا آج میں نے خواب دیکھا ہے کتاب زندگی کا ایک نرالا باب دیکھا ہے۔ میرے لاڈلے بیٹے میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں تمہیں ذبح کر رہا ہوں بتاؤ اس کے متعلق تمہاری کیا رائے ہے — لائق بیٹے نے نہایت سنجیدگی سے خوش ہو کر کہا۔ قال یٰابت افعل ما تؤمر ستجدنی ان شاء اللہ من الصابرین

عرض کیا میرے شفیق باپ خواب کے ذریعہ آپکو جس کا حکم دیا گیا ہے بغیر کسی پس و پیش کے کر گزریئے ان شاء اللہ مجھے صابر و شاکر پائیں گے — یہ فیضان نظر تھا یا مکتب کی کرامت تھی — سکھائے کس نے اسمٰعیل کو آداب فرزندی — ہوش مند بیٹے کا یہ جواب سن کر قلب ابراہیم خوشی سے سرشار ہو گیا۔ ایک

نئے عزم کے ساتھ اٹھے اور پیکر صبر بن کر وادی منیٰ کی جانب روئے زمین پر وادی منیٰ کی جانب چل دیئے ہمراہ اکلوتا بیٹا بھی تھا۔ قربان گاہ میں پہنچ کر چھری نکالی اور آنکھوں پر پٹی باندھ لی۔ آخر یہ پٹی خود باندھی تھی؟ نہیں نہیں — جو قربان ہونے والا تھا اسی نے کہا تھا والد بزرگوار آنکھوں پر پٹی باندھ لیں کہیں ایسا نہ ہو شفقت پوری جوش میں آ جائے اور آپ اس حکم ربانی سے باز آ جائیں آہ یہ ہے شوق قربانی جب کہ جان سے زیادہ کوئی شئے پیاری نہیں ہوتی مگر اللہ کے حکم کی تکمیل کے لئے سب کچھ قربان ہے

پھر جب اپنے آپ کو خدا کی راہ میں تیار کر لیا اور ابراہیم علیہ السلام نے اپنے نور نظر کو پیشانی کے بل روئے زمین پر ڈالا اور تیز چھری کو گرم نازک حلقوم پر رکھ دیا۔ اللہ اللہ ملائکہ قدس و فضائے آسمان اور عالم کائنات یہ حیرت انگیز منظر دیکھ رہے تھے کہ وفدیناہ بذبح عظیم یکایک جبرائیل حکم الٰہی سے وادی منیٰ کے خوش وادی میں آ پہنچے اور بہت سرعت سے حضرت اسماعیل کو ہٹا کر بہشتی دنبہ لاکر رکھ دیا۔ چنانچہ جب خون کے گرم گرم فوارے حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی چڑھی ہوئی آستین تک پہنچے تو انھوں نے ملاحظہ فرمایا کہ حضرت اسماعیل ایک طرف ہیں اور ان کی جگہ جنت الفردوس کا بابرکت دنبہ ذبح شدہ پڑا ہے۔ ارشاد ربانی ہوا۔ وفادیناہ ان یا ابراھیم قد صدقت الرویا انا کذلک نجزی المحسنین — اور غیب سے ندا آئی۔ اے ابراہیم بلاشبہ تم نے اپنا خواب سچ کر دکھایا۔ ہم اپنے نیکوکار بندوں کو ایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں — یقیناً یہ بہت بڑی آزمائش تھی۔ اور ہم نے ایک بہت بڑا ذبیحہ اسماعیل کے اوپر نثار کر دیا۔ اور آنے والی نسلوں میں ان کی یادگار قائم کر دی۔ یہ صلہ تھا اس فرزند دل بند کا جس نے پورے عزم و استقلال کا مظاہرہ کیا۔ اور اپنے آپ کو قربانی کے لئے پیش کر دیا۔ قربانی قیامت تک اس کے نام کی یادگار بن گئی ہے۔ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس حقیقت کی جانب اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔ کہ قربانی تمہارے باپ حضرت کی سنت ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے

خدا کو ذالحجہ کے دس سے زیادہ محبوب کوئی دن اس کی عبادت کے لئے نہیں ہے — اس کے ہر دن کے روزے کا ثواب ایک سال کے روزے کے برابر ہے اور رات کی عبادت شب قدر کی عبادت کے برابر ہے۔ حضرت ابو قتادہ سے روایت ہے اور نو ذی الحجہ کے روزہ کا ثواب دو سال کے روزوں کے برابر ہے۔ دسویں ذی الحجہ سے بارہویں ذی الحجہ تک تین یوم میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک قربانی سے بڑھ کر کوئی مقبول نہیں ہے — یہ اس ابراہیم کی یادگار ہے جس کا اعلیٰ درجہ بیت المعمور میں ہے اس کی یاد کے لئے ہر صاحب ثروت پر واجب ہے کہ یاد منائے، قربانی کرے۔ ہزاروں سلام ہو ابراہیم جیسے مخلص خدا کے خلیل پر جس نے ہمیں خدا کا دی اور جاں نثاری کی پر کیف راہ دکھائی اور لذت حیات سے روشناس کرایا۔

اجل آ گئی زیر دلیوار روضہ
سکوں پا گیا بے قرار مدینہ

حضرت علامہ حبیب رضا خاں قادری بریلوی

ناظم اعلیٰ ادارہ سنی دنیا بریلی شریف، یوپی

علامہ فضل حق خیرآبادی

ارباب علم ودانش کی نظر میں

از :- سید قیصر خالد فردوسی، الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور

علم وفضل کے مہر درخشاں، حق گوئی وبے باکی کے کوہ گراں، سالار حریت حضرت علامہ فضل حق خیرآبادی کی جامع الصفات شخصیت سے کون واقف نہیں۔ آپ اپنے مصلحانہ تقدس، حکیمانہ شعور، تامل وتفکر، ذہانت وفطانت، فکری جامعیت، طباعی وذکاوت اور عالمانہ واستادانہ تدبر وبصیرت میں اپنی مثال آپ تھے۔ آپ کی بارگاہ علم وادب میں جید وراسخ اصحاب فکر ودانش سر خمیدہ نظر آتے ہیں۔ آپ کی علمی وادبی صلاحیتیں کسی انسان کی کسب کردہ نہیں تھیں، بلکہ خداداد تھیں۔ آپ نے علمی، دینی اور سیاسی خدمات کی ایک ایسی نادر المثال یادگار قائم کی ہے جسے دیکھ کر عقل حیران وششدر رہ جاتی ہے۔ آپ جہاں ایک بلند پایہ مفسر، مقرر، محدث، مفتی، منطقی، فلسفی، فقیہہ، علوم وفکر کے اعلیٰ نمونہ تھے وہیں جنگ آزادی کے ایک جانباز مجاہد بھی تھے، حیرت واستعجاب کی بات تو یہ ہے کہ جو لوگ علامہ موصوف کے اعداء ومعاندین تھے اور علامہ سے انتشار وافتراق رکھتے تھے انہوں نے بھی علامہ کے فکر وفن، دانش وتدبیر اور علمی بصیرت کا بھرپور اعتراف کیا ہے۔

فقط اپنوں ہی پر کیا منحصر اغیار کہتے ہیں
تھے علم وفضل کے کوہ گراں علامہ فضل حق



ذیل میں چند ارباب علم و دانش کے تاثرات قارئین ماہنامہ "سنی دنیا" کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں ملاحظہ فرمائیں اور علامہ کی بے داغ زندگی نیز علمی و ادبی صلاحیتوں کا اندازہ لگائیں! سرسید احمد خاں بانی اردو یونیورسٹی علیگڈھ علامہ سے دینی و سیاسی ہر لحاظ سے مختلف الرائے عقائد و نظریات رکھتے تھے لیکن ان کے ذہن و فکر پر علامہ کی علمی و ادبی صلاحیتوں کے کتنے گہرے نقوش مرتب ہیں ملاحظہ فرمائیں۔

جمیع علوم و فنون میں یکتائے ہیں اور منطق و حکمت کی تو گویا انہی کی فکر عالی نے بنا ڈالی ہے۔ بارہا دیکھا گیا ہے کہ جو لوگ اپنے آپ کو یگانۂ فن سمجھتے تھے جب ان کی زبان سے ایک حرف سنا دعویٰ کمال کو فراموش کر کے نسبت شاگردی کو اپنا فخر سمجھے۔ بایں ہمہ کمالات و علم و ادب میں ایسا علم سرفرازی بلند کیا ہے کہ فصاحت کیواسطے عبارت ان کی شستہ محض عروج و معارج ہے۔ اور بلاغت کیواسطے ان کی طبع رسا دست آویز بلندی کے معارج ہے۔ سحبان کو ان کی فصاحت سے سرمایۂ خوش بیانی اور امراء القیس کو ان کے

افکار بلند سے دستگاہ عروج معانی، الفاظ پاکیزہ ان کے رشک گوہر خوش آب اور معانی رنگین ان کے غیرت لعل ناب، سرو ان کے سطور عبارت کے آگے پا بہ گل اور گل ان کی عبارت رنگیں کے سامنے خجل، نرگس اگر ان کے سواد سے نگاہ ملا دیتی مصحف گل کے پڑھنے سے عاجز نہ رہتی اور سوسن اگر ان کی عبارت فصیح سے زبان کو آشنا کرتی صفت گویائی سے عاری نہ ہوتی ؛

(آثار الصنادید از سرسید احمد خاں، ص نمبر ۲۸۱)

اقلیم شعر و سخن کے شہریار مرزا اسد اللہ خاں غالب علامہ سے گہری عقیدت رکھتے تھے۔ علامہ کے سانحۂ ارتحال پر اپنے سوز و گداز اور دلی آہ و زاری کا اظہار کرتے ہوئے شیخ لطیف احمد بلگرامی کو رقمطراز ہیں۔

کیا لکھوں اور کہوں نور آنکھوں سے جاتا رہا اور دل سے سرور، ہاتھ میں رعشہ طاری ہیں کان سماعت سے عاری ہے

عتاب عروساں درآمد بجوشش
صراحی تہی دست وساقی خموشش

فخر ایجاد و تکوین مولینا فضل حق ایسا دوست مرجائے
غالب نیم مردہ جاں رہ جائے۔

(ماہنامہ اردوئے معلیٰ علی گڈھ دسمبر ۱۹۰۷ء ص ۲۳)

مشہور استاد الشعراء منشی امیر مینائی انتخاب یادگار میں تحریر فرماتے ہیں

افضل الفضلاء اکمل الکملاء فضائل دستگاہ پناہ جناب مولانا مولوی فضل حق صاحب فاروقی برّد اللہ مضجعہ فنون حکمیہ میں مرتبۂ اجتہاد، بڑے ادیب، بڑے منطقی، نہایت ذہین، نہایت ذکی، طبیق و ذلیق، انتہا کے صاحب تدقیق و تحقیق، جس شہر میں آپ رونق افروز ہوئے صدہا آدمی بہرہ اندوز ہوئے!

انتخاب یادگار ص نمبر ۲۶۱

سید سلیمان ندوی علامہ کی تبحر علمی کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

مولانا فضل امام کے جانشیں صاحبزادہ اور شاگرد مولانا فضل حق خیرآبادی تھے۔ جن کے دم عیسوی نے معقولات میں روح پھونکی کہ ابن سینائے وقت مشہور رہے دیار اطراف سے طلباء نے ان کی طرف رجوع کیا اور منطق و فلسفہ کو نئے طور سے ملک میں رواج دیا۔

حیات شبلی از سید سلیمان ندوی ص ۲۳۰ ۲۲۰

مولانا عبد الحیی لکھنوی نے علامہ کی علمی جامعیت کا یوں اعتراف کیا ہے

شیخ امام، عالم کبیر، علامہ فضل حق بن مولانا فضل امام خیرآبادی کا مشہور اساتذہ میں شمار ہوتا ہے۔ فنون حکمیہ میں علوم عربیہ میں اپنے زمانے میں بے نظیر تھے، مناظرہ و جدل، منطق و فلسفہ اور لغت و ادب میں سب پر فائق تھے۔

نزہتہ الخواطر جلد ۷ ص ۳۷۴

ہند و پاک کے نامور نقاد پروفیسر نیاض کاوش صاحب نے علامہ کے فضل و شرف کے متعلق جن خیالات کا اظہار کیا ہے۔ وہ یہ ہیں!

ملک و ملت کی حریت و آزادی کے بطل جلیل حضرت علامہ فضل حق خیرآبادی علم و ادب اور مذہب و سیاست کا مہر نیم روز وہ خود اپنی ذات میں ایک انجمن ہونے کی حیثیت سے اپنے پورے عہد میں چھائے ہوئے نظر آتے ہیں وہ علم و ادب کا ایک ایسا ادارہ تھے جن کا فیض عرفان آگہی بعد مرگ بھی جاری و ساری رہا۔ اس کے فانوس علم سے سرسید اپنی تحریک اصلاح ادب کا چراغ جلاتے ہیں اور اسی کے نقد و نظر کے مینارۂ نور سے رہنمائی حاصل کرکے غالب غالب نظر آتے ہیں، ادبائے عہد اس کے خوشہ چیں ہیں، اور علماء وقت اس کے حاشیہ نشیں، مومن خاں مومن اپنے تعصب کے باوجود اس کے ہجر میں آنسو بہاتے ہیں۔ ع
منہ ڈھانپ ڈھانپ روتے ہیں کس بیکسی سے ہم

امتیاز حق ص ۱۴۶

دیوبندی عالم مستقیم احسن حامدی نے علامہ کی حق و صداقت اور جواں مردی کا اظہار خیال ان الفاظ میں کیا ہے،

مولانا فضل حق رحمۃ اللہ علیہ تاریخ کے ان جواں مرد اور نڈر مجاہدین میں سے تھے جن کی جرأت و ہمت اور حق گوئی و بے باکی نے دنیا کو حیرت میں ڈال دیا مولانا فضل حق خیرآبادی

نے افضل الجہاد کلمۃ الحق عند سلطان جائر کا فریضہ ادا کیا۔

(ہفتہ روزہ خدام الدین لاہور ۲۳ نومبر ۶۲ء ص ۹،۱۰)

رئیس احمد جعفری نے علامہ کے علمی جاہ و حشمت کا یوں اعتراف کیا ہے۔

مولانا فضل حق خیرآبادی علمی قابلیت میں اپنی نظیر نہیں رکھتے تھے!

بہادر شاہ ظفر اور ان کا عہد ص ۲۱۵

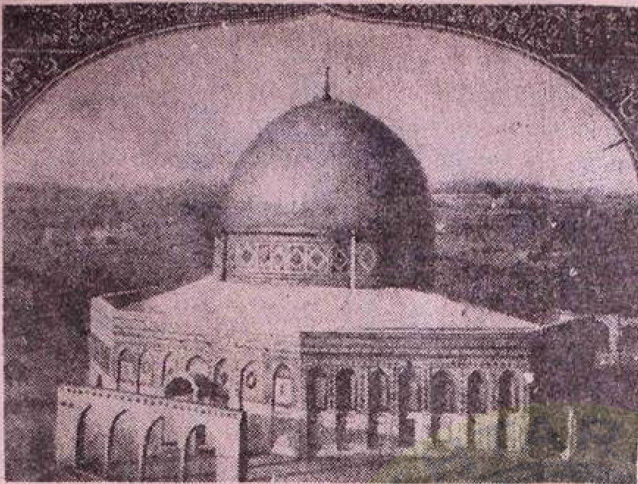
پروفیسر حافظ سید مقصود علی خاں آپکی حق گوئی و بیباکی کا ذکر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

علامہ فضل حق خیرآبادی کی مجاہدانہ زندگی کے بے شمار گوشے بے نقاب ہوتے ہیں اور یہ مرد حق پرست ہمارے سامنے حق کی خاطر زمانے بھر سے بھڑ جانیوالا مجاہد عارفانہ اور مومنانہ نقطہ نظر رکھنے والا مسلمان استقامت کا پہاڑ حق پرستی کا بے مثال آئینہ، ایثار و قربانی کا مجسمہ اور علم و عمل کی صداقت کا ایک بحر بیکراں نظر آتا ہے۔

امتیاز حق ص ۱۶۷

علامہ نجم الحسن رضوی خیرآبادی علامہ کی علم و حکمت کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں۔

تیرھویں صدی ہجری میں خیرآباد کی مردم خیز زمین سے جو شخصیت افق علم و حکمت پر کوکب درخشاں بن کر چمکی اور خیرآباد کی مزید شہرت کا سبب بنی وہ علامہ فضل حق خیرآبادی کی ذات تھی، قدرت نے علامہ کی ہستی میں گوناگوں کمالات جمع کر دیئے تھے وہ یگانۂ روزگار فلسفی یکتائے زمانہ فاضل لغت و ادب اور علوم



دینیہ کے علوم متبحر تھے،

باغی ہندوستان ص ۶

میاں عبدالرشید صاحب کے تاثرات ملاحظہ فرمائیں

قابلیت کے لحاظ سے ان (علامہ فضل حق) کے مقام کا اندازہ اسی ایک بات سے کیا جاسکتا ہے کہ غالب جیسا نابغہ روزگار جو کسی کو خاطر میں نہیں لاتا تھا آپ کا قدردان تھا اور اشعار میں آپ کی اصلاح اور مشورے قبول کرتا تھا۔

روزنامہ نوائے وقت لاہور ۱۳ دسمبر ۱۹۷۹ء

مولوی جعفر تھانیسری لکھتے ہیں۔

مولوی فضل حق معقولی خیرآبادی جو اس زمانے میں حاکم اعلےٰ شہر دہلی کے سررشتہ اور علم منطق کے پتلے اور افلاطون و سقراط کی غلطیوں کی تصحیح کرنیوالے تھے۔

حیات سید احمد شہید ص نمبر ۳۰۴

مولوی محمد الدین صاحب نے علامہ کی ذہانت و فطانت کے بارے میں اظہار خیال یوں کیا ہے۔

[مولوی فضل حق بن مولوی فضل امام خیرآبادی عالم اجل اور فاضل بے بدل، حاوی فروع واصول و جامع معقول و منقول تھے۔ اساتذۂ وقت آپ کی شاگردی فخر جانتے تھے۔ مولانا کو علم فلسفہ میں ید طولیٰ تھا۔

روضۃ الادبا ص ۱۴۰]

محمد اسماعیل پانی پتی علامہ کی سیاسی خدمات کے متعلق لکھتے ہیں۔

[علامہ فضل حق نے ۱۸۵۷ء کے ہنگامہ میں انگریزوں کے خلاف سخت حصہ لیا جس کے نتیجہ میں گرفتار کر کے کالے پانی بھیج دیئے گئے۔ جہاں اس فاضل اجل عالم بے بدل نے نہایت کسمپرسی، بے بسی اور لاچاری کی حالت میں ۲۰ اگست ۱۸۶۱ء کو انتقال کیا اور علم و دانش اور فضل و ہنر کا یہ آفتاب ہمیشہ کے لئے غروب ہوگیا۔

مقالات سرسید حصہ شانزدہم ص ۳۰۳]

مندرجہ بالا تمام اصحاب علم و ہنر کے تاثرات سے علامہ کی ذات روز روشن کے مانند ہو جاتی ہے ضرورت اس بات کی ہے کہ ایسے علم و فضل کے درخشاں آفتاب کی زندگی کے گوشے گوشے کو ملت اسلامیہ کے سامنے پیش کیا جائے تاکہ لوگ اپنے عظیم مجاہد کی یاد ہمیشہ مناتے رہیں۔

خدائے پاک ان کی قبر میں رحمتوں کی برسات فرمائے۔ آمین

مرد حر غازی مجاہد حق پرست و فضل حق
تھا کتاب حریت کا بے گماں پہلا ورق



بقیہ رویت ہلال

۳۔ نماز عید کے نام سے جو نماز پڑھی وہ وقت نہ ہونے کی وجہ سے نماز عید نہ ہوئی۔ نماز عید خاص ہیئت زائد تکبیروں کے ساتھ پڑھی جاتی ہے ویسے کوئی نفلی نماز مشروع نہیں۔ تو یہ بنام نماز ایک لامعنی فعل میں مشغولیت ہوئی۔ درمختار میں ہے۔ لِاَنَّہٗ اشتغال بما لا یصح

۴۔ چہارم اس گمان پر کہ نماز عید پڑھ چکے ہیں یکم شوال کو نہیں پڑھی اور نماز عید واجب ہے جس کو چھوڑ دیا۔ پھر تیس رمضان کی تراویح سے محرومی اور بندائی کے ساتھ نفل کی ادائے گی مزید برآں اس لئے اللہ تبارک و تعالیٰ ہم سب کو اس فتنہ سے محفوظ و مامون رکھے (آمین)

از: ڈاکٹر مسعود حسن خاں صاحب شاہجہانپوری

اسلام کی روح حکمرانی

سفینۂ گیتی تاریخ کے لئے بے اماں خطرناک اور بے پناہ حادثوں کا امین ہے، بھری پڑی آبادیاں، الٹتی بارونق شہر ویران ہوئے۔ زمانے کی چمک دمک دہند ھلاتی اور ماند پڑتی رہی ہے۔ کتنی ہی باجبروت قومیں اپنی سطوت کے آثار و کھنڈر چھوڑ کر پیوند زمین ہو گئیں یوں انسانیت کے قافلے لٹے اور تباہ ہوتے رہے ہیں۔ تباہی و بازآبادکاری کے یہ سلسلے بہت طویل ہیں۔ آخر وہ جس نے اس کائنات کی منصوبہ بندی کی طرح طرح کے گل بوٹے بنائے زمین و آسمان چاند ستارے کہکشاں و ریگزار پیدا کئے۔ زمین کو سبزہ زار بنایا اور انسانوں کو ذوقانی بخشی۔ ساز فطرت کو نغمگی اور ترنم سے نوازا پھر اسے پیکر جمال ہستی کو زندگی پر نثار کر دیا۔ وہی پراسرار قوت جمال فطرت کی رعنائیوں کو اس طرح مسخ کیوں کر دیتی ہے اور حسن کائنات بربادی کے بدنما دھبوں سے مکروہ کیوں ہو جاتا ہے۔

یہ سال اپنے اندر عبرت کی بہت سے پہلو اور نمود و فکر کے کچھ نئے زاویے فراہم کرتا ہے۔ یہ سال حادثات اور خطروں کا سال ہے۔ بنگلہ دیش، ہندوستان، سے لے کر مغربی ممالک تک انسانیت کی بے بسی و بربادی کی داستان کیا انسانی ڈھانچوں اور تعمیراتی ملبوں پر رقم ہیں خدا کا جذبہ انتقام کو اس وقت جنبش ہوتی ہے جب کائنات شر و فساد سے معمور ہو جاتی ہے اور مظلوم انسانوں کی آہ و بکا سے عرش اعظم کانپ جاتا ہے زمین پر ظلم فرماں روائی کرتا اور عدل مساوات کی روشنی معدوم ہو جاتی ہے تب اللہ رب العزت کسی انسان کو دنیا میں ان سب پر حکمرانی کرنے کیلئے بھیج دیتا ہے آج تمام عالم اسلام میں ضرور کوئی پیدا ہو گیا ہے اور انقلابی یا تبدیلی کر کے قربانی دے رہا ہے ہر انقلاب یا تبدیلی کے لئے قربانی اہم رول پیدا کرتی ہے ایسے نازک حالات میں کچھ شخصیتیں، ایسی ابھر کر آئیں ہیں جو اپنی بے لوث قربانیوں اور بے پناہ جذبۂ عمل سے دریاؤں کا رخ موڑ دیتی نظر آ رہی ہیں۔ ہمارے کارواں کے راہی عراق فلسطین اور افغانستانی ہیں جن میں عراق اور فلسطین کو سرفہرست رکھنا ہوگا۔ یہ اپنے حق اور اپنے فرض کے لئے بڑی سے بڑی قربانی دینے کیلئے تیار ہیں اور اپنے شہیدوں کے خون سے دعوتِ انقلابی کی شمعیں روشن کر رہے ہیں

اسلام کی روح غلبہ و حکمرانی ہے۔ محکومی یا غلامی نہیں۔ اسلام اقتدار اور فرمانروائی کیلئے آیا ہے۔ محرومی و نارسائی کیلئے نہیں آیا۔ (الاسلام یعلوا ولا یعلی علیہ) اس طرح لفظ مسلمان عزت و سرخ روئی کا عنوان ہے۔ امتِ مسلمہ پر کفر کا غلبہ نہیں ہو سکتا ہے اس کے لئے کسی بھی قربانی سے اللہ کی سرزمین پر اسلام کا اقتدار قائم کریں خدا کا شکر ہے عالم اسلام نشاۃ ثانیہ کیلئے کروٹ لے چکا ہے دور رس تبدیلیوں کے آثار بہت واضح ہو چکے ہیں مستقبل کا مورخ ایران، افغانستان اور فلسطین کے جانباز مجاہدوں کو فراموش نہیں کر سکتا ہے جن کے پاکیزہ لہو نے مسلم دنیا کو شہادت و قربانی احیاءِ دین کے لئے سرفروشی کا حوصلہ بخشا مظلوم شہید ہماری قوم کے حاصل ہیں جن کے مبارک جسموں کی شہادت انگریز خوشبو نے قوم کو سرفرازی کا پیغام دیا اور اپنی جانوں کا نذرانہ دے کر غلبہ دین کی راہ ہموار کی ہے اس کی مثال آج عراق اور امریکہ کی جنگ ہے وہ سرزمین ہی قربانیوں کو شہادت کیلئے منتخب کی گئی ہے خدا کی قسم وہاں سے اسلام کو نئی زندگی پر قائم کرنے کیلئے جذبہ اور قربانی اور عالم اسلام کا پرچم لہرانے کا موقع ملتا ہے۔ اور یہی کامیابی کی راہ ہے۔

اسرائیلی کمانڈر نے فلسطینی مجاہدوں کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے کہا ہے کہ ہم اس قوم کو شکست کیسے دے سکتے ہیں جسکا سینہ خوف سے خالی اور جسکا اجتماعی ضمیر موت کو زندگی پر ترجیح دے رہا ہو اور حق یہ کہ اسکے بغیر سعادت کی زندگی ممکن بھی نہیں ہے۔

سامراج کا آدم خور اپنی وحشیانہ بربریت اور بہیمانہ درندگی کے خونچکاں آثار چھوڑ کر اپنی کمین گاہ میں واپس جا چکا ہے افغانستان اس کی جولان گاہ کا آخری ہدف اور اس کی خون آشام فطرت کی آخری طلب تھی آئندہ اب کبھی وہ اپنی روایتی سفاکی کا مظاہرہ نہیں کر سکتا۔ اور مارکسزم کی جلالِ عظمتی کا سورج کابل میں ڈوب چکا ہے۔

اور آج پھر عالم اسلام کے پر افق کے بادل منڈلا رہے ہیں حالات میں اسلامی قیادت اپنی فراست کے سبب سے نازک امتحان سے گذر رہی ہے شیطانی دماغ بڑی سرعت سے اس کا رخ پھیرنا چاہتے ہیں۔ اس طرح ابھرتی ہوئی قیادت کو خارجی سطح پر انتہائی مکار اور بے رحم استعماری قوتوں کی سیاسی یلغار کا سامنا ہے اور داخلی سطح پر نفاق اور انتشار قبائلی نفسیات عراق اور اس کی نفسیاتی اور روحانیت کی جنگ جو حق و باطل کے بیچ ہے۔ جیسے شامل درپیش ہیں۔ ایک ایسا موقع ہے کہ تھوڑی سی غفلت بھیانک نتائج پیدا کر سکتی ہے ایسے لمحے قومی زندگی میں بڑی اہمیت رکھتی ہیں جو ان تقدیر کے بنیادی فیصلہ کرتے ہیں اور آنے والی نسلوں کو متاثر کرتے رہتے ہیں۔ مجھے امید بلکہ پورا یقین ہے اسلامی عراق کی ہوشمندی قیادتِ موجودہ بحرانوں پر قابو پا کر عراق (بغداد) کو اس لائق بنائے گا کہ وہ آفتابِ اسلام کو اس کے در و دیوار سے ہزاروں آفتابِ اسلام طلوع ہوں اور فرزندانِ توحید اس کی حیات افروز کرنوں سے سرشار و مخمور ہوں۔ خدا عراق اور اس کے صدر صدام حسین اور اسکے جیالے فرزندوں کی حفاظت فرمائے۔ (آمین)

تبصرہ

(ادارہ)

نام کتاب ——— تعریفات

مبصر ——— مولانا محمد اعجاز رضوی بریلوی

یہ کتاب جامع معقولات حضرت مولانا منظور عالم صاحب رضوی کی گراں قدر تالیف ہے میں نے اس کتاب کا از اول تا آخر مطالعہ کیا اردو زبان میں اس موضوع پر یہ پہلی کتاب ہے جس میں مولانا موصوف نے بہت سی نایاب کتابوں کے ذخائر سے تقریباً ڈیڑھ ہزار الفاظ اصطلاحی اور پچاس علوم وفنون کی تعریفات اور اغراض وغایات کو نہایت ہی عام فہم اور آسان لفظوں میں پرو دیا ہے۔ جس پر حضرت علامہ تحسین رضا خانصاحب قبلہ شیخ جامعہ نوریہ اور امام علم وفن حضرت خواجہ مظفر حسین صاحب قبلہ کی تقریظات بجا طور پر شاہد ہیں حقیر بھی مطالعہ کے بعد اس نتیجہ پر پہونچا کہ مصنف موصوف نے اس کام کو انجام دیکر آج کے دور میں علم دوست حضرات پر احسانِ عظیم فرمایا ہے ان کی اس کاوش کو اگر اردو زبان کا انوکھا و نادر کارنامہ کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا اس سے مولانا کی علمی صلاحیت کا اندازہ معلوم ہوتا ہے کہ مولانا کو اس سلسلے میں کتنی معلومات ہوگی جس سے انہوں نے ایسا ذخیرہ جمع فرمایا جو طالبانِ علوم کیلئے بے حد مفید ہے اللہ تبارک وتعالٰی ان کی اس محنت کو قبول فرمائے۔ اور عمر میں برکت عطا فرمائے۔ (آمین)

ملنے کا پتہ

مکتبہ نوریہ رضویہ عقب آستانۂ عالیہ رضویہ برمکان مولانا منان رضا خاں سوداگران بریلی شریف

سہ ماہی مجلہ **نورِ بصیرت** میلسی

حضرت علامہ مولانا محمد حسن علی رضوی جماعتِ اہلسنت کے ممتاز اور بزرگ جید عالم دین ہیں، برصغیر میں علمی شان وشوکت کے ساتھ آپ کی کتابیں پڑھی جاتی ہیں مولانا موصوف حضور مفتیٔ اعظم قدس سرہٗ کے خلیفۂ مجاز اور محدثِ اعظم پاکستان علیہ الرحمۃ کے ارشد تلامذہ میں سے ہیں۔ آپ کی ادارت میں سہ ماہی "نورِ بصیرت" میلسی ضلع ملتان (پاکستان) سے بحسن وخوبی نکل رہا ہے، رنگ برنگ بزرگانِ دین اور اولیا کرام کے مقدس مزارات کے فوٹو سے مجلہ میں جان پیدا ہوگئی ہے، ہفت روزہ اخبار سائز پر ہے، اور مضامین بھی معیاری ہیں، کتابت وطباعت عمدہ ہے۔

جہان نما

اعلانات و اخبار ادارہ

حضرت جانشین مفتی اعظم مدظلہٗ

فقیہ اسلام حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خانصاحب ازہری مدظلہٗ نے شعبان میں ہرنیہ کا آپریشن کرایا اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے صحت یاب ہو کر وسط رمضان میں وطن بریلی شریف تشریف لائے۔ بریلی شریف میں رمضان اور نصف شوال کا مہینہ گذار کر سوراشٹر، بمبئی اور کرناٹک کے تبلیغی سفر پر تشریف لے گئے

رضا اکیڈمی بمبئی کو مبارکبادی

حضرت مولانا محمد سعید نوری کی جہد مسلسل اور بے لوث دینی خدمت، نیک نیتی رنگ لائی اور انہوں نے رضا اکیڈمی کے زیر اہتمام بخاری شریف طبع کرا کے جانشین مفتی اعظم مدظلہٗ کے دست مبارک سے رسم اجرار کرایا " ادارہ سنی دنیا، مولانا محمد سعید نوری کی اس عظیم کوشش کی کامیابی پر دلی مبارکباد پیش کرتا ہے!

قادری اکیڈمی کا نیا پتہ

قادری اکیڈمی محلہ شتر خانہ رامپور سے منتقل ہو کر اب دوسری جگہ آگیا ہے آپ حضرات اس پتہ پر رابطہ قائم کریں۔

مولانا محمد فاروق رضا رضوی منیجر قادری اکیڈمی مسجد پان دریبا والی قلعہ کے سامنے رامپور!

امام احمد رضا اور ان سے استفتاء کرنیوالے علماء مشائخ

اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کی شخصیت، ہمہ رنگ ہمہ جہت ہے ان کے سامنے اپنے زمانے کے اکابرین نے سر تسلیم خم کیا ہے اور انہوں نے اعلیحضرت سے اکتساب فیض کیا یہ جان کر بڑی مسرت ہوئی کہ مذکورہ عنوان سے مولینا عبد المالک رضوی سیتامڑھی متعلم الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور ایک تحقیقی مقالہ لکھ رہے ہیں!

ادارہ تحقیقات مفتی اعظم در قاری مسجد بریلی

حضرت علامہ مولانا محمد انور علی صاحب رضوی کی زیر نگرانی حضور مفتی اعظم قدس سرہٗ پر کام کرنے کیلئے ایک باقاعدہ ادارہ کا قیام عمل میں آیا ہے اور ادارہ کے زیر اہتمام ذیل کی کتابیں منظر عام پر آچکی ہیں۔ (۱) مناقب مفتی اعظم،

(۲) انتخاب نوری، (۳) مفتئ اعظم کے ماہ و سال،
(۴) شمع فروزاں، مناقب اعلیٰ حضرت
ضرورت مند حضرات ادارہ سے کتابیں طلب کریں!

نوری آفسیٹ پریس بریلی شریف

عصری تقاضوں اور حالات حاضرہ کے پیش نظر حضرت مولانا منان رضا خاں صاحب نے باقاعدہ نوری پریس قائم کیا۔
حضرت کے اس انقلابی اقدام پر ملک و بیرون ملک سے تحسین و مبارکباد کے پیغام موصول ہو رہے ہیں۔ جہاں پر دینی کتابیں، رسائل، پوسٹر، پمفلٹ اور ٹائیٹل وغیرہ کی عمدہ اور صاف ستھری طباعت ہوتی ہے۔
ضرورت مند حضرات رابطہ قائم کریں ان شاء اللہ حسب منشا وقت کی پابندی کے ساتھ کام کیا جائے گا۔

خطبات رضا

• خطبات کے میدان میں ایک اور شاندار جاندار کتاب کا اضافہ خاندان رضا کو جہاں دیگر علوم و فنون میں ملکہ حاصل ہے وہیں بیان و خطابت میں بھی بہترین کمال حاصل ہے۔ خاندان امام احمد رضا کے چشم و چراغ، خطیب اعظم، مبلغ افریقہ و ایشیا مولانا محمد توصیف رضا خاں صاحب بریلوی کی تقریروں کا مجموعہ، جن کی ولولہ انگیز تقریروں کی دھوم آج ملک ہی نہیں بلکہ بیرون ممالک میں بھی مچ رہی ہے۔ قرآن پاک کی مقدس آیات اور احادیث مبارکہ کی مستند روایات، عام فہم زبان، دلکش انداز بیان، مضامین دلنشیں مقفیٰ، مسجع عبارات سے مزین، بے نظیر اور انوکھی نرالی طرز کی کتاب ہے۔
عوام و خواص کے لئے یکساں مفید اور کارآمد ہے۔ آفسیٹ کی عمدہ کتابت، روشن طباعت۔ دیدہ زیب ٹائیٹل

ملنے کا پتہ
مکتبۃ المصطفیٰ
قادری مسجد گلی منیہاران بریلی شریف

تین طلاقوں کا شرعی حکم

دنیائے غیر مقلدیت میں زلزلہ پیدا کرنے والی جانشین مفتئ اعظم مدظلہ کی تصنیف بہت جلد منظر عام پر آنے والی ہے۔
اس کتاب میں غیر مقلد کی ذہنی اختراعات اور باطل مزعومات کی بھرپور نقاب کشائی کی گئی ہے، اور یہ ثابت کیا گیا ہے کہ اگر بیک وقت شوہر بیوی کو تین طلاق دے تو تینوں ہی واقع ہوں گی۔

ملنے کا پتہ
مکتبہ سنی دنیا سوداگران
بریلی شریف

محمد صلی علیہ وسلما ، نحن عباد محمد صلی علیہ وسلما

۷۸۶
۹۲

دہلی میں

اہلسنت کے تمناؤں کی تکمیل بشکل **دار العلوم معینیہ نوریہ**

جس کی بنیاد مفتی اعظم علامہ ازہری نے رکھی

وہ دار العلوم معینیہ نوریہ جو دہلی میں سنیوں کا محافظ و پاسبان ہے۔
وہ دار العلوم معینیہ نوریہ جو دہلی میں اہلسنت کی نمائندگی کرتا ہے۔
وہ دار العلوم معینیہ نوریہ جو ہندوستان کی راجدھانی میں سنیوں کا عظیم قلعہ ہے
وہ دار العلوم معینیہ نوریہ جو دہلی میں اہلسنت کی آبرو و لاج ہے۔
وہ دار العلوم معینیہ نوریہ جو دہلی میں سنیوں کے خوشنما خواب کی تعبیر ہے
وہ دار العلوم معینیہ نوریہ جو دہلی کو وہابیت کے غلبہ سے بچا رہا ہے۔
وہ دار العلوم معینیہ نوریہ جو اپنے طلبہ کے ذریعہ گھر گھر صلوٰۃ و سلام پھیلا رہا ہے
وہ دار العلوم معینیہ نوریہ جو آپکی توجہ کا سب سے زیادہ مستحق ہے۔
وہ دار العلوم معینیہ نوریہ جو تعلیم و تعمیر میں ترقی کے لئے آپ سے مدد مانگ رہا ہے
وہ دار العلوم معینیہ نوریہ جو بہت جلد ترقی پاتا جا رہا ہے

مفتی اعظم علامہ **ازہری میاں** کی سرپرستی میں چلنے والا دار العلوم وقت کی بہت بڑی ضرورت پوری کر رہا ہے اہل خیر و سرمایہ دار حضرات آپ بھرپور توجہ دیں اور ہر موقعہ سے اسکی مدد کر کے مغلوب وہابیت سرزمین دہلی میں مسلک اعلیٰحضرت زیادہ سے زیادہ پھیلائیں العارض محمد شرف عالم خان خادم طلبہ دار العلوم ہذا

ترسیل زر وخط وکتابت کا پتہ: دفتر دار العلوم معینیہ نوریہ، پوربی پرانا سیلم پور گلی نمبر ۴ دہلی ۵۳

بیادگار تاجدار اہلسنت مفتی اعظم ہند حضرت علامہ محمد مصطفےٰ رضا خاں صاحب علیہ الرحمہ

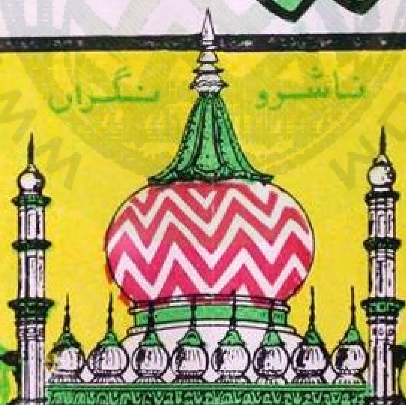


…نامہ

سنی دنیا

بریلی شریف

ناشر و نگراں



علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں صاحب ازہری قائم مقام مفتی اعظم ہند بریلی شر…

ماہنامہ

سنی دنیا

بریلی شریف

جلد ۱۰ شمارہ ۱۰۵

محرم الحرام ۱۴۱۲ھ اگست ۱۹۹۱ء

بیادگار
حضور مفتی اعظم تاجدار
اہلسنت حضرت علامہ
مولانا مصطفٰے رضا خاں
نوری، نور اللہ مرقدہٗ

بظل عاطفت
مفسر اعظم ہند
علامہ مولانا
محمد ابراہیم رضا خاں
جیلانی علیہ الرحمہ

مالک و نگراں
جانشین مفتی اعظم فقیہ اسلام
حضرت علامہ مولانا مفتی
محمد اختر رضا خاں صاحب
قبلہ مد ظلہٗ

زر اشتراک
فی شمارہ ———— ۶ روپے
سالانہ ———— ۶۰
غیر ممالک سے ———— ۳۰۰ ہندوستانی
رجسٹرڈ پوسٹ نمبر بی، آر ۱۵۷
رجسٹریشن نمبر REGD No. 117 (82) VOL 3

مقام اشاعت
۸۲ سوداگران رضا نگر بریلی شریف
مطبوعہ:۔ سائمہ آفسیٹ پریس
خواجہ قطب بریلی شریف
———— بریلی شریف
کتابت: محمد اختر رضا، بائسی پورنوی

خط و کتابت و ترسیل زر کا پتہ
ایڈیٹر
ماہنامہ سنی دنیا ————
۸۲ سوداگران رضا نگر
———— بریلی شریف
فون نمبر ———— ۷۲۱۶۶

ضروری اعلان ○ اس دائرے میں سرخ نشان نظر آئے تو سمجھ لیں کہ آپ کا زر تعاون ختم ہو چکا ہے۔ براہ کرم آئندہ کیلئے زر تعاون ارسال فرمائیں

مالک و نگراں و پبلیشر محمد اختر رضا خاں ازہری نے سائمہ آفسیٹ پریس خواجہ قطب بریلی سے طبع کرا کے دفتر سنی دنیا ۸۲ سوداگران بریلی سے شائع کیا۔

اشاریات

نئی وزارت، نئے کرشمے

اداریہ

محمد شہاب الدین رضوی انتری

آج ہندوستان کچھ ایسے اہم مسائل سے دوچار ہے جو اپنی ایک خاص
رکھتے ہیں، اب نئی وزارت کا قیام عمل میں آچکا ہے اور ہندوستان کی قیادت کی باگ ڈور
کانگریس نے اپنے ہاتھوں میں لے لی ہے۔ یہ وہی پارٹی ہے جس نے اسلامیان ہند
تشخص کو مٹنے کیلئے، ان کی عظمت و وقار کو مجروح کرنے کیلئے کیا کیا جتن نہ کئے، کانگریس
نے مسلم پرسنلا کے قانون کو توڑا۔ قرآن پاک پر پابندی لگانے کی ناکام سازش رچی،
عرصۂ دراز سے بابری مسجد کا مقفل تالا اسی نے کھولا، بھاگلپور میں مسلمانوں کی لاشوں پر
محل تعمیر کیا، مراد آباد کی عیدگاہ میں لاتعداد مسلمان شہید ہوا، وہ نالے جو پانی سے لبریز
وہ مسلمانوں کے بچوں، بزرگوں، عورتوں، جوانوں کی لاشوں اور خون سے بہنے لگے،
میں مسلمانوں پر مظالم کے پہاڑ ڈھائے گئے، ہندوستان کی جانبدار پولس اور پی اے
نے ان شمع حق کے پروانوں کے جلتے ہوئے شمع فروزاں کو بندوق کی گولیوں سے
بجھا دیا ہے

ایک ہنگامۂ محشر ہو تو اس کو بھولوں
سیکڑوں باتوں کا رہ رہ کر خیال آتا ہے

پی اے سی کی جانبداری سب کو معلوم ہے، فرقہ وارانہ فسادات میں اسکا ہاتھ ہمیشہ
رہتا ہے، ان سفاکانہ مظالم کو مسلمان کب تک برداشت کرتا رہتا، آواز اٹھی کہ اس فورس کو توڑ کر امن فو
تشکیل دی جائے، جس میں مسلمانوں کی نمائندگی بھی شامل ہو۔ اگر پی اے سی میں مسلمانوں کو شامل
جائے تو کوئی بات نہیں کہ یہ فسادات رک جائیں، کیونکہ مسلمان فسادی نہیں، وہ امن و شانتی کا خواہاں ہے
بابری مسجد کا معاملہ اٹھا اس مسئلہ کو ملک ہندوستان کے دشمنوں نے رام جنم بھومی
تبدیل کردیا، رام کا نعرہ لگانے والے محب وطن ہرگز نہیں ہو سکتے، یہ دشمن عناصر چاہتے ہیں کہ یہ خوب
ہندوستان کئی ٹکڑوں میں تقسیم ہو جائے۔ ہمارا ہندوستان جمہوریت پسند ہے، اس میں جمہوری اقدار رکھ

حفاظت کی جاتی ہے مگر جب وزارت کا عملہ ہی فرقہ پرست ہو جائے تو کیا ہوگا ملک تباہ و برباد ہو جائے گا، منافرت کی لہر ہر آدمی کے دل میں بس جائیگی،، میں اپنے قارئین کو کانگریس کی چال بازیوں سے باخبر کرنا چاہتا ہوں آپ کو یاد ہوگا کہ مسلمانوں نے احتجاج کیا کہ عبادت گاہوں کی ۱۹۴۷ء والی حالت برقرار رکھی جائے کانگریس نے دیکھا کہ کرسی مسلمانوں کے ووٹ سے ہی مل سکتی ہے ان کے مطالبات مان لو جب وزارت کی کرسی حاصل ہو جائے تو بعد میں دیکھا جائے گا، فوراً راجیو گاندھی نے اعلان کر دیا کہ اگر ہماری پارٹی اقتدار میں آئی تو ہم عبادت گاہوں کی وہی حالت رکھیں گے جو ۱۹۴۷ء میں تھی، اور ایکتا فورس کی تشکیل دیں گے، مسلمانو اب تو کانگریس اقتدار میں آگئی اس سے مطالبہ کرو کہ ہمارے مطالبات کو عملی جامہ پہنایا جائے اور اپنے کئے ہوئے وعدے کو پورا کرے!

یوپی وہ پہلی جگہ ہے جہاں ہر پارٹی نے اپنی حکومت بنائی ہے، اس مرتبہ بی جے پی نے اکثریت حاصل کر کے اقتدار کی ہوس پوری کی ہے، کابینہ کی تشکیل سے قبل یہ عزائم مندر بن کر ہی رہے گا۔۔۔ مگر حکومت بننے کے بعد وزیر اعلیٰ نے بیان دیا اور بابری مسجد کے مسئلہ پر اب از سر نو گفت و شنید ہوگی۔ اور سب سے زیادہ مسلمان محفوظ رہیں گے،، بی جے پی نے ایسا گرم دودھ پیا ہے جو نہ اگلنے کا اور نہ نگلنے کا، یہ بات تو ظاہر ہے کہ کوئی بھی حکومت سازی کر کے بابری مسجد جہاں ہے صبح قیامت تک وہیں رہے گی، یہ تو ایک چال بازی ہے اور رام کے نام پر ووٹ حاصل کر کے اقتدار میں آنے کا اچھا طریقہ ہے۔ بی جے پی کچھ ایسے مسائل لا کر کھڑا کر دیگی جس سے ہندوؤں کا ذہن مندر سے ہٹ کر دوسری طرف چلا جائیگا اور مسئلہ بابری مسجد جوں کا توں رہیگا، اور آئندہ الیکشن تک اس کو اٹھا رکھا جائیگا یہ سب کچھ اس لئے ہوگا کہ دوبارہ اقتدار کی کرسی اس مسئلہ سے مل سکتی ہے، اور ہاں یہ بات ضرور ہے کہ اندرونِ خانہ مسلمانوں کے خلاف سازشیں رچی جائینگی، دیکھنا یہ ہے کیا انقلاب برپا ہوتا ہے، یہ نئی وزارت کیا کیا گل کھلاتی ہے اور کیا نئے نئے کرشمے دکھاتی ہے۔

مسلمانو! تمہیں آزمائش اور مصائب و آلام سے گزرنا ہے، اے اسلامیانِ ہند تم نے ہندوستان کی آرائش اور زیب و زینت میں جو خونِ جگر پیش کیا ہے، یہ ایسے انمٹ نقوش ہیں جو ارضِ ہند رہتی دنیا تک فراموش نہیں کر سکتی، تمہیں عزت و آبرو کی زندگی چاہیئے، تہذیب و تمدن کی حفاظت، ایمان و عقیدے کی بقا کیلئے صرف خاموشی سے کام نہیں ہوگا بلکہ سر سے کفن باندھنے کی ضرورت ہے، میدانِ عمل میں سرگرم رہو انشاء اللہ کامیابی تمہارے قدم چومے گی ؎

حالات تو یک پل میں بدل جائینگے خلد
نکلوں گا کفن باندھ کے جس روز میں سر سے

ضیائے قرآن

حضرت مفسر اعظم رحمۃ اللہ علیہ

ادارہ



وَمَا انزلنا علی قومہ من بعدہ من جند من السماء وما کنا منزلین۔

یعنی ہم نے حبیب کے پیچھے آسمان سے کوئی لشکر نہ بھیجا۔ اور نہیں ہم بھیجنے والے ہیں۔ یعنی ہم کافروں کو اس لائق نہیں پاتے تھے کہ ان پر فرشتے اتارتے تاکہ فرشتے انہیں مارتے اور جو فرشتے جنگ حنین میں اترے تو وہ اترے بڑائی اور بزرگی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے

(موضح القرآن)

یحسرۃ علی العباد۔ ما یاتیھم من رسول الا کانوا بہ یستھزءون۔

اے افسوس ان بندوں پر جو نہ آیا کوئی پیغمبر جو انہوں نے اس سے ٹھٹھا ہی کیا۔

یعنی جتنے نبی آئے سب سے مسخری اور مزاح ہی کیا

(تفسیر موضح القرآن)

ہائے افسوس اور حسرت روز قیامت ان بندوں پر جو عباد محمد نہ بنے۔ اگر بنتے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مزاج اور توہین نہ کرتے، تو ہائے افسوس ان بندگان خدا پر جو مشرک نہ تھے لیکن منافق ضرور تھے۔ وہ عباد اللہ تو بنے مگر عباد محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہ بنے۔ جیسے عبداللہ بن ابی۔ کہ عبداللہ تو بنا۔ نام بھی عبداللہ ہے۔ مگر عباد محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہ بنا۔ دوزخ میں گیا۔

یہ آیت ضد ہے۔ اس آیت کی۔ واللہ رءوف بالعباد اس کا ترجمہ مع تشریح شائع ہو چکی ہے۔ تو اللہ رؤف ہے کن بندوں پر؟ تو اپنے بندوں پر رؤف ہے۔ تو اس کے بندے

تو کافر بھی ہیں، دوزخی بھی، معذب بھی۔ تو الف لام عبد کیلئے ہے۔ تو اللہ نے اپنے محبوب کا نام رکھا ہے۔ رؤف و رحیم تو نبی رؤف ہیں اپنے بندوں پر۔ اپنے غلاموں پر۔ تو مخاطب ہے یٰعبادی کا کہ مقولہ ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا۔ تو اللہ رؤف ہے ان ہی عباد پر جو عباد الرسول ہیں۔ محروم ہیں اس سے ان کے لئے ہے۔ یحسرۃً علی العباد اے افسوس ان عباد اللہ پر جو عبداللہ بن ابی کی طرح کہ عبداللہ تو ہے مگر عباد محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہیں۔

عبد کبھی متقابل ہوتا ہے رب کے۔ وہ رب کیلئے مخصوص ہے۔ اور کبھی بمعنی غلام بندہ آتا ہے۔ ملک یمین کے ہیں۔ اسوقت مقابل ہوتا ہے سید و مولے کے۔ ہم عبد اللہ کے کہ اللہ ہمارا رب ہے۔ اور معبود ہے۔ اس معنی میں ہم کسی کے عبد نہیں۔ اور ہمارا سید اور مولے رب کا محبوب ہے۔ وہ سید مولے ضرور ہے۔ مگر رب نہیں ہم سب ملک یمین ہیں۔ بندے اور غلام ہیں۔

لھم من فوقھم ظلل من النار ومن تحتھم ظلل ذلک یخوف اللہ بہ عبادہ یٰعباد فاتقون

اور یہ اس واسطے ہے سایہ بان آگ کا۔ اور ان کے نیچے آگ ہی چھا رہی ہے۔ اے بندو (اللہ کے صرف) ڈرو مجھ سے۔ اے میرے بندو باادب رہو۔ (میرے ڈر

بغیر محمد رسول اللہ کے لا الہ الا اللہ کام نہ
گا۔ اسی طرح بغیر غلامی محمد رسول اللہ کے (صلی اللہ
سلم) بندگی اللہ کی کام نہ دیگی۔ اس کو اپنا ذکر
ہے۔ مگر بندگان رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لبوں
ابو جہل کے لبوں سے نہیں۔ عبد اللہ ابن ابی کے لبوں
یں۔ تو اللہ تو ڈراتا ہے۔ اور با ادب رہنے کو فرماتا ہے
سورہ حجرات سے معلوم ہوا ہے۔ تو اللہ ڈراتا ہے۔
دوں کو کہ اے منافقو! تم لاکھ عبد اللہ بنو۔ تمہاری
ممکن، جب تک عباد محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہ بنو۔
اللہ (بن ابی) کو دوزخ کا عذاب ہے اور آگ
بان۔ جو بندۂ رحمۃ للعالمین نہ ہوا۔ اگر رحمۃ للعالمین
یں ہوتا تو آگ کا سائبان نہ ہوتا۔ تو اللہ تعالے
ایسی بندگی اللہ سے ڈراتا ہے۔ یعباد فاتقون
کے بندے ہو تو اللہ کے محبوب کا ادب کرو۔ اس
سے سرکشی ہرگز نہ کرو۔ عبد اللہ (بن ابی) نہ بنو۔ یخوف
بادہ۔ بلکہ بندگی محبوب کے توسل سے بندۂ خدا بنو
اللہ عبادہ۔ یعباد فاتقون۔ اور خوف دلاتا ہے
نے بندوں کو۔ اے بندو مجھ سے ڈرو۔ یعنی میرے
کی توہین نہ کرو۔ اور انکی نعت و توصیف مت چھپاؤ
اللہ سے ڈرتا ہے یعنی گناہ نہیں کرتا تو اس سے بلائیں
یں۔ جیسے اولیاء اللہ کہ ہر دم ذکر اور شکر کرتے ہیں اور
نہیں کرتے اور اس کے بعد بھی ہر دم اپنے آپ کو
رسیاہ کار جانتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت دستخط یوں کیا
تھے۔ "عبدہ المذنب احمد رضا"
ف اللہ عبادہ۔ یعباد فاتقون۔ اگر چہ اولیاء اللہ
یں ذنوب سے۔ لیکن پھر بھی اپنے آپ کو گناہگار
یں۔ اور ڈرتے ہیں خدائے تعالےٰ سے اور اس
رکر شفاعت رحمۃ للعالمین کی پناہ میں آتے ہیں۔

وہ ہر دم نعت و درود شریف پڑھتے ہیں۔ اور خوف خدا سے با ادب رہتے ہیں۔

کر کے تمہارے گناہ، مانگیں گے تمہاری پناہ
تم کہو دامن میں آ، تم پہ کروروں درود

ے
جو رحاکم سے چھپا کرتے ہیں یاں اس کے خلاف
تیرے دامن میں چھپے چور انوکھا تیرا

تو اللہ کی بارگاہ، ڈر اور خوف کی بارگاہ ہے تو اللہ کی بندگی بغیر محمد رسول کی غلامی سے اللہ اکبر۔ خوف کا مقام ہے اور اس کے محبوب کی شفاعت اور رحمت۔ اللہ کے محبوب کی وجاہت و شفاعت بالمحبۃ امید و رجاء کا مقام ہے۔ اعلیٰ حضرت لکھتے ہیں ؎

خوف نہ کر رضا ذرا تو تو ہے عبد مصطفےٰ
تیرے لئے امان ہے، تیرے لئے امان ہے

واتبعوا احسن ما انزل الیکم من ربکم من قبل ان یاتیکم العذاب بغتۃ وانتم لا تشعرون

اور پیروی کرو اور تابعداری کرو (اور نکتہ چینی نہ کرو اس تابعداری میں) بہت اچھی جو تمہاری طرف اتارا ہے تمہارے پروردگار نے اس کے پہلے کہ تمہیں اچانک آجائے عذاب، خدا اور تم نہ مانو۔

یہاں پر ایک نکتہ واضح ہے کہ رب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پوجو۔ رب ابلیس کو مت پوجو۔ معبود۔ رب تو سب کا وہی ہے۔ مگر ایک نسبت اور اضافت بھی تو ضرور ہوتی ہے۔

تو رب ابلیس قہار ہے جبار ہے۔ منتقم ہے۔ اس کے غضب و قہر کا کوئی انتہا نہیں۔ ویخوف اللہ عبادہ یعباد فاتقون۔ اور ڈراتا ہے اللہ اپنے بندوں کو۔

ہے جہاد بالسیف کے۔ اور معروف کی تعریف یہ لکھی ہے حضرت شیخ محقق نے۔ امرے کنند بمشروع کہ شناختہ شدہ است وجود آں در دین۔

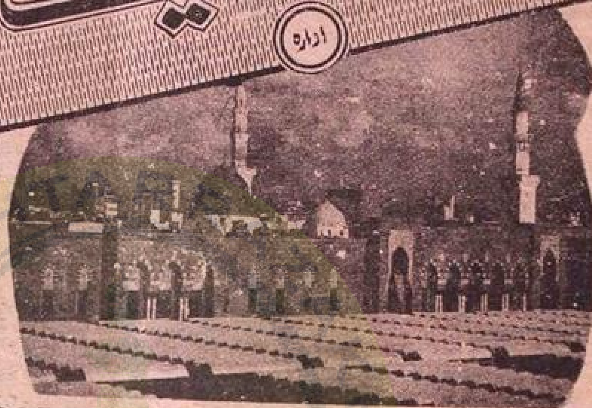
یہ تعریف وہی ہے جو ہم کرتے آرہے ہیں شروع ہے۔ کہ ہمارا دین جو معروف ہے مشہور ہے وہی جسکو دیکھتے آرہے ہیں مثلاً فاتحہ اور میلاد شریف اور استمداد از اولیاء اللہ۔ کہ یہ سب معروف ہے۔ نامعروف نہیں اور منکر جسکا انکار ہے۔

اور ہمارا پالا پڑا ہے جاہلوں سے لاعلموں سے جن کو قرآن نے کہا ہے لا یعقلون۔ نہ یہ لغت کو جانے پہچانے۔ تو معروف کو منکر کہہ رہا ہے یہ مصداق ہے۔

لا یعرف معروفاً ولا ینکر منکراً۔

بہار حدیث

ادارہ



عن عبد الرحمن بن العلاء الحضرمی (کہ تابعین یمن است) قال حدثنی من سمع النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول انہ سیکون فی اخر ھذہ الامة قوم لھم مثل اجر اولھم یامرون بالمعروف وینھون عن المنکر ویقاتلون اھل الفتن۔

(رواھما البیھقی فی دلائل النبوة)

اور فرمایا عبد الرحمن حضرمی نے۔ انہوں نے فرمایا کہ حدیث بیان کی ہے مجھ سے اس نے کہ انہوں نے سنا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے۔ ایک گروہ میری امت کے آخر میں ہوگا۔ اس کے واسطے اجر ایسا ہوگا جیسا کہ اول امت والوں کا اجر ہے۔ یعنی صحابہ کا اجر و ثواب۔ معروف کا حکم کرینگے اور روکینگے امر نامشروع سے۔ اور قتال کرینگے اہل فتن سے۔

اور حدیث میں ہے کہ اہل فتن کا رد کرنا قائم مقام

وعن معاویة رضی اللہ عنہ قال سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول لا یزال امتی امة قائمة بامر اللہ لا یضرھم من خذلھم ولا من خالفھم حتی یاتی امر اللہ وھم علی ذلک متفق علیہ۔

اور روایت ہے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے کہ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ نے (صلی اللہ علیہ وسلم) فرمایا میں نے خود سنا (حضور صلی اللہ علیہ وسلم) سے کہ ہمیشہ رہے گا ایک گروہ ایسا کہ برپا کریگا امر دین کو اور شریعت کو (جیسا وہ ہے) اور نہیں نقصان پہنچائیگا ایسے شخص کو اپنا تعاون نہ دینا اور اس کی مخالفت کرنا اور اس کو رسوا کرنا۔ یہاں تک کہ قیامت قائم ہو اور وہ گروہ اپنے اسی حال پر رہے۔

داڑھی منڈانا چھوڑ دے

داڑھی مُنڈانا چھوڑ دے

خلیفۂ اعلیٰحضرت مداح الحبیب مولانا جمیل الرحمٰن رضوی رحمۃ اللہ علیہ

اے مرے بھائی ذرا داڑھی مُنڈانا چھوڑ دے
شرم کر بہرِ خدا داڑھی مُنڈانا چھوڑ دے

ہیں بظاہر بال لیکن نور ہے اسلام کا
شکل نورانی بنا داڑھی مُنڈانا چھوڑ دے

شکل سے بیزار ہیں تیری خدا و مصطفےٰ ﷺ
اُن کو راضی کر ذرا داڑھی مُنڈانا چھوڑ دے

تیری صورت دیکھ کر شیطاں کو ہوتی ہے خوشی
اور وہ دشمن ہے ترا داڑھی مُنڈانا چھوڑ دے

اپنی چوٹی بھی کسی ہندو نے کاٹی ہے بتا؟
تو نے کیوں ایسا کیا داڑھی مُنڈانا چھوڑ دے

آل و اصحابِ نبی نے بھی کبھی ایسا کیا؟
تو ہے کیوں اُن سے جُدا داڑھی مُنڈانا چھوڑ دے

کیا عجب ہے عورتوں پر بھی پڑے اس کا اثر
وہ بھی دیں سر کو مُنڈا داڑھی مُنڈانا چھوڑ دے

مرد پیدا ہو کے تو بالکل مخنث بن گیا
یہ غضب کیسا کیا داڑھی مُنڈانا چھوڑ دے

داڑھی کترانا چڑھانا مونڈنا سب ہے حرام
مان حکمِ مصطفےٰ ﷺ داڑھی مُنڈانا چھوڑ دے

فرض ہے بھائی پہ دے بھائی کو راہِ حق بتا
اس لئے میں نے کہا داڑھی مُنڈانا چھوڑ دے

ہو جمیلِ قادری کی التجا یا رب قبول
اُمتِ خیر الورٰی داڑھی مُنڈانا چھوڑ دے

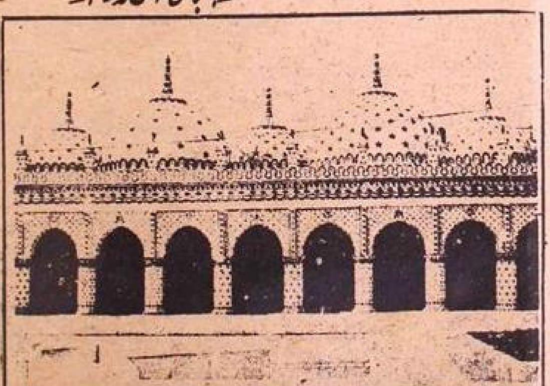
وعن ابی مسعود رضی اللہ عنہ قال جاء رجل الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کیف تقول فی رجلٍ احب قوماً ولم یلحق بھم فقال المرءُ مع من احبّ۔ متفق علیہ۔

روایت ہے ابن مسعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے کہ فرمایا ابن مسعود (رضی اللہ عنہ) نے ایک شخص آیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اور پوچھا کہ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا کہتے ہیں اس شخص کے بارے میں آپ، اس نے محبوب رکھا کسی قوم کو۔ اور اس قوم کو نہیں دیکھا۔ یا من حیث العمل اس قوم سے نہیں ملا۔ تو فرمایا رسول خدا صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے المرءُ مع من اَحَبَّ کہ آدمی یوم قیامت اس قوم کے ساتھ ہے کہ جس کو محبوب رکھتا ہے۔

تو محبت نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور محبت بزرگان قوم اولیاء اللہ سے ذریعہ نجات ہے۔ جیسا کہ مذکور ہے نفحات الانس میں۔ کہ ایک شخص کا حساب کتاب ہوگا لیکن وہ نکلے گا حساب و کتاب سے دوزخی۔ تو اللہ تعالےٰ فرمائے گا۔ تو میرے ان کے اعتبار سے بالکل جہنمی ہے تو ہمارے کسی ولی کو، دوست جانتا ہے؟ وہ جواب دے گا نہیں۔ تو حق تعالےٰ فرمائے گا۔ فلاں شخص کو تو جانتا ہے جو تیرے مکان کے متصل رہا کرتا تھا۔ وہ میرا ولی ہے۔ وہ میرا دوست ہے تو اس کو جانتا ہے، تو بولے گا وہ شخص۔ ہاں میں تو اس کو جانتا ہوں۔ تو حق تعالےٰ فرمائے گا۔ تو میں نے اسی کی معرفت سے تیرے اوپر یہ احسان کیا کہ میں نے تیری بخشش کر دی۔

سبحان اللہ اس کے دوست کی محبت تو کجا صرف اس قدر کہ معرفت، جاننا، پہچاننا بھی ذریعہ نجات ہوا کرتا ہے۔

—: باقی آئندہ :—



کلامِ رضا

از امام احمد رضا خان فاضلِ بریلوی قدس سرہٗ

یا شہیدِ کربلا یا دافعِ کرب و بلا
گلرخا شہزادۂ گلگوں قبا امداد کن

اے حسین اے مصطفیٰ را راحتِ جاں نورِ عین
راحتِ جاں نورِ عینم دہ بیا امداد کن

اے ز حسنِ خلق و حسنِ خلقِ احمد نسخہ
سینہ تا پا شکلِ محبوبِ خدا امداد کن

جانِ حسن ایمانِ حسن و ایکانِ حسن ایشانِ حسن
اے جمالت لمعِ شمعِ من رأی امداد کن

جانِ زہرا و شہیدِ زہر از دردِ ظہیر
زہرت از بارِ تسلیم و رضا امداد کن

اے بواقع بیکسانِ دہر را زیبا کسے
وے بظاہر بیکسِ دشتِ جفا امداد کن

اے گلویت گہ لبانِ مصطفیٰ را بوسہ گاہ
گہ لبِ تیغِ لعیں را حسرتا امداد کن

اے تنِ تو کہ سوارِ شہسوارِ عرش ناز
گہ چناں پامالِ خیلِ اشقیا امداد کن

اے دل و جانہا فدائے تشنہ کامیہائے تو
اے لبت شرحِ رضینا بالقضا امداد کن

اے کہ سوزت خانمانِ آبرا آتش زدے
گر نبودے گریۂ ارض و سما امداد کن

اے چہ بحر و تفتگی کوثر لب و ایں تشنگی
خاک بر فرقِ فرات از لب مرا امداد کن

ابرِ گوہر گر بہار دنہر گوہر گر مریز
خود لبت تسلیم و فیضت حبذا امداد کن

نعت شریف

کلام حضرت مفتی اعظم ہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ

تیری آمد ہے موت آئی ہے
جانِ عیسیٰ تیری دہائی ہے
کیوں وطن اپنا چھوڑ آئی ہے
کیوں سفر کی مصیبت اٹھائی ہے
سیکڑوں آفتوں میں پھنسنے کو
کیوں بدن میں یہ جان آئی ہے
اُن کے جلوے ہیں مری آنکھوں میں
اچھی ساعت سے موت آئی ہے
تم کو دیکھا تو دم میں دم آیا
آپ آئے کہ جان آئی ہے
مر رہا تھا تم آئے جی اُٹھا
موت کیا آئی جان آئی ہے
اب تو آؤ کہ دم لبوں پر ہے
چہرے پہ مردنی بھی چھائی ہے
آیئے وقت ہے یہ آنے کا
دیکھ لیں سب کی جاں پھر آئی ہے
زندگی میں نے پائی مر مر کے
میں نے جی جی کے موت پائی ہے
زندگی کیا تھی جس میں موت آتی
زندگی بعدِ مرگ پائی ہے
واہ کیا بات آپ کی نوریؔ
کیا ہی اچھی غزل سنائی ہے

نعت شریف

کلام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ

چشمِ دل چاہے جو انوار سے ربط
رکھے خاکِ درِ دلدار سے ربط
ان کی رحمت کا طلبگار سے میل
ان کی رحمت کا گنہگار سے ربط
دشتِ طیبہ کی جو دیکھ آئیں بہار
ہو عنادل کو نہ گلزار سے ربط
یا خدا دل نہ ملے دنیا سے
نہ ہو آئینہ کو زنگار سے ربط
دلِ نجدی میں ہو کیوں حُبِ حضور
ظلمتوں کو نہیں انوار سے ربط
خاکِ طیبہ کی اگر مل جائے
آپ صحت کرے بیمار سے ربط
ان کے دامانِ گہر بار کو ہے
کاسۂ دستِ طلبگار سے ربط
عمر یوں اُن کی گلی میں گذرے
ذرہ ذرہ سے بڑھے پیار سے ربط
سرِ شوریدہ کو ہو در سے میل
کمرِ خستہ کو دیوار سے ربط
اے حسنؔ خیر ہے کیا کرتے ہو
یار کو چھوڑ کر اغیار سے ربط

بَابُ الاستفتاء

مفتی اعظم علامہ اختر رضا خاں ازہری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مندرجہ ذیل مسئلوں میں۔

(۱) امام صاحب کو مرگی کا دورہ پڑتا ہے اکثر نماز میں بھی دورہ پڑا چند شخصوں کے اعتراض پر کہ ان کے پیچھے نماز درست نہیں ہے۔

مصلیان مسجد میں اختلاف ہو گیا ہے۔ اب دریافت یہ کرنا ہے کہ امام موصوف کے پیچھے نماز درست ہے۔؟

(۲) کیا اولیائے ملت کی تصویر گھروں میں دوکانوں میں عریاں رکھنا، اس پر پھول کی مالائیں چڑھانا جائز ہے؟

فقط والسلام منور حسین خاں محلہ دریبہ مکان ۲۲۱/۱ سید اوصاف نبی روڈ مین پوری یوپی

الجواب (۱) جس نماز میں دورہ پڑے وہ نماز نہ ہو گی اور اگر اکثر انہیں دورہ پڑتا ہو تو انہیں امام نہ بنایا جائے۔ وھو تعالٰی اعلم۔

(۲) حرام ہے بدکام ہے بدانجام ہے۔ حدیث میں ہے ان اشد الناس عذابا عند اللہ المصورون اللہ کے حکم میں سب سے زیادہ عذاب جاندار کی تصویر بنانے والوں پر رہیگا اور اس حرام کو ذریعہ وصول سمجھ کر اسکی وہ تعظیم کرنا اشد حرام ہے جس سے توبہ لازم ہے اور تجدید ایمان بھی کر لیں۔ وھو تعالٰی اعلم۔

---

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسائل ذیل میں کہ زکوٰۃ کا پیسہ کن کن چیزوں پر خرچ نہیں کیا جا سکتا (۲) زکوٰۃ کن کن لوگوں کو نہیں دی جا سکتی ہے (۳) لگان زمین پر سرکاری ٹیکس، سیچ آبپاشی کو مجرا کر کے عشر کی رقم واجب ہے یا بغیر مجرا کے

(۴) عشر کی رقم ادا کرنے کے بعد جو غلہ کاشتکار کو بچتا ہے اس پر زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں۔

(۵) سائل نے ۸۱ء میں ایک ہزار روپیہ بچایا اس پر ۲۵ روپیہ زکوٰۃ ادا کیا اور ۹۷۵ روپیہ بند کر کے رکھ دیا اب پھر ۸۲ء میں اپنی محنت سے اس ایک ہزار روپیہ پر زکوٰۃ دینا ہے یا اس پار سال کی زکوٰۃ ادا کی ہوئی رقم کو شامل کر کے زکوٰۃ ادا کرنا ہے مفصل طریقے سے جواب سے اطلاع فرمائیں۔

المستفتی۔ حاجی نواب محمد شمس الحسن خانصاحب شیر پور کلاں، سنہری مسجد ضلع پیلی بھیت

الجواب (۱) :- مسجد و مدرسہ یا میت کے کفن یا میت کے قرض، یا غلام کی قیمت میں زکوٰۃ، فطرہ صدقات واجبہ کا روپیہ خرچ کرنا جائز نہیں کہ اس کا مصرف فقیر و مسکین ہے اور ان امور میں خرچ کرنا چاہیں تو حیلہ یہ ہے کہ فقیر مسلم کو دے کر مالک بنا دیں پھر وہ اپنی خوشی سے کسی کام کے لئے دیدے۔ مراقی الفلاح میں ہے وکفن میت وقضاء دینہ وثمن قن یعتق اسی کے تحت طحطاوی میں ہے قال فی الدر نقلا عن حیل الاشباہ وحیلۃ التکفین بھا ان یتصدق ثم ھو یکفن فیکون الثواب لھما و

وکذا فی التعمیر المساجد الخ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) کافر مسلم مالک نصاب یا قیمت نصاب (جو کہ حوائج اصلیہ اور دین سے فاضل ہو) غنی کا بچہ نابالغ لڑکا ہو یا لڑکی بنو ہاشم اور ان کے موالی اور زکوٰۃ دہندہ کے ماں باپ دادا، دادی، نانا، نانی جملہ اصول اور اس کے بیٹے، بیٹی پوتے پوتی، نواسے، نواسی جملہ فروع اور اسکی زوجہ اس کا غلام مکاتب اس کا غلام معتق البعض ان لوگوں کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں اور دیگا تو ادا نہ ہوگی مراقی الفلاح میں ہے۔ ولا یصح دفعھا الکافر وغنی مملك نصابا او ما یساوی قیمتہ من ای مال کان فاضل عن حوائج اصلیہ وطفل غنی وھی ھاشم ومو الدھم واصل المزکی وفرعہ وزوجتہ و مملوکہ ومکاتب ومعتق بعضہ طحطاوی میں ہے قولہ (وطفل غنی) ذکرا کان أو انثیٰ لانہ بعد غنیا بغنی ابیہ والمراد بالطفل الذی لم یبلغ بخلاف ولدہ الکبیر ولو زمنا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) بغیر لجراحیٔ، واللہ تعالیٰ اعلم

(۴) نہیں، واللہ تعالیٰ اعلم

(۵) ملا کر زکوٰۃ ادا کرے مگر جب کہ اس ایک ہزار پر سال نہ گذرا تھا اور اس نے سال گذرنے سے پہلے ہی زکوٰۃ ادا کر دی تو سال گذشتہ کی رقم کو ملانا ضرور نہیں کہ اسکی زکوٰۃ ادا ہو چکی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین وشرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

(۱) پاکستانی کپڑا شلوار سوٹ وکرتہ زنگین کپڑے کا جو مرد اس وقت انڈیا میں بھی پہننا شروع کر دیا ہے اس کا پہننا جائز ہے یا نہیں اور اس کپڑے کو پہن کر نماز ہوگی یا نہیں۔

(۲) ایک بہن کی پوتی اور ایک بہن کا لڑکا اس سے نکاح جائز ہے یا نہیں۔

(۳) زید اپنے بھائی کی شادی اپنے ساڑھو کے لڑکی سے کرنا چاہتا ہے۔ کیا شریعت مطہرہ اسکی اجازت دیتی ہے۔

(۴) ہندہ کی شادی زید کے ساتھ ہوگئی تھی تین بچوں کے پیدا ہونے کے بعد ہندہ خالد کے ساتھ فرار ہوگئی چند دنوں کے بعد خالد ہندہ کو لے کر پھر اس کے مکان پر آ گیا، زید نے چند دنوں ہندہ کو اپنے مکان میں رکھا چند دنوں کے بعد زید نے ہندہ کو مار کر بھگا دیا ہندہ اپنے میکہ آگئی زید نے ہندہ کو میکے آکر تین طلاق دیدیا۔ ہندہ اپنے میکہ رہتی رہی ہندہ کے رشتہ داروں کے بھائیوں نے ہندہ کی شادی کی بات چیت بکر کے ساتھ کر دی، وقت مقررہ پر قاضی صاحب کو بلوایا، قاضی صاحب نے جب تمامی حاضرین سے پوچھا کہ ہندہ کی مدت پوری ہو چکی ہے، ہندہ کے بھائی اور تمام رشتہ داروں نے شہادت دی کہ ہاں پوری ہوگئی اب ایسے شخص کے یہاں کھانا پینا کیسا ہے۔

(۵) عمر کا قول ہے کہ اوجھڑی اور بٹ کھانا مکروہ ہے اور عثمان کا قول ہے حرام ہے ان دو شخصوں میں سے کن کا قول صحیح ہے جواب سے سرفراز فرمائیں عین کرم ہوگا۔

المستفتی :۔ محمد نسیم الدین خانصاحب، مقام گنگٹی

الجواب :۔ (۱) جائز ہے مگر گہرے سرخ رنگ سے بچنا چاہئے۔ اور نماز بھی انہیں پہن کر پڑھنا جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) جائز ہے جب کہ دونوں ایک دوسرے کے رضاعی رشتہ سے محرم نہ ہوں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) ہاں بشرط مذکور۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۴) اگر انہوں نے سچی گواہی دی تو ان پر کیا الزام اور ان کے یہاں کھانا پینا کیوں منع ہوگا۔

بصورت دیگر وہ ضرور ملزم ہیں اور ان سے میل جول حرام ہے جب تک توبہ صحیحہ نہ کرلیں واللہ تعالیٰ اعلم

(۵) اوجھڑی کھانا مکروہ تحریمی اسے حرام کہنا بھی صحیح ہے اور بٹ حلال ہے واللہ تعالیٰ اعلم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ مندرجہ ذیل میں کہ ٹائی لگانا اور اس کو لگا کر نماز پڑھنا اور اس لباس میں نکاح پڑھنا پڑھانا عند الشرع کیسا ہے، نیز پینٹ شرٹ وغیرہ انگریزی وضع کے لباس پہننا اور ان کا سینا تیار کرنا کیسا ہے براہ کرم دلائل شرعیہ مستندہ سے آگاہ فرمائیں، بینوا توجروا

سائل:- صدر الدین وضیاء الدین عبد المعید
محلہ مدنپورہ، بنارس

الجواب:- ٹائی باندھنا حرام بدکام بدانجام ہے بلکہ حضور مفتی اعظم علیہ الرحمہ کو بارہا سنا کہ فرماتے تھے کہ یہ ٹائی انگریزوں کا شعار مذہبی ہے اور پھانسی کا پھندہ ہے (جسے عیسائی اپنے فاسد عقیدہ کہ معاذ اللہ عیسیٰ علیہ السلام کو یہودیوں نے پھانسی دی) کی بنا پر اپنے گلے میں ڈالتے ہیں۔ فرماتے تھے یہ قرآن کا رد ہے کہ قرآن کا ارشاد ہے کہ۔ ما قتلوہ وما صلبوہ الآیہ اور نصرانیوں کا وہ عقیدہ اور اسکی بنا پر یہ ٹائی باندھنا قرآن کی تکذیب ہے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ نظر بر آں ٹائی باندھنا کفر ہے۔ اور اس صورت میں نماز فاسد اور نکاح باطل ہوگا یہ حکم اس وقت ہے جب کہ جان بوجھ کر ٹائی باندھے اور انگریزی وضع کے کپڑے پہننا سخت مذموم ہے اور ان کا سینا بھی سخت شنیع تبیین شرح کنز میں ہے۔

ولو انکانا امرہ انسان ان یتخذ لہ خفا علی زی المجوس او الفسقۃ او خیاطا امرہ انسان ان یخیط ثوبا علی زی الفساق یکرہ لہ ان یفعل ذلک لان ھذا السبب فی التشبہ بالمجوس والفسقۃ واللہ تعالیٰ اعلم

علمائے دین مفتیان شرع متین کیا فرماتے ہیں اس مسئلہ کے بارے میں کہ سرے سے دنبہ کے سینگ نہیں نکلے ہیں جسکی عمر ایک سال سے زائد ہے قربانی ہوسکتی ہے یا نہیں جواب عنایت فرمائیں عین نوازش ہوگی۔

المستفتی۔ محمد یعقوب، بریلی شریف۔

الجواب:- اگر اس کے سینگ نکلے ہی نہیں ہیں تو اسکی قربانی جائز ہے۔ کنز میں ہے۔ ویضحی بالجماء۔ تبیین میں ہے۔ وھی التی لا قرن لھا لان القرن لا یتعلق بہ مقصود یونہی اگر سینگ ٹوٹ گئے ہوں تو بھی حکم ہے۔ اسی میں ہے وکذا مکسورۃ القرن لما قلنا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

فقیر محمد اختر رضا خاں ازہری
قادری غفرلہ

اعلیٰحضرت

ایک جامع صفات شخصیت

مولانا
کوثر نیازی
سابق وفاقی وزیر
حکومت پاکستان

جامع صفات شخصیات تو بہت گزری ہیں مگر انصاف کی بات یہ ہے کہ جب ایک غیر جانبدار مبصر کم سے کم برصغیر پاک و ہند کو دیکھتا ہے تو اتنی جامع صفات شخصیت جیسے حضرت شاہ احمد رضا خاں کی ہے، اور دوسری کوئی نظر نہیں آتی۔ کون سا علم تھا جس میں ان کو دسترس نہ تھی وہ علم قرآن ہو علم حدیث ہو علم فقہ ہو علم تفسیر ہو، علم ہندسہ ہو علم ریاضیات ہو علم مناظرہ ہو علم فلسفہ ہو جس میں انہیں عبور حاصل نہ ہو۔ وہ بیک وقت سیاست داں بھی تھے، فقیہ بھی متکلم بھی تھے مفسر بھی، مفکر بھی تھے، ادیب بھی، خطیب بھی تھے۔ محدث بھی اور جس جس میدان میں انھوں نے قدم رکھا اس میدان میں جو انھوں نے پرچم گاڑھ دیئے وہ آج تک لہرا رہے ہیں۔

سیاست میں ہم دو قومی نظریئے کو علامہ اقبال اور قائد اعظم محمد علی جناح سے منسوب کرتے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ ہندو اور مسلمانوں کے ایک قوم ہونے کی مخالفت و تردید جس شد و مد سے امام احمد رضا خاں نے کی وہ کسی اور نے نہیں کی۔ یہ دونوں حضرات بھی اس معاملے میں ان کے مقتدی ہیں انکے راہنما نہیں۔

تحریک ترک موالات، تحریک ہجرت، تحریک خلافت اور ایک اور بحث کہ ہندوستان دار الاسلام ہے یا دار الحرب ان سارے موضوعات پر جو امام احمد رضا کا نقطۂ نظر تھا ہر چند کہ آج بھی اس پر گرد اڑائی جا رہی ہے لیکن علمی سیاست کے تقاضوں سے جس قدر ہم آہنگ اور دینی اقدار کی ترجمانی سے جس قدر نزدیک اور حقیقت پر مبنی ان کا موقف ہے کسی اور کا نہیں تحریک ترک موالات میں جب قائدین کانگریس نے یہ صدا دی کہ انگریز کے ساتھ ہر قسم کا تعلق ختم تو انھوں نے کہا کہ صرف انگریز سے ہی کیوں ہندو سے کیوں نہیں؟ ہر مشرک اور تمام کافر کے بارے میں ترک موالات کا وہی حکم ہے جو انگریز کے بارے میں ہے۔ پھر ہندو کے ساتھ مل کر انگریز کے خلاف یہ تحریک چلانا گاندھی کی آندھی میں گرفتار ہونے کے مترادف تھا۔ اعلیٰ حضرت نے جو اس سلسلے میں سیاسی بصیرت کا مظاہرہ کیا وہ حقیقتاً مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے عین مطابق تھا اور اس سے بچانے کے لئے جو نقطۂ نظر آپ نے اختیار کیا اس کے لئے کسی اور کی ہمت نہیں پڑی۔ مجھے معلوم ہے کہ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وہ انگریزوں کے حامی تھے۔ لیکن انگریز سے آپ کو اتنی نفرت تھی کہ اپنے فتوے میں انگریز کی کچہری میں جانا حرام قرار دیا اور جب مقدمہ قائم ہوا تو وہ کبھی انگریز کی کچہری میں نہ گیا ہو اس لئے کہ انگریز کی کچہری میں جانا اس کے نزدیک حکم الٰہی کے قوانین کے خلاف تھا۔ اور جس نے خط لکھا اور لفافے پر ٹکٹ جس پر ملکہ اور انگریز بادشاہ کی تصویر تھی ہمیشہ الٹا لگایا تاکہ اس کا سر نیچا نظر آئے اور جس نے اپنی وفات سے دو گھنٹے قبل یہ وصیت کی کہ اس گھر میں جہاں کاغذ کے انبار ہیں جتنے ڈاک میں آئے ہوئے وہ خطوط اور لفافے ہیں جس پر ملکہ یا بادشاہ کی تصویر ثبت ہو یا جتنے روپے اور سکے ہوں جن پر ان کی تصویر ہو وہ سب نکال دیئے جائیں تاکہ فرشتہ ہائے رحمت کو آنے میں دشواری نہ ہو۔ ان کے بارے میں یہ کہنا کہ وہ انگریزوں کے حامی تھے یہ ایسی بات ہے کہ کوئی منکسر المزاج اس کو قبول نہیں کر سکتا۔

اگرچہ لوگ نہیں جانتے کہ دو قومی نظریئے کو عام کرنے میں اور پاکستان کی وہ بنیاد جس پر یہ محل استوار ہے اس کو قائم کرنے میں جو خدمات امام احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمہ نے انجام دیں وہ کسی اور نے نہ دیں۔

شہرت اگرچہ آپ کو فقیہ ہونے کی حیثیت سے ہے اور فقیہ بھی آپ کس پائے کے تھے کہ فتاوی رضویہ جو بارہ جلدوں میں موجود ہے اگر آج اسے جدید تصانیف کے طور طریقوں کے مطابق جمع کیا جائے جیسے کہ آجکل کے مصنفین مولفین اور اہل قلم کی کتابیں چھپتیں ہیں تو میں کہتا ہوں کہ کم سے کم ۵۰ سے ۷۵ کے درمیان جلدیں ان کے فتاویٰ سے تیار ہو سکتی ہیں اور اس بات کی ضرورت ہے کہ وہ فتاویٰ عام ہوں۔ آج اسلامی نظریاتی کونسل کو یہ دشواری درپیش ہے کہ مسائل کیسے حل ہوں اور جو واقعی یہ چاہتا ہے کہ پاکستان کو اسلامی قوانین کی بنیاد پر ایک اسلامی مملکت میں ڈھال دیا جائے تو اس کے لئے تنہا فتاویٰ رضویہ

ہی کافی ہے۔

دیوبندی مکتبِ فکر کے ایک مشہور عالم دین مفتی محمد شفیع دیوبندی کہنے لگے کہ جب مولانا احمد رضا خاں صاحب کی وفات ہوئی تو مولانا اشرف علی تھانوی کو کسی نے آکر اطلاع دی تو انھوں نے بے اختیار ہاتھ دعا کے لئے اٹھالئے۔ جب وہ دُعا کر چکے تو حاضرینِ مجلس میں سے کسی نے پوچھا کہ وہ تو آپ کو عمر بھر کافر کہتے رہے اور آپ ان کے لئے دعا کر رہے ہیں۔ تو کہا یہی بات سمجھنے کی ہے کہ مولانا احمد رضا خاں نے ہم پر کفر کے فتوے اس لئے لگائے کہ ان کی نظر میں ہم نے توہینِ رسول کی۔ اگر وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم نے توہینِ رسول کی ہے اور پھر یہ سمجھتے ہوئے بھی ہم پر کفر کے فتوے نہ لگائیں تو وہ خود کافر ہو جائیں۔

ان کے فتاویٰ میں جو شدت تھی اس کا سبب عشقِ رسول ہی تھا۔ ملتِ اسلامیہ کو اگر متحد کیا جاسکتا ہے تو صرف عشقِ رسول کی بنیاد پر کیا جاسکتا ہے۔ کوششیں کامیاب اس لئے نہیں ہوتیں کہ پلیٹ فارم مختلف ہیں۔ اسٹیج دوسرے ہیں، عشقِ رسول کے اسٹیج سے آیئے اور ملتِ اسلامیہ کو متحد کیجئے۔ اعلیٰ حضرت کا پیغام فساد نہ تھا، اتحاد تھا، نفاق نہ تھا بلکہ اتفاق تھا۔

فقیہ ہونے سے بھی زیادہ عام آدمی تک آپ کی شہرت شاعری کے حوالے سے ہوئی۔ آپ کی نعت گوئی ایک ایسا سکہ رائج الوقت تھا کہ ہر شخص اس سے مستفیض ہو رہا ہے۔ آپ کا وہ سلام۔

مصطفےٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

آپ کو علم ہوگا کہ میں شاعری کا ایک طالب علم ہوں، مذہبیات پر بھی میری نظر ہے اور عربی، اُردو، فارسی کے جو نعتیہ ذخائر ہیں وہ بھی میں نے دیکھے ہیں۔ میں اگر یہ کہوں کہ یہ سلام اُردو زبان کا قصیدہ بُردہ ہے تو اس میں کوئی مبالغہ نہیں، پوری اُردو زبان کی نعتیہ شاعری ایک طرف اور اُردو زبان کی تمام شاعری فن کے اعتبار سے ایک طرف اور یہ سلام ایک طرف اور پھر جو قافیہ، جو علم، جو زبان، جو سوز و گداز اس سلام کے اندر ہیں آج تک کسی زبان کی شاعری میں موجود نہیں، ایک ایک شعر کی اگر شرح لکھی جائے تو کتابوں کی ایک بڑی تعداد تیار ہو جائے مجھے افسوس ہے کہ اہلِ قلم نے اس جانب توجہ نہیں دی ورنہ تنہا ایک ایک شعر پر کتابیں لکھی جاسکتی ہیں۔ اس کی تشریح میں آپ نے قرآن کے، حدیث کے اور سیرت کے ایسے اسرار ایسے معارف اور ایسے حقائق بیان کئے ہیں کہ جن کی شرح پر دفتر کے دفتر قائم ہو جائیں۔

ایک شعر پڑھتا ہوں، میں دعوے سے کہتا ہوں کہ آپ نے کسی زبان کی شاعری میں سرکار کے ریشِ مبارک کی تعریف نہ سُنی ہوگی اور سُنی ہوگی تو یوں نہ سُنی ہوگی۔ جیسے مولانا احمد رضا خاں علیہ الرحمہ نے کی ہے۔

تصوّر کیجئے ایک نہر ہے اس کے ارد گرد سبزہ اُگا ہوا ہے اس سبزے کی وجہ سے نہر کا حسن بڑھ گیا ہے اب نہر کس کو کہا، سرکار کے دہنِ مبارک کو نہر عربی زبان میں دریا کو کہتے ہیں اور آپ کے دہنِ مبارک کو نہرِ رحمت قرار دیا جو رحمت کا دریا ہے اور جو اس دہنِ اقدس سے معجون ہے کہ اگر گالیاں بھی یہ شخصیت سنتی ہے تو اس دہنِ اقدس سے دعائیں نکلتی ہیں، یہ دہنِ اقدس ایک ایسی نہرِ رحمت ہے کہ جس نے سفرِ طائف میں پتھر کھائے، سر سے خون بہا اور پھر دعا کے لئے ہاتھ اٹھا دیئے کہ "اے اللہ میری قوم کو ہدایت دے کہ یہ مجھے جانتے نہیں کہ میں کون ہوں اور یہ کہ میں کیا پیغام لے کر آیا ہوں۔"

اب آپ شعر سُنیں، فرمایا۔

خط کی گردِ دہن وہ دل آرا پھبن
سبزۂ نہرِ رحمت پہ لاکھوں سلام

ایک ایک شعر ایسا ہے کہ بلحاظِ فن کے، بلحاظِ شعر و سخن کے، بالحاظِ معارف و سیرت کے منفرد مقام رکھتا ہے اور دوسرے نعتیہ شاعری اور قصائد سے ایک امتیازی مقام یہ بھی حاصل ہے کہ اعلیٰ حضرت اس سلام میں بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح سرائی کرنے کے ساتھ آپ کے اہلِ بیت کی آپ کی ازواجِ مطہرات کی آپ کے صحابہ کرام کی آپ کے اولیاء کرام کی اور خصوصاً حضرت غوث الاعظم کی جو کہ امام اولیاء ہیں کی بھی مدح سرائی فرمائی۔ پھر جو حرفِ مطلب زبان سے کہا ہے اپنی ذات کے لئے [illegible] ملت کے لئے ہے پوری اُمت کے لئے ہے ورنہ جس شاعر [illegible] بھی ہے بعد میں اس نے حرفِ مطلب صرف اپنی ذات کے لئے کہا ہے۔ مگر یہ ان کا خاص وصف ہے۔ کہتے ہیں کہ

ایک میرا ہی رحمت پہ دعویٰ نہیں
شاہ کی ساری اُمت پہ لاکھوں سلام

آخر میں مقطع قابلِ توجہ ہے کہ اس سلام کی غرض و غایت کیا ہے۔ فرماتے ہیں۔ میں کیا چاہتا ہوں اور اس نعت اور سلام لکھنے سے میری کیا غرض ہے۔ میں تو صرف یہ چاہتا ہوں کہ قیامت کے دن جب سب آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر سلام بھیج رہے ہوں گے اور قدسی ملائکہ جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت پر معمور ہوں گے وہ مجھے آواز دے کر کہیں کہ اے احمد رضا وہ سلام سناؤ "مصطفےٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام" تو میری مزدوری وصول ہو جائے گی۔

مجھ سے خدمت کے قدسی کہیں ہاں رضاؔ
مصطفےٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

اگر امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کو صرف بحیثیت نعت گو شاعر دیکھا جائے تو آپ تنہا اس اعتبار سے بھی عظمت اتنی بلند ہے کہ کوئی اردو زبان کا شاعر ان کی گرد کو بھی نہیں پہنچ سکتا۔ اور اگر فن کے لحاظ سے بھی دیکھیں تو اردو شاعری میں ان کا جواب نہیں۔ عجیب بات ہے کہ میر انیس کو ایک فرقے نے محدود کر لیا ورنہ اردو زبان کے جیسے وہ شاعر ہیں ویسے شاعر آپ کو نہ ملیں گے۔ امام احمد رضا کو بھی ایک فرقے میں محدود کیا گیا۔ حالانکہ نہ تو وہ فرقہ ہے اور نہ کوئی گروہ ہے وہ تو ایک مسلک ہے اور وہ مسلک عشق رسول کا مسلک ہے اور اگر صرف فن کے لحاظ ہی سے لیا جائے تو وہ کوا ز سا شاعری کا مشکل سے مشکل فن ہے جن پر ان کو عبور نہ ہو۔ شاعری میں ایک فن ہے جس میں ایسے الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں کہ جنھیں ادا کرتے وقت ہونٹ ملنے نہ پائیں اور اعلیٰ حضرت نے اس فن میں بھی شاعری فرمائی وہ لکھتے ہیں ؎

سیّد کونین سلطان جہاں ظلِ یزداں شاہِ دیں عرش آستاں

پوری نعت پڑھ جایئے لیکن آپ کے ہونٹ ملنے نہیں پائیں گے۔

لیکن کہیں تصنع نہیں کہیں بناوٹ نہیں وہی سادگی ہے۔ سب سے مشکل فن اگر شاعری میں ہے تو وہ نعت گوئی ہے اس لئے کہ اس میں ایک طرف تو محبت دامن گیر ہوتی ہے اور دوسری طرف شریعت مصطفےٰ ہوتی ہے نعت گوئی کے ہر شعر میں یہ مسئلہ درپیش ہے کہ ایک طرف محبت ہے اور ایک طرف شریعت ہے اور ان دونوں کو باہم دیگر اس طرح آمیزش کرنا کہ محبت بھی ہے اور شریعت کے تقاضے بھی پورے ہوں۔ اگر فقط شریعت کے تقاضے پورے ہوں تو شاعری نہ رہے بلکہ وہ تقریر بن جائے۔ اور اگر صرف محبت کے تقاضے پورے ہوں تو پھر شریعت مجروح ہو جائے ان دونوں کو باہم دیگر ایک آمیز بنا کے شاعری میں پیش کرنا یہ اعلیٰ حضرت کا کمال تھا۔

اعلیٰ حضرت کی نعتیہ شاعری حقیقت یہ ہے کہ ساری اردو زبان کے ماتھے کا جھومر ہے۔ آپ کو آباد و زندہ رکھنے کے لئے فقط یہی نعتیہ شاعری کافی ہے اور اگر آپ نے یہ کہا تو غلط نہیں کہا کہ ؎

ملکِ سخن کی شاہی تم کو رضا مسلّم
جس سمت آگئے ہو سکّے بٹھا دیئے ہیں

گانے باجے کا اثر

:- محمد جمیل اختر برکاتی پورنوی :-

گانے باجے کے اثرات جاننے کے لئے مندرجہ ذیل حدیث پاک کو غور سے پڑھئے اور عبرت حاصل کیجئے۔

امام بیہقی نے حضرت جابر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گانے سے دل میں نفاق اگتا ہے جس طرح پانی سے کھیتی اگتی ہے۔

بہار شریعت جلد نمبر ۱۶

(ہم کس طرح اپنے کو محفوظ کریں)

گانے باجے کی لعنت اس قدر عام ہو گئی ہے کہ اس سے بچنا ایک دیندار کے لئے سخت دشوار ہو گیا ہے۔ اپنے گھر میں بھی سکون ملنا مشکل نظر آرہا ہے۔ پاس پڑوس سے ریڈیو کی آواز یا کسی تقریب کے موقع پر صبح سے شام تک بھیجا چاٹے جا رہے ہیں۔ دماغ خراب ہوا جا رہا ہے لیکن فیشن مسلمانوں کو کوئی احساس قبر یا میدان حشر کا نہیں ہے۔

(گانے باجے کی محفلیں)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس طرح مستقبل کی خبریں دی ہیں اور اپنی امت کو اس کے تباہ کن اثرات سے ہوشیار رہنے کا نظریہ دیا ہے۔ یہ بھی رحمت للعٰلمین کا روح پرور نظارہ ہے۔ چنانچہ آپ دیکھیں کہ موجودہ دور میں گانے باجے کی محفلیں جس انداز میں منعقد ہو رہی ہیں اس سے جو نقصانات ملت اسلامیہ کو پہونچ رہے ہیں وہ خون کے آنسو رلا دینے کو کافی ہیں۔ مگر یہاں کا عالم ہی نرالا ہے۔ جو حق بات کہے اکثریت مخالف نظر آنے لگتی ہے

بیادِ رضا

تحریر: شکیل اوج لیکچرار وفاقی اردو کالج ــ پاکستان

دنیا کا عجب رنگ ہے۔ اس میں کتنی لوگ آندھی کی طرح آئے، بگولے کی طرح چھائے اور بلبلے کی طرح بیٹھ گئے۔

مٹے نامیوں کے نشاں کیسے کیسے
زمیں کھا گئی آسماں کیسے کیسے

کسی کی مدت شہرت حیاتِ فانی پر محیط۔ کسی کا قصۂ تشہیر موت و وصال پر ختم، کسی کی عمرِ بزرگی بہت مختصر، کسی کی نیک نامی قصۂ پارینہ ـــ مگر ہاں! کچھ ایسے بھی ہیں، جن کی حرمت، شہرت، رفعت، شوکت، عظمت، سطوت سب لافانی و جاودانی ہے ـــ احمد رضا کے وصال کو برسہا برس گزر گئے مگر ان کی توقیر، تشہیر بدستور ہے بلکہ پہلے سے بہت زیادہ

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے!
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

جہاں کسی مخدوم کا تذکرہ، کسی ممدوح کا چرچا ہوا۔ اقبال کا یہ شعر مزدور پڑھا گیا۔ ستم بالائے ستم! ہر مخدوم اس کی تشریح، ہر ممدوح اس کی تفسیر بنا۔ نتیجۃً شعر کی ارزانی ہوئی۔ لوگوں نے مستحق شعر کو بھی کسی کا بزرگ اور معظم سمجھ لیا اور یوں حقدار کو استحقاق سے محروم رکھا ـــ جب میں نے یہ شعر پڑھا تو احمد رضا کا تصور ذہن میں ابھرا، جب احمد رضا کو پڑھا تب اس شعر کا مفہوم ذہن میں اترا۔ میں شعر کو احمد رضا سے اور احمد رضا کو شعر سے، ایک لمحے کیلئے بھی الگ نہ کر سکا ـــ شاید اس لئے کہ حقدار کو اب اس کا حق مل چکا تھا۔

دنیائے تنوع میں متنوع علوم و فنون ہیں۔ کوئی کسی علم کا عالم، کوئی کسی فن کا ماہر، عام صاحبانِ علم و فن ایک دوسرے کے قدر دان، ایک دوسرے کے محتاج، ایک دوسرے کے ممدوح ـــ یہ صاحبانِ کسب کا حال ہے ـــ جو صاحبانِ وہب ہیں، ان کی بات دیگر ہے۔ ان کی دنیا الگ ہے۔ وہ جملہ علوم و فنون کے اسپیشلسٹ اور اپنی ذات میں تنہا انجمن ہیں، سب ان کے قدرداں، سب ان کے محتاج، سب ان کے مداح ـــ یہ حقیقت مجھ پر تب آشکارا ہوئی، جب میں نے احمد رضا کا مطالعہ کیا، اسے قرآن کی زبان میں "علم لدنی" کہا گیا ہے ـــ سچ تو یہ ہے کہ اس لفظ کا مفہوم مجھے جس تعجب خیز اور حیرت انگیز شخصیت نے سمجھایا وہ احمد رضا کی ذات ہے، اب حال یہ ہے کہ میں اس لفظ کو احمد رضا کے حوالے سے اور احمد رضا کو اس لفظ کے حوالے سے جانتا ہوں۔

احمد رضا بریلی کے تھے۔ اسی مناسبت سے بریلوی کہلائے۔ ہندوستان، پاکستان کے بیشتر علماء، فضلاء، بریلوی کہلاتے ہیں۔ حالانکہ وہ بریلی کے نہیں لیکن ان کی نسبت احمد رضا کی فکر و نظر اور ارادت سے ہے۔ اسلئے بریلوی کہلاتے ہیں۔ اس نسبت کو کسی فرقہ پر محمول کر لینا، لاعلمی، ناسمجھی، کم مائیگی، بے بضاعتی، کج بحثی اور رضا دشمنی ہے۔

دنیا نے احمد رضا کو "اعلیٰحضرت" کہا۔ حاسدوں کو برا لگا۔ بات ذہن و دل سے نکلی، لوگ زبان پر آگئی ـــ اعتراض یہ تھا، صرف حضرت کیا ہوتا "اعلیٰحضرت" کیوں کہا؟ محبوں نے ہر چند سمجھایا، لیکن کچھ نہ سنا۔ مخالفت کا ایک طوفان کھڑا کر دیا۔ اس لقب کی آڑ میں احمد رضا کو نہ جانے کیا کچھ کہا۔ غرض دشنام و اتہام کا ایک دفتر کھول دیا۔

"اعلیٰحضرت اور قائد اعظم" ـــ یہ ہم معنی و مترادف القاب ہیں مگر ستم دیکھئے "اعلیٰحضرت" کے پردے میں احمد رضا کو برا کہنے والے "قائد اعظم" کے پردے میں محمد علی جناح کو برا نہ کہہ سکے۔

احمد رضا کا نام سنتے ہی تاریخ ہندوستان نگاہوں کے سامنے آجاتی ہے ـــ اللہ اللہ! احمد رضا ایک طرف ـــ دنیا جہاں کے فتنے دوسری طرف ـــ ان سے لڑائی، نبرد آزمائی، ان سے مقابلہ، ان سے جھگڑا، بڑے دل گردے کا کام تھا۔ بڑے حوصلے کی بات تھی۔

دشمنوں کا جمگھٹا، تنہا تھا وہ مردِ خدا

احمد رضا، تمام عمر قلم و قرطاس سے جنگ کرتے رہے۔ کتنوں کو شکستِ فاش دی۔ کتنوں سے ہتھیار ڈلوائے، کتنوں کو گرفتار کیا اور حبِ جاہ و دنیا کی قید سے نکال کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زلفوں کا اسیر بنا دیا۔ چند ایک نہیں سینکڑوں کتابیں لکھ دیں۔ جو سب انتخاب بلکہ حسنِ انتخاب ہیں اور باوجود اس کے ستائش کی تمنا اور صلہ کی پرواہ سے قطعی بے نیاز، اپنے علم و ہنر پر غرور نہ اپنی تحقیق پر ناز، شہرت و تشہیر سے کوسوں میل دور ہمہ وقت معروفِ تگ و تاز ـــ

سچ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے:۔

ان اللّٰہ تعالٰی یبعث لھذہ الامۃ علی راس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا

بے شک اللہ تعالیٰ ہر صدی کے شروع میں اس اُمّت کے لئے ایسے لوگ اٹھاتا رہے گا جو اس کے لئے اس کے دین کو تازہ کریں گے (سنن ابو داؤد)

احمد رضا عالم اسلام کی وہ مظلوم شخصیت ہے، جو اپنے اور غیر دونوں کے ظلم کا شکار رہی، بیگانوں کے ظلم کا شکار کون نہیں ہوتا؟ ـــــ مگر رونا اپنوں کے ظلم کا ہے ـــــ اپنوں نے احمد رضا کا تعارف ایسا نہ کرایا، جو وقت اور زمانے کا تقاضا تھا ـــــ احمد رضا پچپن۵۵ سے زائد علوم و فنون کے ماہر تھے اور ان میں سے کئی ایک کے موجد بھی۔ وہ جن جن علوم کے علامہ تھے۔ علمائے عام تو کجا، علمائے عام بھی ان کی ابجد سے واقف نہ تھے۔ اِلّا ماشاء اللہ ـــــ

ڈاکٹر سر ضیاء الدین مرحوم کے نام سے ایک دنیا واقف ہے، مرحوم، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے وائس چانسلر تھے۔ ریاضی میں بڑا درک اور کمال تھا، ایشیا کے بلند پایہ ریاضی دانوں میں شمار تھا۔ ریاضی میں اس قدر تبحر کے باوصف مرحوم خود کو احمد رضا کا شاگرد سمجھتے تھے ـــــ یہ ایک مثال ہے۔ بقیہ علوم و فنون میں بھی احمد رضا کی حیثیت استادانہ تھی۔ سچ کہا ہے ؎

جس سمت آگئے ہو سکے بٹھا دیئے ہیں

منقبت

خواب میں آکر دکھاؤ ہمکو بھی لے جاں کبھی
کون سی دُنیا بسائی تم نے دنیا چھوڑ کر
ایک تم دُنیا میں رہ کر تارکِ دنیا رہے
رہ کے دنیا میں دکھائے کوئی دُنیا چھوڑ کر
اس کا اے شاہِ زمن سارا زمانہ ہوگیا
جو تمھارا ہوگیا سارا زمانہ چھوڑ کر
رہنمائے راہِ جنت ہے ترا نقشِ قدم
راہِ جنت طے نہ ہوگی تیرا رستہ چھوڑ کر
مثل گردوں سایۂ دستِ کرم ہے آج بھی
کون کہتا ہے گئے وہ بے سہارا چھوڑ کر

از: جانشین مفتیٔ اعظم محمد اختر رضا خاں صاحب ازہری



خطباتِ رضا سے چند اقتباسات

حضور مفتی اعظم ایک عاشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

از: حضرت مولینا محمد توصیف رضا خاں، صدر آل انڈیا سنی جمعیۃ العوام بریلی

دنیا کی ہر چیز فانی ہے

صرف ایک ذات واجب الوجود ہے کہ جو باقی ہے جس کو کبھی فنا نہیں۔ قرآن کریم اس بات پر شاہد عادل ہے۔

کل من علیھا فان ویبقیٰ وجہ ربک ذو الجلال والاکرام۔

آج ہم اور آپ دیکھ رہے ہیں کہ ہمارے درمیان سے حضور سیدی مفتی اعظم رضی اللہ تعالٰے عنہ کا سایہ اٹھ گیا۔ ساری دنیائے سنیت سوگوار ہے۔ جتنے متعلقین ومتوسلین، مریدین ومعتقدین ہیں سبھی پر غم والم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا ہے۔ جمعرات کی رات اہلسنت وجماعت کیلئے ایک غم انگیز رات بن کر رہ گئی۔ حضور سیدی مفتی اعظم علیہ الرحمہ کے فضل وکمال، علم وتقویٰ سے کون واقف نہیں ہے اپنے تو اپنے پرائے بھی اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ حضور مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ اپنے معاصرین میں بے مثل و بے مثال ہیں۔

سرکار مفتی اعظم علیہ الرحمہ کی ولادتِ باسعادت کی خبر آپ کے والد مکرم مجدد دین وملت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رضی اللہ تعالٰے عنہ کو مارہرہ مطہرہ میں ہوئی۔ آپ نے اپنے پیر ومرشد سیدی حضرت نوری میاں علیہ الرحمہ کو فرزند ارجمند کی ولادت کی خوشخبری پیش کی۔ حضرت نوری میاں علیہ الرحمہ نے اپنی زبان فیض ترجمان سے ارشاد فرمایا کہ۔ مولانا آپ کے یہاں جس بچے کی ولادت ہوئی ہے وہ بچہ بہت مبارک ہے۔ اسکی ذات سے علوم ومعارف کے بے شمار دریا بہیں گے۔ میں انشاء اللہ بریلی آکر اس بچہ کی زیارت کروں گا۔ اور میں اس بچے کا نام ابوالبرکات محی الدین جیلانی رکھتا ہوں۔

چنانچہ ۶ ماہ بعد حضور نوری میاں صاحب قبلہ بریلی تشریف لائے تو سیدی اعلیٰ حضرت نے اپنے اس ہونہار بچے کو حضرت کی گود میں ڈال دیا اور عرض کیا کہ حضور اپنے اس غلام کو بھی اپنی غلامی مرحمت فرمادیں

حضرت نوری میاں علیہ الرحمہ نے اس وقت حضرت مفتی اعظم کو ۶ ماہ کی عمر میں اپنی خلافت ونیابت سے

لا الہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین ۱۳۹۸ھ

لوازہ۔ اور تمام سلاسلِ مبارکہ کی اجازت مرحمت فرمائی اور طرح طرح کی دعاؤں سے بہرہ ور فرمایا۔

ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔

یہ بات بھی حدِ تواتر کو پہنچی ہوئی ہے اور ثقہ راویوں سے مروی ہوتی ہوئی چلی آئی ہے کہ حضرت نوری میاں علیہ الرحمہ نے اپنی انگلیاں حضور مفتیٔ اعظم کے منہ میں ڈال دیں۔

اللہ اکبر۔

خدا جانے ان انگشت ہائے مبارکہ کا کیا اثر ہوا کہ حضور مفتیٔ اعظم کے سینۂ مبارکہ میں علوم و معارف کا سمندر موجزن ہوگیا۔ اور یہ کس انگشتہائے مبارکہ کا فیض تھا۔ تو مجھے کہنے دو یہ اسی انگشت ہائے مبارکہ کا فیض تھا جسکی جانب میرے مرشد برحق حضور سیدی اعلیٰ حضرت نے اشارہ فرمایا ہے۔

انگلیاں ہیں فیض پر ٹوٹے ہیں پیاسے جھوم کر
ندیاں پنجاب رحمت کی ہیں جاری واہ واہ

معزز قارئین! معجزہ و کرامت کا فرق ملاحظہ فرمائیے۔

معجزہ وہ ہے جو نبی و رسول کے دست مبارک سے ظاہر ہو اور کرامت وہ ہے کہ جو اللہ کے کسی ولی کے ہاتھ سے ظاہر ہو

ایک وہ موقع تھا کہ صحابۂ کرام پانی کے بغیر جاں بہ لب تھے، ان کے جانور پیاس سے پریشان، وضو کرنے تک کو پانی میسر نہیں۔ رسولِ معظم مختار دو عالم سے عرض کیا گیا۔ رسول مختار نے جب اپنے جاں نثاروں کا یہ حال ملاحظہ فرمایا تو اپنا دست مبارک اور پنجابِ رحمت ایک برتن میں ڈال دیا۔ دست مبارک کی انگلیوں کی گھاٹیوں سے پانی کے چشمے جاری ہوگئے اور پانی کی ایسی فراوانی ہوگئی کہ تمام صحابۂ کرام نے خوب شکم سیر ہو کر پیا۔ اپنے اپنے جانوروں کو پلایا۔ اپنے اپنے مشکیزے بھر لئے۔ صحابۂ کرام کا بیان ہے کہ ہم سب پندرہ سو تھے قسم خدا کی پندرہ ہزار ہوتے تو سب کو کافی ہو جاتا۔

بس اب میں یہیں پر آپ کے ذہن کو دعوت فکر دوں گا۔ وہ تو سرکار کونین کے دست نبوت تھے جن سے اس عظیم معجزے کا ظہور ہوا۔ صحابہ فیض یاب ہوئے، جانور سیراب ہوئے۔ تمام برتن لبریز ہوئے۔

محترم قارئین وہی معجزہ کرامت بن کر حضور نوری رحمۃ اللہ علیہ کے دست پاک سے ظاہر ہوا ہے۔

آج نوری میاں کی باکرامت انگلیاں ہیں اور مفتیٔ اعظم کا ہاتھ ہے۔ آج نوری میاں کا بافیض دست پاک ہے اور مفتیٔ اعظم کا دہن پاک ہے۔ آج نوری میاں باعطا دست رحمت ہے اور مفتیٔ اعظم کے لب مبارک ہیں۔ آج نوری میاں کا باسخا دست سخاوت ہے اور مفتیٔ اعظم کا فم پاک ہے کہ نوری میاں علیہ الرحمہ کی انگلیوں کی گھاٹیوں سے علم و عرفاں کے چشمے ابل رہے ہیں جو مفتیٔ اعظم کے سینے کو فیض یاب کر رہے ہیں

سخاوت و ولایت کے دریا بہہ رہے ہیں۔ شجاعت کے سمندر پھوٹ رہے ہیں۔ جود و عطا کے آبشار نکل رہے ہیں۔ مہمان نوازی کے بحرِ ذخار نکل رہے ہیں، درس و تدریس

افتار وفتویٰ، وعظ ونصیحت، اصلاح ودریافت کی نہریں بہہ رہی ہیں۔ واہ واہ میرے سرکار مفتیٔ اعظم آپ کے جود وسخا کے قربان۔ آپ کے علم وعرفاں کے صدقے آپکی چوکھٹ پر اپنے تو اپنے اگر غیر بھی آرہے ہیں تو دریائے فیض میں نہاتے چلے جارہے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ آج آپ عالم کی نگاہ سے پوشیدہ ہوگئے ہیں۔ دنیا کی نظروں سے چھپ گئے ہیں۔ مگر قسم خدا کی آج بھی آپ کا فیضان وکرم اسی انداز سے جاری اور ساری ہے۔ آنے والے آرہے ہیں اور مرادیں پا رہے ہیں۔ حاضر ہونے والے حاضر ہو رہے ہیں۔ اور فیض پا رہے ہیں۔ جو جسکی طبیعت چاہتی ہے مانگتا چلا آرہا ہے۔

طالب علم کو علم عطا ہو رہا ہے، طالب صحت کو صحت عطا ہو رہی ہے، بلا وجہ کے مقدموں سے چھٹکارا مل رہا ہے بدحال خوش حال ہو رہے ہیں۔ ایک عام انسان کو مومن و مسلمان کو زہد وتقویٰ کی وہ دولت مل رہی ہے کہ دنیا اسے متقی وپرہیزگار کہہ رہی ہے۔ سرکار مفتیٔ اعظم کے یہاں پڑھایا بھی جاتا ہے اور پلایا بھی جاتا ہے۔

قارئین حضرات! پڑھانے اور پلانے میں ایک عظیم فرق ہے۔ پڑھانا اور ہے پلانا اور ہے۔ پڑھایا کتابوں سے جاتا ہے اور پلایا نظروں سے جاتا ہے۔ پڑھایا درسگاہ میں جاتا ہے اور پلانے کی کوئی جگہ مقرر نہیں۔ پڑھانے کے لئے دماغ دیکھا جاتا ہے۔ اور پلانے کے لئے دل دیکھا جاتا ہے پڑھانے کی کتابیں ہوا کرتی ہیں۔ اور پلانے کے لئے کوئی کتاب مقرر نہیں۔ پڑھانے کے لئے عمر دیکھی جاتی ہے اور پلانے کے لئے کوئی عمر مقرر نہیں۔

اگر ایک دن کا بچہ ہے اور کوئی اللہ کا ولی اسے پلانا چاہے تو اپنی نظروں سے تمام علوم وفنون کے جام پلا کر عالم وکامل بنا سکتا ہے۔ یہی میرے جد امجد سیدی اعلیٰ حضرت اور ان کے فرزند اعلیٰ سیدی حجۃ الاسلام کے ساتھ اور یہی میرے حضور مفتیٔ اعظم رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی ہوا ہے۔ کہ ان حضرات کے شیخ کامل اور مسلم الثبوت ولی نے ان کو اپنی نظر ولایت سے جو جام پلائے ہیں ان سے آج دنیا واقف ہے کہ خدا کی قسم انہوں نے جن علوم وفنون کے دریا بہائے ہیں۔ آج اہل علم ان دریاؤں کے کناروں تک پہونچنے سے عاجز ہیں۔

یوں بظاہر سیدی اعلیٰ حضرت اور ان کے فرزند ارجمند سیدی حجۃ الاسلام اور ان کے فرزند دل پسند سیدی مفتیٔ اعظم نے بھی کتابوں کے ذریعہ علم حاصل کیا ہے۔ یہ حضرات بھی درس میں شریک وشامل ہوئے ہیں۔ ان کے بھی اساتذۂ کرام کی فہرست موجود ہے۔ مگر میں تو ایک ہی بات عرض کروں گا۔ وہ یہ کہ انہوں نے پڑھا کم ہے مگر پیا زیادہ ہے۔

ورنہ میرا چیلنج ہے کہ کوئی اتنی کم عمر میں کون ہے جو تمام علوم وفنون پر حاوی ہو جائے۔ غیر ممکن ہے انسانی عقل سے ورا ہے۔ تو جب یہ بات ماورائے عقل وفہم ہے۔ تو مجھے کہنے دو کہ انہوں نے تمام علوم وفنون کے جام کسی اہل اللہ کی نظر سے پئے تھے۔

بس ظاہر ہوگیا کہ جب یہ حضرات خود جام علم پئے ہوئے ہوں تو دوسروں کو پلا بھی سکتے ہیں۔ اور جب یہ حضرات دوسروں کو جام پلا سکتے ہیں۔ تو وہ حضرات بحر العلوم ہو سکتے ہیں۔ محدث ہو سکتے ہیں۔ مفتی ہو سکتے ہیں مفسر ہو سکتے ہیں۔ مناظر ہو سکتے ہیں۔ مدرس ہو سکتے ہیں۔ مقرر ہو سکتے ہیں۔ کیوں کہ ان کی نظروں میں ہر علم اور علم کی ہر صنف کا سمندر موجیں مار رہا ہے۔

باقی آئندہ!

تجلیاتِ حضور مفتی اعظم

مولانا اقبال احمد، اختری، کراچی (پاکستان)

گورا گھڑا اجارے جس پر آ آ کر پھر جاتے ہیں
آؤ تم کو بھی صورت ایسی ایک دکھاتے ہیں ؎

صورت نوری ــــــ

سیرت نوری ــــــ

ــــ آن نوری ــــ شان نوری ــــ تن نوری ــــ من نوری ــ ــ

لباس بھی زیب تن نوری

اقوال و افعال میں نوری نوری ہیں ہر حال میں نوری

نوری صورت نوری سیرت مفتی اعظم زندہ باد ؎

ــــ بڑا گول سر مبارک ــــ پتلے پتلے پھول کی پتیوں کی طرح لب مبارک ــــ چھوٹے دانت، موتیوں کی مانند چمکتے ــــ گردن معتدل ــــ قد میانہ ــــ نحیف بدن ــــ چہرہ گول روشن و تابناک، جسے دیکھ کر خدا یاد آجائے، منور نور برستا ــــ بڑی بڑی کالی چشم مبارک، نہایت چمکدار گہرائی اور گیرائی لئے ہوئے ــــ بھنویں تنجان، ہالہ لئے ہوئے ــــ گھنی پلکیں ــــ قوس و قزاح کو شرمانے والی سرخی مائل سفید گندمی رنگت ــــ ریش مبارک گھنی ــــ نرم و ملائم ریشم کی طرح ــــ ناک متوسط مناسب درازی لئے ہوئے ــــ کان متناسب کچھ درازی لئے ہوئے ــــ رخسار مبارک بھرے بھرے گداز ــــ جلال و جمال کا آئینہ سینہ خسروانہ، کشادہ فراخ، کچھ روئیں لئے ہوئے ــــ ابھری ہوئی بلند پیشانی، تقدس کے آثار لئے ہوئے لمبے لمبے جود و سخا اور دستگیری والے ہاتھ، سخاوت و فیاضی میں ضرب المثل ــــ انگلیاں لمبی، موزوں اور کشادہ ــــ کمر خمیدہ مائل ــــ بھری ہوئی گداز ہتھیلیاں ــــ روئیں دار کلائیاں ــــ قدم پاک (پاؤں) متوسط، ضعف کا اثر لئے ہوئے ایڑیاں گول موزوں ــــ نورانی جسم پر کلی دار کرتا ــــ علی گڑھی پاجامہ ــــ بادامی پوشاک ــــ سر انور پر بڑے عرض کا عمامہ شریف ؎

ــــ یہ تھا تاجدارِ اہلسنت ــــ

ــــ مفتی اعظم ہند ــــ

ــــ رہبر و رہنما ــــ

صاحبِ ذکا ــــ مشکلاتِ علوم کے عقدہ کشا ــــ نائب غوث الوریٰ ــــ تاج الاتقیاء ــــ امام الاصفیاء ــــ سلطان الاولیاء ــــ

عظیم العلم ــــ کثیر العلم ــــ عظیم الفہم ــــ شہنشاہِ علم و قلم ــــ تاجورِ علم و کرم ــــ سراپا جود و کرم ــــ جہانِ عقیدت ــــ جہانِ محبت ــــ تاجدارِ اقلیم روحانیت ــــ صاحبِ شرف و عزت و عظمت و رفعت ــــ مرکزِ عقیدت ــــ صاحبِ جمال و کمال و جلال ــــ مظہرِ مجددِ ملت ــــ رہنمائے دین و ملت ــــ شہزادہ اعلیٰحضرت ــــ ولیٔ نعمت ــــ وجہہ رحمت ــــ شہنشاہِ مملکتِ سنیت ــــ شیخِ طریقت ــــ پروانۂ شمع رسالت ــــ صاحبِ علم و فضیلت ــــ آفتابِ معرفت ــــ ہدایت کے ماہتاب ــــ حق و صداقت کی روشن کتاب ــــ چمنستانِ ولایت کے گلاب ــــ جود و کرم کے سحاب ــــ باطل کے دندان شکن جواب ــــ زہد و تقویٰ کے مہر جہاں تاب ــــ بے مثل و لاجواب ــــ رضائے مصطفیٰ کو مصطفیٰ رضا مفتی اعظم ہند جن کا خطاب ــــ ؎

تمہارے نام میں تم کو بزرگی کی سند حاصل
رضا وجہ بزرگی ہے رضائے مصطفیٰ تم ہو ؎

یہ تھا تاجدارِ اہلسنت، کہ جن کو دیکھ کر کبھی "غوث الوریٰ" یاد آتے تو کبھی "احمد رضا" ــــــــ

○

۲۲ ذوالحجہ سنہ ۱۳۱۰ھ / ۱۸ جولائی سنہ ۱۸۹۲ء میں سرزمین بریلی شریف میں ایک بار پھر رشکِ ثریا بنی اور اس کی تقدیر کا ستارہ چمکا ــــ چرخِ مجددیت کے نیرِ تاباں، شیخ الاسلام والمسلمین ــــ امام اہلسنت اعلیٰحضرت ــــ امام احمد رضا خاں محدث بریلوی قدس سرہٗ کے گھران کا نورِ نظر ــــ سرورِ قلب و جگر آیا ــــ یعنی قطبِ وقت ــــ آفتابِ ولایت ــــ ماہتابِ علم و فضیلت تاجدارِ اہلسنت ــــ مفتی اعظم ہند ــــ مولانا مصطفیٰ رضا خاں (نوری میاں) تولد ہوئے ــــ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ــــ

○

حضرت مخدوم شاہ ابوالحسین احمد نوری جانشین حضرت سید شاہ آلِ رسول مارہروی قدس سرہم نے "ابوالبرکات محی الدین جیلانی" نام تجویز فرمایا ــــ "محمد" کے نام پر عقیقہ ہوا اور "مصطفیٰ رضا" عرف قرار پایا ــــ ؎

آپ اپنے والد ماجد حضرت امام احمد رضا خاں محدث بریلوی قدس سرہٗ کی دعا ــ

دراپنے پیرومرشد حضرت شاہ ابوالحسین نوری میاں قدس سرہٗ کی نوید تھے۔

آپ کی بیعت وخلافت کا واقعہ عجیب ہے آپ کی ولادت کے چھ ماہ بعد حضرت نوری میاں قدس سرہٗ موصوف بریلی شریف تشریف لائے اور اپنی دیرینہ خواہش کے موجب آپ کو دیکھا اور گود میں لے کر اس نعمتِ خداوندی پر حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ کو مبارکباد دیتے ہوئے فرمایا۔

"یہ بچہ بڑا ہوکر دین وملت کی بڑی خدمت کرے گا اور مخلوقِ خدا کو اس کی ذات سے فیض پہنچے گا ـــــ یہ بچہ ولی ہے ـــــ یہ فیض کا دریا ہے ـــــ اس کی نگاہوں سے لاکھوں گمراہ انسان دینِ حق پر قائم ہوں گے" [۱]

اس کے ساتھ ہی حضرت تاجدارِ اہلسنت کے منہ میں اپنی انگلیاں ڈال کر سلسلۂ عالیہ قادریہ میں بیعت سے مشرف فرماکر اجازت وخلافت سے بھی نوازا۔ [۲]

○

حضرت تاجدارِ اہلسنت مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کا بچپن اپنے والد ماجد حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ کے زیرِ سایہ علمی ماحول میں گذرا ـــــ اور ان ہی کی سرپرستی میں تمام مروجہ علوم وفنون پر مہارت حاصل کی ـــــ آپ نے حضرت مولانا شاہ رحم الٰہی منگلوری علیہ الرحمہ سے خصوصی درس لیا ـــــ [۳] اور اپنے برادرِ اکبر حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں قدس سرہٗ سے بھی اکتسابِ علم وفیض وبرکات حاصل کئے۔ [۴]

○

حضرت امام اہلسنت مجدد دین وملت امام احمد رضا خاں قدس سرہٗ کے دربار میں بڑے بڑے جید علمائے کرام اپنی پیاس بجھانے کے لئے ہروقت حاضر رہا کرتے تھے۔ اور امام الفقہا امام احمد رضا خاں قدس سرہٗ دقیق سے دقیق ـــــ مشکل سے مشکل مسائل کو پلک میں چٹکی بجاتے حل فرمایا کرتے تھے تو تاجدارِ اہلسنت مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ پر اپنے والد ماجد کی علمی لیاقت اور خداداد ذہانت وصلاحیت کا گہرا اثر پڑتا ـــــ

جب آپ کی عمر شریف نو برس ہوئی تو آپ کے والد ماجد نے مشاہیر علماء وفضلاء کی موجودگی میں ایک مجمع (بریلی شریف) میں بہت ہی واضح الفاظ میں اعلان فرمایا ـــــ

"میرا یہ بچہ ولی ہے ـــــ اس سے فائدہ حاصل کرو" [۵]

چنانچہ امامِ وقت امام احمد رضا خاں قدس سرہٗ کی زبانِ حق سے نکلے ہوئے یہ الفاظ کتنے سچ ثابت ہوئے ـــــ دنیا نے دیکھا کہ یہ بچہ اقلیمِ علمیت وولایت پر آفتاب بن کر چمکا ـــــ جس کے روحانی فیض سے لاکھوں گمراہ انسانوں نے راہِ مستقیم پائی ـــــ جس کی پوری زندگی تبلیغِ دین میں گذری ـــــ جس کی زندگی کا ایک ایک لمحہ یادِ الٰہی اور مخلوقِ خدا کی خدمت میں گذرا ـــــ جس نے زندگی بھر اپنے والد ماجد کی طرح عشقِ رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جذبہ کو اپنے سینے سے لگائے رکھا ـــــ جو دشمنانِ دین کے لئے ایک ننگی تلوار تھا اور عاشقانِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ـــــ محبانِ دینِ حق کے لئے ایک شفیق ماں ـــــ ○

آپ نے تیرہ [۱۳] سال کی عمر میں پہلا فتویٰ لکھا جو کہ رضاعت کے مسئلے پر تھا ـــــ اصلاح کے لئے امام احمد رضا خاں قدس سرہٗ کی بارگاہ میں پیش کیا ـــــ صحیح جواب پر آپ کے والد ماجد بہت خوش ہوئے اور ـــــ

صح الجواب بعون اللہ العزیز الوہاب

لکھ کر دستخط ثبت فرمائے۔ اور ابوالبرکات محی الدین جیلانی آلِ رحمٰن محمد عرف مصطفےٰ رضا خاں کی مہر بنواکر عطا فرمائی [۶] ـــــ آپ نے اٹھارہ سال کی عمر میں باقاعدہ فتاویٰ نویسی شروع کی ـــــ آپ کو صرف [۱] ـــــ نحو [۲] ـــــ تجوید وقراءۃ [۳] بلاغت [۴] ـــــ بدائع [۵] ـــــ قوافی [۶] ـــــ عروض [۷] ـــــ تنقیدات [۸] ـــــ لغت [۹] تصوف [۱۰] ـــــ فضائل [۱۱] ـــــ مناقب [۱۲] ـــــ سیر [۱۳] ـــــ تاریخ [۱۴] ـــــ منطق [۱۵] ـــــ عقائد [۱۶] ـــــ کلام [۱۷] ـــــ معنی بیان [۱۸] ـــــ فقہ [۱۹] ـــــ حدیث [۲۰] ـــــ تفسیر [۲۱] تکسیر [۲۲] ـــــ توقیت [۲۳] ـــــ ریاضی [۲۴] ـــــ علم جعفر [۲۵] ـــــ اور ہیئت [۲۶] وغیرہم پر مکمل دسترس حاصل تھی [۱۳]

آپ علم وشرافت کا پیکر تھے ـــــ زہد وتقویٰ ـــــ عبادت وریاضت میں کوئی آپ کا ثانی نہ تھا ـــــ اپنے والد ماجد کی طرح ایک سچے عاشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے ـــــ ہروقت آپکی مجلس میں نعت خوانی اور درود وسلام ہوتا رہتا۔

آپ شریعت مطہرہ کے پابند اور شب بیدار تھے ـــــ طبیعت کی نرمی کا یہ حال تھا کہ کسی سے گفتگو فرماتے تو یوں معلوم ہوتا کہ بجائے الفاظ کے منہ سے پھول جھڑ رہے ہیں پھول نکل رہے ہیں ـــــ

آپ خود تو شریعت وسنت کے عامل تھے ہی مگر دوسروں کو بھی شریعت وسنت پر کاربند کرنے کے لئے ہروقت مصروف رہتے۔ سنت مطہرہ کی پابندی کی تاکید فرماتے اور کوئی کام خلافِ شرع برداشت نہ فرماتے۔ یہاں تک کہ دوسروں کو ننگے سر بغیر ٹوپی دیکھ کر بھی غصہ فرماتے۔ اہلیانِ بریلی شریف کو آپ سے بے حد عشق تھا اس میں ہندوؤں اور مسلمانوں کی کوئی تخصیص نہ تھی ـــــ غیر مسلم بھی نہایت احترام کیا کرتے تھے [۱۴]

اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ صورت وسیرت اور ہر اعتبار سے مظہرِ اعلیٰ حضرت تھے۔ چنانچہ حضرت مولانا عبدالنعیم عزیزی بلرامپوری علیگ (ہندوستان) مدظلہٗ فرماتے ہیں۔

"ایک مرتبہ میں اور حضور مفتی اعظم ہند کے جانشین وخلیفہ اور نواسے حضرت علامہ مفتی اختر رضا خاں الازہری مدظلہٗ کلکتہ کے سفر پر جارہے تھے ـــــ حضرت علامہ الازہری نے ٹرین میں اپنا خواب سنایا کہ ابھی انہوں نے اعلیٰحضرت کو دیکھا ہے اتفاق سے اسی وقت میں بھی بیدار ہوا تھا ـــــ اور میں نے خواب دیکھا تھا کہ لوگ کہہ رہے ہیں" اعلیٰحضرت آرہے ہیں، مگر! جو قریب آئے تو مفتی اعظم ہند نظر آنے لگے۔ میں نے بھی اپنا خواب علامہ موصوف کو سنایا تو حضرت علامہ الازہری فرمانے لگے: اکثر لوگوں کے ساتھ ایسا ہوا ہے بیشک

مفتیٔ اعظم ہند مظہر اعلیٰ حضرت ہیں ۔" [۱۵]

تاجدارِ اہلسنت فرزندِ امام اہلسنت قدس سرہم نے دنیا کو تہذیب کا، اخلاق کا درس دیا اور کیوں نہ دیتے ـــــ آپ تو اس خانوادے کے چشم و چراغ اور اس عظیم مصلح و مجدد کے شہزادے تھے جس نے زمانے بھر کو تہذیب و اخلاق ـــــ رواداری و دوستی ـــــ اور اخوت و مساوات کا درس دیا ـــــ آپ اخلاص و محبت کا پیکر تھے ـــــ آپ کی طبیعت میں عجز و انکساری تو گویا کوٹ کوٹ کر بھری تھی ـــــ تکبر و غرور نام کو نہ تھا ـــــ لوگوں سے شفقت و محبت سے پیش آتے ـــــ مریضوں کی عیادت فرماتے غربا و مساکین کا بے حد خیال رکھتے ـــــ لوگوں (خاص و عام) کو سلام کرنے میں سبقت فرماتے اور مصافحہ کے لئے خود پہلے ہاتھ بڑھاتے ـــــ آپ کی ذات میں تواضع و انکساری کا عنصر سب سے زیادہ تھا جو کہ تمام طاعتوں کی اصل اور کمال تقویٰ ہے ـــــ اس میں کوئی شک نہیں کہ اپنے والد ماجد کی طرح آپ بھی اپنے وقت کے قطب الاقطاب ـــــ امام الفقہا اور پیر بے نظیر تھے ـــــ [۱۶]

کون نہیں جانتا کہ آپ کا تعلق اس خاندان سے تھا کہ خود علم جس کے آستانے کا پہریدار ہے ـــــ دنیائے اسلام میں آپ کے فیصلے کو حرفِ آخر تصور کیا جاتا تھا۔ کوئی کتنا دقیق و پیچیدہ مسئلہ ہو ـــــ اپنے والد ماجد کی طرح پل میں حل فرمادیتے۔ عالم اسلام کو جب کوئی دقیق و اہم مسئلہ درپیش ہوتا تمام مفتیانِ کرام اور علماء و فضلاء کی نظریں آپ ہی کی طرف اٹھتیں ـــــ حق گوئی اور بے باکی میں کوئی آپ کا ثانی نہ تھا چنانچہ ـــــ

پاکستان میں جنرل ایوب خاں کے دورِ حکومت میں ایک رویت ہلال کمیٹی قائم کی گئی تھی جس کے ذمہ عیدین و دیگر موقعوں پر ابر وغیرہ کی صورت میں ہوائی جہاز کے ذریعے چاند دیکھنا ہوتا تھا۔ اور حکومت اس کمیٹی کی تصدیق پر ملک میں رویت کا اعلان کرتی تھی ایک دفعہ عید الفطر کے موقع پر ۲۹ رمضان المبارک کو اس کمیٹی کے افراد ہوائی جہاز کے ذریعے چاند دیکھنے گئے ـــــ بنگلہ دیش سے آتے ہوئے ان کو چاند نظر آگیا تو انہوں نے اس کی اطلاع حکومت وقت کو دے دی ـــــ حکومت نے ملک بھر میں اعلان کر دیا کہ کل عید ہے ـــــ مگر حکومت کے اعلان کے باوجود اس سال پاکستان میں عید دوسرے روز منائی گئی ـــــ اس پر تمام عالم اسلام مصر، شام، ایران، عرب وغیرہم کے علاوہ ہندوستان کے مفتیانِ کرام سے فتویٰ مانگا گیا ـــــ تقریباً سب ہی نے حکومت کے حق میں فیصلہ دیا مگر ـــــ مگر فرزندِ اعلیٰحضرت تاجدار اہلسنت مفتی اعظم نے اسے نہ مانا اور اپنا فتویٰ صادر فرمایا کہ ـــــ

" چاند کو زمین سے دیکھ کر روزہ رکھنے اور عید کرنے کا شرعی حکم ہے اور جہاں چاند نظر نہ آئے وہاں شرعی شہادت پر قاضی شرع حکم دے گا ـــــ چاند کو سطح زمین یا ایسی جگہ سے جو زمین سے ملی ہوئی ہو دیکھنا چاہیے رہا جہاز سے چاند دیکھنا تو یہ غلط ہے ـ کیونکہ چاند غروب ہوتا ہے فنا نہیں ہوتا ـــــ اس لئے کہیں چاند ۲۹ کو اور کہیں ۳۰ کو نظر آتا ہے اور اگر جہاز سے چاند دیکھ کر رویت کا اعلان درست ہوتا تو مزید بلندی پر جانے کے بعد چاند ۲۸، اور ۲۷ کو بھی نظر آسکتا ہے تو کیا ۲۸ تاریخ کو چاند دیکھ کر یہ حکم دیا جا سکتا ہے کہ اگلے روز عید یا بقر عید جائز ہے ـــــ ؟ اسی طرح جہاز سے چاند دیکھ کر فتویٰ صادر کرنا کہ ۲۹ کا چاند دیکھنا معتبر ہے بھلا کس طرح صحیح ہوگا" ـــــ [۱۷]

آپ کے اس تاریخی حیثیت کے حامل فتوے کو پاکستان اور دوسرے ممالک کے اخبارات نے جلی سرخیوں میں شائع کیا اب کیا ہوا ـــــ فتویٰ آنے کے بعد حکومت پاکستان نے اگلے ماہ ۲۷ تاریخ کو ہوائی جہاز کے ذریعے اس بات کی تصدیق کرائی تو ہوا وہی جو کہ حق و صداقت کے علمبردار نے فرمایا تھا ـــــ بلندی پر جانے سے ۲۷ تاریخ کو چاند نظر آگیا ـــــ تب حکومتِ پاکستان نے آپ کے فتوے کو تسلیم کر لیا اور "رویت ہلال کمیٹی" توڑ دی ـــــ نہ صرف یہ کہ حکومتِ پاکستان بلکہ دنیا بھر کے مفتیانِ کرام نے آپ کے علم و فضل کے سامنے اپنی گردنیں جھکا دیں ـــــ اب اس کے بعد جہاز کے ذریعے چاند دیکھنے کا سلسلہ منسوخ کر دیا گیا ـــــ [۱۸]

آپ نے اپنی عمر شریف میں تقریباً پچاس ہزار فتاوے صادر فرمائے۔ ـــــ آپ کی فقاہت کو بڑے بڑے علماء نے تسلیم کیا اور آپ کی "عبقری شخصیت" کا اعتراف کیا ـــــ چنانچہ شمس العلماء حضرت مولانا شمس الدین جعفری جونپوری علیہ الرحمہ (م ۱۴۰۲ھ/۱۹۸۱ء) فرماتے ہیں کہ ـــــ "فقہ کا اتنا بڑا ماہر اس زمانے میں کوئی دوسرا نہیں ہے ـــــ میں ان (مفتی اعظم ہند) کی خدمت میں جب حاضر ہوتا ہوں تو سر جھکا کر بیٹھا رہتا ہوں۔ اور خاموشی کے ساتھ ان کی باتیں سنتا ہوں ـــــ ان سے زیادہ بات کرنے کی ہمت نہیں پڑتی۔" [۱۹]

آپ کے فتاویٰ کی دو جلدیں "فتاویٰ مصطفوی" کے نام سے پاک و ہند میں شائع ہو چکی ہیں۔

آپ کی ذات والا صفات ایک عالم سے بڑھ کر فاضل اور فاضل سے بڑھ کر ولیٔ کامل کے درجہ پر فائز تھی ـــــ آپ کی ذات روحانی طاقت کا سرچشمہ تھی ـــــ آپ کی غذا نہ ہونے کے برابر تھی ـــــ صبح و شام میں تھوڑا سا شوربہ نوش جان فرماتے ـــــ پروانۂ امام اہلسنت حضرت علامہ قاری محمد مصلح الدین صدیقی علیہ الرحمہ حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کے آخری ایامِ حیات میں بریلی شریف حاضر ہوئے ـــــ کراچی واپسی پر فرمانے لگے کہ ـــــ

" دنیاوی نقطۂ نظر سے اس عمر میں ایک نحیف و نزار جسم جو ماکولات و مشروبات سے بے نیاز اور کام و دہن کی لذت سے ناآشنا ہو اس قابل نہیں ہوتا کہ حرکت کر سکے لیکن یہ

جان و دل ہوش و خرد سب تو مدینے پہنچے
تم نہیں چلتے رضا سارا تو سامان گیا

آپ کی زندہ کرامت اور روحانی طاقت کی بین دلیل ہے کہ آپ تین وقت کی نماز ظہر، عصر اور مغرب مسجد میں کھڑے ہو کر ادا فرماتے اور دیکھنے والے حیرت کیا کرتے ——— خاص کر اس وقت لوگوں کو بڑی حیرت ہوتی جب آپ اذان کی آواز سن کر اپنے پلنگ سے ایک دم کھڑے ہو جاتے ——— مسجد پیدل چل کر تشریف لے جاتے ——— کیونکہ لوگوں کو آپ کے گھر سے نکلنے کا وقت معلوم تھا لہٰذا اشتیاقِ دیدار گھر اور مسجد کے درمیان گلی میں آپ کی ایک جھلک دیکھنے کے لئے جوق در جوق جمع ہو جایا کرتے۔" ۲۲

بریلی شریف کے محلہ "سوداگران" میں ہندوؤں کی کافی تعداد میں آبادی ہے چنانچہ قاری صاحب موصوف فرماتے ہیں کہ

"میں نے خود ہندوؤں کو ان (مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ) کے انتظار میں کھڑے دیکھا ——— حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کے دیدار کی ایک جھلک پر ان کے سر عقیدت و احترام سے جھکے ہوئے دیکھے ——— حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کا یہ معمول تھا کہ وضو مسجد میں فرمایا کرتے ——— آپ کے وضو فرمانے کی ایک مخصوص جگہ تھی — جس در میں تشریف فرما ہو کر آپ وضو فرماتے اس کا رُخ گلی کی جانب تھا ——— لوگ گلی میں آپ کے سامنے جمع ہو جاتے اور جوں جوں وضو کا پانی گرتا لوگ بڑھ بڑھ کر اسے اپنے ہاتھوں میں لیتے ——— اپنے منہ پر ملتے ——— کوئی جسم پر ملتا ——— اور کوئی کپڑوں پر چھڑک لیتا۔" ——— ۲۱

○

"تاجدارِ اہلسنت حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہٗ نے اپنی زندگی کا ایک بہت بڑا حصہ درس و تدریس، رشد و ہدایت اور تبلیغ دین کے سفر میں گذارا ——— آپ ہندوستان کے گوشے گوشے میں دین متین کی تبلیغ کے لئے جاتے ——— آخری ایام حیات میں بھی آپ باوجود کمزوری سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں میل کا سفر طے کر کے ہر دعوت دینے والے کی دلجوئی کی خاطر دعوت دینی میں شریک ہوتے ——— آپ کا زیادہ تر سفر میں رہنے کا ایک مقصد یہ بھی ہو تاکہ آپ کی ذات والا صفات سے زیادہ سے زیادہ لوگ فیضیاب ہو سکیں اور دوسری بات یہ کہ آپ خود بہ نفسِ نفیس وطن ——— عزیز و اقارب ——— اور اہل و عیال سے دور رہ کر جدائی کی تلخیوں کو سہیں اور صبر کریں آپ نے اپنے آرام سے زیادہ خدمتِ دین اور دین کی تبلیغ کے فریضہ کو مقدم جانا" ۲۳

——— آپ دین کی تبلیغ اور تشنگانِ علم کی سیری کے لئے پاکستان آنے کا ارادہ رکھتے تھے مگر چونکہ آپ نے اپنے والدِ ماجد کے نقشِ قدم پر تھے اور سچے جانشین تھے۔ پابند شریعت و سنت تھے ——— اس وجہ سے حکومت وقت کی پاسپورٹ اور ویزا پر تصویر لگانے کے قانون کی وجہ سے دورۂ پاکستان ترک فرما دیا ——— پاکستان میں آپ کے مریدین و خلفاء اور تلامذہ کی خاصی تعداد ہے۔

○

آپ نے تین مرتبہ حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کی مگر کبھی تصویر نہ بنوائی بلکہ ہر دفعہ بغیر تصویر کے پاسپورٹ سے حج پر تشریف لے گئے ——— تیسری مرتبہ حج پر تشریف لیجانے میں حکومت کی جانب سے تصویر لگانے کا قانون لازمی ہو گیا تھا جب آپ سے تصویر کے لئے کہا گیا تو آپ نے فرمایا ———

"مجھ پر جو حج فرض تھا وہ میں نے کر لیا، اب نفل حج کے لئے اتنا بڑا ناجائز کام کر کے ——— دربارِ مصطفوی میں کیسے حاضر ہو سکتا ہوں، میں تصویر ہرگز نہیں کھنچواؤں گا ——— جب اس سے قبل گیا تھا اس وقت تصویر کی پابندی نہیں تھی — بڑے افسوس کی بات ہے جس رسول محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت مطہرہ میں تصویر کھنچوانا، رکھنا، بنانا سب حرام ہے ——— میں اس رسولِ محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں تصویر کھنچوا کر جاؤں ——— ؟ یہ مجھ سے نہیں ہو گا۔" ۲۳

بعد میں حکومت ہند اور سعودی عربیہ نے آپ کو نہ صرف خصوصی اجازت دی بلکہ ہندوستانی سفارت خانے کے افسران نے جدہ میں آپ کا شاندار استقبال کیا اور ——— آپ کے اعزاز میں ایک پروقار ظہرانہ بھی دیا۔ اسی روز حضرت امام احمد رضا خاں قدس سرہٗ کے مدنی خلیفہ، شیخ عرب و عجم حضرت مولانا ضیاء الدین مدنی علیہ الرحمہ بھی اپنے اہل و عیال کے ساتھ آپ کے استقبال کے لئے مدینہ منورہ سے جدہ پہنچے ——— آپ کا یہ شاندار استقبال ——— یہ سب اس لئے تھا کہ آپ ایک سچے عاشقِ رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و علیہ الرحمہ) اور پابند شریعت و سنت تھے، آپ کو یہ دولت اپنے والدِ ماجد سے ورثے میں ملی تھی ——— جب آپ دیارِ حبیب، مریضوں کے طبیب ——— پیارے میٹھے شہر نور ——— شہر سرور ——— مدینہ منورہ میں داخل ہوئے تو برہنہ پا و پیدل تھے ——— آنکھوں سے آنسو موتیوں کی لڑی کی مانند گر رہے تھے اور جسم پر رقت طاری تھا ——— ۲۴

ہاں ہاں رہِ مدینہ ہے غافل ذرا تو جاگ
او پاؤں رکھنے والے یہ جا چشم و سر کی ہے

اللہ اکبر اپنے قدم اور یہ خاکِ پاک
حسرت ملائکہ کو جہاں وضعِ سر کی ہے

عاصی بھی ہیں چہیتے یہ طیبہ ہے زاہدو!
مکہ نہیں کہ جانچ جہاں خیر و شر کی ہے

بڑا پر کیف اور ایمان افروز منظر تھا ———

——— آپ عشق رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سرشار نعتیں بھی کہا کرتے تھے ——— نعتیں کیا یہ آپ کے دل کی آواز ہوا کرتی تھی جو آپ اشعار کی صورت میں رقم فرمایا کرتے تھے ——— آپ کا نعتیہ دیوان "سامانِ بخشش" پڑھنے سننے ——— اور سمجھنے سے تعلق رکھتا ہے ——— ایک ایک شعر سے گویا عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ٹپکا پڑتا ہے۔

وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنتُمْ أَعْدَاءً

فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُم بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا

ایک اندازے کے مطابق آپ کے مریدین کی تعداد تقریباً ایک کروڑ (۱،۰۰،۰۰،۰۰۰) سے بھی متجاوز ہے جو کہ دنیا بھر میں پھیلے ہوئے ہیں۔ اور ملک و بیرون ملک (پاک و ہند و دیگر ممالک) خلفاء کی تعداد اتنی کہ بڑے بڑے مشائخ و پیروں کے مریدوں کی نہیں ہے ۲۵

آپ نے اپنے وصال شریف سے تقریباً چار گھنٹے قبل بعد از نمازِ عشاء فرمایا تھا کہ "میں اپنے مریدوں کو سیدنا غوث الاعظم شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں ـــــ میں نے اپنے تمام مریدوں کو بارگاہِ غوثیت میں دیا ـــــ اور ان تمام معتقد کو مرید کیا جو مجھ سے مرید ہونا چاہتے تھے!" ـــــ ۲۶

دن آرہے ہیں جا رہے ہیں ـــــ راتیں آرہی ہیں ـــــ جارہی ہیں ـــــ ہفتے گذرے ـــــ مہینے گذرے ـــــ سال گذر رہے ہیں ـــــ ۱۴۰۲ھ ـــــ ہے ـــــ ۱۲ محرم الحرام ہے ـــــ ۱۰ نومبر ہے ـــــ ۱۹۸۱ء ہے ـــــ دنیائے اسلام کے محسن تاجدار اہلسنت مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ گویا ہوئے ہیں "وہ جس جس نے مجھ سے دعا کرنے کے لئے کہا تھا میں ان سب کے جائز مقاصد پورے ہونے کے لئے دعا کرتا ہوں ـــــ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے ـــــ آمین ـــــ ۲۷

پھر دریافت فرمایا۔

"آج کونسا دن ہے"؟ ـــــ حاضرین نے عرض کی ـــــ حضور آج منگل کا دن ہے اور محرم کی ۱۲ تاریخ ہے ـــــ جواب سن کر خاموش رہے ـــــ ایک دن اور گذر گیا ـــــ آج بدھ ہے ـــــ ۱۳ محرم الحرام ۱۴۰۲ھ ـــــ ۱۱ نومبر ۱۹۸۱ء ـــــ خاندان کے افراد اور چند خاص مریدین و معتقدین حاضر خدمت ہیں ـــــ صبح کے دس بجے ہیں ـــــ دریافت فرمایا ـــــ "آج کونسا دن ہے؟" ـــــ عرض کی گئی ـــــ حضرت آج چہار شنبہ اور محرم کی ۱۳ تاریخ ہے ـــــ فرمایا ـــــ "نماز نو محلہ مسجد میں ہوگی" ـــــ حاضرین اس کا مطلب نہ جان سکے مگر ادباً کوئی سوال نہیں کرتا ـــــ کچھ دیر بعد پھر فرمایا ـــــ "کیا کسی نے نماز کے لئے کہا ہے؟ ـــــ جمعہ کی نماز نو محلہ میں پڑھوں گا" ـــــ کچھ دیر توقف فرما کر پھر فرمایا ـــــ "کیا کسی نے فاتحہ کیلئے کہا"! ـــــ حاضرین ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے پر خاموش رہے ـــــ ایک دن اور گذر گیا ـــــ ۱۴ محرم الحرام ۱۴۰۲ھ ـــــ ۱۲ نومبر ۱۹۸۱ء ـــــ شب جمعرات ـــــ رات کا تقریباً ایک بجا ہے ـــــ گھر والوں کو وصیت فرمائی کہ ـــــ "سنت مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کو مضبوطی سے پکڑے رہنا اسی میں دین و دنیا کی بھلائی ہے ـــــ سنت مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) سے انحراف نہ کرنا ـــــ حسبنا اللہ ونعم الوکیل ـــــ ہر مصیبت کے وقت پڑھا کرنا" ـــــ

رات کا ایک بجا تھا ـــــ چالیس منٹ زائد ہو گئے یعنی ایک بجکر چالیس منٹ ـــــ سورہ ملک شریف اور آیۃ الکرسی تلاوت فرمائی پھر کلمہ شریف پڑھتے پڑھتے دنیائے اسلام کا یہ عظیم انسان جس نے اپنے ناموس کو ناموسِ اسلام اور ناموسِ رسالت پر قربان کر دیا ـــــ ہاں، ہاں ـــــ یہ عظیم انسان فریضۂ تبلیغِ دین ادا فرمانے کے بعد اپنے رب کے حضور حاضر ہو گیا ـــــ ۲۸

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن ؏

چاند کی چودہ تاریخ ہے ـــــ آسمان پر چودھویں کا چاند جلوہ ریزی کر رہا ہے مگر! ـــــ مگر آہ ـــــ علم و فضل کا چاند ـــــ عقیدت و محبت کا چاند ـــــ ولایت کا چاند ـــــ کرامت کا چاند ـــــ سنّیت کا چاند ـــــ آستانِ رضا کا چاند ـــــ قادریوں کا چاند ـــــ رضویوں کا چاند ـــــ نوریوں کا چاند ـــــ زہد و تقویٰ کا چاند ـــــ رشد و ہدایت کا چاند چھپ گیا ـــــ نیرِ تاباں چھپ گیا ـــــ ماہِ تاباں چھپ گیا ہاں چھپ گیا ـــــ موت کے بادلوں میں روپوش ہو گیا۔

٥ ـــــ تمام عالم میں ایک صدا گونج گئی ـــــ ٥

بڑے مولوی صاحب کا وصال ہو گیا، مفتی اعظم کا انتقال ہو گیا، اعلیٰحضرت ثانی پردہ فرما گئے۔

یہ صدا، یہ آواز، تمام عالم میں بلا تخصیص مذہب و ملت ہر فرد کی زبان پر تھی جس سے گلی گلی، کوچہ کوچہ گونج گیا ـــــ خبرِ وصال بجلی کی طرح اطراف و جوانب میں پھیل گئی اور در و دیوار اسی آواز سے گونجنے لگے ـــــ ہر زبان آہ بار ـــــ ہر آنکھ اشک ریز ـــــ بچہ ـــــ جوان ـــــ بوڑھا ـــــ جو بھی اس آواز کو سنتا، اپنا رُخ محلہ سوداگران (بریلی شریف) کی جانب موڑ دیتا، صبح ہوتے ہوتے یہ خبر سانحۂ ارتحال آل انڈیا ریڈیو سروس، پاکستان ریڈیو سروس اور بی بی سی ریڈیو سروس کے علاوہ دیگر ریڈیو نشریات اور ٹیلیویژن سروس نے عالم اسلام اور دنیا کے کونے کونے میں پہنچا دی، پھر کیا تھا ـــــ ہر طرف صفِ ماتم بچھ گئی ـــــ خبر ملتے ہی آنے والوں کا تانتا بندھ گیا ـــــ ریل ـــــ بسیں ـــــ کاریں ـــــ جہاز ـــــ جس کو دیکھو بریلی کی طرف رواں دواں ہے ـــــ صاحبانِ عقیدت و نسبت دوڑ پڑے ـــــ ایک سیلاب اُمنڈ پڑا ـــــ دیکھتے ہی دیکھتے بریلی شہر انسانوں کے ٹھاٹھیں مارتے سمندر میں ڈوب گیا ـــــ کوئی گلی، کوئی سڑک خالی نہ تھی ـــــ ہر جانب انسان ہی انسان ـــــ ایک محتاط اندازے کے مطابق تقریباً بیس لاکھ ـــــ (۲۰،۰۰،۰۰۰) ہے ـــــ مسلمان تو مسلمان ہندوؤں، سکھوں اور دیگر غیر مسلموں نے بھی اس سوگ میں حصہ لے کر آپ کو خراجِ عقیدت پیش کیا ـــــ سوگوار دوں کی ـــــ آنے والوں کی ـــــ مسافروں کی ضیافت کی ـــــ بازاروں گلی کوچوں میں کرسیاں بچھا دیئے اور دعوتِ عام کی صدا دے دی ـــــ بے دریغ تواضع کی ـــــ ۲۹

امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کے فیض کا در ہے کھلا ہوا

——— ایک دن اور گذر گیا ——— ۱۵ محرم الحرام ۱۴۰۲ھ ہے ۱۳ نومبر ۱۹۸۱ء ہے ——— جمعۃ المبارک کا دن ہے ——— بعد نماز جمعۃ المبارک اسلامیہ کالج بریلی کے وسیع و عریض عظیم میدان میں نماز جنازہ ہونے والی ہے، ——— آستانۂ رضویہ سے جلوس جنازہ نکلا ——— پورے شہر میں جاں نثار ہی جاں نثار نظر آرہے ہیں ——— اسلامیہ کالج کے عظیم میدان میں جنازہ پہنچا ——— نماز کے لئے صف بندی ہورہی ہے ——— انسانوں کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر نماز کے لئے حاضر ہے ——— لاکھوں افراد نے نہایت نظم و ضبط اور بے مثال تنظیم کے ساتھ نماز جنازہ ادا کی ——— جلوس جنازہ واپس لوٹ جانان، خانقاہ رضویہ کی طرف چلدیا ——— اور ——— پھر آفتاب ملت کے جسم نازنین کو ان کے نامور والد ماجد حضرت امام احمد رضا خاں محدث بریلوی قدس سرہ کے پہلو میں سپرد خاک کر دیا گیا ——— ۳۱

——— کیا وہ چلے گئے جن سے دلوں کو قرار تھا ——— ؟ ہاں، وہ چلے گئے تاجدار اہلسنت ——— مظہر اعلیحضرت ——— آفتاب ملت ——— مگر ——— !

مگر نہیں، نہیں ——— !

اے شمع رسالت کے پروانوں ——— اے نبی کے متوالوں ——— اے غلام غلامان رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ——— اے غوث الوریٰ کے منگتو ——— اے قادریو ——— اے رضویو ——— اے نوریو ——— اے سنیو ——— خبردار ——— !

ان کی رحلت کو نہ سمجھو اختتام زندگی

ع ہے یہ شام زندگی صبح دوام زندگی ۳۲

کیونکہ

جہاں میں اہل ایماں صورت خورشید جیتے ہیں

نسے ادھر ڈوبے ادھر نکلے ادھر ڈوبے ادھر نکلے ۳۳

○

حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہ کی اولاد امجاد میں چھ صاحبزادیاں اور ایک صاحبزادے تھے۔ صاحبزادے حضرت انور رضا خاں نوعمری میں ہی وصال فرما گئے تھے ——— ۳۴

——— آپ کے مشاہیر خلفاء کی تعداد ہزاروں میں ہے جو کہ نہ صرف ہندوستان بلکہ دنیا بھر کے دیگر ممالک کے علاوہ حرمین شریفین میں بھی پھیلے ہوئے ہیں، جن میں سے چند ایک یہ ہیں۔

حرمین شریفین ——— حضرت مولانا فضل الرحمٰن مدنی، حضرت سید عباس علوی، حضرت سید نور محمد، حضرت سید محمد امین ———

ہندوستان ———

مفسر اعظم مولانا ابراہیم رضا خاں، حضرت مولانا ریحان رضا خاں، حضرت مولانا مفتی اختر رضا خاں الازہری، حضرت مولانا مفتی شریف الحق، حضرت مولانا مفتی ضیاء المصطفیٰ، حضرت مولانا مفتی عبدالرحیم، حضرت علامہ ارشد القادری، حضرت مولانا شاہد رضا خاں وغیرہم۔

پاکستان ——— حضرت علامہ مفتی عبدالقیوم ہزاروی، حضرت مولانا قاری محمد مصلح الدین صدیقی، حضرت مولانا مفتی غلام سرور، حضرت علامہ سید شاہ تراب الحق قادری، حضرت مولانا مفتی محمد حسین قادری، مولانا سید ریاست علی قادری وغیرہم۔

امریکہ ——— حضرت غفران صدیقی

لندن ——— حضرت مولانا محمد ابراہیم خوشتر صدیقی

افریقہ ——— حضرت مولانا عبدالہادی، حضرت مولانا عبدالحمید، حضرت مولانا احمد مقدم وغیرہم۔

موریشس ——— حضرت مولانا ایوب رضوی

ہالینڈ ——— حضرت مولانا بدر القادری ——— وغیرہم ۳۵

خلفاء کی طرح آپ کے تلامذہ کی بھی کافی تعداد ہے جن میں سے چند کے نام حسب ذیل ہیں ——— محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد خاں لائلپوری ——— شیر بیشۂ سنت مولانا حشمت علی خاں پیلی بھیتی ——— حضرت مولانا مفتی اختر رضا خاں الازہری، ——— حضرت مولانا مفتی سید افضل حسین ——— حضرت مولانا مفتی شریف الحق ——— حضرت مولانا مفتی ضیاء المصطفیٰ ——— حضرت مولانا مفتی محمد اعظم ——— حضرت مولانا مفتی عبدالغفور ——— حضرت مولانا ریاض احمد ——— وغیرہم ۳۶

رب تعالیٰ آپ کے مزار پُر انوار پر لاکھوں کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے۔

آپ کے آستانۂ عالیہ سے رشد و ہدایت کا سلسلہ ——— تعلیم و تعلم کا سلسلہ تا ابد جاری و ساری رکھے ——— ہم سب کو آپ کی تعلیمات کی روشنی میں زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور مجھ فقیر کی حقیر سی سعی اپنی بارگاہ میں منظور و مقبول فرمائے۔

آمین بجاہ سید المرسلین۔

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم

تصنیفات مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ

۱۔ وقعات السنان ۱۳۳۰ھ ———

۲۔ الموت الاحمر ۱۳۳۷ھ ———

۳۔ ادخال السنان ———

۴۔ طرق الہدیٰ والارشاد الی احکام الامارۃ والجہاد ۱۳۴۱ھ

۵۔ حاشیہ شرح الاستمداد علی اجیال الارتداد ———

۶۔ الملفوظ چار حصے ———

۷۔ الطاری الداری تین حصے ———

۸۔ سامان بخشش نعتیہ کلام ———

حضور مفتی اعظم علیہ الرحمہ والرضوان

۹۔ وہابیہ کی تقیہ بازی ————
۱۰۔ مسائلِ سماع ————
۱۱۔ القول العجیب فی جواز التثویب ————
۱۲۔ الحجۃ الباہرہ ————
۱۳۔ طرد الشیطان ————
۱۴۔ تنویر الحجہ بالتواء الحجہ ————
۱۵۔ کشف ضلال ————
۱۶۔ وقایۃ اہل السنہ ————
۱۷۔ مقتل کذب وکید ————
۱۸۔ نور الفرقان ————
۲۰۔ القسور علی ادوار الحمر الکفرہ ————
۲۱۔ الرمح الدیانی علی راس الوسواس الشیطانی ۱۳۳۱ھ ————
۲۲۔ مقتل اکذب اجہل ————
۲۳۔ الکاوی فی العاوی ۱۳۳۰ھ ————
۲۴۔ القسم القاصم ۱۳۳۰ھ ————
۲۵۔ رشد الایاس علی عابد الخناس ۱۳۳۲ھ ————
۲۶۔ حجۃ الباھرہ لوجواب الحجۃ الباہرہ ————
۲۷۔ فتوی مصطفویہ دو حصے ————
۲۸۔ شفاء العی فی جواب بمبئی ————
۲۹۔ داڑھی کا مسئلہ ۵۰ ————

حواشی وحوالے

۱۔ سامانِ بخشش، مطبوعہ لکھنؤ، ص ۳
۲۔ منقبت از مولانا سلطان اشرف بہیروی، بحوالہ مفتی اعظم ہند مطبوعہ بریلی، ص ۴
۳۔ (ا) مولانا عبد النعیم عزیزی بلرامپوری، مفتی اعظم ہند مطبوعہ بریلی شریف، ص ۳۰
(ب) اقبال احمد قادری اختری، شاہ مصطفےٰ رضا خاں قادری مطبوعہ روزنامہ جنگ کراچی، شمارہ ۱۱ اگست ۱۹۸۹ء، ص ۷/۱۱
(ج) مولانا عبد المجتبیٰ رضوی، تذکرہ مشائخ قادریہ رضویہ مطبوعہ بنارس (انڈیا)، ص ۵۰۲
۴۔ مولانا عبد النعیم عزیزی بلرامپوری (علیگ)، مفتی اعظم ہند مطبوعہ بریلی شریف، ص ۲۹
۵۔ منقبت از جانشین مفتی اعظم ہند مفتی اختر رضا خاں الازہری مدظلہ، بحوالہ مفتی اعظم ہند مطبوعہ بریلی شریف، ص ۲۲
۶۔ مولانا عبد النعیم عزیزی بلرامپوری، مفتی اعظم ہند مطبوعہ بریلی شریف، ص ۳۵
۷۔ سید ریاست علی قادری، معارفِ رضا ۱۹۸۲ء، مطبوعہ کراچی، ص ۳۱۸
۸۔ ایضاً، ص ۳۱۸

۹۔ مولانا عبد النعیم عزیزی بلرام پوری، مفتی اعظم ہند ضمیمہ مطبوعہ بریلی شریف، ص ۱۳
۱۰۔ سید ریاست علی قادری، معارفِ رضا ۱۹۸۲ء، مطبوعہ کراچی، ص ۳۱۶
۱۱۔ ایضاً، ص ۳۱۹
۱۲۔ عبد النعیم عزیزی بلرام پوری (علیگ)، مفتی اعظم ہند، مطبوعہ بریلی شریف، ص ۱۱
۱۳۔ ایضاً، ص ۷ (ضمیمہ)
۱۴۔ اقبال احمد قادری اختری، مفتی اعظم ہند، مطبوعہ روزنامہ جنگ کراچی شمارہ ۹ ستمبر ۱۹۸۹ء، ص ۷/۱۱
۱۵۔ عبد النعیم عزیزی بلرام پوری (علیگ)، مفتی اعظم ہند، مطبوعہ بریلی شریف، ص ۱۱۱
۱۶۔ سید ریاست علی قادری، معارفِ رضا ۱۹۸۲ء، مطبوعہ کراچی، ص ۲۲۰
۱۷۔ ایضاً، ص ۲۲۰
۱۸۔ ایضاً، ص ۲۲۰
۱۹۔ ماہنامہ استقامت کانپور (مفتی اعظم ہند نمبر)، ص ۵۵۹ بحوالہ تذکرہ مشائخ قادریہ رضویہ
۲۰۔ اقبال احمد قادری اختری، مفتی اعظم ہند، مطبوعہ روزنامہ جنگ کراچی، ۹ ستمبر ۱۹۸۹ء، ص ۷/۱۱
۲۱۔ ایضاً، ص ۷/۱۱
۲۲۔ سید ریاست علی قادری، معارفِ رضا ۱۹۸۲ء، مطبوعہ کراچی، ص ۲۲۰
۲۳۔ (الف) راز الہ آبادی، کرامت مفتی اعظم ہند، مطبوعہ سکھر، ص ۶۸
(ب) اقبال احمد قادری اختری، امام احمد رضا اور ان کی مہران میں آمد، ص ۹
۲۴۔ اقبال احمد قادری اختری، شاہ مصطفےٰ رضا خاں قادری، مطبوعہ روزنامہ جنگ، کراچی شمارہ ۱۱ اگست ۱۹۸۹ء، ص ۷/۱۱
۲۵۔ عبد النعیم عزیزی بلرام پوری (علیگ)، مفتی اعظم ہند (ضمیمہ) مطبوعہ بریلی، ص ۱۳
۲۶۔ سید ریاست علی قادری، معارفِ رضا ۱۹۸۲ء، مطبوعہ کراچی، ص ۲۲۳
۲۷۔ عبد النعیم عزیزی بلرام پوری (علیگ)، مفتی اعظم ہند (ضمیمہ) مطبوعہ بریلی، ص ۱۴
۲۸۔ اقبال احمد قادری اختری، شاہ مصطفےٰ رضا خاں قادری، مطبوعہ روزنامہ جنگ کراچی،
۲۹۔ غلام صابر قدیری، ماہنامہ المیزان بمبئی، شمارہ اکتوبر نومبر ۱۹۸۱ء، ص ۹
۳۰۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد، ماہنامہ استقامت کانپور (مفتی اعظم ہند نمبر) شمارہ مئی ۱۹۸۳ء، ص ۱۵۶
۳۱۔ ایضاً، ص ۱۵۶ / ماہنامہ المیزان بمبئی، شمارہ اکتوبر نومبر ۱۹۸۱ء، ص ۱۱
۳۲۔ مولانا سلطان اشرف بہیروی، بحوالہ مفتی اعظم ہند ضمیمہ، مطبوعہ بریلی، ص ۲۲
۳۳۔ بحوالہ تحریک آزادی ہند اور السواد الاعظم، مطبوعہ لاہور، ص ۱۵
۳۴۔ مولانا عبد المجتبیٰ رضوی، تذکرہ مشائخ قادریہ رضویہ، مطبوعہ بنارس ۱۹۸۹ء، ص ۵۲۳
۳۵۔ عبد النعیم عزیزی بلرامپوری (علیگ)، مفتی اعظم ہند مطبوعہ بریلی شریف، ص ۱۱۴-۱۱۵
۳۶۔ ایضاً، ص ۱۱۵-۱۱۶
۳۷۔ (الف) صوفی اقبال احمد نوری، حیات مفتی اعظم ہند کی ایک جھلک

آزادی یا غلامی

علامہ عبدالقادری مدظلہ

نئی نسل، اور تہذیب حاضر کی علامت،

ایک نوعمر لڑکی اسکول کے ماحول سے ہی شرم و حیا، عفت پاکدامنی کے باغی عناصر میں پل رہی ہے، گھر باہر، اخبارات و رسائل، ریڈیو ٹیلی ویژن، ہر طرف ایک تشنگی، ایک بھوک کا سماں دیکھ رہی ہے نفسانیت کی بھوک، جنسی تشنگی کے الاؤ ہر طرف دہک رہی ہے ... ہر نگاہ ہر پیکر جھلس رہا ہے۔ جنسی میل ملاپ، کورس میں داخل ہے۔ نتیجتاً وقت سے پیشتر نابالغ کو بلوغ اور عصمت تاب کو آبرو باختگی کا شکار ہونا پڑ رہا ہے

عورت آج بھی غلامی میں ہے، اور آج کی غلامی ساتویں، اور آٹھویں صدی عیسوی کی غلامی سے زیادہ مہلک اور خطرناک ہے۔

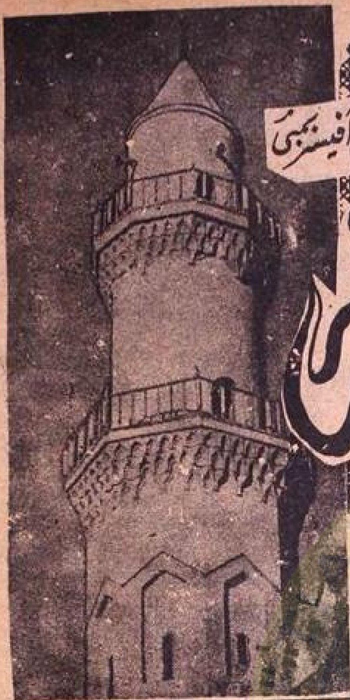
اس دور کی ہر لڑکی اور ہر عورت اپنی تنگ زندگی میں بھی اپنی آغوش سے انسانی نسل کی خدمت کا جذبہ رکھتی تھی اس کی گود معمار مستقبل کے لئے فراخ تھی آج کی خاتون نفس و جنس کی جن غلامی سے دوچار ہے، اس میں وہ اس درجہ محدود اور محصور ہو کر رہ گئی ہے کہ نئی پود کی تربیت نگہداشت کا عظیم مقصد بھول کر وہ اپنے لئے ہوائی جہاز کی ایئر ہوسٹس، بحری جہاز کی خدمت، ہوٹلوں اور ریسٹورانوں میں مردوں کی تسکین نظر اور آسائش کا ذریعہ بننے کو ترجیح دیتی ہے دوکانوں اور آفسوں میں سامان اور اشیائے تجارت سے پہلے صرف اپنا نمونہ تبسم پیش کرنے کیلئے بٹھائی جاتی ہے

اخلاق باختہ ممالک میں ازدواجی زندگی ایک فرسودہ خیال سمجھا جانے لگا ہے اس آزادی پر کیا اس معاشرہ کی عورت خوش ہے اسے سکون نصیب ہے؟

یہ سوال آپ کسی ایسی عورت سے کریں جس کی جوانی ڈھل چکی ہو، اس تہذیب کے اصولوں کی رو سے، اسے اب اوپر مندرج مقامات میں سے کہیں کوئی جگہ نہیں کیونکہ وہ تمام سینٹر عورت کو عزت و وقار کی کرسی پر بٹھانے کی نیت سے نہیں ہیں بلکہ عورت کے حسن و شباب کی نمائش گاہ ہیں

اسلام عورت کو عفت و پاکدامنی کے ساتھ رکھ کر ازدواجی زندگی کی فطری راہ پر لگاتا ہے وہ بچپن سے دوشیزگی تک اور اس وقت سے ضعیفی تک ایک باوقار منصب و مقام عطا فرماتا ہے ۔

بقیہ صـ۴۲ـ پر



آئینۂ تصوف

آلِ شاہ احمد حسین قادری کسٹم آفیسر بمبئی

موضع علاء الدین پور عرف گلرِھوا ضلع گونڈہ میں میرے والد مولانا مولوی قاری علیم الدین حشمتی مدظلہ النورانی نے ایک مکتب قائم کر رکھا تھا۔ میں بھی ان دنوں اپنے مشفق ومہربان والد معظم کے ہمراہ مکتب کی ابتدائی تعلیم کے حصول میں لگا ہوا تھا۔ ہم سبق بچوں کے ہمراہ کھیل کود کے وقت کچھ باتیں سننے اور کہنے کا بھی موقع ہاتھ آتا رہا۔ کسی طالب علم نے بڑے طنطنہ سے کہا میاں قادری سیدنا غوث پاک رضی اللہ عنہ کا نام پاک کا ورد جب پاک وصاف رہو تب کرو ورنہ بڑے پیر کا جلال اپنی لپیٹ میں لے لیگا۔ میں کیا سبھی خائف ہو جاتے۔ کہیں کوئی بے ادبی نہ سرزد ہو جائے آج اسی مذہبی تربیت کا رعب و دبدبہ ہے کہ سیدنا غوث پاک کا ذکرِ خیر ہوتا ہے تو میرا دل اس مجلسِ خیر میں بچھ بچھ جاتا ہے۔ کل کی ہی بات ہے کہ عالمی شہرت یافتہ خطیب و مقررِ سید ہاشمی میاں صاحب کی تقریر کا کیسٹ اپنے ٹیپ ریکارڈ سے سننے کا اتفاق ہوا میرے والدِ گرامی نے بصد شوق کسی صورت سے اس مطلوبہ کیسیٹ کو حاصل کیا تھا۔ جیسے ذکر آیا سیدنا غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اور روتے ہوئے سسکیاں بند ہو گئیں۔ میرے والد اشکبار آنکھوں سے تقریر سماعت کر رہے تھے۔

میرے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا نے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو راضی کرنے کا وسیلہ ہمیں بتایا ہے۔

تیری سرکار میں لایا ہے رضا اس کو شفیع
جو میرا غوث ہے اور لاڈلا بیٹا تیرا

سیدنا غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام پاک ورد کرتے رہو، تزکیہ نفس آسان ہو جائے گا اور ضبط نفس کا حوصلہ مل جائے گا۔ سرورِ قلب میسر ہوگا۔ لمعۂ باطن کا مشاہدہ ہوگا۔ تبھی تو حضور محدث اعظم ہند کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک وظیفہ اپنے چاہنے والوں کو بتایا ہے۔

ع غوث ہو جاتے ہیں غوث کو کہتے کہتے یا غوث
خواجگی مل جائے گی خواجہ کا دم بھر کر تو دیکھ

یہی خیال ذیل کے مضمون کی ترتیب کا محرک ہوا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

ویزکیھم ویعلمھم الکتاب والحکمۃ ہ

اکابرین صوفیا کی تعلیمات کا ماخذ اور ماحصل یہی ہے کہ تزکیہ نفس اور تصفیہ اخلاق ہی کا نام تصوف ہے۔

بعثت لاتمم مکارم الاخلاق ہ

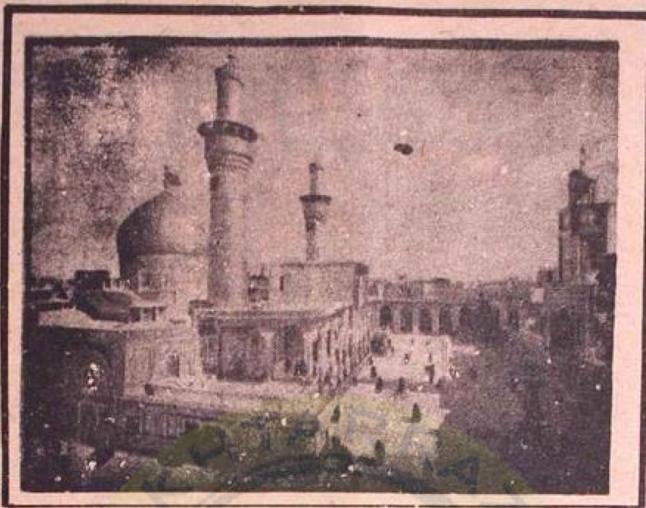
سرکار دو عالم صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے بھی اپنی بعثت کا مقصد یہی بیان فرمایا ہے کہ میں مکارم الاخلاق کو برپا کرنے آیا ہوں۔

شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالٰے عنہ کی شخصیت جہاں متنوع، ہمہ جہت اور عظیم ہے۔ وہاں کاروانِ ولایت کے سالار کی حیثیت رکھتی ہے۔ آپ کا وجود اسلام کے لئے بادِ بہاری تھا۔ جس نے دلوں کے قبرستان میں غنچے کھلا دیئے اور عالم اسلام میں ایمان اور روحانیت کی نئی لہر دوڑ گئی۔ آپ نے اگر ایک طرف بادشاہوں کا دامن پکڑ کر جھنجھوڑا تو دوسری جانب ان عمامہ پوش مولویوں کا تعاقب بھی کیا جن کی علمی و اخلاقی کمزوریوں کے باعث سلاطین و احکام دین کے معاملہ میں جری اور بے خوف ہو گئے تھے۔

اپنوں اور غیروں کے قلم اور کلام کی تان یہاں آکر ٹوٹتی ہے کہ مذہب تصوف انسان کو ترک و تجرد گوشہ نشینی، عافیت پسندی زندگی سے گریز، مسائل حیات سے فرار، رہبانیت، سہل کوشی اور یاس و ناامیدی کی تعلیم دیتا ہے۔ انہیں نہیں معلوم کہ مسائلِ زندگی کیا ہیں۔ تمدنی و معاشرتی ذمہ داریاں کیا ہیں۔ نظام مملکت کیسے چل رہا ہے۔ معاشرے میں کیا کہاں اور کون کونسی خرابیاں رونما ہو چکی ہیں؟ ان کا سدِ باب کیسے ممکن ہے؟ رعایا کے حقوق کیا ہیں اور سربراہِ مملکت کے فرائض کیا ہیں کہا جاتا ہے کہ صوفیا اپنے جھونپڑوں میں رہتے ہیں انہیں کیا معلوم ارباب حکومت عوام پر کیا مظالم ڈھا رہے ہیں وہ حق کے سر گردانوں میں مصروف انہیں کیا خبر کہ حدود اللہ کو کس بیدردی کے ساتھ پامال کیا جا رہا ہے؟ وہ مجاہدوں و مکاشفوں سے میں منہمک کیا جانیں کہ اقامت دین کی تحریک اور اس کے تقاضے کیا ہوتے ہیں؟ وہ طویل قیام و سجود اور رکوع و تشہد میں مشغول، انہیں کیسے پتہ چلے کہ جہادِ زندگی کیا ہے۔

کاش اعتراض کرنے والے، الزام دھرنے اور منفی نظریہ پھیلانے والے پہلے صوفیا کرام کی زندگی کا بھرپور مطالعہ کیا ہوتا اور اصل ماخذ کی طرف رجوع کیا ہوتا، پھر پتہ چلتا کہ کٹیا میں رہنے والے ان بزرگوں نے کتنے ایوانوں میں زلزلہ برپا کیے، ان خرقہ پوشوں نے کتنے سر پر آراؤں کو لرزہ بر اندام کیا، انکی عقابی نگاہوں نے کن کن کا پتہ پانی کیا۔

حق کے ان غیور و جسور فقیروں نے کتنے بادشاہوں کے چہرے پر شکنیں ابھاریں، ان جانباز اور سرفروش مجاہدوں نے پروانے کی خاموشی کے ساتھ کس ادا سے اپنی جانیں نذرِ محبت کیں، یہ لوگ پاپیادہ سکندرانہ جلال اور قلندرانہ اداکیں لے کر کہاں کہاں پہنچے اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ سرانجام دیا، کس زہرہ گداز اور جگرپاش حالات سے گزر کر انہوں نے حق کا علم بلند کیا۔ کتنے ایسے کج کلاہ ہوئے جن کی تندی و نخوت کو اپنے پائوں پر رکھا،



سیکڑوں واقعات ہیں جہاں ان بزرگوں نے گردن جھکانے پر کٹوانے کو ترجیح دی، لیکن یہ حقائق تو اسوقت اپنی اصل شکل میں ہمارے سامنے آتے جب ہماری آنکھوں پر رنگین شیشے نہ ہوتے حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ نہ صرف جہاد زندگانی کی اصل رمز سے آگاہ تھے بلکہ ان کی زندگانی سراسر جہاد سے عبارت تھی۔

جہاں انہوں نے گلی کوچوں میں تبلیغ ونصیحت کی وہاں بڑے بڑے ایوانوں میں بھی آوازۂ حق بلند کیا اور اس قوت، شدت، اخلاص اور بے نیازی سے حق کا پرچار کیا کہ انبیاء کی سیرتیں نظروں میں گھوم گئیں، دل میں وہی جذبہ، نظروں میں وہی بے باکی، چہرے میں وہی اعتماد و سکون، زبان پر وہی کھرے جملے، بیان میں وہی طنطنہ، انداز میں وہی ولولہ، عمل میں وہی اخلاص، طبیعت میں وہی قناعت وتوکل اور چال ڈھال میں وہی بے نیازی جو منصب نبوت کے حاملین کی سیرتوں میں دکھائی دیتی ہے۔ انہوں نے نہ صرف بگڑے نوابوں، بدمست جاگیرداروں، جابر وظالم بادشاہوں، بے لگام حکمرانوں نخوت وکبر میں چور رئیسوں، عیش وعشرت میں غرق مہاراجوں اور بے ضمیر وزیروں کو للکارا اور برسرِعام للکارا بلکہ ان کی تنقید کا ہدف وہ علماء بھی بنے جو اپنے عالی منصب سے فروتر، بادشاہوں کی کاسہ لیسی اور جاگیرداروں کو خوشامد کو اپنا دین سمجھے ہوئے تھے

ان فقہاء پر بھی برسے جن کی قبائیں ان کے فتویٰ فروشی کے باعث بیگناہ خون سے لتھڑی ہوئیں تھیں۔ ان مفتیوں کا تعاقب کیا جن کی حیلہ جوئیوں، دسیسہ کاریوں اور فریب سازیوں کی وجہ سے دین بازیچۂ اطفال بن کر رہ گیا تھا۔

ان زاہدوں کی بھی خبر لی جو کنج خمول میں مسائل زندگی سے بے خبر، تصوراتی دنیا میں گم سُم تھے۔ جنہیں کسی بیوہ کے سر سے دوپٹہ اترنے، کسی کی بیٹی کے پیرہن نچنے، کسی یتیم کے اجڑنے اور کسی غریب کے لٹنے کا کوئی احساس نہ تھا۔ وہ خطیب بھی ان کی حق گوئی کی سان پر چڑھے جن کے خطبے خشک، وعظ بے تاثیر، تقریریں بے روح اور مقالے بیجان تھے۔ جن سے نہ آنکھوں میں عشق کا سرور اور نہ چہرے پر یقین کا نور پیدا ہوتا۔ المختصر صوفیوں کا مقدس گروہ جہاں جہاں پہونچا، تبلیغ ونصیحت کا حق ادا کرتا، حق گوئی کے پرچم گاڑتا، بے باکی کے پھریرے لہراتا اور اخلاص وسوز کے نشانات چھوڑتا گیا۔

صوفیائے کرام کو جہاں کوئی خلاف شرع کام نظر آیا فوراً ٹوکا، جہاں قرآن وسنت سے تجاوز کا رجحان دیکھا سدِّ راہ بن گئے۔ جہاں بدعت کو سر اٹھاتے پایا وہیں کچل دیا، جہاں کوئی بات دین اسلام کے منافی سامنے آئی اس کے استحصال کی بھرپور کوشش کی، جب بھی اور جہاں بھی محسوس کیا کہ خدا

کی حدود اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقوں کو نظر انداز کیا گیا ہے۔ اس بات کی پرواہ کئے بغیر کہ کون اس فعل کا مرتکب ہے فوراً انیام زبان سے شمشیر حق نکالی اور نخوت و کبر سے بھرے کلاہ داروں انانیت وغرور سے سرشار عمامہ پوشوں، کہ وفر کے نشے میں وحشت سریر آراؤں کی اکڑی گردنیں ہوا میں اچھال دیں اور ان کی تنددی خاک میں ملادی جب اور جہاں موقع ملا حق کی بات سنادی، بادشاہوں کی مرصع اور رستہ ہاتھوں پر زرنگار ہودج میں بیٹھے خدام وحشم کی فوج کے جلو میں سیر کرتے دیکھا تو وہیں پیغام حق نشر کر دیا۔ بھرے درباروں میں، چھ بہاروں کے درمیان تخت و تاج سے آراستہ و پیراستہ جلوہ افروز دیکھا تو حق بات کہنے میں تامل نہ کیا۔ بادشاہوں نے بلوا کر نصیحت چاہی تو چلے گئے اگر انہوں نے راستہ میں رکاوٹیں ڈالیں تو بھی دروازوں پر بھی دستک دے آئے۔

حق گوئی زندگی کا نصب العین بنالیا تھا، تو بہتر طور پر نبھایا خواہ کوئے یار میں موقع ملا یا سوئے دار جانا پڑا۔ اب ہم ان تاریخی حقائق کا جائزہ لیتے ہیں، جن سے یہ معلوم کرنا آسان ہو جائے گا کہ واقعۃً صوفیائے کرام نے تبلیغ حق اور نصح خیر کا فریضہ بڑی بے باکی اور جوانمردی سے سرانجام دیا اور حقگوئی و بے باکی کی ایک نئی تاریخ رقم کر دی جو نظام مصطفےٰ کے علمبرداروں کے لئے بجا طور پر مشعل راہ کا کام دے سکتی ہے۔

(۱) خواجہ فریدالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے، ایک مرتبہ عباسی خلیفہ ہارون الرشید اپنے معتمد وزیر فضل کے ہمراہ حضرت خواجہ فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ کے در دولت پر حاضر ہوا اور دروازہ کھٹکھٹایا، پوچھا کون؟ وزیر نے جواب دیا "امیر المومنین"، خواجہ فضیل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا امیر المؤمنین کا مجھ سے کیا کام؟ اور مجھے ان سے کیا رابطہ؟ وزیر نے کہا بادشاہ کی اطاعت واجب ہے، فرمایا مجھے حیران نہ کرو، وزیر نے کہا اندر آنے کی اجازت دو ورنہ ہم حکماً اندر آجائینگے فرمایا اجازت تو نہیں دیتا حکماً اندر آسکتے ہو۔ چنانچہ خلیفہ اور وزیر اندر آگئے۔ خواجہ فضیل رحمۃ اللہ علیہ نے چراغ گل کر دیا تاکہ ہارون الرشید کو نہ دیکھ سکیں۔ اسی اثنا میں ہارون کا ہاتھ آپ کے ہاتھ سے چھو گیا۔ فرمایا کیا نرم ہاتھ ہے۔ کاش کہ دوزخ کی آگ سے بچ جائے۔ خلیفہ نے درخواست کی، کچھ ہدایت فرمائیے۔ جواب دیا، تیرا باپ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا چچا تھا اس نے درخواست کی تھی کہ مجھے کسی صوبے کا حاکم بنا دیا جائے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

یا عم بک نفسک (یعنی اے چچا تجھے تیرے نفس کا امیر کیا)۔

ہارون الرشید نے کہا کچھ اور فرمائیے فرمایا یہ ملک تیرا گھر ہے اور رعایا تیری اولاد، ماں باپ کے ساتھ نرمی، بہن بھائیوں پر مہربانی، بچے بچیوں سے نیک سلوک کر، اگر کوئی مفلس بڑھیا رات کو بھوکی سو جائے گی تو قیامت کے دن وہ بھی تیرے دامن گیر ہوگی۔ اور تیرے ساتھ جھگڑیگی

(تاریخ مشائخ چشت از پروفیسر خلیق احمد نظامی ص۷۵،۷۶
مطبوعہ دارالمؤلفین اسلام آباد)

اس واقعہ میں بیک وقت بادشاہوں سے

بے نیازی، امراء و وزراء سے بے رغبتی، مملکت کی ذمہ داریوں کو باحسن پورا کرنے کی تلقین، وعظ و نصیحت اور فکرِ آخرت نمایاں ہے، شفیق سے شفیق باپ بھی اتنی نرمی اور پیار سے بیٹے کو زمانے کے نشیب و فراز سے آگاہ نہیں کرتا ہوگا۔ جتنی شفقت و محبت سے خواجہ فضیل رحمۃ اللہ علیہ نے ہارون الرشید کی رہنمائی فرمائی، یعنی اخوت ایمانی ہمدردی اور انسانی مروّت لفظ لفظ سے ٹپکی پڑتی ہے۔ زبان سے ادا ہونیوالا ہر حرف اخلاص و سوز لئے ہوئے اور انداز دامن میں اپنا ئیت سموئے ہوئے ہے۔ رہا یہ سوال کہ خلیفہ و وزیر کے آنے پر دروازہ نہ کھولنا یا اندر آنے کی اجازت نہ دینا اخلاق و مروت کے خلاف ہے تو اس کے بارے میں بارق "تامل" تہہ تک پہونچا جاسکتا ہے کہ فقیروں کے نہ دروازے جو ہر وقت اپنے اور غیر کے لئے کھلے رہتے ہیں ہر عام و خاص کے لئے وا ہوتے ہیں وہ ہارون اور فضیل پر کیسے بند ہو سکتے ہیں۔ لیکن اس میں تبلیغ و نصیحت کا پہلو تھا اور یہ باور کرانا مقصود تھا کہ حق کے علمبردار کبھی قربِ شاہی کے تمنائی نہیں ہوتے بہی وہ بے نیازی ہے جو بات میں قند و نبات اور تقریر میں شہد و شیر کی مٹھاس بھر دیتی ہے اور دل کو مقناطیسی طور پر کھینچ لیتی ہے

بقیہ آزادی یا غلامی

اسلامی معاشرہ میں ماں باپ بچیوں کو خداشناس تعلیم و تربیت دینا اور سنِ بلوغ کو پہونچنے کے بعد عقد مسنون کرنے کو اپنے لئے سعادتِ دارین سمجھتے ہیں۔ اور ایسوں کیلئے خدا کے آخری رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت میں اپنے ساتھ ہونے کی بشارت دی ہے

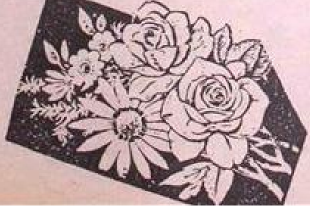
ازدواجی زندگی میں داخل ہونے کے بعد نکاح کا خدائی بندھن کتنا مبارک ہے جہاں زوجین کی باہمی محبت کو "آیتٌ من آیت اللہ" فرمایا گیا ہے شوہر اور نسلِ انسانی کی خدمات کے صلہ میں عورت کو آخرت کے مدارجِ علیا کی خوشخبری موجود ہے۔ یہاں تک کہ مؤمن خاتون اگر بچے کی ولادت کی تکالیف کے سبب انتقال کر جائے تو وہ درجہ شہادت حاصل کر لیتی ہے اسی فطری نظامِ زندگی کے احسن ثمرات اسی دنیا میں ظاہر ہو جاتے ہیں۔ اور ایسی خواتین کے بطن سے عالمِ ظاہر میں آنے والی اولادیں اپنی ماں کی خدمت ذریعہ حصول جنت سمجھ کر کرتی ہیں اس لئے کہ انکی نگاہ میں یہ فرمانِ بابرکت موجود ہے

اَلجنۃ تحت اقدام امہاتکم

"جنت تمہاری ماؤں کے قدموں تلے ہے"

تہذیب نو جواب دے کہ سکون و اطمینان عورت کو کس ماحول میں نصیب ہے نفس اور جنسی فریب کاری کے ماحول میں یا اسلامی نظامِ حیات کی بخشی ہوئی خاندانی مبارک بندشوں میں عمر

آزادروی میں فکر و غم و افسوس کے آگے کچھ بھی نہیں
پابندیِ حق میں تلخی ہے تکلیف ہے پھر آرام بھی ہے







قسط اول

بریلوی مسلک تاریخ تحقیق و تنقید کے آئینے میں

مولانا محمد شمشاد حسین رضوی صدر مدرس مدرسہ شمس العلوم بدایوں

ہند و پاک اور بنگلہ دیش کے وہ مسلمان جو فقہ حنفی ...... اور اہل سنت و جماعت کے اصول و فروع پر کار بند ہیں ...... اور امام احمد رضا فاضل بریلوی کی تعلیمات و نظریات پر عمل کر رہے ہیں ..... عرف عام میں انہیں بریلوی کہا جاتا ہے ...... یہ اصطلاح کس نے ایجاد کی ...... ؟ ... ظاہر ہے یہ ان لوگوں کی طرف سے کہا گیا ... جو عظمت اولیار کے منکر .... اور بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں بے ادب و گستاخ ہیں اور جن کے نزدیک رسل و اولیار کی عظمت و وقار کی نفی ہی خالص توحید ہے۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ ان لوگوں نے طنز و مزاح میں ہی لفظ "بریلوی" کا استعمال کیا ہوگا۔ مگر انہیں کیا معلوم ... ؟ کہ جس لفظ کو وہ بطور استہزا و تمسخر استعمال کر رہے ہیں ..... وہ ہم سنیوں کے لئے ایمان و ایقان، عرفان و محبت کی علامت اور ایک نشان بن گیا۔ ہمیں اس بات پر خوشی .... اور فخر و ناز ہے کہ وہ ہمیں بریلوی کہہ کر پکار رہے ہیں ... اور وہ اس کہنے میں مرکز کی طرف سنیوں کی نسبت کا اعتراف کر رہے ہیں۔ کیونکہ بریلی اہلسنت و جماعت کا مرکز ہے اور جس کی نسبت مرکز کی طرف ہوگی وہ یقیناً نجات یافتہ اور کامیاب و کامران ہوگا۔ ہمیں بریلوی کیوں کہا جا رہا ہے ؟ اور اس کے پس منظر کیا اسباب و علل ہیں ۔ ؟ یہ ایک غور طلب بات ہے۔ آئیے تاریخ کے آئینے میں اس پس منظر کی واضح تصویر دیکھنے کی کوشش کریں۔

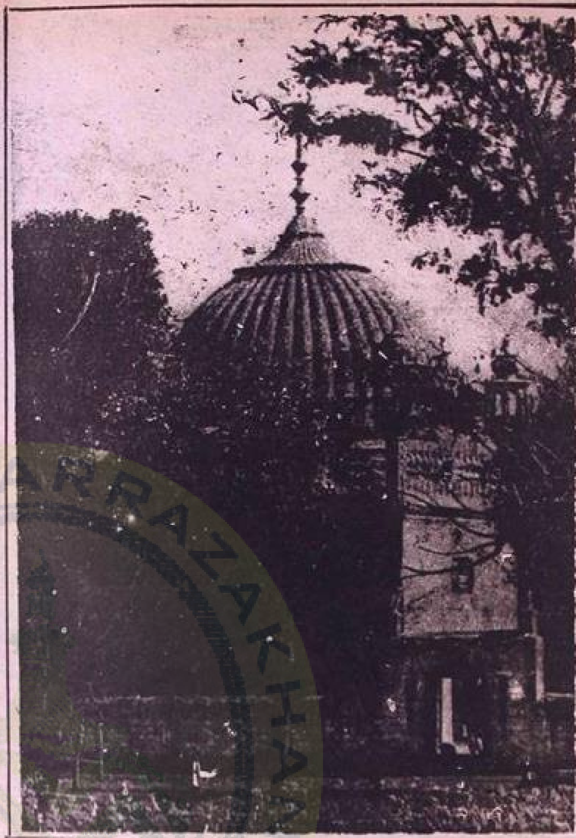
امام احمد رضا فاضل بریلوی ایک ایسے دور میں تشریف لائے جب ہندوستان میں "دیوبندیت، وہابیت اور الحاد و بد دینی کا بازار گرم تھا۔ اللہ اور اس کے رسول کے تقدس پر انگشت نمائی کی جا رہی تھی۔ کذبِ الٰہی کو ممکن کہا جا رہا تھا۔ عظمت اولیار کا انکار، اسلاف کے ایمان و کردار پر الزام تراشی کی جا رہی تھی۔ جس سے مذہب اہلسنت کو نقصان ہو رہا تھا۔ اسلامی شیرازہ بکھر رہا تھا۔ ایمان و ایقان

کی دولتِ بے بہا پر ڈاکہ ڈالا جا رہا تھا۔ گویا ایک عظیم طوفان برپا تھا۔ بلا خیز آندھی چل رہی تھی۔ ایسے پر آشوب دور میں امام احمد رضا فاضل بریلوی نے جب آنکھ کھولی۔ اور ماحول کا جائزہ لیا۔ تو آپ تڑپ اٹھے۔ اور دل مسوس کر رہ گیا۔ کہ ہائے! افسوس ایک وہ دور تھا جب کہ دین واسلام، ایمان وعرفان عشق ومحبت بچانے کی خاطر تلواریں لے کر صحابہ کرام جنگ میں اتر پڑے۔ نہ کثرت سے خوف نہ قلت کا احساس تھا۔ بلکہ توحید ورسالت کا ایک نشہ تھا۔ ایک مستی تھی جس کے سہارے صحابہ اور راہِ وفا کے مسافر، آگ و خون سے کھیل رہے تھے۔ طوفانوں سے بزور آزما تھے۔ اور آج یہ دور ہے کہ اسلام کے ہی نام لیوا اپنے مذہب کی بیخ کنی کر رہے ہیں۔ بر عزم حوصلے اور قومی درد کے نئے جلے جذبات لیکر اٹھے۔ اور قوم کی اصلاح کا بیڑا اٹھایا۔ کیونکہ تجدید دین وملت آپ کا منصب تھا تہذیب سماج وتعلیم آپ کی ذمہ داری تھی جسے آپ پورا کرنا چاہتے تھے۔ امام احمد رضا صاحب نے پہلے قوم کو مشورہ دیا خوابِ غفلت سے انہیں بیدار کیا۔ پھر رہزنوں اور گندم نما جو فروش مولویوں کی شاطرانہ چال سے بچنے کی تدبیر بتائی۔ وہ کیسے شاطر ہیں۔ کس قدر ہوشیار ہیں۔ اس کی طرف امام احمد رضا فاضلِ بریلوی اشارہ فرماتے ہیں۔ کہ ؎

سونا جنگل رات اندھیری چھائی بدلی کالی ہے
سونے والو جاگتے رہیو چوروں کی رکھوالی ہے
آنکھ سے کاجل صاف چرا لیں یاں وہ چور بلا کے ہیں
تیری گٹھری تاکی ہے اور تو نے نیند نکالی ہے

ایک محاورہ اور اس کا پیکرِ محسوس

اردو زبان وادب کا ایک محاورہ ہے "آندھیوں کی زد پہ چراغ جلانا"، مگر امام احمد رضا فاضلِ بریلوی نے اس محاورہ کو حقیقت کے روپ میں بدل دیا۔ اس طرح فاضل بریلوی اس محاورہ کے پیکرِ محسوس نظر آتے ہیں۔ آپ نے نہ تو طوفان، آندھیوں کا خوف کیا۔ اور نہ ہی فرق باطلہ کی ایذا ا رسانیوں کا احساس۔ بلا خوف وخطر میدان میں اتر آئے۔ اور قلم کی تلوار لے کر تنہا کھڑے ہو گئے۔ دشمنانِ اسلام کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ فرق باطلہ کے لئے اگر آپ "اشداء علی الکفار" تھے تو اپنوں اور جاں نثاران مصطفیٰ کے لئے ریشم وپرنیاں سے زیادہ نرم ونازک۔ امام احمد رضا نے عرب سے لے کر عجم تک مومنین کے دلوں میں سیّد کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عظمت وتوقیر۔ سلف صالحین کی عقیدت ومحبت اور شریعتِ اسلامیہ کے احترام کا ایسا جذبہ پیدا کر دیا۔ کہ ایمان والیقان کی زندگی کا نقشہ ہی پلٹ دیا زندگی کے ہر موڑ پر آپ نے مسلمانوں کی رہنمائی کی۔ مذہبی یا تعلیمی۔ سماجی یا معاشی، سیاسی یا اقتصادی آپ کی تحریر میں سبھی کی جھلک نظر آتی ہے۔ ساتھ ہی ساتھ وہابیوں، دیوبندیوں چکڑالیوں اور نیچریوں کے مذعومات کی آپ نے سخت مخالفت کی۔ کذب الٰہی کا مسئلہ ہو۔ یا خاتمیت محمدی کا۔ میلاد کو کنہیا کی طرح بتانے کی گفتگو ہو۔ یا علم شریف کو جانوروں کے علم سے تشبیہ دینے کا۔ اولیا اور بزرگوں کے خلاف منصوبہ بند سازش ہو۔ یا مسلمانوں کے اتحاد میں تفرقہ ڈالنے کی اسکیم ہو۔ ہر ایک موضوع پر آپ کا قلم اٹھا ہے۔ اور آپ نے قرآن وحدیث کی روشنی میں ہر ایک، کے موقف کی وضاحت کی ہے



آپ کی ان تعلیمات کا اثر یہ ہوا کہ گھر گھر آپ کا چرچا ہونے لگا۔ بچے جوان بوڑھے مرد عورت سب آپ کی ان تعلیمات کے شیدائی ہیں۔ اور اس پر عمل پیرا ہونے میں کوشش کر رہے ہیں۔ آپ کا تذکرہ عام کیوں نہ ہو کہ

آفاق میں پھیلے گی کب تک نہ مہک تیری
گھر گھر لئے پھرتی ہے پیغام صبا تیرا

چونکہ آپ کی تعلیمات میں ایسا خلوص، اور ایسی جاذبِ کشش تھی کہ لوگ کشاں کشاں آتے گئے اور کارواں بنتا گیا۔ کہ

میں اکیلا ہی چلا تھا جانب منزل مگر
لوگ ساتھ آتے گئے اور کارواں بنتا گیا

ان تعلیمات کے عام ہونے کی وجہ سے اور ملک میں کونے کونے میں اسے ہاتھوں ہاتھ لینے کی وجہ سے دیوبندیوں اور وہابیوں کے درمیان صف ماتم بچھ گئی۔ ان کے پاؤں تلے کی زمین کھسکتی نظر آئی۔ اور ان کا چراغ بجھتا ہوا نظر آنے لگا۔ ان کا مشن۔ اور تحریک دن بدن کم ہوتی نظر آئی۔ جس کی وجہ سے ان کے دلوں میں حسد اور امام سے دشمنی پیدا ہو گئی اس دشمنی کے نتیجہ میں فرق باطلہ نے امام احمد رضا کو ایذا پہونچانے کی پوری پوری کوشش کی۔ کبھی نوک زبان کو استعمال کیا گیا۔ اور کبھی قلم کا خنجر کام میں لایا گیا۔ میرے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے بھی ہر میدان میں نہایت ہی جرأت و بہادری کا مظاہرہ کیا اور اپنے مخالفین، عظمت اولیاء و رسل کے منکرین کو للکارتے ہوئے فرمایا۔

کلکِ رضا ہے خنجر خونخوار برق بار
اعدا سے کہہ دو خیر منائیں نہ شر کریں

تعلیماتِ اعلیٰ حضرت اور اس کے اثرات

امام احمد رضا فاضل بریلوی نے اپنے مشن کے تحت جن تعلیمات کو قوم و ملت اور افراد سماج تک پہونچائی ان کے زبردست اثرات قوم و سماج تہذیب و تمدن پر پڑے۔ ہر طرف عشق و محبت کے ترانے اور نغمے گونجنے لگے۔ یا رسول اللہ اور یا نبی اللہ کی صدائیں دلنواز بلند ہونے لگی۔ مزارات اولیاء پر اژدہام کثیر دکھائی پڑنے لگا۔ روح میں بالیدگی، ایمان میں پاکیزگی اور دلوں میں تازگی کی لہریں دوڑنے لگی۔

محفلِ میلاد سنورنے لگی۔ ذکرِ خیر الانام ہونے لگا۔ درود وسلام کے نذرانے پیش ہونے لگے۔ مصطفےٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام کی شیریں آواز کانوں میں رس گھولنے لگی۔ جانِ رحمت، سراپا رحمت، نور، پیکرِ نور۔ جیسے پیارے پیارے الفاظ سے منہ میں شہد گھلنے لگا۔ بھلا ایمان کے لٹیروں۔ دولتِ عشق کے رہزنوں کو یہ کب گوارا ہوتا۔ وہ اٹھے اول فول بکنے لگے۔ دل کی سیاہی الفاظ کے روپ میں ظاہر ہونے لگی۔ کبھی ادھر سے قبر بجو اکا خطاب دیا جانے لگا۔ تو کسی غیر مہذب انداز میں توہین آمیز کلمات۔ یہ کتنے احسان فراموش ہیں وہ نبی جنہوں نے قوم مسلم کے لئے سب کچھ کیا راتوں میں گریہ وزاری کی۔ آبادی سے باہر ایک سنسان مقام پہ خدا سے اپنی امت کے لئے دعائے مغفرت کی اس کا یہ بدلہ کہ اپنے آپ کو ان کا امتی کہلانے والا ان کے خلاف سرگرمیوں میں مصروف اور ان کے عاشق امام احمد رضا کے ساتھ آمادۂ جنگ و بیکار۔ افسوس ہائے افسوس۔

اور بھی تم پہ میرے آقا کی عنایت نہ سہی
نجدیو کلمہ پڑھانے کا بھی احسان گیا

یہی وہ اسباب و علل ہیں جن کی وجہ سے مخالفین نے ہمیں "بریلوی" کہا۔ ان کے یہ کہنے کا مقصد صرف اور صرف تمسخر اور مذاق اڑانا ہے۔ مگر اس کے باوجود ہم ان کے احسان مند ہیں اور شکر گذار ہیں۔ کہ انہوں نے یہ لفظ کہہ کر ہمارے لئے دبی زبان میں اور غیر شعوری طور پر بہت کچھ اعتراف کر لیا۔ جو مندرجہ ذیل تحریرات سے ظاہر ہے۔

بریلوی اور اس کا معنی و مصداق

اہل علم و فن سے پوشیدہ نہیں کہ لفظ بریلوی ایک ایسا اسم ہے جس میں یائے نسبتی لائی گئی ہے اور اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ ہر وہ شخص بریلوی ہے جس کا وطن بریلی ہو اور وہیں اقامت پذیر ہو۔ مگر مخالفین جس معنی کو لے کر "بریلوی" کہہ رہے ہیں وہ اور معنی ہے جس کا اول معنی سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ بلکہ یہ دوسرا معنی مفہوم کے اعتبار سے زیادہ وسیع ہے۔ اور اس میں بے انتہا گنجائش ہے۔ وہ دوسرا معنی کیا ہے۔ اور اس کا مصداق کون ہے اس کی وضاحت ضروری ہے تاکہ صورتِ حال واضح ہو جائے۔ مخالفین کی طرف سے جو الفاظ استعمال کئے گئے ہیں وہ دو ہے۔ بریلوی اور بریلویت اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ "بریلویت" سے کیا مراد ہے۔ اور اس لفظ کا مصداق کون ہے۔

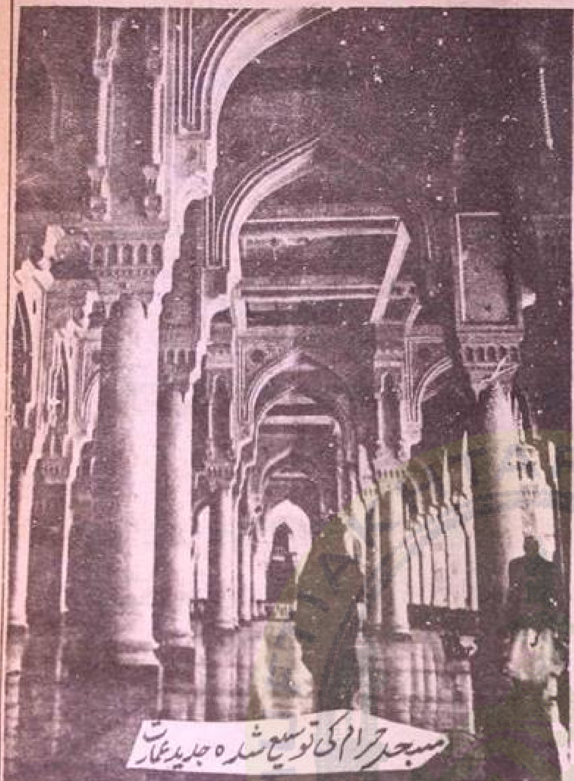
تعلیمات اعلیٰ حضرت یا قوم وملت کے وہ اعمال و کردار جن میں تعلیمات کی اثر پذیری ہو۔ اگر اوّل مراد ہے تو ظاہر ہے کہ "بریلویت" کا اطلاق تعلیمات پر بلا واسطہ ہوا۔ اور اگر ثانی مراد ہے تو بھی بریلوی کا اطلاق تعلیمات پر ہوگا۔ مگر اعمال و کردار کے توسط لیکن واضح یہ ہے کہ اس سے تعلیمات ہی مراد ہے نہ کہ اعمال و کردار یہ تو صرف ایک واسطہ ہے۔ ایک رابطہ ہے بریلویت کو تعلیمات پر محمول کرے گا۔ لہٰذا اب بریلوی ہر وہ شخص ہوگا جو ان تعلیمات پر عمل کرے۔ میلاد و فاتحہ اور عرس پاک میں شریک ہو۔ درود و سلام کا نذرانہ پیش کرے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب اور اُن کی خاتمیت کا اقرار دل و جان سے کرے۔ بریلی شریف شہر میں اقامت

اختیار کرنا اس کے لئے ضروری نہیں وہ بریلی کا ہو یا کہیں اور کا ہندوستان کا باشندہ ہو یا پاکستان۔ یا اور کسی ملک کا رہنے والا ہو اگر وہ پورے طور پر اعلیٰ حضرت کی تعلیمات پر عمل پیرا ہے تو وہ بریلوی ہے۔ اور بریلوی رہے گا۔

تعلیمات اعلیٰحضرت اور اسکا جائزہ

یہ تو بالکل روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ بریلویت سے تعلیمات اعلیٰ حضرت مراد ہے۔ جب ہم تاریخ کا جائزہ لیتے ہیں تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ امام احمد رضا فاضل بریلوی نے اپنی پوری زندگی اور اپنی حیات کا لمحہ لمحہ قوم کی اصلاح۔ علوم وفنون کی اشاعت اور فقہ حنفی کی توضیح وتشریح میں گذاری ہے اور فرق باطلہ کے بکواس وہفوات کی تردید۔ اور انھیں ان کا منہ توڑ جواب دینا آپ کی بھی زندگی کا طرۂ امتیاز ہے۔ جب ہم تعلیمات کا جائزہ لیتے ہیں تو ایک طرف عقائد وایمان کی باتیں ہیں۔ تو دوسری طرف مسائل کی توضیح وتشریح ہے ایک طرف اگر عظمت رسول اور ان کی خاتمیت پر زور دیا گیا ہے تو دوسری طرف اللہ والوں سے کرامات وقومی خدمات کا تذکرہ ہے۔ ان کے فتویٰ کیا ہیں۔ مسلمانوں کو پیش آنے والے مسائل کا حل ہے۔ حضرت علامہ ارشد القادری صاحب قبلہ اعلیٰ حضرت کے تعلیمات اور قومی اصلاحات کو چار شعبوں میں تقسیم کر کے اس کی وضاحت کرتے ہیں کہ

۱۔ سنی حنفی مسلمانوں کے عقائد وروایات جنہیں دیوبندی حضرات شرک اور حرام سمجھتے تھے



مسجد حرام کی توسیع شدہ جدید عمارت

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے قرآن وحدیث اور فقہ حنفی واسلاف کی کتابوں سے روشن بیانات اور واضح دلائل کے ساتھ یہ ثابت کر دیا کہ وہ امور شرک اور حرام نہیں ہے۔ بلکہ قرآن وحدیث کا عین مقتضا اور ائمہ کرام، سلف صالحین کے نزدیک مستحسن وپسندیدہ ہیں۔

۲۔ دیوبندی فرقے کے وہ مخصوص عقائد جنہیں وہ تقریر وتحریر کے ذریعہ مسلم معاشرہ میں پھیلا رہے تھے اور آج بھی ان کی تبلیغ واشاعت کا سلسلہ جاری ہے۔ اور از راہ فریب سادہ لوح عوام سے کہتے تھے۔ یہی وہ اسلامی عقائد ہیں جو قرآن وحدیث سے اخذ کئے گئے ہیں۔ ایک سچے مسلمان کو انہیں

عقائد پر چلنا چاہئے۔ اعلیٰ حضرت نے امت مسلمہ کو عقیدے کے فساد سے بچانے کے لئے جو انمردی اور ثابت قدمی سے اپنی مہم کا آغاز کیا وہ ایک مجدد کی ہی شان ہو سکتی ہے۔

۳:۔ اکابر دیوبند کی بعض وہ عبارتیں جن میں انہوں نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی شان پاک میں گستاخیاں کی تھیں۔ اور ضروریات دین کا انکار کر کے دین سے اپنا رشتہ منقطع کر لیا تھا۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے ان توہین آمیز عبارتوں پر ان کا مواخذہ فرمایا۔ اور ان سے رجوع و توبہ کا مطالبہ کیا۔ آگے چل کر اس مطالبات میں سادات حرمین شریفین اور بلاد عرب کے مشاہیر علماء مشائخ بھی شریک ہوگئے اور اس طرح یہ کل عالم اسلام کا مطالبہ بن گیا۔

۴:۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی علمی خدمات کا چوتھا شعبہ وہ مذہبی اور اخلاقی اصلاحات ہیں جو مسلم معاشرہ میں پھیلی ہوئی غلط رسموں اور برائیوں کے خلاف اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے انجام دیئے ان میں سب سے زیادہ قابل ذکر نئے مسائل ہیں جن پر فاضل موصوف نے بلند پایہ تحقیقات اور فکری نوادرات چھوڑے ہیں۔ جنہیں دیکھ کر علمائے عرب نے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی بصیرت اور علمی عظمت کا لوہا مان لیا ہے۔ انہوں نے جن اغلاط و مفاسد کی اصلاح کی ہے وہ ہزاروں صفحات پر پھیلے ہوئے ہیں۔

اعلیٰ حضرت اور جمہوری علمائے اہلسنت

امام احمد رضا فاضل بریلوی کی تعلیمات کا اجمالی خاکہ پیش کیا گیا۔ اس کی تفصیلات میں آنے کے بعد یہ بات واضح ہو جائے گی۔ کہ امام موصوف نے جو بھی تعلیمات یا کسی مسئلہ یا فن کی تحقیق کی ہے۔ اس میں جمہوری علمائے اہلسنت کی تائید و حمایت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اپنے ہر علمی کارنامہ۔ اور ہر مسئلہ کی تحقیق میں اوّلاً قرآن کی آیات اور ثانیاً۔ احادیث طیبہ۔ ثالثاً اسلاف کرام کے اقوال زریں اور رابعاً۔ وہ تحقیقات و توفیقات پیش کیں۔ جو آپ کے قلب پر من جانب اللہ القا ہوئے۔ فتاویٰ رضویہ ہو۔ یا کوئی اور تصنیف ہر جگہ یہی جلوہ نظر آتا ہے۔ یہی طریقہ اہلسنت و جماعت کے جمہور علماء کا ہے۔ آپ کی تعلیمات نے فقہ حنفی کی انجمن آرائی کی ہے۔ جمہور علماء کے مسلک اور سوادِ اعظم کے نظریہ کی یاد تازہ کی ہے۔ کذب الٰہی کے امتناع کا مسئلہ ہو۔ یا علم غیب رسول۔ عقائد و افکار کی وضاحت ہو۔ یا معمولاتِ زندگی۔ جلوس محمدی کا نظریہ ہو۔ یا مزارات اولیا پر حاضری مسند تدریس ہو۔ یا کرسی خطابت۔ مجلسی زندگی ہو۔ یا گھر ہو ہر میدان میں آپ علمائے اسلام کے نقوش قدم کو چومتے نظر آئے ہیں۔

اس طرح یہ کہنا سو فیصد درست ہے کہ امام احمد رضا نے کچھ نہیں کیا۔ سوائے اس کے کہ آپ نے اس سماج کو زندہ اور پائندہ رکھا جو سواد اعظم کا سماج تھا۔ یا علمائے اہلسنت کا معاشرہ تھا۔ بریلویت کے اطلاق کرنیوالے اس بات کو خوب سمجھ لیں کہ اس سے مراد صرف امام احمد رضا کی تعلیمات ہی نہیں بلکہ اس کے توسط سے وہ مسائل مراد لئے جائینگے جو علمائے اہلسنت کے ہیں۔ کیونکہ امام احمد رضا بیچ کی کڑی ہیں اور صرف ایک واسطہ ہیں۔ اس لئے بریلوی اب وہ کہلائینگے جو سنی حنفی ہوں گے۔

یزیدی کون ہیں؟

مولانا محمد اعجاز رضوی
مدرس جامعہ نوریہ رضویہ بریلی شریف

ہم آہ بھی کرتے ہیں تو ہو جاتے ہیں بدنام
تم قتل بھی کرتے ہو تو چرچا نہیں ہوتا

قتل حسین اصل میں مرگ یزید ہے
اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

دیوبندیوں اور غیر مقلدوں کی چند کتب و رسائل میں یہ دیکھ کر بہت تعجب ہوا کہ انھوں نے فاسق و فاجر ظالم و جابر بدبخت دشمن اہل بیت قاتل حسین خانۂ کعبہ کو ڈھانے جلانے والے، مدینہ طیبہ کی بے حرمتی کرنے والے، یزید پلید کی خوب خوب تعریفیں کی ہیں۔ یہاں تک کہ اس بدکار کے نام کے آگے رحمۃ اللہ علیہ، رضی اللہ عنہ لکھنا جائز، اور جو لوگ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے نام کے ساتھ لفظ " امام " لگاتے ہیں۔ اس کو ناجائز کر دیا اور اس قسم کی کتابیں چھاپ کر قوم میں انتشار اور جھگڑا پیدا کرنے کی کوشش کی ہے۔ ظاہر ہے ساری دنیائے اسلام یزید سے نفرت کرتی ہے اور اس کے نام کیساتھ پلید لگا کر بولا جاتا ہے۔ اور بولنا بھی چاہئے تو جب خاندان رسول کو اجاڑنے والے کی تعریفیں لکھ کر کتابیں شائع کی جائیں گی پھر ان کو تقسیم کیا جائے گا تو انتشار یقیناً پیدا ہوگا۔ یہ لوگ جو علمائے اہلسنت کو جھگڑالو کہتے ہیں ذرا ان سے کوئی پوچھے کہ یزید پلید کی منقبت لکھ کر کتابیں کون تقسیم کر رہا ہے؟ نیاز و فاتحہ سے کون روکتا ہے؟ صلوٰۃ وسلام سے کون منع کرتا ہے؟ بارھویں شریف کے جلوس نکلتے ہیں تو مخالفت کدھر سے ہوتی ہے؟ گیارھویں شریف منانے [illegible] کو مشرک کس نے کہا ہے؟ اولیاء کرام سے استمداد کرنے والوں کو غیر مسلم کس نے کہا ہے؟ قبر پر اذان دینا بدعت کس کے دھرم میں ہے؟ آواز د[illegible] انصاف کو کہاں ہے یقیناً تمہیں نے ان سب کاموں کو شرک [illegible] بدعت قرار دیکر شعائر اہل ایمان کی مخالفت کرکے [illegible] حصوں میں بانٹ دیا ہے۔ ذیل میں ہم دیوبندیوں اور غیر مقلدوں کی کتابوں سے چند اقتباسات لکھ کر اہل اسلام [illegible] یہ ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ آج کی وہابیت یزیدیت ہی کا روپ ہے۔ اور ان لوگوں کو یزید سے کس درجہ محبت ہے اور ناظرین سے انصاف طلب ہے کہ کیا یزید کی مدح و ستائش کرنے والے بھی مسلمان کہلانے کے حقدار ہیں [illegible]

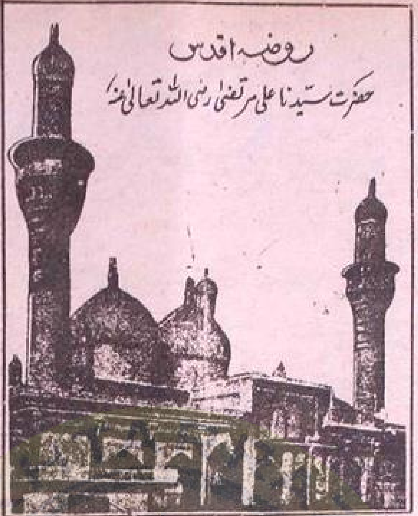
حوالہ نمبر ۱ ۔ حضرت حسین کے ساتھ امام کا لفظ بولنا شیعیت ہے۔ یعنی شیعوں کا طریقہ ہے۔ ماہنامہ نوائے اسلام صفحہ نمبر ۲۲

حوالہ نمبر ۲:۔ جہاں تک یزید کو رحمۃ اللہ علیہ کہنے کا تعلق ہے تو یہ نہ صرف جائز بلکہ مستحب ہے (نوائے اسلام صفحہ نمبر ۱۵)

حوالہ نمبر ۳:۔ حضرت حسین کی شہادت نے فتنوں کے سیلاب بہا دیئے۔ (نوائے اسلام صفحہ نمبر ۶)

حوالہ نمبر ۴:۔ ماہنامہ نوائے اسلام کے ایڈیٹر عمر سلفی اسی ماہنامہ کے صفحہ ۷ پر لکھتے ہیں کہ" اس مہینے کی حرمت کا سیدنا حسین کے واقعہ شہادت سے کوئی تعلق نہیں، بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ مہینہ اس لئے قابل احترام ہے کہ اس میں حضرت حسین کی شہادت کا سانحہ دل گداز پیش آیا تھا۔ یہ خیال غلط ہے،، ناظرین اس عبارت کو دیکھ کر غور فرمائیں کہ اس مصنف نے صاف الفاظ میں کہہ دیا کہ ماہ محرم کی حرمت و عزت میں واقعہ کربلا کا کوئی دخل نہیں ہے۔

حوالہ نمبر ۵:۔ اسی رسالے کے صفحہ ۲ پر حادثۂ کربلا پر منظر کشی کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔ تو حقیقت یہ ہے کہ یہ حق و باطل کا معرکہ نہیں تھا، یہ کفر و اسلام کا جہاد نہیں تھا۔ اگر ایسا ہوتا تو اس راہ میں حسین اکیلے نہ ہوتے۔ اس عبارت سے صاف ظاہر ہے حضرت امام حسین کربلا کی جہاد میں تائید حق کی خاطر شریک نہیں ہوئے تھے۔ بلکہ ان کا کوئی دنیاوی مقصد تھا۔ اور ان کی یہ جنگ جہاد فی سبیل اللہ تھی۔ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔


روضۂ اقدس
حضرت سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حوالہ نمبر ۶:۔ صفحہ نمبر ۲ پر ہی لکھا ہے۔ "حضرت حسین کے ذہن میں یہ بات تھی کہ اہل کوفہ مسلسل آنے کی دعوت دیتے رہے ہیں۔ یقیناً وہاں جانا مفید ہی رہے گا۔" اس عبارت میں کھلے الفاظ میں حضرت امام کو مفاد پرست کہتے ہوئے ذرا بھی شرم نہیں محسوس کی۔

حوالہ نمبر ۷:۔ "یزید رضی اتفاق و سخاوت کے خوگر تھے"۔ (ماہنامہ الاسلام مارچ ۱۹۶۱ء صفحہ ۶۰ پر ایڈیٹر عبدالسلام بستوی، ذرا غور کرنے کا مقام ہے۔ اس عبارت میں یزید کے نام کے ساتھ رضی لگا کر اس نابکار کو رضی اللہ تعالےٰ عنہ کہا گیا ہے۔ اس سے بڑھ کر یزید دوستی اور کیا ہوگی۔

اسی طرح دیوبندی کے ایک بہت بڑے مرکز مدرسہ حیات العلوم کے مفتی حبیب الرحمٰن نے ایک کتاب بنام "محرم" لکھی۔ جو ساری کتاب ہی اہل بیت دشمنی اور یزید دوستی کا جیتا جاگتا نمونہ ہے۔ کتاب کے صفحہ ۱۷ پر تعزیہ داری کو بت پرستی کے مشابہ بتایا۔ پھر ذرا آگے چل کر تعزیہ داری کو غیر مسلموں سے بدتر کہا۔ اور اس کا الزام اعلیٰ حضرت الشاہ احمد رضا خانصاحب فاضل بریلوی پر رکھا۔ حالانکہ یہ سراسر جھوٹ ہے۔ انہوں نے تعزیہ داری سے منع ضرور کیا ہے۔ اسکی مروجہ صورت کو ناجائز و حرام کہا ہے۔ لیکن ہرگز ہرگز انہوں نے کہیں شرک اور بت پرستی نہیں لکھا ہے۔

اسی "محرم" کے صفحہ ۶۹ پر اپنے محبوب پیشوا یزید کا ذکر کیا ہے۔ بڑی تعظیم و تکریم سے یاد کیا ہے۔ بار بار امیر یزید کہا ہے۔ عمدہ عمدہ صفات والا بتایا ہے۔ حالانکہ علمائے متقدمین و متاخرین کا اس پر اجماع ہے کہ یزید

فاسق و فاجر تھا۔ ظالم و جابر تھا۔ ان تفصیلات کو ہم کسی اور موقعہ کے لئے چھوڑتے ہیں۔ خارجی، ناصبی، اور وہابی لوگ حافظ ابن کثیر کی کتاب البدایہ والنہایہ کے حوالے بہت دیئے ہیں۔ حالانکہ اسی کتاب میں لکھا ہے کہ یزید نمازیں چھوڑتا تھا۔ شہوات کی طرف مائل رہتا تھا۔ کھیل کود تماشوں مرغ بازی وغیرہ میں لگا رہتا تھا۔ ابن اثیر کی تاریخ میں ہے کہ یزید ایک مرتبہ مدینہ آیا تو شراب پیتا رہا۔ شاہ عبدالحق محدث دہلوی نے مدارج النبوۃ شریف میں لکھا ہے کہ یزید نے ایک مرتبہ حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے نکاح کی خواہش ظاہر کی تو اس پر لوگوں نے اسے یہ آیت پڑھ کر سنائی۔

ولا ان تنکحوا ازواجہ من بعدہ ابداً ان ذالکم عند اللہ اجراً عظیما۔

ترجمہ:۔ نبی کی وفات کے بعد ان کی بیویوں سے کبھی کوئی نکاح نہ کرے یہ بات اللہ کے نزدیک بہت بڑا گناہ ہے۔ یہ آیت کریمہ سن کر اس بے ہودہ ارادے سے باز رہا لیکن افسوس صد ہزار افسوس کہ ام المومنین محبوبۂ رسول امین جن پر جہاں کی مائیں قربان ان سے خواہش نکاح کس قدر بے حیائی بے غیرتی دین سے دوری ہے لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

کتب معتبرہ یزید کی نا اہلیت کے ذکر سے بھری پڑی ہیں علاوہ ازیں ایک بات خاص طور پر قابل غور ہے کہ خود یزید کا بیٹا معاویہ ابن یزید جب تخت نشین ہوا تو منبر پر یہ تقریر کی کہ یہ خلافت اللہ کی رسی ہے میرا باپ بادشاہ بنا جو اسکی اہلیت نہ رکھتا ہے اور اس نے نواسۂ رسول سے جنگ کی اور اسی طرح اپنی عمر کو برباد کرکے چلا گیا تبر میں پھر معاویہ ابن یزید نے رو کر کہا یزید نے اہلبیت رسول کو قتل کیا اور شراب کو مباح و جائز کیا اور خانۂ کعبہ کو ویران کیا اور خلافت کا مزہ نہ چکھا دیکھو ابن عمر مکی کی صواعق محرقہ اور تاریخ کامل ابن اثیر جزری یہ بات قابل غور ہے کہ خود اسکا بیٹا اس کے یہ اوصاف بتا رہا ہے تو وہ یقیناً مردود رہی ہے اور اس لائق نہیں کہ اس سے ایمان والے محبت کریں خاص طور سے وہ لوگ اس بات پر دھیان دیں کہ جو اہل بیت سے بے پناہ محبت کا دعویٰ کرتے ہیں اور یزید اور اس کے سارے خاندان پر لعن وطعن کرنا ثواب سمجھتے ہیں اس کے باوجود بھی وہ یزید کا دم بھرنے والے وہابیوں سے ہاتھ ملائے ہوئے بیٹھے ہیں۔ ان سے میل جول رکھتے ہیں۔

واللہ الہادی الی الصواب

بقیہ کربلا کا مجاہد

ہوگی وہ ساعت [illegible]نی جب میں کامیاب اور خوش نصیب ہوں گا اگر میری یہ قربانیاں خدائے برتر کے حضور قبول ہوں اور میں میدان کربلا کا مسافر بن کر اور جام شہادت نوش فرما کر بروز قیامت سرخرو ہوں المختصر رب کائنات ان کی دعاء کو شرف قبولیت سے نوازتا ہے محرم کی دسویں تاریخ ۶۱ھ کو جام شہادت نوش فرماتے ہیں اور ہمیشہ کے لیے زندہ و تابندہ ہو جاتے ہیں۔ ع

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

مختصر داستان

مولانا محمد اسلم رضوی فیضی آبادی
مدرس مدرسہ ... غوثیہ ... اڑیسہ

کربلا۔ کوفہ میں ایک مقام کا نام ہے جس کا دارالسلطنت دمشق ہے۔ جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال ہو گیا تو یزید پلید حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا لڑکا تخت نشین ہوا اور لوگوں سے اپنی بیعت لینے کے لیے ہر چہار جانب قاصد روانہ کیا۔ چونکہ یزید فاسق فاجر شرابی جواری تھا۔ اس لیے اس کے ہاتھ پر لوگ بیعت کرنے سے انکار کر رہے تھے۔

ایک بات بطور تمہید کے اور بتاتا ہوا چلوں۔ کہ یزید پلید کے فاسق و فاجر شرابی و جواری ہونے کی وجہ سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو برا بھلا نہیں کہہ سکتے۔ اور نہ ہی یہ کہہ سکتے ہیں کہ یزید حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وجہ سے بگڑ گیا۔ اس لیے کہ حضرت امیر معاویہ ہمیشہ جنگلوں میں رہے ہمیشہ لڑائی میں رہے انھیں اتنی فرصت نہیں مل سکی کہ اپنے بچے یزید کی تربیت کرتے۔ اسے اچھا طور و طریقہ سکھاتے۔

دوسری بات یہ ہے کہ یزید کی پرورش اس کے ننہال میں ہوئی۔ جو بہت ہی گیا گذرا دیہات تھا۔ اس لیے حضرت امیر معاویہ پر یہ الزام لگانا کہ یزید حضرت امیر معاویہ کی وجہ سے بگڑ گیا۔ یہ سراسر غلط اور باطل ہے۔ ارے جس ذات پر ہمارے نبی نے بھروسہ کیا ہو۔ اس ذات کو ہمیں برا بھلا کہنے کی اجازت نہیں جس ذات پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھروسہ کیا ہو۔ اس ذات کو موردِ الزام ٹھہرانا جائز نہیں۔

مختصر یہ کہ جو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہے گا۔ انھیں موردِ الزام ٹھہرائے گا وہ مسلمان نہیں بلکہ دائرہ اسلام سے نکل کر کافر و مرتد ہو جائے گا۔ اس لیے کہ ایک صحابی رسول کی بارگاہ میں گستاخی کفر ہے۔ یہیں سے ایک بات اور ثابت ہو گئی جب ایک صحابی کی بارگاہ میں گستاخی باعث کفر ہے تو پھر نبی کی بارگاہ میں گستاخی کرنے والے کب کے مسلمان رہے۔ وہ تو بدرجۂ اولیٰ کافر ہوئے۔

یزید پلید کی بیعت سے ہر کس و ناکس انکار کر رہا تھا ادھر کوفہ کے لوگ حضرت امام عالی مقام

رضی اللہ عنہ کے پاس خط پے خط روانہ کر رہے تھے۔ اور صاف لفظوں میں لکھ رہے تھے۔ کہ اے امام آپ جلد تشریف لائیں۔ ہم لوگ آپ ہی کے ہاتھ پر بیعت کریں گے۔ ہم یزید جیسے فاسق و فاجر کے ہاتھ پر ہرگز بیعت نہیں کریں گے۔ گورنر کوفہ نعمان بن بشیر اگرچہ شاہی محل میں ہے نہ تو ہم اس کے ساتھ شریک جمعہ ہوتے ہیں اور نہ شریک عید۔ اگر ہمیں یہ معلوم ہو جائے کہ آپ تشریف لا رہے ہیں تو اس کو ہم کوفہ سے اس طرح نکال دیں گے کہ وہ شام ہی میں جا کر دم لے گا۔ غرض یہ کہ اسی قسم کی تین سو سے بھی زائد چٹھیاں آپکے پاس پہونچ رہی تھیں۔

الغرض نواسہ رسول فرزند بتول امام عالی مقام امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صحابۂ کرام سے مشورہ طلب کیا تو صحابۂ کرام نے کوفہ جانے سے منع کیا۔ اور سمجھایا کہ کوفی لا یوفی کوفہ والوں کی بے وفائی مشہور ہے آپ ہرگز نہ جائیں۔ لیکن امام عالی مقام نے اتنے زائد خطوط کا حوالہ دیتے ہوئے فرمایا کہ اے لوگوں اگر میں نہیں جاتا ہوں اور ان لوگوں نے یزید کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور کل بروز قیامت بارگاہ الٰہی میں عرض کر دیا کہ اللہ العالمین ہم نے اتنے خطوط امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس روانہ کئے۔ لیکن امام آئے نہیں۔ ہم نے مجبوراً یزید کے ہاتھ پر بیعت کی تو اس وقت میں کیا جواب دوں گا۔ اس لیے میرا جانا ضروری ہے اس کے علاوہ اور بہت ساری وجہیں بیان فرمائیں۔ یہاں پر بطور اختصار صرف ایک وجہ لکھ رہا ہوں۔

چنانچہ امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوفہ جانے سے قبل صحابۂ کرام کے مشورہ کے تحت حضرت مسلم بن عقیل کو کوفہ روانہ کیا کہ وہ جا کر وہاں کے حالات لکھیں۔ حضرت مسلم بن عقیل اپنے صاحبزادگان کے ساتھ کوفہ روانہ ہوئے جب کوفہ پہونچے تو اہل کوفہ نے آپ کا شاندار استقبال کیا صرف ایک دن میں پچاس ہزار آدمی بیعت میں داخل ہو گئے۔ حضرت مسلم بن عقیل نے فوراً امام عالی مقام کو لکھا۔ حالات بہت اچھے ہیں۔ لوگ آپ کا شدت سے انتظار کر رہے ہیں آپ جلد تشریف لائیں۔

حضرت مسلم بن عقیل کا یہ خط امام عالی مقام کو ملتا ہے تو فوراً تیار ہو کر مع اہل و عیال و جانثاران حسین کے ساتھ کوفہ روانہ ہو جاتے ہیں۔ یہ مختصر سا قافلہ ۹۱ افراد پر مشتمل تھا جس میں سے ۷۲ جاں نثاران حسین ۱۹ اہلبیت کرام۔

راستے میں حضرت مسلم بن عقیل اور ان کے دونوں صاحبزادوں کی شہادت کی خبر ملی آپ نے پڑھا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون اور ساتھیوں سے فرمایا۔ جو جانا چاہے جا سکتا ہے۔ ہماری جانب سے کسی پر کوئی جبر نہیں۔ ساتھیوں نے جواب دیا حضرت امام مسلم بن عقیل اور ان کے صاحبزادوں کی شہادت کی خبر سن کر واپس جانے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ ہم واپس نہیں جائیں گے ہم لڑیں گے۔ ہم بدلہ لیں گے۔ ہم آپ پر جان قربان کر دیں گے لیکن واپس نہیں جائیں گے۔

چنانچہ یہ مختصر سا قافلہ کربلا کی دھرتی پر پہونچتا ہے امام عالی مقام کا گھوڑا آگے بڑھنے سے رک جاتا ہے امام عالی مقام نے ہر ممکن کوشش کی کہ گھوڑا آگے بڑھے لیکن وہاں سے گھوڑا چند قدم بھی آگے نہیں بڑھا۔ امام عالی مقام نے اس جگہ کا نام دریافت کیا تو معلوم ہوا

یہ کربلا ہے۔ آپ نے فرمایا اللہ اکبر۔ ارض کرب و بلا یہی وہ مقام ہے جس کی بشارت ہمارے نانا جان نے بچپن میں دی تھی۔

امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ مع قافلہ کے وہیں پر خیمہ زن ہو جاتے ہیں۔ ابن زیاد کوفہ سے سخت سے سخت آرڈر بھیجتا رہا۔ آخر ایک وقت ایسا بھی آیا کہ جب نہر فرات پر پہرے بٹھا دئے گئے۔ ہر جانور پانی پی سکتا ہے۔ ہر شخص پانی پی سکتا ہے مگر زہرا کے لال کو ایک قطرہ پانی نہ پینے دیا جائے۔ اب کوئی کہہ سکتا ہے کہ حسین ایک ایک قطرہ پانی کو ترس رہے تھے میں کہتا ہوں ہمارے حسین کو پانی کی کیا ضرورت تھی۔ ہمارا حسین پانی کو نہیں ترس رہا تھا اگر ہمارا حسین اشارہ کر دیتا تو نہر فرات کا سارا پانی امام حسین کے قدموں میں آجاتا۔ جبھی تو کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

ع کون کہتا ہے کہ پانی کو ترستے تھے حسین
سچ تو یہ ہے کہ لب شبیر کو ترسا پانی

حضرت امام عالی مقام امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یزیدوں سے خطاب فرمایا۔ اپنے حسب نسب کو بیان فرمایا۔ خون ناحق کے عذاب سے ڈرایا۔ لیکن ان کے دل پتھر ہو چکے تھے۔ ایک نہ مانے۔ بار بار یہی کہتے رہے، اے امام یا تو آپ یزید کی بیعت کر لیجئے۔ یا لڑائی کے لیے میدان میں آجائیے، امام عالی مقام نے فرمایا۔ سر تو دے سکتا ہوں مگر ہاتھ نہیں دے سکتا۔ جان تو دے سکتا ہوں مگر ایمان نہیں دے سکتا ہوں۔

ع سر دیدو مگر ہاتھ میں فاسق کے نہ دو ہاتھ
یہ رسم وفا سبط پیمبر سے چلی ہے

چنانچہ یزید کے لشکر کی جانب سے تیر چلا کر جنگ کی ابتدا، کر دی گئی حضرت امام عالی مقام جب میدان کارزار میں جانے کی تیاری کرنے لگے تو جاں نثاران حسین پکار اٹھے۔ اے امام ہمارے ہوتے ہوئے آپ میدان کارزار میں ہرگز نہ جائیں پہلے ہم لوگ لڑیں گے۔ آپ ہمیں اجازت دیجئے تو سب سے پہلے ۷۲ جاں نثاران حسین نے یکے بعد دیگرے جام شہادت نوش فرمایا۔

اب اہلبیت کرام کی باری آئی۔ یکے بعد دیگرے اہلبیت کرام نے بھی جام شہادت نوش فرمایا۔ اب صرف امام عالی مقام ہی رہ گئے تھے لیکن قربان جاؤں زہرا کے لال پر جگر گوشۂ رسول پر فرزند بتول پر۔ بھائیوں بھتیجوں، بیٹوں، نواسوں کو اللہ کی راہ میں قربان کر چکے ہیں۔ سب خون کی چادریں اوڑھ کر سو چکے ہیں۔ مگر زہرا کے لال کے ماتھے پر ذرہ برابر بھی شکن نہیں۔

ع یہ حوصلہ اہل رضا تو بھی دیکھ لے۔

اب صرف امام عالی مقام ہی رہ گئے ہیں امام عالی مقام نے میدان میں جانے سے قبل خواتین کو سمجھاتے ہیں خبردار میرے شہید ہو جانے کے بعد تم سینہ مت پیٹنا۔ کپڑے نہ پھاڑنا۔ بال نہ نوچنا۔ آہ و فغاں نہ کرنا۔ اس لیے کہ آہ و فغاں نالہ و شیون مصطفےٰ جان رحمت کے خاندان کو زیب نہیں دیتا۔

ع لو الوداع لاش پہ اب آکے رو دیو
لیکن نہ خاک اڑا کے نہ چلا کے رو دیو
زانوں پہ سر کو رکھ کے نہ ہوڑا کے رو دیو
قبر رسول پاک پر ہاں جا کے رو دیو

امام عالی مقام اہل خیمہ کو تسلی دینے کے بعد میدان کارزار میں گھوڑا دوڑاتے ہوئے تشریف لے جاتے

ہیں۔ یزیدی لشکر میں سے کسی کو یہ جرأت و ہمت نہ ہو سکی
جو امام کے سامنے آتا۔ ابن زیاد نے اپنے لشکر کو للکارا
کہ اے لوگو عورتوں کا جامہ نہ پہنو۔ امام عالی مقام تین
دن کے بھوکے پیاسے ہیں۔ ان پر قابو پانا بہت آسان
ہے۔ ڈرتے کیوں ہو۔ اتنا سننا تھا کہ ایک پہلوان اپنی
طاقت کے نشے میں چور اکڑتا ہوا سامنے آیا۔ اور کہنے
لگا کہ اے امام آپ جانتے ہیں کہ میں کون ہوں میں وہ
ہوں کہ جس کی بہادری کا چرچا دور دور تک ہے امام
عالی مقام پر وار کرنا ہی چاہتا تھا کہ امام نے ایسی تلوار
ماری کہ اس کا سر بہت دور جا پڑا۔

دوسرا پہلوان آگے بڑھا اس کو بھی جہنم رسید کر دیا۔
غرض کہ یکے بعد دیگرے جو بھی سامنے آتا۔ امام اسے
ملک عدم پہنچا دیتے۔ ابن زیاد یہ منظر دیکھ کر گھبرا گیا کہ اس
طرح امام عالی مقام تنہا ہمارے سارے لشکر کو ختم کر دیں
گے اس نے للکارا اے لوگو۔ سب مل کر بیک وقت حملہ
کرو۔ ورنہ تنہا امام پر قابو پانا مشکل ہے چنانچہ ہمارے
امام پر ہر چہار جانب سے تلواروں تیروں نیزوں کی بارش
ہونے لگی۔ میں یہیں ایک بات اور کہنا چاہوں گا کہ اگر ہمارے
امام تو کیا امام حسین کے ماننے والوں میں سے کسی ایک
فرد کے مقابلہ میں یزیدی لشکر کا ایک ایک فرد یکے بعد دیگرے
آجاتا تو پورے لشکر کا صفایا ہو جاتا۔ جسم زخموں سے چور
چور ہو چکا تھا۔ سستانے کے لیے زمین پر تشریف لائے۔
شمر آکے سینے پر سوار ہو جاتا ہے۔ امام عالی مقام فرماتے
ہیں۔ ذرا اپنا سینہ تو دکھا شمر نے اپنا سینہ کھولا۔ سینہ پر
سفید داغ کا نشان تھا۔ آپ نے فرمایا۔ میرا قاتل تو ہی
ہے۔ میرے نانا جان نے فرمایا تھا۔ حسین تیرا قاتل
وہ ہو گا۔ جس کے سینے پر سفید داغ ہو گا۔ وہ سفید داغ

کوڑھ کا نہیں تھا، امام نے فرمایا آج جمعہ کا دن ہے
لوگ مسجدوں میں میرے نانا جان کا خطبہ پڑھ رہے ہوں
خدا کی بارگاہ میں اپنے سر نیاز کو جھکائے ہوں گے تو
بھی مجھے مہلت دیدے۔ تاکہ میں بھی دو رکعت نماز
ادا کر لوں۔ شمر سینہ سے ہٹ جاتا ہے امام نے جلدی
سے تیمم فرمایا نماز کے لیے کھڑے ہو گئے۔ ابھی آپ سجدے
ہی میں گئے تھے۔ کہ شمر مردود نے آپ کے سر اقدس کو جسم
سے جدا کر دیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

قتل حسین اصل میں مرگ یزید ہے
اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

امام عالی مقام نے میدان کربلا میں یہ ثابت کر دیا کہ
اے لوگو جب بھی حق و باطل کا مقابلہ ہو جب بھی حق و
باطل کی جنگ ہو۔ تو تم کبھی باطل کی موافقت نہ کرنا۔ باطل
کا ساتھ نہ دینا۔ ہمیشہ حق پر رہنا۔ ہمیشہ حق پرست بن
کے رہنا۔ جب بھی اسلام کے خلاف کوئی آواز اٹھائے تو
اس کی آواز کو بند کر دینا۔ جب بھی کوئی طاقت اسلام پر حملہ
آور ہو تو اس طاقت کا ڈٹ کر مقابلہ کرنا۔ یہاں تک کہ
اسلام اور ارکان اسلام کے لیے اگر مال و دولت قربان
کرنا پڑے۔ اولاد کو قربان کرنا پڑے۔ تو تم ذرہ برابر بھی
پروا نہ کرنا۔ مال و دولت کو قربان کر کے اولاد کو قربان
کر کے۔ اسلام کو بچا لینا۔

شہیدوں کو تو ہونا چاہئے نازاں شہادت پر
حسین ابن علی تم پر شہادت ناز کرتی ہے

میدانِ کربلا کا مجاہد

محمد معین الحق رضوی،
مدرس مدرسہ دینیہ غوثیہ اسلام گنج مظفرپور (بہار)

دنیائے دلفریب و دیدہ زیب کے رخِ روشن پر بارہا رنج والم کرب وغم کے بادل منڈلائے اور بادۂ توحید کے متانے و شمعِ رسالت کے پروانے، اس پروانہ کی طرح جو شمع پر، اس بلبل کی طرح جو پھول پر، اس کی طرح جو چاند پر نثار ہوتے ہیں۔ بلاریب اسی طرح خانوادۂ نبوت کے پروردہ آسمانِ اسلام پر چھائے ہوئے یزیدی بادل کو چھانٹتے رہے اور اسلام پر پروانہ وار نثار ہوتے رہے۔

کہنے کی بات نہیں تاریخ کے اوراق شاہد ہیں میدانِ کربلا میں راتیں آئیں اور گئیں اور آئیں گی اور جائیں گی، مگر محرم الحرام ۶۱ھ کی وہ نویں شب جس کی صبح کو ابن زیاد کے حکم سے عمرو بن سعد نے چمنستانِ زہرا کی سرسبز و شاداب شاخیں توڑیں اس حیرت زدہ منظر پر کربلا کے ذرات نے آہ و فغان کے نالے بلند کئے اور فرات کی لہریں سہنہ کوبی میں مصروف ہوئیں۔ یزید پلید کے لشکر نے چاندنی شب کی لطف اندوزی میں کوئی کسر نہ چھوڑی اور رات کا بڑا حصہ قہقہوں میں گذارا۔ مگر سید الشہداء عشاء کے بعد ہی سے راز و نیاز میں مصروف ہو گئے اور جب نصف شب گذر چکی تھی اور چاند روتا ہوا رخصت ہو رہا تھا اس شب دیجور میں اولادِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو چراغ جلانے کا تیل بھی میسر نہ تھا، سیدہ کا جگر پارہ سجدہ ریز ہوا اور بارگاہ کبریا میں عرض گذار ہوا۔

پروردگار! یہ تھوڑی سی جمیعت جو اپنی خوشی سے میرے ساتھ آئی ہے میں اس کی مدد کا محتاج نہیں۔ مگر تو خوب جانتا ہے کہ میرے اصرار پر بھی یہ میرا ساتھ نہیں چھوڑتے، میرے بچے، بھتیجے، بھانجے، عزیز و اقارب اور اس کے جگر پارے تیری راہ میں قربان ہیں، تو نے حضرت ابراہیم کی قربانی پہاڑ کی چوٹی پر قبول کی، حضرت یوسف کا نالہ قید میں سنا، حضرت یعقوب کی التجا جنگل و بیابان میں، اور آج کربلا کے ریتیلے میدان میں میری سن! رب العلمین یہ میری ناچیز قربانی قبول فرما۔ تو خوب جانتا ہے حسین کے پاس اس کے سوا کچھ نہیں، التجا صرف اس قدر ہے کہ بچوں کی محبت مقصد میں حائل نہ ہو میرے

حوصلے بلند کر، میرا دل سیل سیر کر، اور توفیق بخش کہ دشمن اسلام کے سامنے ہنس ہنس کر گلا کٹاؤں، اور بچوں کی لاشیں دوڑ، دوڑ کر ڈھوؤں، عزیزوں کے جنازے اٹھاؤں مگر زبان پر شکر اور لب پر صبر کے سوا کچھ نہ ہو۔ پچھلی رات کا تمام حصہ امام حسین اس دعا۔ اور مناجات میں بسر کیا اور وہ وقت آگیا کہ طائران صحرائی صبح کے استقبال میں منہمک ہو کر اور دسویں محرم کی روشنی نمودار ہو کر نویں رات کا خاتمہ کردے۔

میدان کربلا میں علی اکبر کی صدائے توحید بلند ہوئی ادائے نماز کے بعد امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے جاں باز لشکر سے خطاب کیا کہ تم لوگوں نے میرا ساتھ اس وقت تک دیکر بہت بڑا احسان کیا میں اس کا شکریہ ادا کرنے سے قاصر ہوں۔

میرے بھائیو! میرا آخری وقت ہے اب تم لوگ میرے ساتھ تکلیف و پریشانی میں مبتلا نہ ہو اور اپنے گھر لوٹ جاؤ میری وجہ سے تمہاری بیویاں بیوہ اور بچے یتیم نہ بنیں، تمھیں اس احساس کا بدلہ خدا کے یہاں ملے گا۔ حضرت امام کی باتیں سن کر سب نے بالاتفاق عرض کیا کہ ہم صاحب ایمان ہیں آپ کے نانا حضور کے کلمہ خواں ہیں ان کی غلامی کا قلادہ گلوں میں ہے۔ اور بروز قیامت آپ کے نانا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو منھ دکھانا ہے۔ اگر سوال ہوا کہ میرا نواسہ شہید ہو رہا تھا اور تم لوگ تماشائی بنے بیٹھے تھے اس وقت میرا جواب کیا ہوگا۔

اس سے بہتر کام ہماری زندگی کا اور کیا ہو سکتا ہے کہ جس کا کلمہ پڑھتے ہیں اس کے نواسے پر قربان ہو جائیں اور غلامی کا ثبوت دیں۔

امام حسین رضی اللہ عنہ نے ان کو دعا دی اور فرمایا خدا تمہاری خدمت قبول کرے۔ اب آپ اپنے خیمے سے آگے بڑھے اور عمرو بن سعد سے خطاب کیا۔ بلبل کو چمن سے اور مسافر کو وطن سے دور ہونے کا اتنا افسوس نہیں ہوتا جتنا کہ مجھے رسول خدا کے مزار اور خدا کے گھر سے علیحدہ ہونے کا ہوا، تم لوگوں نے دھوکا دے کر مجھے بلایا، حرم خدا اور روضۂ رسول سے مجھے دور کیا اور اس وقت میرے قتل پر آمادہ و تیار ہو، تم لوگ خوب جانتے ہو کہ یہ جو کچھ کر رہے ہو کس کے ساتھ اور جن کو معلوم نہیں ان کو آج معلوم ہو جانا چاہئے کہ خدا کے رسول نے حسین کے لبوں کو بوسہ دیا، حسین کی پیشانی کو چوما، دوران خطبہ حسین کے قدم لڑکھڑائے تو خطبہ بند فرما کر آغوش محبت میں اٹھا لیا، حسین حالت سجدہ میں نانا جان کے پشت انور پر سوار ہو گیا تو سجدے کو طویل فرما دیا اور اسی حسین کو باغ بہشت کا پھول اور جنت کے نوجوانوں کے سردار کے خطاب سے نوازا اور ارشاد فرمایا حسین منی و انا من الحسین۔ اب تم میرے ساتھ جو سلوک کر رہے ہو تم ہی بتاؤ کس وجہ سے؟ صرف یہی نا، کہ میں یزید کی بیعت تسلیم نہیں کرتا اس کے متعلق میں تم سے کہہ چکا ہوں، کہ مجھکو جانے دو میں ایک کونہ میں بیٹھ اللہ، اللہ کروں گا اور اپنی زندگی ختم کر دوں گا۔ اگر تم منظور کرو تو ابھی موقعہ ہے، میں اپنے بال بچوں کو لے کر چلا جاؤں۔ اور شیطان ہی تمہارے سر پر سوار ہے اور تم باز نہیں آئے تو مجھ سے یہ امید نہ رکھو کہ میں یزید کی بیعت کروں۔ حسین اور اس کے بچوں کی موت گلشن زہرا کی بربادی اور حرم رسول کی تباہی ان میں سے کوئی چیز میرے پائے استقلال میں جنبش نہیں لا سکتی، مبارک

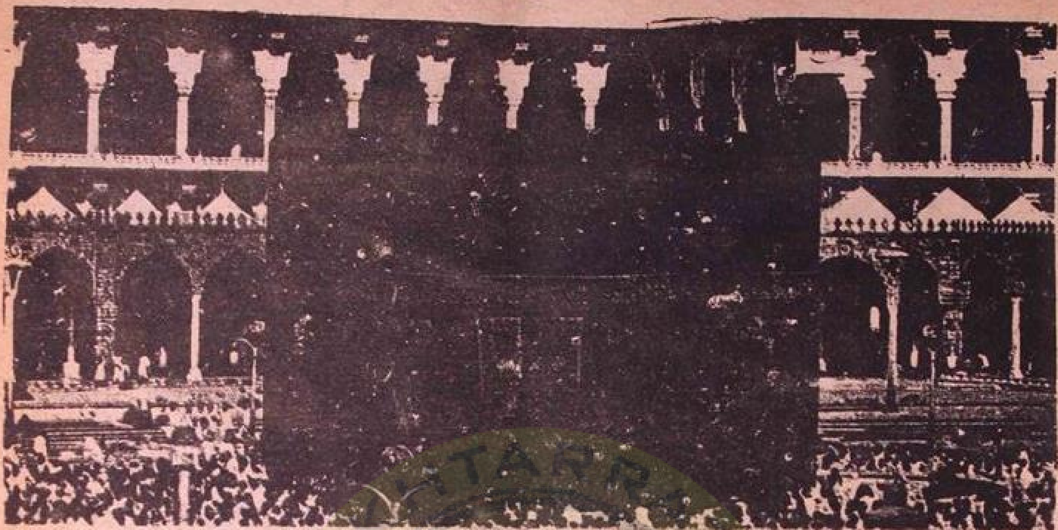
پند اثر پذیر

عبد الملک رضوی، سیتا مڑھی، اشرفیہ مبارکپور، اعظم گڑھ یوپی

اُف کتنی شدید دھوپ ہے، دوپہر کا وقت ہے، آفتاب عالمتاب اپنی جملہ توانائیوں کے ساتھ پوری فضائے بسیط پر زریں شعاعوں کی پر رونق تجلیاں بکھیر رہا ہے۔ گرد و غبار سے صاف شفاف دھوپ نے ہر چیز کو جگمگا رکھا ہے، مٹی جھ[illegible] ہے۔ پورا ماحول شمسی تمازتوں میں ڈوبا ہوا ہے۔ آتشی شعاعوں کے طمانچے ہر ذی روح سرسبز شاداب گلشن حیات پر شبخون مارنے کے لئے تیار ہیں۔ چرند پرند لقمۂ اجل بننے کے خوف میں ج دانا چگنا بھی بھول بیٹھے ہیں۔ ریتوں اور پتھروں کا مقدس شہر مکہ معظمہ ہے۔ بیشتر بار حرمین شریفین کی زیارت سے مشرف ہونیوالے اللہ کے محبوب حضرت ابو القاسم نصیر آبادی مکے کی گلیوں میں چکر لگاتے ہوئے خراماں خراماں فرحاں و شاداں مسجد کی طرف وفور شوق عبادت میں بڑھے چلے جا رہے تھے۔ کہ اچانک ان کے گوش سماعت سے کسی جاندار کے کراہنے کی آواز ٹکرائی۔ ذکر الٰہی کا تسلسل باقی رکھتے ہوئے سر بلند کیا۔ نظریں اِدھر اُدھر دوڑنے لگیں کہ ان کی نگاہ ایک کھجور کے درخت پر ٹکی۔ جس کی پتیاں سورج کی تمازت سے پیلی پڑ گئیں تھیں۔ دیکھتے کیا ہیں اس درخت کے سائے میں ایک کتا موت و حیات کے درمیان ہچکولے کھا رہا ہے۔ مرغ بسمل کی طرح تڑپ رہا ہے۔ شدت پیاس سے جاں بلب ہو رہا ہے۔ جسم سے خون کا ایک ایک قطرہ ختم ہوتا نظر آ رہا ہے۔ عنقریب ہی سانسوں کی آمد و رفت کا سلسلہ منقطع ہونیوالا ہے۔ ترحم و ہمدردی کا جذبۂ فراواں بے قابو ہونے لگا۔ مگر سوئے اتفاق اس وقت کچھ موجود نہ تھا، امید و بیم، فکر و تردد کے عالم میں کچھ وقفہ تک سکتہ کا عالم طاری رہا۔ پھر ضمیر نے جھنجھوڑا اور ذہن نے اسطرح کا فیصلہ سنایا۔ اور پھر احمریں لب جنبش کرنے لگے۔

"اے مکہ کے باشندو! ہے تم میں سے کوئی ایسا انسان جو میرے چالیس حج کے بدلے روٹی کا ایک ٹکڑا اور پانی کے چند قطرے دے"

ابھی یہ صدا لگا ہی رہے تھے کہ ایک وجیہ و حسین انسانی پیکر سامنے آیا۔ اور یوں لب کشا ہوا۔



"یا شیخ! آپ ہی ہمارے بیع و شرا پر شاہد ہو جائیے۔ لیجئے اس کے بدلے میں نے آپ سے چالیس حج خرید لئے"۔

حضرت خواجہ نے اسے لے کر اس نحیف و ناتواں کتا کے سامنے رکھ دیا۔ جو ابھی چند ساعت قبل موت و حیات کے منجدھار میں ڈگمگا رہا تھا۔ زندگی سے مایوس آخری سانس کا انتظار کر رہا تھا۔ روٹی دیکھتے ہی لپک کر کھانے میں منہمک ہو گیا۔

ابھی چند قدم ہی بڑھائے تھے کہ کسی رعب دار آواز نے چونکا دیا۔ پھٹی پھٹی نگاہوں سے چاروں طرف دیکھنے لگے۔ دیکھتے ہی دیکھتے ایک پُر جلال اور بہ ہیبت سراپا نظر آیا۔ نظریں دو چار ہوئیں آنکھیں جھک گئیں۔

آنے والے شخص نے بغیر سوال و جواب کے ایک نپا تلا طمانچہ اس نورانی رخسار پر رسید کیا اور بولے۔

"اے او حقیر انسان! کیا تو نے اس حقیر کام کو سر انجام دے کر یہ سوچ لیا کہ میں نے ایک عظیم تر کام کر لیا۔؟ ارے تم نے تو چالیس حج روٹی کے ایک ٹکڑا کے بدلے فروخت کیا ہے۔ مگر سنو! اس خاکدانِ گیتی پر بسنے والے انسان کے باپ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے گندم کے دو دانے کے عوض جنت فروخت کیا۔ اس روٹی پر تو ہزار دانے ہو سکتے ہیں۔"

حضرت شیخ نے جب یہ بات سنی تو خجالت و شرمندگی سے سر جھکائے ایک طرف نکل گئے۔

داڑھی بڑی رکھو

حضرت عبداللہ بن عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ پیارے مدنی آقا صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ "مشرکوں کا خلاف کرو۔ مونچھوں کو خوب پست (چھوٹی) اور داڑھیاں کثیر و وافر (بڑی) رکھو۔" (صحیح بخاری و مسلم)

مرسلہ:۔ مصطفےٰ رضا نوری، مدرس جامعہ نوریہ بریلی

محرم الحرام اور یوم عاشورہ

از قلم:- سید قیصر خالد، فردوسی، دہلوی

تعدادِ ماہ بارہ ہیں فرمان یہی ہے
تخلیقِ آسمان و زمیں جب سے ہوئی ہے
حرمت کے چار ماہ ہیں اللہ کے قریب
ان سب میں افضلیت محرم کو ملی ہے

خالقِ کائنات قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے۔

اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِیْ كِتٰبِ اللّٰهِ یَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ

(توبہ ع ۵)

بے شک مہینوں کی گنتی اللہ کے نزدیک بارہ مہینے ہیں، اللہ کی کتاب میں، جب سے اس نے آسمان و زمین بنائے ان میں چار حرمت والے ہیں۔ (کنز الایمان)

وہ مقدس ماہ جنہیں قرآن نے حرمت والا قرار دیا ہے، ذیقعدہ، ذی الحجہ، محرم الحرام اور رجب المرجب ہیں دوسرے مقام پر فرمایا۔

لَا تَظْلِمُوْا فِیْهِنَّ اَنْفُسَكُمْ۔ ان مہینوں میں اپنی جانوں پر ظلم مت کرو۔ اس آیت میں ظلم سے مراد گناہ ہے۔ حرمت کے ان چار مہینوں میں محرم الحرام سب سے افضل و برتر ہے، اس متبرک و مسعود مہینہ کو شہر اللہ، شہر انبیاء اور راس السنہ بھی کہتے ہیں۔ یہی وہ مہینہ ہے جس سے اہل اسلام کا سن و تاریخ اور ماہ و سالہ کا آغاز ہوتا ہے

تعریفِ یومِ عاشورہ اور اسکی وجہ تسمیہ

اصطلاحِ شرع میں محرم الحرام کی دسویں تاریخ کو عاشورہ کہتے ہیں، بعض علماء نے گیارھویں تاریخ کو بھی عاشورہ مانا ہے۔ لیکن اصح قول یہی ہے کہ محرم کی دسویں تاریخ ہی یومِ عاشورہ ہے۔ عاشورہ کی وجہ تسمیہ میں بھی علماء کے مختلف اقوال ہیں۔ حضور غوث اعظم قدس سرہٗ اپنی مشہورِ زمانہ تصنیف "غنیۃ الطالبین" میں تحریر فرماتے ہیں "کہ عاشورہ کی وجہ تسمیہ میں علما کا اختلاف ہے۔ اس کی وجہ تسمیہ مختلف طور پر بیان کی گئی ہے۔ اکثر علماء کا قول ہے کہ چونکہ یہ محرم الحرام کا دسواں دن ہوتا ہے، اس لئے اس کو عاشورہ کہا گیا۔ بعض کا قول ہے کہ اللہ تعالٰی نے جو بزرگیاں دنوں کے اعتبار سے امتِ محمدیہ کو عطا فرمائی ہیں، ان میں یہ دن دسویں بزرگی ہے اسی مناسبت سے اس کو عاشورہ کہتے ہیں۔ (غنیۃ الطالبین ص ۴۲۸)

خصوصیاتِ یومِ عاشورہ

یوم عاشورہ سے بہت سی مخصوص باتیں وابستہ ہیں۔ کئی ایسے ناقابل فراموش واقعات وحادثات اس دن رونما ہوئے ہیں جو اسکی امتیازی خصوصیت اور شرف و بزرگی کی سند ہیں۔ شیخ عبد الرحمٰن صفوری علیہ الرحمۃ والرضوان اپنی شہرۂ آفاق کتاب نزہۃ المجالس میں اس دن کے فضل وشرف اور عظمت ورفعت، کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں" کہ اسی دن زمین و آسمان اور لوح وقلم کی تخلیق ہوئی، اسی دن حضرت آدم وحوا علیٰ نبینا علیہما الصلوٰۃ والسلام پیدا ہوئے، اور اسی دن آدم علیہ السلام کی توبہ قبول ہوئی، اسی دن حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی جودی پہاڑ پر لگی۔ اسی دن حضرت ابراہیم علیہ السلام مرتبۂ خلت سے سرفراز کئے گئے۔ اسی دن حضرت یعقوب علیہ السلام حضرت یوسف علیہ السلام سے چالیس سال بعد ملے، اسی دن حضرت ادریس علیہ السلام آسمان پر اٹھائے گئے، اسی دن حضرت ایوب علیہ السلام صحت یاب ہوئے، اسی دن حضرت یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ سے نکلے۔ اسی دن حضرت داؤد علیہ السلام کی توبہ قبول ہوئی، اسی دن حضرت سلیمان علیہ السلام کو سلطنت عطا ہوئی۔ اسی دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر اٹھائے گئے، اسی دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عقد حضرت خدیجہ سے ہوا، اور اسی دن قیامت بھی قائم ہوگی۔ (نزہۃ المجالس جلد اول ص ۱۸۱)

یوم عاشورہ کی نماز

سرکار کائنات فخر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

مَنْ صَلّٰی یَوْمَ عَاشُوْرَاءَ اَرْبَعَ رَکْعَاتٍ یَقْرَءُ فِیْ کُلِّ رَکْعَۃٍ فَاتِحَۃَ الْکِتَابِ وَقُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ اِحْدٰی عَشَرَۃَ مَرَّۃً غَفَرَ اللّٰہُ ذُنُوْبَ خَمْسِیْنَ عَامًا وَ بَنٰی لَہٗ مِنْبَرًا مِّنْ نُوْرٍ۔

ترجمہ:۔ یعنی جو شخص عاشورہ کے دن چار رکعت نماز اس طرح پڑھے کہ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد قل ھو اللہ احد پوری سورہ گیارہ مرتبہ پڑھے تو اللہ تعالےٰ اس کے پچاس برس کے گناہ معاف فرما دے گا۔ اور اس کے لئے نور کا ایک منبر بنائے گا۔ (نزہۃ المجالس جلد اول ص ۱۸۱)

یوم عاشورہ کا روزہ

عاشورہ کے دن روزہ رکھنے کا بہت بڑا ثواب ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی اس دن روزہ رکھا کرتے تھے اور دوسروں کو بھی اس دن روزہ کا حکم فرمایا۔ صحیحین میں حضرت ابو موسیٰ اشعری سے مروی ہے کہ

کَانَ یَوْمُ عَاشُوْرَاءَ یُعَظِّمُہُ الْیَھُوْدُ وَ یَتَّخِذُوْنَہٗ عِیْدًا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صُوْمُوْہُ اَنْتُمْ۔

یہود یوم عاشورہ کی تعظیم کیا کرتے تھے اور اسی دن عید منایا کرتے تھے، سرکار نے حکم فرمایا۔ تم بھی اس دن روزہ رکھا کرو۔ مسلم شریف کی ایک حدیث ہے جس میں سرکار نے فرمایا، خیبر والے عاشورہ کے دن روزہ رکھتے عید منایا کرتے اور اپنی عورتوں کو اچھا لباس اور زیور پہنایا کرتے تھے۔ سرکار نے فرمایا مسلمانو تم بھی اس دن روزہ رکھا کرو۔ حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ

عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے ارشاد فرمایا۔

صیام عاشوراء احتسب علی اللہ ان یکفر السنۃ التی قبلہ۔ یوم عاشورہ میں امید کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ سال گزشتہ کے گناہوں کا کفارہ فرمائے۔

(مشکوٰۃ شریف ص ۱۷۹)

صوم عاشورہ کی وجہ تسمیہ

سنہ ھ کا واقعہ ہے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عاشورہ کا روزہ رکھا تو صحابہ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ انہ یعظمہ الیہود والنصاریٰ۔ یہ وہ دن ہے جس کی یہود و نصاریٰ تعظیم کرتے ہیں۔ سرکار نے فرمایا۔

لئن لقیت الیٰ قابل لاصومن التاسع۔ اگر میں سال آئندہ باقی رہا تو محرم کی نویں تاریخ کا بھی روزہ رکھوں گا۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۱۷۹)

قابل غور باتیں

مذکورہ دونوں احادیث طیبہ میں دو باتیں قابل غور ہیں۔ اول یہ کہ جس دن بندے پر اللہ تعالیٰ کوئی خاص انعام ہوا ہو، اس دن بطور یادگار شکر الٰہی ادا کرنا درست ہے یہاں تک کہ اگر اس عمل میں کفار و مشرکین سے کوئی مشابہت ہو تو بھی اسے ترک نہ کیا جائے۔ بلکہ اس میں مخالفت کی کوئی صورت پیدا کر کے اس پر عمل کیا جائے جیسا کہ سرکار نے صحابہ کی عرض کے باوجود روزہ ترک کرنے کا ارادہ نہیں فرمایا۔ بلکہ اس میں صورت مخالفت پیدا کرنے کے لئے دسویں کے ساتھ نویں تاریخ کے روزے کو بھی ملا دیا۔

دوسرا قابل غور نکتہ یہ ہے کہ اگرچہ حضور نے آئندہ سال اس دار فانی سے عالم جاودانی کی طرف سفر فرمالیا۔ جس کی وجہ سے آئندہ سال روزہ رکھنے کا موقع نہیں ملا لیکن (تمہارے منہ سے جو نکلی وہ بات ہو کے رہی) حضور کا یہ عزم فرمالینا ہی کہ (اگر میں سال آئندہ دنیا میں باقی رہا تو نویں محرم کا بھی روزہ رکھوں گا) سے نویں محرم کا روزہ سنت ہونے کی ایک مستحکم دلیل ہو گئی۔

بخاری شریف میں ہے کہ جب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے۔ تو آپ نے دیکھا کہ یہودی یوم عاشورہ کا روزہ رکھتے ہیں۔ آپ نے یہودیوں سے جب اس کی وجہ دریافت کی۔ تو انہوں نے کہا۔ یہ دن عظمت والا ہے، اس دن اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ اور ان کی قوم کو لشکر فرعون پر فتح عظیم عطا فرمائی، فرعون غرق نیل ہوا۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے شکریہ کا روزہ رکھا۔ اس لئے ہم بھی روزہ رکھتے ہیں یہ سن کر حضور نے ارشاد فرمایا۔

فنحن احق واولیٰ بموسیٰ منکم فصامہ وامر بصیامہ۔ تمہاری بنسبت حضرت موسیٰ کے ہم زیادہ حقدار ہیں، چنانچہ آپ نے اس دن روزہ رکھا اور روزہ کا حکم فرمایا۔ (بخاری شریف جلد اول ص ۲۶۸)

عاشورہ کے دن صدقات وخیرات

یوں تو جو لوگ صاحب ثروت ہیں انہیں ہر ماہ و یوم میں کثرت سے صدقات وخیرات کرنا چاہیے اس لئے کہ یہ جان د



نجف اشرف (عراق) میں حضرت علی کے روضۂ مبارک کا بیرونی منظر

مال دونوں کے لئے باعث خیر و برکت اور موجب بخشش و نجات ہے، لیکن خاص عاشورہ کے دن صدقہ کرنے کی جو فضیلت و اہمیت ہے، حدیث میں اس کی وضاحت اس انداز سے کی گئی ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَن وَسَّعَ علیٰ عیالہ یوم عاشوراء لَم یَزَل فِی سَعَۃ سائر سَنَتِہٖ، یعنی جس شخص نے عاشورہ کے دن اپنے کنبہ والوں پر خرچ کرنے میں وسعت کی، اللہ تعالیٰ اس پر تمام سال وسعت فرمائے گا۔ (ما ثبت بالسنۃ شیخ عبدالحق محدث دہلوی ص ۱۰) امام حضرت سفیان فرماتے ہیں۔ انا قد جرّبناہ فوجدناہ کذالک۔ ہم نے اس کا بارہا تجربہ کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق یہی ہوا۔

سبیل لگانا

عاشورہ کے دن شربت کی سبیل لگانا اور شہدائے کربلا بالخصوص سیدنا امام حسین کی روح مقدسہ کو ایصال ثواب کرنا جائز و مستحسن ہے۔ بلکہ ایصال ثواب سے مردوں کو نفع پہونچتا ہے۔ جیسا کہ مسلم شریف میں ہے

عن عائشۃ ان رجلا اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا رسول اللہ انّ اُمّی افتلتت نفسُھا ولم توص واظنُّھا لو تکلمت تصدقت افلھا اجر ان تصدّقت عنھا قال نعم۔

ترجمہ:- حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ ایک شخص آئے اور انہوں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ میری ماں کا اچانک انتقال ہوگیا اور وہ کسی بات کی وصیت نہ کہہ سکی۔ میرا گمان ہے کہ انتقال کے وقت اگر اسے کچھ کہنے سننے کا موقع ملتا تو وہ صدقہ ضرور دیتی۔ تو اگر میں اس کی طرف سے صدقہ کروں تو اس کی روح کو ثواب پہونچے گا۔ سرکار نے فرمایا۔ ہاں۔ (مسلم شریف جلد اول ص ۳۲۴)

علامہ نووی علیہ الرحمۃ اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں کہ فی ھذا الحدیث ان الصدقۃ عن المیت تنفع المیت ویصلہ ثوابھا وھو کذالک باجماع العلماء (نووی شرح مسلم جلد اول ص ۳۲۴)

یعنی اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اگر میت کی طرف سے صدقہ کیا جائے تو میت کو اس کا فائدہ اور ثواب پہنچتا ہے، اس پر علماء کا اتفاق ہے اور شرح عقائد میں ہے کہ وفی دعاء الاحیاء للاموات وصدقتھم عنھم نفعٌ لھم خلافاً للمعتزلۃ (شرح عقائد ص ۱۲۱)

زندوں کی دعائیں مردے کے لئے اور صدقہ و خیرات کا نفع مردوں کو پہونچتا ہے اور یہ مسئلہ معتزلہ کے خلاف ہے۔ اس عبارت سے معلوم ہوا کہ جو لوگ ایصال ثواب کے منکر ہیں وہ دراصل معتزلی ہیں۔

حلیم و کھچڑا پکانا

شامی میں ہے کہ جو شخص عاشورہ کے دن خوب عمدہ اور اچھے کھانے پکائے تو انشاء اللہ سال بھر تک اس کے گھر میں برکت رہے گی۔ حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خاں علیہ الرحمہ اس حدیث کے تحت تفسیر نعیمی میں رقمطراز ہیں۔

"ہمارے ملک میں عاشورہ کے دن حلیم (کھچڑا) پکایا جاتا ہے کیونکہ اس میں ہر قسم کے غلے اور گوشت ہوتا ہے۔ جس سے امید ہے کہ سال بھر تک ہر غلے میں برکت رہے۔ بعض روایات میں ہے کہ نوح علیہ السلام کشتی عاشورہ کے دن زمین پر لگی۔ کشتی والوں نے نیچے اتر کر ہر قسم کے دانے ملا کر پکائے جس سے حلیم بن گیا۔

(تفسیر نعیمی جلد اوّل ص ۴۲۳)

ان عبارات مذکورہ سے معلوم ہوا کہ یوم عاشورہ کو کھچڑا پکا کر شہداء کی ارواح کو ایصال ثواب کرنا ایک مستحسن عمل ہے۔ لیکن کچھ نااہل لوگ جو ان چیزوں کی قدر و منزلت سے ناواقف ہیں اور شہداء کرام رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین سے بغض و عناد رکھتے ہیں۔ وہ ان رسموں کو شرک و بدعت سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور انہیں حقارت کی نظروں سے دیکھتے ہیں۔ بقول شاعر

خود تو تبلیغ میں جائیں تو پکائیں کھچڑی
ہم نے کھچڑا جو پکایا تو برا مان گئے



لیکن حیرت و استعجاب کی بات تو یہ ہے کہ جس منہ سے وہ ان چیزوں پر طعنہ زنی کرتے ہیں مل جانے پر اسی ناپاک منہ سے خوب سیر ہو کر کھاتے بھی ہیں۔

یوم عاشورہ کے دیگر اعمال

تفسیر روح البیان میں ہے کہ شب عاشورہ میں شب بیداری کرنیوالے کو ملائکہ مقربین کا ثواب ملتا ہے، مشائخ عظام فرماتے ہیں کہ اس دن غسل کرنے سے سال بھر کی بیماری دفع ہو جاتی ہے۔ شامی نے کتاب صوم میں فرمایا کہ اس دن سرمہ لگانے سے سال بھر تک آنکھیں نہیں دکھتیں

مندرجہ بالا تمام واقعات و حکایات سے یوم عاشورہ کی افضلیت عیاں ہو گئی۔ تمام مسلمانوں کو چاہئے کہ آنے والے اس متبرک و مقدس دنوں میں صوم و صلوٰۃ و دیگر اعمال صالحہ کی ادائیگی کریں۔ اور خلاف شرع مجلسوں سے کنارہ کشی اختیار کریں۔ وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم

اس مضمون کی تیاری میں مندرجہ ذیل کتابوں سے مدد لی گئی ہے۔

(۱) قرآن پاک (۲) بخاری شریف (۳) مسلم شریف (۴) مشکوٰۃ شریف (۵) شامی۔ (۶) تفسیر روح البیان (۷) تفسیر نعیمی (۸) شرح عقائد (۹) نووی شرح مسلم (۱۰) صحیحین۔ (۱۱) غنیۃ الطالبین (۱۲) نزہت المجالس (۱۳) ماثبت بالسنۃ۔

کینہ حسد

(صاحبزادہ محمد عسجد رضا خاں قادری)

قلب کی بیماریوں میں سب سے سخت کینہ اور حسد ہے اس سے انسانی روح کا چمکتا، اُجلا، صاف شفاف، آئینہ بھی تاریک اور دھندلا ہو جاتا ہے۔ جس کا اثر ظاہر اعمال و افعال پر پڑتا ہے اور یہ ہر عمل و فعل خراب پراگندہ اور بے برکت ہوتا ہے۔ معاشرت اور اخوت و ہمدردی کے آبگینہ کے لئے سنگِ حسد کی چوٹیں بڑی سخت ہوتی ہیں حسد مذہبی اور اخلاقی نقطہ نظر سے صرف ایک شدید اور سنگین جرم ہی ہے۔ بلکہ حقیقتاً یہ بہت سی برائیوں کا ایک مستقل پیش خیمہ ہے۔ ذرا غور کرو۔ ہم ہیں ایک بھائی صاحب کمال ہے ایک دوست، مالدار ہے۔ ایک عزیز عزت والا ہے۔ اب ہمیں جلا پا ہے کہ اس کو یہ مناصب کیوں ملے یہ ان دولتوں سے کیوں مالا مال ہے۔ اگر چہ ہمارا حق تلف نہیں ہوا۔ ہماری عزت کو نقصان نہیں پہونچا۔ ہمیں جو ملنا تھا ملا۔ اور مل رہا ہے۔ مگر دوسروں کی عزت دیکھ دیکھ کر ہم کڑھ رہے ہیں۔ اور خواہ مخواہ بھلی چنگی جان کو روگ لگا رہے ہیں۔ ظاہر میں اس سے ملتے ہیں۔ مگر مرض حسد دل کھول کر اور صفائی سے ملنے کا مانع ہے۔ لہٰذا منافقت کا مقدمہ یہیں سے شروع ہو گیا پھر اگر اور ترقی ہوئی تو عزت والے کی تذلیل، مالدار کے مفلس کر دینے کی فکریں ہونے لگیں اور تمام غارت گر جرائم کے اقدام پر اس مرض نے اُبھار دیا۔ مرض حسد میں ایک عجیب حالت پیدا ہوتی ہے کہ حسد کے سبب انسان کو ہمیشہ بے اطمینانی اور تکلیف روحانی رہتی ہے کبھی حاسد خوش نہیں دیکھا جاتا۔ وہ اپنے مال، اپنی دولت، اپنی عزت اپنے کمال سے بھی کچھ تمتع اور فائدہ نہیں اُٹھا پاتا۔ اور یہ مرض حسد کبھی اس کو اطمینانی زندگی نہیں بخشتا، سرچشمۂ ولایت امیر المؤمنین حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہٗ فرماتے ہیں۔ میں ہر شخص کو خوش کر سکتا ہوں مگر حاسد کو راضی کرنا اسوقت تک نہیں ہو سکتا جب تک اس کو بالکل محرومی کے تازیانوں سے متنبہ نہ کیا جائے۔ اسی واسطے کہا گیا ہے۔

انکر العیش عیش الخیر

ایک عربی شاعر کہتا ہے۔

ان الحسود الظلوم فی کرب ۔ یخالہ من یراہ مظلوما
من نفسٍ والمرعلی نفس   یظھر منہ ما کان مکتوما

ترجمہ:۔ حاسد ہمیشہ تکلیف میں رہتا ہے۔ ہر دیکھنے والا اسکو دُکھ والا ستایا ہوا خیال کرتا ہے۔ اس کی ہر آتی جاتی سانس سے اس کی باطنی بے چینی کا پتہ چلتا ہے۔ خداوند عالم ہر مسلمان کو اس غارت گر مرض سے محفوظ رکھے۔ آمین۔

زندگی بھر اگر رہا غم میں
فائدہ کیا ہے ایسے جینے سے
چاہتا ہے جو عیش کا جینا
پاک کر اپنے دل کو کینے سے

منتخبات

جانشین مفتی اعظم حضرت علامہ محمد اختر رضا خانصاحب ازہری

شجاعت ناز کرتی ہے جلالت ناز کرتی ہے
وہ سلطانِ زماں ہیں ان پہ شوکت ناز کرتی ہے

شہنشاہِ شہیداں ہو۔ انوکھی شان والے ہو
حسین ابنِ علی تم پر شہادت ناز کرتی ہے

بٹھا کر شانۂ اقدس پہ کردی شان دوبالا
نبی کے لاڈلوں پر ہر فضیلت ناز کرتی ہے

خدا کے فضل سے اختر میں انکا نام لیوا ہوں
میں ہوں قسمت پہ نازاں مجھ پہ قسمت ناز کرتی ہے

مفتی احمد یار خاں سالک نعیمی علیہ الرحمہ

جو کہ آغوشِ پیمبر میں پھلا پھولا تھا
کربلا میں وہ کٹا دین کی حفاظت کے لئے

ہاشمی باغ ہوا ہاشمی خون سے سیراب
باغِ زہرہ کٹا اس باغ کی نزہت کے لئے

استقامت پہ فدا ہیں تیری اے دستِ حسین
نہ گیا ہاتھ میں بے دین کے بیعت کے لئے

پیش کردہ: محترمہ ساریہ اختر بریلی شریف

منقبت امام کربلا

فضلِ حق سے ایسے باعزاز عظمت ہیں حسین
راکبِ دوشِ شہنشاہِ رسالت ہیں حسین

دینِ پاکِ مصطفٰے کی زیب و زینت ہیں حسین
آئینۂ تطہیر کی عملی صداقت ہیں حسین

ماہ پارے حضرتِ خاتونِ جنت ہیں حسین
لختِ دل نورِ نظر جانِ ولایت ہیں حسین

سینۂ اطہر سے ہی پائے مبارک تک حسین
اس سے اوپر اپنے نانا کی شباہت ہیں حسین

دیکھکر دشمن بھی بولے صبر و استقلال کو
لائقِ تحسین اور دادِ شجاعت ہیں حسین

کوئی مانے یا نہ مانے کوئی کچھ بھی کہے
حق یہ ہے کہ آج بھی دیں کی حلاوت ہیں حسین

رب سفارش حشر میں فرئیگا انکی قبول
عاصیوں کے واسطے مشکل دولت ہیں حسین

ان کے نانا کی شریعت کو کریں پامال جو!
ایسے لوگوں سے یقیناً کرتے نفرت ہیں حسین

بخشوا لیں گے جو توبہ کرلے فرقہ بے ادب
غوث رضوی کہدے ایسے بامروت ہیں حسین

حاجی محمد غوث خاں حامدی رضوی
: پرتاپوری بریلوی :

اگست کے اہم واقعات

محمد اختر رضا، بانسی، پورنوی

August 90

Fri	Sat	Sun	Mon	Tue	Wed	Thu
31					1	2
3	4	5	6	7	8	9
10	11	12	13	14	15	16
17	18	19	20	21	22	23
24	25	26	27	28	29	30

یکم اگست 1774 کو مشہور سائنس داں جوزف پریسٹلے نے آکسیجن کی دریافت کی۔

2 اگست 1922 کو ٹیلی فون کے موجد گراہم بیل کا انتقال ہوا۔

3 اگست 1492 کو کولمبس ہندوستان کی تلاش کے سفر پر روانہ ہوا۔

3 اگست 1954 کو ریڈیو پاکستان سے پہلی بار قومی ترانہ نشر ہوا۔

4 اگست 1971 کو چین نے کراچی میں موجود اپنے تمام بینک کی شاخیں حکومت پاکستان کے حوالے کر دیں۔

5 اگست 1930 کو نیل آرم اسٹرانگ پیدا ہوئے وہ سب سے پہلے چاند پر پہنچنے والے انسان تھے۔

5 اگست 1976 کو محمد بن قاسم پورٹ کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔

6 اگست 1881 کو پنسلین ٹیکے کے موجد مشہور سائنس دان آمین فلیمنگ پیدا ہوئے

6 اگست 1945 کو جاپان کے شہر ہیروشیما پر دوسری جنگ عظیم کے دوران امریکہ نے بم گرایا۔

7 اگست 1958 کو لکشمی پور کے محاذ پر میجر محمد طفیل (نشان حیدر) شہید ہوئے۔

8 اگست 1969 کو سوویت یونین نے زوند۔7 چاند کی طرف بھیجا۔

8 اگست 1974 کو امریکہ کے صدر رچرڈ نکسن واٹر گیٹ اسکینڈل کے بعد مستعفی ہوئے۔ یہ امریکہ کے واحد صدر تھے جو مستعفی ہوئے۔

9 اگست 1945 کو جاپان کے دوسرے بڑے شہر ناگاساکی پر امریکہ نے ایٹم بم گرا کر تباہی مچادی۔

9 اگست 1974 کو جیرالڈ فورڈ نے امریکہ کے 38 ویں صدر کے عہدے کا حلف اٹھایا۔

10 اگست 1893 کو سائنس دان روڈلف ڈیزل نے آگس برگ کے مقام پر ڈیزل انجن کا پہلا شاندار ماڈل دنیا کے سامنے پیش کیا۔

11 اگست 1947 کو پاکستان کی دستور ساز اسمبلی میں پاکستان کا قومی پرچم منظور ہوا۔

12 اگست 1848 کو ریلوے انجن کے موجد جارج اسٹیفن کا انتقال ہوا۔

12 اگست 1953 کو روس نے پہلی مرتبہ ہائیڈروجن بم کا تجربہ کیا۔

13 اگست 1910 کو نرسنگ کی بانی فلورنس نائٹ انگیل کا انتقال ہوا۔

14 اگست 1947 کو اسلامی جمہوریہ پاکستان کو آزادی نصیب ہوئی۔

15 اگست 1947 کو پاکستان کی پہلی کابینہ نے اپنے عہدے کا حلف اٹھایا۔

16 اگست 1946 کو ہندوستان میں مسلمانوں نے یوم راست اقدام (DIRECT ACTION DAY) منایا۔

16 اگست 1976 کو ریڈیو پاکستان بہاول پور نے اپنی نشریات کا آغاز کیا۔

17 اگست 1945 کو انڈونیشیا کی آزادی کا اعلان ہوا۔

17 اگست 1988 کو پاکستان کے صدر جنرل محمد ضیاء الحق اپنے 29 ساتھیوں کے ساتھ ہلاک ہوئے۔

18 اگست 1981 کو لارڈ ماؤنٹ بیٹن ہلاک کر دیئے گئے۔

19 اگست 1871 کو آرول رائٹ ڈیٹن اوہایو کے مقام پر پیدا ہوئے۔

18 اگست 1986 کو جونا گڑھ میں جانشین مفتیٔ اعظم علامہ اختر رضا خاں کو تاج الاسلام کا لقب

20 اگست 1971 کو پائلٹ آفیسر 19 سالہ راشد منہاس نے جام شہادت نوش کیا۔

21 اگست 1687 کو مشہور سائنس دان اردن شروڈنگر ویانا میں پیدا ہوئے۔

21 اگست 1969 کو کسی جنونی یہودی نے مسجد اقصیٰ کو آگ لگا دی جس سے منبر جل گیا۔

22 اگست 1944 کو تحریک پاکستان کے رہنما مولانا عبید اللہ سندھی انتقال کر گئے۔

23 اگست 980 کو مشہور مسلمان سائنس دان بوعلی ابن سینا پیدا ہوئے۔

24 اگست 1974 کو فخرالدین علی احمد بھارت کے صدر منتخب ہوئے۔ یہ دوسرے مسلمان صدر تھے۔

25 اگست 1867 کو برقیات کے موجد مائیکل فیراڈے انتقال کر گئے۔

26 اگست 1743 کو جدید کیمیا کا باپ مشہور سائنس دان اینٹوائن لارینٹ لاووازئیر پیدا ہوئے۔

27 اگست 1896 کو دو ممالک برطانیہ اور زنجبار کے درمیان دنیا کی سب سے مختصر جنگ لڑی گئی جو 38 منٹ جاری رہی۔

28 اگست 1749 کو جرمن شاعر گوئٹے پیدا ہوئے۔

29 اگست 1956 کو پاکستان کے گورنر جنرل ملک غلام محمد کا انتقال ہوا۔

30 اگست 1871 کو بابائے برقیہ جوزف جان تامسن کا مشہور شاگرد ارنسٹ روز فورڈ پیدا ہوئے۔ فورڈ کو 1908 کا کیمیا کا نوبل انعام ملا تھا۔

31 اگست 1569 کو مغل شہنشاہ نورالدین محمد جہانگیر کی ولادت ہوئی۔

31 اگست 1981 کو اسٹیل ملز کراچی کے پہلے مرحلے کا افتتاح ہوا۔

تبصرہ کے لئے ہر کتاب کی دو جلدیں آنا ضروری ہیں اور تبصرہ ادارہ کی [illegible]

نقد و نظر

محمد شہاب الدین رضوی

نام کتاب :- فتاویٰ رضویہ فتاویٰ رشیدیہ کا تقابلی مطالعہ
مصنف :- علامہ مفتی محمد کرم احمد نقشبندی مجددی دہلوی
ناشر :- ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی پاکستان

کسی شخصیت کو سمجھنے کے لئے اس کے ہمعصر علماء فضلاء کو سمجھنا پڑتا ہے۔ اور اس عہد کے روایتی، تہذیبی، اور ثقافتی تنوع کو بھی دیکھنا پڑتا ہے۔ ہم چودھویں صدی کے علماء کی دو شخصیتوں کا ذکر کرتے ہیں۔ وہ ہیں امام احمد رضا فاضل بریلوی اور مولوی رشید احمد گنگوہی۔ ان دو شخصیتوں کے خیالات و افکار کو حقیقت کی کسوٹی پر پرکھا جائے تو ضرور کسی نہ کسی شخصیت کا پلہ بھاری ملے گا۔ اب دیکھئے امام احمد رضا بریلوی کی ذات کہ برصغیر ہی نہیں بلکہ پوری دنیائے اسلام میں چرچے ہو رہے ہیں۔ گن گائے جا رہے ہیں۔ ان کی تصانیف پر محققین تحقیق کر رہے ہیں۔ کالجوں، یونیورسٹیوں میں پروفیسر ڈاکٹر اور ریسرچ اسکالر مقالے لکھ رہے ہیں۔ اس حقیقت کی طرف ضرور توجہ کریں۔ کیا واقعی امام احمد رضا بریلوی ایسی جامع الصفات اور ہمہ گیر شخصیت کے مالک ہیں ؟ ......

ہاں امام احمد رضا آیت من آیات اللہ ہیں۔ انہوں نے عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شمع ہر مومن کے دل میں فروزاں کی۔ وہی سواد اعظم اہلسنت کی قیادت و نمائندگی کے حقدار ہیں۔ انہوں نے وہی بات پیش کی جو آج سے چودہ سو سال قبل صحابہ کرام رضی اللہ تعالےٰ عنہم نے پیش کی تھیں۔ امام اعظم رضی اللہ عنہ کا مسلک پیش کیا۔ مردہ سنت کا احیاء کیا۔ غلط افکار اور رجعت پسندانہ رجحانات سے مسلمانوں کو دور رکھنے کی جد و جہد کی۔ حفاظت شریعت محمدیہ کی عالم گیر تحریک چلائی۔ باطل پرستوں سے نبرد آزما رہے۔ وہ قوم کے بہی خواہ تھے اور مسلمانوں کو شریعت اسلامیہ پر عمل پیرا دیکھنا چاہتے تھے۔ انہوں نے اپنے خون کے آخری قطرے سے بھی اسلام کے گلشن کی آبیاری کی۔

اب قارئین خود امام احمد رضا اور ان کے ہمعصر مولانا رشید احمد گنگوہی کا تقابلی موازنہ کریں۔ مولوی گنگوہی کے پیر صاحب اپنے مرید کا مقام و مرتبہ اس طرح بتلاتے ہیں۔ "میاں غنیمت سمجھو کہ مولانا آبادی میں ہیں۔ میرا رشید تو درجہ ملکوتیت پر پہونچ گیا ہے۔ اگر حق تعالےٰ کو اصلاح خلق کا کام لینا نہ ہوتا تو آج خدا جانے کس پہاڑ کی کھوہ میں بیٹھا ہوتا۔ علمی خدمت اور خداوند قدوس کو ایک کام لینا منظور تھا۔ اس لئے کمر پکڑ کر نیچے اتارا گیا اور بستی میں رکھا گیا۔ (ص ۱۴۰ ؍ بحوالہ تذکرۃ الرشید) قارئین خط کشیدہ عبارت پر خود غور و فکر کریں۔ چونکہ یہ لوگ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بشر سے اونچا نہیں مانتے اور مولوی

گنگوہی کو درجۂ ملکوتیت پر پہنچا دیا۔ امام احمد رضا کے پیر و مرشد حضرت شاہ سید آل رسول مارہروی ہیں۔

جمادی الاولیٰ ۱۲۹۴ھ کی بات ہے۔ حضرت سیدنا آلِ رسول سے امام احمد رضا اور ان کے والد ماجد کی پہلی ملاقات ہوئی۔ سیدنا آل رسول امام احمد رضا کو دیکھتے ہی فرمایا۔ "آیئے ہم تو کئی روز سے آپ کے انتظار میں تھے۔" امام احمد رضا اور ان کے والد ماجد کو بیعت کیا۔ اور تمام سلاسل وظائف کی عطا فرما کر تاج خلافت امام احمد رضا کے سر پر اپنے دست کرم سے رکھ دیا۔ مریدین جو اس وقت حاضر تھے۔ سیدنا آل رسول سے عرض کیا کہ "حضور اس بچے پر یہ کرم کہ مرید ہوتے ہی تمام سلاسل کی اجازت و خلافت عطا ہو گئی۔ نہ ضروری ریاضت کا حکم ہوا نہ چلّہ کشی کرائی۔؟

اس کے جواب میں حضرت آلِ رسول نے فرمایا تم کیا جانو یہ بالکل تیار آئے تھے۔ انہیں صرف نسبت کی ضرورت تھی تو یہاں اگر وہ ضرورت بھی پوری ہو گئی۔" یہ فرما کر آبدیدہ ہو گئے۔ اور فرمایا۔ رب العزت قیامت کے دن دریافت فرمائے گا کہ آلِ رسول تو دنیا سے ہمارے لئے کیا لایا تو میں احمد رضا کو پیش کر دوں گا۔" (سیرت اعلیٰ حضرت ص۴۴) اللہ اللہ یہ مرشد کامل کی نگاہ اس جوہر کو پہچان گئی۔

غیر جانبدار کو حقیقت کے اعتراف میں کوئی پس و پیش نہیں۔ انہیں حق گو اور حق پسندوں میں مفتی محمد مکرم احمد کا نام آتا ہے۔

زیر تبصرہ کتاب مفتی صاحب کی فاضلانہ و محققانہ کاوش ہے۔ یہ کتاب ایک زمانے کی دو شخصیتوں کے فتاویٰ کا تقابلی جائزہ ہے۔ اس میں امام احمد رضا اور مولوی رشید احمد گنگوہی کے افکار و خیالات، علمی استعداد و معیار اور فنی صلاحیت و دسترس کا بھی موازنہ کیا گیا ہے۔ پیش لفظ مولانا وجاہت رسول قادری نائب صدر ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی اور تقدیم مشہور ادیب پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد پرنسپل گورنمنٹ ڈگری کالج سکھر کے قلم سے ہے۔

فتاویٰ رشیدیہ مولوی گنگوہی کے فتاویٰ کا مجموعہ ہے۔ جو تین حصّہ پر منقسم ہے اور درمیانی سائز کے ۴۹۷ صفحات پر مشتمل ایک جلد میں شائع ہوا ہے۔ اس میں ۱۲۰۰ کے قریب فتاویٰ ہیں۔ فتاویٰ رضویہ امام احمد رضا کی تصنیف ہے۔ جو ۱۲ ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے اسکی ہر جلد تقریباً جہازی سائز کے ہزار صفحات پر مشتمل ہے مجموعی صفحات کی تعداد ۱۰ ہزار کے لگ بھگ ہے۔ امام احمد رضا کے فتاویٰ میں تحقیقی رسائل اور طویل طویل فتاویٰ عربی، فارسی اور انگریزی زبان میں بھی فتاویٰ صادر کئے۔ کسی نے نظم میں استفتاء کیا تو امام احمد رضا نے نظم ہی میں جواب عنایت کیا۔ یہ فتویٰ نویسی کی شان امام احمد رضا کے دار الافتاء کے علاوہ اور کہیں نظر نہیں آتی۔

الحمدللہ، اللہ رب العزت کا فضل احسان ہے کہ امام احمد رضا کی روایات کو ان کے حقیقی جانشین فقیہ اسلام حضرت علامہ مفتی الشاہ محمد اختر رضا خاں قادری ازہری دامت برکاتہم العالیہ، برقرار رکھے ہوئے ہیں۔

مرکزی دار الافتاء جو آج عالم اسلام میں شہرت رکھتا ہے علامہ ازہری مدظلہ اس کے صدر مفتی ہیں۔ وہی شان اب بھی برقرار ہے جو امام احمد رضا کے عہد میں تھی۔ مرکزی دار الافتاء میں ہر زبان کے استفتاء آتے ہیں اور ہر زبان میں جوابات دیئے جاتے ہیں۔ حال ہی میں افریقہ سے انگریزی میں استفتاء آیا۔ حضرت علامہ ازہری مدظلہٗ نے انگریزی ہی میں قریب گیارہ صفحات رجسٹر سائز لکھ دیئے۔

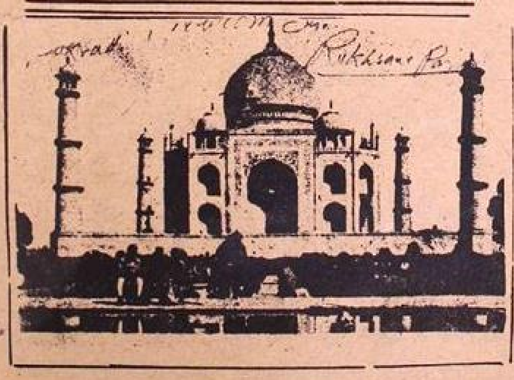
امام احمد رضا کے فتاویٰ بڑی جامعیت اور اعلیٰ تحقیق کے حامل ہیں۔ مولوی گنگوہی کے فتاویٰ پر نظر ڈالئے تو کہیں "نا" کہیں "ہاں" "فقط بندہ رشید احمد" مرقوم ملے گا۔ آپ کو کہیں ایسا فتویٰ نہیں مل سکتا۔ جس کی پوری تفصیل۔ شرح وبسط، قرآن واحادیث، اقوال صحابہ وائمہ، اختلاف فقہاء مجتہدین کے ساتھ جواب دیا گیا ہو۔

اسی لئے تو مفتی مکرم احمد بول اٹھے "فقہ حنفی کے ماننے والے علماء تو ساری دنیا میں ہیں لیکن جو خدمت اس فقہ حنفی کی مولانا بریلوی نے فرمائی ہے۔ شاید انیسویں بیسویں صدی میں کسی نے انجام دی ہو، آپ کے فتاویٰ اور فقہی تالیفات مسلک احناف کے علماء کے لئے خصوصاً اور دیگر ممالک کے لئے عموماً رہنما کا درجہ رکھتی ہیں (ص ۴۵)

فاضل مصنف مدظلہ بہت ہی نکتہ داں، دانشمند ہیں آپ فتاویٰ رضویہ، رشیدیہ تقابلی جائزہ لیتے ہوئے واضح الفاظ میں فیصلہ کرتے ہیں "مولانا گنگوہی کے فتاویٰ میں بالعموم استدلالات کی کمی شدت سے محسوس کی جاتی ہے جس کی وجہ سے جواب نامکمل سا لگتا ہے۔ فتاویٰ رشیدیہ میں بہت سی ایسی بھی مثالیں ہیں کہ سائل نے مفصل و مدلل جواب لکھنے کی درخواست کی لیکن اس کی درخواست نامنظور کردی گئی، مولانا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے فتاویٰ میں یہ نقص بالکل نہیں پایا جاتا، وہ ہر جواب کو بہت تفصیل سے لکھتے ہیں۔ قرآن کریم، احادیث شریفہ، فقہاء کرام کے اقوال کا ذکر بالتفصیل فرماتے ہیں۔ فتاویٰ رضویہ میں اسکی لاتعداد مثالیں ہیں"۔ (ص ۴۳)

فتاویٰ رضویہ کو علماء حرمین شریفین اور دنیا کے دانشوروں نے خراج تحسین پیش کی۔ اور اسکو فقہ حنفی کا ایک عظیم سرمایہ قرار دیا ہے۔ جو لوگ اتحاد اسلامی کے نام نہاد مبلغ و داعی ہیں ان کو چاہیے کہ امام احمد رضا کے عقائد کو اپنا کر اتحاد اسلامی کا نعرہ بلند کریں۔ تو اس کا نعرہ کارگر ثابت ہو سکتا ہے، ورنہ وہ صدائے بازگشت کی طرح رہ جائے گا، عظیم محقق پروفیسر محمد مسعود احمد مدظلہ لکھتے ہیں۔ "اگر عالم اسلام امام احمد رضا کے افکار وعقائد کو رہنما اصول کے طور پر اپنائے تو اتحاد عالم اسلامی کے خواب کا روپ اختیار کر سکتا ہے (ص ۱۲ تقدیم)

علامہ مفتی محمد مکرم احمد دہلوی جماعت اہل سنت کے مشہور ومعروف عالم دین اپنے عظیم والد کے عظیم فرزند ہیں۔ مفتی مکرم احمد نے امام احمد رضا کو نئے زاویے سے پہچانا ہے۔ اور دوسروں کو بھی پہچاننے کی دعوت دی ہے۔ یہ کتاب نہایت عمدہ اور سلیس، عصر حاضر کے ادبی تقاضوں کو پورا کرتی ہے زبان شستہ، انداز وبیان دلنشیں، فقیہانہ رنگ غالب نظر آتا ہے۔ گویا کہ میرا اعتبار سے کتاب اپنی نوعیت کی واحد کتاب ہے۔ مولوی رشید احمد گنگوہی کے معتقدین اس کتاب کو تعصب کی عینک کو اتار کر پڑھیں۔ غور کریں۔ سمجھیں سمجھائیں۔ اور خود امام احمد رضا پر لکھیں۔



جہاں نما (ادارہ)

اعلانات و اخبارات

آہ! علامہ محمد یحیٰ صدیقی کا انتقال

درگاہ خواجہ غریب نواز میں واقع عظیم القدر مسجد شاہجہانی و اجمیر شریف کی عیدگاہ کے خطیب و امام اور شہر قاضی و حضور مفتی اعظم کے خلیفہ محترم حضرت علامہ حافظ غلام محی الدین محمد یحیٰ صدیقی قادری رضوی مصطفوی طویل علالت کے بعد رحلت فرما گئے۔ اِنّا للّٰہ و اِنّا الیہ راجعون۔ حضرت علامہ مذکور نے اپنی صالح و نیک و متبرک زندگی کے ۵۴ رسال کا عرصہ حضور خواجہ غریب نواز کی درگاہ عالیہ کے سامنے جامع مسجد شاہجہانی میں امامت کی خدمت انجام دے کر گذارا جہاں پچاس برس تک ان کے والد بزرگوار حضرت مولانا حافظ محمد یونس صاحب امامت کے فرائض انجام دیتے رہے۔ حضرت علامہ صدیقی کو اندرون درگاہ شریف کے احاطۂ چاریار میں دفن کیا گیا۔

حضرت مرحوم نیک سیرت و صورت اور حضور غریب نواز کے شیدائی اور مسلک سنیت کے عظیم مبلغ تھے

قرآن پاک کا روسی ترجمہ

ماسکو میں قرآن پاک کا نیا روسی ترجمہ شائع ہوا ہے۔ غیر ملکی زبانوں کے ماسکو انسٹی ٹیوٹ کی ایک سابق طالبہ والیریا پروخودا نے یہ ترجمہ براہ راست عربی سے کیا ہے۔

تودستی کے مطابق پروخودا نے شام کے ایک طالبعلم سے جس نے ماسکو میں اپنی اعلا تعلیم مکمل کی۔ شادی کے بعد شام میں طویل عرصے تک قیام کیا۔ اور عربی زبان اور مسلمانوں کی کتاب مقدس کا گہری توجہ سے مطالعہ کیا۔ پروخودا کو دوران مطالعہ اس حقیقت کا احساس ہوا کہ قرآن پاک کے روسی زبانوں میں جو تراجم پہلے ہوئے ہیں وہ ناکافی معنویت اور مفہوم اور رقیاسیت کی کمزوریوں کے حامل ہیں۔ ماہرین کی رائے ہیں پروخودا کی سعی اور مستند زبان کے لحاظ سے قطعاً درست اور منفرد ہے۔ سوویت سوئس مشترکہ ادارہ "بکس چیمبر انٹرنیشنل" نے اس نئے ترجمہ کی اشاعت میں مدد دی ہے۔

فضائل قرآن

از مولانا افتخار احمد قادری استاذ ادب الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور
رکن المجمع الاسلامی

تلاوت قرآن کے فضائل و برکات، بعض آیات اور سورتوں کے خاص خاص فوائد پر مشتمل اپنے موضوع کی بے نظیر کتاب۔ یہ کتاب عرصہ سے نایاب تھی قارئین کے اصرار پر اس کا تیسرا ایڈیشن نہایت ہی آب و تاب کے ساتھ فوٹو آفسیٹ کی طباعت سے شائع ہوا ہے۔

عمدہ کاغذ، دیدہ زیب ٹائٹل سائز ۳۶ × ۲۲ / ۱۶

صفحات ۲۷۶، ہدیہ غیر مجلد ۳۰/- روپے، مجلد ۳۵/- روپے

ناشر۔ المجمع الاسلامی۔ فیض العلوم محمد آباد گوہنہ ضلع مئو۔ (۲۷۶۴۰۳)

سرکار مدینہ کانفرنس

مشرقی ہند کی عظیم دینی درسگاہ دارالعلوم ضیاءالاسلام ٹکیہ پاڑہ ہوڑہ کلکتہ کا عظیم الشان سہ روزہ اجلاس۔ "سرکار مدینہ کانفرنس" مورخہ ۳، ۴، ۵ مئی کو اپنی دیرینہ روایات کے ساتھ منعقد ہوا۔ جس میں امسال پہلی بار حفاظ و قرّاء کے ساتھ علماء کو بھی سند و دستار فضیلت سے نوازا گیا۔ اس کانفرنس میں ملک کی مایۂ ناز مقتدر شخصیتیں شریک ہوئیں رئیس التحریر حضرت علامہ ارشد القادری کی دوررس نگاہوں نے افق پر چمکنے والے علمی ماحول کا قبل از وقت جائزہ لیا اور دارالعلوم ضیاءالاسلام کے قیام کے ساتھ "سرکار مدینہ کانفرنس" وجود میں آئی۔ حضرت علامہ سید مجتبیٰ اشرف صاحب قبلہ کچھوچھہ مقدسہ، حضرت علامہ عزیز ملت شاہ عبدالحفیظ صاحب قبلہ سربراہ اعلیٰ الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور، حضرت مولانا سید اشتیاق عالم صاحب بھاگلپوری، حضرت مولانا صغیر احمد صاحب بریلوی، حضرت مولانا قمرالدین صاحب بلبلِ بنگال اور حضرت مولانا شریف الحق صاحب بارہ بنکوی کے علاوہ متعدد بیرونی و مقامی علماء کرام و شعراء عظام شریک کانفرنس ہوئے۔ نظامت کا فریضہ پر سہ روز حضرت مولانا قمر الحسن قمر بستوی نے انجام دیا۔ آخری شب میں رسم پرچم کشائی کے بعد دستار بندی کا پر نور منظر بہاریں لٹاتا رہا۔ بائیس ۲۲ فارغین کے سروں پر تاج علم سجایا جاتا رہا۔ صبح ۴ بجے تک اجلاس چلتا رہا۔ آخر میں صلوٰۃ و سلام اور حضرت سید مجتبیٰ اشرف صاحب قبلہ کی دعاؤں پر جلسہ کا اختتام ہوا۔

مولوی محمد سلیم حبیبی۔ آفس کلرک
دارالعلوم ہذا۔

ماہنامہ "سنی دنیا" بریلی شریف کی عظیم پیشکش

حسن رضا نمبر

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ کے منجھلے بھائی حضرت علامہ محمد حسن رضا خاں بریلوی برصغیر کے جلیل القدر عالم اور شاعر تھے۔ ماہنامہ "سنی دنیا" اس عظیم شخصیت پر پہلی بار تاریخ ساز نمبر پیش کرنے کا اعزاز حاصل کر رہا ہے۔

خوشخبری

حسب سابق امسال بھی سیدہ مخدومہ پیرانی اماں رحمۃ اللہ علیہا۔ کا عرس: بتاریخ:- ۸، ۹، ۱۰ جولائی
بمقام:- دارالتصوف مدھپورہ اترولہ میں منعقد ہوا۔
زیرِ سرپرستی:- فیض العارفین علامہ غلام آسی پیا حسنی
زیرِ صدارت:- علامہ معین الدین خاں صاحب
مقررِ خصوصی:- محدثِ کبیر علامہ ضیاء المصطفےٰ صاحب قادری
حضرت علامہ مفتی شمس الدین صاحب قادری
حضرت علامہ غلام دستگیر صاحب قادری
حضرت علامہ خواجہ سید محب الحق صاحب آسوی
نے شرکت فرمایا: و سلام کے بعد قل شریف ہوا۔ لنگر عام ہوا اور پورے ملک کیلئے دعاء خیر ہوئی!
خادم:- صوفی اصغر علی خاں آسوی۔
مہتمم:- دارالتصوف مدھپورہ۔ اترولہ
ضلع گونڈہ (یوپی)

... Monthly Sunni Duniya BAREILLY
Regd No xl 7 (82) Vol-3 Annual Subscription Rs. 60/-
Per Copy Rs. 6/- Regd Po No-B R. 157

اللّٰہُ رَبُّ مُحَمَّدٍ صَلّٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَا ، نَحْنُ عِبَادُ مُحَمَّدٍ صَلّٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَا

۷۸۶
۹۲

دہلی میں

اہلسنت کے تمناؤں کی تکمیل، بشکل دارالعلوم معینیہ نوریہ

جس کی بنیاد مفتی اعظم علامہ ازہری نے رکھی

وہ دارالعلوم معینیہ نوریہ جو دہلی میں سینوں کا محافظ و پاسبان ہے۔
وہ دارالعلوم معینیہ نوریہ جو دہلی میں اہلسنت کی نمائندگی کرتا ہے۔
وہ دارالعلوم معینیہ نوریہ جو ہندوستان کی راجدھانی میں سینوں کا عظیم قلعہ ہے
وہ دارالعلوم معینیہ نوریہ جو دہلی میں اہلسنت کی آبرو ولاج ہے۔
وہ دارالعلوم معینیہ نوریہ جو دہلی میں سینوں کے خوشنما خواب کی تعبیر ہے
وہ دارالعلوم معینیہ نوریہ جو دہلی کو وہابیت کے غلبہ سے بچا رہا ہے۔
وہ دارالعلوم معینیہ نوریہ جو اپنے طلبہ کے ذریعہ گھر گھر صلوٰۃ وسلام پھیلا رہا ہے
وہ دارالعلوم معینیہ نوریہ جو آپکی توجہ کا سب سے زیادہ مستحق ہے۔
وہ دارالعلوم معینیہ نوریہ جو تعلیم وتعمیر میں ترقی کے لئے آپ سے مدد مانگ رہا ہے
وہ دارالعلوم معینیہ نوریہ جو بہت جلد ترقی پاتا جارہا ہے۔

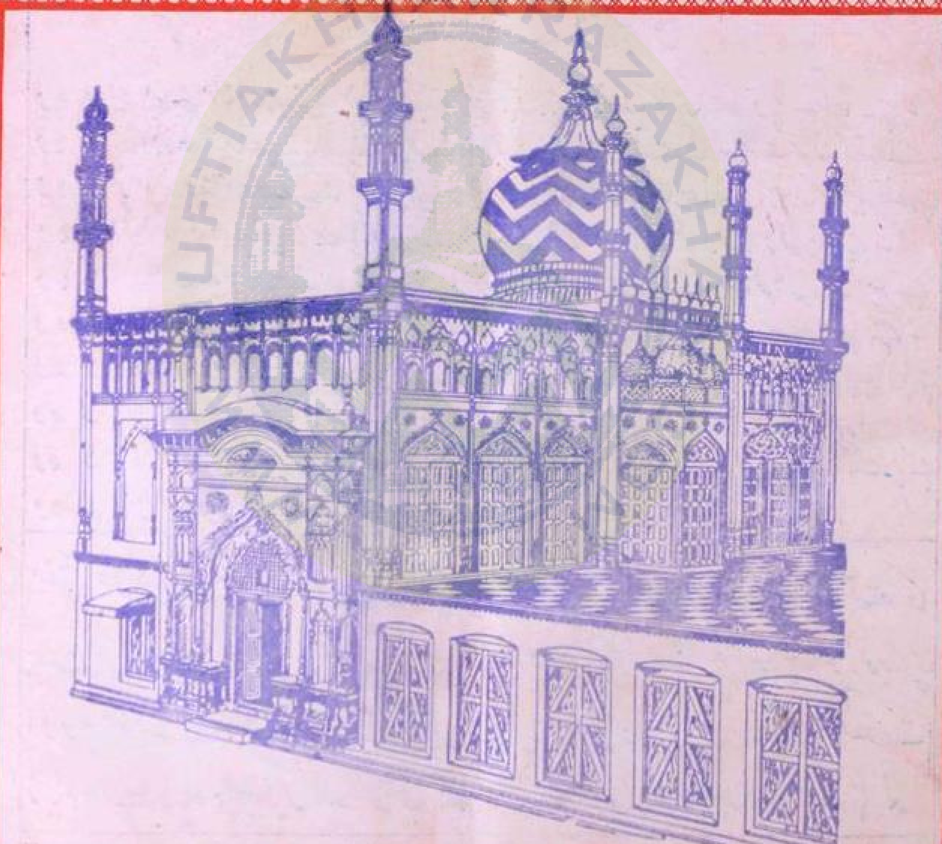
مفتی اعظم علامہ ازہری میاں کی سرپرستی میں چلنے والا دارالعلوم وقت کی بہت بڑی ضرورت پوری کر رہا ہے اہل خیر وسرمایہ دار حضرات آپ بھرپور توجہ دیں اور ہر موقعہ سے اسکی مدد کر کے مغلوب وہابیت سرزمین دہلی میں مسلک اعلحضرت زیادہ سے زیادہ پھیلائیں العارض محمد شرف عالم خان خادم طلبہ دارالعلوم ہذا

ترسیل زر وخط وکتابت کا پتہ: دفتر دارالعلوم معینیہ نوریہ، پوربی پرانا سلیم پور گلی نمبر ۶ دہلی ۵۳

بریلی شریف

ماہنامہ

سنی دنیا



مالک ونگراں ——————— مدیر اعلیٰ

جانشین مفتی اعظم فقیہ اسلام حضرت علامہ مفتی اختر رضا خاں ازہری ——— محمد شہاب الدین رضوی اختری

مرکز سواد اعظم اہل سنت آستانہ عالیہ قادریہ رضویہ کا علمی، دینی اور اصلاحی ترجمان

ماہنامہ سنی دنیا بریلی شریف

جلد ۱۰
شمارہ ۱۰۶

صفر، ربیع الاول ۱۴۱۲ھ
ستمبر ۱۹۹۱ء

نائب نگراں
محمد عسجد رضا خاں قادری

بیادگار، حضور مفتی اعظم تاجدار اہل سنت علامہ مصطفےٰ رضا نوری قدس سرہ
بظل عاطفت، مفسر اعظم ہند حضرت مولانا محمد ابراہیم رضا جیلانی علیہ الرحمہ
مالک نگراں، جانشین مفتی اعظم فقیہہ اسلام مفتی محمد اختر رضا خاں ازہری زیب مسند بریلی

مدیر اعلیٰ
محمد شہاب الدین رضوی اختری

مجلس ادارت

مولانا ڈاکٹر سید محمد امین برکاتی مارہروی
علامہ سبطین رضا خاں قادری
مولانا محمد توصیف رضا خاں بریلوی
ڈاکٹر پروفیسر محمد مسعود احمد سکھر
علامہ محمد عبد الحکیم شرف قادری لاہور
مولانا محمد احمد اعظمی مصباحی
مولانا اقبال احمد اختری کراچی
مولانا محمد سعید نوری بمبئی

مجلس ادارت

مولانا الشاہ شوکت حسن خاں کراچی
علامہ شبیہہ القادری سیوانی
علامہ خواجہ مظفر حسین رضوی پورنوی
مولانا محمد قمر الحسن قمر بستوی
قاری امانت رسول نوری پیلی بھیتی
مولانا اصغر علی رضوی رام نگرم
قاری نور الحسن نوری ناپاروی
مولانا شرف عالم خاں رضوی دہلی

مجلس مشاورت

علامہ تحسین رضا خاں قادری
علامہ حبیب رضا خاں نوری
مولانا منان رضا خاں منانی
مفتی قاضی عبد الرحیم بستوی
مولانا قمر رضا خاں قادری
مولانا محمد انور علی رضوی بہرائچی
حاجی قربان علی رضوی بیسلپوری

کتابت محمد اختر رضا ہاشمی پورنوی

زر اشتراک

فی شمارہ	۶ روپے	رجسٹرڈ پوسٹ نمبر بی، آر، ۱۵۷
سالانہ	۶۰ ″	رجسٹریشن نمبر (۸۲) - 117
غیر ممالک	۲۵۰ ″	VOL 3 — REGDNO

مقام اشاعت اور ترسیل زر کا پتہ

۸۲، سوداگران رضا نگر بریلی شریف
مطبوعہ، سائمہ آفسیٹ پریس خواجہ قطب بریلی شریف
ایڈیٹر، ماہنامہ سنی دنیا ۸۲، سوداگران رضا نگر بریلی (فون ۷۲۱۶۶)

مالک نگران وپبلیشر:- محمد اختر رضا خاں ازہری پرنٹر منان رضا خاں نے سائمہ آفسیٹ پریس خواجہ قطب بریلی سے طبع کرکے دفتر سنی دنیا ۸۲ سوداگران سے شائع کیا۔

اشاریات

جانشین مفتی اعظم کا سفر پاکستان سے

زیب مسند بریلی جانشین مفتی اعظم فقیہ اسلام حضرت علامہ مفتی الشاہ محمد اختر رضا خاں قادری ازہری دامت برکاتہم العالیہ اور یادگار اسلاف حضرت مولانا حبیب رضا خاں نوری وطن مالوف بریلی شریف سے ۴ راگست ۹۱ء کو دہلی روانہ ہوگئے۔ اور دہلی سے بذریعہ ہوائی جہاز کراچی پہنچے۔ عرس رضوی سے کچھ ایام قبل رونق بریلی شریف ہونگے، عرس رضوی کے بعد شاہجہانپور، کھیری لکھیم پور، گونڈہ مرزاپور، الہ آباد وغیرہ کے اسفار متوقع ہیں سفر پاکستان کی تفصیلی رپورٹ آئندہ شمارے میں دی جائے گی۔

(ادارہ)

پھرری یاد کے بلوے بکھرے

محمد قمر الحسن قادری قمر بستوی (بمبئی)

اداریہ

کیوں رضا آج گلی سونی ہے ٭ اٹھ میرے دھوم مچانے والے

میں نہیں کہہ سکتا کہ امام عشق و محبت کے خامہ رسا سے یہ شعر کب کیوں اور کیسے صادر ہوا؟ مگر اتنا ضرور ہے کہ اس شعر کے داخلی محرکات میں خود اعتمادی، ولولۂ عشق کی طرب آمیزی اور اک جہان تمنا کو بیدار کرنے کی پوری عکاسی موجود ہے۔ گویا یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ شعر کسی ایسے دوام کی طرف مشیر ہے جہاں زندگی دم بدم ایک نئی اٹھان کے ساتھ موجود ملتی ہو۔ اور جب جب اس پر جمود کی تہیں دبیز ہونے لگتی ہوں تو فرد کا "داخلی مردانہ" اس کے تار و پود بکھیرنے کے لئے اٹھ پڑتا ہو، اور عجب نہیں کہ مکاشفۂ قلبی کے ذریعہ مستقبل کے احساسات کی مکمل خبر گیری کے بعد شرح صدر کی دوگونہ کیفیات کے بعد ـــ "اٹھ میرے دھوم مچانے والے" ـــ سے مراد خود اپنی ذات ہی لیا ہو۔ تاہم اگرچہ حضرت رضا قدس سرہٗ نے مصرع ثانی میں اپنی ذات مراد نہ لی ہو مگر ہم کو یہ حق پہونچتا ہے کہ ہم رضا کی ذات ہی مراد لیں۔

یادوں کے دریچے پھر کھلے، محبتوں کی نغمہ ریزیاں پھر کی جا رہی ہیں۔ حوصلۂ عشق کو سمند پائی کا جذبۂ پیہم پھر ملے گا۔ قمقموں کی برسات ہے یا زمین کو ستاروں سے سجا دیا گیا ہے؟ نغمۂ ملکوتی کی بازگشت ہے یا عاشقان مہجور کا نالۂ سوزاں؟ ہر طرف رندانہ مستی بکھرے ہوئے ہیں، ہر طرف جلوؤں کی بہار سجی ہوئی ہے۔ ہاں، ہاں، عاشقوں کی یاد اسی طرح کی جاتی ہے۔ نالے بلند کئے جاتے ہیں۔ سوز دروں کے کچے گھاؤ کو نمک پاشی کے ذریعہ اور بھی ہرا کیا جاتا ہے۔ امام احمد رضا کے نالۂ شبینہ کی یاد کی تقریب ہے، ان کے عشق دوام کو تازہ کئے جانے کی تقریب ہے۔ ان کے علمی فضل و کمال کو عام کئے جانے کی تقریب ہے۔ ان کی خدمت دین کو روشناس کرائے جانے کی تقریب ہے۔

اے لوگو! جشن چراغاں کرو، عشق کے نغمے گاؤ، محبت کی تان اور سرلی لے سے آج کائنات کو مدہوش کر دو، ذکر الٰہی اور رحمت رسالت پناہی کے شکر میں اپنی اپنی

جبین نیاز کو خم کر دو۔ یہ اسی عاشق مجبور کی اداؤں کا ایک عکس ہوگا ورنہ ان قمقموں کی ضیا باریوں کا حاصل کیا؟ ان والہانہ شیفتگیوں کا مدعا کیا؟ ان سرمستیوں کا نتیجہ کیا؟ جھومئے عشق رضا میں جھومئے، عاشق شہر دوسرا کی محبت میں وجد کیجئے ان کی اداؤں کو حرز جان کرکے بلکہ ان کے "میں" میں گم ہوکر پھر انہیں یاد کیجئے تب دیکھئے اس یاد کی چاشنی کتنی دل آویز ہو جائے گی۔

ہاں! یہ کوچہ بریلی ہے۔ انہیں ذروں میں عشق کا ایک بے مثل پیکر محو خواب ہے۔ ارے نہیں۔ نہیں بلکہ یہ عاشقوں کی بستی ہے۔ احمد رضا کی بستی، مصطفےٰ رضا کی بستی، حامد رضا کی بستی، ابراہیم رضا کی بستی، حسن رضا کی بستی، نقی علی کی بستی، رضا علی کی بستی، جانشین مفتی اعظم اختر رضا کی بستی، جی ہاں یہ عاشقوں کی بستی ہے۔ دیکھئے جائیے اگر مشام جاں کی کیفیتیں زندہ ہوں تو محسوس کیجئے کس قدر خوشبو سے لبریز اور معطر گلیاں ہیں۔ لگتا ہے کہ مشک ختن کی باڑھ ہو۔ خدا شاداب رکھے:

یہ بریلی ہے ایمان کا مسکن ہے یہاں ٭ عاشق سید ابرار کا مدفن ہے یہاں

ستر، اکہتر (۷۰، ۷۱) سال سے لوگ امام احمد رضا علیہ الرحمہ کے گن گا رہے ہیں۔ مگر کیا اپنے محسن کے احسان و شکر سے عہدہ برآ ہو گئے؟ نہیں نہیں بلکہ ہمیشہ گاتے رہیں جب بھی حق شکر و احسان سے باہر نہیں ہو سکتے۔ اس نے اپنی جان کو جان نہ سمجھا اسلامیان ہند کی اٹھان کے لئے وہ خود کو بھول جاتا۔ مسلسل ۵۱ سال شب و روز ہمارے غم میں گھلتا رہا لمحہ لمحہ عشق نبوی کی جوت جلاتا رہا اور ہماری انگلیاں پکڑ پکڑ راستہ کی دشوار گذاریوں سے بچاتا رہا۔ اُف کتنا اندھیرا تھا۔ راستہ میں ارتداد کی تاریکی، وہابیت کی تاریکی، قادیانیت کی تاریکی دیوبندیت کا اندھیرا، ندویت کا اندھیرا، کفر و شرک کا اندھیرا جیسے۔ ظلمات بعضہا فوق بعض، روشنی کو ختم کئے جانے کی مکمل تیاری ہو چکی تھی، لوگ لرز رہے تھے، گھٹن سے دم چھوٹنے والے تھے۔ مگر وہ عشق نبوی، خوف خداوندی اور حمایت دین کی شمع لیکر اٹھا خود چلتا رہا اور لوگوں کو چلاتا رہا۔ گرنے سے بچاتا، ٹھوکریں کھانے سے بچاتا، اور ہاں جو ایسے حادثوں کی ٹھوکروں سے زخمی ہو جاتے۔ انہیں اٹھاتا بھی اور ان کے زخموں پر مرہم شفائی بھی رکھتا۔

قدرت نے اس کو ہند کا نگہبان بنا کر بھیجا تھا۔ اور مشرقیت میں مذہب، فکر و نظر، اتباع سنت نبوی کی ایسی لہر دوڑانا چاہ رہا تھا جس سے بچہ بچہ اسلامی قدروں کا حامل ہو جاتا اس نے ہر موڑ پر رہنمائی کی، ہر منزل پر حفاظت کی، وہ بھارت میں مسلمانوں کی سیاسی زبوں حالی دیکھ کر تڑپ تڑپ جاتا، پھر اس نے مسلمانوں کی شیرازہ بندی شروع کی اور ۱۹۱۲ء میں "تدبیر فلاح و نجات و اصلاح"، لکھ کر عوام کو دیا، وہ اپنی قوم کو بھوکا، ننگا، خستہ حال نہیں

دیکھنا چاہتا تھا، وہ اسلامی وقار سے رہتا تھا اور قوم مسلم کو اسی وقار سے دیکھنا چاہتا تھا۔ جب ہندوستان کے ضمیر فروش نام نہاد علماء نے مذہب کا سودا کر کے بنام اسلام پوری قوم کو غیروں کی جھولیوں میں ڈال دینے کی مذموم سازش کی تو وہ سدّ سکندری بن کر کھڑا ہوگیا اور گھناؤنے چہروں سے نقاب اتار دی۔ وہ مسلمانوں کا غیروں سے ایسا کوئی اتحاد نہیں چاہتا تھا۔ جس سے اسلامی تشخص مجروح ہو اور ایمانی قدریں زائل ہوں، اسی لئے تو ۱۹۲۰ء میں "تحریک ترک موالات" پر جب پورے ملک میں ہنگامہ آرائیاں تھیں اور مخاصم کی چابک دستی سے دشمنوں کو دوست بناکر پیش کیا جارہا تھا تو امام احمد رضا نے "المحجة المؤتمنة فی آیة الممتحنة" لکھ کر قوم کو دیا جس کا لازمی اثر یہ ہوا کہ بڑے بڑے جوگا دریوں نے منھ کی کھائی اور امام کی فراست دینی، ذکاوت قلبی اور صیانت الٰہی کا غلغلہ بلند ہوا۔

ہاں ہاں! اسی دور کی بات ہے جب ہندوستان کو دارالحرب بناکر پیش کیا جاتا تھا اور مسلمانوں کو انہیں کی زمین سے بے دخل کئے جانے کی سازشیں رچی جارہی تھیں، کانگریسی مولویوں کی زمین دوز تحریک پورے ملک کے مسلمانوں کا اعتبار ساقط کرنے کے درپئے تھی تو پھر امام کا علمی طنطنہ اپنی ہمہ تن شوکت اسلامی سے ابھرا اور اس خیال کی دھجیاں بکھیر دی گئیں پھر آپ کے اشہب قلم سے "اعلام الاعلام بان ہندوستان دارالاسلام"، جیسی عظیم تصنیف منصۂ شہود پر آئی۔ وہ قوم کو غیروں کے رحم وکرم پر نہیں چھوڑنا چاہتا تھا، اس کا مزاج تھا کہ سب کچھ اللہ تعالیٰ جل مجدہٗ کے کرنے سے ہوتا ہے ہم تو ان کی امت ہیں جن کا اختیار کائنات کے ہر ذرے پر ہے اسی لئے وہ کبھی بھی اپنے عوام کو بے سہارا تصور نہ کرتا تھا۔

دسیسہ کاریوں کا زور تھا، تحریفات کی آندھی چل رہی تھی، نئے نئے معتقدات سے ایمان لوٹا جارہا تھا۔ حتی کہ ابنائے وقت نے قرآن مقدس کے معانی مفاہیم اور تراجم میں بدعقیدگی کا زہر اتار دیا تھا۔ قوم لاشعوری طور پر خدائے قدیر اور رسول محترم (جل مجدہ وصلی اللہ علیہ وسلم) پر بہتان تراشیوں بزگالیوں کا معتقداتی تصور قبول کرتی چلی جارہی تھی۔ ایمان کی جان پر ضربیں لگائی جارہی تھیں۔ الوہیت ورسالت کے من گھڑت عقیدوں کو عین ایمان قرار دیا جارہا تھا آپ نے قدم قدم پر گستاخوں کا محاسبہ فرمایا "حسام الحرمین" اور "فتاوی الحرمین برجف ندوة المین" میں ان کی فتنہ انگیزیوں کی قلعی کھولی گئی اور بھولے بھالے عوام کو ان کے دام تزویر سے بچایا گیا۔ پھر ۱۹۱۲ء میں قرآن مقدس کا روحانی ترجمہ "ترجمہ کنز الایمان" قوم کو دیا گیا۔ اب کفر وضلالت، گمرہی اور دسیسہ کاری سے بچنے کیلئے عوام کو ایک ایسا ہتھیار دے دیا گیا تھا جس کے سطر سطر میں ایمان کی روح بسی تھی، معرفت کے جلوے کوندرہے تھے، عشق کی آئینہ بندی نمایاں تھی۔ بے شک وہ اپنے لہو سے قوم کو سیراب کرتا رہا۔ اس کے جگر کا لہو ریت میں نہیں

کتابوں کے اوراق میں جذب ہوتا رہا "العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ" دے کر قوم کو دریوزہ کی محتاجی سے بچا لیا۔ شانِ اجتہاد سے تفقہ کی چاندنی سجایا، قدیم و جدید ضرورتوں پر قرآن و سنت اور ائمہ امت کے ایسے افکار پیش کئے کہ اپنے تو اپنے غیر بھی ششدر رہ گئے۔ اس نے پچپن علوم پر لکھا، بارہ سو کتابیں لکھ چھوڑا۔

یا للعجب! کیسے لکھا؟ کب لکھا؟ یہ سوال خود ہی ایک سوالیہ نشان (؟) ہے۔

ہاں اس کے رب نے اس کو نوازا، خوب نوازا، اس کے مولیٰ نے اس پر کرم فرمایا خوب فرمایا۔ عقل دنگ ہے، ذہن ماؤف ہے، فکر سوچ سوچ کر تھک چکی ہے۔ یہ کیسے ممکن کہ اکیاون (۵۱) سال میں اتنا بڑا علمی، تحقیقی اور تنقیدی اثاثہ اس کے قلم فیض اثر سے معرض وجود میں آگیا۔ ہاں، غالب و مومن کی بات کرتے ہیں اس وقت بھی کی جاتی تھی۔ مگر غزل کے رسوا ماحول کو شرافت کی قبا پہنانے کا عمل اسی کے ہاتھ سے ممکن تھا۔ اس نے ہر زمین میں نعتیں لکھیں، سخنورانِ زمانہ انگشت بدنداں ہیں۔

خدا شاہد، وہ جب بھی محفلِ سخن اپنے خانہ دل میں سجاتا تھا تو اشعار کی آمد آمد ہوا کرتی تھی اس نے اردو کو ایک پاکیزہ زمین، ایک ستھری فضا اور ایک مقدس ذہن دیا۔ ہاں! اس نے زبان کے چٹخارے بھی استعمال کئے مگر کیا مجال جو اس میں شقم ہو۔ بازارو خیالات کو خارج از امکان قرار دیدیا۔ نئی بندشیں، نئی ترکیبیں، نئی جہتیں سبھی کچھ تو اس کے یہاں ہے۔ وہ ہند میں حسّانِ زمانہ تھا۔ مگر اس نے کبھی کسی کی مدح نہیں لکھی ہاں وہ اپنے آقاؤں کی مدح لکھتا رہا جس پر اس کو فخر ہے:

ایسے آقاؤں کا بندہ ہوں رضا ✲ بول بالے مرے سرکاروں کے

اے لوگو! اس کی تقریب کی ظاہری دل کشی یقیناً ہونی چاہئے مگر اس سے زیادہ اپنے دلوں کو بساؤ، اپنے ذہن کو جگمگاؤ، اس مردِ دانا نے ظاہر سے زیادہ باطن سنوارا ہے۔ ہاں۔ اس نے دلوں کا انقلاب بپا کیا ہے، دل کا انقلاب آفاقی ہوتا ہے۔ وہ آفاقی تھا اسی لئے اسکی فکریں آفاقی ہوئیں۔ تو پھر طرب کے نغمے چھوڑ و عشق و وارفتگی کی بات کرو، اے زائرانِ عاشق شہ والا! یہ رضا کی گلیاں ہیں تواضع اختیار کرو۔ یہ نوری کے کوچے ہیں۔ ادب سے چلو، یہ حسن کا شہر ہے نگاہیں جھکا لو، یہ حامد کی زمین ہے وقار ملحوظ رکھو۔ ذروں کے جمال میں گم ہو جاؤ۔ عطر بیز فضاؤں میں مست ہو جاؤ، نظر نواز جلوؤں کی رعنائیاں بکھیر لو، دیکھو اضریح قدس سے علم کی تجلیاں نمودار ہو رہی ہیں۔ مردہ دلوں کو زندہ کر لو، نادیدنی نگاہوں کو بینا کر لو۔ آج ساقی نے کرم کے جام و سبو اٹھا دیئے ہیں۔ میخانہ فکر و آگہی کے در وا کر دیئے گئے ہیں۔ موسم بہار شباب پر ہے، عنایتوں کا جوبن برس رہا ہے۔ قدرت الٰہی کے جلوے بکھر رہے ہیں۔ اعجاز سید المرسلین کی ضو پاشی ہو رہی ہے۔

ہر ذرہ ہے جمال کی رعنائیوں میں گم ✲ جلوے بکھر رہے ہیں مری نو بہار کے

کلامِ امام

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

لطف ان کا عام ہو ہی جائے گا — شاد ہر ناکام ہو ہی جائے گا

جان دے دو وعدۂ دیدار پر — نقد اپنا دام ہو ہی جائے گا

شاد ہے فردوس یعنی ایک دن — قسمت خدام ہو ہی جائے گا

یاد رہ جائیں گی یہ بے باکیاں — نفس تو تو رام ہو ہی جائے گا

بے نشانوں کا نشان مٹتا نہیں — مٹتے مٹتے نام ہو ہی جائے گا

یاد گیسو ذکر حق ہے آہ ... کر — دل میں پیدا لام ہو ہی جائے گا

ایک دن آواز بدلیں گے یہ ساز — چہچہا کہرام ہو ہی جائے گا

سائلو دامن سخی کا تھام لو! — کچھ نہ کچھ انعام ہو ہی جائے گا

یاد ابرو کر کے تڑپو بلبلو — ٹکڑے ٹکڑے دام ہو ہی جائے گا

مفلسو ان کی گلی میں جا پڑو — باغ خلد اکرام ہو ہی جائے گا

گر یونہیں رحمت کی تاویلیں رہیں — مدح ہر الزام ہو ہی جائے گا

بادہ خواری کا سماں بندھنے تو دو — شیخ درد آشام ہو ہی جائے گا

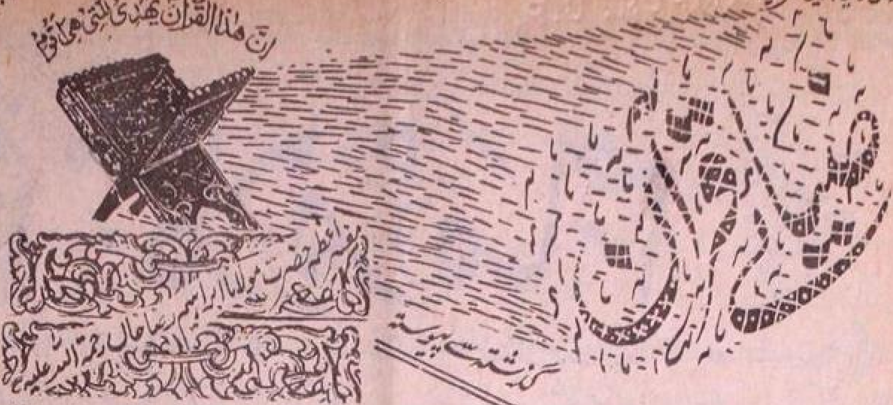
غم تو ان کو بھول کر لپٹا ہے یوں — جیسے اپنا کام ہو ہی جائے گا

مٹ کر گر یوں ہیں رہا قرض حیات — جان کا نیلام ہو ہی جائے گا

عاقلو ان کی نظر سیدھی رہے — بوروں کا بھی کام ہو ہی جائے گا

اب تو لائی ہے شفاعت عفو پر — بڑھتے بڑھتے عام ہو ہی جائے گا

اے رضا ہر کام کا ایک وقت ہے
دل کو بھی آرام ہو ہی جائے گا



گزشتہ سے پیوستہ

اے میرے بندو مجھ سے ڈرو۔ اور مجھ سے ڈر کر ادب کرو میرے محبوب کا۔ اور مجھ سے ڈر کر دامن مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پناہ میں داخل ہو جاؤ۔ اس عروۃ وثقیٰ کی محبت کی گرہ لگاؤ جو کھلنے والی نہیں۔ لا انفصام لہا۔ یہ سب میرے خوف سے کرو۔ منافق مردود سمجھتا ہے کہ نماز پڑھو اور عبادت کرو۔ اور شفاعت نہیں۔ اور نہ کوئی اس کی ضرورت۔ ولی اللہ یہ سمجھتا ہے کہ گناہوں سے حذر کرتا ہوں۔ پھر بھی گناہگار ہوں۔ میرے لئے عمل وہ نہیں کہ میں اس پہ اعتماد کروں۔ اور میرے لئے محبت رسول شفاعتِ رسول ہے۔ کیا ولی اللہ نماز نہیں پڑھتا ہے وہ سب کچھ عبادت خدا کرتا ہے لیکن اس پر تکیہ نہیں کرتا جیسے حضرت انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی روایت ہے کہ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ قیامت کب ہے؟ آپ نے فرمایا کہ تم نے اس کے واسطے کیا عمل کیا ہے۔ انہوں نے عرض کیا کہ کچھ بھی نہیں۔ لیکن میں محبوب رکھتا ہوں اللہ و رسول کو تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ انت مع من احببت تو ساتھ ہے اس کے جس کو محبوب رکھتا ہے تو صحابہ کرام کو بہت مسرت ہوئی ایسی مسرت کہ ایسی کبھی نہ ہوئی تھی۔ اور رب محمد صلی اللہ علیہ وسلم رحمٰن ہے۔ رحیم ہے۔ غفور ہے۔ تواب ہے۔ عفو ہے۔ تو رحمٰن کا دامن رحمت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا دامن رحمت ہے۔ ؎

بخدا خدا کا یہی ہے در۔ نہیں اور کوئی مفر مقر
جو وہاں سے ہو یہیں آ کے ہو جو یہاں نہیں تو وہاں نہیں

اس نسبت سے اس سے توسل کرو۔ نہیں تو وہ قہار ہے۔ جبار ہے۔ اگر یہ نسبت تجھکو حاصل ہے تو اس نسبت سے وہ رحمٰن ہے رحیم ہے۔ ناصر ہے۔ حافظ ہے۔ رقیب ہے۔ منعم ہے اور بغیر اس نسبت کے وہ منتقم ہے۔ جبار ہے۔ مالک یوم الدین ہے۔ تو یخوف اللہ عبادہ۔ تو اللہ ڈراتا ہے بغیر اس نسبت کے تو فرماتا ہے۔ یعباد فاتقون۔

مزید تشریح کے لئے لکھا جاتا ہے۔ مثلاً درندہ شکاری پرندہ۔ اس کا رب بھی خدا تعالےٰ ہے۔ کیونکہ وہ رب العالمین ہے اور درندہ شکاری پرندہ جس کو شکار کر رہا ہے اس کا رب بھی وہی ہے۔ اگر درندہ شکار کو نہ مارے تو بھوکا مر جائے۔ تو ربوبیت درندگی کا تقاضا تو یہ ہے کہ ایک بے کس بے بس مسافر کو درندہ کی خوراک بنا دیا جائے۔ اور درندہ بھی تو اس سے یہی دعا مانگ رہا ہے تو جیسے وہ رب درندہ کا ہے ویسا ہی اس کے شکار کا وہی رب ہے۔ تو دونوں برابر ہیں۔ کبھی درندہ کی مدد کی جاتی ہے اور اس کی شکم سیری کی جاتی ہے۔ کبھی شکار کی مدد کی جاتی ہے تو وہ سب ہی کا ہے۔ درندہ کا رب بھی وہی اور بچنے والے کا رب بھی وہی۔ تو وہ دونوں برابر ہیں۔ اور بچانے والا رحمۃ للعالمین ہے کہ بلاؤں سے اور آفتوں سے اس مشکل کشا جائے پناہ کی طرف دوڑتے ہیں۔ وہ ہیں محمد صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم۔ وہ ہے رب محمد صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم۔ اور یہ نسبت قوی ہے سب نسبتوں سے۔ کیونکہ

میری نسبت کہ میرا رب ہے یہ نسبت برابر ہے میرے دشمن کی نسبت سے۔ کیونکہ وہ میرا رب بھی ہے اور درندہ کا رب ہے۔ وہی ہے اور کوئی نہیں۔ کوئی ترجیح کی وجہ نہیں۔ اور رب محمد صلی اللہ علیہ وسلم وہ ہے کہ غلامان محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر رحمٰن ہے۔ رحیم ہے۔ یہ ہے وجہ ترجیح ہماری۔ اور رحمٰن کے معنی یہی ہیں۔ رب محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ اور ہونا چاہئے۔ غلام محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کیونکہ حضرت سفینہ رضی اللہ تعالٰی عنہٗ سے یہ حدیث ہے کہ حضرت سفینہ رضی اللہ تعالٰی عنہٗ جہاد میں نصرانیوں کی قید میں پڑے کسی طرح چھوٹے قید سے شام کے جنگل میں چلے جا رہے تھے کہ اچانک ایک شیر کا سامنا ہوا تو بولے حضرت سفینہ رضی اللہ تعالٰی عنہٗ میں غلام آزاد کردہ ہوں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا۔ تو شیر مطیع ہو گیا۔ بحیثیت محافظ کے ساتھ ساتھ ہو گیا کوئی گزند نہ پہونچایا۔ تو غلام محمد ہو جا۔ ہمہ خوف دور ہو جائیں گے دنیا کے اور آخرت کے۔ تو حضرت سفینہ رضی اللہ تعالٰی عنہٗ غلام محمد ہیں۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔ تو شیر ان کا غلام ہے اس نسبت کو پہچان۔ اسی کی قدر کر نا قدری نہ کر۔ ورنہ ہمہ نعمت بدل دی جائے گی۔

اللہ رب محمد ہے۔ صلی علیہ وسلما یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے ہیں۔ اور ہم بندے ہیں اس کے بندے محمد کے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ یعنی غلام ہیں اس کے بندے کے۔ وہ اللہ تو رب ہے۔ معبود ہے کہ لا الٰہ الا اللہ اور ہم بندے یعنی غلام ہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ ہے محمد رسول اللہ۔

جب یہ اقرار غلامی نہیں کہ اللہ شہادت دیتا ہے کہ منافق آئیں گے اور کہیں گے کہ ہم شہادت دیتے ہیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ مگر اللہ شہادت دیتا ہے کہ منافق جھوٹے ہیں۔

ان تقول نفس یحسرتٰی علٰی ما فرطت فی جنب اللہ وان کنت لمن الساخرین۔ اس سے پہلے کہ کوئی نفس یہ کہے (روز قیامت) کہ ہائے افسوس میں نے کیسی تقصیر کی اس کے قرب حاصل ہونے میں یعنی مقربین خاص سے بے ادب رہا تو خدا کا مقرب نہ بنا۔

بلکہ اس کا دشمن بنا اور رہا میں ہنسی اور ٹھٹھا کرنے میں۔ او تقول لو ان اللہ ھدانی لکنت من المتقین۔ او تقول حین تری العذاب لو ان لی کرۃ فاکون من المحسنین اور یا کہے میں اگر ہدایت یافتہ ہوتا تو البتہ میں باادب ہوتا یعنی متقی ہوتا۔ یا کہے جب عذاب دیکھے اگر دوبارہ مجھ کو موقع ملے تو میں بھی محسن ہوں گا یعنی نیک بختوں میں داخل رہوں گا۔ وبالوالدین احسانا۔ اور اللہ حکم فرماتا ہے محسنوں کو نیک بختوں کو کہ والدین کے ساتھ احسان کرو۔ یعنی ایصال ثواب کرو سورۂ فاتحہ پڑھ کر کہ ایک دفعہ کا ثواب نصف قرآن کے برابر ہے۔ اپنے والدین کی قبور کی زیارت کرو۔ جیسا کہ حدیث میں ہے۔ اس سے آدمی بر ہو جاتا ہے۔ والدین کے ساتھ۔ تو ہائے افسوس اور حسرت ان بندگان دلیو پر جو محسن نہ تھے۔ اور متقی نہ تھے۔

اور متقی معنٰے ہیں بچنے والا دوزخ سے۔ سو عذاب سے۔ جب متقی کا ترجمہ باادب بھی ہوا تو متقی باادب ہوا اور بچا سو عذاب سے۔ کیونکہ اس کا بچانے والا شفیع المذنبین رحمۃ للعالمین موجود ہے۔ وہ بچانے والا کیوں موجود ہے کیونکہ وہ باادب ہے اس کی شان میں۔ اور محسن ہے ان کی خدمت میں۔ اور درود شریف محسنوں کا کارنامہ ہے۔ اور سورۂ فاتحہ کے ذریعہ ایصال ثواب اور اطعام طعام محسنوں کا وطیرہ ہے۔ جس کے لئے ہائے افسوس بولا جائے گا۔ روز قیامت غیر محسنوں کی طرف سے۔

اندھی دولت

صاحبزادہ سمنان رضا خاں

تیمور لنگ بادشاہ نے جب سمرقند کو فتح کیا تو ایک اندھی عورت دیگر قیدیوں کے ساتھ پیش کی گئی امیر تیمور نے اس سے پوچھا کہ تیرا نام کیا ہے؟

وہ بولی میرا نام دولت ہے۔

بادشاہ نے ہنس کر پوچھا کیا دولت اندھی بھی ہوتی ہے؟ عورت بولی اگر دولت اندھی نہ ہوتی تو تم جیسے لنگڑے کے گھر کیوں آتی۔

بہار حدیث

حضرت مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ

عن انس رضی اللہ عنہ ان رجلاً قال یا رسول اللہ متی الساعۃ قال ویلك وما اعددت لھا۔ قال ما اعددت لھا الا انی احب اللہ ورسولہ۔ قال انت مع من احببت۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بیشک ایک شخص نے کہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کب ہے؟ تو فرمایا رسول خدا صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے تیرے اوپر ہائے تو نے قیامت کے لئے کیا عمل رکھ چھوڑا ہے تو بولا وہ شخص کہ میں نے کوئی عمل نہیں رکھا ہے قیامت کے لئے مگر یہ (چیز) بیشک میں محبوب رکھتا ہوں خدا کو اور رسول خدا کو، تو فرمایا رسول خدا نے تو ساتھ ہوگا اس کے جس کو محبوب رکھتا ہے۔

حضرت شیخ نے اس کے تحت یہ لکھا۔ "چوں رسول خدا صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم را دوست می داری نیز از مقام قربت و عنایت و بے بہرہ در باشی اگرچہ مقام او بلند تر وعزیز تر است کہ کسے باں جا نہ رسد اما نور محبت وبعیت وے برمحباں و تابعان وے خواہد تافت وبعیت وے و قربت وے مشرف خواہد ساخت۔

قال انس فما رأیت المسلمین فرحوا بشئ بعد الاسلام فرحھم بھا۔

گفت انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ، چوں فرمود آنحضرت ایں کلمہ را و بشارت داد باین نعمت عظمیٰ۔ ندیدم مسلمانان را کہ خوشحال شدہ باشند بہیچ چیزے بعد خوشحالی باسلام کہ داشتہ اند ہم چوں خوشی ایشاں بایں کلمہ کہ فرمود آنحضرت اصل اسلام و ایمان است و ایں بشارت منفرع بر دو اثر و نتیجہ او ست''۔

(یہ فارسی ترجمہ ہے حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کا جو اکبر بادشاہ کے زمانہ میں تھے۔ سنہ ۹۰۰ء میں آج کل کے بدعتی نہ تھے)

تو کہا حضرت انس رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ نے جب فرمایا رسول خدا صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے اس شخص کے جواب میں جس نے کہا تھا کہ میں نے قیامت کی کچھ عمل تیاری نہیں کی ہے مگر میں محبوب رکھتا ہوں خدا کو اور رسول خدا کو صلی اللہ علیہ وسلم۔ تو رسولِ خدا صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ انت مَعَ من احببت۔ کہ تو جس کو محبوب رکھتا ہے اس کے ساتھ ہوگا۔

تو کہا انس رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ نے کہ مسلمانوں کو خوشی کا کیا کہنا۔ ایسی خوشی میں نے اسلام کے بعد کبھی نہیں دیکھی۔

تو بات یہ تھی کہ صحابہ اور جمیع مسلمان ان کو اپنے عمل کا اعتبار نہ تھا۔ مگر اپنی محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا اعتماد تام تھا۔ تو اسی لئے صحابہ کرام کو یہ خوشی ہوئی تھی۔ اور ان جیسے کتنے ہیں جنہیں صحابہ کا درجہ ملا ہے۔ انہیں بھی اسی مسرت و شادمانی کا دور دورہ ہے

یا رسول اللہ تم پہ کروروں درود ٭ یا نبی اللہ تم پہ کروروں درود ■

کلام تاجدار

حضور مفتی اعظم نوری قدس سرہٗ

کن کا حاکم کر دیا اللہ نے سرکار کو
کام شاخوں سے لیا ہے آپ نے تلوار کا

کچھ عرب پر ہی نہیں موقوف اے شاہ جہاں
لوہا مانا ایک عالم نے تیری تلوار کا

کاٹ کر یہ خود سر میں گھس کے بھیجا چاٹ لے
کاٹ ایسا ہے تمہاری کاٹھ کی تلوار کا

اس کنارے ہم کھڑے ہیں پاٹ ایسا دھار یہ
المدد اے ناخدا ہے قصہ اپنے پار کا

رب سلم کی دعا سے پار بیڑا کیجئے
راہ ہے تلوار پر نیچے ہے دریا نار کا

تو ہے وہ شیریں دہن کھاری کنوئیں شیریں ہوئے
ان کو کافی ہوگیا آب دہن اک بار کا

جس نے جو مانگا وہ پایا اور بے مانگے دیا
پاک منہ پر حرف آیا ہی نہیں انکار کا

دل میں گھر کرتا ہے اعدا کے ترا شیریں سخن
ہے میرے شیریں سخن شہرہ تری گفتار کا

ظلمت مرقد کا اندیشہ ہو کیوں نوری مجھے
قلب میں ہے جب مرے جلوہ جمال یار کا

کلام حسن

استاد زمن حضرت علامہ حسن علیہ الرحمۃ

عاصیوں کو در تمہارا مل گیا
بے ٹھکانوں کو ٹھکانا مل گیا

فضل رب سے پھر کمی کس بات کی
مل گیا سب کچھ جو طیبہ مل گیا

کشف راز من رآنی یوں ہوا
تم ملے تو حق تعالےٰ مل گیا

بیخودی ہے باعث کشف حجاب
مل گیا ملنے کا رستہ مل گیا

ناخدائی کے لئے آئے حضور
ڈوبتوں کو سہارا مل گیا

ہے محبت کس قدر نام خدا
نام حق سے نام والا مل گیا

ان کے طالب نے جو چاہا پالیا
ان کے سائل نے جو مانگا مل گیا

تیرے در کے ٹکڑے ہیں اور میں غریب
مجھ کو روزی کا ٹھکانا مل گیا

اے حسن فردوس میں جائیں جناب
ہم کو صحرائے مدینہ مل گیا

بابُ الاستفتاء

مفتی محمد مطیع الرحمٰن رضوی نائب شیخ الحدیث جامعہ نوریہ رضویہ بریلی شریف

"کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین"

ایک دینی ٹرسٹ بنام "سنی حنفی بریلوی عیدگاہ ٹرسٹ" مالیگاؤں شہر میں چند برسوں سے قائم ہوا ہے۔ اس ٹرسٹ کے ذمہ داران عیدین کے موقع پر کلو شاہ بابا کی درگاہ کے پاس نماز عید الفطر و نماز عید الاضحیٰ کا انتظام و انصرام کرتے ہیں۔ جب سے یہ ٹرسٹ قائم ہوا ہے تب سے لے کر سال گذشتہ تک عیدین کے موقع پر لاؤڈ اسپیکر کے استعمال کے بغیر نہایت امن و سکون سے نمازیں ہوتی رہی ہیں۔ مگر امسال ایک صاحب کے کہنے پر مذکورہ ٹرسٹ کے ذمہ داران نے پیشگی عوام سے اطلاع کے بغیر نماز عید الفطر میں لاؤڈ اسپیکر کا استعمال کیا۔ نیز نماز کے دوران مکبرین بھی اپنی اپنی جگہوں پر لاؤڈ اسپیکر کی آواز پر تکبیریں پکار رہے تھے۔ نماز کے بعد عوام اہلسنت میں جو کہ ہزاروں کی تعداد میں تھے کشمکش والی کیفیت محسوس کی گئی۔ اور کچھ لوگوں میں اطمینان بھی پایا گیا۔

مذکورہ کشمکش والی کیفیت اور بے چینی کے ازالہ کے لئے عوام و خواص پر مشتمل افہام و تفہیم کے پیش نظر ایک میٹنگ کا انعقاد کیا گیا۔ میٹنگ کے اختتام پر یہ طے کیا گیا کہ ایک نیا استفتاء تازہ صورتحال کے پیش نظر مفتیان کرام کی بارگاہ میں پیش کیا جائے اور اس کا جو جواب آئے اس کی روشنی میں عوام و خواص اہلسنت ایک متفقہ فیصلے پر پہونچ جائیں۔ تاکہ آئندہ مزید دشواریوں کا سامنا نہ کرنا پڑے لہٰذا سوالات حسب ذیل ہیں۔ آپ سے مؤدبانہ گذارش ہے کہ تمام جوابات قبل عید قرباں از روئے شرع تحریر فرمائیں۔

۱:- نماز پڑھانے کے لئے لاؤڈ اسپیکر کا استعمال شرعاً جائز ہے یا ناجائز؟ دونوں صورتوں میں سے کسی بھی صورت کے لئے چند بنیادی دلائل ضرور بالضرور تحریر کئے جائیں۔

۲:- لاؤڈ اسپیکر کے استعمال کے ساتھ ہی ساتھ اگر مکبرین بھی تکبیر کے فرائض انجام دیتے رہتے تو ایسی نماز درست ہے یا نہیں۔؟

۳:- عیدگاہ میں ۲۵، ۳۰ ہزار مسلمان نماز عید کے لئے تشریف لاتے ہیں۔ اگر نماز میں لاؤڈ اسپیکر کا استعمال نہ کیا جائے تو صرف چند افراد کے علاوہ ہزاروں افراد امام کی قرأت سننے سے محروم رہ جاتے ہیں۔ نیز مکبرین کی تقرری کے باوجود مصلیان کے درمیان رکوع و سجود کے معاملے میں انتشاری کیفیت پائی جاتی ہے۔ لہٰذا سماعت قرأت اور رکوع و سجود کی انتشاری کیفیت کو دور کرنے کے لئے نماز میں لاؤڈ اسپیکر کا استعمال کرنے سے ایسی نماز کی شرعی حیثیت کیا ہوگی۔؟

۴:- عوام اہلسنت کی کثیر تعداد لاؤڈ اسپیکر پر نماز پڑھنے کے لئے یہ استدلال پیش کرتی ہے کہ بمبئی و دیگر شہروں میں اکثر و بیشتر مقامات پر ہمارے اکابرین کے علاوہ متعدد علمائے کرام بھی نماز میں لاؤڈ اسپیکر کے استعمال کو شرعاً جائز سمجھ کر ہی امامت کرتے ہیں۔ یا امامت کرنے والوں کی اقتدا کرتے ہیں۔ اگر لاؤڈ اسپیکر کا استعمال ناجائز ہوتا تو اتنے بڑے اور ذمہ دار لوگ اپنی اور لوگوں کی نمازیں کیونکر خراب کر سکتے ہیں۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ عوام اہلسنت کا یہ موقف اور علمائے کرام کا یہ عمل ان دونوں کی شرعی حیثیت کیا ہے۔؟

۵:- ہمارے وہ علمائے کرام، حفاظ، قراء حضرات جو کہ مسند امامت پر فائز ہیں۔ وہ نماز میں لاؤڈ اسپیکر کے استعمال کے جواز میں یہ استدلال پیش کرتے ہیں کہ اس مسئلہ میں ہم اپنے بڑوں کی پیروی کرتے ہیں۔ لہٰذا اس استدلال کی شرعی حیثیت کیا ہے۔؟

۶:۔ بعض حضرات لاؤڈ اسپیکر کے ذریعہ نماز کی ادائگی کے لئے مصلحت کا عذر پیش کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ اگر لاؤڈ اسپیکر پر نماز نہ پڑھائی گئی تو ہماری مسجدوں پر غیروں کا قبضہ ہوجائیگا۔ اور ثبوت میں چند مستند علمائے کرام کے نام بھی پیش کرتے ہیں دریافت طلب امر یہ ہے کہ ایسے لوگوں کا عذر اور حوالہ جات شرعًا درست ہیں یا نہیں۔؟

۷:۔ نماز میں لاؤڈ اسپیکر کے معاملہ میں امام عیدگاہ ہو یا امام مسجد مسئلہ امامت میں وہ شرعی احکامات کا پابند ہے یا ٹرسٹ کے احکامات کا۔ دونوں صورتوں میں کس صورت پر امام کی امامت اور لاؤڈ اسپیکر کا استعمال شرعًا درست قرار پائے گا۔

۸:۔ بعض مقامات پر جواز و عدم جواز کے معاملہ پر عوام اہلسنت دو حصّوں میں منقسم ہیں۔ اگر لاؤڈ اسپیکر کے مسئلہ پر عوام اہلسنت میں خون خرابہ اور فساد کی نوبت آتی ہے تو ایسے حالات میں شریعت کا کیا حکم ہے۔؟

۹:۔ بالفرض عوام اہلسنت کی کثیر تعداد لاؤڈ اسپیکر کے عدم جواز کے مسئلہ پر اطلاع ہوتے ہوئے پھر بھی نماز میں اس کا استعمال کررہی ہے تو کیا اکثریت کی بنیاد پر عدم جواز، جواز میں تبدیل ہو جائے گا۔؟

المستفتی:۔ ٹرسٹیان عیدگاہ، محمد یونس
محمد یٰسین، معین الدین، عبدالرحمٰن، مختار احمد

۷۸۶ — ۹۲

اراکین ٹرسٹ! سلام مسنون و دعائے مشحون

آپ کا استفتاء دفتر میں کب آیا یہ تو مجھے نہیں معلوم، مگر دارالافتاء میں ماہ محرم میں آیا، لہذا۔ یہ تاخیر ملنے اور استفتاء کی اہمیت کے پیش نظر تفصیلی جواب کا ارادہ ہوا۔ مگر مصروفیات نے مزید تاخیر کر دی۔ قدرے تفصیل کے ساتھ جوابات حاضر ہیں۔ مولےٰ تعالےٰ مسلمانوں کو حق فہمی کی توفیق رفیق دے، آمین۔ والسّلام۔

الجواب ۷۸۶/۹۲ بعون الملک الوھاب

۱:۔ مقتدی کے لئے نماز کے ساتھ متابعت امام کی نیت بھی ضروری ہے۔ ہدایہ میں ہے۔ وان کان مقتدیا بغیرہ ینوی الصلوٰۃ ومتابعتہ لانہ یلزمہ فساد الصلوٰۃ من جہتہ فلا بد من التزامہ۔» لہذا نماز امام کی نیت سے نماز نہ ہوگی۔ فان نوی صلوٰۃ الامام لا یجزئہ۔
فتح القدیر ج ۱ ص ۱۸۸،

اسی میں ہے۔ ینبغی ان یزید علی ھذا قولہ واقتدیت بہ۔ لہذا مقتدی کے لئے ضروری ہے کہ امام کی حرکات و سکنات اور اس کی آواز یا کثرت صفوف کی وجہ سے ایسے مقتدی کی آواز یا حرکات و سکنات پر اقتدا کرے جو صحت اقتدا کے ساتھ اس امام کی نماز میں شریک ہو۔ پس جو شخص بیرون نماز ہو یا ایسا مقتدی و مکبر جو اپنے امام کی اقتدا کرتے ہوئے نماز پڑھ رہا ہو مگر اس کی اقتدا صحیح نہ ہوئی تھی یا درمیان میں صحیح نہ رہی تو ایسے شخص کی آواز یا حرکات و سکنات پر دوسرے مقتدیوں کی نماز نہ ہوگی۔

کسی کی آواز وہ ہے جو اس کے منہ سے نکل کر متوجہ ہوئے سننے والے تک بغیر کسی آلہ و واسطے کے پہونچے، اگر وہی آواز متوجہ ہوا سے جنگل یا گنبد یا کنوئیں میں ٹکرا کر کسی کو سنائی دے تو وہ صدا یعنی آواز بازگشت کہلاتی ہے۔ اس آواز بازگشت کا حکم صراحت کے ساتھ کتب فتاوے میں مذکورہ و منصوص ہے۔ جیسے آیت سجدہ اگر گنبد یا کنوئیں وغیرہ سے ٹکرا کر مسموع ہو تو ایسی سماعت سے سجدۂ تلاوت واجب نہیں۔ وان سمعھا من الصدی لا تجب علیہ کذا فی الخلاصۃ (الھندیہ ج ۱ ص ۱۳۳)

یہی حکم ریڈیو سے آیت سجدہ سننے کا ہوگا کہ وہ صدا ہے۔ اصل صوت نہیں اور جب آیت سجدہ کی صدا سننے پر سجدۂ تلاوت واجب نہیں تو صدا پر اقتدا بدرجۂ اولی باطل کہ اقتدا نام ہی ہے متابعت امام کا اور جو آواز لاؤڈ اسپیکر کے ذریعہ ہمیں سنائی جارہی ہے وہ صدا ہی ہے اور اس پر اقتدا، متابعت امام نہیں۔ یوں بھی آواز کا قوت سے زیادہ نکالنا مکروہ ہے۔ عالمگیریہ میں ہے۔
ویکرہ للموذن ان یرفع صوتہ فوق الطاقۃ کذا فی المضمرات (الھندیہ ج ۱ ص ۵۶) یعنی موذن کے لئے طاقت سے

زیادہ آواز بلند کرنا مکروہ ہے۔ حالانکہ اذان میں رفع صوت مطلوب ہے پھر ایسا کیوں؟ یہ اس لئے کہ قوت سے زیادہ آواز کلام کے حکم میں ہے درمختار ج اصفحہ ۴۹۶ میں ہے الصیاح ملحق بالکلام۔ جب صیاح اور قوت سے زیادہ آواز کلام کے حکم میں ہے اور اسی لئے اذان میں چیخنا مکروہ تو یہ جہر مفرط جو بذریعہ لاؤڈ اسپیکر ہوا کیا حکم کلام میں نہ ہوگا۔ جب کہ یہاں اس سے زیادہ احتیاط درکار۔ لہذا ملحق بہ کلام ہونے پر تو خود امام کی نماز باطل ہوگی۔ چہ جائیکہ مقتدیوں کی نماز۔

اب سوال یہ ہے کہ یہ آواز ہے کس کی؟ متکلم کی نہیں؟ تو یقیناً یہ آواز متکلم کی ہے مگر جس حیثیت سے وہاں سجدۂ تلاوت کا وجوب ساقط ہوا اسی حیثیت سے صحت اقتدا باطل ہوئی۔ اسے یوں سمجھا جا سکتا ہے کہ ایک متکلم کی آواز جو حالت تموج ہوا میں مسموع ہوا سے ٹیپ کر لیا جائے اور بعد میں یا اس کے مرنے پر سنا جائے اب ٹیپ ریکارڈ کی مشین کے ذریعہ اس پر جدید قرع و تصادم ہوگا تو اب بھی اسی متکلم کی آواز سنائی دیگی مگر اب ٹیپ ریکارڈ کو نظر انداز کرتے ہوئے یہ کوئی نہیں کہیگا کہ مرنے والا کلام کر رہا ہے کیوں؟ صرف اس لئے کہ کلام تو متکلم کا ہے۔ مگر اسے سنانے والا ایک آلہ ہے تو جب یہاں یہ اعتبار ملحوظ ہے تو کیا وجہ ہے کہ لاؤڈ اسپیکر میں اس کا اعتبار نہ کیا جائے۔ الغرض کلام متکلم کا ہی ہے۔ مگر ایک آلہ جس میں تموج ہوا کے بعد دوبارہ اس کی مشین سے آواز کا تقلع یعنی تصادم و تکراؤ ہوا اس کے ذریعہ کلام کا سلسلہ آگے بڑھا اور وہ ذریعہ نہ امام ہے نہ اس کی نماز کا شریک نمازی ہے اور مقتدی کے لئے غیر امام یا غیر شریک نماز مکبر کی آواز پر اقتدا درست نہیں۔

اس تمہید کے بعد اب لاؤڈ اسپیکر پر نماز کا حکم صاف صریح الفاظ میں ملاحظہ ہو۔ ایک تو ہے اس پر اقتدا کرنا جس کا تعلق مقتدی سے ہے اور ایک ہے اس پر امامت کرنا۔ پہلی صورت کا حکم یہ ہے کہ جو مقتدی امام یا شرعی مکبر کی ذاتی آواز سنکر اقتدا کر رہا ہو اس کی نماز ہو جائے گی۔ اور جو مقتدی لاؤڈ اسپیکر کی آواز پر اقتدا کرے گا۔ اس کی نہ ہوگی۔ کہ یہ صدا یعنی آواز بازگشت پر اقتدا ہوگی دوسری صورت میں اگرچہ امام کسی کی اقتدا نہیں کرتا مگر اس کی نماز بھی خالی از کراہت نہیں کما ہو الظاہر۔ بلکہ اگر امام نے بوقت تحریمہ بغیر نیت تحریمہ محض اعلام و اطلاع کا قصد کرتے ہوئے تکبیر کہی تو نماز غیر منعقد ہوگی۔ یہ تھا اس نماز پڑھنے پڑھانے کا حکم اور یہی حضور مفتی اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان کے فتوی کا خلاصہ ہے حضرت کا ذیل میں ایک فتوی حسب موقع مع سوال و جواب من وعن نقل کر رہا ہوں۔ بنظر غائر مطالعہ کریں۔

سوال:- کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نماز میں لاؤڈ اسپیکر لگانا جائز یا ممنوع و مکروہ ہے؟

سائل: زاہد علی متعلم مظہر اسلام، لائلپور، پاکستان

جواب:- وقت نماز لاؤڈ اسپیکر کا استعمال ہرگز ہرگز نہ ہوا گرچہ وہ ایسا آلہ ہو کہ خود آواز لے لیتا ہو اس میں آواز نہ ڈالی جاتی ہو اگرچہ تحقیق سے یہی ثابت ہو کہ اس سے جو آواز مسموع ہوتی ہے وہ متکلم ہی کی آواز ہے۔ ایک مذہب میں یہ بھی ہے کہ وہ آواز غیر ہے اس کو مرجوح رکھا جائے۔ اعتبار متکلم کی اس آواز کا ہے جو اس کے دہن سے نکلی ہو اور فضا کی ہوا متحرک کرتی ہو۔ بے کسی اور قوت کے کان تک پہونچی۔ وہ آواز جو کسی قاسر سے ٹکرا کر سکون پا گئی اور اس قاسر کی ٹکر کی قوت سے جو متحرک ہو کر پلٹی اس کا نہیں۔ جیسے گنبد سے ٹکرا کر جو آواز پلٹتی ہے یا کنوئیں کی پلٹی ہوئی آواز سے مسموع ہو اس پر سجدہ اس لئے واجب نہیں ہوتا کہ اب جو پلٹی ہوئی آواز ہے اگرچہ وہی دہن قاری سے نکلی ہوئی ہے مگر قاسر سے ٹکرانے کی وجہ سے اس حیثیت کی نہ رہی اب ۳ قاسر کی ٹکر کی قوت سے کان تک پہونچتی ہے (لاؤڈ اسپیکر میں یہ نہیں کہ بجلی کی قوت سے فضا کی ہوائے قاسر جہاں تک دفع ہو گئی ہے بے کسی اور قاسر سے ٹکرائے ہوئے۔ بے اس قاسر کی قوت دفع کے شامل ہوئے محض بجلی کے اس فعل سے کان تک پہونچتی ہے۔

ھذا ما عندی والعلم بالحق عند الباری ولتعالیٰ اعلم۔

اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کی کوئی عبارت ایسی نہیں ہے جس سے یہ سمجھا جائے کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے نزدیک محض لاؤڈ اسپیکر کی آواز پر انتقالات کرنے والے کی نماز درست ہے۔

واللہ تعالٰے اعلم۔ فقیر مصطفٰے رضا قادری غفرلہٗ۔

انتہی لفظہ (مجرم کون ہے؟ ص ۱۱۸)

اس قدر واضح فتوے کے ہوتے ہوئے لاؤڈ اسپیکر پر اقتدا جائز کہنا۔ یا تو اس فتوے سے بے خبری ہے یا چشم پوشی کہ بعض لوگ اسے تعامل ناس اور وقت کی ضرورت وغیرہ جیسے عذر لنگ گڑھ کر جواز کا قول کرتے ہیں اور اس کے استعمال میں مصالح دینیہ بتاتے ہیں جب کہ حقیقت یہ ہے کہ اس میں کوئی دینی فائدہ تو نہیں مگر نقصان ضرور ہے۔ بظاہر جو فائدہ نظر آتا ہے وہ زیادہ سے زیادہ جماعت کثیرہ میں اس کے ذریعہ دور تک آواز رسانی۔ لیکن شریعت کسی معاملہ میں مجبور نہیں۔ جماعت کثیرہ میں مکبرین کا نظم اسی ضرورت کے پیش نظر ہے۔ ورنہ چھوٹی جماعت میں مکبر کی کیا حاجت؟ تاہم برائے نام فائدہ مان بھی لیا جائے تو اس سے پیدا ہونے والے نقصانات کا پہلو بھی دیکھا جائے۔ اگر نقصان فائدہ سے زیادہ ہے تو بھی اس کا استعمال لغو و باطل ہوگا۔ جیسے شراب و جوا۔

کقولہ تعالٰے واثمہما اکبر من نفعہما

اب ذیل کی گفتگو میں سنجیدگی سے نقصانات کا جائزہ لیا جائے اور پھر مسئلہ کا حل تلاش کیا جائے۔

لاؤڈ اسپیکر کے لوازم میں سے، بجلی یا بیٹری بھی ہے اور بجلی کی لائن کٹ جانا یا بیٹری ڈسچارج ہوجانا کوئی غیر ممکن امر نہیں بلکہ مشاہدہ و تجربہ سے یہ ثابت ہے کہ ایسا ہوتا ہے ایسی صورت میں نماز کے اندر جو خلل و انتشار، کشمکشی بے چینی رونما ہوتی ہے اس سے لاؤڈ اسپیکر پر نماز پڑھنے والے کچھ زیادہ ہی واقف ہیں کہ امام صاحب سجدہ میں گئے اور مقتدی مختلف حالتوں میں کچھ سجود اور کچھ رکوع میں ایسے وقت کے لئے یہ کہا جانے لگا ہے کہ لاؤڈ اسپیکر کے ساتھ ساتھ مکبرین کا بھی انتظام ہے تو پھر بتایا جائے کہ اس سے فائدہ کیا رہا۔؟

لاؤڈ اسپیکر سے ایک اور نقصان یہ ہے کہ وہ مخل خشوع ہے اور یہ خلل امام و مقتدی سب کو عام ہے۔

بعض وقت بعض جگہوں میں لاؤڈ اسپیکر کی وجہ سے اتنے فاصلہ پر صف بندی ہوتی ہے جتنے سے قطع صف لازم آتا ہے۔ مثلاً امام و مقتدی کے درمیان اتنا چوڑا راستہ ہونا جس میں بیل گاڑی جا سکے اور یہ صحت اقتدا کو منافی ہے (بہار و عامہ کتب)

بعض لاؤڈ اسپیکر یا مائک متکلم کے ایک کلمہ کو تین تین بار نشر کر[تا] ہے جسے" ایکو EKO کہا جاتا ہے۔ اس سے بھی اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ یہ صدا ہی ہے۔ صوت نہیں جو پردہ مائک سے بار بار متصادم ہو کر مسموع ہو رہی ہے۔ فرق اتنا ہے کہ [...] میں ایک ہی بار ٹکر کا انتظام رکھا گیا ہے۔ وہ ایک بار اور [...] کی صلاحیت رکھی گئی ہے وہ بار بار کے جھٹکے سے بار بار [...] ہے مگر حیرت ہے کہ اس زمانے کی نئی ترقیات اور نئی اختراعات سے تو حضور مفتیٔ اعظم رضی اللہ عنہٗ کے فتوٰی کو تقویت ملتی جا[تی] ہے مگر اس کے برعکس کچھ لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ حضرت اس د[ور] میں ہوتے تو اپنے فتوٰی سے رجوع فرمالیتے۔

تراویح میں لاؤڈ اسپیکر سے سنی جانے والی قرأت غیر مفہوم و غیر متمیز ہوتی ہے۔ باستثناء قلیل یہ پتہ نہیں چلتا کہ تراو[یح] ہو رہی ہے؟ قرآن پڑھا جا رہا ہے؟ یا کیا۔ جب کہ قرأت شا[ذہ] سے فرض ادا نہیں ہوتا۔ بلکہ قرأت سبعہ مشہورہ میں بھی و[ہ] جس سے عوام ناآشنا ہوں اسے نہ پڑھے۔ عالمگیری میں ہے

ولکن الاولی الصواب ان لایقرأ القراءۃ العجیبۃ بالا[ما]لات والروایات الغریبۃ، (ج ۱ ص ۷۹)

یہ اس لئے کہ اس میں ان کے دین کا تحفظ ہے تو اس کے خلاف میں خطرہ اور جب یہی خطرہ لاؤڈ اسپیکر پر قرأت در پیش ہو تو کونسی وجہ ہے کہ اس کی اجازت ہوگی۔؟

ماہنامہ سنی دنیا کی جانب سے عظیم پیشکش

استاذ زمن نمبر

اعلیٰ حضرت

امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہٗ کے
برادر استاذ زمن علامہ حسن رضا خاں حسن بریلوی کی
ادبی اور شعری خدمات پر ماہنامہ سنّی دنیا ایک تاریخی
نمبر نکال رہا ہے، رسالہ کے ممبر حضرات کو نمبر
مفت دیا جائے گا۔



رابطہ کا پتہ

ایڈیٹر ماہنامہ سنّی دنیا ۸۲ سوداگران رضا نگر بریلی شریف، یوپی

وسیلے کی شرعی حیثیت

(علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور)

لُغت میں کسی شے کو مقصد کے حاصل کرنے کا ذریعہ بنانا توسّل کہلاتا ہے۔ شرعی طور پر ایسی چیز کو دُعا کی قبولیت کا ذریعہ بنانا جو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قدر و منزلت رکھتی ہو توسّل ہے۔ بارگاہِ الٰہی میں اعمالِ صالحہ اور ذواتِ صالحہ دونوں ہی مقبول اور محبوب ہیں، لہٰذا دونوں کو وسیلہ بنایا جاسکتا ہے۔

قطبِ مدینہ حضرت مولانا ضیاء الدین احمد مدنی خلیفہ امام احمد رضا بریلوی قدس سرہما سے ایک شخص نے پوچھا: توسّل کے جواز پر کیا دلیل ہے؟ انہوں نے فرمایا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

یَاۤ اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْۤا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ ؁۱

"اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ تلاش کرو"

اس شخص نے کہا کہ آیت میں تو وسیلے سے مراد اعمالِ صالحہ ہیں، حضرت نے فرمایا، تمہارے اعمال مقبول ہیں یا مردود؟ اُس نے کہا: مجھے کیا معلوم؟ حضرت نے فرمایا، حضور سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بارگاہِ خداوندی میں مقبول ہیں یا نہیں؟ اُس نے کہا یقیناً مقبول ہیں۔ آپ نے فرمایا، جب اعمالِ صالحہ کو وسیلہ بنایا جاسکتا ہے، جن کی قبولیت مشکوک ہے تو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو وسیلہ کیوں نہیں بنا سکتے جو یقیناً مقبول ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مقبول اعمال اور ذوات کو وسیلہ بنانا

ترمذی شریف میں ہے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا،

اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَیَّ اَمَانَیْنِ وَمَا کَانَ اللّٰهُ لِیُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِیْهِمْ وَمَا کَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ یَسْتَغْفِرُوْنَ ؁۲

اللہ تعالیٰ نے مجھ پر دو تحفظ نازل فرمائے ہیں،

(۱) وَمَا کَانَ اللّٰهُ لِیُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِیْهِمْ (اللہ تعالیٰ ان کو عذاب نہیں دے گا، جب تک اے حبیب! تم ان میں موجود ہو)

(۲) وَمَا کَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ یَسْتَغْفِرُوْنَ (اللہ تعالیٰ ان کو عذاب دینے والا نہیں، جب تک وہ استغفار کرتے ہیں)

پہلی آیت میں عذاب سے محفوظ رہنے کا وسیلہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات کو اور دوسری آیت میں عمل استغفار کو قرار دیا گیا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

رُبَّ اَشْعَثَ مَدْفُوْعٍ بِالْاَبْوَابِ لَوْ اَقْسَمَ عَلَی اللّٰهِ لَاَبَرَّهٗ رواہ مسلم ؁۳

"بہت پراگندہ بالوں والے جنہیں دروازوں سے واپس کر دیا جاتا ہے اگر قسم دے کے اللہ تعالیٰ سے درخواست کریں تو اللہ تعالیٰ ان کی قسم کو پورا فرما دے (مسلم شریف)

حضرت مصعب ابن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا،

هَلْ تُنْصَرُوْنَ وَتُرْزَقُوْنَ اِلَّا بِضُعَفَائِکُمْ (رواہ البخاری) ؁۴

"تمہیں مدد اور رزق اپنے ضعیفوں ہی کے سبب تو ملتا ہے"

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سُنا،

اَلْاَبْدَالُ یَکُوْنُوْنَ بِالشَّامِ وَهُمْ اَرْبَعُوْنَ رَجُلًا کُلَّمَا مَاتَ رَجُلٌ اَبْدَلَ اللّٰهُ مَکَانَهٗ رَجُلًا یُسْقٰی بِهِمُ الْغَیْثُ وَیُنْتَصَرُ بِهِمْ عَلَی الْاَعْدَاءِ وَیُصْرَفُ عَنْ اَهْلِ الشَّامِ بِهِمُ الْعَذَابُ۔ ؁۵

ابدال شام میں ہوتے رہیں گے۔ یہ چالیس مرد ہیں۔ جب بھی ان میں سے ایک انتقال کرے گا اللہ اس کی جگہ دوسرا مقرر فرما دے گا۔ ان کی برکت سے بارش ہوتی ہے۔ اور ان کے وسیلے سے دشمنوں پر فتح و مدد ہوجاتی ہے۔ اور انکی بدولت اہلِ شام سے عذاب دفع کیا جاتا ہے۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ حضور سیدِ عالم رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا،

اِبْغُوْنِیْ فِیْ ضُعَفَائِکُمْ فَاِنَّمَا تُرْزَقُوْنَ اَوْ تُنْصَرُوْنَ بِضُعَفَائِکُمْ (رواہ ابوداؤد) ؁۶

"تم اپنے ضعیفوں میں میری رضا طلب کرو۔ یا۔ ان میں مجھے تلاش کرو کیونکہ تم میں سے ضعیفوں ہی کی بدولت تمہیں رزق یا فتح و نصرت نصیب ہوتی ہے۔"

ایک تو وہ ضعیف ہیں جو ناداری کا شکار ہیں۔ دوسرے وہ جو عبادت و ریاضت کی کثرت کی وجہ سے لاغر و نزار ہیں۔ دوسری قسم کے لوگ اولیاء کرام، وسیلہ نصرت و رحمت بننے کے زیادہ مستحق ہیں۔

حضرت امیہ بن خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے

راوی ہیں،

اِنَّهٗ كَانَ يَسْتَفْتِحُ بِصَعَالِيْكِ الْمُهَاجِرِيْنَ رَوَاهُ فِي شَرْحِ السُّنَّةِ [7]

"نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقراء مہاجرین کے وسیلے سے فتح و نصرت کی دعا مانگا کرتے تھے۔"

حضرت ملا علی قاری اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں،

وَقَالَ ابْنُ الْمَلِكِ بِأَنْ يَقُوْلَ: اَللّٰهُمَّ انْصُرْنَا عَلَى الْاَعْدَاءِ بِحَقِّ عِبَادِكَ الْفُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِيْنَ [8]

"ابن الملک فرماتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس طرح دعا مانگتے تھے، اے اللہ اپنے فقیر اور مہاجر بندوں کے طفیل ہمیں دشمنوں کے خلاف مدد عطا فرما۔"

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی محبوب ترین ہستی ہیں۔ فقراء مہاجرین کا وسیلہ پیش کرنے کا باعث ہرگز یہ نہیں کہ آپ وسیلے کے محتاج ہیں، بلکہ شکستہ خاطر اور ستم رسیدہ صحابۂ مہاجرین کی عزت افزائی ہے اور امتِ مسلمہ کو یہ بتانا ہے کہ بارگاہِ الٰہی میں دعا کرتے وقت میرے غلاموں کا وسیلہ بھی پیش کر سکتے ہو۔ سبحان اللہ! جس ذاتِ اقدس کے غلاموں سے توسل کیا جا سکتا ہے۔ خود اس ذاتِ مکرم سے توسل کیوں جائز نہ ہوگا؟

اس گفتگو سے یہ حقیقت واضح ہوگئی کہ بارگاہِ الٰہی میں صرف اعمالِ صالحہ کا وسیلہ پیش کرنا جائز نہیں ہے بلکہ مقبولِ بارگاہ صالحین کا وسیلہ پیش کرنا بھی جائز ہے۔

سیدِ عالم محبوب رب العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے توسل

حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے توسل آپ کی ولادت باسعادت سے پہلے، ولادت مبارکہ کے بعد حیاتِ طیبۂ ظاہرہ میں، وصال کے بعد عالم برزخ کی مدت میں اور میدان قیامت میں جائز اور واقع ہے۔ [9]

علامہ ابن تیمیہ کہتے ہیں،

لَا سَبِيْلَ اِلَى السَّعَادَةِ وَالْفَلَاحِ لَا فِي الدُّنْيَا وَلَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا عَلٰى اَيْدِي الرُّسُلِ وَلَا يُنَالُ رِضَاءُ اللّٰهِ اَلْبَتَّةَ اِلَّا عَلٰى اَيْدِيْهِمْ [10]

فیروز مندی و کامیابی کی کوئی راہ نہیں، نہ دنیا میں، اور نہ آخرت میں مگر رسولانِ گرامی کے ہاتھوں۔ اور قطعاً اللہ کی خوشنودی بھی میسر نہ ہوگی مگر ان کے ہاتھوں۔

ولادت باسعادت سے پہلے توسل

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لَمَّا اقْتَرَفَ اٰدَمُ الْخَطِيْئَةَ قَالَ يَا رَبِّ اَسْاَلُكَ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ لَمَّا غَفَرْتَ لِيْ فَقَالَ اللّٰهُ يَا اٰدَمُ وَكَيْفَ عَرَفْتَ مُحَمَّدًا وَلَمْ اَخْلُقْهُ؟ قَالَ يَا رَبِّ لَمَّا خَلَقْتَنِيْ بِيَدِكَ وَنَفَخْتَ فِيَّ مِنْ رُوْحِكَ رَفَعْتُ رَاْسِيْ فَرَاَيْتُ عَلٰى قَوَائِمِ الْعَرْشِ مَكْتُوْبًا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ فَعَلِمْتُ اَنَّكَ لَمْ تُضِفْ اِلَى اسْمِكَ اِلَّا اَحَبَّ الْخَلْقِ اِلَيْكَ فَقَالَ اللّٰهُ صَدَقْتَ يَا اٰدَمُ اِنَّهٗ لَاَحَبُّ الْخَلْقِ اِلَيَّ اُدْعُنِيْ بِحَقِّهٖ فَقَدْ غَفَرْتُ لَكَ وَلَوْلَا مُحَمَّدٌ مَا خَلَقْتُكَ هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحُ الْاِسْنَادِ [11]

"جب آدم علیہ السلام سے لغزش سرزد ہوئی، تو انہوں نے دعا مانگی اے میرے رب! میں تجھ سے محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وسیلے سے دعا مانگتا ہوں کہ میری مغفرت فرما۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے آدم تم نے محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کیسے پہچانا، حالانکہ میں نے انہیں ابھی پیدا بھی نہیں کیا، عرض کیا، میرے رب! جب تو نے میرا جسم اپنے دستِ قدرت سے بنایا اور میرے اندر روحِ خاص پھونکی تو میں نے سر اٹھایا کیا دیکھتا ہوں کہ عرش کے پایوں پر لا اله الا الله محمد رسول الله لکھا ہوا ہے میں نے جان لیا کہ تو نے اپنے نام کے ساتھ نہ ملایا مگر اسی کو جو تجھے تمام مخلوق سے زیادہ محبوب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، آدم! تو نے سچ کہا وہ مجھے تمام مخلوق سے زیادہ محبوب ہے۔ تم مجھ سے ان کے وسیلے سے دعا مانگو میں نے تمہاری مغفرت فرما دی۔ اگر محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) نہ ہوتے تو میں تمہیں پیدا نہ کرتا۔ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔"

اہل کتاب حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے پہلے آپ کے وسیلے سے فتح و ظفر کی دعائیں مانگا کرتے تھے اور اپنی مرادیں پاتے تھے۔

علامہ ابن القیم لکھتے ہیں،

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا كَانَتْ يَهُوْدُ خَيْبَرَ تُقَاتِلُ غَطَفَانَ فَلَمَّا الْتَقَوْا هُزِمَتْ يَهُوْدُ خَيْبَرَ فَعَاذَتِ الْيَهُوْدُ بِهٰذَا الدُّعَاءِ فَقَالَتْ، اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْاَلُكَ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الَّذِيْ وَعَدْتَنَا اَنْ تُخْرِجَهٗ لَنَا فِيْ اٰخِرِ الزَّمَانِ اِلَّا نَصَرْتَنَا عَلَيْهِمْ قَالَ فَكَانُوْا اِذَا الْتَقَوْا دَعَوْا بِهٰذَا الدُّعَاءِ فَهَزَمُوْا غَطَفَانَ فَلَمَّا بُعِثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَفَرُوْا بِهٖ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَعْنِيْ بِكَ يَا مُحَمَّدُ [12]

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ خیبر کے یہودی قبیلہ غطفان کے ساتھ حالتِ جنگ میں رہتے تھے۔ ایک مقابلے میں یہودی شکست

کیا گیا، تو انہوں نے یہ دعا مانگی: "اے اللہ ہم تجھ سے نبی امی محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طفیل دعا مانگتے ہیں، جنہیں تو نے آخری زمانے میں ہمارے پاس بھیجنے کا وعدہ کیا تھا، تو غطفان کے خلاف ہماری مدد فرما۔ اب وہ مقابلے کے وقت یہ دعا مانگتے تھے، چنانچہ انہوں نے غطفان کو شکست دے دی۔ جب نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو انہوں نے آپ کا انکار کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

وکانوا من قبل یستفتحون علی الذین کفروا۔ یہودی اس سے پہلے کافروں کے خلاف فتح کی دعائیں مانگا کرتے تھے۔ یعنی اے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمہارے وسیلے سے۔

حیات ظاہرہ میں توسل

امام طبرانی معجم کبیر اور معجم اوسط میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں کہ حضرت علی مرتضیٰ کی والدہ ماجدہ حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے وصال پر حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت اسامہ بن زید حضرت ابو ایوب انصاری (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) اور ایک سیاہ فام غلام کو قبر کھودنے کا حکم دیا۔ جب لحد تک پہنچے تو حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بنفس نفیس لحد کھودی اور اپنے ہاتھوں سے مٹی نکالی، جب فارغ ہوئے تو اس قبر میں لیٹ گئے، پھر یہ دعا مانگی،

اَللّٰہُ الَّذِیْ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ وَھُوَ حَیٌّ لَّا یَمُوْتُ اِغْفِرْ لِاُمِّیْ فَاطِمَۃَ بِنْتِ اَسَدٍ وَوَسِّعْ عَلَیْھَا مُدْخَلَھَا بِحَقِّ نَبِیِّكَ وَالْاَنْبِیَاءِ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِیْ فَاِنَّكَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ۔ ۱۳ھ

"اللہ تعالیٰ زندگی اور موت دیتا ہے، وہ زندہ ہے اس کے لیے موت نہیں، میری ماں فاطمہ بنت اسد کو بخش دے۔ اور اس کی قبر کو وسیع فرما اپنے نبی کے طفیل اور مجھ سے پہلے کے انبیاء کے طفیل۔ بےشک تو سب سے بڑا رحم والا ہے۔"

اس حدیث سے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات میں اور دیگر انبیاء کے وصال کے بعد بارگاہِ الٰہی میں وسیلہ پیش کرنا ثابت ہے۔

علامہ نور الدین سمہودی فرماتے ہیں،

وَقَدْ یَکُوْنُ التَّوَسُّلُ بِہٖ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِطَلَبِ ذٰلِكَ الْاَمْرِ بِمَعْنٰی اَنَّہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَادِرٌ عَلَی التَّسَبُّبِ فِیْہِ بِسُؤَالِہٖ وَشَفَاعَتِہٖ اِلٰی رَبِّہٖ فَیَعُوْدُ اِلٰی طَلَبِ دُعَائِہٖ وَاِنِ اخْتَلَفَتِ الْعِبَارَۃُ وَمِنْہُ قَوْلُ الْقَائِلِ لَہٗ اَسْئَلُكَ مُرَافَقَتَكَ فِی الْجَنَّۃِ الْحَدِیْث وَ

لَا یُقْصَدُ بِہٖ اِلَّا کَوْنُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سَبَبًا وَّشَافِعًا۔ ۱۳ھ

"نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے توسل کبھی اس طرح ہوتا ہے کہ ایک چیز آپ سے طلب کی جاتی ہے، مطلب یہ ہوتا ہے کہ آپ بارگاہِ الٰہی میں دعا و شفاعت کے ذریعے سبب بننے پر قادر ہیں۔ اس کا مآل یہ ہوگا کہ آپ سے دعا کی درخواست ہے اگرچہ الفاظ مختلف ہیں۔ اسی قسم سے صحابی (حضرت ربیعہ) کی درخواست ہے، اَسْئَلُكَ مُرَافَقَتَكَ فِی الْجَنَّۃِ (الحدیث) میں آپ سے جنت میں آپ کی رفاقت کی درخواست کرتا ہوں۔ اس کا مقصد یہی ہے کہ آپ اس مقصد کے لیے سبب اور سفارشی بنیں۔"

حضرت سواد بن قارب رضی اللہ تعالیٰ عنہ عرض کرتے ہیں،

وَاَنَّكَ اَدْنَی الْمُرْسَلِیْنَ وَسِیْلَۃً
اِلَی اللّٰہِ یَا ابْنَ الْاَکْرَمِیْنَ الْاَطَایِبِ
وَکُنْ لِّیْ شَفِیْعًا یَوْمَ لَا ذُوْ شَفَاعَۃٍ
بِمُغْنٍ فَتِیْلًا عَنْ سَوَادِ بْنِ قَارِبِ

"طیب و مکرم حضرات کے فرزند! آپ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تمام رسولوں سے زیادہ قریب وسیلہ ہیں۔
آپ اس دن میرے شفیع ہوں گے جس دن کوئی شفاعت کرنے والا سواد بن قارب کو کچھ بھی بے نیاز نہیں کر سکے گا۔"

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم طائف سے واپسی پر جعرانہ تشریف فرما ہوئے، اس وقت قبیلہ ہوازن کے بچوں اور عورتوں میں سے چھ ہزار قیدی آپ کے ہمراہ تھے۔ اونٹوں اور بکریوں کا تو کوئی شمار ہی نہ تھا۔ ہوازن کا ایک وفد شرف با سلام ہو کر حاضر بارگاہ ہوا۔ انہوں نے درخواست کی کہ ہم پر احسان فرمائیں۔ آپ نے فرمایا، قیدیوں اور اموال میں سے ایک چیز پسند کر لو۔ انہوں نے عرض کیا، ہمیں قیدی محبوب ہیں۔ آپ نے فرمایا، جو قیدی میرے ہیں یا بنو عبد المطلب کے ہیں، وہ تمہارے ہیں۔ باقی جو تقسیم ہو چکے ہیں، ان کے لیے یہ طریقہ اختیار کرو،

وَاِذَا مَا اَنَا صَلَّیْتُ الظُّھْرَ بِالنَّاسِ فَقُوْمُوْا فَقُوْلُوْا اِنَّا نَسْتَشْفِعُ بِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلَی الْمُسْلِمِیْنَ وَبِالْمُسْلِمِیْنَ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ فِیْ اَبْنَائِنَا وَنِسَائِنَا فَسَاُعْطِیْکُمْ عِنْدَ ذٰلِكَ وَاَسْئَلُ لَکُمْ۔ ۵ھ

"جب میں لوگوں کے ساتھ ظہر کی نماز پڑھ لوں تو تم کھڑے ہو کر کہنا ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے درخواست کرتے ہیں کہ مسلمانوں سے ہماری شفاعت فرمائیں اور مسلمان ہماری شفاعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کریں ہمارے بیٹوں اور عورتوں کے حق میں، تو میں تمہیں اس وقت عطا کر دوں گا اور تمہاری سفارش

کروں گا۔

چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا، اکثر صحابہ نے عرض کیا جو کچھ ہمارے پاس ہے وہ حضور کا ہے۔ باقی صحابہ سے آپ نے وعدہ فرمایا کہ ہر قیدی کے بدلے پہلے مال غنیمت سے چھ اونٹنیاں دی جائیں گی، اس طرح ہوازن کو تمام قیدی مل گئے۔

اسی موقع پر حضرت زہیر بن صُرد رضی اللہ تعالیٰ عنہ (صحابی) نے عرض کیا،

اُمْنُنْ عَلَيْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فِيْ كَرَمٍ
فَاِنَّكَ الْمَرْءُ نَرْجُوْهُ وَ نَنْتَظِرُ ۱۵

"یارسول اللہ! ہم پر احسان اور کرم فرمائیں۔ آپ وہ انسان ہیں، جن کے احسان کی ہم توقع رکھتے ہیں اور منتظر ہیں۔"

قبیلۂ بنو بکر اور خزاعہ کی جنگ اسلام سے پہلے چلی آرہی تھی۔ صلح حدیبیہ کے موقع پر بنو بکر، قریش کے حلیف بن گئے اور خزاعہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے۔ بنو بکر نے صلح کا یہ موقع غنیمت جانا اور قریش کی مدد سے خزاعہ پر حملہ کر دیا اور لوٹ مار کی۔ عمرو بن سالم خزاعی چالیس افراد کو ساتھ لے کر نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے امداد حاصل کرنے کے لیے مدینہ طیبہ کی جانب روانہ ہوئے۔

امام طبرانی معجم صغیر میں راوی ہیں کہ حضرت ام المومنین میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں،

اِنَّهَا سَمِعَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ فِيْ مُتَوَضَّئِهِ لَيْلًا، لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ (ثَلَاثًا) نُصِرْتَ نُصِرْتَ (ثَلَاثًا) قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ سَمِعْتُكَ تَقُوْلُ فِيْ مُتَوَضَّئِكَ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ ثَلَاثًا نُصِرْتَ نُصِرْتَ ثَلَاثًا كَاَنَّكَ تُكَلِّمُ اِنْسَانًا فَهَلْ كَانَ مَعَكَ اَحَدٌ؟ فَقَالَ هٰذَا رَاجِزُ بَنِيْ كَعْبٍ يَسْتَصْرِخُنِيْ وَيَزْعُمُ اَنَّ قُرَيْشًا اَعَانَتْ عَلَيْهِمْ بَنِيْ بَكْرٍ (اِلٰى اَنْ قَالَتْ)، قَالَتْ فَاَقَمْنَا ثَلَاثًا ثُمَّ صَلَّى الصُّبْحَ بِالنَّاسِ، فَسَمِعْتُ الرَّاجِزَ يُنْشِدُهُ۔ ۱۶

"انہوں نے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وضو خانے میں رات کو تین مرتبہ لبیک کہی اور تین مرتبہ نُصِرْتَ (تمہاری امداد کی گئی) فرمایا۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ! میں نے آپ کو تین مرتبہ لبیک اور تین مرتبہ نُصِرْتَ فرماتے ہوئے سنا جیسے آپ کسی انسان سے گفتگو فرما رہے ہوں، کیا وضو خانے میں کوئی آپ کے ساتھ تھا؟ آپ نے فرمایا، یہ بنو کعب کا رجز خواں مجھے مدد کے لیے پکار رہا تھا اور اس کا کہنا ہے کہ قریش نے ان کے خلاف بنو بکر کی امداد کی ہے۔ تین دن کے بعد آپ نے صحابہ کو صبح کی نماز پڑھائی تو میں نے سنا کہ رجز خواں اشعار پیش کر رہا تھا۔"

یہ بھی صحابی ہیں جنہوں نے تین دن کی مسافت سے بارگاہ رسالت میں فریاد کی اور ان کی فریاد سنی گئی۔

حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ ایک نابینا صحابی بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر درخواست کرتے ہیں کہ میرے لیے بینائی کی دعا فرمائی جائے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، اگر چاہو تو میں تمہارے لئے دعا کرتا ہوں اور چاہو تو صبر کرو اور صبر تمہارے لیے بہتر ہے۔ انہوں نے عرض کیا دعا فرما دیں۔ آپ نے فرمایا اچھی طرح وضو کر کے دو رکعت ادا کرو اور یہ دعا مانگو،

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ وَاَتَوَجَّهُ اِلَيْكَ بِمُحَمَّدٍ نَبِيِّ الرَّحْمَةِ يَا مُحَمَّدُ اِنِّيْ تَوَجَّهْتُ بِكَ اِلٰى رَبِّيْ فِيْ حَاجَتِيْ هٰذِهٖ لِتُقْضٰى اَللّٰهُمَّ فَشَفِّعْهُ فِيَّ۔ ۱۷

"اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری طرف نبی رحمت محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وسیلے سے متوجہ ہوتا ہوں۔ یا محمد! میں آپ کے وسیلے سے اپنی اس حاجت میں اپنے رب کی طرف توجہ کرتا ہوں تاکہ پوری کر دی جائے۔ اے اللہ! میرے حق میں حضور کی شفاعت قبول فرما۔"

امام طبرانی کی روایت میں ہے کہ ابھی ہم وہیں بیٹھے تھے، زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ وہ صاحب تشریف لائے، ان کی بینائی بحال ہو چکی تھی۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ انہیں کبھی تکلیف ہوئی ہی نہ تھی۔

اہل مدینہ قحط میں مبتلا ہو گئے تو انہوں نے بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر اس کی شکایت کی۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منبر پر تشریف فرما ہوئے اور بارش کی دعا کی۔ تھوڑی دیر گزری تھی کہ دھوا دھار بارش شروع ہو گئی۔ مدینہ منورہ کے آس پاس کے لوگوں نے حاضر ہو کر شکایت کی کہ ہم تو ڈوب جائیں گے۔ آپ نے دعا کی اے اللہ! ہمارے ارد گرد بارش ہو ہم پر نہ ہو۔ چنانچہ بادل آس پاس سے اس طرح ہٹ گیا جیسے تاج ہو۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا،

لَوْ اَدْرَكَ اَبُوْطَالِبٍ هٰذَا الْيَوْمَ لَسَرَّهٗ فَقَالَ لَهٗ بَعْضُ اَصْحَابِهٖ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اَرَدْتَ بِقَوْلِهٖ ؎

وَاَبْيَضُ يُسْتَسْقَى الْغَمَامُ بِوَجْهِهٖ
ثِمَالُ الْيَتَامٰى عِصْمَةٌ لِّلْاَرَامِلِ

فَقَالَ اَجَلْ۔ ۱۸

"اگر ابو طالب اس دن کو پاتے، تو انہیں خوشی ہوتی۔ ایک صحابی نے عرض کیا حضور! آپ کا اشارہ ان کے اس شعر کی طرف ہے،

گورے رنگ والے جن کے چہرے کے وسیلے سے بارش کی دعا مانگی جاتی ہے۔ یتیموں اور ناداروں کے ملجا و ماویٰ!

فرمایا: ہاں!"

وصال کے بعد توسل

امام قسطلانی، ابن منیر سے نقل کرتے ہیں کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کی اطلاع ملی تو روتے ہوئے حاضر ہوئے اور چہرۂ انور سے کپڑا اٹھا کر یوں عرض کرنے لگے:

وَلَوْ اَنَّ مَوْتَكَ كَانَ اخْتِيَارًا لَجُدْنَا لِمَوْتِكَ بِالنُّفُوْسِ
اُذْكُرْنَا يَا مُحَمَّدُ عِنْدَ رَبِّكَ وَلْنَكُنْ مِنْ بَالِكَ ۔ [20]

"اگر آپ کی موت میں ہمیں اختیار دیا جاتا تو ہم آپ کے وصال کے لیے اپنی جانیں قربان کردیتے۔ حضور! اپنے رب کے پاس ہمیں یاد کرنا اور ہمارا خیال ضرور رکھنا۔"

ایک صاحب کسی مقصد کے لیے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات کرنا چاہتے تھے، لیکن کامیابی نہ ہوئی۔ انہوں نے حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تذکرہ کیا۔ انہوں نے فرمایا: وضو کرکے مسجد میں دو رکعت نماز پڑھو اور اس کے بعد یہ دعا مانگو: اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ الخ

انہوں نے یہ عمل کیا، نہ صرف حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات ہوگئی اور انہوں نے ان کی حاجت پوری کردی، بلکہ فرمایا، جب کوئی کام ہو تو میرے پاس آجانا۔ یہ صاحب واپسی پر حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملے اور شکریہ ادا کیا کہ آپ کی سفارش سے میرا کام ہوگیا۔ انہوں نے فرمایا: میں نے سفارش بالکل نہیں کی۔ میں نے تو تمہیں وہ عمل بتایا تھا جو حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نابینا صحابی کو تعلیم فرمایا تھا۔ (ملخصاً) [21]

حضرت مالک الدار (حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خازن) راوی ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں قحط واقع ہوگیا۔ ایک صاحب (حضرت بلال بن حارث مزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی) حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مزار انور پر حاضر ہوئے اور عرض کی:

يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اسْتَسْقِ لِاُمَّتِكَ فَاِنَّهُمْ قَدْ هَلَكُوْا

"یا رسول اللہ! اپنی امت کے لیے بارش کی دعا فرمائیے کیونکہ وہ لوگ ہلاک ہوتے جارہے ہیں۔"

قَالَ فَاَتَاهُ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِی الْمَنَامِ وَقَالَ ائْتِ عُمَرَ فَمُرْهُ اَنْ يَسْتَسْقِیَ لِلنَّاسِ فَاِنَّهُمْ سَيُسْقَوْنَ وَقُلْ لَهٗ عَلَيْكَ الْكَيْسَ الْكَيْسَ فَاَتَى الرَّجُلُ عُمَرَ فَاَخْبَرَهٗ فَقَالَ فَبَكٰى عُمَرُ وَقَالَ يَا رَبِّ مَا آلُوْ اِلَّا مَا عَجَزْتُ عَنْهُ ۔ [22]

"خواب میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے اور

فرمایا: عمر کے پاس جاؤ اور انہیں کہو کہ لوگوں کے لیے بارش کی دعا کریں، انہیں بارش دی جائے گی اور انہیں کہو کہ احتیاط کا دامن مضبوطی سے پکڑے رہو۔ وہ صاحب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آئے اور ماجرا بیان کیا۔ حضرت عمر رو دیے۔ اور کہا یا اللہ! میں اپنی بساط بھر کوتاہی نہیں کرتا۔"

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں ۱۸ھ میں پھر قحط واقع ہوا، جسے عام الرمادہ کہتے ہیں۔ حضرت بلال بن حارث مزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ان کی قوم بنو مزینہ نے کہا، ہم مرے جارہے ہیں کوئی بکری ذبح کیجیے۔ فرمایا: بکریوں میں کچھ نہیں رہا۔ اصرار بڑھا تو انہوں نے بکری ذبح کی۔ جب اس کی کھال اتاری تو نیچے سے سرخ ہڈی نکلی یہ دیکھ کر حضرت بلال مزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فریاد کی:

فَنَادٰی يَا مُحَمَّدَاهُ فَلَمَّا اَمْسٰی فَاُرِیَ فِی الْمَنَامِ
اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَهٗ اَبْشِرْ بِالْحَيَاةِ [23]

"اور پکارا یا محمداہ۔ رات ہوئی تو انہوں نے خواب میں دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انہیں فرمارہے ہیں کہ تمہیں زندگی مبارک ہو۔"

جنگ یمامہ میں مسیلمہ کذاب کے ساتھ فوج کی تعداد ساٹھ ہزار تھی جبکہ مسلمانوں کی تعداد کم تھی۔ مقابلہ بہت شدید تھا۔ ایک وقت نوبت یہاں تک پہنچی کہ مسلمان مجاہدین کے پاؤں اکھڑنے لگے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سپہ سالار تھے۔ انہوں نے یہ حالت دیکھی:

نَادٰی بِشِعَارِ الْمُسْلِمِيْنَ وَكَانَ شِعَارُهُمْ يَوْمَئِذٍ
يَا مُحَمَّدَاهُ [24]

"تو انہوں نے مسلمانوں کی علامت کے ساتھ ندا کی، اس دن مسلمانوں کی علامت تھی یا محمداہ!"

حضرت ابوعبیدہ ابن عامر الجراح نے حضرت کعب بن ضمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما، کو ایک ہزار افراد کے ہمراہ حلب کا جائزہ لینے کے لیے روانہ کیا۔ جب وہ حلب کے قریب پہنچے تو یوقنا پانچ ہزار افراد کے ساتھ حملہ آور ہوا۔ مسلمان جم کر لڑے، اتنے میں پیچھے چھپے ہوئے پانچ ہزار افراد کے لشکر نے حملہ کردیا۔ اس خطرناک صورت حال نے مسلمانوں کو بے حد پریشان کردیا۔ حضرت کعب بن ضمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جھنڈا تھامے ہوئے بلند آواز سے پکارا:

يَا مُحَمَّدُ، يَا مُحَمَّدُ، يَا نَصْرَ اللّٰهِ اِنْزِلْ۔ [25]

"یا محمد (دوبار) اے اللہ کی امداد نزول فرما۔"

مسلمان ان کے گرد جمع ہوگئے اور کمال ثابت قدمی سے دشمن کا مقابلہ کیا۔

فتح بہنسا کے موقع پر ایک دفعہ جب رات بھر جنگ ہوتی رہی، اس وقت مسلمانوں کا شعار (علامتی نشان) تھا۔

يَا مُحَمَّدُ! يَا مُحَمَّدُ! يَا نَصْرَ اللّٰهِ اِنْزِلْ: ۲۶

ابوالجوزاء حضرت اوس بن عبداللہ فرماتے ہیں ایک دفعہ مدینہ طیبہ میں سخت قحط پڑا اہلِ مدینہ نے ام المومنین حضرتِ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے شکایت کی۔ آپ نے فرمایا،

اُنْظُرُوْا قَبْرَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاجْعَلُوْا مِنْہُ كُوًّا اِلَی السَّمَاءِ حَتّٰی لَا يَكُوْنَ بَيْنَہٗ وَبَيْنَ السَّمَاءِ سَقْفٌ قَالَ فَفَعَلُوْا فَمُطِرُوْا مَطَرًا حَتّٰی نَبَتَ الْعُشْبُ وَسَمِنَتِ الْاِبِلُ حَتّٰی تَفَتَّقَتْ مِنَ الشَّحْمِ فَسُمِّیَ عَامَ الْفَتْقِ. ۲۷

"نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مزارِ مبارک کو دیکھو اور آسمان کی طرف اس کا روشن دان کھول دو تاکہ اس کے اور آسمان کے درمیان چھت حائل نہ رہے۔ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ اتنی بارش ہوئی کہ سبزہ اگا، اونٹ موٹے ہوگئے اور چربی کی زیادتی کی وجہ سے ان کے جسم پھٹ گئے۔ چنانچہ اس سال کا نام ہی عام الفتق رکھ دیا گیا۔"

سیدنا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا پاؤں مبارک سو گیا

فَقَالَ لَہٗ رَجُلٌ، اُذْكُرْ اَحَبَّ النَّاسِ اِلَيْكَ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ! صَلَّی اللّٰہُ عَلَيْہِ وَسَلَّمَ فَكَاَنَّمَا نُشِطَ مِنْ عِقَالٍ ۲۸

ایک شخص نے انہیں کہا: اس ہستی کو یاد کرو جو تمہیں تمام انسانوں سے زیادہ محبوب ہو۔ انہوں نے کہا: یا محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) وہ اسی وقت چنگے بھلے ہوگئے، گویا قید سے آزاد کر دیئے گئے ہوں۔"

"اسی طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس ایک شخص کا پاؤں سو گیا، تو آپ نے اسے فرمایا: "اس ہستی کو یاد کرو جو تمہیں سب انسانوں سے زیادہ محبوب ہیں"۔ اس نے کہا: "محمد صلی اللہ علیہ وسلم" اس کا پاؤں صحیح ہوگیا۔" ۲۹

"ہیثم بن عدی کہتے ہیں کہ بنو عامر نے بصرہ میں اپنے جانور کھیتی میں چرائے انہیں طلب کرنے کے لیے حضرتِ موسیٰ اشعری (حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہا) کی طرف سے بھیجے گئے۔ بنو عامر نے بلند آواز سے اپنی قوم آلِ عامر کو بلایا تو حضرتِ نابغہ جعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (صحابی) اپنے رشتہ داروں کی ایک جماعت کے ساتھ نکلے انہیں حضرتِ ابوموسیٰ کے پاس لایا گیا۔ آپ نے پوچھا: آپ کیوں نکلے ہیں؟ انہوں نے فرمایا: میں نے اپنی قوم کی پکار سنی تھی۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے انہیں تازیانے لگائے۔ اس پر حضرتِ نابغہ (صحابی) رضی اللہ عنہ نے کہا ؎

فَاِنْ تَكُ لِابْنِ عَفَّانَ اَمِيْنًا   فَلَمْ يَبْعَثْ بِكَ الْبَرَّ الْاَمِيْنَا
وَيَا قَبْرَ النَّبِیِّ وَصَاحِبَيْہِ   اَلَا يَا غَوْثَنَا لَوْ تَسْمَعُوْنَا ۳۰

"اگر تو ابن عفان کا امین ہے تو انہوں نے تجھے احسان کرنے والا امین بنا کر نہیں بھیجا!"

"اے نبی اور ان کے دو صاحبوں کی قبر! اے ہمارے فریاد رس! کاش آپ ہماری فریاد سن لیں!"

حضرتِ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہمشیرہ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا جب حراست میں میدانِ جنگ سے گزریں تو بے ساختہ فریاد کی،

يَا مُحَمَّدَاہْ! يَا مُحَمَّدَاہْ صَلّٰی عَلَيْكَ اللّٰہُ وَمَلٰئِكُ السَّمَاءِ هٰذَا الْحُسَيْنُ بِالْعَرَاءِ مُزَمَّلٌ بِالدِّمَاءِ مُقَطَّعُ الْاَعْضَاءِ يَا مُحَمَّدَاہْ! وَبَنَاتُكَ سَبَايَا وَذُرِّيَّتُكَ مُقَتَّلَةٌ تَسْفِيْ عَلَيْهَا الصَّبَا ـــ قَالَ فَاَبْكَتْ كُلَّ عَدُوٍّ وَصَدِيْقٍ. ۳۱

"اے بہت ہی تعریف کیے ہوئے! امداد (دو مرتبہ)، اللہ تعالیٰ آپ پر رحمتیں نازل فرمائے اور آسمانی فرشتے درود بھیجیں، یہ حسین میدان میں ہیں، خون میں نہائے ہوئے، اعضاء کٹے ہوئے۔ یا محمد! امداد! آپ کی بیٹیاں حراست میں ہیں، آپ کی اولاد شہید کر دی گئی۔ بادِ صبا ان پر مٹی اڑا رہی ہے۔ راوی کہتے ہیں ان کی پرسوز فریاد نے ہر اپنے اور بیگانے کو رلا دیا۔

امتِ مسلمہ ـــــــ اور توسل

اجماعِ صحابہ

حضرتِ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ راوی ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بارش کی دعا اس طرح مانگا کرتے تھے۔

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ كَانَ اِذَا قُحِطُوْا اسْتَسْقٰی بِالْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ اِنَّا كُنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَيْكَ بِنَبِيِّنَا صَلَّی اللّٰہُ عَلَيْہِ وَسَلَّمَ فَتَسْقِيْنَا وَاِنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَيْكَ بِعَمِّ نَبِيِّنَا فَاسْقِنَا قَالَ فَيُسْقَوْنَ ۳۲

"حضرتِ انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب لوگ قحط میں مبتلا ہو جاتے تو حضرتِ عمر فاروق، حضرتِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے وسیلے سے بارش کی دعا کرتے اور عرض کرتے بارِ الہا! ہم تیری بارگاہ میں اپنے نبی کے محترم چچا کا وسیلہ پیش کرتے ہیں، تو ہمیں سیراب فرما، تو انہیں بارش عطا کر دی جاتی۔" (ملخصاً)

ابن تیمیہ اور ان کے مقلدین کہتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بجائے حضرتِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وسیلہ پیش کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے وصال کے بعد توسل جائز نہیں، یہ کھلا ہوا مغالطہ ہے۔

① اس حدیث سے یہ ثابت ہوگیا کہ بارگاہِ الٰہی میں صرف اعمال صالحہ کا وسیلہ پیش کرنا ہی جائز نہیں، بلکہ ذوات صالحین کا وسیلہ پیش کرنا بھی جائز ہے اور اس پر صحابہ کرام کا

اجماع ہے کیونکہ یہ دعا صحابۂ کرام کے اجتماع میں مانگی گئی اور کسی نے اس پر اعتراض نہیں کیا جبکہ تمہیں اس سے انکار ہے۔

(۲) اگرچہ حضرت عباس وہ برگزیدہ ہستی ہیں کہ خود اُن کا وسیلہ بھی پیش کیا جاسکتا تھا، لیکن حضرت عمر فاروق نے یوں عرض کیا کہ یا اللہ! ہم تیرے نبی کے چچا کا وسیلہ پیش کرتے ہیں، تو در اصل یہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی کا وسیلہ ہے۔

علامہ بدر الدین عینی کی نقل کردہ روایت میں ہے کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے منبر پہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وسیلے سے دُعا مانگی۔ پھر حضرت عباس نے جو اُن کے ساتھ منبر پر تشریف فرما تھے۔ ان الفاظ میں دُعا کی:

اَللّٰھُمَّ لَمْ یَنْزِلْ بَلَاءٌ اِلَّا بِذَنْبٍ وَلَمْ یُکْشَفْ اِلَّا بِتَوْبَۃٍ وَقَدْ تَوَجَّہَ بِیَ الْقَوْمُ اِلَیْکَ لِمَکَانِیْ مِنْ نَبِیِّکَ۔ ٣٣

"اے اللہ! بلاء گناہوں کے سبب ہی نازل ہوتی ہے اور توبہ ہی سے دور ہوتی ہے۔ یہ لوگ میرے وسیلے سے تیری طرف متوجہ ہوئے ہیں کہ میرا تیرے نبی سے تعلق ہے۔"

حافظ ابن عبد البر حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تذکرہ میں لکھتے ہیں:

وَرُوِیْنَا مِنْ وُّجُوْہٍ عَنْ عُمَرَ اَنَّہٗ خَرَجَ یَسْتَسْقِیْ وَخَرَجَ مَعَہٗ بِالْعَبَّاسِ فَقَالَ اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَتَقَرَّبُ اِلَیْکَ بِعَمِّ نَبِیِّکَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَنَسْتَشْفِعُ بِہٖ فَاحْفَظْ فِیْہِ لِنَبِیِّکَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَمَا حَفِظْتَ الْغُلَامَیْنِ لِصَلَاحِ اَبِیْھِمَا۔ ٣٤

"ہمیں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے متعدد روایات پہنچی ہیں کہ وہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ استسقاء کے لیے نکلے اور دُعا کی اے اللہ ہم تیرے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چچا کے وسیلے سے تیرا قرب چاہتے ہیں، ان کو شفیع بناتے ہیں۔ پس تو ان میں اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رعایت فرما جیسے تو نے دو بچوں کی، ان کے باپ کی نیکی کے طفیل حفاظت فرمائی (کہ ان کی گرتی دیوار سیدھی کر دی)

اس سے ثابت ہوا کہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وسیلے سے دُعا کرنا در اصل نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس ہی سے توسل ہے۔

(۳) بارگاہِ خداوندی میں حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وسیلہ پیش کرنا تو مسلّم تھا ہی، حضرت فاروق اعظم نے حضرت عباس کا وسیلہ پیش کرکے بتلا دیا کہ توسل حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ خاص نہیں ہے، بلکہ آپ کے قرابت دار اور اہلِ صلاح متقیوں کا وسیلہ بھی پیش کیا جاسکتا ہے تاکہ کسی کو یہ کہنے کا موقع نہ رہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو وسیلہ بنایا جاسکتا ہے۔ امتی کو وسیلہ نہیں بناسکتے۔

حضرت سلیم بن عامر خبائری راوی ہیں:

اِنَّ السَّمَاءَ قُحِطَتْ فَخَرَجَ مُعَاوِیَۃُ بْنُ اَبِیْ سُفْیَانَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ وَاَھْلُ دِمَشْقَ یَسْتَسْقُوْنَ فَلَمَّا قَعَدَ مُعَاوِیَۃُ عَلَی الْمِنْبَرِ قَالَ اَیْنَ یَزِیْدُ بْنُ الْاَسْوَدِ الْجُرَشِیُّ؟ قَالَ فَنَادَاہُ النَّاسُ فَاَقْبَلَ یَتَخَطّٰی فَاَمَرَہٗ مُعَاوِیَۃُ فَصَعِدَ الْمِنْبَرَ فَقَعَدَ عِنْدَ رِجْلَیْہِ فَقَالَ مُعَاوِیَۃُ اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْتَشْفِعُ اِلَیْکَ الْیَوْمَ بِخَیْرِنَا وَاَفْضَلِنَا اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْتَشْفِعُ اِلَیْکَ بِیَزِیْدَ بْنِ الْاَسْوَدِ الْجُرَشِیِّ یَا یَزِیْدُ ارْفَعْ یَدَیْکَ اِلَی اللّٰہِ فَرَفَعَ یَزِیْدُ وَرَفَعَ النَّاسُ اَیْدِیَھُمْ فَمَا کَانَ اَوْشَکَ اَنْ ثَارَتْ سَحَابَۃٌ فِی الْمَغْرِبِ وَھَبَّتْ لَھَا رِیْحٌ فَسُقِیْنَا حَتّٰی کَادَ النَّاسُ لَا یَصِلُوْنَ اِلٰی مَنَازِلِھِمْ ٣٥

"بارش نہیں ہوئی تو حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اہل دمشق بارش کی دُعا کے لیے باہر نکلے، جب حضرت امیر معاویہ منبر پر بیٹھے تو فرمایا:

یزید بن الاسود الجرشی کہاں ہیں؟ لوگوں نے انہیں بلایا تو وہ پھلانگتے ہوئے تشریف لائے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حکم پر وہ منبر پہ چڑھے اور ان کے قدموں میں بیٹھ گئے۔ حضرت امیر معاویہ نے دعا مانگی، اے اللہ! آج ہم بہتر اور افضل شخصیت کی سفارش پیش کرتے ہیں۔ اے اللہ ہم تیری بارگاہ میں یزید بن الاسود الجرشی کی سفارش پیش کرتے ہیں۔

یزید! اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہاتھ اٹھاؤ۔ انہوں نے ہاتھ اٹھائے، لوگوں نے بھی ہاتھ اٹھائے (اور دُعا کی) اچانک مغرب کی طرف سے ایک بادل اٹھا ہوا چلنے لگی اور زور دار بارش شروع ہوگئی۔ یہاں تک کہ لوگوں کو گھروں تک پہنچنا مشکل ہوگیا۔"

اس اجتماع میں صحابۂ کرام بھی موجود ہیں، تابعین بھی حاضر ہیں۔ ان میں سے کسی نے ایک مردِ صالح کے وسیلے سے دُعا مانگنے پر اعتراض نہیں کیا۔ یہ بھی ان حضرات کا جوازِ توسل پر اجماع ہے۔

(جاری ہے)

(تمامی حوالات صفحہ ۳ پر درج ہیں)

کیا ڈر ہے اس کو لشکرِ عصیان و جرم سے
تم سا شفیع ہو جس کا مددگار یا رسول صلی اللہ علیہ وسلم
ہو آستانہ آپ کا اور امداد کی جبیں
اور اس سے زیادہ کچھ نہیں درکار یا رسول صلی اللہ علیہ وسلم

(حاجی امداد اللہ)

انہیں جانا انہیں مانا نہ رکھا غیر سے کام ★ لِلّٰہ الحمد میں دنیا سے مسلمان گیا

سرکارِ اعلیٰحضرت (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کا سفرِ آخرت

واسطہ پیارے کا ایسا ہو کہ جو سنّی مرے ★ یوں نہ فرمائیں ترے شاہد کہ وہ فاجر گیا
عرش پہ دھومیں مچیں وہ مومن صالح ملا ★ فرش سے ماتم اٹھے وہ طیّب و طاہر گیا

از قلم فدائے اعلیٰحضرت مولانا محمد حسن علی صاحب رضوی بریلوی ۔ میلسی

سیّدنا اعلیٰحضرت: مجدّدِ دین و ملّت شیخ الاسلام والمسلمین مولانا الشاہ الامام احمد رضا خاں صاحب فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ کو جب ضعفِ نقاہت اور مسلسل علالت کے سبب روزے رکھنے کی طاقت نہ رہی تو ماہ رمضان المبارک ۱۳۳۹ھ مئی ۱۹۲۱ء میں کوہ بھوالی جہاں سردی ہوتی ہے۔ رونق افروز ہوئے اور فرض روزے رکھے۔ اور وہیں پہ آپ نے اپنی حیاتِ ظاہری کے آخری ماہ مبارک میں ۳ رمضان المبارک ۱۳۳۹ھ کو اپنے وصال کی خبر دیتے ہوئے۔ وَ یُطَافُ عَلَیْہِمْ بِاٰنِیَۃٍ مِّنْ فِضَّۃٍ وَّ اَکْوَابٍ سے اپنی تاریخِ وصال ۱۳۴۰ھ رقم فرمائی۔ ۱۰ محرم الحرام ۱۳۴۰ھ کو آپ نے بھوالی پہاڑ سے بریلی شریف مراجعت فرمائی۔ بلادِ ہند سے علماء و مشائخ احبابِ اہلِ سنّت عیادت و زیارت کی نیت اور شرفِ بیعت حاصل کرنے کی غرض سے بڑی تعداد میں بریلی آنا شروع ہو گئے دورانِ علالت کثرت سے ذکر شاہ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور درودِ پاک وردِ زبانِ اقدس رہا۔ اپنے اور مسلمانانِ اہلِ سنّت کے لئے حسنِ خاتمہ کی دعا فرماتے رہتے۔ تضرع زاری اور خشیتِ الٰہی کی کیفیت غالب رہی اکثر احادیثِ رقاق بیان فرماتے۔ خود آپ کی اور حاضرین کی روتے روتے ہچکی بندھ جاتی اکثر فرماتے جس کا ایمان پہ خاتمہ ہو گیا اس نے سب کچھ پالیا کبھی ارشاد ہوتا۔ "اگر بخش دے تو اس (اللہ تعالیٰ) کا فضل ہے نہ بخشے تو اس کا عدل ہے" اکثر دین و ایمان کو بچانے کی سخت تاکید و نصیحت فرماتے۔ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

آخری وصیت: میں ارشاد فرمایا پیارے بھائیو.... مجھے معلوم نہیں کہ میں کتنے دن تمہارے اندر ٹھہروں گا تین ہی وقت ہوتے ہیں، بچپن، جوانی، بڑھاپا۔ بچپن گیا۔ جوانی آئی جوانی گئی بڑھاپا آیا اب کونسا چوتھا وقت آنے والا ہے؟ اب موت ہی باقی ہے۔ اللہ تعالیٰ قادر ہے ایسی ہزار مجلس عطا فرمائے۔ آپ سب لوگ ہیں اور میں آپ لوگوں کو سناتا رہوں مگر بظاہر اب اس کی امید نہیں فرمایا اے لوگو! تم پیارے مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بھولی بھیڑیں ہو اور بھیڑیئے تمہارے چاروں طرف ہیں

وہ چاہتے ہیں تمہیں بہکائیں، تمہیں فتنہ میں ڈال دیں
تمہیں اپنے ساتھ جہنم میں لے جائیں ان سے بچو اور
دور بھاگو، وہ تمہارے ایمان کی تاک میں ہیں ان کے
حملوں سے ایمان کو بچاؤ"۔ ۔۔۔

مصطفٰے کی بھولی بھیڑو بھیڑیوں سے تم بچو
جو کریں توہین اللہ اور نبی کی دوستو
اپنے ایمان کی حفاظت ان کے حملوں سے کرو
غوثِ اعظم ہیں مدد پیران کا دامن تھام لو

○ فرمایا، "حضور اقدس سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ربّ العزت جل جلالہٗ کے نور ہیں حضور سے صحابہ کرام روشن ہوئے صحابہ کرام سے تابعین عظام روشن ہوئے تابعین سے تبع تابعین روشن ہوئے۔ ان سے ائمہ مجتہدین روشن ہوئے۔ ان سے ہم روشن ہوئے اب ہم تم سے کہتے ہیں یہ نور ہم سے لے لو..... وہ نور یہ ہے اللہ و رسول کی سچی محبت ان کی تعظیم ان کے دوستوں کی خدمت ان کی تکریم اور اُن کے دشمنوں سے سچی عداوت جس سے اللہ و رسول (جل جلالہٗ و صلی اللہ علیہ وسلم) کی شان میں ادنیٰ توہین پاؤ۔ پھر وہ تمہارا کیسا ہی پیارا کیوں نہ ہو فوراً اس سے جدا ہو جاؤ جس کو بارگاہِ رسالت میں ذرہ بھی گستاخ دیکھو۔ پھر وہ تمہارا کیسا ہی بزرگ معظم کیوں نہ ہو اپنے اندر سے اُسے دودھ سے مکھی کی طرح نکال کر پھینک دو۔ میں پونے چودہ برس کی عمر سے یہی بتاتا رہا ہوں اور اس وقت بھی یہی عرض کرتا ہوں اللہ تعالیٰ ضرور اپنے دین کی حمایت کے لئے اپنے کسی بندے کو کھڑا کر دے گا..... خوب

○ سُن لو، حجۃ اللہ قائم ہو چکی اب میں قبر سے اُٹھ کر تمہارے پاس بتلانے نہ آؤں گا۔ جس نے سُنا اور مانا قیامت کے دن اس کے لئے نور و نجات ہے اور جس نے نہ مانا اس کے لئے ظلمت و ہلاکت ہے"۔ ۔۔۔

خبردار اعداء کے دم میں نہ آنا
یہ کرتا وصایا ہمارا رضا ہے
تمیز حق و باطل کی تفہیم کر کے
یہ ارشاد کرتا ہمارا رضا ہے (رضی اللہ عنہ)

یادِ مدینہ:۔ ایام علالت ہی میں اپنے ایک عزیز طریقت مولانا مولوی عرفان علی صاحب کے نام اپنے ایک مکتوب میں فرماتے ہیں "وقتِ مرگ قریب ہے اور میرا دل ہند تو ہند مکۂ معظمہ میں بھی مرنے کو نہیں چاہتا اپنی خواہش یہی ہے کہ مدینہ طیبہ میں ایمان کے ساتھ موت اور بقیعِ مبارک میں خیر کے ساتھ دفن نصیب ہو اور وہ قادر ہے بہرحال اپنا خیال ہے...

ــہ یہ سر ہو اور وہ سنگِ در ہو اور یہ سر
رضا وہ بھی اگر چاہیں تو اب دل میں یہ ٹھانی ہے

جامِ وصال:۔ آج ۲۵ صفر ۱۳۴۰ھ ہے سرکارِ اعلیٰحضرت امامِ اہلِ سنّت مجددِ دین و ملت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جمعۃ المبارک کے روز اذانِ جمعہ کے وقت ٹھیک دو بجکر اڑتیس منٹ پر جبکہ مؤذن حی علی الفلاح کہہ کر فلاح و نجات کا پیغام دے رہا تھا جامِ وصالِ حقیقی سرور و انبساط کیفِ نشاط سے نوش فرمایا اور داعیِ اجل کو لبیک کہا۔

وصال سے دو گھنٹہ سترہ منٹ قبل تجہیز و تکفین وغیرہ سے متعلق چودہ اہم باتوں پر مشتمل ہدایات قلمبند کرائیں اور دستخط فرمائے۔

آخری تحریر:۔ ۲۵ صفر المظفر ۱۳۴۰ھ بارہ بجکر اکیس منٹ پر دستِ کرامت

ے یہ آخری تحریر رقم فرمائی۔ وَاللّٰہُ شَہِیْدٌ وَلَہُ الْحَمْدُ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی وَبَارَکَ وَسَلَّمَ عَلٰی شَفِیْعِ الْمُذْنِبِیْنَ وَاٰلِہِ الطَّیِّبِیْنَ وَصَحْبِہِ الْمُکَرَّمِیْنَ وَابْنِہٖ وَحِزْبِہٖ اِلٰی اَبَدِ الْاٰبِدِیْنَ آمین وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

تحریر مذکورہ بالا کے بعد ارشاد فرمایا وقت کیا ہے عرض کیا گیا ایک بجکر ۵۶ چھپن منٹ ہو رہے ہیں فرمایا گھڑی کھلی سامنے رکھ دو جیبکا یک ارشاد فرمایا تصاویر ہٹا دو حاضرین کے دل میں خیال گزرا کہ یہاں تصاویر کا کیا کام یہ خطرہ گزرنا تھا کہ خود ہی ارشاد فرمایا یہی کارڈ لفافہ روپیہ پیسہ۔ پھر ذرا وقفہ سے اپنے خلفِ اکبر حجۃ الاسلام حضرت مولانا شاہ محمد حامد رضا خاں صاحب قدس سرہٗ سے فرمایا وضو کر آؤ اور قرآن مجید لاؤ وہ ابھی تشریف نہ لا[illegible] خلفِ اصغر مفتیٔ اعظم مولانا شاہ مصطفےٰ [illegible]ب علیہ الرحمۃ سے فرمایا۔ اب بیٹھے کیا کرتے ہو سورۂ یٰسین شریف اور سورۂ رعد شریف تلاوت کرو۔ اب آپ کی عمر شریف سے صرف چند منٹ باقی رہ گئے تھے ایسے حضورِ قلب اور تیقظ سے آیات سنیں کہ جس آیت میں اشتباہ ہوا یا سننے میں پوری نہ آئی یا سبقتِ زبان سے زیر و زبر میں فرق محسوس ہوا خود تلاوت فرمادی۔

لمحاتِ آخریں:۔

اس کے بعد سید محمود علی صاحب ایک مسلمان ڈاکٹر عاشق حسین صاحب کو اپنے ہمراہ لائے اس وقت جو حضرات اندر گئے سب کے سلام کے جواب دیئے اور سید محمود علی صاحب سے دونوں ہاتھ بڑھا کر مصافحہ فرمایا۔ ڈاکٹر صاحب نے اعلیٰحضرت امامِ اہلِ سنت سے حال دریافت فرمانا چاہا۔ مگر آپ اس وقت حاکمِ مطلق جل مجدہٗ کی طرف متوجہ تھے ڈاکٹر صاحب سے اپنے مرض یا علاج کے متعلق کچھ نہ ارشاد فرمایا۔ سفر کی دعائیں جن کا چلتے وقت پڑھنا مسنون ہے۔ تمام و کمال بلکہ معمول شریف سے زائد پڑھیں۔ پھر کلمۂ طیبہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ پورا پڑھا..... پھر طاقت نہ رہی اور سینہ پر دم آیا ادھر ہونٹوں کی حرکت و ذکر پاس انفاس کا ختم ہونا تھا کہ چہرۂ مبارک پر ایک لمعہ نور کا چمکا جس میں جنبش تھی جس طرح آئینہ میں لمعانِ خورشید جنبش کرتا ہے۔ اس کے غائب ہوتے ہی وہ جان نور جسمِ اطہر حضور سے پرواز کر گئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

حضرت ممدوح نے ایامِ علالت کے اُسی زمانہ میں فرمایا تھا "جنہیں سرکار پیارے مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ایک جھلک دکھا دیتے ہیں وہ شوقِ دیدار میں ایسے جاتے ہیں کہ جانا (جانکنی کی شدت) معلوم بھی نہیں ہوتا" اس کا مشاہدہ ہزار ہا علماء مشائخ احباب کو اس وقت ہوا جب ۲۵ صفر ۱۳۴۰ھ کو امام اہلِ سنت سرکار اعلیٰحضرت قدس سرہٗ العزیز نے جامِ وصالِ حقیقی نوش فرمایا۔ اعلیٰحضرت قدس سرہٗ کے چہرہ انور پر بشاشت و شادمانی فرحت و مسرت کے آثار نمایاں تھے۔ سچ ہے

لحد میں عشقِ رُخِ شہ کا داغ لے کے چلے
اندھیری رات سنی تھی چراغ لے کے چلے

تجہیز و تکفین:۔

مجددِ دین و ملت سیدنا اعلیٰحضرت علیہ الرحمۃ کے غسل شریف میں علماء کرام مشائخ و سادات عظام بڑی تعداد میں موجود تھے بہت کم لوگوں کو معلوم ہے کہ حضرت سید مہر علی صاحب

نے لحد مبارک کھودی۔ حسبِ وصیت صدر الشریعۃ مولانا امجد علی صاحب اعظمی مصنف بہارِ شریعت قدس سرہ، نے غسل دیا۔ جناب حافظ امیر حسن صاحب مراد آبادی نے مدد دی۔ حضرت مولانا سید سلیمان اشرف پروفیسر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ برادر اعلیٰحضرت حضرت مولانا محمد رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہم۔ حضرت مولانا شاہ علامہ حسنین رضا خاں صاحب خلیفہ و برادر زادہ اعلیٰحضرت اور حضرت سید محمود جان صاحب و سید مختار علی صاحب پانی وغیرہ دینے میں مصروف رہے خلفِ اصغر حضرت مفتیٔ اعظم مولانا شاہ مصطفیٰ رضا خاں صاحب علیہ الرحمۃ دیگر خدماتِ غسل کے وصیت نامہ کی دعائیں بھی یاد کراتے رہے۔ خلفِ اکبر سیدی حضرت حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا خاں صاحب علیہ الرحمۃ نے مواضع سجود پر کافور لگایا۔ حضرت صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین صاحب مراد آبادی قدس سرہٗ نے کفن پہنایا۔

عاشق کا جنازہ ہے ذرا دھوم سے نکلے۔

پھر دیدارِ عام کے بعد عمر بھر عشقِ رسالت کا پیغامِ عام دینے والے سچے عاشقِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کا جنازہ مبارکہ بہت دھوم دھام اور بڑی شان سے اٹھایا گیا۔ اس رقت آمیز و پر کیف منظر کا نظارہ دیکھنے والے ہی بیان کر سکتے ہیں۔ عید گاہ بریلی شریف کے وسیع و عریض گراؤنڈ میں نماز جنازہ ہوئی وصیت کے مطابق خود اعلیٰحضرت قدس سرہ، العزیز کی اپنی مدح کا کوئی شعر جلوسِ جنازہ میں نہ پڑھا گیا بلکہ بارگاہِ رسالت میں اعلیٰحضرت قدس سرہ کا رقم فرمودہ "تم پہ کروڑوں درود" نعت خواں پڑھتے رہے۔ بعد جنازہ تخت سوداگراں میں دار العلوم منظرِ اسلام رضا مسجد سے متصل دفن کئے گئے۔

مزار پُر انوار پر گنبد اور وسیع حسین عمارت اوّلین سجادہ نشین حجۃ الاسلام مولانا شاہ سیدی حامد رضا خاں صاحب قدس سرہٗ کے ایام سجادہ نشینی میں تعمیر ہوئی جو اب بہت بوسیدہ خستہ حالت میں ہے۔ مسلمانانِ اہلِ سنت برادرانِ طریقت کو اس عظیم روحانی مرکز کی طرف توجہ اور مالی اعانت از خود کرنی چاہیئے۔

شیخ المشائخ کا مشاہدہ :-

جماعت اہلِ سنت ناگپور سی پی میں کے زیر اہتمام یومِ ولادت اعلیٰحضرت کے عظیم الشان اجتماع سے خطاب فرماتے ہوئے۔ خطیبِ اعظم ہند حضرت علامہ ابو المحامد سید محمد صاحب اشرفی جیلانی محدثِ کچھوچھوی علیہ الرحمۃ نے فرمایا۔ ۲۵ صفر ۱۳۴۰ھ میں بریلی کے حالات سے بے خبر اپنے مکان پر (کچھوچھہ شریف میں) تھا میرے حضور شیخ المشائخ حضرت سیدنا شاہ علی حسین صاحب اشرفی میاں قدس سرہ وضو فرما رہے تھے کہ اچانک یکبارگی آہ کہہ کر رونے لگے۔ مگر کسی کو رونے کا سبب معلوم نہ ہوا۔ ہم نے خیال کیا کہ شاید کسی کیڑے نے کاٹ لیا ہے۔ دریافت کیا تو فرمانے لگے بیٹا فرشتوں کے کاندھوں پر قطب الارشاد اعلیٰحضرت رحمۃ اللہ علیہ کا جنازہ مبارکہ دیکھ کر رو پڑا ہوں۔ تھوڑی دیر کے بعد بریلی کا تار پہنچا تو ہمارے گھر میں کہرام مچ گیا خانوادہ اشرفی کا ہر فرد زار و قطار رونے لگا۔ (خطبہ ناگپور سی پی)

بارگاہِ رسالت میں انتظار :-

اعلیٰحضرت مجددِ دین و ملت قدس سرہٗ العزیز کے بکثرت سوانح نگاروں نے حضرت حافظِ ملت مولانا شاہ حافظ عبد العزیز صاحب محدث بانی عربی یونیورسٹی مصباح العلوم مبارکپور اعظم گڑھ

کی یہ روایت نقل کی ہے کہ ہم اجمیر مقدس دارالعلوم جامعہ معینیہ عثمانیہ میں حضرت سیدی صدرالشریعۃ مولانا شاہ امجد علی صاحب اعظمی قدس سرہٗ کے حلقۂ درس میں شامل تھے۔ آستانہ سلطان الہند خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ پر اکثر بزرگانِ دین علماء و مشائخ کرام کی زیارتیں میسر آتی تھیں...... ماہ ربیع الآخر ۱۳۴۰ھ میں ایک نہایت جلیل القدر شامی بزرگ تشریف لائے اور حضرت دیوان سید آلِ رسول صاحب سجادہ نشین کے ماموں جان حضرت قبلہ دہلوی صاحب کے مہمان ہوئے بڑی شان کے بزرگ تھے۔

طبیعت میں استغنا تھا جس طرح لوگ عربوں کی مدد کرتے ہیں نذرانہ پیش کرتے ہیں ان کو بھی پیش کرتے مگر وہ کسی کا کچھ قبول نہ فرماتے اور فرماتے ہیں فارغ البال ہوں مجھے روپے پیسے کی ضرورت نہیں ہے ان کے اس استغنا اور طویل سفر پر تعجب ہوا عرض کیا حضور اس طویل سفر کا مقصد کیا تھا۔؟ فرمایا مقصد تو بڑا عظیم تھا مگر حاصل نہ ہوا۔ ۲۵ صفر ۱۳۴۰ھ کا واقعہ ہے میری قسمت بیدار ہوئی خواب میں حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی زیارت سے مشرف ہوا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حاضرِ خدمت ہیں۔ ایک خاموشی اور سکوت طاری ہے معلوم ہوتا ہے کسی کا انتظار ہے میں نے بارگاہ سرکارِ رسالت میں عرض کیا فداکَ اَبیِ وَاُمّیِ کس کا انتظار ہے۔؟ ارشاد فرمایا۔ احمد رضا کا انتظار ہے میں نے عرض کیا احمد رضا کون ہیں فرمایا ہندوستان میں بریلی کے باشندے ہیں۔ بیداری کے بعد تحقیق پر معلوم ہوا کہ مولانا شاہ احمد رضا خاں صاحب بڑے ہی جلیل القدر عالم باعمل ہیں۔ مجھے مولانا کی ملاقات کا شوق یہاں لایا۔ یہاں آکر معلوم ہوا کہ اسی دن ۲۵ صفر کو آپ کا وصال ہو گیا ہے۔"

سبحان اللہ ؎ اپنے کرم کا جب وہ صدقہ نکالتے ہیں
ہم سوں کو پالتے ہیں اور ایسا ہی پالتے ہیں
(صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین)

وہ عشاقِ ذیشان کا مقتدیٰ

(نذرانہ عقیدت۔ محمد الطاف عمران۔ تصحیح پروفیسر محمد اکرم رضا صاحب)

الٰہی ہمیں کر وہ عظمت عطا
کوئی پھر سے پیدا ہو احمد رضا

ہاں وہ پاسبانِ مقامِ نبی
ہاں وہ رہبرِ بزمِ اہلِ وفا

وہ ایمان عالی کی شرحِ حسیں
وہ عشاقِ ذیشان کا مقتدیٰ

ملا جس سے عشقِ نبی کا سبق
وہ جس سے منور چراغِ ہدیٰ

امامِ اہلِ سُنّت کا وہ بالیقیں
غلامانِ احمد کا وہ راہنما

نبی کی شریعت کا وہ پاسدار
سراپا عمل جس کی اک اِک ادا

مری اس سے الطاف نسبت ہے یہ
ہوں مَیں بھی محمدؐ کا مدحت سرا (صلی اللہ علیہ وسلم)

مسلمانانِ ہند کی شیرازہ بندی میں

فاضلِ بریلوی کا کردار

جسٹس اجمل میاں صاحب، جج سپریم کورٹ آف پاکستان

امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کی ذات سے کون واقفیت نہیں رکھتا۔ ان کی ہستی وہ ہے جس نے مسلمانانِ ہند کی از سرِ نو شیرازہ بندی کی اور ان کے لئے ایک واضح لائحہ عمل متعین کر کے منزلِ مقصود سے ہمکنار کیا۔

اگرچہ ہم ایک متحد قوم بن کر پاکستان میں رہنا چاہتے ہیں اور پاکستان کا وقار دنیا میں بلند دیکھنا چاہتے ہیں تو ہم کو اپنے مذہب سے سچے معنوں میں وابستگی پیدا کرنا ہوگی۔ پاکستان مذہب کے نام سے وجود میں آیا تھا اگر ہم مذہب سے لاتعلقی اختیار کریں گے تو اس کا نتیجہ یہی ہوگا جو ہم آجکل پاکستان کے کچھ حصے میں دیکھ رہے ہیں ایک بھائی دوسرے بھائی کا دشمن اور خون کا پیاسا بنا ہوا ہے۔ مذہب سے صحیح معنوں میں تعلق اسی صورت میں پیدا ہو سکتا ہے کہ اپنے انبیاء کرام اور بزرگانِ دین کی یاد میں مجالس کا برابر انعقاد کریں اور ان کے بنائے ہوئے اصولوں کو اپنائیں۔

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں ناکامی نے مسلمانانِ ہند کو جن مشکلات سے دوچار کیا اس میں سیاسی، معاشی معاشرتی دینی اور علمی بے چارگی سے دوچار ہونا مشکل تھا یہ مسلمانانِ ہند کی تاریخ کا ایک المناک باب ہے کہ ان پر نہ صرف معاشرتی ماحول تنگ کر دیا گیا تھا بلکہ ان پر روزگار کے تمام دروازے اس طرح بند کر دیئے گئے تھے کہ ان کا وجود عدم وجود میں تبدیل ہو گیا تھا۔ ان کے سیاسی معاشرتی اور معاشی استحصال کے ساتھ ساتھ ان کے دین و ایمان کو بھی تباہ و برباد کرنے کی کوششیں شامل تھیں۔ اس کار بد میں مقامی اکثریت جو ایک طویل عرصہ تک مغلوب اقلیت کی محکوم رہی تھی نے پورا پورا حقِ نمک ادا کیا، مسلمانانِ ہند کو پوری منشترکہ قوت اور توانائیوں کے ساتھ سیاسی افراتفری، طوائف الملوکی اور معاشی بدحالی کا شکار بنایا جا رہا تھا مسلمان نئے نئے فرقوں میں تقسیم ہو کر اپنی متحدہ قوت کو جوان کی سرفرازی کا امتیازی نشان تھا۔ زائل کر رہے تھے۔ ان کے دلوں سے خدمتِ دین و ایمان اور حبِ رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو ختم کرنے کے لئے کسی قسم کا دقیقہ فروگذاشت نہ رکھا گیا۔

ان حالات میں روہیل کھنڈ (بریلی یو پی بھارت) کے ایک معزز افغان گھرانے میں ۱۰ شوال ۱۲۷۲ھ بمطابق ۱۴ جون ۱۸۵۶ء کو مولانا احمد رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت ہوئی۔ آپ کے والد مکرم نے آپ کا نام نامی اسم گرامی "محمد" رکھا اور جد امجد نے "احمد رضا" اور خود فاضل بریلوی نے "عبد المصطفٰے" کا اضافہ کیا۔

مولانا احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بڑی تیزی کے ساتھ تحصیلِ علم کے مدارج طے کئے روایات کے مطابق آپ نے سن ۱۸۶۰ء میں قرآن مجید ختم کیا۔ ۱۸۶۸ء میں پہلی عربی تصنیف کی، ۱۸۶۹ء میں شعبان کے مہینے میں آپ کو دستارِ فضیلت سے سرفراز کیا گیا۔ آپ نے فتویٰ نویسی کی باقاعدہ اجازت ۱۸۷۶ء میں حاصل کی آپ علم تفسیر و حدیث، فقہ، منطق، نجوم، جفر، ریاضی، تاریخ اور نعتیہ شعر و شاعری وغیرہ میں ایک کامل استاد کی حیثیت رکھتے تھے۔ آپ کو اردو، عربی اور فارسی پر کامل دسترس حاصل تھی، آپ نے اصلاحِ رسوم پر پوری توجہ مرکوز کی۔ گستاخانِ رسول (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) کی تحریروں پر گرفت کی۔ آپ کا عظیم کارنامہ یہ تھا کہ علوم اسلامی فقہ و حدیث کی درس و تدریس کی، اور بے شمار موضوعات پر تصنیف و تالیف کی۔ فتنۂ انکارِ ختمِ نبوت کی بیخ کنی کی اور تحفظِ ناموس رسالت کے لئے شبانہ روز کاوش کی۔ دین و عقائد اعمال کا مجموعہ ہیں اور آپ دونوں پر مجددانہ بصیرت رکھتے تھے۔ آپ احکامِ شریعہ کے تمام جزئیات پر دسترس رکھتے تھے۔ آپ کے فتاویٰ کا مجموعہ "فتاویٰ رضویہ" جو بارہ جلدوں میں ہے اور جس میں فقہ حنفی سے متعلق تمام موضوعات پر جامع بحث کی گئی ہے۔ رہتی دنیا تک آپ کی منفرد شخصیت کی عکاسی کرتی رہے گی۔

آپ کی شخصیت حبِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ضیاپاشیوں سے منور تھی۔ آپ کی نعتیہ شاعری اس کا جیتا جاگتا ثبوت ہے جس کا ہر مصرع اور شعر عشقِ رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے نور سے منور ہے۔ علوم قرآن و تفسیر کا ناقابل تردید

شاہکار آپ کا ترجمۂ قرآن "کنز الایمان" ہے جو نہایت سلیس ہونے کے ساتھ عام فہم اور ایک عام آدمی کے لئے مشعلِ راہ ہے۔

آپ کی شخصیت ہی کے طفیل مسلمانانِ ہند میں تجدید دین کا احساس، قومی یکجہتی و اتحاد کی برکتوں کی اہمیت اور سیاسی بصیرت کا شعور بیدار ہوا جس نے ان کی مائل بہ انحطاط قوت کو استحکام بخشا اس طرح انہوں نے سیاسی معاشی دینی اور ملی پراگندگی پر قابو پاکر دنیا کی دو انتہائی متعصب مقتدر قوتوں کا مقابلہ کرکے اپنے لئے ایک نئے ملک کا وجود مذہب کی بنیاد پر دنیا سے تسلیم کرایا۔

یہ میری خوش قسمتی ہے کہ مجھے اس تقریب پُر سعید میں شرکت کا موقع ملا جو اس عظیم ہستی کے متعلق تھی اور یہ جان کر نہایت مسرت ہوئی کہ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا (رجسٹرڈ) کراچی ہر سال "امام احمد رضا کانفرنس" منعقد کراتا ہے نیز امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ پر گراں قدر کتابیں بھی شائع کرتا ہے ادارہ کی یہ خدمات قابلِ تحسین ہیں۔

میری اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس نازک دور میں جب انسان سائنس کے ذریعے وسائل پر دسترس حاصل کرکے مذہب سے روگردانی اختیار کرکے اپنے تقسیم در تقسیم کے کربناک عذاب سے گذر رہا ہے، ہمیں سلفِ صالحین کی کاوشوں پر عمل پیرا ہوکر انسان کی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں مذہب کی بنیادی اہمیت کو جو اس کی بزرگ اور شخصی تشخص کا ضامن ہے پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

گذشتہ صفحہ ۲۳ سے پیوستہ

[۱] المائدۃ ۵ آیت ۳۵ - [۲] ترمذی شریف ابواب التفسیر ص ۴۲۹ - [۳] مشکوٰۃ شریف ص ۴۴۶ - [۴] مشکوٰۃ شریف ص ۴۴۶ - [۵] مشکوٰۃ شریف ص ۳-۵۸۲ [۶] مشکوٰۃ شریف ص ۴۴۴ - [۷] مشکوٰۃ شریف ص ۴۴۷ - [۸] مرقاۃ المفاتیح، ج ۱۰، ص ۱۳ - [۹] مشارق الانوار فی فوز اہل الاعتبار ص ۵۹ - [۱۰] زاد المعاد، ج ۱، ص ۲۸ [۱۱] المستدرک، کتاب التاریخ، ج ۲، ص ۶۱۵ - [۱۲] ہدایۃ الحیاریٰ فی اجوبۃ الیہود والنصاریٰ ص ۴۹۳ - [۱۳] وفاء الوفا، ج ۳، ص ۸۹۹ - [۱۴] وفاء الوفا ج ۴، ص ۵-۱۳۷۴، [۱۵] مختصر سیرۃ الرسول ص ۶۹ - [۱۶] السیرۃ النبویہ، ج ۲، ص ۳۰۶ - [۱۷] الروض الانف ج ۲، ص ۳۰۶ - [۱۸] مختصر سیرۃ الرسول، ص ۲۲۳ [۱۹] المستدرک، ج ۱، ص ۵۱۹، [۲۰] السیرۃ النبویہ، ج ۱، ص ۱۷۹ - [۲۱] مواہب لدنیہ ج ۸، ص ۳۲۲ - [۲۲] المعجم الصغیر ص ۱۰۳ - [۲۳] الاستیعاب ج ۲، ص ۴۶۴ - [۲۴] البدایۃ والنہایہ، ج ۷، ص ۹۱ - [۲۵] البدایۃ والنہایہ ج ۶، ص ۳۲۴ - [۲۶] فتوح الشام، ج ۱، ص ۱۹۶ - [۲۷] فتوح الشام ج ۲، ص ۲۱۸ - [۲۸] سنن دارمی، ج ۱، ص ۴۳ - [۲۹] الاذکار، ص ۲۷۱ - [۳۰] الاذکار ص ۲۷۱ - [۳۱] الاستیعاب علی الاصابہ، ج ۳، ص ۵۸۶ [۳۲] البدایۃ والنہایۃ ج ۸، ص ۱۹۳ - [۳۳] صحیح البخاری ج ۱، ص ۱۳۷ - [۳۴] عمدۃ القاری، ج ۷، ص ۳۲ - [۳۵] استیعاب ج ۲، ص ۹۹ [۳۶] الطبقات ج ۷، ص ۴۴۴

غور فرمایئے

المرسلہ: جمیل اختر برکاتی پورنوی

❁ پانی کے برتن میں ہاتھ کو بغیر دھوئے نہ ڈالئے کیونکہ پھر وہ پانی وضو و غسل کے قابل نہیں رہتا۔ اسکو شریعت اسلامیہ کی روشنی میں مستعمل کہتے ہیں۔

❁ طہارت نصف ایمان ہے۔

❁ طہارت نماز کی کنجی ہے۔

❁ پاک رہنے والوں کو اللہ دوست رکھتا ہے۔

❁ اپنے بچوں کو کھڑے کھڑے پیشاب کرنے سے منع کیجئے ان کو سمجھایئے کہ تم انسان ہو، گھوڑے یا گدھے نہیں۔

❁ ناپاکی کی حالت میں موت آگئی تو سمجھ لو کہ سخت پریشانی ہوگی۔ موت کی تکلیف یہ ہی کیا کم ہے اس پر ناپاکی کی جلے پر نمک کا کام کریگی۔

زندگی کے روز و شب

سید وصی مظہر ندوی
سابق وفاقی وزیر
حکومت پاکستان

حضرت مولانا احمد رضا خاں محض اختلافی مسائل پر لکھنے والے یا کوئی مناظرہ کرنے والے معمولی قسم کے ایسے عالم نہیں تھے جن کا کام صرف مناظرہ بازی ہوتا ہے، بلکہ کوئی سا بھی علم ایسا نہیں ہے کہ جس میں انھوں نے دادِ تحسین وصول نہ کی ہو، اور اس میں ہمارے علماء و اسلاف کی جو جامعیت کی شان ہے اس کا مظاہرہ نہ کیا ہو۔ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھیں، حضرت علامہ ابن جوزی کو دیکھیں اور دوسرے بزرگوں کو دیکھیں کہ ان کی تصانیف جو انھوں نے لکھی ہیں، آج کے بڑے بڑے ادارے مل کر ان تصانیف کی تخلیق نہیں کر پاتے جو ان بزرگوں نے تنہا اور بغیر کسی مادی وسیلے کے سرانجام دیئے ہیں اور ہمیں ان کے ان کارناموں پر تعجب ہوتا ہے کہ کیسے انھوں نے یہ کارنامے سرانجام دیئے۔ لیکن دورِ حاضر میں حضرت شاہ احمد رضا خاں کی ہستی نے ہمارے سامنے ایک علمی نمونہ پیش کر دیا ہے۔ جس سے ہم یقین کر سکتے ہیں کہ جو کچھ ہمارے بزرگوں نے کیا ہے یقیناً وہ کوئی ایسی بات نہیں ہے کہ جس پر حیرت یا شک کا مظاہرہ کیا جائے۔ صوفیا کا ایک قول ہے۔ "الوقت السیف" کہ وقت ایک تلوار ہے یہ تلوار ایسی ہے کہ اگر آپ اسے استعمال کریں تو اپنے دشمنوں کو اس سے زیر کر سکتے ہیں۔ لیکن اگر آپ اس کی طرف سے غفلت برتیں گے تو یہ تلوار آپ کو کاٹ کر رکھ دے گی اور ان بزرگوں کا اصل کارنامہ یہی ہے کہ انھوں نے وقت کا صحیح استعمال کیا۔ دیکھئے ان کی زندگی کے ایام اور ان کی زندگی کا دور کوئی ایسا دور نہیں ہے جو عام انسانوں کے دور سے مختلف ہو۔

۱۸۵۶ء میں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی ولادت ہوئی اور تقریباً ۶۵ سال کی انھوں نے عمر پائی۔ یہ ایسی عمر ہے کہ عام طور پر لوگ اتنی زندگی گزار لیتے ہیں۔ لیکن جس طرح انھوں نے اپنی زندگی کے روز و شب کا ایک ایک لمحہ استعمال کیا ہے اور جس طریقے سے انھوں نے علم کے لئے استعمال کیا اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ تقریباً ایک ہزار سے زائد ان کی تصانیف ہیں اور مختلف موضوعات اور شعبوں سے ان کا تعلق ہے ان کی جامعیت اس بات کی آئینہ دار ہے کہ یہ اس سرکارِ مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق اور غلام ہیں کہ جس کی جامعیت کو تمام انسانوں کے لئے اسوۂ حسنہ قرار دیا گیا ہو جو جامعیت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں پائی جاتی ہے۔ اگر اس کی کوئی جھلک ان کے کسی غلام کے یہاں نظر آئے تو یہ کوئی تعجب کی بات نہیں اور یہی جامعیت ہمیں مولانا احمد رضا خاں کی زندگی میں نظر آتی ہے۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ حیرت ہوتی ہے کہ جب وہ سادہ کلام کہنے پر آتے ہیں تو پہلے مجتمع کہہ جاتے ہیں مثلاً ان کی یہ مشہور نعت

سب سے اولیٰ و اعلیٰ ہمارا نبی ۔ سب سے بالا و والا ہمارا نبی

کس قدر سادہ ہے کہ اردو کا ایک عام شخص اس کے ایک ایک بول کے اندر اپنے دل کے تاروں کو متحرک ہوتے ہوئے دیکھتا ہے۔

اور جب اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا علیہ الرحمہ صنائع بنانے کے کمالات دکھانا چاہیں تو قافیے اور ردیف میں ایسے کمال کا مظاہرہ کرتے ہیں کہ ان کی وہ مشہور نعت جس کو سن کر کم از کم میں کبھی صبر نہیں کر سکتا جس میں وہ کہتے ہیں ؎

لَمْ یَاْتِ نَظِیْرُکَ فِیْ نَظَرٍ مثلِ تو نہ شد پیدا جانا
جگ راج کو تاج تورے سر سوہے تجھ کو شہِ ہر دو سرا جانا

کمال ہے حیرت ہوتی ہے کہ کس قدر اس ہستی کو اللہ تعالیٰ نے الفاظ پر قدرت دی تھی کہ لگتا ہے کہ تمام الفاظ اپنے تمام تر ظاہری و باطنی محاسن کے ساتھ موتیوں کی لڑی جیسے پروئے ہوئے ہیں اور جس لفظ کو جہاں حکم دیا جاتا ہے اس طرح سے نگینے کی طرح کھڑا ہو جاتا ہے کہ جیسے اسی جگہ کے لئے یہ لفظ وضع کیا گیا ہو۔

عام طور پر یہ دیکھا گیا ہے کہ جو لوگ شعر و شاعری میں اپنی زندگی گزار دیتے ہیں ان کا علم سے کوئی واسطہ نہیں ہوتا اور جو علم میں زیادہ مشغول ہوتے ہیں وہ بسا اوقات شاعری کے ذوق سے بھی محروم ہو جاتے ہیں لیکن یہ جامعیت ہمیں مولانا احمد رضا خاں علیہ الرحمہ کے یہاں نظر آتی ہے، اور اس بات پر کہ آپ کو شاعری میں کمال حاصل تھا آپ کا دیوان حدائقِ بخشش کے دونوں حصے دلالت کرتے ہیں اور علمیت دیکھنی ہے تو صرف مولانا کے فتاویٰ کی پہلی جلد یعنی فتاویٰ رضویہ جلد اول کا عربی خطبہ دیکھ لیا جائے تو پھر اہلِ علم ہماری اس بات کو مبالغہ نہیں بلکہ آئینہ حقیقت ماننے پر مجبور ہو جائیں گے کہ ہاں آپ ایسے ہی تھے جیسا کہ میں نے کہا ہے۔

مولانا احمد رضا خان

حکیم محمد سعید

(چیئرمین ہمدرد فاؤنڈیشن)

برصغیر ہندو پاک میں انیسویں صدی کے اوائل سے بیسویں صدی کے نصف اوّل تک کا عہد سیاسی علمی اقتصادی اور معاشرتی اعتبار سے بڑا پرآشوب عہد گزرا ہے۔ ایک تو سلطنت کے خاتمے کا المیہ تھا، دوسرا معاشرتی ڈھانچوں کی شکست و ریخت کا تھا، تیسرا مذہبی فکر و عقیدے کے نظام پر حملہ تھا۔ جو نصرانیوں اور ہندوؤں، دونوں کی طرف سے جاری تھا۔

لیکن یہ بھی اللہ تعالےٰ کی بہت بڑی مصلحت تھی کہ اس نے اپنے دین اور دینی علوم کے حفظ و بقا کے لیے ہندوستان کے گوشے گوشے میں ایسے عالم، فقیہہ اور مجتہد پیدا کیے کہ بلاد اسلامیہ میں ان کی نظیر نہیں ملتی۔

ایسے ہی نادر الوجود علماء میں مولانا احمد رضا خاں بھی تھے جنھوں نے اپنی فقہی بصیرت اور علوم قرآنی میں اپنی مہارت کی بنا پر مختصر مدّت میں ایک ہزار سے زیادہ تصانیف پیش کیں، معاشرے میں جہاں اسلامی اقدار پر ضرب پڑتی دیکھی اسے مخالفین کی ایک سازش تصور کر کے مقابلے کی ایک اجتماعی فضا پیدا کی کہ سارا مسئلہ سیاسی زوال کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے۔

مولانا کا سب سے بڑا اور منفرد کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے عشق نبوی کو ایک قوت سے تعبیر کر کے مسلمانوں کے قلوب کو اس کے سوز و تپش سے معمور کر دیا اور ذات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلق رکھنے والی ہر چیز خواہ علم ہو، سنت ہو، ہدایت ہو، تمام مسلمانوں کے لئے متاع بے بہا بن کر رہ گئی، ایسے وقت میں علوم اسلامیہ کو پوری آب و تاب کے ساتھ زندہ رکھنا اور اجتماعی طور پر ذات نبوی سے قلبی تعلق کے قیام کی ضرورت اور اہمیت پر زور دے کر ایک انقلاب آفرین کارنامہ انجام دیا اگر غور کیا جائے تو یہ حفظ ملت کی بڑی مؤثر تدبیر ہے اور ہر طرح کے زوال کے باوجود علوم اسلامیہ کے فروغ کا بہت بڑا راز بھی یہی ہے۔

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کی تشریح

مولانا مظفر احمد رضوی داتا گنجوی

کلمۂ طیبہ کے دو جز ہیں۔ اول لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کلمۂ توحید ہے اور دوسرا جز مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ (صلی اللہ علیہ وسلم) کلمۂ رسالت ہے۔ دونوں جز ملکر کلمۂ طیبہ یا کلمۂ اسلام کہلاتے ہیں۔ یہی وہ کلمۂ مبارک ہے کہ غیر مسلم کو مسلمان ہونے یا مسلمان کو اپنا اسلام ظاہر کرنے کے وقت اس کلمۂ مبارکہ کا زبان سے ادا کرنا ضروری ہے۔ لہٰذا مسلمانوں کو چاہئیے کہ اس کے پورے پورے معنیٰ سمجھ لیں اور اسے اچھی طرح اپنے دل میں محفوظ رکھیں۔

کلمۂ توحید

پہلے کلمۂ توحید کو سمجھ لینا ضروری ہے کہ چونکہ تمام ایمانیات میں سب سے مقدم خدا تعالیٰ کی توحید پر ایمان لانا ضروری ہے۔ توحید کا ترجمہ ہے اللہ تعالیٰ کو ایک ماننا۔ ایک جاننا اور ایک یقین کرنا۔

توحید کی دو صورتیں

۱ؔ توحید بہ اعتبار وجوب وجود
۲ؔ توحید بہ اعتبار معبودیت

کلمۂ جلالت اللّٰہ یہ توحید وجوب وجود پر دلالت کرتا ہے۔ اس لئے کہ اللہ اس ذات مقدس کا نام ہے جو واجب الوجود ہے۔ اور تمام اچھی صفتوں سے متصف ہے۔ اللہ اس ذات کا نام ہے جس میں تمام صفات کمال جمع ہیں۔ اور وہ خود ہے۔ اسی لئے اُسے خدا کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ایک ہے اس کے سوا کوئی اور اللہ یعنی معبود برحق مستحق عبادت نہیں۔ اور نہ کوئی اس کی ذات اور صفات اور اسماء اور افعال اور احکام میں شریک ہے۔ اللہ تعالیٰ واجب الوجود ہے۔ یعنی اس کا وجود ضروری ہے اور عدم یعنی نہ ہونا محال ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ کبھی فنا نہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ میں تمام خوبیاں و صفات کامل جمع ہیں اور وہ ہر عیب اور نقصان کی چیز سے بلکہ ہر اس بات سے جس میں نہ کمال نہ نقصان پاک ہے —— اس میں ایسی باتیں ہونا محال ہیں جیسے دغا، فریب، جھوٹ، ظلم۔ جہل۔ بےحیائی۔ وغیرہ بُری اور عیب کی باتیں۔ اللہ تعالیٰ کے تمام نام صفتیں ہمیشہ سے ہیں پیدا کی ہوئی اور نئی نہیں ہیں، اور نہ ان کے لیے ابتدا و انتہا ہے۔ جو کوئی انہیں پیدا کی ہوئی نئی بتادے وہ بے دین و گمراہ ہے۔

یہ تمام باتیں کہ واجب الوجود، ہمیشہ سے ہو، ہمیشہ رہے، تمام صفات کمالیہ سے متصف ہو اس کا وجود اور اس کی صفتیں کسی کی دی ہوئی نہ ہوں، ایک کے سوا دوسرے میں پایا جانا محال ہیں۔ اس لئے ثابت ہوا کہ یہ تمام باتیں صرف ایک ہی ذات میں پائی جا سکتی ہیں۔ نہ کہ دو میں۔ یعنی وہ ایک ہے اور اسی کو اللہ کہتے ہیں۔

یہ توحید بمعنی وجوب وجود ہے جو صرف کلمۂ جلالت (اللہ) سے معلوم ہوئی۔ اسی واسطے اس کلمہ میں اللہ لایا گیا نہ الرحمٰن، الرحیم، الملک وغیرہ تاکہ توحید وجوب وجود بھی اسی کلمہ سے معلوم ہو جائے۔

شرک اس توحید کے مقابلہ میں شرک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی چیز کو واجب الوجود اور اس کی صفتوں کو قدیم ماننا۔ اس کو شرک فی وجوب الوجود کہتے ہیں۔

ایمان مسلمان کو جو ایمان رکھنا چاہیئے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کی صفتوں کے سوا کسی کے وجود یا اُس کی صفتوں کو خدا کا پیدا کیا ہوا اور خدا کا عطا کیا ہوا سمجھے۔ اس لئے کہ خداوند تعالیٰ نے ہی عالم کے ذرہ ذرہ کو پیدا فرمایا اور جو جن صفتوں کے لائق تھا اُس کو وہ صفتیں عطا فرمائیں۔ خدا کی بخشی ہوئی صفتوں میں ایمان ہے، نبوت و رسالت ہے صدیقیت و شہادت ہے، صلاح و ولایت حیات و علم ہے، قدرت و تصرف ہے، مشیت و ارادہ ہے، سمع و بصر ہے، تکلم اور اُس کی حقانیت و صداقت ہے۔ دولت و امارت ہے، حکومت و سلطنت ہے۔ عجیب و غریب چیزوں کی ایجاد و صنعت، عظمت و شوکت ہے، وغیرہ وغیرہ۔

فرشتوں میں انسانوں میں جنات میں ان صفتوں کے ظہور موجود ہیں۔ اور اُن کی یہ صفتیں عطائی ہیں خدا کی بخشی ہوئی ہیں۔ خداوند تعالیٰ نے اپنے بندوں میں سے جس کو جس صفت کے لیے مناسب جانا وہ صفت عطا فرمائی جس قدر صفتوں کے لائق جانا اُس قدر دیں، جب ایسی ذات

جو واجب الوجود ہو اور تمام صفات کمالیہ سے متصف ہو اور اس کی ذات اور اس کی صفات کسی کی عطا کی ہوئی نہ ہوں صرف ایک ہی ہے تو وہی ایک مستحق عبادت ہے اور لائق پرستش۔ اسی کو توحید معبودیت کہتے ہیں اور اسی توحید کے لیے یہ کلمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ نازل فرمایا گیا۔

شرک اس کے مقابلہ میں شرک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی چیز کو معبود سمجھنا، مستحق عبادت جاننا اس کو شرک فی العبادات کہتے ہیں۔

ایمان اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں میں سے خاص خاص بندوں کو عظمت و بزرگی عطا فرمائی ہے اور ان کی تعظیم و تکریم بجالانے کا حکم فرمایا ہے۔ جس کے لیے جو طریقہ تعظیم و تکریم کا بتایا اس طریقے سے معظم سمجھنا ایمان ہے۔

عبادت اور تعظیم آیئے یہاں پر عبادت اور تعظیم کا فرق بھی ذکر کرتے چلیں۔ چونکہ بہت سے حضرات اس فرق کو نہ سمجھنے کی وجہ سے غلطی کر جاتے ہیں اور بہت سی چیزوں کو بلا وجہ شرک کہہ کر مسلمانوں کو مشرک بنانا شروع کر دیتے ہیں۔ بلکہ شیطان اسی وجہ سے مردود بارگاہِ الٰہی ہوا کہ اس نے عبادت و تعظیم میں فرق نہ سمجھا اور حکم خدا کے برخلاف کیا۔

عبادت کے معنی ہیں کسی کو معبود سمجھتے ہوئے اس کی تعظیم بجالانا اور اس کے سامنے اپنی عاجزی و خشوع و خضوع کو پیش کرنا۔ یہ غیر خدا کے لئے شرک ہے۔

تعظیم:- کسی کی صرف تعظیم بجالانا اور اس کو معبود نہ سمجھنا۔ یہ مطلق تعظیم جائز ہے۔ بلکہ کہیں کہیں فرض و واجب ہے۔ یہ نہ عبادت ہے اور نہ شرک۔ اس واسطے کلمۂ توحید میں لفظ "اِلٰہ" لایا گیا جو معبود کے معنی میں ہے۔ اور لفظ معظم لاکر نفی نہ فرمائی کہ لا معظم الا اللہ (اللہ کے سوا کوئی قابل تعظیم نہیں) تاکہ معلوم ہو جائے کہ معبود سمجھ کر غیر خدا کی تعظیم بجالانا شرک ہے۔

کسی کو صرف معظم (تعظیم کے لائق) سمجھنا اور اسکی تعظیم و تکریم کرنے کا اللہ نے اظہار فرمایا بلکہ حکم دیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے فرمایا کہ:-

وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ (پ ۹)

نیز فرمایا:-

وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ (پ ۲۶)

رسول کریم کی تعظیم و توقیر بجالاؤ۔

حضرات ملائکہ کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے متعلق ارشاد الٰہی ہے:-

عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ (پ ۱۷)

عظمت والے بندے ہیں۔

مسلمانوں کے لئے فرمان الٰہی ہے:-

اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ (پ ۲۶)

بیشک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے۔

شعائر اسلام کے لئے خدا تعالیٰ فرماتا ہے،

وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ (پ ۱۷)

اور جو اللہ کے نشانوں کی تعظیم کرے۔

وَمَنْ يُّعَظِّمْ حُرُمٰتِ اللّٰهِ (پ ۱۷)

اور جو اللہ کی حرمتوں کی تعظیم کرے۔

آقائے کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:-

مَنْ لَّمْ يُوَقِّرْ كَبِيْرَنَا۔ (مشکوٰۃ)

جو بڑے کی تعظیم و توقیر نہ کرے وہ ہماری جماعت سے نہیں۔

یہ تمام چیزیں غیر خدا ہیں اور مستحق تعظیم ہیں۔ قرآن کریم اور حدیث میں ان کے معظم ہونے کا ذکر ہے۔ تو معلوم ہوا کہ عبادت اور ہے اور تعظیم اور۔ اور غیر خدا کی تعظیم و تکریم جائز ہے۔ مسلمان معظمین حضرات کو صرف معظم سمجھتا ہے اور تعظیم بجالاتا ہے اور معبود نہیں جانتا اور نہ ہی جاننا چاہیے۔ معبود تو صرف ایک ہی ہے۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ

افعال تعظیم بہت سے اعمال و افعال ایسے ہیں جن کو شریعت مطہرہ نے تعظیم کے لیے مقرر کیا ہے مثلاً ادب سے کھڑا ہونا۔

۲ ادب سے جھکنا یا سجدہ کرنا۔

۳ ادب سے بیٹھنا۔

۴ ہاتھ باندھنا وغیرہ

یہ سب تعظیم کے افعال ہیں۔ یہ افعال کسی کے لیے ادا کئے جائیں اور معبود سمجھ کر ادا کئے جاتے تو عبادت کہلائیں گے ورنہ صرف تعظیم۔

ہاں ان چیزوں میں سے بعض وہ چیزیں بھی ہیں جن کے ساتھ غیر خدا کی تعظیم بجالانا شریعت محمدیہ میں حرام ہے۔ جیسے کوئی تعظیم کے لئے حدِ رکوع تک جھکے یا سجدہ کرے۔ اگر کوئی ایسا کرے گا تو گنہگار ہوگا۔ اگرچہ شرک نہ ہوگا۔ اس لئے کہ شرک بغیر معبود سمجھے نہیں ہو سکتا۔ اور ان میں بعض چیزیں وہ ہیں جن کے ساتھ غیر خدا کی تعظیم و تکریم درست ہے۔ جیسے تعظیم کے لیے کھڑا ہونا۔ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ

[illegible]
کے لیے کھڑے ہونے کا حکم فرمایا۔ اور حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کھڑی ہو جاتی تھیں۔

(مشکوٰۃ شریف)

نماز اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت ——— اور تعظیم بجا لانے کے لیے کئی طریقے مقرر فرماتے ہیں۔ نماز۔ روزہ۔ حج یہ سب خدا کی عبادتیں ہیں۔ ان میں نماز بہت سے افعال تعظیم پر مشتمل ہے۔ اس میں قیام بھی ہے۔ رکوع و سجود بھی ہے۔ قعود بھی ہے، ہاتھ کا باندھنا بھی ہے۔ یہ سب تعظیمیں خدا کو معبود سمجھ کر ادا کی جاتی ہیں۔ اسی واسطے نماز کو عبادت کہتے ہیں۔

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

یہ کلمہ طیبہ کا دوسرا جز ہے۔ اور کلمہ طیبہ کا جز لاینفک ہے۔ یعنی جبتک رسالت پر ایمان نہ ہوگا توحید پر ایمان غیر مقبول ہوگا۔

؎ بجز حُبِّ محمد کامل ایماں ہو نہیں سکتا

مُحَمَّدٌ صلی اللہ علیہ وسلم اس ذات مبارکہ کا نام نامی اسم گرامی ہے جو حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیٹے اور حضرت عبدالمطلب کے پوتے ہیں۔

ہمارے سید و آقا کا مقدس نام محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہے۔ یہ نام قدرت الٰہیہ کی طرف سے خود آیت عظیم ہے۔ اس اسم پاک کی ترکیب لفظی اور معنوی پر غور کیجئے۔

یہ مُحَمَّدٌ۔ تَحْمِیْدٌ سے بنایا گیا ہے۔ ترکیب صرفی بتلا رہی ہے کہ یہ وزن تضاعف کیلئے ہے اور اسکے وزن کا صیغہ اپنی معانی پر باضعاف کثیرہ ملائی ہے۔ اب مادہ حمد (ح۔م۔د) پر غور فرمائیے۔ خلاصہ یہ کہ محمد حمد سے مشتق ہے اور اسم مفعول ہے اور اس کے معنے وہ ذات گرامی جسکی حمد نہایت کثرت و تضاعف کے ساتھ بار بار اور متواتر کی جائے۔ یعنی ہر آن ہر زبان جس کی نعت پڑھی جائے۔ گویا کہ جس کا مقدس نام آج کروڑوں اشخاص کی زبانوں پر جاری اور قلوب میں ساری ہے۔ وہ کون ہے جس کے مقدس نام کی نوبت شاہانہ مساجد کے بلند ترین میناروں سے سامعہ نواز ہے۔ وہ کون ہے جو اپنے افعال ——— اور اپنی تعلیم میں محمود ہے۔ وہ کون ہے جس کی رفعت فرش سے عرش تک ملی ہوئی ہے۔ وہ کون ہے جس کی تعلیم کی وسعت بحر و بر پر چھائی ہوئی ہے؟

بیشک وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اسم بھی محمد ہے اور مسمیٰ بھی محمد ہے۔ انہیں کے مقام شفاعت کا نام مقام محمود ہے۔ اور انہی کی امت حمادون کے لقب سے روشناس ہے۔ اسی کی لائی ہوئی کتاب کا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ سے افتتاح ہوتا ہے

رسالت کے معنی ہیں خدا کے پیغام۔ اُس کے احکام بندوں تک پہنچانا۔ محمد رسول کے معنی ہوئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم خُدا کے پیغام بندوں تک پہنچانے والے۔

نکتہ:۔ کلمہ طیبہ کا پہلا جز۔ تو اعلان مُصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء ہے اور کلمہ کا دوسرا جز۔ اعلان کبریا ہے۔ گویا کہ اے محبوب! تم میری توحید کا پرچم لہراؤ اور میں تمہاری رسالت کا ڈنکا بجاتا ہوں گویا کہ ؎

جنابِ محمد برائے الٰہی
جنابِ الٰہی برائے مُحَمد

ظاہر ہے کہ کسی انسان کو ہم اپنی طرف سے نہ رسول و نبی کہہ سکتے ہیں اور نہ مان سکتے ہیں جب تک کہ وہ نبی اپنی زبان سے اپنا نبی و رسول ہونا ظاہر نہ فرمائے۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ کسی کی بات قابلِ تسلیم نہیں ہو سکتی جب تک کہ کہنے والے کی صداقت نہ معلوم ہو۔

اسی لئے خدا تعالیٰ نے ہر اس ذات کو جس کو نبی و رسول بنانا چاہا بچپن سے ایسی پاک اور ستھری زندگی عطا فرمائی کہ اس کی کوئی ساعت ایسی نہیں گذری جو صداقت و حقانیت، امانت و عدالت، مروت، تقوے، صلاح اخلاق حسنہ، خدا ترسی و بے نفسی کے خلاف ہو۔ اسی واسطے انبیاء و رسل کو اُس وقت نبی و رسول بنا کر بندوں کے سامنے پیش کیا جب زندگی کا وہ حصہ جو زمانہ شر و رو فتن ہوتا ہے، صداقت و حقانیت، تقویٰ و صلاح وغیرہ سے بسر ہو گزر گیا تا کہ قوم اس دَور کا پورے طور سے مطالعہ کرے اور دعوئے نبوت کے وقت اس فیصلہ میں اُس کو کوئی اُلجھن نہ ہو کہ جس کی زندگی دعوئے نبوت سے پہلے اس قدر پاک اور بے گناہ رہی ہو وہ اَب دعوئے نبوت میں غلط بیانی اور کذب کلام سے کام نہیں لے سکتا۔

معلوم ہوا کہ دعوئے نبوت کے صداقت و حقانیت کی سب سے بڑی دلیل اُس نبی کی پاک اور بے گناہ زندگی ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام اور اُن کے بعد سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک تمام انبیاء و رسل کی زندگی ایسی ہی پاک اور ستھری زندگی گذری۔ بقیہ ص ۵۵ پر

(دوسری اور آخری قسط)

بریلوی مسلک تحقیق و تنقید کے آئینے میں

مولانا محمد شمشاد حسین رضوی صدر مدرس مدرسہ شمس العلوم بدایوں

بریلوی ایک علامتی نشان ہے

بریلوی ایک علامت ہے۔ ایک نشان ہے، اور ایک بین دلیل ہے۔ مگر کس مذہب کی۔ مذہب اہلسنت کی۔ حق و صداقت کا ایک نشان ہے، سواد اعظم کی ایک علامت ہے جو شخص حقیقی طور پر بریلوی ہوگا۔ یقینی طور پر اس کے دل و دماغ میں عشق و محبت کی تپش ہوگی وہ حق و صداقت کا علم بردار، یا ترجمان ہوگا، ان کی زبان یاد محبوب میں شادکام ہوگی، ان کی تحریر و تقریر میں بوئے عیدین.. محسوس ہوگی، اور جلوۂ محبوب اور اس کے حسن کے جادو سے وہ نہال ہوگا، کیونکہ اس شخص کی نگاہ میں مدینہ کے خار کے علاوہ کسی کی عظمت نہیں ہوگی، وہ مدینہ کے ذروں پر جنت کی بہاروں کو کبھی ترجیح نہ دیگا سچ ہے کہ ؎

سیر گلشن کون دیکھے دشتِ طیبہ چھوڑ کر
سوئے جنت کون جائے در تمہارا چھوڑ کر

بریلوی ہونا گویا مذہب اہلسنت کی علامت ہے یہ صرف میرا خیال نہیں ہے تمام اکابر علماء کا یہی نظریہ اور موقف ہے، آئیے حوالات کی روشنی میں اور ملاحظہ فرمائیں، سب سے پہلے ۱۹۲۷ء میں مولانا ثناء اللہ امرتسری نے اس موقف کی وضاحت اس انداز سے کی ہے وہ اپنی کتاب شمع توحید میں لکھتے ہیں کہ۔

امرتسر میں مسلم آبادی، ہندو سکھ وغیرہ کے مساوی ہے اسّی ۸۰ سال قبل سب مسلمان اسی خیال کے تھے جس کو آج کل بریلوی کہا جاتا ہے۔

اسّی ۸۰ سال قبل کا مطلب ہے کہ ۱۸۴۷ء میں یعنی اس وقت جب کہ اعلیٰحضرت پیدا بھی نہیں ہوئے تھے کیونکہ آپ کی تاریخ پیدائش ۱۸۵۶ء ہے، اس مذکورہ بالا عبارت کی روشنی میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ جن خیالات کی بنیاد پر بریلوی کہا جارہا ہے یہ وہی خیالات ہیں جو ۱۸۴۷ء مسلمانوں کے درمیان پائے جاتے تھے۔

حضرت مولانا مدنی میاں جو ہماری جماعت کے ایک عالم دین اور باصلاحیت مقرر ہیں وہ بھی اس نظریہ کی حمایت کرتے ہیں کہ بریلوی ایک علامت ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں۔

ان کی ذات گرامی تو بڑی چیز، ان کے شہر کی طرف اپنی ذات کا منسوب کرنا اہل ایمان اور اس کے عاشق رسول ہونے کی دلیل بن گئی، اب میں الحمدللہ مسلکاً

حنفی، نسبتاً جیلانی، مشرباً اشرفی، وطناً کچھوچھوی ہونے کے باوجود اپنے آپ کو بریلوی کہتے ہوئے فخر محسوس کرتا ہوں۔

اب تک جن علماء کی عبارت نقل کی گئی ہے وہ ہندوستان کے ہی علماء تھے، اب ذرا چلئے مکہ معظمہ کی طرف اور دیکھتے ہیں کہ وہاں کے علماء اس.. بارے میں کیا نظریہ رکھتے ہیں، سب سے پہلے آیئے مسجد حرام کی طرف ہم ایک ایسے عالم سے ملاقات کراتے ہیں جو نہایت ہی باصلاحیت اور ذی شعور عالم دین ہیں، باب السلام کے آس پاس بیٹھ کر درس حدیث دیا کرتے ہیں، وہ اعلیحضرت فاضل بریلوی کی کی ذات کو ہی معیار سنیت اور حق و صداقت کی کسوٹی قرار دیتے ہیں۔

اذا جاء رجل من الهند نسئله عن الشيخ احمد رضا خان فان مدحه علمنا انه من اهل السنة وان ذمه علمنا انه من اهل البدع هذا المعيار عندنا

ترجمہ:- کہ جب کوئی شخص ہندوستان سے آتا ہے توہم ان سے شیخ احمد رضا خاں کے بارے میں سوال.. کرتے ہیں، اگر وہ ان کی تعریف کرتا ہے تو ہم جان لیتے ہیں کہ وہ اہل سنت سے ہے، اور اگر ان کی برائی کرتا ہے تو ہم جان لیتے ہیں کہ وہ اہل بدعت سے ہے یہ ہی میرے نزدیک معیار ہے

ان الفاظ کو پڑھئے، اور بار بار پڑھئے کہ حضرت مولانا سید محمد مغربی رحمۃ اللہ علیہ کتنے.. واضح الفاظ میں اس حقیقت کا اعتراف کرتے ہیں، کہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی ذات ہی میرے نزدیک معیار حق و صداقت ہے، اور اہل سنت وجماعت میں سے ہونے کی علامت ہے، ان کی تعلیمات و نظریات پر جو عمل پیرا ہوگا وہی ان کی تعریف کرے گا اور جو نہیں ہے، ظاہر ہے وہ ان کی تعریف کسی بھی صورت میں نہیں کرے گا، اس سے واضح ہوا کہ جو ان کی تعلیمات پر عمل کرے گا، اور بریلوی مسلک کا ماننے والا ہے وہ حق و صواب پر ہے۔ ورنہ نہیں۔

بریلوی مسلک ہے یا کلچر؟

اب تک کی تحقیق و تنقید، یا اس کے تجزیہ سے واضح ہو گیا کہ (بریلوی) اسے وہ تعلیمات مراد ہیں جنہیں امام احمد رضا نے اپنی قوم کے افراد تک ارسال فرمایا اور جن پر چل کر قوم (بریلوی) کے نام سے موسوم ہوئی اس طرح امام احمد رضا فاضل بریلوی نے اپنی قوم اور اس کے افراد کے ذہن و دماغ کی نشو ونما میں حصہ لیا اور ان کی زندگی میں چار چاند لگائے، یہی وہ تعلیمات ہیں جنہیں آج کل ہم مسلک اعلیحضرت یا بریلوی مسلک سے موسوم کرتے ہیں، مگر کچھ لوگ ایسے ہیں جو اپنی نافہمی اور کوتاہ عقلی کی وجہ سے بریلوی مسلک کا انکار کرتے ہیں گویا ان کی نگاہ میں بریلوی مسلک نہیں ہے، بلکہ بریلوی کلچر ہے اور حقیقت یہ ہے بریلوی کلچر کہنے کی صورت میں بہت سے اعتراضات اور الزامات اس پر عائد ہونگے کہ اس کی دفاع مشکل ہوگی، اس بات پر ہم بعد میں گفتگو کریں گے، کہ اس وقت میری توجہ اس بات پر مرکوز ہے کہ.. بریلوی مسلک ہے اور مسلک ہی رہے گا، مسلک کیا ہے؟ اس کی توضیح کیا ہو سکتی ہے اس پر گفتگو کرنے سے قبل اس بات کو دھیان میں رکھنے کی ضرورت ہے کہ مسلک اور اسکول دونوں ہم معنی ہیں اور دونوں کے درمیان تساوی کی نسبت ہے کیونکہ اسکول حقیقت میں ان نظریات و تعلیمات کو کہتے ہیں جن سے اقدار کا تعین ہوسکے سماج اور معاشرے میں بہتری آئے، بچوں کے ذہن و دماغ کی نشوونما ہو، چند کمروں والی عمارت کا نام اسکول رکھدینا یہ مجازی اور

عرفی ہے، ایک سماج میں اسکول کیوں قائم کیا جاتا ہے، اور کس نظریات کے تحت لوگ اس کو اتنی اہمیت دیتے ہیں، عام طور پر تین قسم کے نظریات اسکول کے بارے میں پیش کئے جاتے ہیں۔

اوّل :- اسکول کا کام یہ ہے کہ سماج کے اقدار اور طرزِ عمل کے نمونوں کو سماج میں آئندہ آنے والے اراکین تک پہونچائے اس طرح اسکول کی ذمہ داری یہ ہے کہ سماج کے اقدار علوم و فنون، تہذیب و تمدن اور طرز عمل کو زندہ رکھے اور سماج کی حفاظت میں ایک اہم رول ادا کرے۔

دوم :- اور دوسرا نظریہ یہ ہے کہ سماج میں تبدیلی لانے کے کام میں براہ راست حصہ لے اور یہ ایک نیا سماجی نظام قائم کرے، اس کے لئے ضروری ہے کہ افراد کے خیال میں آزادی لائی جائے، اور ان کی فکر کو آزادی دی جائے، نیز ان کے اندر تنقیدی نقطہ نظر پیدا کی جائے۔

سوم :- تیسرا نظریہ یہ ہے کہ اسکول کو چاہیئے کہ سماج ثقافت میں سے خاص خاص چیزیں منتخب کرے اور انہیں افراد تک پہونچائے، اس میں جو چیزیں اچھی ہیں اس کا انتخاب کر کے لوگوں تک پہونچائے اور جو چیزیں بری ہیں، اس کو نظر انداز کر دے۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے مسلک اور ان کی تعلیمات نے ان تینوں نظریات کو حتی المقدور پورا کیا، اور سماج میں اپنا ایک الگ مقام پیدا کیا، امام احمد رضا نے اپنی تحریک کے ذریعہ کئی طرح سے سماجی .. زندگی اور معاشرتی و عمرانی حیات کی تعمیر میں حصہ لیا، اس پر گہری نظر سے مطالعہ کرنے کی ضرورت ہے، آیئے مسلک اعلیٰحضرت میں ان تینوں نظریات کو تلاش کریں، جن کے تحت اسکول کا قیام کیا جاتا ہے۔

جیسا کہ میں نے یہ واضح کر دیا ہے کہ امام احمد رضا کی ولادت سے قبل ۱۸۴۷ء میں مسلمانوں کے درمیان جو معمولات اور خیالات و نظریات پائے جاتے تھے جیسے، ولیوں کے مزارات پر حاضری، میلاد و فاتحہ جلسہ و جلوس عرس وغیرہ کی تقریبات، کھڑے ہو کر صلوٰۃ و سلام کا نذرانہ، اور عقائد و افکار جو سنی مسلمانوں کے درمیان موجود تھے امام احمد رضا نے اپنے مسلک اور اپنی تعلیمات میں اسے برقرار رکھا اور سماج کے اس طبقہ کی حفاظت فرما کر آپ نے قیام اسکول کے اولے نظریہ کو پورا کر دیا، سماج کے اندر جو خرابیاں، جو عیوب اور نقائص پائے جاتے تھے جیسے کہ جاہل پیر اور سجادہ نشیں نے قوالی مع مزامیر کو جائز قرار دیا ہے، اور عوام کا ایک طبقہ اپنے پیر، یا مرشد کے قدموں پر سجدہ ریز ہونے لگا، خرید و فرخت لین دین اور شادی بیاہ اور نکاح کی مجلس میں جو غلط طریقے رائج تھے کہ جن کی وجہ سے نکاح نکاح فضولی ہو جاتا تھا، امام احمد رضا نے ان سب کی اصلاح فرمائی ہے، ہر ایک پر آپ نے مستقل کتابیں لکھیں، اور ساتھ ہی ساتھ آپ نے اپنے شاگردوں کے ذریعہ ایک ایسا ماحول بنا دیا کہ اس ماحول کے تربیت یافتہ افراد کی نظر اتنی گہری ہو گئی تھی، اور ان کا ذہن اس قدر دور رسا اور نکتہ سنج ہو گیا تھا، کہ وہ کسی کے عمل یا کسی کے قول کو بے چوں چرا تسلیم کرنے کو تیار نہ ہوتے بلکہ سب سے قبل اسے شریعت کے روبرو پیش کرتے تھے اگر اس کی طرف سے اجازت ہوتی تو تسلیم کرتے ورنہ رد کر دیتے تھے، اس طرح امام احمد رضا فاضلِ بریلوی نے سماج سے عیوب و نقائص دور فرما کر ایک نیا سماج قائم کیا اور نئی تہذیب تمدن کی داغ بیل ڈالی، جو ایک مجدد ہی کی شان ہو سکتی ہے، یہ قیام اسکول سے

کے نظریۂ ثانی کی جھلک ہے جو آپ کی تعلیمات میں پائی جاتی ہے۔

تعلیماتِ اعلیٰحضرت فاضلِ بریلوی کا جو چوتھا طبقہ اوپر ذکر کیا گیا ہے اس میں جن اصلاحات کا ذکر ہے وہ اس بات کی دلیل ہے کہ یہ قیام اسکول کے تیسرے نظریہ کو پورا کر رہا ہے، اس تحقیق و تجربہ سے واضح ہو گیا، کہ امام احمد رضا نے جو تحریک چلائی، جو مشن جاری کیا وہ ایک اسکول ہے اور اس کی ذمہ داری کو پورا کر رہا ہے اس طرح یہ کہنے میں ہم حق بجانب ہیں کہ بریلوی ایک مسلک کا نام ہے، ایک مکتبۂ فکر ہے، جیساکہ حضرت علامہ ارشد القادری اپنی تحریر میں لکھتے ہیں۔

یہ بات اب محتاج بحث نہیں ہے کہ ہندو پاک میں اپنے آپ کو حنفی کہنے والے دو بڑے مکاتیب میں منقسم ہو گئے، بریلوی مکتبۂ فکر اور دیوبندی مکتبۂ فکر، شوکت صدیقی صاحب اپنے ایک مضمون میں لکھتے ہیں۔ کہ۔

بریلوی مسلمانوں کا کوئی فرقہ نہیں بلکہ ایک مکتبۂ فکر ہے جس کی بنیاد عشقِ رسول ہے ان کا سلسلہ حضرت اویس قرنی سے ملتا ہے جنہوں نے یہ سن کر کہ جنگِ احد میں رسول اللہ کا دندان مبارک شہید ہو گیا، اپنے تمام دانت بے قرار ہو کر توڑ دیئے تھے، برصغیر کے وہ تمام مسلمان جو اہلسنّت کہلاتے ہیں شاہ احمد رضا خاں کے مسلک سے براہِ راست تعلق نہ رکھنے کے باوجود اپنے رہن سہن، طور طریق اور مذہبی عقائد کے اظہار میں شاہ احمد رضا خاں کی تعلیمات کی تقلید یا اتباع کرتے نظر آتے ہیں۔

اب تک کی تحقیق و تنقید اور تجزیاتی مطالعہ سے یہ ثابت ہو گیا، کہ جو لوگ ہم اہلسنّت و جماعت کو بریلوی کہتے ہیں، کہنے دیجئے، کیونکہ بریلوی، سنّت کا ہم معنی ہے اور وہ ایک مسلک کا نام ہے ایک مکتبۂ فکر ہے مذہبِ اہلسنّت کی علامت ہے، وہ ہمیں بریلوی نہیں بلکہ سنی مسلمان کہتے ہیں ہمیں اس پر فخر کرنا چاہیے کیونکہ، سنی مسلمان ہی وہ فرقہ ہے جو جنتی اور نجات یافتہ ہے، مگر مجھے افسوس ایسے لوگوں پر ہے جو اپنی کم علمی اور بے رضا عتی کے ساتھ ساتھ اپنی کوتاہ عقلی اور نافہمی کی بنیاد پر بریلوی مسلک یا مکتبۂ فکر کا انکار کرتے ہیں، اور اس کی جگہ ایک نئے لفظ کا اضافہ کر کے بریلوی کلچر، کہنا اور لکھنا شروع کیا، میرے دوست و بریلوی کلچر، کہئے اور خوب کہئے، مگر کہنے سے قبل پس منظر و پیش منظر نشیب و فراز کے حالات کا جائزہ لے لیجئے، کہ کہیں اس لفظ کے کہنے سے ہمارا ہی دامن تو تار تار نہیں ہو رہا ہے، آئیے اور اس بات کا مطالعہ کریں کہ کلچر کیا ہے اور اس کا کیا معنی و مفہوم ہے۔

کلچر کا معنی و مفہوم

کلچر کا مفہوم اس قدر وسیع ہے کہ اس میں سماج، یا معاشرہ کی ہر چیز داخل ہے جو ایک سے دوسرے تک منتقل ہوتی ہے جیسے علم و ادب، فنون لطیفہ، آرٹ، صنعت و حرفت، مذہبی رسومات، قومی رسم و رواج، نئی نئی مشینوں اور برقی آلات و رہن سہن، بول چال، زبان و ادب، رقص و سرور، طب و حکمت اور موسیقی وغیرہ خواہ وہ مادی ہو یا غیر مادی، جب یہی کلچر ارتقائی صورت اختیار کر لیتا ہے، تو اسی کو تمدن کے نام سے موسوم کرتے ہیں، کلچر اپنے ابتدائی دور میں نہایت ہی سادہ تھا، جیسے بیل کے ذریعہ کاشتکاری کپڑے کی بنائی کرگھوں پر ہونا، مگر دھیرے دھیرے جوں جوں افراد قوم سائنسی تجربات و ایجادات سے آشنا ہوئے تو کلچر پیچیدہ در پیچیدہ اور متنوع ہونے لگا اور اب سائنس

کے طفیل میں اتنی مشینیں وجود پذیر ہو گئیں کہ وہ سماج کا ایک اہم اور لائق توجہ جز بن گیا، یہ کلچر اپنی ایک متعین ہیئت پر قائم نہیں رہتا ہے، بلکہ تغیر پذیر اور مختلف انقلابات سے بدلتا رہتا ہے اور یہ اس وقت وجود میں آتا ہے جب تکنیک اور اقدار و مقاصد کے درمیان عمل ردّ عمل کا سلسلہ شروع ہوتا ہے اور یہ روز مرہ کا مشاہدہ ہے کہ ہر آن تکنیک بدلتی رہتی ہے اور نئے نئے اقدار آتے رہتے ہیں، اور یہ بات پایۂ ثبوت کو پہونچ چکی ہے، کہ بریلوی تحریک، یا امام احمد رضا خاں کا مشن، یا ان کے تجدیدی کارنامے کی حقیقت صرف اور صرف مذہبی ہے، مذہب یا اس کے قائد کلچر کا جز ہے نہ کہ کل کلچر، جو لوگ اس کو بریلوی کلچر کا نام دیتے ہیں، گویا وہ دبی زبان میں اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ مذہب جز نہیں بلکہ کسی شہر کا وہ کلچر ہے اس طرح جو خرابیاں اور نقائص ابھر کر سامنے آئینگے، کہ اس کی دفاع قریب قریب ناممکن ہے۔

بریلوی کلچر اور اسکے مضر اثرات

بریلوی تحریک، بریلوی کلچر نہیں ہو سکتی ہے اس لئے کہ اس سے وہ انفرادیت اور امتیازی خصوصیت جو امام احمد رضا کی ہے وہ بالکل معدوم سی ہو کر رہ جائیگی، وہ کس طرح، یہ ایک واضح سی بات ہے کہ امام احمد رضا اپنے علم و فن اور طریقۂ استدلال، نیز اپنے نادر... تحقیقات و تدقیقات میں رہتے ہم عصر علماء کے درمیان ایک ممتاز حیثیت کے مالک ہیں، اور بریلوی کلچر کہنے میں یہ خصوصیت دب کر رہ جائیگی، کیونکہ بریلوی کلچر سے مراد وہ کلچر لیا جائے گا جس میں فلسفہ و سائنس کے رہنما مذہبی قائد اور صنعت و حرفت میں مہارت رکھنے والی شخصیات، سائنسی ایجادات و تجربات کے حامل سے سبھی برابر کے شریک ہوں، تو بتایا جائے کہ اس میں مذہبی تحریک، یا بریلوی تحریک کی کیا خصوصیت رہیگی ظاہر ہے کچھ بھی نہیں۔!! اسی طرح جب بریلوی کلچر کہا جائے گا تو اس سے مراد وہی معنی لیا جائے گا، جو معنی کہ لکھنوی کلچر، یا دہلوی کلچر نیز حیدر آبادی کلچر میں لیا گیا ہے، اور اس معنی میں رقص و سرود، موسیقی اور آداب موسیقی داخل ہیں تو بریلوی کلچر سے وہ تہذیب و تمدن مراد لیا جائے گا جس میں شعر و سخن رقص و سرور اور طربیہ مضامین داخل ہوں اس اعتبار سے فوراً ذہن کا تبادر اس طرف ہو گا کہ جو کلچر امام احمد رضا کی شخصیت کی طرف منسوب ہے اس میں ناچ گانا رقص و سرور مزامیر داخل ہے اور کلچر کی نسبت ان کی ذات کی طرف کرنے پہ ان چیزوں کی بھی نسبت ان کی ذات کی طرف ہوگی، اور بالضرور ہوگی اگر اس معنی کے اعتبار سے کوئی یہ کہے کہ امام احمد رضا بھی ان چیزوں کو بڑھاوا دے رہے ہیں تو بتایا جائے کہ اس کا جواب کیا ہو گا، باشندگانِ بریلی سے یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کہ بریلی میں ایک خوبصورت اور بہت ہی حسین اسٹیڈیم ہے جو سنیچے اسٹیڈیم کے نام سے مشہور و معروف ہے، جہاں آئے دن پروگرام ہوتے رہتے ہیں، کبھی شعر و سخن کی مجلس ہوتی ہے تو کبھی طربیہ محفل سجائی جاتی ہے، کبھی رقص و سرور کے لئے اسٹیج بنایا جاتا ہے تو کبھی ادبی سائنسی اور علمی سیمینار منعقد ہوتا ہے اور ان تمام پروگرام کو، کلچرل پروگرام کا نام دیا جاتا ہے اگر اس کا اناؤنسمنٹ اس طرح کرا دیا جائے، بریلی میں کلچرل پروگرام ہونے جا رہا ہے، اب بتایا جائے کہ اس سے مراد بریلوی کلچر لیا جائے گا یا کہ نہیں، بالکل بریلوی کلچر مراد لیا جائے گا تو پھر اس معنی مراد کے اعتبار سے بریلوی تحریک کی تقدیس و پاکیزگی برقرار رہیگی؟

انا فتحنا لک فتحا مبینا

تو ظاہر ہے کہ نہیں، اور ہرگز نہیں، تو یہ امام احمد رضا کی تعلیمات و نظریات، عقائد افکار اور ان کی علمی و اصلاحی خدمات کو بریلوی کلچر کہنے سے احتراز کیا جائے، اسی میں عزت ہے اور فلاح و بہبود کی ہے، اس قسم کے الفاظ کو استعمال کرنا اعلیحضرت اور ان کے مسلک کو نقصان پہونچانا، نیز ان کے نام و شان کو داؤں پر لگانا کسی بھی انصاف پسند کے نزدیک قابلِ اعتنا نہیں ہے،

مگر مجھے افسوس ہے جناب احمد حسین صاحب قادری پر کہ انہوں نے امام احمد رضا کی تحریک و مشن اور ان کی تعلیمات نیز قومی اصلاحات کو (بریلوی کلچر) کا نام دے کر مجھے لکھنے پر مجبور کر دیا، آج تک کسی بھی عالم، مفکر، مدرس، خطیب یا شاعر و ادیب نے اس رضوی تحریک کو بریلوی کلچر نہیں کہا ہے، تو پھر کیا وجہ ہے کہ اس کو بریلوی کلچر کہہ کر ایک قسم کی جدت پیدا کی جائے، یہ جدت اہلِ سنت و جماعت کیلئے آبِ حیات کے روپ میں زہر ہلاہل کا پیالہ ہے، انہوں نے ایک مضمون بنام (بریلوی کلچر) تحریر کیا ہے جو ماہنامہ سنی دنیا بابت جنوری ۱۹۹۱ء میں شائع ہوا ہے، آیئے چند لمحوں کیلئے اس کا ایک جائزہ لیتے ہیں، وہ لکھتے ہیں کہ۔

یہاں پر یہ واضح کرنا ضروری ہے کہ برصغیر ہندو پاک کے سنی مسلمانوں کو عرف عام میں (بریلوی) کہا جاتا ہے بریلوی نہ کسی مسلک کا نام ہے اور نہ ہی کسی مذہب کا علامتی نشان ہے؟

قارئین خود ہی انصاف کریں کہ،

بریلوی مسلک نہیں تو اور کیا ہے؟

مگر میں یہاں یہ یاد دلاتا چلوں کہ امام احمد رضا فاضل بریلوی نے اپنے وصایا شریف میں لکھا ہے، میرا دین میرا مذہب جو میری کتابوں سے ظاہر ہے، اور اسی پر مخالفین کو زبردست اعتراض ہے خیر یہ ان کی غلط فہمی اور کوتاہ نظر کا نتیجہ ہے یہاں اس پر کلام کرنے کا موقع نہیں ہے، مجھے صرف اور صرف یہ کہنا ہے کہ امام احمد رضا کی تصنیفات و تالیفات سے کیا ظاہر ہے؟ تعلیمات و نظریات ہیں، افکار و عقائد، معمولات اہلسنت و جماعت کی تائید و حمایت ہی تو ہے، اسی کو ہم بریلوی مسلک کہتے ہیں اور امام احمد رضا نے اسی کو مذہب قرار دیا ہے، یہ الگ بات ہیکہ مذہب، مذہبِ اہلسنّت ہے مگر اس سے واضح ہو گیا کہ اعلیحضرت کی تعلیمات و نظریات کو مسلک یا، مذہب، نیز اس بریلوی مسلک کو مذہب اہلسنت کی علامت قرار دیتے ہیں کسی قسم کی شرعی یا ادبی قباحت نہیں ہے ایک اور مقام پر جناب احمد حسین صاحب لکھتے ہیں کہ۔

جسے ہم بریلوی کلچر یا سُنیوں کا علامتی نشان کہتے ہوئے سنتے ہیں وہ کچھ نہیں، بلکہ تحریک تقدس رسالت عظمتِ اولیائے مشن کو برپا کرنے والے کلچر کو بریلوی کلچر کہا جانے لگا ہے

اس تحریک کو، بریلوی کلچر کہنا کہاں تک درست ہے یہ اہلِ انصاف اور ذی ہوش، دانشوروں سے مخفی نہیں، قارئین خود ہی اسکا فیصلہ کرینگے مزید اس پر گفتگو کرنے کی ضرورت نہیں۔

اہل علم و ادب سے گذارش

تمام اربابِ علم دانش سے گذارش ہیکہ ان مندرجہ بالا تحریرات کو نہایت ہی متانت و سنجیدگی کی خوشگوار فضا میں مطالعہ کریں، میری ان تحریرات کو کسی اور مقصد پر محمول نہ کریں، بلکہ نیک نیتی، خلوص و رضا اور جذبۂ بے لوث پر محمول کریں خاص کر کے بریلوی کلچر کے مضمون نگاروں سے گذارش ہیکہ اگر اس میں کوئی لفظ ناگوار خاطر ہو تو ہمیں معاف فرمائیں۔

اسلام میں پردہ کی اہمیت

از قلم: محترمہ س، ف، رضویہ
بریلی شریف

آج لڑکیاں مغربی تہذیب کی دلدادہ ہو چکی ہیں، جو سراسر احکام خداوندی و فرمان نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خلاف ورزی ہے، عورتوں کا مردوں کے ساتھ بے حجاب، بے نقاب غیر محرم اور اجنبیوں کے ساتھ خلط ملط رہنا شعار بن چکا ہے۔ ایام جاہلیت کی تاریخ پھر دہرائی جا رہی ہے، تنگ و چست لباسوں میں ملبوس، گھٹنوں تک پنڈلیاں ننگی اپنے حسن و جمال کی سربازار نمائش کرنیوالی بے غیرت لڑکیاں جو مغربی تہذیب کے سیلاب میں بہہ گئی ہیں، محترمہ س، ف، رضویہ صاحبہ نے اصلاح معاشرہ کی خاطر اس اہم اچھوتے موضوع پر قلم اٹھایا، اور اپنی جماعت کو جھنجھوڑا، محترمہ نے بڑے سلیس اور سادہ انداز میں مضمون لکھ کر بگڑے معاشرہ کو سدھارنے کی ایک اہم تحریک کا آغاز کیا ہے۔ (ادارہ)

موجودہ دور میں جس طرح دیگر امور میں اللہ و رسول (جل وعلیٰ و صلی اللہ علیہ وسلم) کے احکام کی خلاف ورزی کی جا رہی ہے۔ اسی طرح پردۂ نسواں کو بھی غیر ضروری قرار دیدیا گیا ہے۔ پردے کو ایک پرانی رسم جان کر معیوب سمجھا جانے لگا ہے اور مغرب کی تقلید میں "بے پردگی" تہذیب و شائستگی کا نشان سمجھی جا رہی ہے اعلیٰ سوسائٹی کے لوگوں اور شرافت کے دعویدار خاندانوں میں یہ وبا زیادہ ترقی کئے ہوئے ہے۔ آئیے! قرآن پاک اور احادیث صاحب لولاک صلی اللہ

علیہ وسلم کی روشنی میں پردہ کی اہمیت ملاحظہ کیجئے۔

سب سے پہلے "عورات" اور "مستورات" کے معنیٰ پر غور کیجئے۔

عورت کے معنیٰ "وہ چیز جسے چھپایا جائے" "پردے میں رکھا جائے۔ اسی سے سمجھ لیجئے کہ عورت وہی ہے جو پردے میں رہے۔ اور جو پردے میں نہ رہے وہ عورت کہلانے کی ہرگز مستحق نہیں۔

دوسرا لفظ جو عورتوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ وہ ہے مستورات۔ مستورات کا صیغہ لفظ ستر سے بنا ہے۔ اور ستر کے معنیٰ بھی چھپانا۔ پردے میں رکھنا ہیں۔ لہذا مستورات کے معنیٰ ہوتے پردے والیاں ظاہر ہے کہ اجالے کو تاریکی اور تاریکی کو اجالے کا نام تو دیا نہیں جا سکتا۔ اسی طرح عورت اور مستورات کے الفاظ پردے والیوں کے لئے ہی زیبا ہیں۔ اور یہ نام بھی انہیں اسی لئے دیئے گئے ہیں کہ ان کا پردے میں رہنا لازمی ہے اور جو پردے کو غیر ضروری سمجھتی ہیں ان کو عورت کہنا ایسا ہی ہے جیسے اندھیرے کو اجالا کہنا۔ ظاہر ہے کہ کوئی ذی ہوش انسان تو ایسا کہے گا نہیں۔ لہذا جو بے پردہ ہیں انہیں چاہئے کہ اپنے لئے کوئی اور نام تلاش کریں۔ ورنہ "برعکس نہند نام زنگی کافور" کی پوری طرح مصداق ٹھیریں گی۔

خیر یہ تو تھا ایک جملہ معترضہ۔ آیئے اب قرآن و احادیث کی رو سے پردے کی حقیقت معلوم کریں۔ قرآن پاک میں اس طرح ارشاد ہوتا ہے۔

وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاھِلِیَّۃِ الْاُوْلٰی۔ (ترجمہ) اور اپنے گھروں میں ٹھیری رہو اور بے پردہ نہ ہو جیسے اگلی جاہلیت کی بے پردگی۔

یہ خطاب حضور کی ازواج مطہرات یعنی امہات المومنین سے ہے کہ اپنے گھروں میں ٹھیری رہو اور بے پردہ نہ ہو جیسے اگلی جاہلیت کی بے پردگی۔ اس سے سمجھ لیجئے کہ جب ان کو جو تمام مسلمانوں کی مائیں اور سارے جہاں کی عورتوں سے افضل ترہیں۔ پردے میں رہنے کی اتنی زبردست تاکید فرمائی گئی ہے تو ماوشما کس شمار و قطار میں ہیں۔ ہمارے لئے

تو اس حکم کی پابندی اور بھی زیادہ سخت تر ہے۔

اب ذرا امہات المومنین کا اس پر عمل بھی ملاحظہ کیجئے۔ امام احمد سے مروی کہ۔ ام المومنین حضرت سودہ رضی اللہ عنہا سے عرض کیا گیا کہ آپ حج وعمرہ کے لئے کیوں تشریف نہیں لیجاتیں تو آپنے فرمایا کہ میں حج فرض اور عمرہ ادا کر چکی ہوں اور میرے رب نے مجھے گھر میں بیٹھنے کا حکم فرمایا ہے۔ خدا کی قسم میں گھر سے باہر نہیں نکلونگی۔ یہاں تک کہ میرا انتقال ہو جائے۔

مقام غور ہے کہ حضور کی زوجۂ مطہرہ تو اپنے رب کا یہ حکم پاکر حج نفل ادا کرنے کے لئے بھی گھر سے باہر نہیں گئیں۔ اور ان کی کنیزیں بے پردہ اسکولوں، کالجوں، بازاروں اور سنیما ہالوں میں پھریں۔ اور پھر بھی ان کے دامن کرم سے وابستگی کا دعویٰ کریں ٹھنڈے دل سے غور کرنے کی بات ہیکہ ہمارے اس دعوے میں کچھ صداقت بھی ہے یا محض دعویٰ ہی دعویٰ ہے۔ بتائیے تو کیا ہمارا آپ کا کیرکٹر امہات المومنین سے بھی زیادہ بلند ہے۔ یا اسکولوں کالجوں میں جانا حج سے زیادہ باعث ثواب (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) نہیں اور ہرگز نہیں۔ کہاں ہم اور کہاں حضور کی ازواج مطہرات، کہاں حج کعبۃ اللہ اور کہاں کالج وبازار۔ ع

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

ایک اور آیت میں صحابۂ کرام (رضوان اللہ علیہم اجمعین) سے اس طرح خطاب ہوتا ہے کہ جب تم ان (نبی کی بیویوں) سے کوئی چیز مانگو تو پردے کے باہر سے مانگو۔ اس میں زیادہ ستھرائی ہے تمہارے دلوں اور ان کے دلوں کی۔ (پ ۲۲ رکوع ۴)

اس آیۂ مبارکہ میں صحابۂ کرام کو امہات المومنین سے پردے سے باہر مانگنے کا حکم فرمایا جارہا ہے جس سے ظاہر ہو رہا ہے کہ جب امہات المومنین اور صحابۂ کرام کا پردہ اتنا ضروری ہے تو دوسرے مردوں اور عورتوں کا کس قدر اہم ہوگا۔ صحابۂ کرام اور ازواج مطہرات کے جیسے پاکیزہ خیالات اور بلند اخلاق تھے۔ ظاہر ہیکہ دنیا میں کسی اور کے ہو ہی نہیں سکتے بلکہ اس کا عشر عشیر بھی کسی میں ملنا ناممکن ہے۔ تو پھر جب ان کے لئے رب تبارک وتعالیٰ کا یہ حکم ہے تو ہمیں نامحرموں کے سامنے آنا جس میں بلا لحاظ مذہب وملت سب ہی شامل ہیں (

کیونکر جائز ہو سکتا ہے۔

ایک آیت میں اپنے پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم سے اسطرح فرمایا جاتا ہے کہ۔

اے نبی! اپنی بیویوں، صاحبزادیوں اور مسلمان عورتوں سے فرما دیجئے کہ اپنی چادروں کا ایک حصہ اپنے منہ پر ڈالیں رہیں۔ (پ۲۲ رکوع ۵)

ضرورت شرعی یا کسی مجبوری کے وقت نکلنے پر یہ حکم فرمایا گیا کہ اپنی چادروں کا ایک حصہ اپنے منہ پر ڈال کر نکلیں۔ وہ لوگ متوجہ ہوں جو یہ کہتے ہیں کہ اسلام میں چہرہ کا پردہ ہے ہی نہیں اس ارشاد باری میں چہرے کو چھپانے کا حکم دیا جارہا ہے یا کچھ اور۔ اگر چہرے کا چھپانا ضروری نہ ہوتا تو اس طرح کیوں ارشاد ہوتا کہ اپنی چادروں کا ایک حصہ اپنے منہ پر ڈالے رہیں۔ جتنا پردہ نماز میں ہوتا ہے اتنے پردے کے ساتھ صرف قریبی عزیزوں کے سامنے آنے کی اجازت ہے۔ نہ کہ سارے جہان کے۔

واضح رہے کہ نماز میں عورت کے چہرہ، کف، دست اور پشت پا کے سوا اگر کوئی عضو کھلا رہ جائے گا تو نماز بھی نہ ہوگی۔ سر کا ایک ایک بال چھپا رہنا ضروری ہے۔ حتیٰ کہ اگر دوپٹہ اتنا باریک ہو کہ بالوں کی سیاہی نمودار ہو رہی ہے تب بھی نماز نہ ہوگی۔ جو لوگ اس پر مصر ہیں کہ اسلام میں چہرے کا پردہ نہیں اور نماز کا جیسا پردہ کرکے ہر شخص کے سامنے آیا جا سکتا ہے۔ کیا وہ اس بات کا ثبوت دے سکتے ہیں؟ کہ باہر جانے والیاں چہرے کے سوا تمام جسم کو چھپا کر نکلتی ہیں۔ جتنا نماز میں چھپانے کا حکم ہے۔ ظاہر ہے کہ کوئی عوت چادر سے تمام جسم اور سر کے بال چھپا کر تو باہر نہیں نکلتی اور نہ کوئی لڑکی اس طرح کالج جاتی ہے۔ تو پھر یہ کہنا ہی بیکار ہے کہ اس کا صرف چہرہ کھلا رہتا ہے۔ اور چہرے کا چھپانا ضروری نہیں۔ بے پردگی کے حامی اگر سر سے پردے کا انکار ہی کر دیتے اور اسطرح کہدیتے کہ اسلام میں پردہ ہے ہی نہیں تو مناسب رہتا۔ اس طرح ان کی شخصیت پوری طرح واضح ہو جاتی اور ہر شخص انہیں پہچان سکتا کہ یہ لوگ ہیں اللہ و رسول کے ایک حکم کو رد کرنیوالے۔ واضح رہے کہ جس طرح جسم کا

پردہ ہے اسی طرح آواز کا بھی پردہ ہے۔ حتیٰ کہ عورت کے زیور کی آواز کا بھی پردہ ہے
چنانچہ قرآن پاک میں ایک جگہ یوں ارشاد ہوتا ہے کہ۔ "عورتیں چلنے میں بھی احتیاط کریں۔
اور اس طرح اپنے پاؤں کو زمین پر نہ ماریں کہ ان کا چھپا ہوا زیور معلوم ہو اور اسکی جھنکار
دوسروں تک پہونچے۔" (پ ۱۸ رکوع ۱۰)

یہاں تک تو پردے کے متعلق چند آیات پیش کی گئیں۔ آیئے اب حدیث پاک کو بھی دیکھیں کہ اس کا پردے کے متعلق کیا ارشاد ہے۔ زمانہ رسالت میں عورتیں مسجد میں نماز باجماعت ادا کیا کرتی تھیں۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم یہ تھا کہ جب مسجدوں میں حاضر ہوں تو بغیر زیب و زینت کے آئیں۔ چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ "اللہ کی باندیوں کو اللہ کی مسجد سے نہ روکو۔ لیکن وہ ایسی حالت میں نکلیں کہ بغیر زیب و زینت کے ہوں۔" اسی طرح حضرت ابن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔" اپنی عورتوں کو مسجدوں میں جانے سے نہ روکو اگرچہ ان کے گھر ان کے لئے مسجدوں سے بہتر ہیں۔" لیکن جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال شریف کے بعد عورتیں اتنی محتاط نہ رہ سکیں۔ تو مذکورہ شرط کے ساتھ بھی مسجدوں میں جانے کی اجازت نہ رہی۔ اور مسجد کی حاضری بالکل ممنوع قرار دیدی گئی۔ چنانچہ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عورتوں کو مسجد میں آنے سے منع فرمایا تو وہ شکایت لے کر ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ کے حضور حاضر ہوئیں۔ اور عرض کیا کہ زمانہ رسالت میں ہم لوگ مسجد میں نماز کے لئے حاضر ہوتے تھے۔ لیکن اب عمر نے ہمیں روک دیا ہے۔ یہ سنکر ام المومنین نے فرمایا کہ عمر (رضی اللہ عنہ) تمہاری جو باتیں جانتے ہیں (یعنی غیر محتاط ہو جانا) اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ظاہر ہوتیں تو وہ بھی تمہیں مسجد میں آنے کی اجازت نہیں دیتے۔"

خود ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا یہ عالم تھا کہ فرماتی ہیں کہ جب تک میرے حجرے (گنبد خضرا شریف) میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور میرے والد حضرت

ابو بکر رضی اللہ عنہ) مدفون تھے۔ میں یہ سمجھتے ہوئے کہ یہاں صرف میرے شوہر محترم اور والد بزرگوار ہی ہیں۔ پردے کا اہتمام بغیر کئے ہی زیارت کے لئے حاضر ہو جاتی تھی۔ لیکن جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی وہاں دفن ہو گئے تو اللہ کی قسم میں ان سے شرم کے باعث اپنے آپ کو خوب کپڑوں میں لپیٹ کر (باپردہ) حاضر ہوتی۔

یہاں اس بات کا ثبوت بھی مل رہا ہے کہ بزرگوں کے مزارات پر حاضری کے وقت اگر وہاں صاحب مزار کے علاوہ کوئی اور نہ ہو جب بھی پردے کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔ اور چونکہ ایسا ہونے کا امکان کم ہے۔ لہٰذا بہتر یہی ہے کہ گھر ہی سے ایصال ثواب کر دے اور بے پردگی کے سبب وہاں نہ جائے۔ ام المومنین کا طرز عمل قابل تقلید ہے کہ ایک برگزیدہ صحابی رسول اور خلیفہ رسول سے ام المومنین ہوتے ہوئے اس قدر حیا فرمائی۔ مقام افسوس ہے کہ آج ان کی بیٹیاں ان کے اسوۂ حسنہ کو بالکل فراموش کر چکی ہیں۔ ایک عام بات ہے کہ جو اولاد اپنے والدین کے طریقہ کے خلاف عمل کرتی ہے اور ان باتوں کو اپناتی ہے جو انہیں پسند نہیں ہوتیں اس سے والدین بیزار ہو جاتے ہیں۔ اور اس کی صورت تک دیکھنا پسند نہیں کرتے۔ ہمارے بے پردگی اور بد عملی سے یقیناً ام المومنین ہم سے ناراض ہیں۔ ہمیں چاہیئے کہ ان کو راضی کریں ان کو راضی کرنے کی یہی صورت ہے کہ ہم باپردہ رہیں اور اپنے اعمال کو سدھاریں۔ ان کی رضا ہی ہمارے لئے دونوں جہان کی بہتری کا باعث بن سکتی ہے۔

علاوہ ازیں عورت کی نماز بھی جتنے زیادہ پردے میں ہو گی۔ اتنی زیادہ اجر کی موجب ہو گی۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ عورتوں کی بہترین مسجد ان کے گھر کا اندرونی حصہ ہے۔ (طبرانی وغیرہ)

عورت اپنے گھر کے اندرونی حصہ میں اپنے رب کے زیادہ قریب ہوتی ہے (کتاب الترغیب) اور اللہ کے نزدیک عورت کی سب سے زیادہ محبوب نماز وہ ہے جو گھر کے سب سے زیادہ تاریک حصہ میں ادا کرے۔" (ابن خزیمہ) عورت کا اپنے گھر کے

صحن میں نماز پڑھنا گھر سے باہر (مسجد وغیرہ) نماز پڑھنے سے بہتر ہے۔ اور دالان میں نماز پڑھنا صحن میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے اور اندر کی کوٹھری میں نماز پڑھنا دالان میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے۔" (طبرانی شریف)

سمجھنے کی بات ہے کہ جب نماز کے لئے بھی گھر سے باہر جانا نادرست ہے۔ تو پھر سیر وتفریح یا دیگر دنیوی اموری کے لئے کیونکر جائز ہو سکتا ہے۔ یہی وجہ تھی کہ سیدۃ النساء حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا باوجود مسجد نبوی کے قریب رہنے کے کبھی مسجد میں نماز کے لئے تشریف نہ لے گئیں۔ حضرت سیدۃ النساء میں جس کامل درجہ کی حیا تھی وہ آپ کی سیرت پاک سے خوب واضح ہے۔ چنانچہ عورتوں کے جنازے پر پردہ ڈالنے کا طریقہ آپ سے ہی رائج ہوا

واقعہ اس طرح ہے کہ جب آپ علیل تھیں تو ایک صحابیہ مزاج پرسی کے لئے حاضر ہوئیں۔ آپ نے ان سے فرمایا کہ کھلے جنازے میں عورتوں کی بے پردگی ہوتی ہے۔ جو مجھے پسند نہیں انہوں نے کہا کہ میں نے حبش میں ایک طریقہ دیکھا ہے آپ کہیں تو اسے پیش کروں۔ چنانچہ انہوں نے خرمہ کی شاخوں پر پردہ تان کر دکھایا۔ آپ نے اسے پسند فرمایا اور وصیت فرمائی کہ میرے جنازے پر ایسا ہی پردہ باندھا جائے۔

اللہ اللہ! بعد انتقال بھی بے پردگی کو پسند نہیں فرمایا۔ یوں تو بے پردہ رہنا ہی سخت گناہ ہے۔ اس کے علاوہ بے پردگی سے بہت سے گناہوں کا فتح باب بھی ہوتا ہے۔ مثلاً مردوں سے بالمشافہ ہونا۔ جو سخت گناہ ہے۔ اسکول وکالج میں تعلیم حاصل کرنا۔ بے پردہ پھرنا۔ سر کے بال کٹانا۔ مردانہ وضع اختیار کرنا۔ مردوں سے مشابہت پیدا کرنا۔ اور مردوں سے مشابہت پیدا کرنا گناہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مرد پر لعنت فرمائی جو عورتوں سے مشابہت پیدا کرے۔ اور اس عورت پر لعنت فرمائی جو مردوں سے مشابہت پیدا کرے۔

ایک مرتبہ ایک عورت شانے پر کمان لٹکائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے

وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین ۔ یا ایہا النبی حسبک اللہ ومن اتبعک من المؤمنین

سے گذری۔ تو آپ نے فرمایا اللہ کی لعنت ان عورتوں پر جو مردانہ وضع بنائے۔ اور ان مردوں پر جو زنانہ وضع بنائیں۔" (طبرانی شریف)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مرد پر لعنت فرمائی جو عورت کا لباس پہنے۔ اور اس عورت پر لعنت فرمائی جو مردانہ لباس پہنے۔" (مشکوۃ شریف)

ایک لطیفہ ہے کہ کسی غیر مسلمہ عورت نے جو پردے کی حامی تھے۔ کسی فیشن ایبل مسلمان خاتون سے کہا کہ خدا کو پردہ پسند ہے۔ مسلمان عورت نے کہا کہ وہ کیسے؟ تو اس نے جواب دیا کہ اس کو پردہ پسند ہے جبھی تو وہ خود پردے میں ہے۔ ہر شخص اپنی سمجھ اور اپنی معلومات کے مطابق بات کہتا ہے۔ وہ عورت غیر مسلمہ تھی قرآن و حدیث سے ناواقف۔ اس نے قرآن و حدیث سے پردے کا ثبوت نہیں دیا۔ بلکہ یہ کہا کہ خدا کو پردہ پسند اسی لئے ہے کہ وہ خود پردے میں ہے۔ ع

"سمجھ اپنی اپنی نصیب اپنا اپنا"

کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔ ؎

آب شیریں اور آب شور ہے ہر جا رواں ؛ خضر سے پوچھو مگر آب بقا پردے میں ہے
چھوٹے موتی کی نہیں کچھ قدر وہ ہے آشکار ؛ قدر اسکی ہے جو در بے بہا پردے میں ہے
شمع بے فانوس رہتی ہے تو بجھتی ہے ضرور ؛ ہے فنا بے پردگی میں اور بقا پردے میں ہے

مولی تعالے بطفیل حضور سید عالم صلی اللہ تعالے علیہ وسلم ہم سب کو ازواج مطہرات بنات طاہرات نیز جمیع صحابیات وصالحات کے قدم بقدم چلنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین ثم آمین

صلح کلیت ”بساط سیاست پر ایک خطرناک چال ہے“

شاہ احمد حسین قادری ــــــــ بمبئی

لکھنؤ دینکم ولی دین کی روشنی میں گنتی کے مولوی حضرات صلح کلیت کو بڑھاوا دینے میں آج کل پیش پیش نظر آرہے ہیں۔ جب کہ انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ اس آیت کا حکم منسوخ ہو چکا ہے۔ صرف تلاوت کا حکم باقی رکھا گیا ہے۔ مزید یہاں واضح کر دینا بھی ضروری ہے کہ کسی آیت قرآنی کی تفسیر کا درس دیتے وقت شان نزول بیان کرنا درس قرآنی و درس حدیث کا لازمی جزء ہے۔ پس اس آیت کریمہ کا پس منظر قوم کے ذہن میں ہمیشہ جلوہ فگن رہنا منظور الہٰی تھا تبھی تو اس آیت کی "تلاوت کرتے رہنے کا حکم باقی رکھا گیا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے عیار ذہنوں کی ناکہ بندی کر دی ہے کہ کہیں وہ اس آیت کو صلح کلیت کے فروغ کا آلہ نہ بنا سکیں اسی وجہ سے اس آیت کا حکم منسوخ کر دیا گیا ہے

کفارِ مکہ نے آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو یہ پیش کش رکھی تھی کہ ایک سال ہمارے معابد کی پرستش آپ کریں اور ایک سال بعد ہم آپ کے خدا کی پوجا کریں گے۔ اس طرح سے کفر و اسلام میں صلح ہو جائے گی مگر قرآن کی اس چمکتی ہوئی آیت نے صلح کلیت کے محل کو ڈانَامیٹ کر دیا۔ تفسیر بالرائے کرنے والے اپنی کمین گاہوں کا جائزہ لیں کیا منطق و فلسفہ کا یہ قول دلیل قاہرہ نہیں کہ اجتماع ضدین محال ہے

کفر حق کے مقابلہ میں جب پسپا ہو کر ذلیل و رسوا ہوتا ہے تو وہی کفر کا جام نئے پیمانے میں چھلک کر حق سے صف آرا ہوتا ہے۔ کفر کے سیکڑوں چولے ولبادے ہیں جنمیں اس کا ایک دلفریب جبہ صلح کلیت بھی ہے جو ہر زمانہ میں نئے نئے رنگ و روپ دھار کر اہل حق سے نبرد آزما ہوتا رہا ہے۔ موجودہ دور کا بادہ کفر سیاسی رنگ و روغن سے آراستہ ہو کر پنپ آیا ہے۔ مصلحت، تدبیر، حکمت، اغراض جیسے الفاظ تراشے سے اپنا طغرۂ کفر سجا رہا ہے۔ اسے بساط سیاست کی ایک خطرناک چال کا بھی نام دیا جا سکتا ہے جسے اکبری دور میں صلح کلی مذہب کے نام سے بھی مشہور کیا گیا تھا۔

کیونکہ عوام کی نگاہوں میں یہ نہ کفر ہے نہ اسلام ہے بلکہ کفر و اسلام کے مابین ایک سیاسی سمجھوتہ ہے جو مقصد کے اشتراکیت کے عنوان سے منظر عام پر اپنی زمین ہموار کر رہا ہے

علمائے اکابرین نے جشن ولادت کی بنا و رسم عہد قریب میں ڈالی ہے کیونکہ یوم ولادت سید الابرار حیات بخش انقلاب کا عہد ساز داعی ہے۔ اور اس رسم اہلسنت کو عید میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تعبیر کیا گیا ہے۔ کیونکہ عیدین کا عید جشن ولادت ہے۔ اسی عید کے صدقے میں مسلمانوں کو عید کا تحفہ ملا ہے۔

اللہ رب العزت جل جلالہ ارشاد فرماتا ہے کہ۔

وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ٥

اللہ کی بے شمار نعمتوں کا خوب خوب چرچا کرو۔ اس آیت بیّن نے اہتمام جشن عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی روح و نفس مسئلہ کو جواز یقینی عطا فرما دیا کہ اللہ کی عظیم نعمت سرور کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذات مقدسہ ہے۔

اس ایک نعمت کے چرچے اللہ کی بے شمار نعمتوں کا چرچا ہوتا ہے اور خوش عقیدہ مسلمانوں کو اللہ کا شکر و احسان یاد کرنے کا یہ نہایت حسین ذریعہ وسبب بھی ہے۔ مثال کے طور پر جب ثویبہ نے ولادت کی خوشخبری سنائی تو ابولہب نے جس

انگلی سے لونڈی ثوبیہ کو آزاد کرنے کا اشارہ کیا اور آزاد کیا تو آج بھی ہفتہ میں دوشنبہ کے دن اسی انگلی کے چوسنے سے ابولہب کو راحت نصیب ہوتی ہے۔

علمائے حق کے پیشِ نظر دشمنانِ دین اور منافقینِ دین کے حسد و بغض کا سرِ عام جنازہ نکالنا بھی عین مقصود تھا تاکہ وفاداروں اور غداروں کے مابین خطِ امتیاز پیدا ہو جائے کلمہ گو گستاخ بظاہر شکل و صورت سے مسلمان بن کر مسلم معاشرہ میں زندگی گذر بسر کر رہے ہیں۔ ان کی منافقانہ منافرت کا راز فاش ہو جائے گا۔

جو مسلمان جشنِ ولادت کے موقع پر جشنِ چراغاں اور جشن جلوس عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں شریک ہوتا ہے تو اس کا کھلا مطلب یہ ہوا کہ وہ مسلمان اپنے آقا کا سچا وفادار چاہنے والا غلام ہے اور جو اس بزم چراغاں سے کنارہ کش ہو جائے تو یہ اس کا نفاق ہے دین اسلام سے اس کے بغض و عناد کی دلیل ہے۔

کیونکہ بانیٔ اسلام سے سچی عقیدت و محبت اسلام سے الفت و وابستگی کی دلیل ہے اور جو بانیٔ اسلام کی یاد سے، محفل میلاد سے، جشنِ چراغاں سے، جشن جلوس عید میلاد سے قلبی لگاؤ رکھتا ہے وہ اسلام کا وفادار سچا امین و وارث ہے۔

مگر حیرت و افسوس کا مقام ہے کہ نام نہاد سنی مولوی ہو کر اس جشنِ ولادت سید الابرار صلی اللہ تعالے علیہ وسلم کے مبارک و مسعود موقع پر جلوس کے اہتمام کو جلوسِ محمدی سے تعبیر کرتا ہے تاکہ اس باغی و سرکش منافق کی صلح کلیت کی انا کو مکمل غذا بھی فراہم ہوتی رہے۔ اور وہ وفاداروں کی صف میں ممتاز و نمایاں مقام کا بھی مالک بنا رہے۔ یہ کتنی دل خراش سیاسی چال ہے جو مذہبی ادارے کا سربراہ بن کر سنیوں کے مرکزی درسگاہ کا سربراہ اعلیٰ بن کر زندگی گزارے اور کام صلح کلیت کے مشن کو در پردہ برپا کرے ایسے سنگین مجرموں کو بر سرِ عام گرفت کرنا کوئی آسان کام نہیں ہے۔

مقصد کا اشتراکیت یہ ایک حیلہ و بہانہ ہے۔ جب ہمارا حریف تقدیس رسالت کے موضوع پر ہم سے نبرد آزما ہے۔ ہمارے اس کے مابین کفر و اسلام کی جنگ ایک صدی سے جاری ہے۔

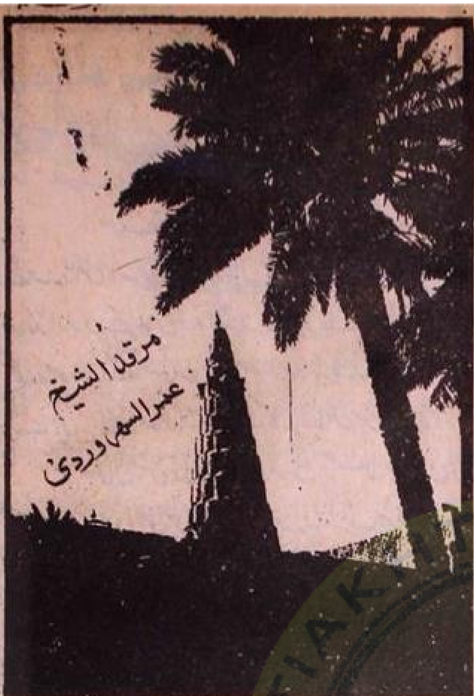
فتاویٰ الحرمین اور حسام الحرمین اسلام کی وہ بے نیام تلوار ہے جو دشمنانِ دین کی گردنوں پر لٹک رہی ہے۔ یہ ان کے حق میں قہرِ خداوندی ہے۔ برق عذاب الٰہی ہے جو خرمنِ باطل کو نذر آتش کر رہی ہے خاک و خون میں ان کے لاشے تڑپ رہے تھے۔ اب پہلی صف کے باغی در گور ہو گئے تو ان کی ذریت جن کا مرکزی فوجی چھاؤنی دیوبند سہارنپور ندوہ وغیرہ ہیں ہے۔ آج علمائے حق سے آئے دن برسرِ پیکار رہتے ہیں۔ ابھی فیصلہ کن جنگ کا خاتمہ نہیں ہوا اور سیاسی طوفان کی شوریدگی نے ہمارے مجاہدین کو کفر و اسلام کے محاذ سے ہٹا کر مقصد کے اشتراکیت کے دہانے پر لا کھڑا کر دیا ہے۔ کفار و مشرکین سے کہیں زیادہ مہیب منافقوں کے حربے ہمارے در پہ آزار ہیں تو ہم کیوں کر صلح کلیت کے آڑ میں ان سے ایک پرچم تلے متحدہ محاذ بنائیں۔ میرے نزدیک ایک وقت کا عظیم المیہ بلکہ حادثہ ثابت ہوگا۔ منافقوں کو سنہرا موقع مل گیا ہے۔ جب کہ ان کے فریب دامن کا تار تار چاک ہونے لگا۔ ان کے مصنوعی تقدس کا جال تتر بتر ہو گیا۔ ان کی لمبی داڑھی لمبے کرتے اور بڑے کالے گھٹنوں سجدے کے نشانوں کا۔ بھرم بھرے چوراہے پر لٹ گیا تو تقسیم ہند سے آج تک علمائے حق سے سیاسی معاہدہ و سمجھوتہ کرنے کرسی اقتدار کے ہاتھوں مذہبی و ملی مفادات کا سوداگری کرنے والے منافقین آج کیونکر اپنے کو اتنا لاغر، بے بس و مجبور محسوس کر رہے ہیں۔ جو آج کفار و مشرکین اور ظالم حکومت کے خلاف جو کل تک ان کا مربی ملجا و ماوا تھا نکل پڑے ہیں اپنے بکاؤ ہاتھوں میں قیادت کا پرچم لے کر۔

یہ برہنہ حقیقت ہے کہ یوں تو حکومت ہند کا اکثریتی حکمراں طبقہ متعدد بار ہندوستان میں بسنے والے کروڑوں مسلمانوں کے آئین و مذہب کے عائلی قانون اس کے پرسنل لا میں قانونی مداخلت کر رہے ہیں مگر مطلقہ کے نان و نفقہ کے مسئلہ کو لے کر سپریم کورٹ کا غیر اسلامی فیصلہ صادر کئے جانے پر امت مسلمہ کی پوری آبادی تلملا اٹھی۔ مسلم خواتین بل کے

منظوری کا مرحلہ نہایت زور و شور کے ساتھ موضوع بحث بنا علمائے اہلسنت نے ہر ممکن دفاع کا ثبوت پیش کیا عوام کا تاریخی احتجاج عمل میں آیا ایک عرصہ سے غفلت شعار قوم بھی اس میں بیداری کی لہر دوڑ گئی، ہر فرقہ و مکتب فکر کے مسلم نمائندوں نے حکومت کے روبرو شدید احتجاج پیش کیا۔

تقریر و تحریر کا سارا زور صرف کیا گیا۔ جمہوری نظام میں میسّر قانونی صورتحال کو واضح و مثبت انداز میں کھنگالا گیا۔ بڑی چھانے پھٹک سے ہوئی، قوم کا امن پسند طبقہ بھی اس بے جا و غیر آئینی مداخلت سے بے چین ہوگیا۔ اسی بنا پر ہندوستان کا عام مسلمان بھی عدم تحفظ کے احساس سے نہایت مضطرب ہو گیا۔ قرآن نظام شریعت کا دستوری ضابطۂ حیات ہے۔ جو کلمہ گو مسلمانوں پر فرض کی حیثیت سے لازم ہے۔ مسلمانوں کی عملی زندگی میں ہزاروں قسم کی خرابیاں راہ پا گئی تھیں۔ مگر اب کسی قدر اس بے حس و بے عملی میں برق سی لہر اٹھی ہے اور مذہبی تشخص کی جانب قوم کا تار و پود میں ہلچل سی محسوس کی جا رہی ہے۔ ہر شعبۂ زندگی میں مسلمانوں کے معمولات پہلے جیسا مذہبی انفرادیت کی کمی واقع ہونے پر ابتر ہو گئے تھے مگر اب کوٹ کوٹ کر رگِ احساس میں اشتعال و ہیجان برپا ہے۔ اس ہنگامۂ حادثہ سے افراتفری پیدا ہو گئی۔ اس صورتحال میں ضروری تو یہ تھا کہ مذہبی تعلیم و تربیت مسلمانوں کے لئے جز ولاینفک قرار دے جاتا۔ مگر ابھی بھی صورتحال نہایت تشویشناک ہے۔

صلح کلی افراد کی دیری و دریدہ دہنی ملاحظہ کیجئے۔ ان کے حوصلے فی زمانہ اتنے بلند و بے باک ہو گئے ہیں کہ اخبار و رسائل میں مسلک حق کو اعتدال کا نام دیکر ببانگ دہل کہہ رہے ہیں۔ حالانکہ انہیں اپنی روش صلح کلیت ترک کر دینی چاہئے۔ خوفِ خدا اور خوفِ روز جزا کے پیش نظر انہیں اپنے جبہ و دستار اور مصنوعی تقدس کا سودا کرنے سے باز آجانا چاہئے۔ عنقریب وہ تمام مواد جو ان کے صلح کل کردار کا ماخذ ہے۔ قوم و ملت کی عدالت میں پیش کر دیا جائیگا اپنے قول و فعل اور تقریر و تحریر کے تضاد کے ذریعہ قوم کو فریب دینا ان صلح کل افراد کا طرۂ امتیاز رہا ہے۔ در اصل ان کے مکروہ



دگھناؤنے چہرے سے برساتی حشرات الارض اور ابن الوقت کا فریب بے نقاب ہو چکا ہے۔ مگر قوم میں جہل و گمرہی کی کثرت کا غلط فائدہ اٹھانے میں آج کل کے ماڈرن جگادری اپنی عیاری میں طاق ہیں اور ان کا اسلام نہ اسلام رہا نہ کفر کفر بن کر منظرِ عام پر آسکا ہے۔ حالات کی ستم ظریفی ہے کہ جو سواد اعظم منافقین سے برسرِ پیکار ایک سو سال سے معرکۂ حق و باطل میں انتہا مصروف ہے وہی ادھر چند سالوں سے کفّار و مشرکین کے شدید یلغار کے سواد اعظم اہلسنت کے حل و عقد کو انتہائی سنگین امتحان سے دو چار کر رکھا ہے۔ اب ان حوصلہ آزما سیاسی و معاشرتی بحران کا ناجائز فائدہ اٹھانے میں وہی صلح کلی حضرات پیش پیش ہیں۔

دو ٹوک بات یہ ہے کہ صلح کلی حضرات سیاسی کشمکش و انتشار سے موقع غنیمت سمجھ کر اپنی خانہ ساز مصلحت پسندی عافیت بینی اور اعراض کی تدبیر و حکمت میں نہایت فعّال و متحرک نظر آرہے ہیں۔

دیوبند کا فوجی چھاؤنی آئے دن مراسم اہلسنت پر

شرک و بدعت کے فتاویٰ کی بمباری کر رہا تھا۔ اچانک مسلم متحدہ محاذ کے قیام پر آمادہ کیسے ہوا۔ کیا علمائے بریلی اب شرک و بدعتی نہ رہے؟۔

اکثریتی فرقہ کے جارحانہ تشدد و بر اندام کے تصادم سے نپٹنے کے لئے انہوں نے اپنی پالیسی کو پُر اسرار بنالیا ہے یعنی قرآن کی اشاعت و شریعت اسلامیہ کا تحفظ خطرے سے دوچار ہے۔ ایسے میں مقصد کا اشتراکیت ہی ایسا ایک مہرہ تھا جو سیاسی مہرے کی مانند بساط سیاست و مسلم قیادت پر شطرنج کی چال چل سکتا تھا۔ پس اسے بیل بوٹے رنگ و روغن سے سجاکر نوجوانوں و نومشق خطیبوں و واعظوں کو فریب جال میں الجھا کر اپنا لیا گیا ہے۔ اکثریت کا یہی حال ہے جو فتاویٰ حسام الحرمین کی اہمیت کو نظر انداز کر سکتے تھے۔ ان کا ایمان اب سودائی ہو گیا ہے۔ دین و ایمان کی دولت گرانمایاں جو کل متاع حیات ہے۔ نوجوان مولویوں سے سیاسی بازی گری کا لالچ دکھا کر نہایت خطرناک داؤ پیچ عمل میں لاکر انہیں ایک زبردست فریب دیا گیا ہے۔ صلح کلیت کی بیخ کنی کا لٹریچر اگر پڑھنا مقصود ہو تو الصوارم الہندیہ التحقیقات لدفع تلبیسات اور مکتوبات مجدد کا مطالعہ کرنا ہوگا

صلح کلیت ایسی افیون کی گولی ہے جو زہر کی طرح جبراً کھلایا نہیں جاتا بلکہ جو دیکھنے میں خوشنما اور کام و دہن کو شیریں معلوم ہو اس پُر اسرار پالیسی کو کامیاب بنانے کے نئے نئے طریقے ایجاد کئے جا رہے ہیں۔ جس میں ایک تو یہی ہے جو عہد برطانیہ میں آزمایا جا چکا ہے۔

مثلاً مسلمانوں کے زیر تعلیم نونہالوں کو جو بڑے ہو کر قوم کا فعال عنصر اور حکومت کی مشینری کے کل پرزے بنتے ہیں انہیں ایسے رنگ میں رنگ دیا جائے کہ اگرچہ انہیں عیسائی تو نہ کہا جا سکے لیکن ان کی اکثریت ایسی تربیت پاکر نکلے کہ اس پر مسلمان کی تعریف بھی صادق نہ آئے اس طرح مسلمانوں کی آنے والی نسلیں کسی اور ہی رنگ و روپ میں منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوں گی۔

دوسری جانب مذہبی رہنماؤں کو ایسا عضو معطل بنا کر رکھ دیا جائے کہ بظاہر وہ کسی مصرف کے نظر نہ آئیں قوم ان سے وابستہ نہ رہے۔ ان کی عقیدت کھو بیٹھے تاکہ اسلام کی برکتوں سے بڑی حد تک محروم رہ جائے۔ انگریزوں کے دور میں نصاب تعلیم میں الحاد و نیچریت کو ترجیح دے دی گئی۔ تاریخی حقائق کا مسخ شدہ باب رائج کیا گیا۔ نفرت و اشتعال انگیزی کی تخم ریزی برپا کی گئی۔ انگریز تو مسلمانوں کو اسلامی تعلیمات سے محروم کر دینا ہی چاہتا تھا وہ اپنے اس ناپاک منصوبہ میں کس حد تک کامیاب ہوا مگر اس کی سربستہ کامیابی کا سہرا انہیں نیچری صلح کلیوں کے سر منڈھا یا گیا۔ جنہوں نے اپنے سر دھڑ کی بازی لگا کر عیسائیت کو فروغ بخشا۔

آج بھی اسکولوں اور کالجوں میں انگریزوں جیسا نصاب تعلیم ہی جاری ہے۔ اسلامیات کی تعلیم کا اگر کچھ اہتمام نظر آتا ہے تو اسے سیاست کے مشاعرے میں ردیف اور قافیوں کے طور پر استعمال کیا جا رہا ہے۔ باقی کچھ نہیں آئین ایسے نافذ ہوتے رہے ہیں جو خدا اور رسول کے فرمودہ آئین کی ترجمانی سے یکسر قاصر تھے ان میں سے ہر ایک کے اندر چند باتیں مصلحتاً اسلامی شامل کر کے باقی کی مغربی ملک کے آئین کی نقل ہوتی ہے۔ انہیں دیکھ کر سچے مسلمان نے کفِ افسوس ملتے اور یہی کہتے ہوئے رہ جاتے ہیں ؎

ہم بدلنا چاہتے تھے نظمِ میخانہ تمام
آپ نے بدلا ہے لیکن صرف میخانہ کا نظام

اگر سنّی علماء فتاویٰ حسام الحرمین میں سے اسی طرح رو گردانی کر کے سیاسی مارکیٹ میں سیاسی کل پرزے بنتے رہے تو وہ دن دور نہیں کہ اب سنّی مسلمانوں کو دیوبندی وہابی غیر مقلد نیچری رافضی خارجی ندوی بنانے کی ضرورت پیش نہ آئے گی بلکہ جو کچھ فرقہ زاعیہ کے سرغنہ کرنا چاہتے تھے اسے اب سیاسی تجاویز کی صورت میں صلح کلی کارندے انجام دیتے



رہیں گے۔ جن صلح کلی افراد کو یہ قوم اپنا حقیقی خیر خواہ سمجھ کر ہم نوائی کا دم بھرتی ہے وہی مصلحت پسند افراد نجدیوں کے مقاصد کا ذریعۂ تکمیل بن جائیں گے فتاوٰی حسام الحرمین نے جس فکری و نظری معرکہ آرائی کا آغاز برینائے تقدیس رسالت مسلمانان عالم کے رو برو پیش کیا تھا ان صلح کل افراد کی ضمیر و ایمان فروشی کی بناپر ایک قصۂ ماضی تصور کیا جانے لگے گا۔

اس خدشہ و اندیشہ کا جیتا جاگتا واقعہ الصوارم الہندیہ کے جدید ایڈیشن کے ناشر جناب حافظ لئیق احمد جمالی سجادہ نشین آستانۂ عالیہ جمالیہ، جمال نگر رام پور، یوپی کی زبانی سنئے وہ عرض ناشر کے تحت فرمار ہے ہیں کہ علماء دیوبند کے سلسلہ میں علمائے رامپور کا نظریہ اب صلح کلی ہو گیا ہے۔ جیسا کہ خطیبِ اعظم رامپور مولوی وجیہہ الدین نے بیان دیا ہے کہ

"علماء رامپور کا مسلک ہمیشہ اعتدالی رہا ہے"۔ (روزنامہ ناظم رامپور کالم ۵ ۱۰ ر دسمبر ۱۹۸۲ء بروز جمعہ) جو بالکل خلاف واقعہ اور بے بنیاد ہے۔ اسی طرح یہ کہنا کہ

"حضرت مولانا ارشاد حسین صاحب مجددی حضرت مولانا عبدالغفار خاں صاحب انہوں نے بھی علمائے خمسہ دیوبندی کے خلاف تکفیر کا فتویٰ نہیں دیا (روزنامہ ناظم کالم ۲ ۸ ر دسمبر ۱۹۸۲ء بروز بدھ) جو کھلا مغالطہ اور دروغ ہے"۔

یہ اس لئے کہ حضرت علامہ مفتی شاہ محمد ارشاد حسین صاحب مجددی رامپوری قدس سرہٗ سے علماء دیوبند کی عبارت کفریہ پر استفتاء ہی نہیں کیا گیا کہ وہ جواب تحریر فرماتے اور شرعی حکم بیان کرتے ۱۳۱۱ھ میں حضرت کا وصال ہو گیا اور ۱۳۲۴ھ میں یہ مسئلہ علمائے حرمین شریفین کے سامنے پیش کیا گیا اور ۱۳۲۴ھ میں علمائے ہند و پاک کے سامنے پیش کیا گیا ۱۳۲۵ھ میں چھپ کر "الصوارم الہندیہ" کی شکل میں سامنے آیا۔

بعض مولوی ایسے بھی پائے جاتے ہیں جن کی قوت فکر و نظر پر گمرہی کا دبیز پردہ پڑا ہوا ہے حالانکہ ایسے افراد کی تعداد روز بروز بڑھتی ہی جارہی ہے وہ کیوں نہیں تحریک خلافت کے وقت امام احمد رضا کا سیاسی خطبہ اتمام حجت نامہ پڑھتے۔ تقسیم ہند کے وقت دو قومی نظریہ کے سرگرم مخالف علامہ حشمت علی خاں رضوی کا سیاسی خطبہ کیوں نہیں پڑھتے جو ان دو بزرگ مذہبی رہنماؤں نے دن کے اجالے میں قوم کو متنبہ کرنے کے واسطے نشر کیا تھا وہی ایک وقت وعرصہ گذر جانے کے بعد صد فی صد صحیح ثابت ہوا۔ اگر انہیں ہندوستان کی تاریخ آزادی کا سیاسی و مذہبی تحریکوں کا علم ہوتا تو شاید سیاسی معاملات میں بالغ نظری سے کام لیتے ایسے علماء کو مشورہ ہے کہ دین و ایمان کی حفاظت کو ہر کام پر مقدم رکھنا چاہیئے جان مال عزت و آبرو کی حفاظت کی خاطر سیاسی محاذ آرائی مسلّم مگر دین و ایمان کو داؤ پر لگا کر نہیں جیسا کہ آج کل سنّی عالموں کا نوجوان طبقہ سیاسی سرگرمیوں میں نہایت جوش و خروش کا مظاہرہ کر رہا ہے۔

دیوبندی اسی گھات و تاک میں ہیں کہ علمائے حق کا نو مشق و ناتجربہ کار طبقہ فتاویٰ حسام الحرمین کے محاذ سے الگ کر نا ضروری اور لازمی ہے اس کا نہایت آسان نسخہ ان کے ہاتھ بھی لگ گیا ہے کہ حکومت کے جارحانہ اقدام کی سخت

مذمت میں ان سنی نوجوان علماء کو ابھار دیا جائے تو قوم و ملت دیوبندی علماء کی کفری عبارتوں سے بے پرواہ ہو جائیگی اور موجودہ سیاسی لہر میں ہم اپنی کھوئی ہوئی بازی علمائے بریلی کے خلاف جیت لیں گے۔

روزمرہ کے مشاہدات کو تلخ تجربات کو تاریخی حقائق اور دستاویز کو جھٹلایا نہیں جا سکتا۔ کنز الایمان پر پابندی کی سازش علمائے دیوبندی کی ایک سوچی سمجھی اسکیم تھی۔ ان کا منشا یہی ہے کہ ہمارے کفریہ قوم کا نوجوان طبقہ مطلع نہ ہو اور الٹے امام احمد رضا کی علمی و مذہبی حیثیت سے برگشتہ ہو جائے نتیجتاً فتاویٰ حسام الحرمین کے شمشیر برہنہ سے ہم بری و آزاد مطلق ہو جائیں اور مسلمانوں کے عقائد کو مسخ و برباد کرنے کی پوری چھوٹ مل جائے کل ملاکر ماحصل مقصد ان کا یہی ہے کہ قوم و ملت کے واحد ٹھیکیدار بنے رہیں۔ اور ہماری خود ساختہ انانیت کا سکہ حسب سابق رواں دواں رہے۔ ہندوستان پاکستان میں منافقوں کا بول بالا رہے اور ان کے روحانی لکڑ دادا حضرات جو کفر کی حالت میں مرے ہیں ذرا چین کی نیند سو لیں مگر یہ خواب جھوٹا ہے۔ خدا نے چاہا تو گستاخ نبوت کو نہ دنیا میں راحت ملی ہے اور نہ عالم برزخ میں ہی نصیب ہوگی

سنیوں کے ایک قصبہ ڈومریا گنج میں کچہری سے متصل عیدگاہ پر جو ڈومریا گنج بستی کی عام شہر پر واقع ہے ایک دینی مذہبی درسگاہ قائم ہے ایک جامع مسجد بھی ہے۔ اول روز سے ہی حضرت مولوی قاری عظیم اللہ حشمتی نے اس مسجد میں نماز قائم کی جو آج تک جاری و ساری ہے۔ اور ان شاء اللہ المولیٰ تعالےٰ یہ مرکزی جامع مسجد سنی مسلمانوں کے سجدوں سے ابدالآباد تک آباد رہے گی۔ مگر ۳ سالوں سے ایک صلح کل مولوی اس جگہ مسند امامت پر مسلط ہو گیا ہے جو در پردہ صلح کلیت کے دام فریب میں پوری طرح گرفتار ہو چکا ہے۔

جشن عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک مسعود موقع پر ایک عظیم الشان جلوس کے اہتمام کی بنیاد حضرت مولوی قاری عظیم اللہ نے شروع سے ہی ڈال رکھی تھی مگر جس تاریخ سے یہ سیاسی صلح کلی مولوی مسند درس و تدریس پر قابض ہوا ہے اِس مذہبی جلوس کو "جلوسِ محمدی" کے عنوان سے مشتہر کرتا ہے۔ جب کہ کوئی بھی دیوبندی مولوی جلوس عید میلاد کو "جلوس محمدی" کے عنوان سے مشتہر نہیں کرتا اس طرح موجودہ مولوی کا یہ طرز خطابت و امامت کھل کر صلح کلیانہ طرز فکر کا آئینہ دار ہے۔

باز پرس کئے جانے پر ادارہ شرعیہ بہار اسٹیٹ کی تضحیک و تحقیر کر کے مذکورہ مولوی نے اپنی صلح کلیت کی تائید و توثیق کو منظر عام پر ثبت کر دیا۔ اہل حدیث کے فتنہ و فساد سے مقدمہ بازی کی نوبت آئی آگے چل کر ڈومریا گنج کے سنی مسلمانوں کے جذبات کو فتنہ وہابیت نے مشتعل کیا۔ اور ڈومریا گنج میں عیدین کی نماز علاحدہ ادا کی جانے لگی۔

اس موقع پر عوامی تعاون حاصل کرنے کے لئے روداد شائع کی گئی۔ تو اسی پوشیدہ صلح کلی مولوی نے اس حقیقت پر پردہ ڈالنے کے لئے مخالفین کے دسیسہ کار جماعت کو مشترکہ لفظ شر پسند عناصر سے تعبیر کیا گیا یہ مولوی موصوف کی صلح کلیت پر دال ہے یا نہیں۔

انصاف کو آواز دو کہاں سو رہا ہے کہ مجاہد سنیت علامہ قاری عظیم اللہ قادری نے جان کی بازی لگا کر جس چمنستان سنیت کی آبیاری کی تھی آج وہی علم و ادب کا گلشن دنیادار صلح کلی مولوی کے ناجائز تسلط سے بے رونق ہو گیا ہے

بقیہ ص ۳۵

علاوہ بریں وقتاً فوقتاً حسب حکمت الٰہی ایسے دلائل و براہین عطا ہوتے رہے جو تازہ تازہ ثبوت پیش کرتے رہیں۔ ان دلائل کو اصلاح شریعت میں معجزہ کہتے ہیں۔

از:- اشرفی　مصرع طرح　بہشتی غوثی

ماذی جائے گی تیرے منہ پہ عبادت تیری

بزم دانش کا ماہانہ طرحی نعتیہ مشاعرہ

مورخہ ۱۱ر جولائی ۱۹۹۱ء بروز جمعرات۔ اعلان کے مطابق بعد نماز مغرب غوث الوریٰ عربی کالج مخدوم سرائے علی گنج سیوان کے طلبار کے افزونیٔ ذوقِ فکر و فن اور تخیل صالح کی طرف پیش رفت کے حسین اقدام کے طور پر ہفتہ وار انجمن "بزم دانش" کا ایک شاندار بصیرت افروز پروگرام نہایت حسن انتظام اور پاکیزہ ماحول میں مذکورہ مصرع پر دار الحدیث غوث الوریٰ عربی کالج کے وسیع صحن میں منعقد ہوا جس کی سرپرستی حضور معمار ملت وعمید قوم الحاج مولانا شبیہ القادری صاحب بانی ومعتمد اعلیٰ کالج ہذا اور صدارت بزرگ استاذ شاعر جناب کوثر سیوانی نے فرمائی۔

جس میں طلبار واساتذۂ مدارس کے علاوہ شہر کے باکمال ادبار وشعرار نے کثیر تعداد میں شریک ہو کر اپنے تخیل کی بلند پروازی، تخلیق کی کامیابی، حسن بندش شعری اور باریکی ونکتہ رسی پر عوام وخواص سے خوب خوب داد تحسین حاصل کی۔ مشاعرہ سے پہلے حضور معمار ملت نے نعتیہ شاعری کے آغاز، اس کی ہمہ گیر مقبولیت وافادیت پر ایک فصیح وبلیغ خطبہ دیا۔ اور جناب قمر سیوانی نے نظامت کے فرائض انجام دیتے ہوئے طلبار کو پہلے کلام سنانے کی دعوت دی۔

پسندیدہ اشعار قارئین کی نذر ہیں۔

ناصر علی غوثی ۔ اس کو کیا خوف بھلا قبر کی تاریکی کا
دل میں لے جائے گا جو نور محبت تیری

محمد تاج الدین غوثی ۔ حشر میں دیکھنا اے تاج نبی کے صدقے
ہو گی ممتاز شریفوں میں شرافت تیری

حسان علی غوثی ۔ چند سکوں کے عوض کفر خریدا تو نے
کاٹ کھائے گی تجھے قبر میں دولت تیری

محمد منور علی غوثی ۔ تیرے اخلاق کے چرچے ہیں جہاں میں ہر سو
بولتی سر پہ ہے اعدا کے صداقت تیری

جناب توقیر اسلامپوری اور عطا دربھنگوی کے بعد ۔
اشرف بہشتی غوثی ۔ اللہ اللہ شہ کونین یہ رفعت تیری
فرش کیا عرش پہ جاری ہے امامت تیری

محمد مقیم الدین غوثی ۔ اہل دولت ہو مبارک تجھے اپنی دولت
غوث وخواجہ کے غلاموں کو نہیں حاجت تیری

جناب عمر سیوانی، ماسٹر ردنا الدین، غفران ساجد، شہزاد سیوانی کے بعد جناب حافظ عبد الرحمان حافظ کا کلام سناتے ہوئے ۔

محمد منیر رضا غوثی ۔ عبد الرحمٰن کو مدینہ میں بلا لے آقا
اب تو اک پل بھی گوارہ نہیں فرقت تیری

اب دوسرے فنکاران ادب کے بعد ناظم اسٹیج نے بدنام سیوانی کا تعارف کرایا۔ کہا کہ اقبالیات کا ماہر اور اپنے ذہن وفکر وفن و ادب پر اقبال کا غالب اثر رکھنے والا یہ ملی شاعر جس نے خود کو پوشیدہ کر رکھا تھا۔ اسے ہم لوگوں نے اسٹیج پر لانا ضروری سمجھا خود اشعار سن کر فیصلہ کیجئے۔ ۔

جی میں آتا ہے کروں تجھ سے شکایت تیری
اب تو دیکھی بھی نہیں جاتی ہے حالت تیری

کل فرشتوں نے کیا تھا تیری عظمت کو سلام
چاند تاروں سے بھی آگے تھی عظمت تیری

دین کا تو نہ رہا ہاتھ سے دنیا بھی..... گئی
پھر یہ خواہش کریں لوگ حمایت تیری

بدنام سیوانی کے بعد اناؤنسر نے جناب حضرت مولانا شمشاد علی غوثی کو دعوت سخن دی۔ جن کی شاعری میں مدحتِ پیمبر کا شیریں رس گھلا ہوا ہے۔ آپ سیّد جانانہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تصور دل میں بسا کر چند اشعار ملاحظہ کیجیے ؎

فضل خلاق دو عالم ہے ولادت تیری
اب میری زیست کا حاصل ہے عنایت تیری
جان جاناں تیری انداز عطا کیا کہنا
خالی ہاتھوں میں بلا کی ہے سخاوت تیری
روئے یوسف کی صباحت تیرے جلووں پہ نثار
والضحیٰ رخ پہ غضب کی ہے ملاحت تیری

پھر مولانا امتیاز احمد نوری مظہر کو دعوتِ زحمت دی گئی۔ ذی شعور، ذی صلاحیت، تدریس میں محنت کے عادی مولانا نوری کے دل میں بھی شاعری نے چٹکیاں لیں۔ دیکھیے کتنی خوبصورتی کے ساتھ مقطع میں ذو معنین کی صنعت پیدا کر دی ہے۔ ؎

ذات ہے تیری شہا ذات خدا کا مظہر
رب کی طاعت ہے میرے آقا اطاعت تیری
خوف دنیا نہ اسے خوف قیامت ہوگی
جس کو مل جائے گی سرکار حمایت تیری

اب ملک کے مشہور خطیب اور باکمال شاعر جناب مولانا نصب العین قادری ناز سیوانی کو اناؤنسر نے دعوت سخن دی۔ آپ ترنم سے کلام سناتے ہوئے ؎

عرش اعظم پہ بلا کر مرے مولا نے کہا
تو ہے محبوب تو محبوب ہے امت تیری
ناز کو خوف نہیں حشر میں رسوائی کا
ہوگی مقبول سرِ حشر شفاعت تیری

جناب رہبر سیوانی نے اپنا کلام سناتے ہوئے ؎

غم کے حالات میں بھی لب پہ رہے نام خدا
تیری امت کے لئے ہے یہ نصیحت تیری
اپنے رہبر کو بھی اک روز بلا لو آقا
نعت کے پردے میں ہو جائے زیارت تیری

جب قمر سیوانی میٹھے میٹھے جملوں سے سامعین کی لذت سماعت میں رس گھولتے رہے بالآخر جناب سہیل پیغمبر پوری صاحب نے ان کا اعلان فرمادیا۔ ایک ماہر مشاق اور فنکار شاعر جناب قمر سیوانی نے اپنے مخصوص انداز میں جو اشعار پڑھے اس سے پورے مجمع میں کیف کا سماں بندھ گیا

پھر حضرت سہیل پیغمبر پوری جو علم و ادب کے افق پہ نیّر ضوفشاں ہی نہیں بلکہ آفتاب و ماہتاب بن کر چمک رہے ہیں اناؤنسر نے اپنی شناخت آپ قرار دیتے ہوئے استاذ شاعر حضرت سہیل پیغمبر پوری سے درخواستِ خواندگی کی۔ دو شعر درج ہیں ملاحظہ کیجیے۔

تیرے جلووں سے منور ہے جبین خورشید
دیکھ کر چاند بھی شرمندہ ہے صورت تیری
حسن یوسف ہے تیرے حسن بدن کا صدقہ

اس کے بعد صدر محترم بزرگ استاذ شاعر جناب کوثر سیوانی نے اپنے کلام سے سامعین کو محظوظ و مسرور کیا۔ ؎

خود ہی کرتا ہے ثنا خالق خلقت تیری
خلق کیا جانے خدا جانے ہے عظمت تیری
کیوں نہیں تیری رسالت پہ رسالت ہو نثار
سب رسولوں سے جو برتر ہے رسالت تیری
اے مسلماں ہے نہاں تیری عبادت میں ریا
ماری جائے گی تیرے منہ پہ عبادت تیری

صلوٰۃ وسلام سے پہلے حضور معمار ملت نے اپنے کلام سے سامعین کو محظوظ فرمایا۔ اور ان کی دعاؤں پر ۱۱ بجے شب میں مشاعرہ کا اختتام ہوا۔



یادگار نشان

ادارہ

قاری امانت رسول کو صدمہ

مداح رسول امام قاری امانت رسول صاحب کی ہمشیرہ شمیم فاطمہ مرحومہ جو تقریباً دو سال سے علیل تھیں اور ڈیڑھ ماہ قبل چھت سے گر گئیں تھیں ان کے پیر کریک ہو گئے تھے، پلاسٹر کھلنے میں ۶ دن باقی تھے کہ ۲۳ ذیقعدہ ۱۴۱۱ھ جمعہ مبارکہ کو صبح صادق کے قریب ان کا انتقال ہو گیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون

بعد نماز جمعہ تدفین عمل میں آئی۔ فقیہ اسلام جانشین مفتی اعظم علامہ الشاہ اختر رضا خاں ازہری قادری مدظلہ العالی اور ادارہ سنی دنیا دعا کرتے ہیں کہ مرحومہ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور مرحومہ کے احباب کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

◎

مولانا طیش صدیقی کی اہلیہ کا انتقال

انتہائی افسوس کے ساتھ قارئین کو یہ اطلاع دی جاتی ہے کہ تقریباً آٹھ سال کی علالت کے بعد علامہ طیش صدیقی کی اہلیہ محترمہ نے ۳۰ ذی الحجہ کو دو بجے دن کے قریب ۶۳ سال کی عمر میں جان عزیز جاں آفریں کے سپرد کی۔ اناللہ وانا الیہ راجعون ۵

آج بعد نماز ظہر حضرت مولانا قاری محمد عبد السمیع صاحب قاضی شہر نے نماز جنازہ پڑھائی اور سینکڑوں سوگواروں نے مرحومہ کے جسد خاکی کو آخری آرام گاہ کے حوالے کیا۔

مرحومہ کے پسماندگان میں احمد جاوید صدیقی اور حاجی مصطفیٰ خالد صدیقی (مدیران لاسک) چھ صاحبزادگان چار صاحبزادیاں اور بہت سے نواسے نواسیاں اور پوتے پوتیاں وغیرہ شامل ہیں۔

قارئین دعا فرمائیے کہ خداوند قدوس مرحومہ کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق سے نوازے۔ آمین

◎

مولوی منظر الحق پورنوی کا انتقال پرملال

۱۴ محرم الحرام ۱۴۱۲ھ مطابق ۲۷ جولائی ۱۹۹۱ء بروز شنبہ بوقت شام مولوی منظر الحق ابن ریاض الدین کا انتقال ہو گیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون

نماز جنازہ جانشین مفتی اعظم فقیہ اسلام حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں ازہری قادری مدظلہ العالی نے پڑھائی نیز مرحوم کے لئے دعا مغفرت کی۔

مولوی منظر الحق مرحوم دار العلوم منظر اسلام بریلی میں زیر تعلیم تھے اور گرہرہ، بالسی ضلع پورنیہ کے رہنے والے تھے۔

◎

سرتاج حسین کی والدہ جنت البقیع میں دفن

سرتاج حسین کی والدہ محترمہ حج کے لئے تشریف لے گئیں تھیں۔ دوران حج مدینہ منورہ میں انتقال ہو گیا اناللہ وانا الیہ راجعون۔ نماز جنازہ علامہ سید عارف صاحب شیخ الحدیث منظر اسلام نے پڑھائی۔ اور مرحومہ کو جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔ ۱۷ محرم الحرام ۱۴۱۲ھ مطابق ۳۰ جولائی ۱۹۹۱ء کو فقیہ اسلام جانشین مفتی اعظم حضرت علامہ مفتی الشاہ اختر رضا خاں ازہری قادری مدظلہ العالی جناب سرتاج حسین کے دولتکدہ پر تشریف لیگئے مرحومہ کیلئے دعا مغفرت کی گئی اور ورثہ کو اظہار تعزیت کیا

ہم خوں کی قسطیں تو کئی دے چکے لیکن
اے خاک وطن [قرض ادا پھر بھی نہیں ہوتا]

اس زمانے میں کوئی
[مفتیٔ اعظم] کا تقویٰ چھوڑ کر

عالمی مصطفیٰ رضا کانفرنس

عالمی، دینی اور تاریخی مصطفیٰ رضا کانفرنس کا پیغام
دنیائے انسانیت کے نام

عالم انسانیت کو بیدار کرنے، مسلمانوں کے حقوق عبادت گاہوں کی حفاظت اور دنیائے اسلام کے پیچیدہ مسائل کو حل کرنے کیلئے ہند و پاک، بنگلہ دیش، افریقہ، لندن و دیگر ممالک کے علماء، مشائخ، سجادگان، ادبا، اہل سیاست اور اہل قلم حضرات تشریف لا رہے ہیں

بتاریخ
۱، ۲ مارچ ۱۹۹۲ء
مطابق
۲۴، ۲۵ شعبان المعظم ۱۴۱۲ھ

زیر نظامت
شاعر اسلام
جناب راہی صاحب بستوی

باہتمام
پیر طریقت
مولانا معید احمد رضا
فریدی، باندوی

سرپرستی
آبروئے سنیت احسن العلماء حضرت
حسن میاں صاحب برکاتی، مارہروی

صدارت
جانشین مفتی اعظم فقیہ اسلام علامہ مفتی محمد
اختر رضا خاں صاحب ازہری زیب سجادہ بریلی

مدعوین حضرات سے رابطہ قائم ہے، جملہ معلومات وخط وکتابت کا پتہ

محمد معید احمد رضا فریدی، مہتمم جامعہ غوثیہ رضویہ محلہ رضا نگر گولہ گوکرن ناتھ، ضلع کھیری لکھیم پور، یوپی

مکتوبات

تاثرات و تنقیدات

ڈاکٹر سید محمد امین میاں برکاتی مارہروی

عزیزم ... السلام علیکم و رحمۃ اللہ ثم وعلیکم السلام !

اللہ تعالےٰ طالب خیریت بخیر ہوں، تعطیلات گرما کے بعد ١٤ر جولائی کو آگرہ واپسی پر آپ کا ٢٨ر جون ١٩٩١ء کا کرمنامہ موصول ہوا۔ کوائف کا علم ہو کر اطمینان ہوا۔ میں خود تعجب میں تھا کہ رام پور سے میرے خطوط کا جواب نہیں آیا۔ اب معلوم ہوا کہ آپ مرکز سنیت بریلی شریف آگئے ہیں۔

کبیر داس کہتا ہے۔ ؎ جو کیلی سے لگ گیا وا کا بال نہ بانکا ہوئے

آپ کی ادارت میں شائع شدہ "سنی دنیا" بابت اگست ١٩٩١ء بھی موصول ہوا۔ محرم الحرام کی مناسبت سے موزوں مضامین کا انتخاب کیا گیا ہے۔ چند مضامین کی کتابت باریک ہے۔ مثلاً ص ١٠، ١٥، ١٧، ٢٢، ٢٣ وغیرہ وغیرہ اور چند مضامین کی کتابت جلی ہے۔ مثلاً ص ٢٩، ٣٠، ٣٢، ٣٣ وغیرہ وغیرہ اگر کتابت باریک کرائی جائے تو زیادہ مواد چھپ سکتا ہے۔

ص ٤٣ پر "حسن رضا نمبر" کا اعلان دیکھ کر روحانی مسرت ہوئی۔ مولانا حسن رضا خاں کا شمار اردو کے اہم شعراء میں ہونا چاہیئے۔ وہ داغ اسکول کے نمائندہ شاعر ہیں اور داغ کی بنیادی شاعری خصوصیات ان کے کلام میں بدرجۂ اتم پائی جاتی ہیں۔ مشہور معروف شاگردان داغ، وحید الدین بیخود، نواب سراج الدین خاں سائل، سید علی احسن احسن، نوح ناروی، دل شاہجہانپوری وغیرہ سے مولانا حسن رضا خاں حسن بریلوی کا درجہ کسی طرح پر بھی کم نہیں ہے۔

ایک اور اہم بات جو میں اکثر سوچتا ہوں کہ حسن بریلوی کا ہم سنیوں پر ایک احسان عظیم ہے اور وہ یہ کہ انہوں نے مجدد دین و ملت اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مولانا احمد رضا خاں قادری برکاتی فاضل بریلوی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی حیات مبارکہ میں جملہ جائیدادی، زمینداری اور انتظامی معاملات اپنے ذمہ لے کر مجدد اعظم کو بے فکر کیا وہ اپنا سارا وقت اور جملہ توجہات عظمت رسول اور عشق سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے فروغ میں لگا دیں جو ان کا مقصد حیات تھا اور جس کی وجہ سے وہ اغیار کی نظروں میں خار بن کر آج تک کھٹک رہے ہیں۔

مولانا حسن بریلوی کے نعتیہ مجموعے "ذوق نعت" کے علاوہ عشقیہ شاعری کا مجموعہ بھی ملتا ہے اور واقعات کربلا پر اردو مستند کتاب "آئینۂ قیامت" بھی ان کے زور قلم کا نتیجہ ہے۔

میں آپ کی جودت طبع اور جدت خیال کی داد دیتا ہوں کہ ایسے بہترین موضوع کی طرف آپ کی نگاہ گئی۔ مولےٰ تعالےٰ کے بھروسے پر یقین کامل ہے کہ "حسن رضا نمبر" ایک روشنی کا مینارہ ثابت ہوگا جس کے نور سے حسن بریلوی پر Ph.D. کرنے والے فیض یاب ہوتے رہیں گے

آمین ثم آمین

علامہ مبارک حسین مصباحی ایڈیٹر ماہنامہ اشرفیہ مبارکپور

منصب ادارت کی سرفرازی مبارک ہو۔

آج ہی ماہنامہ سنی دنیا آفس میں موصول ہوا۔ مرکز سنیت کے ترجمان پر بصد شوق نگاہ ڈالی۔ مدیر کی جگہ آپ کا اسم گرامی دیکھ کر دل باغ باغ ہو گیا اور طبیعت لالہ زار ہوگئی۔ آپ کی اس حیرت انگیز کامیابی پر دل سے دعائیں نکلیں اور زبان بے ساختہ پکار اٹھی۔

حق بحقدار رسید

ماشاء اللہ رسالہ خوب تر ہے۔ فکر انگیز اداریہ، دینی، علمی اور اصلاحی مضامین کا دل کش انتخاب دست قلم کی حسن ترتیب مدیر کے فکر بلند ذوق نظر، وسعت مطالعہ اور قلمی صلاحیتوں کے غماز ہیں مجھے آپ جیسے نوجوان فاضل، دور اندیش اور محنت و تجسس کے خوگر سے بھرپور امید ہے کہ رسالہ کو بہتر سے بہتر بنانے اور سنوارنے کی کوشش کریں گے اور اپنے فکر و قلم کی حسن کارکردگی سے ماضی کی کوتاہیوں کا بھی کفارہ ادا کر دیں گے

مولانا قمر الحسن قمر بستوی ایم، اے، بمبئی

ماہ مئی کا مرسلہ رسالہ ١٨ر جون کو موصول ہوا۔ شکریہ۔ سابق مدیر کی جگہ

پر حضرت نے آپ کو منتخب فرمایا۔ اسکی مبارکباد قبول فرمائیں۔ وادیٔ عمل کی خارزار رہگذر پر آپ بھی گامزن ہوئے ہماری صف میں ایک فرد کے اضافہ سے مسرت ہوئی۔ ادارت کا عملی کام بہت ذمہ داری کا ہوتا ہے۔ رسالہ میں واقع کتابت کی غلطیوں کو پروف ریڈنگ (proof reading) کر لیا کیجئے تاکہ قارئین کو شکایت کا موقعہ نہ ملے۔ مجھے امید ہے کہ آپ کی لگن اور محنت سے "سنی دنیا" مزید ترقی کرے گا۔

مولانا سراج احمد کانپور یونیورسٹی

بندہ ناچیز حضور سیدی اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کی نعتیہ شاعری پر تحقیقی کام انجام دے رہا ہے۔ ابھی حال ہی میں کانپور یونیورسٹی نے اسی موضوع پر Ph.D کا مقالہ لکھنے کا موقع فراہم کیا۔ یہ سب اسی دربار کا صدقہ و عطیہ ہے ورنہ اس دور اور اس ماحول میں اس ذات پر تحقیقی کام کرنے کے لئے موقع ملنا غیر ممکن تھا۔

مولانا محمد شکیل خاں نوری منیجر دارالعلوم نوریہ رضویہ کراچی

معلوم ہوا ہے کہ آپ نے ماہنامہ "سنی دنیا" کی ادارت سنبھال لی ہے بہت اچھا ہوا کہ آپ بریلی شریف آگئے ہیں۔ اب محنت سے کام کریں پاکستان میں ممبر سازی کروں گا۔ دعا فرمائیں۔

حافظ مولوی سید زاہد علی ہاشمی قادری

آپ کا بھیجا ہوا رسالہ اگست کا دستیاب ہوا پڑھ کر دل باغ باغ ہوگیا بڑی خوشی ہوئی کہ آپ سنی دنیا کے مدیر اعلیٰ ہوگئے۔ اللہ تبارک تعالیٰ آپکو ہمیشہ ترقی عطا فرمائے۔ آمین۔ حقیقت میں سنی دنیا مومن کے حق میں راہ نجات ہے۔ رسالہ اور بھی پڑھتا ہوں مگر جو معلومات کا گہوارہ سنی دنیا ہے اس کے علاوہ مجھے اور کوئی نظر نہیں آتا۔ یہ سب سرکار اعلیٰ حضرت کا کرم ہے۔

مولانا عبدالمالک رضوی، سیتامڑھی

حبیب معظم آپ ماہنامہ سنی دنیا کے مدیر تجویز کئے گئے ہیں اس سے مطلع ہوکر قلبی مسرت و شادمانی اور دلی سرور و انبساط اور روحانی خوشی ہوئی۔

صحت اور زندگی

حکیم محمد ادریس خاں قادری بریلوی

برائے سرعت انزال

جن لوگوں کو انزال جلدی ہو وہ وظیفہ زوجیت پر قادر نہیں ہوتے جب تک کہ سرعت انزال کی شکایت رفع نہ ہو اس کے لئے کم قیمت اکثیر صفت نسخہ سنی دنیا کیلئے حاضر ہے۔ ثعلب مصری پنجہ والی خستہ تمر ہندی یعنی املی کے چیئے چھلے ہوئے۔ تال مکھانا، تخم سروالی، تخم اٹنگن، تخم پلاس، ہر ایک دوا ایک ایک تولہ کوٹ چھان کر سفوف تیار کریں، گولر یا برگد کے دودھ میں سفوف مذکورہ ملاکر ۲، ۲ ماشہ گولیاں بنالیں جائیں، دو گولی صبح دو شام دودھ سے استعمال کی جائیں، ترش اور گرم اشیاء سے اور مباشرت سے پرہیز کریں۔!

برائے جریان و احتلام

وہ مبتلا جریان جو کسی دوا سے نہ جاتا ہو اس کے کیلئے یہ آسان مجرب کم قیمت اکثیر صفت نسخہ آزما کر دیکھیں لڑکوں کو ابتدائے بلوغت میں کثرت سے احتلام ہوتا ہے اس کے استعمال سے یہ شکایت رفع ہو جاتی ہے، سنگ جراحت، ستاور، ہر ایک ایک چھٹانک مصری آدھ پاؤں کوٹ چھان کر سفوف بنالیں، مقدار خوراک چھ ماشہ ایک پاؤ شیر گاؤ کے ہمراہ صرف ایک خوراک یومیہ سترہ روز کا استعمال کافی ہے پرہیز گرم اشیاء سے۔!

دائمی نزلہ

دمکشی سانس گھٹنا بلغمی کھانسی استخوروس کا کراسنگی، مغز بادام، مقشر ہر ایک ایک چھٹانک، زعفران ایک ماشہ یہ چاروں ادویہ کو کوٹ چھان کر شہد کی مدد سے اس کل دوا کی ایکسو پچاس گرام گولیاں بنالیں جائیں، اور ایک گولی صبح ایک دوپہر ایک شام نیم گرم پانی سے استعمال کی جائیں، ترش اشیاء سے پرہیز کیا جائے۔

جن بچوں کو پسلی چلنے کی شکایت ہو ان کو ایک گولی کے تین حصہ یا دو حصہ شہد میں ملاکر چٹا دی جائے تو ڈبہ اطفال کی شکایت جاتی رہتی ہے، شیر خوار بچوں کو موسم سرما میں نصف یا چہار م گولی قدر شہد میں ملاکر چٹا دی جائے، تو بچہ موٹا تندرست بھی ہوگا اور سردی سے محفوظ رہے گا۔!

جہاں نما

ادارہ

عرس نوری کی تقریبات

جانشین مفتیٔ اعظم فقیہ اسلام حضرت علامہ مفتی الشاہ محمد اختر رضا خاں ازہری قادری زیب مسند بریلی شریف کے زیر صدارت ازہری مہمان خانہ میں ۱۴ محرم کو پروقار تقریب منعقد ہوئی جس میں علماء و مشائخ نے شرکت کی اور حضرت زیب مسند بریلی کی دعاؤں پر عرس نوری کا اختتام ہوا۔

❀ ❀ ❀

انجمن رضائے ملت کے زیر اہتمام، عرس مفتیٔ اعظم ۱۹ محرم الحرام کی شام کو محلہ باقر گنج بریلی شریف میں بڑی شان و شوکت کے ساتھ منایا گیا، نوجوانان رضائے ملت نے جلسہ گاہ کو قمقموں اور برقی جھالروں سے سجا دیا تھا، تلاوت کلام پاک سے جلسہ گاہ کا آغاز ہوا، نعت و منقبت کے بعد علماء کرام نے اپنے محبوب رہنما اور قائد حضور مفتیٔ اعظم تاجدار اہل سنت رضی اللہ عنہ کا علمی انداز میں تعارف کرایا، مقررین میں یہ حضرات خاص طور سے قابل ذکر ہیں:

مقرر شہیر حضرت علامہ مولانا مفتی محمد مطیع الرحمٰن صاحب رضوی نائب شیخ الحدیث جامعہ نوریہ رضویہ بریلی،

فاضل نوجوان حضرت مولانا قاری عبد الرحمٰن صاحب رضوی ناظم اعلیٰ الجامعۃ المصلحہ پرتاپور، حافظ قاری فرقان رضا خاں بیلیپوری، مدیر سنی دنیا مولانا محمد شہاب الدین صاحب رضوی اختری،

بعدہٗ صلوٰۃ و سلام پر جلسہ کا اختتام ہوا۔

❀ ❀ ❀

اعلانات و اخبارات

سرزمین بریلی شریف محلہ باجتی میں سابقہ روایات کے ساتھ مورخہ ۲۹ جولائی ۱۹۹۱ء بروز پیر بعد نماز عشاء عرس نوری کا ایک روزہ اجلاس نہایت ہی تزک و احتشام کے ساتھ منایا گیا جس میں ملک کے مائے ناز علمائے کرام نے شرکت فرمائی جن کے اسمائے گرامی یہ ہیں،

خطیب اہلسنت حضرت علامہ الحاج تطہیر احمد صاحب قبلہ معتمد الجامعۃ القادریہ رچھا بریلی، مولٰینا اعجاز احمد صاحب مدرس جامعہ نوریہ رضویہ بریلی، مولٰینا حافظ قاری محمد فرقان رضا صاحب بیلیپوری معین المدرس جامعہ نوریہ رضویہ بریلوی،

مولٰینا ابراہیم خانصاحب متعلم جامعہ نوریہ رضویہ بریلی شریف

مرسلہ: مولینا شرافت علی خاں

سرپرست انجمن غلامان رسول محلہ باجتی پرانہ شہر بریلی شریف

رضا اکیڈمی بمبئی کا "امام احمد رضا ایوارڈ" مولانا مصباحی کے نام" امام احمد رضا کی قلمی خدمات" پر ایک خصوصی اجلاس

بمبئی - ۲۴ر جولائی - کچھی میمن جماعت کا بیکر اسٹریٹ، بمبئی ۳ میں آج امام احمد رضا کی قلمی خدمات کے موضوع پر ایک خصوصی اجلاس منعقد ہوا - جس میں ممتاز علماء ودانشور اور بمبئی کے معزز افراد نے شرکت کی۔

حضرت مفتی شریف الحق امجدی نے صدارت اور مولینا قمر الحسن بستوی مصباحی نے نظامت کے فرائض انجام دیئے۔ اس اجلاس میں مولینا یٰسٓ اختر مصباحی کو ان کی کتاب "امام احمد رضا اور رد بدعات" اور دوسری فکری و تحریری خدمات کے پیش نظر رضا اکیڈمی بمبئی کی جانب سے توصیف نامہ اور خصوصی انعام مبلغ گیارہ ہزار روپے پیش کئے گئے جسے انہوں نے اسی وقت الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور کے تعمیری فنڈ میں عنایت کر دیا۔

دار القلم دہلی سے متعلق علامہ ارشد القادری کے آئے ہوئے پیغام کو مولینا شفیق بستوی مصباحی اور رضا اکیڈمی کی طرف سے پیش کئے گئے توصیف نامہ کو مولینا معین علیمی مصباحی نے پڑھکر سنایا۔

یہ اجلاس ۱۹۹۲ء میں رضا اکیڈمی بمبئی کی جانب سے ہونے والے سہ روزہ جشن صد سالہ حضور مفتی اعظم کیلئے بطور تمہید منعقد کیا گیا تھا۔

- محمد سعید نوری، بمبئی =

جشن صد سالہ حضور مفتی اعظم کے منصوبے پر عمل

رضا اکیڈمی بمبئی کے بانی اسیر مفتی اعظم مولینا محمد سعید صاحب نوری کے برادر عزیز محمد ابراہیم رضا کے گلشن میں شاداب پھول بروز بدھ ۲۴ رمضان المبارک کو کھلا جسکا نام جشن صد سالہ حضور مفتی اعظم کے منصوبے کے تحت محمد مصطفےٰ رضا نوری رکھا گیا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے پیارے محبوب سرکار مدینہ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے طفیل اس بچے کو دین و دنیا کی لازوال نعمتیں عطا فرمائے۔ (آمین) عبد المجید موتی والے۔

دار العلوم انوار مصطفےٰ

آج کے اس پر فتن دور میں جبکہ برائی و بے حیائی بام عروج پر ہے، دین سے دوری و بیزاری عام ہوتی جارہی ہے طرب ونشاط کی محفلیں آباد ہیں، مگر دینی محفلیں اپنی ویرانی پر ماتم کناں ہیں، ایسے نازک وقت میں ایک دینی دار العلوم کی شدت سے کمی محسوس کی جارہی تھی کہ جہاں سے علم دین کا فروغ ہوا اور شمع علم سے گم کردہ راہوں کو منزل مقصود تک غوث و خواجہ کے سہارے تھر رائے پور محلہ موڈھا بارہ میں نبیرۂ اعلیحضرت علامہ شاہ حکیم سبطین رضا خانصاحب قبلہ بریلوی کی قیادت میں دار العلوم انوار مصطفےٰ کا قیام عمل میں آچکا ہے جس کی تعمیر نہایت اعلیٰ پیمانہ پر جاری ہے لہذا اہل خیر حضرات سے گذارش ہے کہ جلد سے جلد دست تعاون بڑھائیں اور اس دینی کام میں حصہ لے کر اجر عظیم کے مستحق بنیں۔

المعلن بہ ادارہ شرعیہ اہلسنت سنی مسجد نیا پارہ رائپور (ایم پی)

عرس یار علوی و جلسۂ دستار فضیلت

عارف باللہ شعیب الاولیاء حضرت سیدنا شاہ محمد یار علوی صاحب قبلہ نقدس رضی المولیٰ عنہ کے سالانہ عرس مقدس اور ان کی قائم کردہ برصغیر کی عظیم ترین مرکزی درسگاہ دار العلوم فیض الرسول براؤں شریف کے جلسۂ دستار فضیلت کی روح پرور تقریبات ۲۲ محرم الحرام ۱۴۱۲ھ مطابق ۴ر اگست ۱۹۹۱ء کو نہایت تزک احتشام کے ساتھ منائی گئیں جس میں اکابر علماء ومشائخ کے ہاتھوں دار العلوم کے درجنوں فارغین علماء، قراء، حفاظ کو سند و دستار سے نوازا گیا۔ اور ہزارہا ہزار کے تعداد میں ملک و بیرون ملک کے عقیدتمندان شعیب الاولیاء شریک عرس ہو کر اپنے روحانی رہنما کو خراج عقیدت پیش کیا۔ محمد جمال احمد خاں رضوی

دار العلوم فیض الرسول براؤں شریف ضلع سدھارتھ نگر (یو پی)

جے پور میں عرس نوری

۱۳؍ محرم الحرام ۱۴۱۲ھ مطابق ۲۶؍ جولائی ۱۹۹۱ء بروز جمعہ مبارکہ۔ جامعہ عربیہ اہلسنت بدر العلوم جسپور کے وسیع و عریض میدان میں انجمن فیضان رضا کی جانب سے تاجدار اہلسنت شہزادہ اعلیٰحضرت حضور مفتی اعظم الشاہ محمد مصطفےٰ رضا خاں صاحب نوری کا عرس بڑی شان و شوکت کے ساتھ منایا گیا عرس میں شہر کے بے شمار اہل عقیدت و ارادت نے شرکت کی اور قرب و جوار کے جملہ علماء کرام شریک اجلاس ہوئے۔

جلسہ کا افتتاح تلاوت کلام پاک سے ہوا جلسہ کی نظامت عالم مرتبت قاری خلیق احمد صاحب رضوی نے فرمائی اور استاذ القراء حضرت مولینا قاری محمد شریف صاحب نوری صدر شعبہ تجوید و قرأت نے سیدنا حضور مفتی اعظم کی سیرت مقدسہ پر بہترین تقریر فرمائی۔ اخیر میں ایک بج کر چالیس منٹ پر قل شریف ہوا بعدہٗ صلوٰۃ و سلام اور دعا پر مجلس کا اختتام ہوا۔

المعلن: شفیق احمد سکریٹری انجمن فیضان رضا جسپور (نینی تال)

عرس تیغی سرکانہی شریف

مورخہ ۱۰؍ اکتوبر ۱۹۹۱ء بروز جمعرات شیخ المشائخ الحاج شاہ محمد تیغ علی قادری آبادانی سرکار سرکانہی علیہ الرحمۃ کا عرس مقدس زیر اہتمام حضرت علامہ الشاہ محمد علی براہیمی سجادہ نشیں خانقاہ آبادانیہ سرکانہی شریف و زیر صدارت حضرت علامہ الشاہ علی حسن تیغی ناظم اعلیٰ و صدر المدرسین مدرسہ علیمیہ دار العلوم سرکانہی شریف بمقام خانقاہ آبادانیہ سرکانہی شریف نہایت تزک احتشام کے ساتھ منایا جائے گا

المعلن: محمد غیاث الدین مصباحی کوثر قادری

مکتبۃ المدینہ

امیر دعوت اسلامی حضرت مولینا محمد الیاس صاحب قادری و دیگر علماء اہلسنت کی تصانیف و کیسٹوں کا دھلی میں مرکز۔

مکتبۃ المدینہ مسجد نور النبی نزد عید گاہ جنتا کالونی۔ ویلکم سیلم پور دھلی ۵۳۔

بدایوں میں عرس نوری

بتاریخ ۱۴؍ محرم الحرام ۱۱۔ ۱۴۱۲ھ کی رات تاجدار اہلسنت مجدد ملت قطب الاقطاب غوث الوقت فقیہ الفقہاء اعلم العلماء افضل الفضلاء ابلغ البلغاء علامہ الشاہ ابو البرکات محی الدین جیلانی آل الرحمٰن محمد مصطفےٰ رضا خاں نوری بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا سالانہ عرس مبارک۔ مدرسہ عالیہ قادریہ بدایوں شریف کے طلباء نے بڑی شان و شوکت سے منایا۔

محفل کا آغاز تلاوت کلام مجید سے ہوا۔ پھر بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں خراج عقیدت پیش کرنے کے بعد علماء کرام کی تقاریر ہوئیں۔ جس میں حضور مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح عمری پر روشنی ڈالی گئی۔

دوران تقریر عشاق حضرات نے بارگاہ حضور مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ میں منقبتی خراج عقیدت پیش کرتے رہے۔ جن میں چند اشخاص قابل ذکر ہیں۔

مقررین:- (۱) مولینا محمد مشرف حسین نوری (۲) مولینا محمد تفویض احمد (۳) مولینا اخلاق احمد رضوی

منقبت خواں:- (۱) شاہ عالم رضوی (۲) محمد جمال الدین رضوی (۳) محمد نظام الدین رضوی (۴) محمد جنید عالم رضوی

المرسل:- محمد جمال الدین مدرسہ عالیہ قادریہ بدایوں شریف (یوپی)

Regd. No. XI 7 (82) Vol-3 Annual Subscription Rs. 60/-
Per Copy Rs. 6/- Regd. Po No-B R. 157

مؤقر مسلک اعلیحضرت کا ترجمان و نقیب

تنظیم المسلمین

دار العلوم — دار القضاۃ — حج کمیٹی — دار الاشاعت — دار التصنیف
دار الیتیم — ہلال کمیٹی — نگرانی مدارس — حج کمیٹی — دار الافتاء

شمال مشرقی بہار میں علم و دانش کا وہ گہوارہ ہے جو مرحلہ در مرحلہ اپنا تعلیمی، تربیتی اور تعمیری سفر طے کرتے ہوئے آج اس منزل میں داخل ہو چکا ہے کہ ہند شمالی میں عموماً اور بہار و بنگال، آسام و نیپال کے دینی حلقوں میں خصوصاً بڑے وقار اور اعتبار اور عزت و افتخار کی نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے۔

نئی نسلوں کی وہ امیدگاہ ہے جس کے منصوبے میں عام روش سے ہٹ کر مخصوص مزاج اور جداگانہ تشخص کا ایک عظیم الشان عمل ہے جس سے طلبہ میں دینی مزاج، اخوت ارادی، بیدار مغزی اور اپنی دنیا آپ پیدا کرنے کی خواہشات اور نیک جذبات کی تحریک ہوتی ہے۔

تاریکیوں میں نور کی وہ کرن ہے جو دار العلوم، دار الافتاء، دار القضاۃ، حج کمیٹی، ہلال کمیٹی، نگرانی مدارس، مساجد، دعوت و ارشاد اور دوسرے مختلف شعبوں کے ذریعہ ملت و معاشرہ کو روشنی عطا کرتا ہے۔

عزم و حوصلہ کا وہ کوہ گراں کہ مالی مشکلات اور حوصلہ شکن حالات میں بھی تین سو طلبا کے قیام و طعام کی کفالت بلا معاوضہ کرتا ہے۔ سال رواں ادارہ کے مصارف کا تخمینہ تین لاکھ پچاس ہزار روپے ہے۔ اور پورے منصوبہ کی تکمیل کے لیے اخراجات کا میزانیہ پچاس لاکھ روپے ہے۔

ملت کے اصحاب مخلص خیر خواہوں سے تعاون کی درخواست ہے "صلائے عام ہے یاران نکتہ داں کیلئے" چیک ڈرافٹ بنام TANZIMULMUSLEMIN بنائیں اور بذریعہ رجسٹری ذیل کے پتہ پر روانہ فرمائیں

(مولانا) رحمت حسین کلیمی تنظیم المسلمین بائسی ضلع پورنیہ

PIN-854315